خواتین کے مخصوص شرعی مسائل

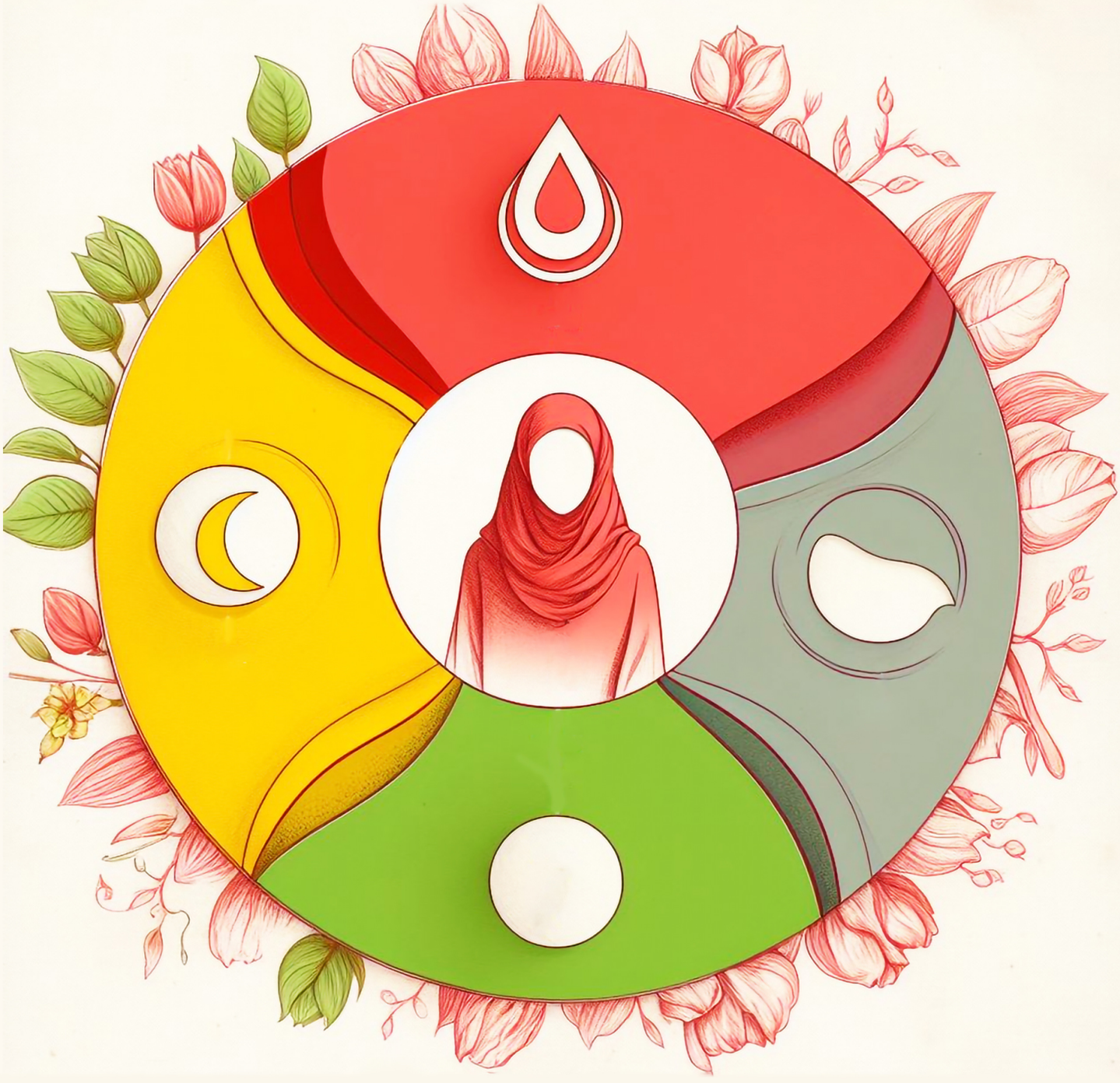

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
DARUL IFTA AHLESUNNAT

1 طہارت کے مسائل

2 حیض اور نفاس کے مسائل

3 نکاح کے مسائل

4 طلاق کے مسائل

5 ہمبستری کے مسائل

6 میاں بیوی کے حقوق

7 عدت کے مسائل

8 بناؤ سنگھار کے مسائل

9 پردے کے مسائل

10 نماز کے مسائل

11 روزہ کے مسائل

12 حج اور عمرہ کے مسائل

13 تلاوت کے مسائل

طہارت کے مسائل

غسل کب فرض ہوتا ہے؟

مجیب: ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر: WAT-1689

تاریخ اجراء: 08ذوالقعدۃالحرام1444ھ/29مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

غسل کب کب فرض ہوتا ہے، تفصیل سے بتادیجیے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

غسل درج ذیل چیزوں سے فرض ہوتا ہے:

(1) منی کا اپنی جگہ سے شَہوت (لذت) کے ساتھ جُدا ہو کر مخرج (عُضو) سے نکلنا۔ (2) اِحتِلام یعنی سوتے میں منی کا نکل جانا۔ (3) حَشْفہ یعنی سرِ ذَکَر (سُپاری) کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخِل ہو جانا، خواہ شہوت (لذت) ہو یا نہ ہو، اِنزال ہو یا نہ ہو، دونوں پر غسل فرض کرتا ہے، بشرطیکہ دونوں مُکَلَّف ہوں اور اگر ایک بالِغ ہے، تو اُس بالِغ پر فرض ہے اور نابالِغ پر اگرچہ غُسل فرض نہیں مگر غُسل کا حکم دیا جائے گا۔ (4) حَیض سے فارِغ ہونا۔ (5) نِفاس (یعنی بچّہ جَننے پر جو خون آتا ہے، اُس) سے فارِغ ہونا۔

اور درج ذیل چیزوں سے غسل فرض نہیں ہوتا:

(1) اگر منی شَہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جُدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے یا فُضلہ خارِج کرنے کے لیے زور لگانے کی صورت میں خارِج ہوئی، تو غسل فرض نہیں۔ وُضو بہر حال ٹوٹ جائے گا۔ (2) اگر منی پتلی پڑ گئی اور پیشاب کے وقت یا ویسے ہی بلا شہوت اس کے قطرے نکل آئے، تو بھی غسل فرض نہیں ہوگا، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ (3) اگر اِحتِلام ہونا یاد ہو لیکن اس کا کوئی اثر جسم یا کپڑے پر نہ ہو، تو بھی غسل فرض نہیں ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

منی مذی اور ودی میں فرق

فتوی نمبر: WAT-586

تاریخ اجراء: 23رجب المرجب1443ھ/25فروری2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

منی مذی اور ودی میں کیا فرق ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

منی وہ سفید گاڑھا پانی ہے جو شہوت کے ساتھ اپنے مقام سے نکلتا ہے اور اس کے نکلنے کے بعد ذکر یعنی آلہ تناسل منکسر (ڈھیلا) ہو جاتا ہے یعنی شہوت ٹوٹ جاتی ہے۔ منی اگر شہوت کے ساتھ اپنے مقام سے جدا ہو کر عضو سے نکلے تو اس سے غسل فرض ہو جاتا ہے اور یہ ناپاک بھی ہوتی ہے۔

اور مذی سفید پتلا پانی ہے جو کہ شہوت کے وقت (جیسے بیوی سے کھیل کود، بات چیت وغیرہ کے دوران) نکلتا ہے اور اس کے بعد آلہ تناسل منکسر (ڈھیلا) نہیں ہوتا بلکہ مزید انتشار آتا ہے۔ مذی سے غسل فرض نہیں ہوتا البتہ وضو اس سے ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ناپاک بھی ہوتی ہے۔

اور ودی وہ سفید پتلا پانی ہے جو کہ پیشاب کرنے کے بعد نکلتا ہے۔ اور ودی سے غسل فرض نہیں ہوتا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ناپاک بھی ہوتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

غسل جنابت وغسل جمعہ کا طریقہ

مجیب: مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1425

تاریخ اجراء: 15 رجب المرجب 1445ھ/27 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

غسل جنابت اور جمعہ کے لئے غسل کرنے میں کوئی فرق ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

غسل کرنے کا مسنون طریقہ درج ذیل ہے یہ طریقہ فرض غسل یعنی غسل جنابت اور مسنون غسل مثلاً غسل جمعہ دونوں کے لیے ہے۔

غسل کا مسنون طریقہ: بِغیر زَبان ہِلائے دل میں اِس طرح نیّت کیجئے کہ میں طہارت حاصِل کرنے کیلئے غسل کرتا ہوں۔ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین تین بار دھوئیے، پھر اِستنجے کی جگہ دھوئیے خواہ نَجاست ہو یا نہ ہو، پھر جِسم پر اگر کہیں نجاست ہو تو اُس کو دُور کیجئے پھر نَماز کا سا وُضو کیجئے مگر پاؤں نہ دھوئیے، اگر چَوکی وغیرہ پر غسل کر رہے ہیں تو پاؤں بھی دھو لیجئے، پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چُپڑ لیجئے، خُصوصاً سردیوں میں (اِس دوران صابن بھی لگا سکتے ہیں) پھر تین بار سیدھے کندھے پر پانی بہائیے، پھر تین بار اُلٹے کندھے پر، پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار، پھر غسل کی جگہ سے الگ ہو جائیے، اگر وُضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھو لیجئے۔

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

میاں بیوی کا ایک ساتھ غسل کرنا

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-343

تاریخ اجراء: 09 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ/14 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا میاں بیوی ایک ساتھ واش روم میں غسل کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

میاں بیوی کا اکٹھے غسل کرنا، ایک دوسرے کے ستر (شرمگاہ) کو دیکھنا گناہ نہیں، لیکن نہ دیکھنا بہتر ہے کہ شرمگاہ دیکھنے سے نظر کمزور ہوتی اور نسیان (یعنی بھولنے کا مرض) پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اکٹھے غسل کریں تو بہتر ہے کہ ستر ڈھانپ لیں تاکہ اس پہ دوسرے کی نگاہ نہ پڑے۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

مخصوص ایام میں نہانا

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رجب المرجب 1440ھ

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کو حالتِ حیض میں نہانا منع ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت حالتِ حیض میں نہانا چاہے تو نہا سکتی ہے اس سے بدن کی صفائی حاصل ہو جائے گی البتہ نجاستِ حکمیہ حیض ختم ہونے کے بعد نہانے سے زائل ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

میاں بیوی کی شرمگاہیں ملنے سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2280

تاریخ اجراء: 05 جمادی الثانی 1445ھ/19 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میاں بیوی کی شرمگاہیں آپس میں صرف ملیں، صحبت نہ ہو اور بیچ میں کپڑا حائل ہو تو کیا غسل ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر میاں بیوی کی شرم گاہیں آپس میں صرف مل جائیں، لیکن دخول نہ ہو اور انزال (منی کا نکلنا) بھی نہ ہو تو اس وجہ سے ان پر غسل فرض نہیں ہو گا۔ اور اگر کسی کو انزال ہو گیا تو صرف اس پر غسل لازم ہو گا۔ ہاں انتشار کی حالت میں بغیر حائل کے یوں شرمگاہیں ملانے سے دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بلکہ اگر مرد کو انتشار نہیں تھا اور مرد و عورت نے بغیر کسی حائل کے یوں شرمگاہیں ملائیں تو مرد کا وضو نہ ٹوٹے گا لیکن عورت کا ٹوٹ جائے گا اور حائل ہونے کی صورت میں انتشار ہو یا نہیں، جب تک مذی وغیرہ کوئی وضو توڑنے والی چیز نہ پائی جائے تب تک کسی کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جس شخص پر غسل فرض ہو کیا وہ فنائے مسجد میں جاسکتا ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12567

تاریخ اجراء: 03جمادی الاول1444ھ/28نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس پر غسل فرض ہو کیا وہ فنائے مسجد میں جاسکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جنبی شخص (یعنی جس پر غسل فرض ہو) عین مسجد میں نہیں جاسکتا البتہ فنائے مسجد میں جاسکتا ہے۔

چنانچہ فتاوٰی شامی میں ہے: ”فناء مسجد هو المكان المتصل به ليس بينه وبينه طريق، فهو كالمتخذ لصلاة جنازة أو عيد فيما ذكر من جواز الاقتداء **وحل دخول لجنب** ونحوه كما في آخر شرح المنية۔“ یعنی فنائے مسجد سے مراد مسجد سے متصل وہ جگہ ہے کہ اس (جگہ) کے اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ نہ ہو، پس یہ اس جگہ کی طرح ہو گیا جسے نمازِ جنازہ کے لیے یا عید کے لیے بنایا گیا ہو جیسا کہ ماقبل یہ بات مذکور ہے کہ اس جگہ اقتداء جائز ہے اور جنبی وغیرہ کا اس جگہ جانا بھی جائز ہے، یہی بات شرح المنیہ کے آخر میں مذکور ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص519، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: ”عید گاہ یا وہ مقام کہ جنازہ کی نماز پڑھنے کے لیے بنایا ہو، اقتدا کے مسائل میں مسجد کے حکم میں ہے کہ اگرچہ امام و مقتدی کے درمیان کتنی ہی صفوں کی جگہ فاصل ہو، اقتدا صحیح ہے اور باقی احکام مسجد کے اس پر نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں پیشاب پاخانہ جائز ہے بلکہ **یہ مطلب کہ جنب اور حیض و نفاس والی کو اس میں آنا، جائز، فنائے مسجد اور مدرسہ و خانقاہ و سرائے اور تالابوں پر جو چبوترہ وغیرہ نماز پڑھنے کے لیے بنالیا کرتے ہیں، اُن سب کے بھی یہی احکام ہیں، جو عید گاہ کے لیے ہیں۔**“ (بہارِ شریعت، ج01، ص646-645، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جس عورت پر غسل فرض ہو اور اسے حیض آجائے، تو غسل کب کرے

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-406

تاریخ اجراء: 14 محرم الحرام 1443ھ / 13 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جس عورت پر غسلِ جنابت فرض ہو اور غسل کرنے سے پہلے اسے حیض آجائے، تو اس پر حالتِ حیض میں بھی غسلِ جنابت کرنا فرض ہو گا یا تاخیر کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

غسلِ جنابت فرض تھا اور اسی دوران حیض آگیا، تو اب غسلِ جنابت کرنا ضروری نہیں، چاہے تو اب نہالے یا حیض ختم ہونے پر ہی غسل کرے۔

بہار شریعت میں ہے: ”عورت جنب ہوئی اور ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ حیض شروع ہو گیا، تو چاہے اب نہالے یا بعد حیض ختم ہونے کے۔ (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 325، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جنابت کی حالت میں حیض آگیا تو غسل کا حکم

فتوی نمبر: WAT-455

تاریخ اجراء: 20جمادی الاخری1443ھ/24جنوری2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جنابت کی حالت میں حیض آگیا تو غسل کا حکم؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت پر غسل جنابت تھا اور حیض شروع ہو گیا، تو اب اس پر فی الحال غسلِ جنابت کرنا ضروری نہیں، حیض سے پاک ہونے کے بعد غسل ضروری ہو گا۔ البتہ اگر وہ صفائی کے لیے غسل کرنا چاہے، تو دورانِ حیض بھی غسل کر سکتی ہے، اس میں کوئی ممانعت بھی نہیں ہے۔ البتہ نجاستِ حکمیہ حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرنے سے زائل ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حالت حیض میں وضو کرنے سے طہارت حاصل ہوگی یا نہیں؟

مجیب: ابو حمزہ محمد حسان عطاری زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:09

تاریخ اجراء: 10 ربیع الثانی 1442ھ/26 نومبر 2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے حالتِ حیض میں وضو کیا تو اس کا وضو ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حالت حیض میں بھی عورت کے لیے بہتر ہے کہ وہ نماز کے وقت میں وضو کر کے اتنی دیر تک ذکر الٰہی اور درود شریف وغیرہ پڑھنے میں مشغول رہے، جتنی دیر میں وہ نماز ادا کر لیتی ہے، لیکن اس وضو سے اسے وہ طہارت حاصل نہیں ہو گی جس کی بنیاد پر وہ نماز پڑھ سکے یا قرآن مجید کی تلاوت کر سکے یا بلا حائل اسے چھو سکے۔ یہ حکم صرف اس لیے ہے کہ اس کی نماز کی عادت برقرار رہے۔

بہار شریعت میں ہے: ”نماز کے وقت میں وضو کر کے اتنی دیر تک ذکر الٰہی، درود شریف اور دیگر وظائف پڑھ لیا کرے جتنی دیر تک نماز پڑھا کرتی تھی کہ عادت رہے“۔(بہار شریعت، جلد:1، صفحہ:380، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض ونفاس کی حالت میں ناخن کاٹنا

فتوی نمبر: WAT-420

تاریخ اجراء: 20جمادی الاخری1443ھ/24جنوری2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

حیض ونفاس کی حالت میں ناخن کاٹ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت حیض اور نِفاس سے پاک ہوگئی اور ابھی تک غسل نہیں کیا، تو اس حالت میں اس کے لئے غیر ضروری بال صاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے کہ یہ حیض ونفاس سے پاک ہونے کے وقت حدث والی ہوئی ہے، اور اس پر اس وقت غسل فرض ہوا ہے، اب اس حالت میں وہ جُنبی کی طرح ہے جیسے جنبی کے لئے حالتِ جنابت میں بال صاف کرنا یا ناخن کاٹنا مکروہ تنزیہی ہے، اسی طرح اس کے لیے حکم ہے، اور اگر وہ حیض ونِفاس سے پاک نہیں ہوئی، تو اس حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے، کیونکہ ابھی تک یہ حدث والی نہیں ہے اور اس پر غسل فرض نہیں ہے، اس حالت میں وہ اس معاملے میں پاک آدمی کی طرح ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

حیض کی حالت میں ناپاک کپڑے پاک کرنے کا حکم

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-791

تاریخ اجراء: 20جمادی الاوّل1444ھ/15دسمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیاخواتین حیض کے دنوں میں ناپاک کپڑوں کو پاک کر سکتی ہیں؟یعنی اگر وہ کپڑوں کو شرعی طریقے سے پاک کریں ،توکیاکپڑے پاک ہو جائیں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتیں دورانِ حیض ناپاک چیز پاک کر سکتی ہیں،اس میں کوئی حرج نہیں، حیض عورت کے ہاتھ میں نہیں ہوتا نہ ہی کسی ناپاکی کے لگے بغیر صرف حیض میں ہونے کے سبب عورت کے ہاتھ ناپاک ہوں گے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:"وقد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدنی راسہ الکریم لأم المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وھی فی بیتھا وھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتکف فی المسجد لتغسلہ فتقول أنا حائض فیقول حیضتک لیست فی یدک۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر مبارک دُھلوانے کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب کرتے تھے اس وقت آپ گھر میں ہوتیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وآلہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے اُم المومنین عرض کرتیں: میں حائضہ ہوں۔آپ فرماتے: حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔"(فتاوی رضویہ،جلد4،صفحہ355،رضافاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کی حالت میں ناخن کاٹنا

فتوی نمبر: WAT-19

تاریخ اجراء: 18 محرم الحرام 1443ھ/27 اگست 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حیض کی حالت میں عورت ناخن کاٹ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! حیض کی حالت میں عورت ناخن کاٹ سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ چالیس دن سے زیادہ عرصہ تک ناخن نہ کاٹنا مکروہ و گناہ ہے، پس اگر چالیس دن پورے ہو جائیں اور حیض کے ایام چل رہے ہوں تو اس صورت میں ناخن کاٹنا ضروری ہے، چالیس دن سے زیادہ چھوڑنے پر گناہ گار ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض والی عورت اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1218

تاریخ اجراء: 26 جمادی الثانی 1445ھ / 09 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حائضہ عورت نے دھلا ہوا ہاتھ پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض والی عورت کا جب تک خون رک نہیں جاتا اس وقت تک قلیل یعنی تھوڑے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے وہ پانی مستعمل نہیں ہو گا خواہ ہاتھ دھلا ہوا ہو یا بے دھلا، اس پانی سے وضو و غسل کرنا، جائز ہو گا۔ البتہ اگر حصولِ قربت کے لیے قلیل پانی میں ہاتھ ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا، یونہی حیض ختم ہو جانے کے بعد غسل کرنے سے پہلے بغیر دھلا ہاتھ قلیل پانی میں ڈالا تب بھی پانی مستعمل ہو جائے گا اور پانی مستعمل ہو جائے، تو اس سے وضو و غسل درست نہیں ہوتے۔

امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”جنب مرد یا حیض والی عورت کا ہاتھ سیر بھر پانی یا سیر سے کم میں سہواً یا عمداً ڈوبے تو وہ پانی غسل و وضو کے قابل ہے یا نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ”کسی حدثِ اکبر یا اصغر والے کا ہاتھ بغیر دھوئے جب کسی دَہ در دَہ پانی سے کم میں پڑ جائے گا اُس سب کو قابلِ وضو و غسل نہ رکھے گا اور اگر ہاتھ دھو لینے کے بعد پڑا تو کچھ حرج نہیں۔ عورت حیض کی وجہ سے اُس وقت حدث والی ہو گی جب حیض منقطع ہو جائے اس سے پہلے نہ اُسے حدث ہے نہ حکمِ غسل اُس کا ہاتھ پڑنے سے قابلِ وضو و غسل رہے گا۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 03، صفحہ 254، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض والی عورت کا پسینہ کپڑوں پر لگ جائے تو کیا کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں؟

مجیب: ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-808

تاریخ اجراء: 04 جمادی الثانی 1444ھ/28 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

یہ بات رائج ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت جو کپڑے اپنے پہننے کے لیے استعمال کرے گی، اگر اس عورت کا پسینہ کپڑوں کو لگ جائے اگرچہ نجاست خون وغیرہ نہ لگا ہو، پھر بھی صرف پسینہ لگنے سے وہ کپڑے ناپاک ہو جائیں گے، ان کو غسل کے بعد پاکی کی حالت میں نماز وغیرہ کے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر یہ بات کہیں رائج ہے، تو غلط رائج ہے۔ حیض و نفاس والی کا پسینہ پاک ہوتا ہے، ناپاک نہیں ہوتا اس لئے پسینے سے کپڑے ہر گز ناپاک نہیں ہوں گے، حیض و نفاس سے فراغت کے بعد ایسے کپڑوں میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

حیض والی عورت جن چیزوں کو استعمال کرے وہ ناپاک نہیں ہو جاتیں، بلکہ صرف وہ جگہ ناپاک ہو گی جہاں خون لگا ہو۔ اس کے متعلق فتاوی رضویہ میں ہے: ”(حیض والی عورت کی) چوڑیاں، چارپائی، مکان سب پاک ہیں، فقط وہی چیز ناپاک ہو گی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ356، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض والی کے جسم سے لگنے والا پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد بلال عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2085

تاریخ اجراء: 26ربیع الاول1445ھ/13اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حائضہ کے پانی میں گرنے سے پانی مستعمل نہیں ہو گا جبکہ اس کے جسم پر نجاست نہ لگی ہو اور وہ زندہ نکل آئے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض یا نِفاس والی کا جب تک حیض یا نِفاس باقی ہے، دہ در دہ سے کم ٹھہرے پانی میں بے دُھلا ہاتھ یا بدن کا کوئی حصّہ ڈالے گی پانی مُستَعمَل نہیں ہو گا، ہاں! اگر ثواب کی نیّت سے ڈالے گی تو مُستَعمَل ہو جائے گا۔ مَثَلًا اِس کے لئے مُستَحَب ہے کہ پانچوں نَمازوں کے اوقات میں اور اگر اشراق، چاشت و تہجُّد کی عادت رکھتی ہو تو ان وقتوں میں باوُضو کچھ دیر ذکر و دُرُود کر لیا کرے تاکہ عبادت کی عادت باقی رہے تو اب ان کیلئے بہ نیّتِ وُضو بے دُھلا ہاتھ، دہ در دہ سے کم ٹھہرے پانی میں ڈالے گی تو پانی مُستَعمَل ہو جائے گا۔

یاد رہے اگر حائِضہ حَیض سے یا نِفاس والی نِفاس سے پاک ہو چکی ہو مگر ابھی غُسل نہ کیا ہو تو اس کے جسم کا کوئی عُضو یا حصّہ دھونے سے قبل اگر دَہ در دَہ (10×10) سے کم پانی میں پڑا تو وہ پانی مُستَعمَل ہو جائے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat Darulifta Ahlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کا حکم

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1071

تاریخ اجراء: 16صفر المظفر1444ھ/13ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ مثلاً غسل سے پہلے وضو کیا، پھر غسل کے دوران شرمگاہ پر ہاتھ لگ گیا، تو کیا دوبارہ وضو کرنا ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

صرف شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر شرمگاہ پر ہاتھ لگانے سے، منی یا مذی خارج ہو، تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، نیز اگر منی شہوت کے ساتھ نکلی، تو غسل بھی فرض ہوگا۔

نوٹ: شرمگاہ پر ہاتھ لگانے سے اگر منی یا مذی کا خروج نہ ہو، تو اس صورت میں اگرچہ وضو نہیں ٹوٹتا، مگر دوبارہ وضو کر لینا مستحب ہے، کہ اس صورت میں اگرچہ ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہونے کی وجہ سے فقہاء کرام نے اختلاف علماء کی رعایت کرتے ہوئے ستر غلیظ یعنی شرمگاہ کو چھونے کے بعد وضو کو مستحب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت حصہ دوم میں ہے۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورتوں کے لیے غسل جمعہ کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1416

تاریخ اجراء: 08رجب المرجب1445ھ/20جنوری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا جمعہ کے دن غسل عورتوں کیلئے بھی سنت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نمازِ جمعہ کیلئے عورتوں کو غسل کرنا سنت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ غسل ان کیلئے سنت ہے جن پر نمازِ جمعہ فرض ہو، اور عورتوں پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسلِ جمعہ کی ترغیب یوں ارشاد فرمائی ہے: ”اذا جاء احدکم الجمعۃ فلیغتسل“ ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نمازِ جمعہ پڑھنے آئے، تو اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے۔ (صحیح البخاری، جلد1، صفحہ120، مطبوعہ: کراچی)

اس حدیثِ پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”خیال رہے کہ غسل نمازِ جمعہ کے لیے سنت ہے، لہذا جن پر جمعہ فرض نہیں، ان کے لیے یہ غسل سنت بھی نہیں، جیسا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا۔“ (مرآۃ المناجیح، جلد1، صفحہ345، مطبوعہ، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا خواتین کو ایامِ مخصوص میں وضو کرنے پر ثواب ملے گا؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری 2019ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ باری کے دنوں میں وضو کرنے پر عورتوں کو ثواب ملے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کی عادت برقرار رکھنے کی غرض سے حائضہ عورت کے لئے مستحب ہے کہ وضو کرکے عام دنوں میں نماز پڑھنے کی مقدار وقت ذکر و دُرُود وغیرہ میں مصروف رہے، ایسا کرنے پر عورت کو ثواب ملے گا کیونکہ یہ عورت کے لئے مستحب ہے اور مستحب کام کرنے پر ثواب ملتا ہے، البتّہ حائضہ عورت کو اس موقع کے علاوہ بھی وضو کرنے پر ثواب ملے گا یا نہیں! اس کی صراحت نظر سے نہیں گزری۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

استنجا کرنے سے ہاتھ پاک ہوجائیں گے یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1972

تاریخ اجراء: 22 صفر المظفر 1445ھ/09 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ استنجا کرنے کے بعد کیا ہاتھ پاک ہوتے ہیں؟ کیونکہ وہ ہاتھ شرمگاہ کو لگتے ہیں اس سے ناپاکی بھی دور کرتے ہیں۔ اور اس سے شلوار، پینٹ اور بیلٹ بھی باندھتے ہیں تو اس صورت میں کیا پینٹ، شلوار پاک کہلائیں گے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

استنجا کرنے کے بعد ہاتھ پاک ہو جاتے ہیں جبکہ ان پر کوئی ناپاکی وغیرہ نہ لگی ہوئی ہو، مگر پھر بھی دھولینا مستحب ہوتا ہے، اور جب ہاتھ پاک ہیں تو اس سے شلوار اور پینٹ باندھنا درست ہے اور شلوار، پینٹ بھی پاک کہلائیں گے۔

چنانچہ بہار شریعت میں ہے: ”طہارت (استنجا) کے بعد ہاتھ پاک ہوگئے مگر پھر دھولینا بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے“۔ (بہارِ شریعت، ج01، حصہ02، ص413، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

استنجا کرنے کے کچھ دیر بعد وضو کیا، تو وضو کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1397

تاریخ اجراء: 10 رجب المرجب 1445ھ/22 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک آدمی واش روم گیا، استنجا کیا اور باقی وضو نہیں کیا، پھر ایک گھنٹے بعد وہ گیا اور باقی وضو مکمل کیا۔ کیا اس طرح وضو ہو گیا؟ مطلب کہ وہ جو کہا گیا ہے کہ ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھونا ضروری ہے، تو کیا یہاں بھی وہ حکم لگے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

استنجاء وضو کا حصہ نہیں۔ استنجاء اور وضو میں فاصلہ کرنے میں حرج نہیں۔ البتہ جو افعال وضو کے ہیں ان میں کچھ افعال کر کے بقیہ وضو چھوڑ دینا اور پھر کچھ دیر بعد آ کر بقیہ اعضاء دھو کر وضو مکمل کر لینا بلا عذر ایسا کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے البتہ دوبارہ شروع سے نہیں کیا بلکہ جتنا وضو باقی رہ گیا ہے وہ کر لیا تو بھی وضو ہو جائے گا، جبکہ درمیان میں وضو توڑنے والی کوئی چیز نہ پائی گئی ہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

پچھلی شرمگاہ کے بال صاف کرنا کیسا؟

فتوی نمبر: WAT-131

تاریخ اجراء: 27صفر المظفر1443ھ/05اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا پچھلی شرمگاہ کے بال بھی صاف کرنے کا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

موئے زیر ناف کو صاف کرنا سنت ہے اور پچھلے مقام کے بال صاف کرنا مستحب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کا غسل جمعرات یا جمعہ کو کرنا

فتوی نمبر: WAT-255

تاریخ اجراء: 12ربیع الآخر1443ھ/18نومبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر حیض ختم ہونے پر غسل کرنا ہو تو کیا جمعرات اور جمعہ والے دن غسل کر سکتے ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعرات اور جمعہ والے دن حیض کا غسل نہیں کر سکتے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس وقت حیض ختم ہو اسی وقت غسل کرنا چاہئے خواہ وہ جمعرات کا دن ہو یا جمعہ کا۔ یہ بات کہ جمعرات یا جمعہ کے دن غسل نہیں کر سکتے جہالت ہے بلکہ بلاوجہ غسل میں اتنی تاخیر کرنا کہ فرض نماز فوت ہو جائے، یہ جائز نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کی حالت میں عورت کا کپڑے دھونا اور پاک پانی میں ہاتھ ڈالنا

مجیب: ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-658

تاریخ اجراء: 14ربیع الثانی1444ھ/10نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حیض کے دنوں میں عورت کپڑے دھو سکتی ہے جبکہ اس کا جسم ناپاک ہوتا ہے تو پاک پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پاک رہتا ہے ناپاک تو نہیں ہوتا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کے دنوں میں عورت کپڑے دھو سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، حیض والی عورت کے جسم پر جو ناپاکی ہوتی ہے وہ حقیقی ناپاکی نہیں ہوتی بلکہ حکمی ناپاکی ہوتی ہے اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونے والے پاک پانی کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-374

تاریخ اجراء: 27ذوالحجہ الحرام1443ھ/27جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت کے پردے کے مقام (آگے کے مقام) کا آپریشن ہوا جس کی وجہ سے اس کو یہ پریشانی ہوتی ہے کہ غسل کے دوران اس کے اس مقام میں پانی اندر چلا جاتا ہے اور وہی پانی پھر کچھ وقت بعد نکلتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ کیا وہ پانی پاک ہوگا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرمگاہ میں داخل ہونے والا پاک پانی جب باہر نکلے اور اس میں کسی بھی قسم کی نجاست نہ ہو، تو اس پانی پر ناپاکی کا حکم نہیں ہوگا اس لئے کہ شرمگاہ سے نکلنے والی وہ چیز وضو توڑتی ہے، جو ناپاک ہو یا محلِ نجاست سے اٹھنے والی ریح ہو۔

جدالممتار میں ہے: ”اقول: دلت المسئلة على انه ليس كل خارج من احد السبيلين ناقضا مطلقا مالم يكن نجسا او ريحا منبعثة عن محل النجاسة، ولو كان الحكم كليا لنقضت الريح الخارجة من ذكر او من فرج، وبه يظهر حكم ما اذا خرجت من فرج المرأة الخارج او اليه رطوبة فرجها الداخل، فانها طاهرة عند الامام رضی اللہ عنه فلا ينتقض وضوئها وان سالت“ یعنی میں کہتا ہوں مسئلہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ احد السبیلین سے نکلنے والی ہر چیز مطلقاً ناقضِ وضو نہیں ہے جب تک وہ نجس نہ ہو یا نجاست کے محل سے اٹھنے والی ہوا نہ ہو، اگر حکم کلی ہوتا، تو مرد کے عضوِ تناسل اور عورت کی اگلی شرمگاہ سے نکلنے والی ہوا بھی وضو کو توڑ دیتی اور اس بحث سے عورت کی فرجِ خارج سے نکلنے والی رطوبت کا حکم بھی ظاہر ہوا کہ عورت کی فرجِ داخل کی رطوبت فرجِ خارج کی طرف نکلے یا فرجِ خارج سے نکلے وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک پاک ہے وہ رطوبت عورت کے وضو کو نہیں توڑے گی اگرچہ بہہ جائے۔ (جدالممتار، جلد1، صفحہ406، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

غسل کے بعد منی کا قطرہ نکل آئے تو کیا دوبارہ غسل کرنا ہوگا؟

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-505

تاریخ اجراء: 27 جمادی الاخری 1443ھ/31 جنوری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر غسل فرض ہوا اور غسل کر لیا، اس کے بعد منی کا قطرہ نکل آیا تو کیا دوبارہ غسل فرض ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس حوالے سے تفصیل یہ ہے کہ اگر غسل فرض ہونے کے بعد کوئی ایسا کام کیا کہ جس سے پہلی منی (جو شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا ہوئی تھی، اس) کا کچھ حصہ اگر جسم میں رہ گیا ہو تو وہ باہر نکل آئے، مثلاً پیشاب کیا، یا سو گیا یا مثلاً چالیس قدم چلت پھرت کی، اور یوں کافی اطمینان ہو گیا کہ پہلی منی کا کوئی حصہ اب جسم میں باقی نہیں رہا، پھر اس کے بعد غسل کیا اور غسل کے بعد منی کا کوئی قطرہ نکلا تو اس سے دوبارہ غسل فرض نہیں ہو گا کیونکہ یہ اب نئی منی ہے جو بغیر شہوت کے جدا ہوئی۔

اور اگر غسل فرض ہونے کے بعد اس طرح کا کوئی کام نہیں کیا تھا کہ جس سے پہلی منی کا سارا پانی خارج ہونے کا اطمینان حاصل ہوتا، اور غسل کر لیا پھر اس کے بعد منی کا کوئی قطرہ نکلا تو اسے پہلی منی کا بقیہ شمار کیا جائے گا اور اس کے نکلنے کے بعد دوبارہ غسل کرنا لازم ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat Darulifta Ahlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

بلی کے جوٹھے پانی سے وضو ہوسکتا ہے یا نہیں؟

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1205

تاریخ اجراء: 18 جمادی الثانی 1445ھ / 01 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بلی کے چھوڑے ہوئے جوٹھے پانی سے وضو ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بلی کا جوٹھا مکروہ ہے، بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کیا، تو وضو ہو جائے گا، ہاں اگر دوسرا غیر مکروہ پانی موجود ہے تو اس جوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، سانپ، چھپکلی کا جھوٹا مکروہ ہے۔“ (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ343، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اسی میں ہے: ”اچھا پانی ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو و غسل مکروہ اور اگر اچھا پانی موجود نہیں، تو کوئی حرج نہیں اسی طرح جھوٹے کا کھانا پینا بھی مالدار کو مکروہ ہے، غریب محتاج کو بلا کراہت جائز۔“ (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ343، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | Darulifta Ahlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

خواب یاد ہو لیکن کپڑوں پر نشان نہ ہو تو غسل کا کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر: WAT-881

تاریخ اجراء: 08ذیقعدۃ الحرام1443ھ/08جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر خواب یاد ہو اور کپڑے پر کوئی نشان نہ ہو، تو کیا یہ احتلام ہے، غسل لازم ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر خواب یاد ہو اور کپڑے پر کوئی نشان نہ ہو، تو غسل لازم نہیں ہو گا۔ سنن الترمذی میں ہے "عن عائشة، قالت: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الرجل يجد البلل ولا يذكر احتلاما؟ قال: يغتسل، وعن الرجل يرى أنه قد احتلم ولم يجد بللا؟ قال: لا غسل عليه" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا، جو اپنے کپڑوں پر تری پائے لیکن اسے خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں، تو فرمایا: وہ غسل کرے، اور اس آدمی کے متعلق سوال ہوا، جسے خواب میں احتلام ہونا یاد ہے لیکن اس نے کپڑوں پر تری نہیں پائی، تو فرمایا: اس پر غسل نہیں۔ (سنن الترمذی، ابواب الطهارة، باب فيمن يستيقظ فيرى بللا ولا يذكر احتلاما، ج1، ص173، دار الغرب الإسلامي، بيروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے "ولو تذكر الاحتلام ولذة الإنزال ولم ير بللا لا يجب عليه الغسل والمرأة كذلك في ظاهر الرواية" ترجمہ: اگر کسی کو خواب میں احتلام ہونا اور انزال کی لذت یاد ہو لیکن کوئی تری نہ پائے تو اس پر غسل واجب نہیں۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الطہارۃ، فصل فی معانی الموجبۃ للغسل، ج1، ص15، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "اگر اِحتِلام یاد ہے، مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں، غسل واجب نہیں۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ2، ص321، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کو خواب میں انزال ہوا لیکن منی باہر نہ نکلی تو غسل کا حکم

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1287

تاریخ اجراء: 17 رجب المرجب 1445ھ/29 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کو خواب میں انزال ہو جائے لیکن منی باہر نہ نکلے تو کیا غسل فرض ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو خواب میں احتلام ہونے کی صورت میں غسل اس وقت واجب ہو گا جب منی اس کی فرجِ داخل سے نکل آئے، اگر صرف خواب ہوا لیکن منی نہیں نکلی، تو ظاہر الروایۃ کے مطابق اس صورت میں اس پر غسل واجب نہیں ہو گا۔

ردالمحتار میں ہے: ”في البحر عن المعراج: لو احتلمت المرأة ولم يخرج الماء الى ظهر فرجها، عن محمد يجب وفي ظاهر الرواية لا يجب، لان خروج منيها إلى فرجها الخارج شرط لوجوب الغسل عليها وعليه الفتوى “یعنی عورت کو اگر احتلام ہوا اور پانی شرم گاہ کے باہر نہ نکلا، تو امام محمد سے مروی ہے اس پر غسل واجب ہو گا اور ظاہر الروایۃ میں ہے: اس پر غسل واجب نہیں ہو گا، کیونکہ عورت کی منی کا فرجِ خارج کی طرف نکل آنا اس عورت پر غسل واجب ہونے کی شرط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ردالمحتار، جلد 1، صفحہ 333، مطبوعہ: بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”عورت کو خواب ہوا تو جب تک مَنی فرجِ داخل سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔“ (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 322، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کے لیے بلیڈ کے ذریعے اپنے غیر ضروری بال اتارنا

فتوی نمبر: WAT-139

تاریخ اجراء: 01ربیع الاول1443ھ/10اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت بلیڈ کے ذریعے اپنے غیر ضروری بال اتار سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورت کے لیے اپنے جسم کے زائد بال مثلاً موئے بغل اور موئے زیر ناف استرے یا سیفٹی یا اس کے علاوہ لوہے وغیرہ کی کسی چیز سے صاف کرنا، شرعاً جائز ہے کہ شریعت مطہرہ کا مقصود صفائی ہے وہ کسی بھی چیز سے حاصل ہو جائے۔ البتہ عورت کے لیے موئے زیر ناف اکھیڑنا سنت و افضل ہے۔ اور بغل کے بالوں کا اکھاڑنا مرد و عورت دونوں کے لیے سنت ہے۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سو کر اٹھنے کے بعد استنجاء کرنا ضروری ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12582

تاریخ اجراء: 11 جمادی الاولی 1444ھ/06 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سو کر اٹھنے کے بعد نمازِ فجر کے لیے استنجاء کرنا ضروری ہے؟ جبکہ استنجاء کی حاجت بھی نہ ہو۔ اور اگر کوئی بغیر استنجاء کیے فقط وضو کر کے ہی نماز پڑھ لے تو کیا اس کی وہ نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعاً استنجاء سے مراد سبیلین (یعنی اگلے پچھلے مقام) سے نکلنے والی نجاست کو دور کرنا ہے، اگر کسی شخص کو استنجاء کی حاجت ہی نہ ہو اور نہ ہی سبیلین پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو، تو اس صورت میں بغیر استنجاء کیے بھی بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔

درِ مختار میں ہے: ”إزالة نجس عن سبيل فلا يسن من ريح وحصاة ونوم وفصد“ یعنی سبیلین سے نجاست کو دور کرنے کا نام استنجاء ہے لہذا ہوا خارج ہونے، کنکری نکلنے، سو کر اٹھنے اور پچھنے لگوانے کے بعد استنجاء کرنا مسنون نہیں۔

(ونوم) کے تحت رد المحتار میں ہے: ”لأنه ليس بنجس أيضاً“ یعنی سو کر اٹھنے کے بعد استنجاء مسنون نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نیند نجس نہیں ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطهارة، ج 01، ص 599، مطبوعہ کوئٹہ)

فقیہ اعظم مفتی محمد نور اللہ نعیمی صاحب علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ ”ایک آدمی باوضو تھا لیکن ہوا دبر سے خارج ہوئی تو وضو ٹوٹ گیا لیکن پھر دوبارہ وضو جب کرتے ہیں تو وضو پورا کیا جاتا ہے اور استنجاء نہیں کیا جاتا، اس کی کیا وجہ؟۔“ آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ”ہوا سے جسم آلودہ نہیں ہوتا لہذا استنجاء کی ضرورت نہیں اور شلوار دھونی بھی ضروری نہیں۔“ (فتاوی نوریہ، ج 01، ص 125-124، دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | Darulifta Ahlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

گانا گانے یا سننے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-2112

تاریخ اجراء: 07 ربیع الثانی 1445ھ / 23 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا گانا گانے یا سننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یاد رہے کہ گانے گانا یا سننا شرعاً ناجائز و ممنوع ہیں، جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔ لیکن محض کوئی گانا گانے یا سننے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، وضو ان مخصوص چیزوں سے ہی ٹوٹتا ہے، جنہیں شریعت مطہرہ نے وضو توڑنے والی چیزوں میں بیان فرمایا ہے مثلاً ریح، پیشاب، پاخانہ کا نکلنا، بہنے کی مقدار میں خون نکلنا وغیرہ۔ جبکہ گانا گانا یا سننا ان میں سے نہیں ہے۔ ہاں گانا گانے یا سننے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔ لہذا بہتر ہے کہ دوبارہ وضو کر لیا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

وضو میں داڑھی کے بال دھونے کی تفصیل

فتوی نمبر: WAT-783

تاریخ اجراء: 08شوال المکرم1443ھ/10مئی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا وضو میں داڑھی کا ہر ہر بال دھونا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

داڑھی کے بال اگر گھنے ہوں کہ نیچے جلد نظر نہ آتی ہو تو داڑھی کے بال گلے کی طرف دبانے سے جس قدر بال چہرے کے دائرے میں آئیں گے ان کی اوپری سطح کا وضو میں دھونا فرض ہے۔ اور چہرے کی حد سے نیچے لٹکے ہوئے بالوں کا مسح سنت اور دھونا مستحب ہے۔ لیکن اگر داڑھی کے بال گھنے نہ ہوں بلکہ چھدرے ہوں (یعنی بالوں کے اندر سے چہرے کی جلد نظر آتی ہو) تو چہرے کی جلد تک پانی پہنچانا بھی ضروری ہے اور چہرے کی حد میں آنے والے بالوں کو دھونا بھی ضروری ہے۔ اور اگر کچھ حصے میں گھنے ہوں اور کچھ میں چھدرے، تو جہاں گھنے ہوں، وہاں بال اور جہاں چھدرے ہوں، وہاں اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابورجا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مخصوص ایام میں عورت غسل کرسکتی ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Nor.12342 تاریخ:11-08-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے یہاں کے دیہی علاقوں میں خواتین میں یہ بات عام ہے کہ عورت مخصوص ایام میں نہیں نہاسکتی۔اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

"عورت مخصوص ایام میں نہیں نہاسکتی" یہ ایک عوامی غلط فہمی ہے، بلکہ بدبو یا میل زائل کرنے یا ٹھنڈک کے لیے نہانے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ جب تک خون بند ہونے کا درست وقت نہیں پایا جائے گا، نہاکر پاکی حاصل نہیں ہوگی، لیکن صفائی ستھرائی کے لیے کوئی مضائقہ نہیں۔یہ جو سوال میں درج ہے کہ لوگوں میں مشہور ہے، شریعتِ مطہرہ میں اس بات کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اس کے برعکس شریعت میں کچھ خاص مواقع پر عورت کو اگرچہ وہ حیض یا نفاس کی حالت میں ہو، غسل کرنے کی ترغیب ہے، جیسا کہ احرام باندھتے وقت غسل کرنا مستحب ہے، لہذا اگر حیض یا نفاس والی عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ رہی ہو، تو اس کے لیے بھی یہ غسل مستحب ہے، بلکہ اس کی حلت پر فقہائے مجتہدین کا اتفاق ہے۔چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ سیدتنا اسماء بنتِ عمیس کے ہاں سیدنا محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی اور نفاس جاری تھا، تو چونکہ اہلِ مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ ہے، لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ غسل کر کے احرام باندھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔اگر حیض یا نفاس والی عورت کو ان ایام میں غسل کرنا منع ہوتا، تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم کیسے ارشاد فرماتے؟

واضح رہے کہ یہ جواب شرعی نقطہ نظر سے ہے، البتہ اگر کسی عورت کے لیے طبی نقطہ نظر سے ان ایام میں غسل کرنا مضرِ صحت ہو، تو وہ اپنے معالج کی ہدایات پر عمل کر سکتی ہے۔

نفاس کا خون جاری ہونے کی حالت میں غسل کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ امام مسلم علیہ الرحمۃ ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "نفست اسماء بنت عمیس بمحمد بن ابی بکر بالشجرۃ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ابا بکر یامرھا ان تغتسل وتھلّ "یعنی حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کو محمد بن ابی بکر کی ولادت کے سبب نفاس جاری ہو گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسماء کو غسل کر کے احرام باندھنے کا کہیں۔

(الجامع الصحیح للامام مسلم، ج1، ص385، مطبوعہ کراچی)

اس کے تحت علامہ شرف الدین نووی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "وفیہ صحۃ احرام النفساء والحائض واستحباب اغتسالھما للاحرام وھو مجمع علی الامر بہ لکن مذھبنا ومذھب مالك وابی حنیفۃ والجمھور انہ مستحب وقال الحسن واھل الظاھر: ھو واجب "یعنی اس روایت میں حیض ونفاس والی کے احرام صحیح ہونے نیز ان دونوں کے لیے غسلِ احرام کے مستحب ہونے پر دلیل موجود ہے اور اس معاملے میں اجماع ہے، مگر ہم شوافع، مالکیہ، احناف اور جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ یہ غسل مستحب ہے اور امام حسن بصری علیہ الرحمۃ اور ظاہریہ کا قول وجوب کا ہے۔ **(المنھاج شرح الصحیح لمسلم بن الحجاج، ج1، ص385، مطبوعہ کراچی)**

امام ابو داؤد و امام ترمذی علیہ الرحمۃ دونوں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: واللفظ للترمذی "ان النفساء والحائض تغتسل وتحرم وتقضی المناسك کلھا غیر انھا لا تطوف بالبیت "یعنی نفاس اور حیض والی عورت غسل کر کے احرام باندھے اور سوائے طوافِ بیت اللہ کے باقی تمام مناسک ادا کرے۔

(الجامع السنن للترمذی، ج3، ص281، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

احرام کے غسل سے متعلق تبیین الحقائق، حاشیہ شرنبلالی اور منحۃ الخالق میں ہے: واللفظ للاول "والمراد بھذا الغسل تحصیل النظافۃ وإزالۃ الرائحۃ لا الطھارۃ حتی تؤمر بہ الحائض والنفساء۔۔۔ ولا یتصور حصول الطھارۃ لھا "یعنی احرام کے غسل سے مراد نظافت کا حصول اور بدبو کو دور کرنا ہے، طہارت مقصود نہیں، یہاں تک کہ

حیض ونفاس والی کو بھی اس غسل کا حکم ہے، حالانکہ اس حالت میں ان کا غسل کرکے پاک ہونا، ممکن نہیں۔

اس کے تحت حاشیہ شلبی میں ہے:"(قوله والمراد بهذا الغسل الخ) قال الاتقانی: وهذا الغسل اعنی غسل الاحرام ليس بواجب ولكنه من باب التنظيف كما في الجمعة بدلالة اغتسال الحائض والنفساء ، ملتقطاً"یعنی علامہ اتقانی کا فرمانا ہے کہ غسلِ احرام واجب نہیں، بلکہ یہ صفائی ستھرائی کی قبیل سے ہے، جیسا کہ غسلِ جمعہ کا معاملہ ہے اور اس کی دلیل حیض ونفاس والی کے لیے اس غسل کا سنت ہونا ہے۔

(تبیین الحقائق وحاشیۃ الشلبی، ج2، ص08، مطبوعہ ملتان)

امداد الفتاح میں ہے:"وسنن الحج: منها الاغتسال ولو لحائض ونفساء او الوضوء اذا اراد الاحرام" یعنی حج کی سنتوں میں سے ایک سنت احرام باندھتے وقت وضو یا غسل کرنا ہے، اگرچہ وہ حیض یا نفاس والی عورت ہو۔

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح، ص688، مطبوعہ کوئٹہ)

بحر الرائق میں ہے:"(قوله واذا اردت ان تحرم فتوضا والغسل افضل) قد تقدم دليله في الغسل وهو للنظافة لا للطهارة فيستحب في حق الحائض أو النفساء والصبي "یعنی جب تمہارا احرام باندھنے کا وقت ہو، تو وضو کرو اور غسل افضل ہے اور غسل کی دلیل پیچھے گزر چکی ہے اور یہ غسل نظافت کے لیے ہے، طہارت کے لیے نہیں، لہذا حیض ونفاس والی عورت اور بچے کے حق میں یہ غسل مستحب ہے (پھر دلیل میں اوپر مسلم شریف کی ذکر کردہ روایت بیان کی ہے)۔ **(البحر الرائق، ج2، ص344، مطبوعہ المکتب الاسلامی)**

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"جب وہ جگہ (یعنی میقات) قریب آئے، مسواک کریں اور وضو کریں اور خوب **مَل کر نہائیں، نہ نہا سکیں تو صرف وضو کریں، یہاں تک کہ حیض ونفاس والی اور بچے بھی نہائیں** اور با طہارت احرام باندھیں۔" **(بہار شریعت، ج1، حصہ6، ص1071، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

12 محرم الحرام 1444ھ/11 اگست 2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

کیا بغیر شہوت کے منی نکلنے سے بھی غسل فرض ہوجاتا ہے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12085

تاریخ اجراء: 03رمضان المبارک1443ھ/05اپریل2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شہوت کے بغیر اگر منی خارج ہو جائے، تو کیا اس صورت میں بھی غسل فرض ہو جاتا ہے؟؟ رہنمائی فرمادیں۔ سائل: غیاث احمد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی نہیں! بغیر شہوت کے منی خارج ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ البتہ اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، نیز یہ منی کپڑے یا بدن کے جس حصے پر لگے گی اس حصے کو بھی پاک کرنا ہو گا۔

چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے: ”رجل بال فخرج من ذكره مني إن كان منتشرا عليه الغسل وإن كان منكسرا عليه الوضوء۔ كذا في الخلاصة“ یعنی کسی شخص نے پیشاب کیا تو اس کے عضو مخصوص سے منی بھی ساتھ ہی خارج ہو گئی، پس اگر منی اس حال میں خارج ہوئی کہ آلہ منتشر تھا تو اس پر غسل فرض ہے، ورنہ آلہ منتشر نہ ہونے کی صورت میں وضو لازم ہو گا، جیسا کہ خلاصہ میں مذکور ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، ج01، ص14، مطبوعہ پشاور)

بہارِ شریعت میں ہے: ”اگر مَنی پتلی پڑ گئی کہ پیشاب کے وقت یا ویسے ہی کچھ قطرے بلا شَہوت نکل آئیں تو غُسل واجب نہیں البتہ وُضو ٹوٹ جائے گا۔“ (بہارِ شریعت، ج01، ص321، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح رہے کہ مادہ تولید نکلنے کی اپنی علامات ہیں ایک طبقہ وہ ہے جو مذی ہی کو منی سمجھتا ہے مذی ابتدائی شہوت میں نکلنے والا پانی ہوتا ہے مذی نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے غسل فرض نہیں ہوتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرض غسل میں بھولے سے کوئی عضو دھلنے سے رہ جائے تو غسل اور پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12624

تاریخ اجراء: 02 جمادی الاخری 1444ھ/26 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص فرض غسل میں کسی عضو کو دھونا بھول گیا اور فجر کی نماز پڑھ لی، بعد میں اسے یاد آیا تو کیا اب اسے دوبارہ سے پورا غسل کرنا ہوگا؟ یا پھر اسی عضو کو دھو لینا کافی ہوگا۔ نیز جو نمازِ فجر پڑھی اس کا کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کی شرائط میں سے ایک بنیادی شرط طہارت ہے، اس کے بغیر نماز ادا ہی نہیں ہوتی، لہذا پوچھی گئی صورت میں جبکہ ایک عضو دھلنے سے رہ گیا تھا تو طہارت حاصل نہیں ہوئی جس کی بنا پر وہ نمازِ فجر سرے سے ادا ہی نہیں ہوئی، پس اس شخص پر لازم ہے کہ پاکی حاصل کرنے کے بعد اس نمازِ فجر کی قضا ادا کرے۔

البتہ اب نئے سرے سے پورا غسل کرنا ضروری نہیں بلکہ جو عضو دھونا بھول گیا تھا، اس عضو کو دھو لینا ہی کافی ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: ”جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: انی اغتسلت من الجنابۃ وصلیت الفجر، ثم اصبحت فرایت قدر موضع الظفر لم یصبہ الماء، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت مسحت علیہ بیدك اجزاك“ یعنی ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے جنابت کا غسل کیا اور نماز فجر ادا کی، پھر صبح میں نے دیکھا کہ ناخن برابر جگہ کو پانی نہیں پہنچا تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہاں ہاتھ پھیر لیتے، تو کافی ہوتا۔“ (سننِ ابنِ ماجہ، باب من استغسل من الجنابۃ الخ، ج01، ص218، دار احیاء الکتب العربیۃ)

مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''یعنی اگر غسل کے وقت وہاں ہاتھ پھیر لیتے، تو پانی بہہ جاتا یا غسل کے بعد وضو وغیرہ کے وقت ہاتھ پھیر کر پانی بہا لیتے، تو بھی کافی ہوتا، اب وہ جگہ دھوؤ اور نماز دوبارہ پڑھو۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس جگہ پر صرف مسح کافی تھا، پانی بہانے کی حاجت نہیں، کیونکہ غسل میں سارے جسم پر پانی بہانا فرض ہے۔ **اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کا کوئی عضو سوکھا رہ گیا اور بہت دیر کے بعد پتا لگے، تو وہ دوبارہ غسل کرنا ضروری نہیں، بلکہ صرف وہ جگہ دھو دینا کافی ہے۔**'' (مراٰۃ المناجیح، ج01، ص306، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

جنبی شخص کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے اور نماز پڑھ لے تو اس رہ جانے والے فرض کو ادا کر کے دوبارہ سے وہ نماز پڑھے۔ جیسا کہ الاصل للامام محمد بن الحسن الشیبانی میں ہے: ''قلت: ارایت رجلا توضا ونسی المضمضة والاستنشاق او کان جنبا فنسی المضمضة والاستنشاق، ثم صلی؟ قال: اما ما کان فی الوضوء فصلاته تامة واما ما کان فی غسل الجنابة او طهر حیض فانه یتمضمض ویستنشق ویعید الصلاة'' یعنی امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے (امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے) عرض کیا کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس نے وضو کیا اور وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا یا جنبی تھا اور کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا، پھر نماز پڑھ لی؟ تو (امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے) فرمایا: وضو میں ایسا ہوا، تو اس کی نماز مکمل ہے اور جنابت یا حیض سے پاکی والے غسل میں ایسا ہوا، تو کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور نماز بھی دوبارہ پڑھے۔ (الاصل للامام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الصلاۃ، ج01، ص33-32، مطبوعہ مردان)

غنیۃ المستملی میں اس حوالے سے مذکور ہے: ''(ولو بقی شیء من بدنه لم یصبه الماء لم یخرج من الجنابة وان قل۔۔۔ وشرب الماء یقوم مقام المضمضة وبلغ الماء الفم کله والا فلا، ولو ترکها) ای ترک المضمضة او الاستنشاق او لمعة من ای موضع کان من البدن (ناسیا فصلی ثم تذکر) ذلک (یتمضمض) او یستنشق او یغسل اللمعة (ویعید ما صلی) ان کان فرضا لعدم صحته وان کان نفلا فلا، لعدم صحة شروعه'' یعنی اگر (فرض غسل کرنے والے کے) بدن کا کچھ حصہ پانی بہنے سے رہ گیا تو وہ جنابت سے نہیں نکلے گا، اگرچہ وہ حصہ بالکل تھوڑا ہو اور (کلّی نہ کرنے کی صورت میں) پانی پینا کلی کے قائم مقام ہو جائے گا، جبکہ پانی پینے میں پورے منہ میں پانی پہنچ جائے، ورنہ نہیں اور اگر کلّی یا ناک میں پانی چڑھانا یا کسی بھی جگہ سے بدن کا کوئی حصہ دھونا بھول گیا اور نماز پڑھ لی، پھر یاد آیا، تو کلی کرے یا ناک میں پانی چڑھائے یا اس حصہ کو دھو لے اور نماز دوبارہ پڑھے

، جبکہ وہ فرض نماز ہو، کیونکہ وہ درست ہی نہ ہوئی اور اگر نفل نماز ہو، تو دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں، کہ اس کی ابتدا ہی درست نہ ہوئی۔(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص44، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: ''مصلّی کے بدن کا حدث اکبر و اصغر اور نجاست حقیقیہ قدر مانع سے پاک ہونا (نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے)۔''(بہار شریعت، ج01، صفحہ476، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملخصاً)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''**اگر بکر جنب تھا یعنی اس پر غسل فرض تھا اور کلی کرنا بھول گیا تو طاہر نہ ہوا کہ غسل کا ایک فرض اس کے ذمے باقی رہ گیا۔** پھر اگر غسل کے بعد وضوئے جدید کیا جیسا کہ اکثر لوگ کر لیتے ہیں اور اس وضو میں کلی کر لی تو پاک ہو گیا، تمام نمازیں ہو گئیں۔ اور اگر کلی نہ کی تو اب بھی ناپاک ہی ہے، جب تک کلی نہ کرے گا پاک نہ ہو گا اور جب کلی کر لے گا جنابت دور ہو جائے گی۔ **پھر اگر بکر نے پانچوں نمازیں بغیر وضو کئے ہوئے اور بغیر کلی کے ادا کی ہیں جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے تو کوئی نماز ادا نہ ہوئی۔**''(فتاوی امجدیہ، ج01، صفحہ 11-10، مکتبہ رضویہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا مخصوص ایّام میں ناخن کاٹنا کیسا؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 44

تاریخ اجراء: 03ربیع الثانی1438ھ/02جنوری2016ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت حیض و نفاس کی حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت حیض اور نفاس سے پاک ہوگئی اور ابھی تک غسل نہیں کیا تو اس حالت میں اس کے لیے ناخن کاٹنا مکروہ ہے کہ یہ حیض و نفاس سے پاک ہونے کے وقت حدث والی ہوئی ہے، اور اس پر اس وقت غسل فرض ہوا ہے، اب اس حالت میں وہ جنبی کی طرح ہے، جیسے جنبی کے لیے حالت جنابت میں ناخن کاٹنا مکروہ ہے اس کے لیے بھی مکروہ ہے، اور اگر وہ حیض و نفاس سے پاک نہیں ہوئی تو اس حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے کیونکہ ابھی تک یہ حدث والی نہیں ہے اور اس پر غسل فرض نہیں ہے، اس حالت میں وہ پاک آدمی کی طرح ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: عورت حیض کی وجہ سے اس وقت حدث والی ہوگی جب حیض منقطع ہو جائے اس سے پہلے نہ اسے حدث ہے نہ حکم غسل۔ (فتاوی رضویہ، جلد3، ص254، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ”عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں، والمسألة فی الخانية و الخلاصة و البحر و غیرھا۔“ (فتاوی رضویہ، جلد2، ص117، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس عبارت کے تحت فتاوی رضویہ کے حاشیہ میں فائدہ میں ہے: ”حیض یا نفاس والی کا ابھی خون منقطع نہ ہوا تو وہ مثل طاہر ہے کہ ہنوز اس پر حکم غسل نہیں اگر ٹھنڈک لینے کو کنویں میں گھسے پانی مستعمل نہ ہوگا بخلاف بعد انقطاع کہ

اب اس پر حکم غسل متوجہ ہے تو اگر بے ضرورت کنویں میں جائے گی پانی مستعمل ہو جائے گا۔" (فتاوی رضویہ، جلد4، ص638، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "وفیہ (البحر): وکذا الحائض والنفساء بعد الإنقطاع أما قبل الإنقطاع فهما كالطاهر إذا انغمس للتبرد لا يصير الماء مستعملاً كذا في فتاوى قاضيخان و الخلاصة اھ۔ اور بحر میں ہے: اور یہی حکم حائض و نفاس والی کا ہے جس کا خون منقطع ہو چکا ہو، اور انقطاع خون سے قبل تو وہ دونوں اس پاک شخص کی طرح ہیں جس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہیں ہو گا، فتاوی قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد2، ص130، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

غسل فرض ہونے کی حالت میں جو حکم ناخن کاٹنے کا ہے وہی حکم بال کاٹنے یا اپنے فعل سے توڑنے کا بھی ہے، تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک مشہور روایت ہے جو کہ صحاح ستہ اور حدیث کی مشہور تمام کتب میں موجود ہے، اس میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حیض کی حالت میں حج کے احرام کے لیے سر میں کنگھی کرنے کا حکم فرمایا، اب اس روایت سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حیض کی حالت میں بال توڑنا منع نہیں ہے، کیونکہ عورتیں جب کنگھی کرتی ہیں تو ان کے بال ٹوٹنا بدیہی بات ہے، تو جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ کو کنگھی کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں تو اس کے ضمن میں حیض کی حالت میں بال ٹوٹنے کی اجازت بھی مستفاد ہوتی ہے، تو جو حکم بال ٹوٹنے کا ہے وہی ناخنوں کا بھی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: "قالت: خرجنا موافين لهلال ذي الحجة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحب أن يهل بعمرة فليهل فإني لولا أني أهديت لأهللت بعمرة، فأهل بعضهم بعمرة وأهل بعضهم بحج وكنت أنا ممن أهل بعمرة فأدركني يوم عرفة وأنا حائض فشكوت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: دعي عمرتك وانقضي رأسك وامتشطي وأهلي بحج، ففعلت حتى إذا كان ليلة الحصبة أرسل معي أخي عبد الرحمن بن أبي بكر فخرجت إلى التنعيم فأهللت بعمرة مكان عمرتي" ترجمہ: آپ فرماتی ہیں: ہم ذوالحج کا چاند نکلنے کے قریب قریب حج کے لیے نکلے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہے وہ عمرے کا باندھ لے اگر میں نے ہدی نہ بھیجی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا، تو بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا، اور میں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو عرفہ کا دن آگیا لیکن میں حیض کی حالت میں تھی، تو میں نے نبی

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: تم عمرہ چھوڑ دو، اپنا سر کھول دو اور کنگھی کر لو اور اب حج کا احرام باندھ لو، تو میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب حصبہ یعنی محصب کی رات آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ساتھ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، میں تنعیم کے مقام پر آئی اور اپنے عمرے کی قضاء کے لیے دوسرے عمرے کا احرام باندھا۔(بخاری شریف، جلد1، ص46،45، مطبوعہ کراچی)

اس حدیث مبارکہ کے تحت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الھادی فرماتے ہیں: ”قال ابن الملک رحمہ اللہ: أی أمرنی أن أخرج من إحرام العمرۃ و أترکھا بإستباحۃ المحظورات من التمشیط و غیرہ لعدم القدرۃ علی الإتیان بأفعالھا بسبب الحیض۔ و قال الطیبی رحمہ اللہ: أی أمرنی أن أخرج من إحرام العمرۃ و استبیح محظورات الإحرام و أحرم بعد ذٰلک بالحج فإذا فرغت منہ أحرم بالعمرۃ أی قضاء و ھٰذا ظاھر“ ابن الملک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یعنی مجھے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور اس کو احرام کے ممنوعات میں سے کسی پر عمل کر کے مثلاً کنگھی وغیرہ کے ساتھ کھول دوں، کیونکہ حیض کی وجہ سے اس کے افعال کو پورا کرنے کی قدرت نہیں تھی۔ اور طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور احرام کے ممنوعات میں سے کسی کے ساتھ اس کو کھول دوں، اور اس کے بعد حج کا احرام باندھ لوں، اور جب میں اس سے فارغ ہو جاؤں تو عمرہ کا احرام باندھ لوں یعنی جو پہلے عمرہ چھوڑ دیا اس کی قضاء کر لوں، اور یہ ظاہر ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، جلد5، ص478، مطبوعہ کوئٹہ)

عورت جب حیض و نفاس سے پاک ہو جائے اور ابھی تک غسل نہ کیا ہو تو وہ اس حالت میں حدث والی ہے اور جنبی کی طرح ہے اس کے لیے اس حالت میں ناخن کاٹنا مکروہ ہے، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے: ”حلق الشعر حالۃ الجنابۃ مکروہ و کذا قص الأظافیر کذا فی الغرائب“ جنابت کی حالت میں بالوں کو کاٹنا مکروہ ہے اور اسی طرح ناخنوں کا کاٹنا بھی مکروہ ہے، غرائب میں اسی طرح ہے۔(فتاوی عالمگیری، جلد5، ص438، مطبوعہ کراچی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جنابت کی حالت میں نہ بال مونڈائے اور نہ ناخن ترشوائے کہ یہ مکروہ ہے۔(بہار شریعت، جلد3، حصہ16، ص585، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرض غسل میں بندھے ہوئے بال کھولنے کا حکم

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1958

تاریخ اجراء: 19 صفر المظفر 1445ھ/06 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی اسلامی بہن کے بال بندھے ہوں تو کیا پاکی حاصل کرنے کے لیے بال کو کھولنا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں، ہاں اگر چوٹی اتنی سَخت گُندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔

صحیح مسلم میں ہے "عن أم سلمة، قالت: قلت يا رسول الله إني امرأة أشد ضفر رأسي فأنقضه لغسل الجنابة؟ قال: «لا. إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات ثم تفيضين عليك الماء فتطهرين"

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے سر کی چوٹی مضبوط گوندھتی ہوں تو کیا غُسلِ جنابت کے لیے اسے کھول ڈالوں؟ فرمایا: نہیں تمہیں اتنی بات ہی کفایت کرے گی کہ تم اپنے سر پر تین لَپ پانی ڈال لو، پھر اپنے اوپر پانی بہالو، پاک ہو جاؤ گی۔ (صحیح مسلم، کتاب الحیض، حدیث 330، ج 1، ص 259، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

مذکورہ حدیث پاک ذکر کر کے صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "یعنی جب کہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں اور اگر اتنی سَخت گندھی ہو کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچے تو کھولنا فرض ہے۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 2، ص 313، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں ہے "خاص غُسل کے ضروریات یہ ہیں۔

(1) سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں، ہاں اگر چوٹی اتنی سَخْت گُندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ2، ص317، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا استحاضہ کا خون رک جانے کی صورت میں غسل فرض ہوتا ہے

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12337

تاریخ اجراء: 07 محرم الحرام 1444ھ/06 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا استحاضہ کا خون رک جانے کی صورت میں غسل کرنا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

استحاضہ کے احکام حیض و نفاس کے احکام کی طرح نہیں، بلکہ استحاضہ کو حدثِ اصغر شمار کیا جاتا ہے یعنی اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر استحاضہ والی عورت معذور شرعی کے حکم میں ہے تو تب بھی عذر ختم ہونے پر رخصت ختم ہو جائے گی اور اب نماز پڑھنے کے لئے وضو ضروری ہو گا، لیکن استحاضہ چونکہ غسل کو لازم نہیں کرتا اس لئے غسل کرنا ضروری نہیں۔ البتہ کوئی غسل ٹھنڈ یا بو یا پسینہ دور کرنے کے لئے غسل کرنا چاہے، تو کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس موقع پر فقہاء نے غسل کرنا مستحب لکھا ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واما الاستحاضۃ فحدث اصغر کالرعاف" یعنی بہر حال استحاضہ، تو وہ نکسیر کی طرح حدثِ اصغر ہے۔ (منہل الواردین من مجموعۃ رسائل ابن عابدین، صفحہ 185، مطبوعہ: بیروت)

مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دمِ استحاضہ پیشاب کے مقام سے نکلتا ہے اور یہ غیر معتاد ہے اور ناقضِ وضو ہے" (نزھۃ القاری، جلد 1، صفحہ 691، فرید بک اسٹال، لاہور)

جن کے لئے غسل کرنا مستحب ہے، ان کا بیان کرتے ہوئے صاحبِ در مختار شیخ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ولمستحاضۃ انقطع دمھا" یعنی مستحاضہ جس کا خون رک گیا (اس کے لئے بھی غسل کرنا مستحب ہے) (درِ مختار مع رد المحتار، جلد 1، صفحہ 342، مطبوعہ: کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: ”**استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد**، نماز کسوف و خسوف و اِستِسقاء اور خوف و تاریکی اور سَخت آندھی کے لیے اور بدن پر نَجاست لگی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کس جگہ ہے ان سب کے لیے **غُسل مستحب ہے۔**“ (بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ325، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح رہے کہ استحاضہ کا خون ناپاک ضرور ہوتا ہے اور جسم یا کپڑوں کے جس حصے پر لگے اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے، لہذا کپڑے یا بدن کے جس حصے پر خون لگا ہو، عورت جسم اور کپڑوں کے اس حصے کو پاک کرنے کے بعد صرف وضو کر کے بھی نماز ادا کر سکتی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

منی کی صرف ایک بوند ہی شہوت سے نکلی ہو تو غسل فرض ہو جائے گا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12363

تاریخ اجراء: 25 محرم الحرام 1444ھ/24 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر منی کی صرف 1 بوند ہی شہوت کے ساتھ نکلی ہو، مگر آلے کی سختی اور شہوت ابھی باقی ہو، تو غسل باقی رہے گا یا نہیں؟؟ رہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مادہ تولید نکلنے کی اپنی علامات ہیں، اس مادے کے نکلنے کے بعد آلے کی سختی اور انسان کی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔ ایک طبقہ وہ ہے جو مذی ہی کو منی سمجھتا ہے۔ مذی ابتدائی شہوت میں نکلنے والا پانی ہوتا ہے، مذی نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے، غسل فرض نہیں ہوتا۔

البتہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جہاں منی کے احتمال پر بھی غسل واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ سونے سے پہلے کسی شخص کو شَہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے پہلے وہ شہوت ختم ہو چکی تھی اور جو خارج ہوا تھا اُسے وہ صاف کر چکا تھا تو اب جاگنے پر تری پائی جانے کی صورت میں فقط منی کے احتمال سے بھی غسل واجب ہو جائے گا۔

سوال میں بیان کردہ صورت حال میں اگر شہوت کے ساتھ نکلنے والی بوند منی ہی کی ہے تو غسل فرض ہو جائے گا، کیونکہ منی اگر اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر نکلے تو (خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، زیادہ مقدار میں نکلے یا کم مقدار میں، بہر صورت) اس سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ اور یہ قطرہ اگر مذی ہے تو فقط وضو لازم ہو گا۔ نیز بدن یا کپڑوں کے جس حصے پر مذی کے یہ قطرے لگیں گے، اس حصے کو پاک کرنا بھی ضروری ہو گا۔

منی کے نکلنے سے انسانی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ تحفۃ الفقہاء میں ہے:"المني هو الماء الأبيض الغليظ الذي ينكسر به الذكر وتنقطع به الشهوة"یعنی منی وہ گاڑھا سفید پانی ہے جس کے نکلنے کی وجہ سے ذَکر کی سختی اور انسان کی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔(تحفۃ الفقہاء، کتاب الطہارۃ، ج01، ص27، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

منی اپنی جگہ سے شہوت کی بنا پر جدا ہو کر نکلے تو غسل فرض ہو جاتا ہے جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:"(وفرض) الغسل (عند) خروج (مني) من العضو۔۔۔(منفصل عن مقره) هو صلب الرجل وترائب المرأة۔۔۔(بشهوة) أي لذة ولو حكما كمحتلم، ولم يذكر الدفق ليشمل مني المرأة، لان الدفق فيه غير ظاهر"یعنی عضو خاص سے منی نکلنے پر غسل فرض ہے جبکہ وہ منی اپنے محل سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی ہو، اور منی کا محل مرد کی پشت اور عورت کا سینہ ہے۔ اگرچہ یہ لذت حکماً ہو جیسا کہ احتلام والا، ماتن نے دفق (اچھلنے) کی قید کو اس لیے چھوڑا کہ عورت کی منی بھی اس حکم میں شامل ہو جائے، کیونکہ عورت کے منی خارج ہونے میں اچھلنا ظاہر نہیں ہوتا۔(تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ، ج01، ص326-325، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً و ملخصاً)

بہار شریعت میں ہے:"منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سببِ فرضیتِ غسل ہے۔"(بہار شریعت، ج01، ص321، مکتبہ المدینہ، کراچی)

منی کے احتمال پر غسل واجب ہونے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:"نیند سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی اور اسے بہت دیر گزر گئی، مذی جو اس سے نکلنی تھی، نکل کر صاف ہو چکی، اس کے بعد سویا اور تری مذکور پائی جس کا منی و مذی ہونا مشکوک ہے، تو بدستور صرف اسی احتمال پر غسل واجب کر دیں گے، منی کے غالب ظن کی ضرورت نہ جانیں گے۔"(فتاوی رضویہ، ج01(ب)، ص631، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں اس حوالے سے مذکور ہے:"سونے سے پہلے شَہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے قبل دب چکی تھی اور جو خارِج ہوا تھا صاف کر چکا تھا تو مَنی کے ظنِ غالب کی ضرورت نہیں بلکہ محض احتمالِ مَنی سے غُسل واجب ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ کثیرُ الوُقوع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس کا خیال ضرور چاہیے۔"(بہار شریعت، ج01، ص322، مکتبہ المدینہ، کراچی)

مذی نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے:"لا يفرض الغسل عند خروج مذي"یعنی مذی نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ، ج01، ص335، مطبوعہ کوئٹہ)

مذی نجس ہونے کے حوالے سے بہارِ شریعت میں مذکور ہے: ”انسان کے بدن سے جو ایسی چیز نکلے کہ اس سے غُسل یا وُضو واجب ہو نَجاستِ غلیظہ ہے، جیسے پاخانہ، پیشاب، بہتا خون، پیپ، بھر مونھ قے، حَیض ونِفاس واِستحاضہ کا خون، مَنی، مَذی، وَدی۔“ (بہارشریعت، ج01، ص390، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بغیر مجبوری کے دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12458

تاریخ اجراء: 10ربیع الاول1444ھ/07اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حدیثِ مبارکہ میں داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے کی ممانعت وارد ہوئی، جس کی بناپر فقہاء نے ارشاد فرمایا کہ بلا عذرِ شرعی داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہِ تحریمی وگناہ ہے، ہاں اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہو، تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اذا بال احدکم فلا یاخذن ذکرہ بیمینہ ولا یستنجی بیمینہ ولا یتنفس فی الاناء“ یعنی تم میں سے جب کوئی پیشاب کرے، تو اپنے داہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو ہرگز نہ پکڑے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ ہی (پانی پیتے ہوئے) برتن میں سانس لے۔(صحیح البخاری، حدیث154، صفحہ 31، مطبوعہ: ریاض)

کنز الدقائق وبحر الرائق میں ہے: واللفظ فی الھلالین للکنز: ”(لا بعظم وروث وطعام ویمین) ای لا یستنجی بھذہ الاشیاء والمراد انہ یکرہ بھا کما صرح بہ الشارح والظاھر انھا کراھۃ تحریم للنھی الوارد فی ذلک“ یعنی ہڈی، گوبر، کھانے اور سیدھے ہاتھ سے استنجا نہ کرے اور مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ (استنجا) مکروہ ہے، جیسا کہ شارح نے اس کی صراحت کی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہِ تحریمی ہے اس ممانعت کی وجہ سے جو اس معاملہ میں وارد ہوئی۔(البحر الرائق، جلد1، صفحہ420، مطبوعہ: کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں درِ مختار سے منقول ہے: ''کرہ تحریما بیمین ولا عذر بیسارہ۔ ملخصا''یعنی بائیں ہاتھ میں کوئی عذر نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے (استنجا) مکروہ تحریمہ ہے۔ ملخصا۔ت۔(فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ577، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دہنے ہاتھ سے استنجا اگرچہ ممنوع و گناہ ہے، صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی کما اخرجہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالی عنہ (جیسا کہ امام احمد اور شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہم اللہ تعالی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ت) مگر جب عذر ہے، تو کچھ مواخذہ نہیں فان الضرورات تبیح المحذورات''(فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ576، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12544

تاریخ اجراء: 22ربیع الثانی1444ھ/18نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اپنی بیوی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا چاہے، یہ چھونا یا بوسہ لینا شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے، ہاں اگر چھونے یا بوسہ لینے سے مذی نکل آئی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر شہوت کے ساتھ منی نکلی تو غسل لازم ہو گا۔

عورت کو چھونا وضو کو نہیں توڑتا خواہ شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے: ”مس بشرة المراة لا ينقض الوضوء مطلقا سواء كان بشهوة او لا“ یعنی عورت کے جسم کو چھونا مطلقاً وضو کو نہیں توڑتا خواہ شہوت کے ساتھ چھوا ہو یا بغیر شہوت کے۔(البحر الرائق، جلد1، صفحہ85، مطبوعہ: کوئٹہ)

نہایۃ المراد میں ہے: ”لا ينتقض الوضوء بمس المراة بشهوة“ یعنی شہوت کے ساتھ عورت کو چھونے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(نهاية المراد۔ ملتقطا، صفحہ175، مطبوعہ: دمشق)

بوسہ لینے سے بھی وضو لازم نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق مبسوط سرخسی میں ہے: ”لا يجب الوضوء من القبلة ومس المراة بشهوة او غير شهوة“ یعنی بوسہ لینے اور عورت کو چھونے سے وضو واجب نہیں شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے۔(المبسوط للسرخسی، جلد1، سز صفحہ185، مطبوعہ: بیروت)

امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”لان المس ليس بحدث بنفسه ولا سبب لوجود الحدث غالبا فاشبه مس الرجل الرجل والمراة المراة ولان

مس احد الزوجین صاحبہ مما یکثر وجودہ فلو جعل حدثا لوقع الناس فی الحرج ''یعنی اس وجہ سے کہ چھونا بذاتِ خود حدث نہیں اور نہ ہی غالباً وجودِ حدث کا سبب ہے، تو یہ مرد کے مرد کو چھونے اور عورت کے عورت کو چھونے کے مشابہ ہے اور اس وجہ سے کہ میاں بیوی میں سے کسی کا دوسرے کو چھونا ان چیزوں میں سے ہے جن کا وقوع کثیر ہے، تو اگر اس کو حدث قرار دے دیا جائے، تو لوگ حرج میں واقع ہو جائیں گے۔(بدائع الصنائع، جلد1، صفحہ121، مطبوعہ:القاھرۃ)

مذی نکلنے سے وضو کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ ابنِ نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''اجمع العلماء انہ لا یجب الغسل بخروج المذی والودی کذا فی شرح المھذب واذا لم یجب بھما الغسل وجب بھما الوضوء''یعنی علما کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا ایسا ہی شرح مھذب میں ہے اور جب ان دونوں سے غسل واجب نہیں ہوتا، تو ان سے وضو واجب ہو گا۔(البحر الرائق، جلد1، صفحہ115، مطبوعہ: کوئٹہ)

شہوت کے ساتھ منی نکلنے سے غسل لازم ہو جاتا ہے۔اس کے متعلق بہارِ شریعت میں ہے:''منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سببِ فرضیتِ غسل ہے۔''(بہار شریعت، جلد01، صفحہ321، مکتبہ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

جنبی فوت ہوتو اسے کلی کرانا اور ناک میں پانی چڑھانا ہوگا یا نہیں؟

فتوی نمبر: WAT-846

تاریخ اجراء: 25شوال المکرم1443ھ/27مئی2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر غسل فرض ہو چکا تھا تو کیا غسل میت میں اس کے منہ اور ناک میں پانی بھرنا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میت خواہ جنبی یا حیض ونفاس والی ہو یا پاک بہر صورت اسے غسل دیتے وقت اس کے ناک یا منہ میں پانی ڈالنا ضروری نہیں بلکہ باریک کپڑا یا روئی بھگو کر اسے میت کے دانتوں، ہونٹوں، تالو اور مسوڑھوں پر پھیر دیا جائے اور اسی طرح ناک کے نتھنوں میں بھی پھیر دیا جائے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "ولا يمضمض ولا يستنشق، كذا في فتاوى قاضي خان، ومن العلماء من قال يجعل الغاسل على أصبعه خرقة رقيقة ويدخل الأصبع في فمه ويمسح بها أسنانه وشفتيه ولهاته ولثته وينقيها ويدخل في منخريه أيضا، كذا في الظهيرية" ترجمہ: میت کو نہ کلی کرائی جائے گی اور نہ ہی اس کے ناک میں پانی چڑھایا جائے گا جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے، اور بعض علماء نے فرمایا: میت کو غسل دینے والا اپنی انگلی پر باریک کپڑا لپیٹ کر انگلی میت کے منہ میں داخل کرے اور اس کو اس کے دانتوں، ہونٹوں، تالو اور مسوڑھوں پر پھیرے اور انہیں صاف کرے، اور اسے، اس کے نتھنوں میں بھی داخل کرے، اسی طرح فتاوی ظہیریہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، باب الجنائز، باب فی غسل المیت، ج1، ص158، دار الفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ناپاکی کی حالت میں فوت ہونے والے کے متعلق سوال ہے کہ: "اسے ایک غسل دیا جائے گا یا دو؟ اور ساری ناک میں پانی اور غرغرہ کیونکر کیا جائے گا"؟

اس کے جواب میں امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "غسل ایک دیا جائے گا، اور میت کے ناک اور منہ میں پانی

نہیں ڈالتے۔" (فتاوی رضویہ، ج09، ص98، رضافاونڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "میّت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں (بہار شریعت، ج01، حصہ04، ص811، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی عطاری

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر یا بیوی کا ایک دوسرے کی میت کو غسل دینا

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جمادی الاولیٰ 1442ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وفات کے بعد عورت اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ براہِ مہربانی تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ سائل: بشارت علی (اچھرہ، لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کی وفات سے نکاح فوراً ختم ہو جاتا ہے جبکہ شوہر کی وفات سے نکاح فوراً ختم نہیں ہوتا بلکہ جب تک بیوی عدت میں ہو من وَجہ نکاح باقی رہتا ہے لہٰذا شوہر کی وفات کے بعد بیوی اسے غسل دے سکتی ہے کہ حکمِ نکاح باقی ہے یونہی اگر شوہر نے اپنی زندگی میں طلاقِ رجعی دے دی ابھی عدت باقی تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو غسل دے سکتی ہے کہ طلاقِ رجعی کے بعد عدت گزرنے سے پہلے ملکِ نکاح ختم نہیں ہوتی۔ البتہ اگر شوہر نے مرنے سے پہلے طلاقِ بائن دے دی تھی تو اگرچہ عدت میں ہو غسل نہیں دے سکتی کہ طلاقِ بائن نکاح کو ختم کر دیتی ہے۔

اور چونکہ بیوی کی وفات سے نکاح ختم ہو جاتا ہے لہٰذا شوہر اپنی بیوی کی وفات کے بعد اسے غسل نہیں دے سکتا نہ ہی بلا حائل اس کے جسم کو ہاتھ لگا سکتا ہے کیونکہ جب نکاح ہی ختم ہو گیا تو چھونے و غسل دینے کا جواز بھی جاتا رہا لہٰذا وہ اسے نہ چھو سکتا ہے نہ غسل دے سکتا ہے۔

تنبیہ: بیوی کی وفات کے بعد شوہر کو صرف غسل دینے و بلا حائل چھونے کی ممانعت ہے باقی چہرہ دیکھنا، کندھا دینا، قبر میں اتارنا وغیرہ تمام امور جائز ہیں یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو نہ کندھا دے سکتا ہے، نہ قبر میں اتار سکتا ہے، نہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے یہ سب باتیں محض غلط لغو و فضول ہیں ان کی شریعتِ مطہرہ میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

غسل فرض ہونے کی حالت میں جسم کا کوئی حصہ پانی میں پڑجانے پر پانی کے مستعمل ہونے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12887

تاریخ اجراء: 07ذوالحجۃالحرام1444ھ/26جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس پر غسل فرض ہو، کیا اس کے جسم کا کوئی سا بھی بے دھلا حصہ پانی میں پڑنے سے وہ پانی مستعمل ہو جائے گا یا پھر اعضائے وضو میں سے کوئی عضو پانی میں پڑنے سے وہ پانی مستعمل ہو گا؟ اس میں درست مسئلہ کیا ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس پر غسل فرض ہو، چونکہ اس کے پورے جسم پر ہی حدث طاری ہوتا ہے لہذا بے غسلے شخص کے جسم کا کوئی بھی بے دھلا حصہ قلیل پانی مثلاً پانی سے بھری ہوئی بالٹی یا لوٹے وغیرہ میں پڑ جائے تو وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اور وضو و غسل کے قابل نہیں رہے گا۔

یاد رہے کہ مستعمل پانی سے مراد وہ پانی ہے جسے قربت کے ارادے سے یا پھر حدث دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو، لہذا بدن کے جس حصہ کے ساتھ حدث کا تعلق ہوتا ہے وہ حصہ جب بغیر دھوئے قلیل پانی میں پڑے گا تو اتنے حصہ سے حدث دور ہو گا اور وہ پانی مستعمل ہو جائے گا، اس سے وضو یا غسل جائز نہ ہو گا۔

مستعمل پانی کی تعریف تنویر الابصار مع الدر المختار میں یوں مذکور ہے: ”ماء (استعمل ل) اجل (قربة) ۔۔۔ (أو) لا جل (رفع حدث)“ یعنی مائے مستعمل سے مراد وہ پانی ہے جسے نیکی یا حدث دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، ج01، ص198، مطبوعہ بیروت، ملتقطاً)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مستعمل پانی کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”مائے مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اُس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے

بدن پر اُسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کر کے عضو سے جُدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے۔۔۔۔ محدث نے تمام یا بعض اعضائے وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈ یا میل وغیرہ جُدا کرنے کیلئے یا اُس نے اصلا کوئی فعل نہ کیا، نہ اُس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اُس پر پانی ڈال دیا جو اُس کے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا ہنوز اس پر فرض تھا مثلاً محدث کے ہاتھ یا جُنب کی پیٹھ پر تو ان سب صورتوں میں شکل اول کے سبب پانی مستعمل ہو گیا کہ اس نے محل نجاست حکمیہ سے مس کر کے اُتنے ٹکڑے کی تطہیر واجب کو ذمہ مکلف سے ساقط کر دیا۔" (فتاوی رضویہ، ج02، ص44-43، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملتقطاً)

بہارِ شریعت میں ہے: "**جس شخص پر نہانا فرض ہے اس کے جِسْم کا کوئی بے دُھلا ہوا حصہ پانی سے چھو جائے تو وہ پانی وُضو اور غُسل کے کام کا نہ رہا۔** اگر دُھلا ہوا ہاتھ یا بدن کا کوئی حصہ پڑ جائے تو حَرَج نہیں۔" (بہارِ شریعت، ج01، ص333، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "بے وضو کے اعضائے وضو میں سے کوئی عضو اگرچہ انگلی یا پورا یا ناخن اور جنب اور وہ حائض یا نفساء جو حیض و نفاس سے پاک ہو چکی ہے، مگر ابھی غسل نہیں کیا ہے، ان کا کوئی عضو بے دھلا ہوا اگر ماء قلیل یعنی دہ در دہ سے کم غیر جاری میں پڑ جائے، تو وہ سارا پانی مستعمل ہو گیا، جبکہ بغیر ضرورتِ شرعیہ پڑا ہو، اور وہ پانی وضو یا غسل کے قابل نہ رہا۔۔۔ پانی کے مستعمل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک وضو یا غسل میں نیت شرط نہیں، لہذا **جس حصہ بدن کے ساتھ حدث کا تعلق ہے، وہ جب پانی سے ملاقی ہو گا، تو اتنے سے حدث مرتفع ہو جائے گا، اور جب اس پانی نے رفع حدث کیا تو مستعمل ہو گیا** کہ مستعمل ہونے کے لئے نیت رفع حدث شرط نہیں۔" (فتاوی امجدیہ، ج01، ص14، مکتبہ رضویہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

غسل کے بعد جسم پر جمے ہوئے میل کا علم ہوا، تو پہلے والے غسل و نمازوں کا حکم

ریفرنس نمبر:Faj-7106 تاریخ:23-05-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض دفعہ بغل یا جسم کے کسی اور حصہ پر جسم کے میل کی تہ جمی ہوئی ہوتی ہے، انسان کی توجہ نہیں جاتی، اس کو ہٹائے بغیر ہی وہ فرض غسل کر لیتا ہے ،اس کے بعد نمازیں وغیرہ بھی ادا کرتا رہتا ہے، بعد میں اس کو پتہ چلتا ہے کہ اس کے جسم پر فلاں جگہ غسل سے پہلے سے ہی میل جما ہوا ہے، تو ایسی صورت میں اس کا پہلے کیا ہوا غسل ادا ہوا یا نہیں؟ اس نے جو نمازیں پڑھیں، وہ ادا ہوئیں یا نہیں؟ نیز اب جب اس کو علم ہو گیا ہے، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بعض اوقات جسم کے کسی حصے پر ایسی چیز جمی ہوتی ہے کہ جسے زائل کرنے میں ضرر یا مشقت ہوتی ہے، مثلا :پان کھانے والے افراد کے دانتوں کی جڑوں میں جما ہوا سخت قسم کا چُونا اور عورتوں کے دانتوں میں مسی کی جمی ہوئی ریخیں وغیرہ۔ فرض غسل میں ان کو زائل کرنے کا حکم نہیں، ان کو زائل کیے بغیر ہی فرض غسل ہو جائے گا اور بعض دفعہ ایسی چیز جمی ہوتی ہے کہ اس کو زائل کرنے میں ضرر یا مشقت تو نہیں، لیکن وہ ایسی چیز ہوتی ہے کہ عموماً یا خصوصاً بندے کا اس سے واسطہ پڑتا ہے، اس کی مکمل نگہداشت اور اس کے لگے ہونے یا نہ لگے ہونے پر مسلسل نظر رکھنا دشوار اور حرج کا باعث ہوتا ہے، مثلا: مچھر یا مکھی کی بیٹ، پکانے یا گوندھنے والے کے لیے آٹا، مزدور کے لیے گارا مٹی، عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم وغیرہ۔ فرض غسل میں ایسی چیزوں کے متعلق حکم یہ ہوتا

ہے کہ غسل سے پہلے اگر معلوم ہو جائیں، تو ان کو زائل کرنا ہو گا، اگر غسل سے پہلے ان چیزوں کے لگے رہنے کا علم نہیں ہوا اور اسی حالت میں غسل کر لیا، تو غسل ادا ہو جائے گا، اس کے بعد نمازیں ادا کیں، وہ بھی ہو جائیں گیں، البتہ جب ان چیزوں کے لگے رہنے کا علم ہو جائے، تو ان کو زائل کر کے جسم کے اس حصہ پر پانی بہانا ضروری ہو گا، علم کے بعد ان کو زائل کر کے جسم کے اس حصہ پر پانی نہیں بہایا، تو آئندہ نمازیں ادا نہیں ہوں گی۔

جسم پر موجود میل کی بھی اگر پہلے والی صورت ہے یعنی اتنا زیادہ اور سخت قسم کا میل جم چکا ہے کہ اب اس کو زائل کرنا ضرر یا مشقت کا باعث ہے، تو جب تک یہی کیفیت رہتی ہے فرض غسل میں اس کو زائل کرنے کا حکم نہیں ، بعض لوگوں کو کالے دھبے کی صورت میں میل مستقل جمنے کی شکایت ہوتی ہے اور صابن تک سے یہ زائل نہیں ہوتا، کسی کے پنجے اور کسی کی گردن میں ایسا میل جمنا پایا جاتا ہے، ممکن ہے دیگر جگہوں پر بھی پایا جاتا ہو۔ اس قسم کے میل کو زائل کیے بغیر ہی غسل کر لیا جائے، طہارت حاصل ہو جائے گی اور اگر بدن پر موجود میل کی صورت یہ ہے کہ پتا چل جائے کہ اس کو بآسانی زائل کیا جا سکتا ہے، تو پھر اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر غسل سے پہلے علم ہو جائے، تو اس کو زائل کرنا ہو گا، جبکہ میل ایسی کیفیت میں ہو کہ جِلد پر پانی پہنچنے سے مانع ہو، اگر غسل سے پہلے پتا نہیں چلا اور یونہی غسل کر کے نمازیں بھی ادا کر لیں، تو ادا کی گئی نمازیں ہو گئیں، جب اس میل کے لگے ہونے کا علم ہو گا، اس وقت اس کو زائل کر کے جسم کے اس حصہ پر پانی بہانا ہو گا، ورنہ آگے نمازیں ادا نہیں ہوں گی، کیونکہ اس صورت میں میل کو زائل کرنے میں اگرچہ ضرر و مشقت نہیں ہے، لیکن بدن کا میل عموماً انسان کے جسم میں لگا ہوتا ہے، اس کی نگہداشت میں ضرور حرج ہے، ایسی صورت میں مذکورہ حکم ہی ہوتا ہے۔

پہلی صورت کے متعلق در مختار میں ہے: "(لا) يجب (غسل ما فيه حرج كعين) وإن اكتحل بكحل نجس (وثقب انضم و) لا (داخل قلفة) يندب هو الاصح قاله الكمال وعلله بالحرج۔۔۔ (وكفى بل اصل ضفيرتها) اى شعر المراة المضفور للحرج "یعنی جس کو دھونے میں حرج ہو اس کو دھونا واجب نہیں، جیسا کہ آنکھ کا ڈھیلا، اگرچہ نجس سرمہ ہی کیوں نہ لگایا ہو اور عورت کے ناک اور کان کے وہ سوراخ جو بند ہو چکے ہوں اور غیر مختون کا کھال کے اندرونی حصہ کو دھونا، البتہ اس اندرونی حصہ کا دھونا مستحب ہے، اس کی تصحیح

صاحب فتح القدیر نے کی اور اس کی علت حرج بیان کی ہے، عورت کا گندھے ہوئے بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا کافی ہے (مکمل بال کھول کر نوک تک تر کرنا ضروری نہیں) حرج کی وجہ سے۔

(درمختار، جلد1، صفحہ 315،314،313، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: "ہاں اگر اُس کے جُدا کرنے میں حرج و ضرر و اذیت ہو، جس طرح پانوں کی کثرت سے جڑوں میں چونا جم کر متحجر ہو جاتا ہے کہ جب تک زیادہ ہو کر آپ ہی جگہ نہ چھوڑ دے، چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں جم جاتی ہیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑھوں کی مضرت کا اندیشہ ہے، تو جب تک یہ حالت رہے گی اس قدر کی معافی ہو گی۔" فان الحرج مدفوع بالنص"

(فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ 441، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ایک اور مقام پر ہے: "حرج کی تین صورتیں ہیں: **ایک یہ کہ وہاں پانی پہنچانے میں مضرت ہو، جیسے آنکھ کے اندر۔ دوم مشقت ہو، جیسے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی۔** سوم بعد علم واطلاع کوئی ضرر و مشقت تو نہیں، مگر اس کی نگہداشت، اس کی دیکھ بھال میں دقت ہے، جیسے مکھی مچھر کی بیٹ یا الجھا ہوا، گرہ کھایا ہوا بال۔ **قسم اول و دوم کی معافی تو ظاہر** اور قسم سوم میں بعدِ اطلاع ازالۂ مانع ضرور ہے، مثلا: جہاں مذکورہ صورتوں میں مہندی، سرمہ، آٹا، روشنائی، رنگ، بیٹ وغیرہ سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھ (دِکھ) پائی، تو اب یہ نہ ہو کہ اسے یوں ہی رہنے دے اور پانی اوپر سے بہادے، بلکہ چھُڑالے کہ آخر ازالہ میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں، تعاہد میں تھا بعد اطلاع اس کی حاجت نہ رہی۔" ومن المعلوم ان ما کان لضرورۃ تقدر بقدرھا" (ترجمہ: اور یہ بات معلوم ہے کہ جو حکم کسی ضرورت کے باعث ہو، وہ قدر ضرورت ہی کی حد پر رہے گا)۔"

(فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ 455، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

دوسری صورت کے متعلق در مختار میں ہے: "(ولا یمنع) الطھارۃ (ونیم) ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ (وحناء) ولو جرمہ، بہ یفتی، (ودرن ووسخ)" ترجمہ: طہارت سے مانع نہیں ہوتی مکھی اور پسو کی وہ بیٹ کہ جس کے نیچے پانی نہ پہنچے، اور مہندی اگرچہ جرم دار ہو، اسی پر فتوی ہے۔ اور بدن کا میل بھی مانع

نہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار، جلد1، ص316، مطبوعہ کوئٹہ)

"لم یصل تحتہ" کے تحت ردالمحتار میں ہے: "لان الاحتراز عنہ غیر ممکن" کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد1، صفحہ316، مطبوعہ کوئٹہ)

جدالممتار میں ہے: "ان الذی لا حرج فی ازالتہ بل فی تعاھدہ اذا اطلع علیہ یجب ازلتہ ولا یجوز ترکہ کالحناء والکحل والونیم ونحوھا" **ایسی چیزیں جن کو زائل کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ان کی نگہداشت میں حرج ہے، ان میں جب اطلاع ہو جائے گی، تو ان کو زائل کرنا لازم ہو گا، ایسے چھوڑ دینا جائز نہیں ہو گا، جیسا کہ مہندی، سرمے اور بیٹ وغیرہ کا حکم ہے۔** (جدالممتار، جلد1، صفحہ455، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک اور مقام پر فتاوی رضویہ میں ہے: "جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ و احتیاط میں حرج ہے، اس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگرچہ جرم دار ہو، اگرچہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچ سکے، جیسے پکانے گوندھنے والوں کے لیے آٹا، رنگریز کے لیے رنگ کا جرم، عورات کے لیے مہندی کا جرم، کاتب کے لیے روشنائی، مزدور کے لیے گارا مٹی، عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم، بدن کا میل مٹی غبار، مکھی مچھر کی بیٹ وغیرہا کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد1، جزء الف، صفحہ269، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے: "پکانے والے کے ناخن میں آٹا، لکھنے والے کے ناخن وغیرہ پر سیاہی کا جرم، عام لوگوں کے لیے مکھی مچھر کی بیٹ اگر لگی ہو، تو غُسل ہو جائے گا۔ ہاں بعد معلوم ہونے کے جدا کرنا اور اس جگہ کو دھونا ضروری ہے، پہلے جو نماز پڑھی ہو گئی۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ319، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

21 شوال المکرم 1443ھ/23 مئی 2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

غسل میں کلی یا ناک میں چڑھانا بھول گئے تو پڑھی گئی نمازوں کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: Pin-6903

تاریخ اجراء: 12رجب المرجب1443ھ/14فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر فرض غسل میں فقط کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یاد دونوں ہی بھول جائیں اور نماز پڑھنے کے بعد یاد آئے، تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز اب نئے سرے سے غسل کرنا ضروری ہوگا یا جو فرض رہ گیا تھا، فقط اسے ادا کرنا کافی ہوگا؟ اور اگر وضو کرنے کے بعد یہی صورت پیش آجائے، تو اب کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال کا جواب جاننے سے قبل چند بنیادی باتیں سمجھ لیجئے:

☆فرض غسل میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، انسان کو اس انداز سے غسل کرنا چاہیے کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے، اگر لاپرواہی کی وجہ سے کوئی حصہ دھلنے سے رہ گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایسا کرنے والے کو اِس کی وجہ سے آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

☆غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا فرض ہے، جبکہ وضو میں یہ دونوں سنت ہیں، لہذا غسل میں انہیں چھوڑنے کی وجہ سے غسل ہی نہیں ہوگا اور وضو ان کے بغیر بھی ہو جائے گا، لیکن وضو میں بھی جان بوجھ کر انہیں چھوڑنا منع ہے کہ سنت کا ترک ہے۔

☆غسل میں کوئی عضو دھونے سے رہ گیا، تو فقط اسی عضو کو دھو لینا کافی ہے، دوبارہ غسل کرنا ضروری نہیں، لہذا دورانِ غسل کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا بھول گیا، لیکن بعد میں دونوں کام کر لئے یا وضو کر لیا، جیسا کہ کئی لوگ غسل کے بعد وضو کر لیتے ہیں اور وضو میں کلی کر لی اور ناک میں پانی چڑھا لیا، تو اس سے بھی غسل کے

دونوں فرض ادا ہو جائیں گے، بلکہ اگر اس انداز سے پانی پی لیا کہ منہ کے تمام حصوں تک پہنچ گیا، تو کلی والا فرض اس سے بھی ادا ہو جائے گا۔

اس تفصیل سے پوچھی گئی صورت کا جواب بھی واضح ہو گیا اور وہ یہ کہ اگر کسی شخص نے فرض غسل کیا اور کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یاد دونوں بھول گیا اور اسی طرح نماز ادا کر لی، تو وہ ادا ہی نہ ہوئی، کیونکہ فرض رہ جانے کی وجہ سے غسل ہی نہ ہوا، پس جب غسل نہ ہوا، تو نماز بھی نہ ہوئی۔ البتہ اگر نماز سے پہلے ویسے ہی یا وضو کیا اور اس میں چھوٹ جانے والے فرض ادا کر لیے یا کلی چھوٹ جانے کی صورت میں اس انداز سے پانی پیا کہ وہ منہ کے تمام حصوں تک پہنچ گیا، تو اس کے بعد ادا کی گئی نماز درست ہوئی، جبکہ وہ اپنی شرائط کے ساتھ ادا کی گئی۔ اور وضو میں کلی نہ کی یا ناک میں پانی نہ چڑھایا اور نماز کے بعد یاد آیا، تو وہ نماز درست ہو گئی، کیونکہ وضو کی سنت چھوٹ جانے کی وجہ سے وضو ہو جاتا ہے، پس جب وضو ہو گیا، تو نماز بھی ہو گئی ۔

مذکورہ بالا احکام کے بارے میں احادیثِ طیبہ:

غسل میں بال برابر جگہ خشک رہ جانے سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھا فعل بھا کذا و کذا من النار، قال علی: فمن ثم عادیت راسی، فمن ثم عادیت راسی، فمن ثم عادیت راسی، و کان یجز شعرہ رضی اللہ عنہ“ ترجمہ: جس نے غسل جنابت میں بال برابر جگہ بھی ایسی چھوڑی کہ اسے دھویا نہیں، تو اس کے ساتھ آگ سے ایسے ایسے کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: پس اسی وجہ سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی ہے۔ یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے بال منڈوا دیا کرتے تھے۔ (سننِ ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب فی الغسل من الجنابۃ، ج 1، ص 45، مطبوعہ لاھور)

غسل میں کلی نہ کی یا ناک میں پانی نہ چڑھایا اور اسی طرح نماز پڑھ لی، تو اس بارے میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے ارشاد فرمایا: ”ان کان من جنابۃ اعاد المضمضۃ والاستنشاق واستانف الصلاۃ“ ترجمہ: اگر جنابت کا غسل ہو، تو کلی اور ناک میں دوبارہ پانی ڈال لے اور نئے سرے سے نماز ادا کرے۔ (سننِ دارِ قطنی، ج 1، ص 207، مطبوعہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

غسل میں کوئی عضو دھونے سے رہ گیا، تو بعد میں فقط اسی عضو کو دھو لینا کافی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: انی

اغتسلت من الجنابة وصليت الفجر، ثم اصبحت فرايت قدر موضع الظفر لم يصبه الماء، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو كنت مسحت عليه بيدك اجزاك" ترجمہ: ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے جنابت کا غسل کیا اور نماز فجر ادا کی، پھر صبح میں نے دیکھا کہ ناخن برابر جگہ کو پانی نہیں پہنچا تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہاں ہاتھ پھیر لیتے، تو کافی ہوتا۔ (سننِ ابن ماجہ، باب من استغسل من الجنابۃ۔الخ، ج1، ص48، مطبوعہ کراچی)

اس حدیثِ پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "یعنی اگر غسل کے وقت وہاں ہاتھ پھیر لیتے، تو پانی بہہ جاتا یا غسل کے بعد وضو وغیرہ کے وقت ہاتھ پھیر کر پانی بہا لیتے، تو بھی کافی ہوتا، اب وہ جگہ دھوؤ اور نماز دوبارہ پڑھو۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس جگہ پر صرف مسح کافی تھا، پانی بہانے کی حاجت نہیں، کیونکہ غسل میں سارے جسم پر پانی بہانا فرض ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کا کوئی عضو سوکھا رہ گیا اور بہت دیر کے بعد پتا لگے، تو وہ دوبارہ غسل کرنا ضروری نہیں، بلکہ صرف وہ جگہ دھو دینا کافی ہے۔" (مراٰۃ المناجیح، ج1، ص306، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

فقہی جزئیات:

الاصل المعروف بالمبسوطِ للشیبانی میں ہے: "قلت: ارایت رجلا توضا ونسی المضمضة والاستنشاق او كان جنبا فنسي المضمضة والاستنشاق، ثم صلى؟ قال: اما ما كان في الوضوء فصلاته تامة واما ما كان في غسل الجنابة او طهر حيض فانه يتمضمض ويستنشق ويعيد الصلاة" ترجمہ: امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ جس نے وضو کیا اور وضو میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا یا جنبی تھا اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا، پھر نماز پڑھ لی؟ تو امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: بہر حال وضو میں ایسا ہوا، تو اس کی نماز مکمل ہے اور جنابت یا حیض سے پاکی والے غسل میں ایسا ہوا، تو کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور نماز بھی دوبارہ پڑھے۔ (الاصل المعروف بالمبسوطِ للشیبانی، ج1، ص41، مطبوعہ کراچی)

منیۃ المصلی اور اس کی شرح غنیۃ المتملی میں ہے: "بين الهلالين منية المصلي (ولو بقي شيء من بدنه لم يصبه الماء لم يخرج من الجنابة وان قل وشرب الماء يقوم مقام المضمضة اذا بلغ الماء الفم كله والا فلا، ولو تركها) اي ترك المضمضة او الاستنشاق او لمعة من اي موضع كان من البدن (ناسيا

فصلی ثم تذکر)ذلک(یتمضمض)اویستنشق اویغسل اللمعة(ویعید ماصلی)ان کان فرضا لعدم صحته وان کان نفلا فلا،لعدم صحة شروعه"ترجمہ:اگر(فرض غسل کرنے والے کے)بدن کا کچھ حصہ رہ گیا کہ اسے پانی نہ پہنچا،تو وہ جنابت سے نہیں نکلے گا،اگرچہ وہ حصہ بالکل تھوڑا ہو اور(کلّی نہ کرنے کی صورت میں)پانی پینا کلی کے قائم مقام ہو جائے گا،جبکہ پورے منہ میں پانی پہنچ جائے،ورنہ نہیں اور اگر بھول کر کلّی یا ناک میں پانی چڑھانا یا کسی بھی جگہ سے بدن کا کوئی حصہ چھوڑ دیا اور نماز پڑھ لی،پھر یاد آیا،تو کلی کرے،ناک میں پانی چڑھائے اور اس حصہ کو دھولے اور نماز دوبارہ پڑھے،جبکہ وہ فرض نماز ہو،کیونکہ وہ درست ہی نہ ہوئی اور اگر نفل نماز ہو،تو دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں،کہ اس کی ابتدا ہی درست نہ ہوئی۔(منیة المصلی مع غنیة المتملی،ص50،مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ اسی طرح کے ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:"اگر بکر جنب تھا یعنی اس پر غسل فرض تھا اور کلی کرنا بھول گیا،تو طاہر نہ ہوا،کہ غسل کا ایک فرض اسکے ذمہ باقی رہ گیا۔پھر اگر غسل کے بعد وضوئے جدید کیا،جیسا کہ اکثر لوگ کر لیتے ہیں اور اس وضو میں کلی کر لی،تو پاک ہو گیا،تمام نمازیں ہو گئیں اور اگر کلی نہ کی،تو اب بھی ناپاک ہی ہے،جب تک کلی نہ کریگا،پاک نہ ہوگا اور جب کلی کر لیگا،جنابت دور ہو جائیگی۔پھر اگر زید نے پانچوں نمازیں بغیر وضو کئے ہوئے اور بغیر کلی کے ادا کی ہیں،جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے،تو کوئی نماز ادا نہ ہوئی۔اگر اور نمازیں ظہر سے عشاء تک کلی کے بعد پڑھی ہیں اور یہی عادۃً ظاہر ہے،کیونکہ ظہر وغیرہ کے وقت تو نیا وضو کیا ہی ہوگا،اگرچہ ممکن ہے کہ صبح کا وضو عشاء تک باقی رہے،مگر عادۃً دشوار ضرور ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وضو میں کلی کی ہوگی،اگرچہ وضو میں کلی فرض نہیں،مگر سنت تو ہے۔بہر حال اگر کلی ہو گئی،غسل ہو گیا،نمازیں اسکی بعد کی ادا ہو گئیں،پھر سے جدید غسل کی حاجت نہیں،نہ کلی میں قصداً ازالہ جنابت کی ضرورت،کہ غسل و وضو میں نیت شرط نہیں،بلکہ اگر بڑے بڑے گھونٹ سے پانی پی لیا کہ منہ کے تمام حصوں پر پانی گزر گیا،جب بھی جنابت دور ہو گئی۔"(فتاوی امجدیہ،ج1،ص11،مطبوعہ مکتبہ رضویہ،آرام باغ،کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کان ناک، ہونٹ وغیرہ میں بالیاں پہننے اور وضو وغسل کا حکم

1

ریفرنس نمبر:Sar 7298 تاریخ:24-05-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت اور مرد کا کان، ناک میں سوراخ نکلوانا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل خصوصاً مغربی ممالک میں بطورِ فیشن لڑکے اور لڑکیاں زبان، ہونٹ، چھاتی، ابرو وغیرہ اعضاء میں سوراخ نکلوا کر بالیاں پہنتے ہیں، تو کیا ان کا یہ عمل شریعت کی نظر میں درست ہے یا نہیں؟ اور وضو و فرض غسل کی صورت میں ان سوراخوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

عورت کا ناک اور کان میں سوراخ نکلوانا اور اس میں بالی پہننا شرعا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں عورتیں کان چھدواتی (یعنی سوراخ نکلواتی) تھیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں کبھی منع نہ فرمایا اور بہت سے علاقوں بلکہ ملکوں میں عورتیں کان کے ساتھ زینت کے لیے ناک بھی چھدواتی ہیں اور اسلام نے عورتوں کو شرعی حدود و قیود میں رہتے ہوئے زینت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ علمائے امت نے اسے جائز قرار دیا ہے، جبکہ مرد کا کان اور ناک میں سوراخ نکلوانا اور اس میں بالی پہننا دونوں عمل شرعا ناجائز و گناہ ہیں، کیونکہ مَردوں کے ناک اور کان چھدوانے (سوراخ نکلوانے) میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مَردوں پر لعنت بھیجی ہے۔

اور عورت کا ناک اور کان کے علاوہ اور مرد کا مطلقا جسم کے کسی بھی حصے مثلاً ابرو، ہونٹ، زبان وغیرہ پر زیور پہننے کے لیے سوراخ نکلوانا شرعا ناجائز، حرام و گناہ ہے، کیونکہ یہ بلا اجازتِ شرعی اللہ عزوجل کی تخلیق کو تبدیل کرنا ہے اور اللہ عزوجل کی تخلیق کو تبدیل کرنا، ناجائز، حرام، اغوائے شیطان و موجبِ لعنت ہے۔

نیز یہ کہ ہونٹ، زبان، ابرو، ناف وغیرہ میں سوراخ نکلوا کر بالیاں ڈالنا زیادہ تر مغربی ممالک میں کفار و فساق مردوں اور عورتوں کا طریقہ ہے، عزت دار مسلمانوں میں ہر گز رائج نہیں ہے اور اسلام نے کفار و فساق کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، لہذا مسلمان مرد و عورت کو ہونٹ، زبان، ابرو، ناف وغیرہ میں سوراخ نکالنا اور ان میں بالی ڈالنا مکروہ و ممنوع ہے۔

وضو و غسل کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے سوراخ نکال ہی لیا ہے، تو اب وضو اور غسلِ فرض میں جن اعضاء کو دھونا فرض ہے، ان میں نکالے گئے سوراخوں میں پانی بہانا بھی فرض ہے، اگر اوپر سے پانی بہانے میں خود بخود سوراخوں کے اندر تک پہنچ جائے تو کافی ہے، ورنہ انگلی سے حرکت دے کر پانی پہچانا ضروری ہے اور اگر سوراخ بند ہو جائیں، تو معاف ہے یعنی ان میں پانی

بہانا فرض نہیں۔

عورتوں کے کان چھدوانے کے ثبوت کے بارے میں صحیح بخاری میں ہے:"عن ابن عباس، رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى يوم العيد ركعتين، لم يصل قبلها ولا بعدها، ثم أتى النساء ومعه بلال، فأمرهن بالصدقة، فجعلت المرأة تلقي قرطها"ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید کے روز دو رکعتیں پڑھیں، اس سے پہلے یا بعد کبھی نہیں پڑھی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ نے ان عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو عورت اپنے کان سے بالیاں نکال کر (حضرت بلال کے کپڑے) میں ڈالتی تھی۔

(صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب القرط للنساء، ج07، ص158، مطبوعہ دار طوق النجاة)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت فتح الباری میں ہے:" واستدل به على جواز ثقب أذن المرأة لتجعل فيها القرط وغيره مما يجوز لهن التزين به "ترجمہ: اور اس روایت سے عورت کے کان میں سوراخ نکالنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے تاکہ وہ ان میں بالیاں اور اس کے علاوہ وہ چیزیں ڈال سکے جو ان کے لیے بطورِ زینت جائز ہے۔

(فتح الباري لابن حجر، ج10، ص221، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت)

فتاوی خانیہ میں ہے:" ولا بأس بثقب أذن الطفل لأنهم كانوا يفعلون ذلك في الجاهلية ولم ينكر عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم "ترجمہ: بچی کے کان میں سوراخ نکالنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ لوگ زمانہ جاہلیت میں یہ عمل کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع نہ فرمایا۔ **(فتاوی قاضی خان، ج03، ص251، مطبوعہ بیروت)**

بحر الرائق اور تبیین الحقائق میں ہے:" وكذا يجوز ثقب أذن البنات الأطفال لأن فيه منفعة الزينة، وكان يفعل ذلك في زمنه عليه الصلاة والسلام إلى يومنا هذا من غير نكير "ترجمہ: اور ایسے ہی چھوٹی بچیوں کے کانوں میں سوراخ نکالنا جائز ہے، کیونکہ اس میں زینت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور یہ عمل نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک بغیر کسی انکار کے جاری وساری ہے۔

(بحر الرائق، ج08، ص554، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی)(تبیین الحقائق، ج06، ص227، مطبوعہ بیروت)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے:" ولا بأس بثقب اذن البنات الاطفال لانه ايلام لمنفعة الزينة وايصال الالم الى الحيوان لمصلحة تعود اليه جائز كالختان "ترجمہ: بچیوں کے کانوں میں سوراخ کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ زینت کی منفعت کے لیے تکلیف دینا ہے اور جاندار کو کسی ایسی مصلحت کی وجہ سے تکلیف دینا کہ جو مصلحت اس کی طرف لوٹتی ہو، جائز ہے، جیسے ختنہ کرانا۔ **(الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الکراھیۃ، ج04، ص167، دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

ناک میں سوراخ نکالنے کے جواز کے بارے میں ردالمحتار میں ہے: " لا بأس بثقب أذن الطفل من البنات وزاد في الحاوي القدسي: ولا يجوز ثقب آذان البنين..... قلت: إن كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط وقد نص الشافعية على جوازه "ترجمہ: بچیوں کے کان میں سوراخ کرنے میں حرج نہیں اور حاوی قدسی میں یہ زیادہ کیا کہ لڑکوں کے کانوں میں سوراخ نکالنا جائز نہیں۔ میں (علامہ شامی علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں: اگر ناک میں سوراخ نکالنا عورتیں بطورِ زینت کرتی ہیں جیسا کہ بعض شہروں میں رائج ہے، تو وہ کان میں سوراخ نکالنے کی طرح جائز ہے اور اس کے جائز ہونے پر شوافع نے صراحت بیان فرمائی ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج06، ص420، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: "لڑکیوں کے کان ناک چھیدنا جائز ہے اور بعض لوگ لڑکوں کے بھی کان چھدواتے ہیں اور دُریا (بالی) پہناتے ہیں، یہ ناجائز ہے یعنی کان چھدوانا بھی ناجائز اور اسے زیور پہنانا بھی ناجائز۔"

(بہار شریعت، ج03، ص596، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مَردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے کے حرام ہونے کے بارے میں صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سننِ ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کریں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء، والمتشبھات بالرجال، ج7، ص159، دار طوق النجاۃ، مصر)

حدیقہ ندیہ میں ہے: " الحكمة في تحريم تشبه الرجل بالمرأة وتشبه المرأة بالرجل انهما مغيرات لخلق الله "ترجمہ: مرد و عورت کا باہم تشبہ حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ وہ دونوں اس میں خدا کی بنائی چیز بدلتے ہیں۔

(الحدیقۃ الندیہ، ج02، ص558، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ)

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز کو بدلنے کی ممانعت کے بارے میں قرآن میں ہے ﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: "(شیطان بولا) قسم ہے میں ضرور بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں۔

(پارہ5 سورۃ النساء، آیت119)

مذکورہ بالا آیت کے تحت شیخ القرآن مفتی محمد قاسم عطاری سلمہ الباری لکھتے ہیں: "شیطان نے ایک بات یہ کہی کہ وہ لوگوں کو حکم دے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ضرور بدلیں گے۔ یاد رہے کہ اللہ عزوجل کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں حرام ہیں۔" (تفسیر صراط الجنان، ج02، ص312، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کتبِ صحاح یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت ہے: واللفظ للبخاری "لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ "ترجمہ: اللہ نے لعنت کی بدن گودنے والیوں اور گودوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں پر (کیونکہ یہ سب) اللہ کی بنائی ہوئی چیز بگاڑنے والیاں ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ج02، ص878، مطبوعہ، کراچی)

مذکورہ بالا حدیث میں بدن گودنے و گودوانے والیوں پر لعنت کا ذکر ہوا، بدن گودنا یہ ہے کہ جسم کے مختلف اعضاء میں سوئی وغیرہ کے ذریعے سوراخ کیے جائیں، پھر جب خون نکلنا شروع ہو جائے، تو ان میں سرمہ یا نیل وغیرہ ڈال دیا جائے، مذکورہ بالا حدیث میں اللہ عزوجل نے بدن گودنے اور گودوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی، کیونکہ یہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر کرنا ہے اور مرد یا عورت کا ابرو، ہونٹ اور زبان میں سوراخ کر کے ان میں زیور ڈالنا بھی اس لعنت کی وعید میں داخل ہے، کیونکہ یہ بھی اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر کرنا ہے، جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: "هو غرز إبرة أو مسلة ونحوهما في ظهر الكف أو المعصم أو الشفة وغير ذلك من بدن المرأة حتى يسيل منه الدم ثم يحشى ذلك الموضع بكحل أو نورة أو نيلة.....لقدلعن الشارع من صنعت ذلك من النساء لأن فيه تغيير الخلقة الأصلية "ترجمہ: وشم یہ ہے کہ سوئی یا سُوا وغیرہ کے ذریعے ہاتھوں کی پشت، کلائی، ہونٹ یا اس کے علاوہ عورت کے جسم میں سوراخ کیے جائیں، پھر جب خون بہنا شروع ہو، تو اس جگہ سرمہ، نورہ یا نیل بھر دیا جائے، عورتوں میں سے جس نے یہ کیا شارع نے اس پر لعنت کی، کیونکہ اس میں خلقت اصلیہ کو بدلنا ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ج22، ص97، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الوالی لکھتے ہیں: "(المغيرات) صفة للمذكورات جميعا ومفعوله (خلق الله) والجملة كالتعليل لوجوب اللعن "ترجمہ: (اللہ کی تخلیق کو بدلنے والیاں ہیں) یہ پیچھے سب ذکر کی جانے والیوں کی صفت ہے اور اس کا مفعول (خلق اللہ) ہے اور جملہ لعنت کے واجب ہونے کی علت بیان کرنے کی طرح ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج08، ص281، مطبوعہ کوئٹہ)

کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من تشبه بقوم فهو منهم "ترجمہ: جو شخص جس قوم سے مشابہت کرے، تو وہ انہی میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، ج02، ص203، مطبوعہ لاہور)

کفار یا فساق وفجار سے مشابہت کے ممنوع ہونے کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے: "یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ عورتوں یا بدوضع آوارہ فاسقوں کی مشابہت نہ پیدا ہو، مثلاً مرد کو چولی دامن میں گوٹا پٹھا ٹانکنا مکروہ ہو گا، اگرچہ چار انگلی سے زیادہ نہ ہو کہ وضع خاص فساق بلکہ زنانوں کی ہے۔ علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص فاسقانہ وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے (جیسے ہمارے زمانے میں نیچری وردی) تو درزی اور موچی کو ان کا سینا مکروہ ہے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ

ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص137، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اسی میں ہے: "دربارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص و شعاریت کے مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صور میں کفر تک ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے: "لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح "افرنگیوں کا لباس صحیح قول کی بنا پر کفر ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ184، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے: "یہ حدیث ایک اصل کلی ہے۔ لباس و عادات و اطوار میں کن لوگوں سے مشابہت کرنی چاہیے اور کن سے نہیں کرنی چاہیے۔ کفار و فساق و فجار سے مشابہت بُری ہے اور اہل صلاح و تقویٰ کی مشابہت اچھی ہے، پھر اس تشبہ کے بھی درجات ہیں اور انہیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار و فساق سے تشبہ کا ادنیٰ مرتبہ کراہت ہے، مسلمان اپنے کو ان لوگوں سے ممتاز رکھے کہ پہچانا جاسکے اور غیر مسلم کا شبہ اس پر نہ ہو سکے۔ (بہار شریعت، ج03، ص407، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوراخ میں پانی بہانے کے بارے میں محیط برہانی میں ہے: "وسئل نجم الدين النسفي رحمه الله عن امرأة تغتسل من الجنابة هل تتكلف لإيصال الماء إلى ثقب القرط، قال: إن كان القرط فيه وتعلم أنه لا يصل الماء إليه من غير تحريك فلا بد من التحريك كما في الخاتم۔۔۔۔ إن انضم ذلك بعد نزع القرط وصار بحيث لا يدخل القرط فيه إلا بتكلف لا تتكلف أيضاً" ترجمہ: امام نجم الدین نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے غسل جنابت کرنے والی عورت کے متعلق سوال ہوا کہ کیا اُس عورت پر بالی کے سوراخ میں پانی پہنچانا لازم ہے؟ تو آپ علیہ الرحمۃ نے جواب دیا: اگر سوراخ میں بالی موجود ہو اور وہ جانتی ہو کہ بغیر حرکت دیئے سوراخ تک پانی نہیں پہنچے گا، تو پانی پہنچانے کے لیے حرکت دینا لازم ہے، جیسے (تنگ) انگوٹھی کے نیچے پانی پہنچانے کے لیے حرکت دی جاتی ہے، اگر بالی اتارنے کے بعد سوراخ اس طرح مل جائے کہ بالی اس میں داخل نہ ہو سکتی ہو، مگر مشقت کے ساتھ (ہو سکتی ہو) تو عورت پر سوراخ میں پانی پہنچانا لازم نہیں۔ (محیط برھانی، کتاب الطھارۃ، ج01، ص80، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شرح الوقایہ اور بحر الرائق میں ہے: واللفظ للآخر "ويجب تحريك القرط والخاتم الضيقين، ولو لم يكن قرط فدخل الماء الثقب عند مروره أجزأه كالسرة، وإلا أدخله كذا في فتح القدير ولا يتكلف في إدخال شيء سوى الماء من خشب "ترجمہ: بالی اور انگوٹھی تنگ ہو تو انہیں حرکت دینا واجب ہے اور بالی نہ ہو اور پانی خود ہی سوراخ تک پہنچ جائے تو کافی ہے، جیسے ناف میں پانی خود پہنچ جائے تو حرکت دینا لازم نہیں ہے، ورنہ پانی داخل کرے، ایسے ہی فتح القدیر میں ہے اور لکڑی وغیرہ کے ذریعے سوراخ میں پانی داخل کرنے کا پابند نہیں ہے۔

(بحر الرائق، کتاب الطھارۃ، ج01، ص49، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی)

در مختار میں ہے: "لو خاتمه ضيقا نزعه او حركه وجوبا كقرط ولو لم يكن بثقب اذنه قرط فدخل الماء فى الثقب عند مروره على اذنه اجزأه كسرة واذن دخلهما الماء والا يدخل ادخله ولو باصبعه ولا يتكلف بخشب ونحوه

والمعتبر غلبة ظنه بالوصول "ترجمہ: اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہو تو اتار دے یا اسے لازمی طور پر حرکت دے کر پانی پہنچائے، جیسے بالی کا حکم ہے اور اگر اس کے کان کے سوراخ میں بالی نہ ہو، تو پانی کان سے گزرتے وقت سوراخ میں داخل ہو جائے تو کافی ہے، جیسے ناف اور کان میں پانی چلا جائے، تو کافی ہے اور اگر پانی نہ جائے تو پہنچائے، اگرچہ انگلی کے ذریعہ اور وہ لکڑی وغیرہ کے ذریعے تکلف میں نہ پڑے اور اعتبار پانی پہنچنے کا غالب گمان ہو جانا ہے۔" (درمختار مع ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص317، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی میں ہے: "لا یجب غسل مافیه حرج کعین وثقب انضم "ترجمہ: جس عضو کو دھونے میں حرج ہو، اسے دھونا واجب نہیں جیسے آنکھ اور وہ سوراخ جو بند ہو چکا ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص314، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: "نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو، تو اس میں پانی بہانا فرض ہے، اگر تنگ ہو، تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ،ورنہ ضروری نہیں۔" (بہار شریعت، ج01، ص289، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اسی میں ہے: "کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وُضو میں بیان ہوا۔"

(بہار شریعت، ج01، ص317، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــ

سخت سردی کی وجہ سے وضو و غسل کی جگہ تیمم کا حکم

1

ریفرنس نمبر:Pin 6874 تاریخ:28-12-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل سردی کا موسم ہے۔ بعض علاقوں میں سردی کی شدت کے ساتھ برف باری بھی ہو رہی ہے، ہمارا علاقہ بھی کئی ماہ تک مسلسل شدید سردی اور برف باری کی لپیٹ میں رہتا ہے اور ٹمپریچر بھی مائنس میں چلا جاتا ہے، بسا اوقات نماز کے لئے وضو یا فرض غسل کرنے میں کافی آزمائش ہو جاتی ہے، کیونکہ پانی بہت ٹھنڈا ہوتا ہے اور اسے گرم کرنے کا کوئی بندوبست بھی نہیں ہو پاتا، تو ایسی صورت میں تیمم کی اجازت ہے یا نہیں؟ ہمارے ہاں کچھ لوگوں کا ذہن بن چکا ہے اور مزید کا بھی بنتا جارہا ہے کہ سردی کی شدت میں تیمم کی اجازت ہونی چاہیے۔ میرا آپ سے سوال یہ ہے کہ اگر سخت سردی ہو، تو کس کیفیت میں تیمم کی اجازت ہے اور کس میں نہیں؟ نیز اگر کوئی شخص سردی کی شدت کی وجہ سے تیمم کرلے، تو وہ دوسروں کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت کا اجمالی جواب یہ ہے کہ فقط سردی یا پانی کا ٹھنڈا ہونا تیمم کرنے کے لئے ہر گز ہر گز عذر نہیں، جس طرح عام دنوں میں نماز کے لئے وضو یا فرض غسل کرنا شرط ہے، یونہی سردی کے موسم میں بھی شرط ہے، وضو و غسل پر قدرت ہونے کے باوجود، بلا اجازتِ شرعی تیمم کر کے نماز پڑھیں گے، تو سخت گنہگار اور عذابِ نار کے حق دار ہوں گے اور وہ نماز بھی ادا نہیں ہو گی، بلکہ اسی طرح ذمہ پر باقی رہے گی، جسے وضو یا غسل کر کے دوبارہ پڑھنا فرض ہو گا، البتہ اگر پانی کے استعمال سے جان جانے یا کوئی عضو ہلاک ہونے یا بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے یا پہلے سے بیمار آدمی کے دیر سے اچھا ہونے کا حقیقی خطرہ موجود ہو، تو اس صورت میں تیمم کرنے کی اجازت ہو گی اور تیمم کر کے امامت بھی کر سکتے ہیں۔

اس مسئلہ کی مکمل تفصیل کچھ یوں ہے کہ نماز تمام فرائض میں سے اہم و اعظم فرض ہے، اس کی ادائیگی کے لئے طہارت / پاکی شرط ہے، یعنی بے وضو شخص کا کم از کم وضو اور جس پر غسل فرض ہے، اس کا غسل کر کے نماز پڑھنا فرض ہے اور جب تک کسی بھی طرح سے وضو و غسل کرنا، شریعت کی نظر میں لازم ہو، تب تک نماز کی ادائیگی کے لئے ان کے

بغیر کوئی چارہ کار نہیں، حتی کہ اگر ٹھنڈا پانی نقصان دے اور گرم نہ دے، تو گرم پانی کے ساتھ وضو و غسل کرنا فرض ہے، اگر گرم پانی کی کوئی صورت نہ ہو، مگر ایسا کپڑا یا لحاف موجود ہے، کہ ٹھنڈے پانی سے وضو و غسل کے بعد گرم کپڑے پہن یا اوڑھ کر یا آگ ہے، جسے تاپ کر اپنے آپ کو نقصان سے بچایا جا سکتا ہے، تب بھی تیمم کی اجازت نہیں۔ یونہی کسی عضو پر پانی ڈالنے کی وجہ سے ضَرَر ہوتا ہو اور بقیہ اعضاء دھو سکتے ہوں، تو اس عضو پر مسح کرنا اور بقیہ اعضاء پر پانی بہانا فرض ہے۔ الغرض کسی بھی طریقے سے وضو و غسل پر قادر ہونے کی صورت میں نماز کے لئے وضو و غسل کرنا ہی ضروری ہے۔

آج کل دیکھا جائے، تو عموماً گھروں میں گیزر، راڈ یا کم از کم چولہا ضرور موجود ہوتا ہے، جس سے بآسانی پانی گرم کر سکتے ہیں، نیز موٹے بستر، لحاف، ہیٹر زیا آگ بھی موجود ہوتی ہے، نہانے کے بعد جس سے اپنے آپ کو سردی سے بچایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انتہائی سرد علاقوں میں بھی رہنے والے کثیر افراد جو نماز کی اہمیت جانتے ہیں، وہ نماز کے لئے وضو یا غسل ہی کا اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اس کے لئے پہلے سے بندوبست کیا ہوتا ہے، لہٰذا بقیہ افراد پر بھی لازم ہے کہ وہ وضو و غسل کے لیے مناسب بندوبست کر کے رکھیں، تاکہ نماز جیسی اہم و اعظم عبادت کہیں ضائع نہ ہو۔

بلکہ مسلمانوں کو تو چاہیے کہ وہ زیادہ ثواب کی امید پر سردی میں بھی خوش دلی کے ساتھ وضو و غسل کر کے نماز ادا کریں، اگرچہ اس کے لئے انہیں کچھ زیادہ مشقت برداشت کرنی پڑے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سردی وغیرہ کی مشقت برداشت کر کے وضو کرنا گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا باعث ہے اور جس نے سخت سردی میں اچھے طریقے سے وضو کیا، اسے دُگنا ثواب ملے گا، ایک وضو کرنے کا اور دوسرا سردی کی وجہ سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنے کا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعتِ مطہرہ میں پاکی حاصل کرنے کی ایک صورت تیمم کی بھی ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معمولی مشقت یا محض اپنی سہولت کے پیشِ نظر وضو و غسل جیسے فرض کو چھوڑ کر تیمم کر لیا جائے، کیونکہ تیمم جائز ہونے کی خاص شرائط ہیں، اگر وہ پائی جائیں، تب ہی تیمم کر سکتے ہیں، ورنہ تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں، پڑھیں گے، تو گنہگار ہوں گے اور فرض بھی ذمے پر باقی رہے گا، پس جب اس صورت میں اپنی نماز ہی درست نہیں، تو دوسروں کی اس کے پیچھے کیسے درست ہو سکتی ہے؟

البتہ سخت سردی کی ایک ممکنہ صورت میں شریعتِ مطہرہ نے غسل کے بجائے تیمم کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ یہ کہ سردی بہت سخت ہو اور گرم پانی سے غسل کرنے کی کوئی صورت نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا کپڑا، لحاف یا آگ وغیرہ میسر

ہو کہ جس کے ذریعہ اپنے آپ کو نقصان سے بچا سکیں اور اس سردی میں نہانے کی وجہ سے جان جانے یا بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا حقیقی خطرہ موجود ہو، تو اس خاص صورت میں قرآنِ کریم کی آیات، احادیثِ طیبہ، فقہی قواعد اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق غسل کے بجائے تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ ان شرائط کی موجودگی میں تیمم کر کے پڑھی گئی نماز بلاشبہ درست ہے اور بعد میں اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا بھی ضروری نہیں، نیز ایسا شخص اگر امامت کرتا ہے، تو اس کے پیچھے تیمم اور وضو کرنے والے سب افراد کی نماز درست ہو گی، جبکہ وہ اپنی شرائط کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔

لیکن یاد رہے کہ مذکورہ رخصت بالخصوص فرض غسل کے لئے ہے، کیونکہ وضو کے مقابلے میں غسل میں زیادہ مشقت ہوتی ہے، کہ غسل میں پورے جسم پر پانی بہانا ہوتا ہے اور وضو میں فقط چند اعضاء پر اور چند اعضاء پر پانی بہانے کی بنسبت پورے جسم پر پانی بہانا زیادہ مشکل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کئی فقہاء نے سخت / شدید سردی کے باوجود وضو کی جگہ تیمم کرنے کی اجازت نہیں دی، لیکن بہر حال اگر وضو میں بھی غسل جیسا حقیقی عذر موجود ہو، تو مفتٰی بہ قول کے مطابق وضو کا حکم بھی غسل جیسا ہی ہو گا، یعنی اس کی جگہ پر بھی تیمم کرنے کی اجازت ہو گی اور بعض برفانی علاقوں میں یہ ضرورت موجود ہو سکتی ہے کہ بعض جگہوں پر گرم پانی دستیاب نہیں ہوتا اور ٹھنڈا پانی اس قدر ٹھنڈا ہوتا ہے کہ اس کی ٹھنڈک برداشت کرنا نہایت تکلیف دہ بلکہ بعض اوقات اعضاء کو شَل کر دیتا ہے، پھر یہ بھی ہے کہ جوانوں کے مقابلے میں بوڑھوں کے لئے اور مَردوں کے مقابلے میں عورتوں کے لئے اور طاقتوروں کے مقابلے میں کمزوروں کے لئے رخصت کی صورت جلد نکل آئے گی۔

نوٹ: لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے طور پر جائز و ناجائز کے فیصلے نہ کریں، بلکہ علمِ دین حاصل کریں اور ماہر علماء و مفتیانِ کرام سے رہنمائی بھی لیتے رہیں۔

سخت سردی میں وضو کرنے سے متعلق احادیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”الا ادلکم علی ما یمحو اللہ بہ الخطایا ویرفع بہ الدرجات؟ قالوا: بلی یارسول اللہ! قال: اسباغ الوضوء علی المکارہ و کثرۃ الخطا الی المساجد وانتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ، فذلکم الرباط“ ترجمہ: کیا میں تمہاری ایسی چیز کی طرف رہنمائی نہ کروں کہ جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: کیوں نہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا: (سردی وغیرہ کی) مشقت برداشت کر کے اچھے طریقے سے وضو کرنا، مساجد کی طرف زیادہ قدم چلنا

اورایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پس یہ اعمال تمہارے لئے (نفس وشیطان سے) حفاظت کا ذریعہ ہیں۔
(الصحیح لمسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ، ج1، ص127، مطبوعہ کراچی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من اسبغ الوضوء في البرد الشديد، كان له من الاجر كفلان "جس نے سخت سردی میں اچھے طریقے سے وضو کیا، اس کے لئے ثواب کے دو حصے ہیں۔
(المعجم الاوسط، ج5، ص298، مطبوعہ قاھرہ)

شدید سردی میں پیش آنے والی مخصوص صورت میں تیمم جائز ہونے کے دلائل:

قرآن پاک کی آیت: اللہ پاک وضو و غسل کا حکم بیان کرنے کے بعد تیمم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور ان صورتوں میں پانی (کے استعمال پر قدرت) نہ پاؤ، تو پاک مٹی سے تیمم کر لو، تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے، لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے، تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (پ6، س المائدہ، آیت 6)

حدیثِ پاک: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: "احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السلاسل، فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتيممت، ثم صليت باصحابي الصبح، فذكروا ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا عمرو! صليت باصحابك وانت جنب؟ فاخبرته بالذي منعني من الاغتسال وقلت اني سمعت الله، يقول: ﴿ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيما﴾ فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يقل شيئا "ترجمہ: غزوہ ذات السلاسل میں ایک ٹھنڈی رات مجھے احتلام ہو گیا، مجھے خوف لاحق ہوا کہ اگر غسل کروں گا، تو ہلاک ہو جاؤں گا، پس میں نے تیمم کر لیا، پھر اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے سارا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی ہے، حالانکہ تم جُنبی تھے؟ پس جس چیز نے مجھے غسل کرنے سے روکا، میں نے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر دی اور کہا: میں نے اللہ پاک کا فرمان سن رکھا ہے، وہ فرماتا ہے: اور اپنی جانوں کو قتل نہ

کرو، بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور مزید کچھ نہ فرمایا۔
(سننِ ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب اذا خاف الجنب البرد ایتیمم، ج1، ص60، مطبوعہ لاھور)

اس حدیثِ پاک کے تحت عمدۃ القاری میں ہے: "وبہ علم عدم اعادۃ الصلاۃ التی صلاھا بالتیمم فی ھذہ الحالۃ وھو حجۃ علی من یامرہ بالاعادۃ ودل ایضا علی جواز التیمم لمن یتوقع من استعمال الماء الھلاک، سواء کان للبرد او لغیرہ، وسواء کان فی السفر او فی الحضر" ترجمہ: اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اس حالت میں تیمم کے ساتھ جو نماز پڑھی، اسے دوبارہ پڑھنا لازم نہیں اور یہ اس کے خلاف دلیل ہے، جو ایسی نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتا ہے اور اس حدیث میں اس شخص کے لئے تیمم جائز ہونے کی دلیل ہے، جسے پانی کے استعمال کی وجہ سے ہلاکت کا خوف ہو، اب برابر ہے کہ یہ خوف سردی کی وجہ سے ہو یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اور برابر ہے کہ بندہ سفر میں ہو یا مقیم (بہر صورت تیمم کی اجازت ہو گی)۔ (عمدۃ القاری، ج4، ص34، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

فقہی قاعدہ: (1) شریعت کا قاعدہ ہے کہ جہاں ایسی مشقت پائی جائے، جسے شریعت مشقت تسلیم کرتی ہو، تو اس کی وجہ سے بندے کے لئے آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور اتنی سخت سردی کہ جس میں جسم پر پانی بہانے کی وجہ سے بندے کی جان جانے یا کوئی عضو ضائع ہونے وغیرہ کا حقیقی خطرہ موجود ہو، تو یقیناً شریعتِ مطہرہ اسے بھی مشقت تسلیم کرتی ہے، لہذا اس کی وجہ سے بھی تیمم والی رخصت و آسانی ملے گی۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: "القاعدۃ الرابعۃ: (المشقۃ تجلب التیسیر) والاصل فیھا قولہ تعالی: ﴿یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾ وقولہ تعالی: ﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ وفی حدیث: احب الدین الی اللہ تعالی الحنیفیۃ السمحۃ" قال العلماء: یتخرج علی ھذہ القاعدۃ جمیع رخص الشرع وتخفیفاتہ، واعلم ان اسباب التخفیف فی العبادات وغیرھا سبعۃ:۔۔الثانی: المرض، ورخصہ کثیرۃ: التیمم عند الخوف علی نفسہ او علی عضوہ او من زیادۃ المرض او بطئہ" ترجمہ: چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے، اس کی اصل اللہ پاک کا یہ فرمان ہے "اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا" اور مزید یہ فرمان ہے "اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی" اور حدیثِ پاک میں ہے: اللہ پاک کے ہاں پسندیدہ دین، دینِ اسلام ہے، جو نرمی و سہولت والا ہے۔ علماء نے فرمایا: اس قاعدے کی بنیاد پر تمام شرعی رخصتیں اور تخفیفات نکلتی ہیں اور جان لو کہ عبادات وغیرہ میں اسبابِ تخفیف سات ہیں۔ اسبابِ تخفیف میں سے دوسرا سبب مرض ہے اور اس کی بہت سی رخصتیں

ہیں۔(ان میں سے ایک) اپنی جان یا عضو کے ہلاک ہونے یا مرض بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کے خوف سے تیمم کرنا ہے۔ (الاشباہ والنظائر، ج1، ص245تا246، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فقہاء کی تصریحات: سردی کی شدت میں غسل کی جگہ تیمم کرنے کے بارے میں تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:"من عجز--عن استعمال الماء--لبعدہ--میلا--او لمرض--او برد یھلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذالم تکن لہ اجرۃ حمام ولا مایدفئہ--تیمم "ترجمہ: جو شخص پانی کے ایک میل دور ہونے یا اپنے مرض یا ایسی سردی کی وجہ سے اس کے استعمال سے عاجز ہو، جو جنبی کو ہلاک یا بیمار کر دے گی، اگرچہ وہ شہر میں ہو، جبکہ اس کے پاس حمام کی اجرت نہ ہو اور نہ ایسی کوئی چیز ہو جس سے سردی کو دور کر سکے، تو ایسا شخص تیمم کر لے۔

(تنویر الابصار مع در مختار، ج1، ص232تا236، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

"یھلک الجنب" کے تحت فتاوی شامی میں جنبی کے ساتھ بے وضو شخص کے لئے بھی تیمم کا جواز یوں بیان کیا گیا ہے:"قید بالجنب، لان المحدث لا یجوز لہ التیمم للبرد فی الصحیح، خلافا لبعض المشایخ، کما فی الخانیۃ والخلاصۃ وغیرھما وفی المصفی: انہ بالاجماع علی الاصح، قال فی الفتح وکانہ لعدم تحقیق ذلک فی الوضوء عادۃ--اقول:--نعم مفاد التعلیل بعدم تحقیق الضرر فی الوضوء عادۃ انہ لو تحقق جاز فیہ ایضا اتفاقا "ترجمہ: مصنف علیہ الرحمۃ نے جنبی ہونے کی قید لگائی، کیونکہ صحیح قول کے مطابق بے وضو شخص کے لئے سردی کی وجہ سے تیمم کرنا، جائز نہیں، بعض مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، جیسا کہ خانیہ اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ اور مصفی میں ہے: اصح قول کے مطابق بالاجماع وضو کے لئے تیمم کی اجازت نہیں۔ فتح القدیر میں فرمایا: کیونکہ وضو میں عادۃً ہلاکت والی صورت متحقق نہیں ہوتی۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: وضو میں عادۃً نقصان متحقق نہ ہونے کے ساتھ علت بیان کرنے کا مفاد یہ ہے کہ اگر وضو میں نقصان متحقق ہو، تو اس کے لئے بھی بالاتفاق تیمم کرنا، جائز ہے۔

(فتاوی شامی، ج1، ص234، مطبوعہ، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سردی کی وجہ سے جنبی اور بے وضو شخص کے لئے تیمم کا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:"سردی شدید ہے اور حمام نہیں یا اُجرت دینے کو نہیں، نہ پانی گرم کر سکتا ہے، نہ ایسے کپڑے ہیں کہ نہا کر اُن سے گرمی حاصل کر سکے، نہ تاپنے کو الاؤ مل سکتا ہے اور اس سردی میں نہانے سے مرض کا صحیح خوف ہے، تو تیمم کر سکتا ہے، اگرچہ شہر میں ہو"در مختار"سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا"وھو الصحیح، کما فی الخانیہ

والخلاصة، بل ھو بالاجماع، مصفی "ترجمہ: یہی صحیح ہے، جیسا کہ خانیہ اور خلاصہ میں ہے، بلکہ یہ بالاجماع ہے۔ ہاں! اگر اُس سردی میں وضو سے بھی صحیح خوفِ حدوثِ مرض ہو، جب بھی تیمم کرے، خالی وہم کا اعتبار نہانے میں بھی نہیں، وضو تو وضو۔" (فتاوی رضویہ، ج3، ص415، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مزید ایک مقام پر شرعی اجازت ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھانے والے شخص کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو، بے صحیح اندیشہِ مضرت کے تیمم سے پڑھے، تو اس (امام) کی خود نماز نہ ہوگی، دوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو؟ ہاں جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو، جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہے اور یہ نقصان وخوف اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے، تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی اور اب اس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی سے طہارت سے ہونا صحتِ امامت میں خلل انداز نہیں، ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازت شرع کیا ہو، تو آپ ہی نہ اس کی ہوگی، نہ اُس کے پیچھے اوروں کی۔ تنویر میں ہے: "صح اقتداء متوضئ بمتیمم "ترجمہ: تیمم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والے کی اقتداء کرنا صحیح ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص638، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

23جمادی الاولی1443ھ/28دسمبر2021ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

مرد وعورت کا حالتِ جنابت میں میت کو غسل دینے کا حکم

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1344

تاریخ اجراء: 29 جمادی الثانی 1445ھ/12 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مرد یا عورت جنابت کی حالت میں ہوں، تو وہ میت کو غسل دے سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر وہاں دوسرے لوگ موجود ہیں تو جنبی غسل نہ دے کہ جنبی کا میت کو غسل دینا مکروہ ہے مگر یہاں مکروہ سے مراد مکروہِ تنزیہی ہے، کیونکہ فقہائے کرام نے اپنی کتب میں اس بات کو بیان کیا ہے، کہ پاکی کی حالت میں میت کو غسل دینا مستحب اور اَولیٰ ہے۔ میت کو پاک کرنے کا مقصد جنبی کے غسل دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن یہ عمل مکروہ تنزیہی ہو گا۔

میت کو غسل دینے کے احکام بیان کرتے ہوئے بدائع الصنائع میں ہے: ”الجنس یغسل الجنس فیغسل الذکر الذکر والانثی الانثی۔۔۔سواء کان الغاسل جنبا او حائضا لان المقصود وھو التطھیر حاصل فیجوز“ یعنی جنس، جنس کو غسل دے لہٰذا مرد مرد کو غسل دے، عورت عورت کو غسل دے۔ چاہے غسل دینے والا شخص جنبی ہو، حائضہ ہو کیونکہ مقصود حاصل ہو گیا اور وہ میت کی پاکی ہے۔ لہذا ان کا غسل دینا بھی جائز ہے۔ (بدائع الصنائع، جلد2، صفحہ318، مطبوعہ: بیروت)

جوہرہ نیرہ میں ہے: ”ویکرہ للحائض والنفساء والجنب غسل الموتی فان فعلوا اجزاھم لحصول المقصود الا ان غیرھم اولی منھم“ یعنی حیض ونفاس والی عورت اور جنبی کے لیے میت کو غسل دینا مکروہ ہے، لیکن اگر انہوں نے غسل دے دیا تو بھی کافی ہے کیونکہ مقصود حاصل ہو گیا، البتہ ان کے علاوہ دیگر افراد کا غسل دینا، ان کی بہ نسبت بہتر ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ، جلد1، صفحہ257، مطبوعہ: بیروت)

بحر الرائق اور بنایہ میں ہے: واللفظ للبنایۃ "ولو کان الغاسل جنبا۔۔۔ جاز ولکن یکرہ "یعنی اگر میت کو غسل دینے والا شخص جنبی ہو، تو بھی جائز ہے، لیکن مکروہ ہے۔ (البنایہ، جلد3، صفحہ194، مطبوعہ: بیروت)

حلبۃ المجلی میں ہے: "ویستحب ان یکون الغاسل امینا طاھرا اقرب الناس الی المیت "یعنی مستحب یہ ہے کہ میت کو غسل دینے والا امانت دار، طاہر اور میت کا کوئی قریبی ہو۔ (حلبۃ المجلی، جلد2، صفحہ600، نوریہ رضویہ پبلشنگ، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: "نہلانے والا باطہارت ہو، جنب یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو کراہت ہے مگر غسل ہو جائے گا۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ811، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

مستعمل پانی سے استنجاء کرنا

مجیب: ابوصدیق محمدابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-955

تاریخ اجراء: 06محرم الحرام1443ھ/06اگست2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا مستعمل پانی سے استنجاء کرسکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! مستعمل پانی سے استنجاء کرسکتے ہیں۔ کیونکہ مستعمل پانی اگرچہ وضو اور غسل کے قابل نہیں رہتا، مگر یہ ناپاک نہیں ہوتا، جب تک اس میں کوئی نجاست نہ جائے، اس لئے اگر اس میں کوئی نجاست نہیں گئی تو اس سے استنجاء کرسکتے ہیں اور اس سے استنجاء کرنے سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "یجوز تطھیر النجاسۃ بالماء وبکل مائع طاھر یمکن إزالتھا بہ۔۔۔ومن المائعات الماء المستعمل "ترجمہ: پانی کے ساتھ نجاست دور کرنا جائز ہے، اسی طرح ہر مائع چیز جس سے نجاست زائل کرنا ممکن ہو، اس سے نجاست دور کرنا جائز ہے، اور مائع چیزوں میں سے ماء مستعمل بھی ہے۔(فتاوی ہندیہ، ج1، ص41، دارالفکر، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "راجح و معتمد یہ ہے کہ مکلّف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاست حکمیہ مثل حدث وجنابت وانقطاع حیض ونفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اُس کا کوئی حصّہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ در دہ بے ضرورت پڑ جانا پانی کو قابلِ وضو و غسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہو جاتا ہے کہ خود پاک ہے **اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کرسکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اس سے دھو سکتے ہیں، یہی قول نجیح ورجیح ہے۔**" (فتاوی رضویہ، ج2، ص113، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نابالغ سمجھدار بچہ بغیر ثواب کی نیت کے پانی میں ہاتھ ڈال دے، تو کیا وہ پانی مستعمل ہو جائے گا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12731

تاریخ اجراء: 01شعبان المعظم1444ھ/22فروری2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سمجھدار نابالغ بچہ بغیر ثواب کی نیت سے پانی میں اپنا بے دھلا ہاتھ ڈالے، تو کیا پانی مستعمل ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مستعمل پانی سے مراد وہ پانی ہے جسے قربت (نیکی) کے ارادے سے یا پھر حدث دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو، پوچھی گئی صورت میں نہ ہی اس پانی سے حدث دور ہوا کہ بچے پر حدث طاری نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سمجھدار بچے کا مقصود کسی قربت کا حصول تھا، **لہذا پوچھی گئی صورت میں وہ پانی مستعمل نہیں ہو گا۔**

مستعمل پانی کی تعریف تنویر الابصار مع الدر المختار میں یوں مذکور ہے: ”ماء استعمل لاجل قربة۔۔۔أولاجل رفع حدث“ یعنی مائے مستعمل سے مراد وہ پانی ہے جسے قربت کے حصول یا حدث دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔ (درمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الطہارت، باب المیاہ، ج01، ص386-385، مطبوعہ کوئٹہ، ملخصاً)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مستعمل پانی کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”مائے مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اُس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اُسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کر کے عضو سے جُدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے۔“ (فتاوی رضویہ، ج02، ص43، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نابالغ سمجھدار بچہ اگر ثواب کی نیت کرے تو پانی مستعمل ہو گا ورنہ نہیں۔ جیسا کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ فتاوی شامی میں اس کے متعلق نقل فرماتے ہیں: ”**اذا توضأ یرید به التطهیر کما فی الخانیة۔۔۔وظاهره انه لو لم یرد به ذلک لم یصر مستعملاً۔**“ یعنی سمجھدار بچہ اگر پاکی حاصل کرنے کے ارادے سے وضو کرے (تو پانی مستعمل ہو جائے گا) جیسا کہ خانیہ میں مذکور ہے۔۔۔ اور اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ اگر وہ اس سے پاکی حاصل کرنے کا ارادہ نہ کرے تو پانی مستعمل نہ ہو گا۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطہارت، باب المیاہ، ج 01، ص 386، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”نابالغ اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام و حیض ہنوز شروع نہ ہوئے ہوں اس کا پاک بدن جس پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو اگرچہ تمام و کمال آب قلیل میں ڈوب جائے اسے قابلیت وضو و غسل سے خارج نہ کرے گا لعدم الحدث اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے ناسمجھ بچوں میں ہے، بچنا افضل ہے۔ ہاں بہ نیت قربت سمجھ وال بچہ سے واقع ہو تو مستعمل کر دے گا۔“ (فتاوی رضویہ، ج 02، ص 114، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

احتلام ہونے کا وقت معلوم نہ ہو اور نشان دیکھے تو کب سے غسل فرض ہونے کے احکام جاری ہوں گے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13146

تاریخ اجراء: 13 جمادی الاولی 1445ھ/28 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے نمازِ فجر کے بعد کچھ آرام کیا یعنی سو گیا اور پھر انہی کپڑوں میں آفس چلا گیا۔ نمازِ ظہر سے پہلے اُس نے اپنے کپڑوں پر منی کے نشانات دیکھے۔ اب یہ نشانات کب کے لگے ہیں؟ زید کو اس کا کچھ علم نہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ زید نے انہی کپڑوں میں جو نمازِ فجر ادا کی ہے تو کیا اُس کی وہ نمازِ فجر درست ادا ہو گئی یا اُس نماز کو دوبارہ ادا کرنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کوئی شخص اپنے کپڑوں پر منی کے نشانات دیکھے، لیکن یہ نشانات کب لگے؟ اس بارے میں اُسے یقینی معلومات نہ ہوں تو فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اُسے آخری نیند کی طرف لوٹایا جائے گا اور اُس کے بعد کی نمازوں کا اعادہ ہو گا۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں زید کی نمازِ فجر درست ادا ہوئی ہے، اُسے لوٹانے کی حاجت نہیں۔

احتلام کب ہوا؟ اس کا یقینی علم نہ ہونے کی صورت میں آخری نیند سے نمازوں کو لوٹایا جائے گا۔ جیسا کہ درِ مختار، بحر الرائق، تبیین الحقائق، محیطِ برہانی اور غمز العیون وغیرہ کتبِ فقہیہ میں ہے: ”والنظم للاول“ **وجد في ثوبه منيا أو بولا أو ودما أعاد من آخر احتلام** وبول ورعاف ”یعنی جس نے اپنے کپڑوں میں منی یا پیشاب یا خون پایا تو وہ آخری احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے کے بعد پڑھی گئی نمازوں کو لوٹائے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت رد المحتار میں ہے: ”(قوله أعاد من آخر احتلام إلخ) لف ونشر مرتب۔ **وفي بعض النسخ من آخر نوم وهو المراد بالاحتلام؛ لأن النوم سببه** كما نقله في البحر“ یعنی یہ لف و نشر

مرتب ہے، یہاں بعض نسخوں میں آخری نیند کا ذکر ہے اور اس نیند سے بھی احتلام ہی مراد ہے کیونکہ نیند احتلام کا سبب ہے جیسا کہ بحر میں منقول ہے۔(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص220، مطبوعہ بیروت)

حاشیہ طحطاوی علی الدر میں اسی عبارت کے تحت مذکور ہے:"(قوله أعاد من آخر احتلام) ای او جماع كذا في البدائع ومراده بالاحتلام النوم لانه سببه بدليل ما نقله في المحيط عن ابن رستم انه يعيد من آخر نومة نامها فيه اھ بحرو في الشرح لف ونشر مرتب "یعنی آخری احتلام یا جماع کے بعد سے نمازوں کو لوٹائے جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے۔ یہاں احتلام سے مراد نیند ہے کیونکہ وہی احتلام کا سبب ہے اس پر دلیل محیط میں ابن رستم علیہ الرحمہ سے منقول جزئیہ ہے کہ وہ آخری نیند سے نمازوں کو لوٹائے "بحر"۔"اور شرح میں لف ونشر مرتب ہے۔
(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، کتاب الطھارۃ، ج01، ص119، مطبوعہ کوئٹہ)

بنایہ شرح ہدایہ اور الجوہرۃ میں ہے:"والنظم للاول "وذكر ابن رستم في "نوادره "أن من وجد منيا في ثوبه أعاد من آخر نومة نامها فيه للشك فيما قبله، ذكره في "المحيط ""یعنی ابنِ رستم علیہ الرحمہ نے اپنی نوادر میں ذکر کیا کہ جس شخص نے اپنے کپڑوں پر منی پائی تو وہ آخری نیند سے نمازوں کو لوٹائے کہ اس سے پہلے احتلام ہونے میں شک ہے (اور شک پر مسائل کی بنا نہیں رکھی جاتی)۔ محیط میں اسے ذکر کیا۔(البنایۃ فی شرح الھدایۃ، کتاب الطھارۃ، ج01، ص463، مطبوعہ بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

احتلام والے کپڑے پہن کر غسل کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12598

تاریخ اجراء: 20جمادی الاولی1444ھ/15دسمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن کپڑوں میں احتلام ہوا، ان ہی کپڑوں کو پہنے ہوئے غسل کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جن کپڑوں میں احتلام کے ساتھ غسل فرض ہوا ان ہی کپڑوں کو پہن کر غسل کیا اور اتنا پانی بہایا جس سے غالب گمان ہو گیا کہ پانی کپڑے اور بدن پر لگنے والی نجاستِ حقیقیہ (یعنی منی) کو بہا کر لے گیا ہو گا، تو اس صورت میں کپڑے اور بدن نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہو گئے اور غسل کرتے ہوئے مکمل احتیاط کے ساتھ اس کے تمام فرائض (یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور ظاہر بدن پر اس طرح پانی بہانا کہ بال برابر بھی کوئی جگہ خشک باقی نہ رہے) صحیح طور پر ادا کئے، تو غسل ادا ہو گیا اور بدن نجاستِ حکمیہ (یعنی جنابت) سے بھی پاک ہو گیا۔

فتح القدیر میں ہے: ”قال ابو یوسف فی ازار الحمام اذا صب علیه ماء کثیر و هو علیه یطهر بلا عصر“ یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حمام کے ازار کے متعلق فرمایا: جب اس پر کثیر پانی بہا دیا جائے اس حال میں کہ وہ ازار اس نے پہنا ہو، تو بغیر نچوڑے پاک ہو جائے گا۔ (فتح القدیر، جلد1، صفحہ210، مطبوعہ: بیروت)

البحر الرائق میں ہے: ”إذا صب الماء علی الثوب النجس إن أكثر الصب بحيث يخرج ما أصاب الثوب من الماء و خلفه غيره ثلاثا فقد طهر“ یعنی جب ناپاک کپڑے پر پانی بہا دیا گیا، تو اگر پانی کا بہنا کثیر ہو اس طرح سے کہ کپڑے کو جو ناپاک پانی لگا ہو تین بار اس کو نکال دے اور اس کی جگہ دوسرا پانی آ جائے، تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (البحر الرائق، جلد1، صفحہ412، مطبوعہ: کوئٹہ)

البحر الرائق میں ہے: ''ولا یخفی أن الإزار المذکور إن کان متنجسا فقد جعلوا الصب الکثیر بحیث یخرج ما أصاب الثوب من الماء ویخلفه غیره ثلاثا قائما مقام العصر کما قدمناه عن السراج فحینئذ لا فرق بین إزار الحمام وغیره''یعنی مخفی نہیں کہ ازارِ مذکور اگر نجس ہو، تو فقہاء نے کثیر پانی اس طرح کہ کپڑے کو جو ناپاک پانی لگا ہو تین بار اس کو نکال دے اور اس کی جگہ دوسرا پانی آجائے، بہانے کو نچوڑنے کے قائم مقام قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے ماقبل میں سراج سے بیان کیا، تو اس مسئلے میں ازارِ حمام اور اس کے علاوہ میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔(البحر الرائق، جلد1، صفحہ413، مطبوعہ: کوئٹہ)

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ بحر میں اور علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار میں فرماتے ہیں: ''لأن الجریان بمنزلة التکرار والعصر والمعتبر غلبة الظن هو الصحیح''یعنی اس وجہ سے کہ (کثیر) پانی کا بہنا تکرار اور نچوڑنے کے مرتبہ میں ہے اور اعتبار ظنِ غالب کا ہے، یہ قول صحیح ہے۔(البحر الرائق، جلد1، صفحہ412، مطبوعہ: کوئٹہ)

فقیہِ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''نجس کپڑا پہن کر غسل کرنے کے بارے میں حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر غسل کرنے والے نے اپنے کپڑے پر بہت پانی ڈالا تو وہ پاک ہو جائے گا اور جب کپڑا پاک ہو جائے، تو وہ صحتِ غسل کو مانع نہ ہوگا۔۔۔اس لئے غسل میں بہت زیادہ پانی ڈالنا یقیناً تین بار دھونے اور اور نچوڑنے کے قائم مقام ہو جائے گا''(ملتقط از فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ166، شبیر برادرز، لاہور)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ غسل کے فرائض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''غسل میں تین فرض ہیں۔(1) کلی: کہ مونھ کے ہر پرزے، گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے ۔۔۔(2) ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے دھلنا کہ پانی سونگھ کر اوپر چڑھائے، بال برابر جگہ بھی دھلنے سے رہ نہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔۔۔(3) تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پرزے، ہر رونگٹے پر پانی بہ جانا''(بہارِ شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ316۔317، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تنبیہ:

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ غسل کرنے میں بے احتیاطی اختیار کرتے ہیں، جبکہ غسل کرنے اور بالخصوص ناپاک کپڑے پہن کر غسل کرنے میں انتہائی احتیاط کی حاجت ہے، اگر بے احتیاطی اختیار کی اور اتنا کثیر پانی نہ بہایا جو

نجاست کو بہا کر لے جانے والا ہو، تو بدن اور کپڑے پاک نہ ہوں گے، بلکہ اس طرح کی بے احتیاطی سے کپڑے اور بدن کا وہ حصہ بھی ناپاک ہو جائے گا جہاں یہ نجاست سے لگنے والا پانی پہنچا۔ اسی طرح کپڑے پہنے ہوئے غسل کرنے میں غسل کے فرائض ادا کرنے میں بھی نہایت احتیاط ضروری ہے کہ کپڑا پہنے ہونے کی حالت میں بھی عام حالت کی طرح ظاہر بدن کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں پانی بہایا جائے، اگر احتیاط نہیں کی گئی اور ظاہرِ بدن کی بال برابر بھی کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی، تو غسل ادا نہ ہو گا۔

ناپاک کپڑا پہن کر غسل کرنے پر تنبیہ کرتے ہوئے مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لوگ عموماً بہت زیادہ پانی نہیں ڈالتے، جس سے نجاست اور پھیل جاتی بلکہ ہاتھ میں نجاست لگ جاتی ہے، پھر بے احتیاطی سے سارا بدن یہاں تک برتن بھی نجس ہو جاتا، اس لئے پاک ہی کپڑا پہن کر غسل کرنا چاہئے'' (فتاوی فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 166، شبیر برادرز، لاہور)

فتاوی مصطفویہ میں ہے: ''(تہبند باندھ کر غسل کرنے کی صورت میں) احتیاط کریں سارے جسم پر پانی بہہ جائے، اس طرح تہبند جسم سے علیحدہ کر کے پانی ڈالیں'' (فتاوی مصطفویہ، صفحہ 137، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

دلہن نے مہنگا میک اپ کیا ہو اور وضو ٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1373

تاریخ اجراء: 27 جمادی الثانی 1445ھ/10 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی دلہن کا میک اپ کروانے کے بعد وضو ٹوٹ جائے، تو اس کے لیے کیا حکم ہو گا؟ میک اپ 30 سے 35 ہزار اور کوئی کوئی 60 سے 70 ہزار تک کا ہوتا ہے، تو کیا وضو کے لئے چہرہ وغیرہ اعضائے وضو دھونا لازم ہوں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میک اپ کتنا ہی مہنگا کیوں نہ ہو اس کی وجہ سے وضو کرنے کا حکم ختم نہیں ہوتا، دلہن پر بدستور وضو کر کے ہی نماز پڑھنا شرعاً فرض رہے گا کیونکہ میک اپ کا خراب ہو جانا ایسا عذر نہیں ہے جس کے سبب تیمم کرنا جائز ہو۔ دلہن کا وضو ٹوٹ جائے اور فرض نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو تو وضو کر کے ہی نماز پڑھنا فرض ہے۔ البتہ ممکنہ صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ دلہن باوضو ہو کر میک اپ کروائے اور پھر اس وضو کو برقرار رکھے تاکہ نمازوں کے اوقات میں اس کو وضو نہ کرنا پڑے، یوں یہ باوضو حالت میں نماز بھی پڑھ لے گی اور میک اپ پر بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تاہم اگر باوضو ہو کر میک اپ تو کر لیا لیکن میک اپ کے بعد دوبارہ وضو کی حاجت پیش آئی تو اب نماز کے لئے دوبارہ وضو کرنا ضروری ہو گا، فقط میک اپ کے خراب ہو جانے کے سبب تیمم نہیں کر سکتی۔ نیز اگر میک اپ واٹر پروف ہے یا تہہ والا ہے جو پانی کھال تک پہنچنے سے رکاوٹ بنے گا تو میک اپ ختم کروا کر ہی وضو کرنا ہو گا اوپر سے وضو کرنے سے وضو نہ ہو گا۔

تنبیہ: شادی بیاہ اور اس طرح کے دیگر مواقع پر بعض عورتیں معاذاللہ ثم معاذاللہ میک اپ خراب ہونے کے ڈر سے یا سستی کے باعث نمازیں قضا کر دیتی ہیں۔ یاد رہے! کہ بلاوجہِ شرعی کسی ایک وقت کی نماز بھی قضا کر دینا سخت ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ لہٰذا ایسی اسلامی بہنوں کو چاہیئے کہ اللہ عزوجل کے قہر و غضب سے ڈرتے ہوئے ان مواقع پر بھی اپنی نمازوں کا خاص خیال رکھیں۔

قصداً نماز قضا کر دینے سے متعلق "کنز العمال" کی حدیث شریف میں ہے کہ حضور جانِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من ترک الصلاۃ متعمداً کتب اسمہ علی باب النار ممن یدخلھا" ترجمہ: جس نے قصداً نماز چھوڑی تو اس کا نام جہنم کے اس دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے جس سے وہ جہنم میں داخل ہو گا۔ (العیاذ باللہ)

(کنز العمال، جلد7، صفحہ325، الحدیث:19090، موسسۃ الرسالۃ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا غیر ضروری بال صاف کرنے کے لیے استرہ استعمال کرنا

مجیب: مفتی ابوالحسن محمد ھاشم خان عطاری

فتوی نمبر: 37

تاریخ اجراء: 17رجب المرجب1435ھ17اپریل2014ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ عورتیں اپنے غیر ضروری بال استرے یا اس کے علاوہ لوہے کی کسی اور چیز سے صاف کر سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض عورتیں اس بارے میں سخت وعیدیں سناتی ہیں کہ اس طرح کرنے والی کا جنازہ نہیں اٹھے گا۔ کیا یہ درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لئے بھی اپنے غیر ضروری بال استرے یا اس کے علاوہ لوہے وغیرہ کی کسی چیز سے صاف کرنا جائز ہے۔ شریعت مطہرہ کو مقصود یہاں کی صفائی ہے وہ کسی بھی چیز سے حاصل ہو جائے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے "قال: " الفطرة خمس او خمس من الفطرة الختان، والاستحداد، وتقليم الاظفار، ونتف الابط، وقص الشارب "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "پانچ چیزیں فطرت ہیں یا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں عانہ کی صفائی کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کی صفائی کرنا اور مونچھیں چھوٹی کرنا۔ (صحیح مسلم، جلد1، صفحہ221، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیث پاک کی شرح میں المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج میں ہے: "الاستحداد فهو حلق العانة سمی استحدادا لاستعمال الحديدة وهی الموسی وهو سنة والمراد به نظافة ذلک الموضع والافضل فيه الحلق ويجوز بالقص والنتف والنورة والمراد بالعانة الشعر الذی فوق ذكر الرجل وحواليه وكذا ك الشعر الذی حوالی فرج المراة "ترجمہ: استحداد سے مراد عانہ کی صفائی ہے استحداد کا نام اس لئے دیا گیا کہ اس میں لوہا یعنی استرہ استعمال کیا جاتا ہے اور وہ سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے اور اس میں افضل حلق کرنا ہے اور بال چھوٹے کرنے، اکھیڑنے اور نورہ لگانے کے ساتھ جائز ہے اور عانہ سے مراد وہ بال ہیں جو مرد کے

ذکر کے اوپر اور اس کے ارد گرد ہوتے ہیں اور اسی طرح وہ بال مراد ہیں جو عورت کی فرج کے گرد ہوتے ہیں۔ (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، کتاب الطھارۃ، جلد3، صفحہ148، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ہے: "الاستحداد ای حلق العانۃ وہو استفعال من الحدید وہو استعمال الحدید من نحو الموسی فی حلق العانۃ ذی الشعر الذی حوالی ذکر الرجل وفرج المراۃ" ترجمہ: استحداد یعنی عانہ کی صفائی کرنا اور وہ لوہے سے کام کرنا ہے اور وہ لوہا استعمال کرنا ہے جسے عانہ کے وہ بال جو مرد کے ذکر اور عورت کی فرج کے گرد ہوتے ان کی صفائی میں استرہ استعمال کرنا۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد7، صفحہ2814، دار الفکر، بیروت)

اسی طرح کے ایک سوال "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد اگر اپنے زیر ناف کے بال مقراض سے تراشے یا عورت استرہ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ)" کا جواب دیتے ہوئے امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: "حلق و قصر و نتف و تنور یعنی مونڈنا، کترنا، اکھیڑنا، نورہ لگانا سب صورتیں جائز ہیں کہ مقصود اس موضع کا پاک کرنا ہے اور وہ سب طریقوں میں حاصل۔ فی صحیح مسلم ابن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال قال الفطرۃ خمس او خمس من الفطرۃ الختان والاستحداد وتقلیم الاظفار ونتف الابط وقص الشارب، قال الشارح النووی واما الاستحداد فھو حلق العانۃ وھو سنۃ والمراد بہ نظافۃ ذٰلک الموضع، انتھی ملخصا وبمثلہ قال الغزالی فی احیائہ وغیرہ فی غیرہ" ترجمہ: صحیح مسلم بن الحجاج میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا امور فطرت پانچ ہیں۔ یا یوں فرمایا پانچ کام فطرت میں سے ہیں: (1) ختنہ کرنا (2) زیر ناف کے بال مونڈنا (3) ناخن کاٹنا (4) بغلوں کے بال اکھیڑنا اور (5) مونچھیں کترنا، شارح صحیح مسلم امام نووی نے فرمایا رہا استحداد تو وہ مقام ستر کے بال مونڈنے ہیں اور وہ عمل سنت ہے اور اس عمل سے اس جگہ کی طہارت مقصود ہے (تلخیص پوری ہوگئی) امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے احیاء علوم الدین میں اور دوسروں نے دوسری کتابوں میں اس طرح صراحت فرمائی ہے۔ مگر حلق مرد میں بہ نسبت قصر و نتف و تنور کے افضل ہے کہ احادیث خصال و عامہ کتب فقہ میں اس خصلت کا ذکر بلفظ حلق و استحداد وغیرہ۔" قال النووی والافضل فیہ الحلق ویجوز بالقص والنتف والنورۃ وفی الفتاوی الھندیۃ الافضل ان یقلم اظفارہ ویحلق عانتہ انتھی مختصر" ترجمہ: امام نووی نے فرمایا کہ زیر ناف بال ہٹانے کے لئے زیادہ بہتر عمل

مونڈنا ہے البتہ کترنا، اکھیڑنا اور چونا وغیرہ لگانا بھی جائز ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ناخن کاٹے جائیں اور زیر ناف بال مونڈے جائیں۔

اور عورت کے لئے بعض علماء نے نتف (اکھاڑنا) حلق (مونڈنا) سے افضل قرار دیا اور بعض علماء نے بالعکس ملا علی قاری مرقاۃ میں پہلا مذہب اختیار کرتے ہیں۔ اور حدیث صحیحین میں وارد: "حتی تستحد المغیبۃ" (یہاں تک کہ زیر ناف بال صاف کرے) اشعۃ اللمعات میں علامہ تورپشتی سے نقل کیا یہاں استحداد سے بال دور کرنا مراد ہے نہ کہ خاص استعمال قدسی ابن عربی محاکمہ کرتے ہیں کہ نوجوان عورت کو احتراز مناسب اور عمر رسیدہ کو مضرت نہیں۔ اور نتف ایام ضعف میں باعث استرخائے فرج تو میانہ کو اس سے بچنا زیبا اور نوجوان میں بوجہ شباب قوت پر احتمال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ600-601، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اور بعض عورتیں اس پر جو وعیدیں سناتی ہیں کہ استرہ اور لوہے کی چیز سے بال کٹوانے والی کا جنازہ نہیں اٹھتا، محض بے اصل اور احمقانہ بات ہے، ایسی باتوں سے احتراز چاہئے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
Darulifta Ahlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

غسل کے تیمم کا طریقہ

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2538

تاریخ اجراء: 25 شعبان المعظم 1445ھ/07 مارچ 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی پر غسل فرض ہو اور اسے پانی نہ ہونے یا کسی دوسری شرعی وجہ سے تیمم کرنا پڑے تو اس کا کیا طریقہ ہو گا؟ کیا غسل کے تیمم میں غسل کے طریقے پر ہی تیمم کیا جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو طریقہ وضو کے تیمم کا ہے، وہی طریقہ غسل کے تیمم کا ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ: پاکی حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ (کھلی) کر کے کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے (جیسے پتھر، چونا، مٹی، اینٹ وغیرہ) ہو مار کر لوٹ لیں (یعنی آگے بڑھائیں اور پیچھے لائیں) اگر زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں اور اس سے سارے منہ کا مسح کریں۔ پھر دوسری بار اسی طرح ہاتھ زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں کا ناخنوں سے لے کر کہنیوں سمیت مسح کر لیں۔

مسح کرنے میں اس بات کا خیال رہے کہ مسح اس طرح کیا جائے کہ منہ اور ہاتھوں کا کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے، اگر بال برابر بھی کوئی جگہ باقی رہ گئی تو تیمم نہیں ہو گا۔

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: ”والتیمم من الجنابة والحدث سواء یعنی فعلاً ونیةً، وعند ابی بکر الرازی: لابد من نیة التمییز ان کان للحدث نوی رفع الحدث، وان کان للجنابة نوی رفع الجنابة۔ والصحیح: أنه لا یحتاج الی نیة التمییز، بل اذا نوی الطهارة أو استباحة الصلاة أجزأه وکذا التیمم للحیض والنفاس“ ترجمہ: جنابت اور حدث کا تیمم طریقے اور نیت دونوں اعتبار سے برابر ہے۔ اور ابو بکر رازی کے نزدیک نیتِ تمیز ضروری ہے، یعنی اگر حدث کیلئے تیمم ہو تو حدث کو دور کرنے کی نیت کرے اور اگر جنابت کیلئے تیمم ہو تو جنابت کو دور کرنے کی نیت کرے، اور صحیح یہ ہے کہ نیت تمیز کی حاجت نہیں، بلکہ اگر مطلقاً طہارت کی نیت کی یا نماز کو

جائز کرنے کی نیت کی تو یہ کافی ہے، یونہی حیض ونفاس کے تیمم کا معاملہ ہے۔(الجوھرۃ النیرۃ، جلد1، صفحہ69، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے ”تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کرکے کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے ہو مار کر لوٹ لیں اور زِیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں اور اس سے سارے مونھ کا مسح کریں پھر دوسری مرتبہ یونہیں کریں اور دونوں ہاتھوں کا ناخن سے کہنیوں سمیت مسح کریں۔ وضو اور غسل دونوں کا تیمم ایک ہی طرح ہے۔“(بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ353، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

غسل میں ناخنوں کے نیچے والے حصے کو دھونے کا حکم

ریفرنس نمبر: Nor.8926

تاریخ:05.09.2018

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ناخنوں کو بڑھے ہوئے چالیس سے زائد دن نہیں ہوئے، تو کیا فرض غسل کے لیے ان ناخنوں کے نیچے پانی بہانا ضروری ہے؟ اور اگر چالیس دن سے زیادہ دن ہو گئے، تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

ناخنوں کو بڑھے ہوئے چالیس دن سے کم عرصہ ہوا ہو یا زیادہ، اگر ان میں میل نہ ہو تو فرض غسل کرتے ہوئے ان کے نیچے پانی بہانا ضروری ہے اور اگر ان میں میل ہو، تو میل کو نکالنا ضروری نہیں، اس کے اوپر سے پانی بہہ جائے، تب بھی غسل ہو جائے گا۔

فتح القدیر میں ہے: "یجب ایصال الماء الی ما تحتہ ان طال الظفر "یعنی اگر ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو ان کے نیچے پانی بہانا واجب ہے۔ (فتح القدیر ج1، ص13 مطبوعہ کوئٹہ)

قاضی خان میں ہے کہ: "واجمعوا علی ان الدرن لا یمنع تمام الغسل والوضوء لانہ یتولد من ذلک الموضع "یعنی فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جسم کا میل وضو اور غسل سے مانع نہیں کیونکہ یہ جسم کے اسی حصے سے بنتی ہے جہاں لگی ہو۔ (قاضی خان، ج1، ص38، مطبوعہ کراچی)

در مختار میں ہے کہ: " ولا یمنع الطھارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ وحناء ولو جرمہ بہ یفتی ودرن وسخ وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقاً قرویا اومدنیاً فی الاصح "یعنی طہارت سے مانع نہیں ہے مچھر اور مکھی کی بیٹ جو جسم تک پانی کو پہنچنے نہ دے اور مہندی اگرچہ جرم دار ہو، اسی پر فتویٰ ہے۔ مٹی اور میل مطلقاً شہری کے ہو یا دیہاتی کے اگرچہ ناخوں میں ہو۔ (درمختار ج1، ص316، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ میں جن اعضاء کو وضو میں دھونا ضروری ہے، ان کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "**دسوں ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے ہاں میل کا ڈر نہیں**"۔۔ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "ظاہر ہے کہ وضو میں جس جس عضو کا دھونا فرض ہے، غسل میں بھی فرض ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج1، حصہ ب، ص602،598، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے کہ "جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کی نگہداشت واحتیاط میں حرج ہو، ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کسی دھونے کی جگہ پر اس کے لگے رہ جانے سے اگرچہ جرم دار ہو، اگرچہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے، اگرچہ سخت چیز ہو وضو ہو جائے گا۔ جیسے پکانے گوندھنے والوں کے لئے آٹا، رنگریز کے لئے رنگ کا جرم، عورتوں کے لئے مہندی کا جرم، لکھنے والوں کے لئے روشنائی کا جرم، مزدور کے لئے گارا مٹی، عام لوگوں کے لئے کوئے یا پلک میں سرمہ اسی طرح بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ وغیرہ۔"

(بہار شریعت ج1 ص292، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح رہے کہ چالیس روز سے زیادہ ناخن یا موئے بغل یا موئے زیر ناف رکھنے کی اجازت نہیں۔ چالیس روز کے بعد گناہ گار ہوں گے۔ ایک آدھ بار میں گناہ صغیرہ ہو گا، عادت ڈالنے سے کبیرہ ہو جائے گا۔

(مستفاد از فتاوی رضویہ جلد22 صفحہ678)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

24 ذوالحجۃ الحرام 1439ھ/05 ستمبر 2018ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

کاغذ سے استنجا کرنے کا حکم

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1121

تاریخ اجراء: 11 ربیع الثانی 1445ھ/27 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا کاغذ سے استنجاء کرنا، جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کاغذ اگرچہ سادہ ہو تب بھی اس سے استنجاء کرنا مکروہ و ممنوع ہے، البتہ ٹوائلٹ پیپر سے استنجاء کرنے کی اجازت ہے۔

درمختار میں ہے: "(وکرہ) تحریما (بعظم وطعام وروث وآجر وخزف وزجاج و) شیء محترم" یعنی: ہڈی، کھانے، خشک لید، پختہ اینٹ، ٹھیکری اور محترم چیز سے استنجاء کرنا **مکروہ تحریمی** ہے۔

مذکورہ عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ شامی علیہ رحمہ فرماتے ہیں: "(وشیء محترم) ویدخل ایضا الورق قال فی السراج: قیل انہ ورق الکتابۃ، وقیل ورق الشجر وایہما کان فانہ مکروہ واقرہ فی البحر وغیرہ۔۔۔وکذا ورق الکتابۃ لصقالتہ وتقومہ، ولہ احترام ایضا لکونہ آلۃ لکتابۃ العلم ولذا علل فی التاترخانیہ بان تعظیمہ من ادب الدین" یعنی: اور محترم چیز میں کاغذ بھی داخل ہیں، اور سراج میں فرمایا: کہا گیا ہے اس سے لکھنے والے کاغذ مراد ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ درختوں کے پتے مراد ہیں، ان میں سے کوئی بھی مراد ہو بہر حال اس سے استنجاء **مکروہ** ہے۔ بحر وغیرہ میں اسی کو ثابت کیا، اور لکھائی کے صفحے کے مکروہ ہونے کی وجہ ان کا صاف اور قیمتی ہونا ہے اور ان کاغذوں کا احترام اس وجہ سے بھی ہے کیونکہ یہ علم لکھنے کا آلہ ہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار، جلد1، صفحہ605، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "کاغذ سے استنجا کرنا **مکروہ و ممنوع** و سنت نصاری ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو، اور لکھا ہوا ہو تو بدرجہ اولی۔" (فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ599، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”کاغذ سے استنجاء منع ہے اگرچہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابوجہل جیسے کافر کا نام لکھا ہو۔“ (بہارشریعت، جلد1، صفحہ414، مکتبۃ المدینہ کراچی)

امیر اہلسنت مولانا الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنے رسالے استنجاء کا طریقہ میں لکھتے ہیں: ”ٹائلٹ پیپر کے استعمال کی علماء نے اجازت دی ہے کیوں کہ یہ اسی مقصد کیلئے بنایا گیا ہے اور لکھنے میں کام نہیں آتا۔ البتہ بہتر مٹی کا ڈھیلا ہے۔“ (استنجاء کا طریقہ، صفحہ9، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12502

تاریخ اجراء: 01ربیع الثانی1444ھ/28اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔البتہ احتلام ہونے کی صورت میں عورت پر غسل اسی وقت فرض ہوگا کہ جب منی فرجِ داخل سے خارج ہو جائے۔

سننِ ترمذی کی حدیثِ مبارک ہے:"عن أم سلمة قالت: جاءت أم سليم بنت ملحان إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله، إن الله لا يستحيي من الحق فهل على المرأة تعني غسلا إذا هي رأت في المنام مثل ما يرى الرجل؟ قال: نعم، إذا هي رأت الماء فلتغتسل۔"ترجمہ:"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگیں: یارسول اللہ! اللہ عزوجل حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا، کیا عورت پر بھی غسل فرض ہے، جب وہ خواب میں وہی چیز دیکھے جو مرد دیکھتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ہاں، جب وہ منی دیکھے تو غسل کرے۔ ""

(سننِ ترمذی، ج01، ص74، مطبوعہ دار الفکر)

فتاوی رضویہ میں ہے:"**المرأة كالرجل في الاحتلام** نص عليه محمد كما في مختصر الامام الحاكم الشهيد فان احتلمت ولم تر بللا لا غسل عليها هو المذهب كما في البحر والدر وبه يؤخذ قاله شمس الائمة الحلواني وهو الصحيح قاله في الخلاصة وعليه الفتوى قاله في معراج الدراية والبحر والمجتبى والحلية والهندية وبه افتى الفقيه ابو جعفر واعتمده فقيه النفس في الخانية۔"یعنی احتلام کے معاملے میں عورت مرد ہی کی طرح ہے۔امام محمد نے اس کی تصریح فرمائی ہے، جیسا کہ امام حاکم شہید کی مختصر میں ہے۔تو اگر عورت کو احتلام ہوا اور تری نہ دیکھے تو اس پر غسل نہیں۔یہی مذہب ہے۔جیسا کہ البحر الرائق و در مختار

میں ہے۔اوراسی کو لیا جائے گا، یہ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا۔یہی صحیح ہے۔یہ خلاصہ میں فرمایا۔اسی پر فتوی ہے۔یہ معراج الدرایہ، البحر الرائق، مجتبی، حلیہ اور ہندیہ میں کہا۔اوراسی پر فقیہ ابو جعفر نے فتوی دیا۔اسی پر فقیہ النفس نے خانیہ میں اعتماد فرمایا۔(فتاوی رضویہ، ج01(ب)، ص717، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

عورت کو احتلام ہو تو کس صورت میں غسل فرض ہوتا ہے؟اس سے متعلق فتاوی عالمگیری میں ہے:"ولو تذكر الاحتلام ولذة الإنزال ولم ير بللا لا يجب عليه الغسل والمرأة كذلك في ظاهر الرواية؛ لأن خروج منيها إلى فرجها الخارج شرط لوجوب الغسل عليها وعليه الفتوى۔هكذا في معراج الدراية۔"یعنی اگر احتلام یاد ہو مگر وہ شخص تری نہ دیکھے تو اس پر غسل واجب نہیں، ظاہر الروایہ کے مطابق اس معاملے میں عورت بھی مرد ہی کے حکم میں ہے، کیونکہ عورت کی منی کا خارج ہو کر فرج داخل کی طرف آجانا اس عورت پر غسل واجب ہونے کی شرط ہے اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں مذکور ہے۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، ج01، ص15، مطبوعہ پشاور)

بہار شریعت میں ہے:"عورت کو خواب ہوا تو جب تک مَنی فرجِ داخل سے نہ نکلے غُسل واجب نہیں۔"(بہارِ شریعت، ج01، ص322، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

مونچھیں بالکل صاف کروانے کا کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 29

تاریخ اجراء: 29 شوال المکرم 1430ھ/19 اکتوبر 2009ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا بالکل مونچھیں صاف کرنا چاہیے؟ اگر کوئی مونچھیں بالکل صاف کرے تو اس پر کیا حکم ہے؟ حرام ہے یا مباح ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مونچھوں کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ بہار شریعت میں ہے: ”مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں اور ایک روایت میں مونڈانا آیا ہے۔“ (بہار شریعت، حصہ 16، جلد 3، صفحہ 585، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ہندیہ میں ہے: ”ذكر الطحاوي في شرح الآثار أن قص الشارب حسن، وتقصيره أن يؤخذ حتى ينقص من الإطار وهو الطرف الأعلى من الشفة العليا قال والحلق سنة وهو أحسن من القص وهذا قول أبي حنيفة وصاحبيه رحمهم الله“ ترجمہ: امام طحاوی نے شرح الآثار میں فرمایا کہ مونچھیں کاٹنا اچھا ہے اور اس کا کم کرنا اتنا ہے کہ اوپر والا ہونٹ واضح ہو جائے۔ فرمایا کہ مونڈنا سنت ہے اور یہ کاٹنے سے زیادہ اچھا ہے اور یہ قول امام ابو حنیفہ و صاحبین رحمہم اللہ کا ہے۔ (ھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع، قص الشارب، جلد 5، صفحہ 358، مطبوعہ کوئٹہ)

بحر الرائق میں ہے: ”أن السنة قص الشارب لا حلقه“ ترجمہ: سنت مونچھیں کتروانا ہے منڈوانا نہیں۔ (البحر الرائق، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، جلد 3، صفحہ 18، مطبوعہ کوئٹہ)

اصل بات یہ ہے کہ مونچھیں خوب پست کرنا سنت ہے، کاٹنا بھی درست ہے اور مونڈنا گناہ نہیں۔ حلق کے معنی مونڈنا ہیں، قص کے معنی کٹوانا، احفاء کے معنی خوب پست کرنا ہے۔ فتاوی ہندیہ میں شرح معانی الآثار کے حوالے سے جو جزئیہ نقل کیا گیا ہے اس میں لفظ ”حلق“ جبکہ اصل کتاب میں احفاء ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کی

روشنی میں یہی ثابت کیا ہے کہ مونچھیں خوب پست کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ شرح معانی الآثار میں ہے: ''قال أبو جعفر فذهب قوم من أهل المدينة إلى هذه الآثار، واختاروا الها قص الشارب على إحفائه وخالفهم في ذلك آخرون فقالوا بل يستحب إحفاء الشوارب، نراه أفضل من قصها۔۔ عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال (أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحى). فهذا رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد أمر بإحفاء الشوارب، فثبت بذلك الإحفاء على ما ذكرنا، في حديث ابن عمر. وفي حديث ابن عباس وأبي هريرة، (جزوا الشوارب) فذاك يحتمل أن يكون جزا، معه الإحفاء۔۔ فإنا رأينا الحلق قد أمر به في الإحرام، ورخص في التقصير. فكان الحلق أفضل من التقصير، وكان التقصير، من شاء فعله، ومن شاء زاد عليه، إلا أنه يكون بزيادته عليه أعظم أجرا ممن قص. فالنظر على ذلك أن يكون كذلك حكم الشارب قصه حسن، وإحفاؤه أحسن وأفضل. وهذا مذهب أبي حنيفة، وأبي يوسف، ومحمد'' ترجمہ: امام جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے ایک گروہ نے مونچھیں خوب پست کرنے سے کاٹنے کو افضل ٹھہرایا۔ دوسرے گروہ نے فرمایا کہ مونچھیں خوب پست کرنا کاٹنے سے افضل ہے ۔امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم مونچھیں خوب پست کرنے کو کاٹنے سے افضل جانتے ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھی کو معافی دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں مونچھیں خوب پست کرنے کا حکم دیا تو خوب پست کرنے کا افضل ہونا اس حدیث سے ثابت ہو گیا۔ حضرت ابن عمر، ابن عباس اور ابوہریرہ کی جو حدیث ہے جس میں ہے مونچھیں کاٹو (جو کہ اہل مدینہ کے گروہ کا مذہب ہے) اس میں یہ احتمال ہے کہ اتنی کاٹو کہ پست ہو جائیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ احرام میں حلق کرنے کا حکم دیا گیا اور بال چھوٹے کرنے کی رخصت دی گئی حالانکہ حلق کرنا اس سے افضل تھا دیکھو یہی حکم مونچھوں کا ہے کہ کاٹنا اچھا ہے اور خوب پست کرنا زیادہ اچھا و افضل ہے اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، جلد 2، صفحہ 316، مطبوعہ لاھور)

امام طحاوی کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ مونچھیں خوب پست کرنا مستحب ہے۔ فتاوی ہندیہ میں جو حلق کا لفظ استعمال ہوا، اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ احفاء مونڈنے کے قریب ہوتا ہے، اس لئے وہاں لفظ حلق استعمال کیا گیا، جبکہ مونڈنے کو بعض علماء نے مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: ''قال الطحاوی يستحب إحفاء الشوارب ونراه أفضل من قصها وفي شرح شرعة الإسلام قال الإمام الإحفاء قريب

من الحلق وأما الحلق فلم یرد بل کرھه بعض العلماء ورآه بدعة اه وفی الخانیة وینبغی أن یأخذ من شاربه حتی یوازی الطرف الأعلی من الشفة العلیا ویصیر مثل الحاجب "ترجمہ: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مونچھوں کو خوب پست کرنا مستحب ہے اور ہمارے نزدیک کاٹنے سے یہ افضل ہے۔ شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہے: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: احفاء مونڈنے کے قریب ہے اور بہر حال مونڈنا، تو اس کا رد نہیں کیا جائے گا، بلکہ بعض علماء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور اسے بدعت میں شمار کیا ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے: مناسب یہ ہے کہ اپنی مونچھوں کو کاٹے، یہاں تک کہ اوپر والے ہونٹ والی سائیڈ کے برابر ہو جائے اور ابرو کی طرح (باریک) ہو جائے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، جلد1، صفحہ342، مطبوعہ مصر)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وفیه دلیل لما قاله النووی من أن السنة فی امر الشارب أن لا یبالغ فی إحفائه بل یقتصر علی ما تظهر به حمرة الشفة وطرفها وهو المراد بإحفاء الشوارب فی الأحادیث " ترجمہ: امام نووی کے قول کی اس حدیث میں دلیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ مونچھیں پست کرنے میں سنت یہ ہے کہ بالکل ہی ان کا صفایا نہ کیا جائے بلکہ اتنی پست ہوں کہ اوپر کے پورے ہونٹ کی سرخی نظر آئے، آحادیث میں جو مونچھیں پست کرنے کا حکم ہے ان سے یہی مراد ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب الاطعمہ، جلد7، صفحہ2728، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض اور نفاس کے مسائل

حیض کے دنوں میں عورت کا شوہر کے قریب آنا

فتوی نمبر: WAT-133

تاریخ اجراء: 01ربیع الاول1443ھ/10اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت حیض کے دنوں میں شوہر کے قریب آسکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

یادرہے کہ حالت حیض میں بیوی کے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک کے حصے کو اتنے موٹے کپڑے وغیرہ کو حائل کیے بغیر کہ جس سے بدن کی گرمی محسوس نہ ہو، مرد کا اپنے کسی عضو کے ساتھ، شہوت سے یا بغیر شہوت کے چھونا جائز نہیں اور اتنے حصے کو شہوت کے ساتھ دیکھنا بھی جائز نہیں۔ہاں ناف سے اوپر والے حصے سے اور گھٹنوں سے نیچے والے حصے سے، جس طرح چاہے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ نیز حالت حیض میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حالتِ حیض میں مینسٹرل کپ استعمال کرنا

مجیب: ابو مصطفی محمد کفیل رضا مدنی

فتوی نمبر: Web-396

تاریخ اجراء: 20ذوالحجۃ الحرام1443ھ/20جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورتوں کا حیض میں مینسٹرل کپ استعمال کرنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

استعمال کر سکتے ہیں، جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

چار ماہ سے کم حمل کے ضائع ہونے کے بعد آنے والے خون کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ مارچ 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کا چار ماہ سے کم کا حمل ضائع ہو جائے، تو اس کے بعد آنے والے خون کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں چار مہینے یعنی 120 دن ہونے سے پہلے ہی حمل ضائع ہو جائے، تو اگر معلوم ہو کہ حمل کا کوئی عضو جیسے انگلی یا ناخن یا بال وغیرہ بن چکا تھا، اس کے بعد حمل ضائع ہوا، تو آنے والا خون نفاس ہو گا، عورت نفاس کے احکام پر عمل کرے گی، کیونکہ اعضا چار ماہ سے پہلے بننا شروع ہو جاتے ہیں جبکہ روح چار ماہ مکمل ہونے پر پھونکی جاتی ہے اور عضو بن جانے کے بعد حمل ضائع ہو جانے کی صورت میں آنے والا خون نفاس کا ہوتا ہے۔ البتہ حمل چار مہینے یعنی 120 دن سے پہلے ضائع ہو جانے کی صورت میں اگر معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی عضو بنا تھا یا نہیں یا معلوم ہو کہ کوئی بھی عضو نہیں بنا تھا، تو آنے والا خون نفاس نہیں ہو گا۔ اس صورت میں خون اگر کم از کم تین دن رات یعنی 72 گھنٹے تک جاری رہا اور اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک رہ چکی تھی، تو یہ خون حیض کا ہو گا، اس صورت میں عورت حیض کے احکام پر عمل کرے گی اور اگر تین دن رات سے پہلے ہی خون بند ہو گیا یا بند تو نہ ہوا لیکن اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک نہیں رہی تھی، تو یہ خون استحاضہ یعنی بیماری کا ہو گا، اس صورت میں عورت استحاضہ کے احکام پر عمل کرے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat Darulifta Ahlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر کا حالت حیض میں بیوی کی شرمگاہ چھونا کیسا؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-813

تاریخ اجراء: 04 جمادی الثانی 1444ھ/28 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا شوہر دوران حیض اپنی بیوی کی شرمگاہ میں انگلی ڈال سکتا ہے یا بلا حائل چھو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دوران حیض عورت کی ناف سے لے کر گھٹنوں تک نفع اٹھانا بلکہ اس کی طرف شہوت سے نظر کرنا بھی جائز نہیں، لہٰذا سوال میں پوچھا گیا فعل بھی ناجائز ہے، البتہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے علاوہ عورت کے جسم سے نفع اٹھانا شوہر کیلئے جائز ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ”کلیہ یہ ہے کہ حالت حیض و نفاس میں زیر ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بلا کسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسم عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلا شہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحقِ ذکر کرکے انزال کرنا۔“

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عادت سے پہلے خون بند ہو جائے تو جماع کا حکم

مجیب: ابو حفص محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-905

تاریخ اجراء: 15 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ/15 جون 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت جسے پچھلے مہینے 7 دن حیض آیا، اب 5 دن میں ختم ہو گئے تو اب غسل کے بعد میاں بیوی جماع کر سکتے ہیں یا 2 دن کا انتظار کرنا لازم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں عادت کے دن پورے ہونے میں ابھی 2 دن باقی ہیں لہذا جماع کے لیے 2 دن انتظار کرنا لازم ہے۔ اس میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر عورت کے عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے حیض کا خون بند ہو جائے تو اگرچہ عورت غسل کر لے تب بھی عادت کے دن مکمل ہونے تک جماع ناجائز ہے۔ بہار شریعت میں ہے "عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تو اگرچہ غُسل کر لے جِماع ناجائز ہے تاوقتیکہ عادت کے دن پورے نہ ہو لیں، جیسے کسی کی عادت چھ ٦ دن کی تھی اور اس مرتبہ پانچ ہی روز آیا تو اسے حکم ہے کہ نہا کر نماز شروع کر دے مگر جِماع کے لیے ایک دن اور انتظار کرنا واجب ہے۔" (بہار شریعت، ج 01، حصہ 02، ص 383، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے حیض کا خون بند ہو جائے

مجیب: ابو رجا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-573

تاریخ اجراء: 19رجب المرجب1443ھ/21فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کسی عورت کو 7 دن حیض آنے کی عادت ہو اور 5 دن پر بند ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کسی عورت کو پہلے 7 دن حیض آتا تھا۔ اس بار 5 دن پر رک گیا۔ تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ جتنے دن پچھلی بار آیا، نماز پڑھنے کیلئے اس کے مکمل ہونے کا انتظار نہیں کرے گی۔ البتہ اگر شادی شدہ ہے تو شوہر سے ملنے کیلئے عادت کے دن ختم ہونے کا انتظار کرنا لازم ہے۔

بہار شریعت میں ہے "جس عورت کو تین ۳ دن رات کے بعد حَیض بند ہو گیا اور عادت کے دن ابھی پورے نہ ہوئے یا نِفاس کا خون عادت پوری ہونے سے پہلے بند ہو گیا، تو بند ہونے کے بعد ہی غُسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ عادت کے دنوں کا انتظار نہ کرے۔۔۔ عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تو اگرچہ غُسل کر لے جِماع ناجائز ہے تاوقتیکہ عادت کے دن پورے نہ ہو لیں، جیسے کسی کی عادت چھ ٦ دن کی تھی اور اس مرتبہ پانچ ہی روز آیا تو اسے حکم ہے کہ نہا کر نماز شروع کر دے مگر جِماع کے لیے ایک دن اور انتظار کرنا واجب ہے۔" (بہار شریعت، ج01، حصہ02، ص383،381، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

ایام حیض میں بیوی کا بوسہ لینا کیسا

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-348

تاریخ اجراء: 02ذوالحجۃ الحرام1443ھ/02جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا ایامِ حیض میں بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے یا شریعتِ مطہرہ نے اس حالت میں بیوی سے ہر قسم کا نفع اٹھانے سے ممانعت فرمائی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر ایامِ حیض میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے، بوسہ لینے کی شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے البتہ حیض کے دنوں میں شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کسی بھی مقام کو اپنے کسی حصۂ بدن سے بلا حائل نہ چھوئے، البتہ اگر اتنا موٹا کپڑا حائل ہو جس سے بدن کی گرمی محسوس نہ ہو، تو چھو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جسم کے دیگر مقامات کو چھونا یا بوس و کنار کرنا، جائز ہے۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کلیہ یہ ہے کہ حالتِ حیض و نفاس میں زیرِ ناف سے زانو (یعنی گھٹنے) تک عورت کے بدن سے بلا کسی ایسے حائل (کپڑے وغیرہ) کے جس کے سبب جسمِ عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع (یعنی فائدہ حاصل کرنا) جائز نہیں، یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں، اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلا شہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحقِ ذکر کر کے انزال کرنا۔" (فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ 353، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض ونفاس کی حالت میں، عورت کی میت کو غسل دینا

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-869

تاریخ اجراء: 06ذیقعدۃ الحرام1443ھ/06جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کسی عورت کا حیض و نفاس کی حالت میں، دوسری کسی عورت کی میت کو غسل دینا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میت کو غسل دینے والے کے لیے باطہارت ہونا چاہیے، حیض و نفاس والی اگر کسی عورت کی میت کو غسل دے تو اس کے غسل دینے سے غسل تو ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے، لہذا جب تک دوسری کوئی پاک عورت میسر ہو تو اسی سے غسل دلوایا جائے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے "**وينبغي أن يكون غاسل الميت على الطهارة كذافي فتاوى قاضي خان، ولو كان الغاسل جنبا أو حائضا أو كافرا جاز ويكره، كذافي معراج الدراية.**" ترجمہ: میت کو غسل دینے والے کے لیے باطہارت ہونا چاہیے جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر غسل دینے والا جنبی یا حائضہ یا کافر ہو اتو غسل ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے، اسی طرح معراج الدرایہ میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی غسل المیت، ج01، ص159، کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت مخصوص ایام میں جس بستر پر سوتی ہو پاکی کے ایام میں اس پر سونے کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-761

تاریخ اجراء: 05 جمادی الاول 1444ھ/29 نومبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت اپنے مخصوص ایام میں جس بستر پر سوتی ہے، کیا پاکی کے ایام میں وہ اس بستر پر سو سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حائضہ جس بستر پر سوئے اس بستر پر حیض کے بعد سونے میں کوئی حرج نہیں فقط حالت حیض میں سونے کی وجہ سے وہ بستر ناپاک نہیں ہوگا ہاں اگر واقعتا کوئی نجاست لگ جائے تو اسے دھو کر پاک کر لیا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

مباشرت کے فورا بعد حیض آجائے تو مباشرت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-713

تاریخ اجراء: 01جمادی الاول 1444ھ/26نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر پاکی کی حالت میں صحبت کی لیکن صحبت کرنے کے بعد فوراً حیض شروع ہو گیا تو کیا گناہ گار ہوں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی صحبت کرنے سے پہلے اور صحبت کرتے ہوئے حیض کا خون نہیں آیا تھا بلکہ پاکی کے دن تھے اور پھر صحبت کے فوراً بعد حیض آگیا تو اس صورت میں کوئی گناہ نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

ناپاکی کی حالت میں یاذالجلال والاکرام کا وظیفہ پڑھنا

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2468

تاریخ اجراء: 09 شعبان المعظم 1445ھ/20 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

یاذالجلال والاکرام، یہ وظیفہ ناپاکی یعنی حیض یا جنابت کی حالت میں پڑھنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! جنابت یا حیض کی حالت میں مذکورہ وظیفہ پڑھنا جائز ہے البتہ اس میں بہتر یہ ہے کہ وضو یا کلی کر کے وظائف کرے اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حرج نہیں۔

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے: وَيَجُوزُ لِلْجُنُبِ وَالْحَائِضِ الدَّعَوَاتُ وَجَوَابُ الْأَذَانِ وَنَحْوُ ذَلِكَ "ترجمہ: جُنبی اور حائضہ عورت کے لئے مختلف دعائیں اذان کا جواب وغیرہ جائز ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، جلد 1، صفحہ 43، دارالکتب العلمیۃ)

بہار شریعت میں حیض و نفاس کے متعلق احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا: "قرآنِ مجید کے علاوہ اَور تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور ان چیزوں کو وُضو یا کُلّی کر کے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حَرَج نہیں اور ان کے چھونے میں بھی حَرَج نہیں۔ (بہار شریعت، جلد 1، حصہ 2، صفحہ 379، مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

نفاس کا خون وقفے وقفے سے آنے کے متعلق احکام

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2084

تاریخ اجراء: 02ربیع الثانی1445ھ/18اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ میرا ابیٹا آپریشن سے 4 ستمبر کو پیدا ہوا ہے اور مجھے سوا مہینے تک period اتنے نہیں آرہے تھے بلکہ دو تین دن چھوڑ کے آرہے تھے وہ اس طرح کہ 6 September سے خون بالکل رک گیا اور پھر 9 october کو لیکوریا کی شکایت ہو گئی تو پھر میں نے ایک مہینہ چار دن کے بعد 9 October کو غسل کر لیا اب مجھے دوبارہ 13 اکتوبر کو period آگئے ہیں تو اب میں کیا کروں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں دوبارہ اگر آپ کا خون صرف 13 اکتوبر کو آیا اور 13 اکتوبر کو ہی رک گیا تھا تب تو یہ سارے دن (4 ستمبر سے 13 اکتوبر تک) نفاس ہی کے شمار کئے جائیں گے، کیونکہ 4 ستمبر سے 13 اکتوبر تک 40 ہی دن بنتے ہیں جو کہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ اور اگر 13 اکتوبر کے بعد بھی خون جاری رہا تو اس میں دو صورتیں ہوں گی:

(1) اگر آپ کا یہ پہلا بچہ ہے تب اس میں سے 40 دن (4 ستمبر سے 13 اکتوبر تک) نفاس اور باقی استحاضہ شمار کیا جائیگا۔

(2) اور اگر آپ کے ہاں پہلے بھی بچہ ہو چکا ہے تو آخری بچے کے وقت جتنے دن خون آیا تھا اتنے دن نفاس کے شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ۔

مثال کے طور پر پچھلی بار آپ کو 30 دن خون آیا تھا اور اب کی بار 40 سے بھی اوپر چلا گیا تو اس بار بھی 30 دن نفاس کے شمار ہوں گے اور 30 سے اوپر والے سارے دن استحاضہ کے ہوں گے لہذا تیسویں روز سے چالیسویں روز تک کی نمازوں کی قضا پڑھنی ہو گی۔

نوٹ: حیض اور نفاس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ خون لگاتار جاری ہو بلکہ وقفہ وقفہ سے بھی آسکتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر کا حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو چھونا کیسا؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-765

تاریخ اجراء: 19 جمادی الاول 1444ھ/14 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا شوہر اپنی بیوی کے باری کے دنوں میں کپڑوں کے اوپر سے اس کے جسم کو چھو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی حالت میں بیوی کے ناف سے لے کر گھٹنوں سمیت حصہ بدن کو بلا حائل چھونا حرام و گناہ ہے۔ ہاں اگر اتنا موٹا کپڑا یا چادر وغیرہ حائل ہو جس سے بدن کی گرمی محسوس نہ ہو تو پھر چھونا، جائز ہے۔ البتہ ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے کے حصے کو بلا حائل بھی چھو سکتا ہے۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں جب کہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو شہوت سے ہو یا بے شہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو گی تو حرج نہیں۔ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یوہیں بوس و کنار بھی جائز ہے۔“ (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 382، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کے ایام میں بسم اللہ کے ساتھ اسماء الحسنیٰ کا وظیفہ پڑھنا کیسا؟

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1184

تاریخ اجراء: 09جمادی الاول1445ھ/24نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

خواتین حیض کے دنوں میں بسم اللہ کے ساتھ اسماء الحسنیٰ کا وظیفہ پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

خواتین کے لئے حیض کے دنوں میں قرآن مجید کے علاوہ تمام اذکار، کلمہ شریف، درود شریف، دعائیں وغیرہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، لہٰذا اگر اس وظیفے میں صرف بسم اللہ شریف اور اللہ تعالیٰ کے نام ہی پڑھے جاتے ہیں، کوئی آیت یا اس کا جُزء نہیں پڑھا جاتا، تو حیض کے دنوں میں ایسا وظیفہ پڑھنا جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ پڑھنے سے پہلے وضو یا کلی کر لی جائے۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”(ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى وتسبيح)“ یعنی حائضہ اور جنبی کے لئے دُعاؤں کے پڑھنے، انہیں ہاتھ لگانے اور اٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں اور تسبیحات پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، جلد1، صفحہ536، مطبوعہ: کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: ”قرآن مجید کے علاوہ تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حرج نہیں۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ379، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

ناپاکی کی حالت میں پہنے ہوئے کپڑے کیا ناپاک ہوں گے؟

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-79

تاریخ اجراء: 21رجب المرجب1442ھ/06مارچ2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر احتلام ہو جائے اور نجاست والے کپڑے اتار کر صاف ستھرے کپڑے پہن لئے تو کیا غسل کرنے کے بعد یہ کپڑے پاک رہیں گے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! اگر ان کپڑوں پر کوئی نجاست نہیں لگی ہے تو یہ کپڑے پاک ہی رہیں گے لہٰذا غسل کرنے کے بعد یہی کپڑے پہن سکتے ہیں اور ان کپڑوں میں نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر کا حیض ونفاس کی حالت میں بیوی سے ہم بستری کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12435

تاریخ اجراء: 01ربیع الاول1444ھ/28ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوا اور عورت کو نفاس کا خون آرہا ہو، اس حالت میں شوہر کا صحبت کرنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حالت نفاس یا حالت حیض میں صحبت کرنا تو دور کی بات، شوہر کے لئے عورت کے ناف سے گھٹنے تک کے حصے کو اپنے کسی بھی عضو سے بلا حائل چھونا، چاہے شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے ہو، بہر صورت ناجائز ہے۔ البتہ ناف سے گھٹنے تک کے حصے کو ایسے حائل سے چھونا، جائز ہے جس سے بدن کی گرمی محسوس نہ ہو، یونہی ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حرج نہیں۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”(وقربان ماتحت إزار) يعني مابين سرة وركبة **ولوبلا شهوة**، وحل ماعداه مطلقاً“ یعنی ناپاکی کی حالت میں عورت کے ناف سے لے کر گھٹنوں کے مابین حصے سے قربت حاصل کرنا اگرچہ بلا شہوت ہو، جائز نہیں۔ اس کے علاوہ حصے کو مطلقاً چھونا جائز ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو۔

(قوله يعني مابين سرة وركبة) کے تحت رد المحتار میں ہے: ”فيجوز الاستمتاع بالسرة ومافوقها والركبة وماتحتها ولوبلا حائل، وكذا بمابينهما بحائل بغير الوطء“ یعنی ناف اور اس کے اوپر یونہی گھٹنے اور اس کے نیچے کے حصے سے فائدہ حاصل کرنا شرعاً جائز ہے اگرچہ بلا حائل ہو، اسی طرح ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصے کو بغیر وطی کے ایسے کسی حائل کے ساتھ چھونا، جائز ہے (جس سے بدن کی گرمی محسوس نہ ہو)۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص534، مطبوعہ کوئٹہ)

بدائع الصنائع میں ہے: ”یحرم القربان فی حالتی الحیض والنفاس“ یعنی: حیض ونفاس کی حالت میں جماع حرام ہے۔(بدائع الصنائع، کتاب الطھارۃ، ج01، ص167، دار الحدیث، القاھرۃ)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: ”کلیہ یہ ہے کہ حالتِ حیض میں ونفاس میں زیرِ ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بلا کسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسمِ عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے، تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلا شہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً تمتع جائز یہاں تک کہ سحقِ ذکر کر کے انزال کرنا۔“(فتاوی رضویہ، ج04، ص353، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

حیض ونفاس کے احکام بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”ہمبستری یعنی جماع اس حالت میں حرام ہے۔۔۔۔اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عُضْوْ سے چھونا، جائز نہیں جب کہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔ شَہوت سے ہو یا بے شَہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو گی تو حَرَج نہیں۔ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حَرَج نہیں۔ یوہیں بوس وکنار بھی جائز ہے۔“(بہار شریعت، ج01، صفحہ382، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ ”حیض ونفاس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟“ اس کے جواب میں ہے: ”**حیض یا نفاس میں نکاح صحیح ہے مگر جب تک پاک نہ ہو لے جماع حرام۔**“(فتاوی امجدیہ، ج02، ص55، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض میں کنڈوم لگا کر جماع کرنا

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-484

تاریخ اجراء: 21 جمادی الاخری 1443ھ / 25 جنوری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

حیض میں کنڈوم لگا کر اس طرح جماع کر سکتے ہیں کہ رانیں بلا حائل مس نا ہونے پائیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی حالت میں مطلقا جماع کرنا ناجائز و گناہ ہے، چاہے کنڈوم کا استعمال کریں یا نہ کریں، بلکہ حالت حیض میں بیوی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک کے حصے کو اتنے موٹے کپڑے وغیرہ کو حائل کیے بغیر کہ جس سے بدن کی گرمی محسوس نہ ہو، مرد کا اپنے کسی عضو کے ساتھ شہوت سے یا بغیر شہوت کے چھونا جائز نہیں اور اتنے حصے کو شہوت کے ساتھ دیکھنا بھی جائز نہیں۔ ہاں ناف سے اوپر والے حصے سے اور گھٹنے سے نیچے والے حصے سے جس طرح چاہے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ نیز حالت حیض میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: (وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ) ترجمہ کنزالایمان: اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہو لیں۔ (سورۃ البقرۃ، پ02، آیت 222)

فتاوی رضویہ میں ہے "کلیہ یہ ہے کہ حالتِ حیض و نفاس میں زیر ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بلا کسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسم عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلا شہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحق ذکر کر کے انزال کرنا۔" (فتاوی رضویہ، ج04، ص353، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عُضْوْ سے چھونا جائز نہیں جب کہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو شَہوت سے ہو یا بے شَہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو گی تو حَرَج نہیں۔ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حَرَج نہیں۔یوہیں بوس و کنار بھی جائز ہے۔۔۔اس حالت میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔"(بہار شریعت،ج01،حصہ02،ص382،383،مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض کا خون دس دن سے زیادہ آئے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1055

تاریخ اجراء: 11 صفر المظفر 1444ھ/08 ستمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر حیض کے ایام دس دن سے بڑھ جائیں تو اس کے نماز و روزہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی مدت زیادہ سے زیادہ دس دن ہے، اگر خون دس دن سے بڑھ جائے لیکن جن تاریخوں میں خون آنے کی عادت تھی ان ساری تاریخوں میں بھی آیا اور ان سے زائد میں بھی آیا، تو اس کی درج ذیل صورتیں ہیں:

(الف) عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا اور دس دن سے بڑھ گیا ہے تو پہلے دس دن حیض شمار ہوگا اور اس کے بعد استحاضہ اور چونکہ استحاضہ میں نماز و روزہ معاف نہیں ہے لہذا دس دن کے بعد غسل کر کے نماز و روزہ شروع کر دے گی۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ عورت کی پہلے سے کوئی عادت ہے مثلاً سات دن عادت ہے لیکن اس بار دس دن سے بڑھ گیا تو سات دن حیض کے شمار ہوں گے اور بقیہ دن استحاضہ شمار ہوگا نیز اس صورت میں دس دن کے بعد سے نہا کر نمازیں شروع کر دے گی اور سات دن کے بعد سے دس دن تک جتنی نمازیں چھوٹ گئیں ان سب کی قضا کرے گی۔

(ج) اور اگر کوئی عادت مقرر نہیں تھی بلکہ کبھی چار دن کبھی پانچ دن اور کبھی سات دن تو پچھلی بار جتنے دن تھے وہی اب بھی حَیض کے ہیں باقی اِستحاضہ۔

نوٹ: یہ حکم صرف اس صورت سے متعلق ہے کہ جب ان تمام تاریخوں میں خون آیا، جن میں خون آنے کی عادت تھی اور ساتھ میں عادت کی تاریخوں سے زائد دنوں میں خون آیا۔ اگر اس کے علاوہ صورت ہو کہ خون آنے کی تاریخوں

میں بالکل نہ آیا، یا تھوڑے دن آیا تو ان کے احکام جاننے کے لیے مفتیانِ اہلسنت سے رابطہ کیا جائے یا مکتبۃ المدینہ کی کتاب "خواتین کے مخصوص مسائل" کا مطالعہ کیا جائے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

ڈیڑھ ماہ کا حمل ضائع ہونے کی صورت میں آنے والا خون نفاس کا شمار ہوگا یا حیض کا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12102

تاریخ اجراء: 12 رمضان المبارک 1443ھ/14 اپریل 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے ڈیڑھ ماہ کا حمل ضائع ہو گیا ہے، اس صورت میں آنے والا خون نفاس کا شمار ہو گا یا حیض کا؟؟ رہنمائی فرمادیں۔ سائل: اسید (via، میل)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ڈیڑھ ماہ کا حمل ضائع ہونے پر آنے والا خون نفاس کا خون نہیں، کیونکہ حمل ساقط ہونے کی صورت میں آنے والا خون اس وقت نفاس کا خون شمار ہوتا ہے جبکہ اس کا کوئی عضو (جیسے ہاتھ، پاؤں، انگلیاں) بن چکا ہو، اور فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق عضو بننا 120 دن بعد ہی ہوتا ہے، اس سے پہلے نہیں، جبکہ صورتِ مسئولہ میں وہ حمل 120 دن سے پہلے ہی ضائع ہو گیا۔

البتہ صورتِ مسئولہ میں یہ آنے والا خون حیض کا شمار ہو گا یا استحاضہ کا؟ اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ خون تین دن تک جاری رہتا ہے تو اس صورت میں یہ خون حیض کا شمار ہو گا، کیونکہ صورتِ مسئولہ میں ڈیڑھ ماہ حمل رہنے کی صورت میں پندرہ دن سے زائد عرصہ پاکی کا گزر چکا ہے، ورنہ اگر یہ خون تین دن سے پہلے ہی بند ہو جاتا ہے تو اس صورت میں یہ خون استحاضہ کا شمار ہو گا۔

حمل ساقط ہونے کی صورت میں آنے والے خون کے حوالے سے "تنویر الابصار مع الدر المختار" میں مذکور ہے: "(وسقط ظهر بعض خلقه كيد أو رجل) أو أصبع أو ظفر أو شعر، **ولا يستبين خلقه إلا بعد مائة وعشرين يوما** (ولد) حكما (فتصير) المرأة (به نفساء)۔۔۔**فإن لم يظهر له شيء فليس بشيء، والمرئي حيض إن دام ثلاثا وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة**" یعنی حمل ساقط ہوا اور اس کا کوئی عضو بن چکا تھا جیسے ہاتھ یا پاؤں یا انگلیاں یا ناخن یا بال، تو اس صورت میں وہ حکماً بچہ کہلائے گا اور عورت آنے والے خون کے ذریعے

نفاس والی شمار ہو گی۔ یاد رہے کہ ایک سو بیس دن کے بعد ہی عضو کا بننا ظاہر ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔اور اگر اس حمل کا کوئی عضو ظاہر نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں نفاس کا حکم نہیں ہو گا۔ البتہ اس صورت میں اگر یہ آنے والا خون تین دن تک جاری رہے اور اس سے پہلے پاکی کے پندرہ دن گزر چکے ہوں تو یہ خون حیض کا شمار ہو گا، ورنہ پھر استحاضہ کا شمار ہو گا۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص549-551، مطبوعہ کوئٹہ، ملخصاً و ملتقطاً)

نیز بہارِ شریعت میں ہے: ”حمل ساقط ہو گیا اور اس کا کوئی عُضْو بن چکا ہے جیسے ہاتھ، پاؤں یا انگلیاں تو یہ خون نِفاس ہے۔ **ورنہ اگر تین دن رات تک رہا اور اس سے پہلے پندرہ دن پاک رہنے کا زمانہ گزر چکا ہے تو حَیض ہے اور جو تین دن سے پہلے ہی بند ہو گیا یا ابھی پورے پندرہ دن طہارت کے نہیں گزرے ہیں تو اِستحاضہ ہے۔**“ (بہار شریعت، ج01، ص377، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حمل ضائع ہونے کے بعد آنے والے خون کا حکم

مجیب: مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ نومبر 2023

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی اہلیہ کا دوماہ کا حمل ضائع (Miscarriage) ہو گیا اور دو دن تک خون جاری رہا اس کے بعد رک گیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کی اہلیہ کا بچہ ضائع ہونے کی صورت میں جو دو دن تک خون آتا رہا وہ نفاس کا خون شمار ہو گا یا حیض کا؟ نیز ان دنوں کی نمازوں کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کردہ صورت میں حمل ضائع ہونے کے بعد دو دن تک جو خون آتا رہا وہ استحاضہ کا خون شمار ہو گا اور ان دنوں کی نمازیں اگر نہیں پڑھیں تو ان کی قضا کرنا لازم ہو گی۔

مسئلہ کی تفصیل: قوانینِ شرعیہ کے مطابق اگر عورت کا حمل 120 دن سے پہلے ساقط (Miscarriage) ہو جائے تو اگر معلوم ہو کہ حمل کا کوئی عضو جیسے انگلی یا ناخن یا بال وغیرہ بن چکا تھا، اس کے بعد حمل ضائع ہوا، تو آنے والا خون نفاس ہو گا، عورت نفاس کے احکام پر عمل کرے گی، کیونکہ اعضاء چار ماہ سے پہلے بننا شروع ہو جاتے ہیں جبکہ روح چار ماہ مکمل ہونے پر پھونکی جاتی ہے اور عضو بن جانے کے بعد حمل ضائع ہو جانے کی صورت میں آنے والا خون نفاس کا ہوتا ہے۔ البتہ حمل چار مہینے یعنی 120 دن سے پہلے ضائع ہو جانے کی صورت میں اگر معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی عضو بنا تھا یا نہیں یا معلوم ہو کہ کوئی بھی عضو نہیں بنا تھا، تو آنے والا خون نفاس نہیں ہو گا۔ اس صورت میں خون اگر کم از کم تین دن رات یعنی 72 گھنٹے تک جاری رہا اور اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک رہ چکی تھی، تو یہ خون حیض کا ہو گا اور اس صورت میں عورت حیض کے احکام پر عمل کرے گی اور اگر تین دن رات سے پہلے ہی خون بند ہو گیا یا بند تو نہ ہوا لیکن اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک نہیں رہی تھی، تو یہ خون استحاضہ یعنی بیماری کا ہو گا، اس صورت میں عورت استحاضہ کے احکام پر عمل کرے گی۔ لہٰذا دریافت کردہ صورت میں جبکہ 120

دن سے پہلے دوماہ بعد ہی حمل ضائع ہو گیا تھا اور اس کے بعد جو خون آیا وہ بھی دو دن بعد بند ہو گیا تھا تو اصول کے مطابق وہ استحاضے کا خون شمار ہو گا اور استحاضے کی حالت میں نماز و روزہ کی معافی نہیں تو زید کی اہلیہ نے اگر ان دنوں کی نمازیں نہیں پڑھیں تو ان کی قضا کرنا ان پر لازم ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

پہلا نفاس چالیس دن سے پہلے رک جائے تو ہمبستری کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13019

تاریخ اجراء: 17 ربیع الاول 1445ھ/04 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہلے بچے میں نفاس کا خون 40 دن سے پہلے رک جائے اور عورت غسل بھی کر لے، تو اس کا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے یا چالیس دن پورے ہونے کا انتظار کرنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس عورت کے ہاں پہلی دفعہ بچے کی ولادت ہوئی اور نفاس کا خون چالیس دن پورے ہونے سے پہلے ہی رک گیا اور خون رکنے کے بعد اس نے غسل بھی کر لیا، تو اس کے شوہر کا اس کے ساتھ ہمبستری کرنا، جائز ہے۔

منہل الواردین میں ہے: ”(لا یجوز وطؤها) ای وطی من انقطع دمها قبل اکثر المدة۔۔۔ (الا ان تغتسل) وان لم تصل به (او تتیمم) عند العجز عن الماء (فتصلی) بالتیمم۔۔۔ (او) ان (تصیر صلاة دینا فی ذمتها) وذلک بان یبقی من الوقت بعد الانقطاع مقدار الغسل والتحریمة فانه یحکم بطهارتها بمضی ذلک الوقت ویجب علیها القضاء وان لم تغتسل ولزوجها وطؤها بعده ولو قبل الغسل“ یعنی جس عورت کا خون اکثر مدت سے پہلے منقطع ہو گیا، اس عورت سے وطی جائز نہیں مگر یہ کہ وہ غسل کر لے اگرچہ اس غسل سے نماز ادا نہ کرے یا پانی سے عجز کی صورت میں تیمم کر لے اور اس تیمم سے نماز ادا کر لے یا کوئی نماز اس کے ذمہ پر دین ہو جائے اور یہ اس طرح کے خون رک جانے کے بعد غسل کر کے تکبیرِ تحریمہ کہہ لینے کی مقدار نماز کا وقت باقی ہو، تو اس وقت کے گزرنے کے ساتھ ہی پاکی کا حکم دیا جائے گا اگرچہ اس نے غسل نہ کیا ہو اور اس کے شوہر کے لئے اس وقت کے بعد وطی کرنا، جائز ہو گا اگرچہ غسل سے پہلے ہو۔ (منہل الواردین رسالۃ من رسائل ابن عابدین، جلد 1، صفحہ 92، سہیل اکیڈمی، لاہور، ملتقطا)

امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”پہلا ہی حیض ہے جو اس عورت کو آیا اور دس ۱۰ دن سے کم میں ختم ہوا تو اُس سے صحبت جائز ہونے کے لئے دو ۲ باتوں سے ایک بات ضرور ہے یا (۱) تو عورت نہالے اور

اگر بوجہ مرض یا پانی نہ ہونے کے تیمم کرنا ہو تو تیمم کر کے نماز بھی پڑھ لے خالی تیمم کافی نہیں یا (۲) طہارت نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس پر کوئی نمازِ فرض فرض ہو جائے یعنی نماز پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں نہا کر سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی اس صورت میں بے طہارت کے بھی اُس سے صحبت جائز ہو جائے گی ورنہ نہیں" (فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ352، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا ناپاکی کی حالت میں بچے کو دودھ پلانا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12584

تاریخ اجراء: 12 جمادی الاولی 1444ھ/07 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت جنابت کی حالت میں بچے کو دودھ نہیں پلا سکتی؟ کیا اس حالت میں دودھ ناپاک ہو جاتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جنابت طاری ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کے جسم میں نجاست داخل ہو جائے اور وہ ناپاک شمار ہو، لہذا عورت ناپاکی کی حالت میں بچے کو دودھ پلا سکتی ہے، اس میں کوئی گناہ والی بات نہیں۔

البتہ ضمناً یہ مسئلہ ضرور ذہن نشین رہے کہ جس پر غسل فرض ہو، اسے بلاوجہ نہانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ اور غسل میں اتنی تاخیر کر دینا کہ معاذاللہ نماز ہی قضاء ہو جائے، یہ حرام و گناہ ہے۔

امام مسلم علیہ الرحمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: ”کنت اشرب وانا حائض ثم اناوله النبی صلی اللہ علیه وسلم فیضع فاه علی موضع فیَّ فیشرب واتعرّق العرق وانا حائض ثم اناوله النبی صلی اللہ علیه وسلم فیضع فاه علی موضع فیَّ“ ترجمہ: میں حیض کی حالت میں پانی پیتی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی برتن پیش کرتی تو آپ اپنا منہ شریف میرے منہ والی جگہ پر رکھ کر پانی نوش فرماتے اور میں حیض کی حالت میں ہڈی چوستی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا منہ شریف میرے منہ والی جگہ پر رکھتے۔ (الجامع الصحیح للمسلم، ج01، ص143، مطبوعہ کراچی)

اس حدیث کی شرح کے تحت علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”وھذا یدلّ علی جواز مؤاکلة الحائض ومجالستها وعلی **انّ اعضاءها من الید والفم وغیرهما لیست بنجسة**“ ترجمہ: اس سے

معلوم ہوا کہ حائضہ کے ساتھ کھانا، پینا اور اس کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حائضہ کے اعضاء یعنی ہاتھ، منہ وغیرہ نجس نہیں ہیں۔(مرقاۃ المفاتیح، ج02، ص98، مطبوعہ ملتان)

جنابت طاری ہونے سے انسان نجس نہیں ہوتا۔ جیسا کہ شرح ابو داؤد للعینی میں ہے: "**الإنسان إذا أصابته الجنابة لم ينجس**، وإن صافحه جنب أو مشرك لم ينجس۔" یعنی انسان پر جب جنابت طاری ہو جائے تو وہ نجس نہیں ہو گا، اگر جنبی یا مشرک کسی سے ہاتھ ملائیں تو وہ نجس نہیں ہو گا۔(شرح سنن أبي داود، باب البول فی الماء الراکد، ج01، ص205، مطبوعہ ملتان)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: "حائضہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز۔"(فتاوی رضویہ، ج4، ص356، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملخصاً)

جس پر غسل فرض ہو وہ نہانے میں تاخیر نہ کرے۔ جیسا کہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "جس پر غسل واجب ہے اسے چاہیے کہ نہانے میں تاخیر نہ کرے۔ حدیث میں ہے جس گھر میں جنب ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور اگر اتنی دیر کر چکا کہ نماز کا آخر وقت آگیا تو اب فوراً نہانا فرض ہے، اب تاخیر کرے گا گنہگار ہو گا۔"(بہارِ شریعت، ج01، ص325، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا DNC کے بعد نفاس کے 40 دن پورے کرنے ضروری ہیں؟

مجیب: مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2426

تاریخ اجراء: 20 رجب المرجب 1445ھ / 01 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جس کی DNC ہوتی ہے، کیا اسے بھی نفاس کے 40 دن پورے کرنے ہوتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ڈی این سی ایک سرجیکل طریقہ کار ہے، جو مس کیرج (اسقاطِ حمل) کے بعد رحم سے باقی ماندہ ٹشو کو ہٹانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اسقاطِ حمل (یعنی حمل ضائع ہونے یا ضائع کروانے) کے بعد آنے والے خون کے متعلق حکم شرعی تفصیل یہ ہے کہ:

اگر حمل چار مہینے یعنی 120 دن مکمل ہونے سے پہلے ہی ضائع ہو گیا ہو، تو اس صورت میں اگر یہ معلوم ہو کہ حمل کا کوئی عضو جیسے انگلی یا ناخن یا بال وغیرہ بن چکا تھا، اس کے بعد حمل ضائع ہوا ہے، تو آنے والا خون نفاس ہو گا، عورت نفاس کے احکام پر عمل کرے گی، کیونکہ اعضا چار ماہ سے پہلے بننا شروع ہو جاتے ہیں، جبکہ روح چار ماہ مکمل ہونے پر پھونکی جاتی ہے اور عضو بن جانے کے بعد حمل ضائع ہو جانے کی صورت میں آنے والا خون نفاس کا ہوتا ہے۔

اور حمل چار مہینے یعنی 120 دن سے پہلے ضائع ہو جانے کی صورت میں اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی عضو بنا تھا یا نہیں، یا یہ معلوم ہو کہ کوئی بھی عضو نہیں بنا تھا، تو آنے والا خون نفاس نہیں ہو گا۔ اس صورت میں خون اگر کم از کم تین دن رات یعنی 72 گھنٹے تک جاری رہا اور اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک رہ چکی تھی، تو یہ خون حیض کا ہو گا، اس صورت میں عورت حیض کے احکام پر عمل کرے گی۔

اور اگر تین دن رات سے پہلے ہی خون بند ہو گیا یا بند تو نہ ہوا لیکن اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک نہیں رہی تھی، تو یہ خون استحاضہ یعنی بیماری کا ہو گا، اس صورت میں عورت استحاضہ کے احکام پر عمل کرے گی۔

خاتم المحققین علامہ محمد امین ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں: "والسقط۔۔۔ان استبان بعض خلقه۔۔۔ کالشعر والظفر والید والرجل والاصبع (فولد) ای فهو ولد تصیر به نفساء وتثبت لها بقیة الاحکام من انقضاء العدة ونحوها۔۔۔والا یستبن شي من خلقه فلا یکون ولدا ولا تثبت به هذه الاحکام ولکن ما رأته من الدم بعد اسقاطه (حیض ان بلغ نصابا) ثلاثة ایام فاکثر (وتقدمه طهر تام۔۔۔والا) لا یوجد واحد من هذین الشرطین او فقد احداهما فقط (فاستحاضة)"

ترجمہ: حمل ساقط ہونے کی صورت میں اس کے بعض اعضاء مثلاً بال، ناخن، ہاتھ، پاؤں اور انگلیاں اگر بن چکے تھے تو اس کا حکم مکمل بچے کا سا ہو گا یعنی عورت اس کی وجہ سے نفاس والی کہلائے گی اور اس کے لئے بقیہ احکام مثلاً عدت کا مکمل ہونا وغیرہ بھی ثابت ہوں گے اور اگر حمل کے ساقط ہونے سے پہلے اس کا کوئی بھی عضو نہیں بنا تھا تو اس کا حکم مکمل بچے کا سا نہیں ہو گا اور نہ ہی اس کی وجہ سے یہ احکام (مثل قضائے عدت) ثابت ہوں گے، لیکن اس صورت میں حمل ساقط ہونے کے بعد اگر عورت خون دیکھے تو وہ حیض شمار ہو گا بشرطیکہ یہ خون مسلسل تین دن یا زیادہ جاری رہے اور اس سے پہلے مکمل ایک طہر گزر چکا ہو اور اگر یہ دونوں شرطیں یا فقط ایک ہی نہ پائی گئی تو اس صورت میں وہ خون استحاضہ کہلائے گا۔ (منهل الواردین من بحار الفیض علی ذخر المتاهلین فی مسائل الحیض، ص 21، مطبع معارف)

بہار شریعت میں ہے "حمل ساقط ہو گیا اور اس کا کوئی عُضْو بن چکا ہے جیسے ہاتھ، پاؤں یا انگلیاں تو یہ خونِ نِفاس ہے، ورنہ اگر تین دن رات تک رہا اور اس سے پہلے پندرہ دن پاک رہنے کا زمانہ گزر چکا ہے تو حَیض ہے اور جو تین دن سے پہلے ہی بند ہو گیا یا ابھی پورے پندرہ دن طہارت کے نہیں گزرے ہیں تو اِستحاضہ ہے۔ (بہار شریعت، ج 1، حصہ 2، ص 377، 378، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بچے کے اعضاء بننے کی مدت کے حوالے سے خاتم المحققین علامہ محمد امین ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں: "وقدروا تلك المدة بمائة وعشرین یوما" ترجمہ: بچے کے اعضاء بننے کی مدت علماء نے ایک سو بیس دن مقرر فرمائی۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطهارة، باب الحیض، ج 1، ص 302، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نفاس میں چُھٹے ہوئے روزوں کا فدیہ دینے کا کیا طریقہ ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12172

تاریخ اجراء: 17 شوال المکرم 1443ھ/19 مئی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ عزوجل نے مجھے اس رمضان اولاد کی نعمت سے نوازا ہے، جس کی وجہ سے میری زوجہ اس بارماہِ رمضان کے روزے رکھنے سے قاصر رہی۔

آپ سے معلوم یہ کرنا ہے اس صورت میں ہم اگر ان چھوٹ جانے والے روزوں کا فدیہ ادا کرنا چاہیں، تو اس کا کیا طریقہ کار ہو گا؟ نیز ان روزوں کا فدیہ کتنا بنے گا؟؟ اس حوالے سے وضاحت کے ساتھ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں نفاس کی وجہ سے جو روزے چُھٹ گئے آپ کی بیوی پر ان تمام روزوں کی قضا کرنا ہی فرض ہے، فدیہ دے کر وہ ان روزوں کی ادائیگی سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی، کیونکہ روزے کے بجائے اس کا فدیہ ادا کرنے کا حکم فقط شیخِ فانی کے لیے ہے، جس کی تمام تر تفصیل کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے۔ شیخِ فانی کے علاوہ دیگر افراد کے لیے روزوں کا کوئی فدیہ نہیں، بلکہ ان پر لازم ہے کہ عذر ختم ہونے کے بعد ان رہ جانے والے روزوں کی قضا کریں۔

ناپاکی کے ایام میں چُھٹے ہوئے روزوں کی قضا عورت پر لازم ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیثِ پاک میں ہے: ”عن عائشة كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة“ یعنی حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ماہواری میں ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب بقضاء الصوم علی الحائض، ج 01، ص 153، مطبوعہ کراچی)

رد المحتار میں اس حوالے سے مذکور ہے: ”(يمنع صلاة) اى الحيض و كذا النفاس (مطلقاً ولو سجدة شكر وصوماً وجماعاً وتقضيه) اى الصوم على التراخى فى الاصح۔ "خزائن" (لزوما) دونها (للحرج)“ ترجمہ: ”حیض اور نفاس مطلقاً نماز سے مانع ہیں اگرچہ سجدہ شکر ہی کیوں نہ ہو، یونہی روزے اور جماع سے

بھی مانع ہیں مگر ان روزوں کی قضا کرنا ہو گی، اصح قول کے مطابق تراخی کے ساتھ بھی قضا کی جاسکتی ہے "خزائن" میں یہ مذکور ہے۔ البتہ حرج کی بنا پر ان دنوں کی نمازوں کی قضا فرض نہیں۔" (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص532، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً وملخصاً)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے: "أن یحرم علیھما الصوم فتقضیانه ھکذا في الکفایة" یعنی حیض ونفاس والی عورت کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے پس یہ دونوں بعد میں اس روزے کی قضا کریں گی، کفایہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، ج01، ص38، مطبوعہ پشاور)

بہار شریعت میں ہے: "ان دِنوں میں نمازیں معاف ہیں ان کی قضا بھی نہیں اور **روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔**" (بہارِ شریعت، ج01، ص380، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نوٹ: یہاں یہ ضرور یاد رہے کہ بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ولادت کے بعد عورت چالیس دن تک ضرور ناپاک رہتی ہے، شرعاً یہ بات درست نہیں ہے۔ اس حوالے سے درست مسئلہ یہ ہے کہ چالیس دن کے اندر عورت کو جب بھی خون آنا بند ہو جائے تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ پاک ہو کر نماز پڑھے روزہ رکھے، پھر اگر چالیس دن کے اندر دوبارہ خون نہ آئے تو یہ نماز روزے سب صحیح ہوں گے اور اگر چالیس دن کے اندر دوبارہ خون آجائے تو جو نمازیں اس نے پڑھی تھیں وہ نہ ہوئی نہ ہی ان کی کوئی قضا ہو گی، اور جو روزے اس نے رکھے تھے بعد میں ان روزوں کی قضا کرے۔ دوسرا بچہ ہو تو پھر سابقہ عادت کے دن کو دیکھتے ہوئے بھی بعض احکام ثابت ہوتے ہیں

حیض ونفاس کے بنیادی اور ضروری مسائل سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب **"بہارِ شریعت، جلد01، حصہ02، صفحہ369 تا384"** سے **"حیض ونفاس کا بیان"** کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ اس کتاب کو دعوت اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net سے ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

اللہ کے نام والا لاکٹ عورت کا بے وضو یا ناپاکی کی حالت میں پہننا

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1076

تاریخ اجراء: 22 صفر المظفر 1445ھ/09 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اسم جلالت اللہ عزوجل کے نام والا لاکٹ عورت بے وضو اور بے غسل حالت میں پہن سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پہن سکتی ہے، لیکن اگر آیتِ کریمہ یا حروفِ مقطعات لکھے ہوں، تو جنابت، حیض و نفاس کی حالت میں پہننا جائز نہیں ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کو مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن مجید چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چَولی چُھوئے یا بے چُھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جیسے مقطعات کی انگوٹھی حرام ہے۔“ (بہارِ شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ326، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نوٹ: جس انگوٹھی، لاکٹ وغیرہ پر نام لکھا ہو بالخصوص جب کوئی متبرک نام یا قرآنی کلمات یا انبیائے کرام، ملائکہ علیہم السلام کا نام جس انگوٹھی پر لکھا ہو تو ایسی انگوٹھی پہن کر بیت الخلا جانا مکروہ ہے، لہٰذا جب بھی نام والی انگوٹھی یا لاکٹ پہن کر بیت الخلا جائے، تو لاکٹ یا انگوٹھی باہر رکھ دے یا جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے۔

امام اہلسنت، سیدی اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وحاصل مسئلہ آنکہ ہر کہ دردست او خاتمی ست کہ بروچیزے از قرآن یا از اسمائے معظمہ مثل نامِ الٰہی یا نام قرآن عظیم یا اسما انبیاء یا ملائکہ علیہم الصلاۃ والثنا نوشتہ است او مامور ست کہ چوں بخلا رود خاتم از دست کشیدہ بیرون نہد افضل ہمین ست و اگر خوف ضیاع باشد در جیب انداز د یا بچیزے دگر بپوشد کہ اینہم رواست اگرچہ بے ضرورت احتراز و اولیٰ ست اگر از اینہا ہیچ نکرد

وہمچناں درخلا رفت مکروہ باشد "یعنی حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن پاک میں سے کچھ (کلمات) یا متبرک نام جیسے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک یا قرآن حکیم کا نام یا اسمائے انبیاء وملائکہ علیہم الصلوۃ والثناء (لکھے) ہوں، تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر باہر رکھ لے بہتر یہی ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو، تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے، اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے، اگر ان صورتوں میں کوئی بھی بجانہ لائے اور یوں ہی بیت الخلاء میں چلا جائے، تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ 581۔582، رضافاونڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کی حالت میں سورہ اخلاص کا وظیفہ

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2485

تاریخ اجراء: 05 شعبان المعظم 1445ھ/16 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ اسلامی بہن مخصوص ایام میں سورہ اخلاص وظیفے کی نیت سے پڑھ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مخصوص ایام میں جس طرح قرآن کریم کی تلاوت کرنا، جائز نہیں اسی طرح اپنے مقصد کے حصول کیلئے وظیفے کی نیت سے قرآنی آیات پڑھنا بھی جائز نہیں اگرچہ یہ وظیفہ ان آیات کا ہو جو دعا و ثناء پر مشتمل ہوں۔ لہذا اسلامی بہنیں مخصوص ایام میں سورہ اخلاص وظیفے کی نیت سے نہیں پڑھ سکتی ہیں۔ ہاں البتہ قرآنِ کریم کی وہ آیات جو دعا و ثناء وغیرہ پر مشتمل ہیں، انہیں دعا اور ثناء کی نیت سے پڑھ سکتی ہیں، بطور عمل اور حصول مقصد کیلئے نہیں، اور اس میں بھی یہ لحاظ ضروری ہے کہ دعا و ثناء پر مشتمل وہ قرآنی آیات جو لفظ "قل" سے شروع ہوتی ہیں، انہیں دعا و ثناء کے ارادے سے پڑھتے وقت لفظ "قل" ہٹا کر پڑھنا ہو گا۔

اسی طرح جن آیات میں متکلم کے صیغے کے ساتھ حمد و ثنا ہے، حیض و نفاس والی وہ آیات بھی حمد و ثنا کی نیت سے نہیں پڑھ سکتی کہ ان کا قرآن ہونا متعین ہے۔ جیسے ﴿وانی لغفار لمن تاب﴾ وغیرہ۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "اقول ہماری اُس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جن آیات میں بندہ دعا و ثنا کی نیت نہیں کر سکتا بحال جنابت و حیض انہیں بطور عمل بھی نہیں پڑھ سکتا مثلاً تفریق اعداد کے لئے سورہ تبت نہ کہ سورہ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے، عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں یا تو دعا جیسے حزب البحر، حرز یمانی یا اللہ عزوجل کے نام و کلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت جیسے عمل سورہ یٰس و سورہ مزمل صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا اعداد معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہو جائے اُس کے موکلات تابع ہو جائیں اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنے بے وضو

پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت وسورت بھی جائز نہیں ہو سکتی، جس میں صرف معنی دعا وثنا ہی ہے کہ اولا یہ نیت نیت دعا وثنا نہیں، ثانیا اس میں خود آیت وسورت ہی کہ تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اس کے خدام مطیع ہوں تو نیت قرآنیت اُس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیت اولٰی ناممکن اور نیت ثانیہ عین نیت قرآن ہے اور بقصد قرآن اُسے ایک حرف روا نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج1(ب)، ص1115،1114، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ”اگر قرآن کی آیت دُعا کی نیت سے یا تبرک کے لیے جیسے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا ادائے شکر کو یا چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا خبرِ پریشان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا یا بہ نیتِ ثنا پوری سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی یا سورہ حشر کی پچھلی تین آیتیں ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے آخر سورۃ تک پڑھیں اور ان سب صورتوں میں قرآن کی نیت نہ ہو تو کچھ حَرَج نہیں۔ یوہیں تینوں قل بلا لفظ قل بہ نیتِ ثنا پڑھ سکتا ہے اور لفظِ قُل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا اگرچہ بہ نیت ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا متعین ہے نیت کو کچھ دخل نہیں۔“ (بہارِ شریعت، ج1، حصہ02، ص326، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

نکاح کے مسائل

شادی سے پہلے عورت کی صفات کیسے معلوم ہوں گی؟ حدیث کی شرح

ریفرنس نمبر: Gul- 2819 تاریخ:04-03-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ حدیث پاک میں ہے کہ "تزوجوا الودود الولود" یعنی محبت کرنے والی اور بچے پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرو۔ میرا سوال یہ ہے کہ نکاح سے پہلے کیسے پتہ چلے گا کہ یہ عورت، شوہر سے محبت کرنے والی ہو گی اور یہ بچے پیدا کرنے والی ہو گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سنن ابی داؤد کی حدیث پاک میں یہ الفاظ موجود ہیں اور محدثینِ کرام نے اس حدیث کی تشریح یہ بیان فرمائی ہے کہ جو کنواری لڑکی ہے، اس میں یہ دونوں صفات اس کے خاندان کی دیگر لڑکیوں کو دیکھ کر پہچانی جائیں گی، کیونکہ خاندان کی عورتیں عموماً اوصاف میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ جو بیوہ یا طلاق والی ہو، اس میں یہ دونوں صفات اس کی پچھلی زندگی سے پہچانی جائیں گی۔

سوال میں مذکورہ حدیث کی شرح میں لمعات التنقیح، جلد6، صفحہ 15، مطبوعہ دمشق، اور المفاتیح فی شرح المصابیح میں فرمایا، النظم للمفاتیح: "فان قیل ان کانت المرأۃ ثیبا عرف کونھا ودودا ولودا فی نکاح زوجھا الأول فیعرف الرجال بعد ذلک کونھا ودودا ولودا فیتزوجونھا، وأما اذا کانت بکرا فکیف یعرف کونھا ودودا ولودا حتی یتزوجھا الرجال؟

قلنا: يعرف كونها ودودا ولودا بأقاربها، فان كانت نساء أقاربها ولودا تكون هي كذلك، لأن الغالب سراية طبائع نساء الأقارب من بعضهن الى بعض وتشبه بعضهن بعضا"

ترجمہ: اگر کہا جائے کہ عورت جب ثیبہ ہو، تب تو اس کا محبت کرنے والی اور بچے پیدا کرنے والی ہونا، اس کے پہلے نکاح کے ذریعے جانا جا سکتا ہے، اس طرح لوگ اس عورت کے بچہ پیدا کرنے والی اور محبت کرنے والی ہونا جان کر نکاح کر سکتے ہیں، اگر عورت کنواری ہو، تو پھر نکاح کرنے کے لیے اس میں یہ صفات کیسے پہچانی جائیں گی؟ ہم کہیں گے کہ عورت کا محبت کرنے والی بچے پیدا کرنے والی ہونا اقارب سے پہچانا جائے گا۔ اگر اس کی قریبی رشتہ دار خواتین زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہوں، تو وہ بھی ایسی ہی ہو گی کیونکہ عورتوں کا قریبی رشتہ داروں کی طبیعت میں ڈھل جانا غالب ہے، خاندان کی عورتیں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔ **(المفاتیح، جلد4، صفحہ15، مطبوعہ کویت)**

مرآۃ المناجیح میں ہے: "خیال رہے کہ بیوہ عورت کے یہ دونوں وصف اس کی گزشتہ زندگی سے معلوم ہوں گے اور کنواری کے یہ اوصاف اس کی خاندانی عورتوں سے ظاہر ہوں گے، کیونکہ اکثر لڑکیاں اپنی خاندانی عورتوں سے پہچانی جاتی ہیں۔" **(مراۃ المناجیح، جلد5، صفحہ23، مطبوعہ لاہور)**

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

11 شعبان المعظم 1444ھ/04 مارچ 2023ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جا سکتی ہے

نکاح کے علاوہ زنا سے بچنے کا طریقہ

مجیب: ابورجا محمد نورالمصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1067

تاریخ اجراء: 15صفر المظفر1444ھ/12ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زنا سے بچنے کا نکاح کے علاوہ کوئی راستہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اللہ تعالی کا خوف اپنے دل میں پیدا کریں کہ یہ ہر طرح کے گناہ سے بچنے میں بہت مؤثر و معاون ہے۔ بری صحبت و ماحول اور بے پردگی کی جگہوں سے کنارہ کش رہ کر اچھی صحبت و ماحول اختیار کریں، اور جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ وقت مدنی چینل دیکھیں اور دینی ماحول سے وابستہ رہیں۔ اپنے علاقے میں ہونے والے دعوت اسلامی کے ہفتہ وار اجتماع میں پابندی سے شرکت کریں اور کوشش کر کے ہر ماہ مدنی قافلے میں سفر کریں۔ ان شاء اللہ عزوجل گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کا خوب ذہن بنے گا۔

اس بری عادت سے محفوظ رہنے یا نجات پانے کے آسان نسخے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں: چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، ۳/۴۲۲، الحدیث: ۵۰۶۶)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بے شک عورت ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے کسی حسن و جمال والی عورت کو دیکھا اور وہ اسے پسند آگئی، پھر اس نے اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اپنی نگاہوں کو اس سے پھیر لیا تو اللہ تعالی اسے ایسی عبادت کی توفیق عطا فرمائے گا جس کی لذت اسے حاصل ہو گی۔ (جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الہمزۃ، ۳/۴۶، الحدیث: ۷۲۰۱)

بدکاری سے بچنے اور اس سے نفرت پیدا کرنے کا ایک طریقہ درج ذیل حدیث میں بھی موجود ہے، اگر اس حدیث پر غور کرتے ہوئے اپنی ذات پر غور کریں تو دل میں اس گناہ سے ضرور نفرت پیدا ہو گی۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ایک نوجوان بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسے مارنے کے لئے آگے بڑھے اور کہنے لگے، ٹھہر جاؤ، ٹھہر جاؤ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اسے میرے قریب کر دو۔ وہ نوجوان حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ''کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری ماں کے ساتھ کوئی ایسا فعل کرے؟ اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کی قسم! میں ہر گز یہ پسند نہیں کرتا۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی ماں کے ساتھ ایسی بری حرکت کرے۔ پھر ارشاد فرمایا ''کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ کوئی یہ کام کرے۔ اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی قسم! میں ہر گز یہ پسند نہیں کرتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی بیٹی کے ساتھ ایسا قبیح فعل کرے۔ پھر ارشاد فرمایا ''کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری بہن کے ساتھ کوئی یہ حرکت کرے۔ اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کی قسم! میں ہر گز اسے پسند نہیں کرتا۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی بہن کے ساتھ ایسے گندے کام میں مشغول ہو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوپھی اور خالہ کا بھی اسی طرح ذکر کیا اور اس نوجوان نے یونہی جواب دیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر دعا فرمائی ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہ'' اے اللہ! اس کے گناہ بخش دے، اس کے دل کو پاک فرمادے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ فرمادے۔ اس دعا کے بعد وہ نوجوان کبھی زنا کی طرف مائل نہ ہوا۔ (مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباہلی۔۔۔الخ، ۸/۲۸۵، الحدیث: ۲۲۲۷۴)

نیز کھانے میں حتی الامکان کمی کریں، مصالحے دار غذاؤں سے بچیں، اور کسی اچھے طبیب سے مشورہ کر کے کوئی دوا بھی استعمال کر لیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مہر کی رقم کب ادا کرنا ہوتی ہے؟

فتوی نمبر: WAT-830

تاریخ اجراء: 21شوال المکرم1443ھ/23مئی2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مہر کی رقم کب ادا کرنا ہوتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مہر تین قسم کا ہوتا ہے: معجل، موجل، غیر موجل (موخر، مہر مطلق)

مہر اگر معجل ہے یعنی خلوت سے پہلے دینا قرار پایا ہے تو اس صورت میں خلوت سے پہلے پہلے ادا کر دے، یہاں تک کہ مہرِ معجل وصول کرنے کے لیے عورت اپنے کو شوہر سے روک سکتی ہے یعنی یہ اختیار ہے کہ وطی و مقدمات وطی سے باز رکھے، خواہ کل معجل ہو یا بعض اور شوہر کو حلال نہیں کہ عورت کو مجبور کرے، اگرچہ اس کے پیشتر عورت کی رضا مندی سے وطی و خلوت ہو چکی ہو۔

اگر مہر مؤجل ہے یعنی اس کے لیے میعاد مقرر کی ہے تو جو میعاد مقرر کی ہے، اس پر دینا ہوتا ہے، اس سے پہلے عورت مطالبہ نہیں کر سکتی یہاں تک کہ اگر میعاد طلاق یا موت مقرر ہوئی تو طلاق یا وفات سے پہلے عورت مطالبہ نہیں کر سکتی۔

اگر مہر مطلق رکھا یعنی اس میں معجل یا موجل ہونے کا ذکر نہ کیا، جسے مہر غیر موجل یا موخر بھی کہتے ہیں، تو وہاں کے عرف کا اعتبار ہے۔ اگر وہاں عرف یہ ہے کہ معجل ہوتا ہے تو خلوت سے پہلے ادا کرنا ہو گا۔ اور اگر عرف یہ ہے کہ طلاق یا وفات تک موخر ہوتا ہے جیسے پاک و ہند میں عام طور پر ہے تو ایسی صورت میں طلاق یا وفات سے پہلے مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو صدیق محمد ابو بکر عطاری

کیا زنا کرنے سے نکاح ٹوٹ جائے گا

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12384

تاریخ اجراء: 02صفر المظفر1444ھ/30اگست2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر دیور اپنی بھابی کے ساتھ زنا کرلے، تو کیا اس صورت میں بھا بھی اپنے شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی؟؟ رہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دیور، جیٹھ وغیرہ غیر مَحارِم رشتہ داروں سے بھی عورت کا پردہ کرنا لازم ہے بلکہ پردے کے معاملے میں تو ان سے زیادہ احتیاط ہونی چاہئے کہ جان پہچان اور رشتہ داری کی وجہ سے ان کے درمیان جھجک کم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ایک بالکل ناواقف اجنبی کے مقابلے میں فتنوں کا اندیشہ زیادہ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے پردے کی سخت تاکید بیان ہوئی، یہاں تک کہ حدیثِ مبارک میں دیور کو موت قرار دیا گیا ہے۔ اگر ان معاملات میں غفلت برتی جائے تو آخرت کی بربادی کے ساتھ دنیا میں بھی اس کا بھیانک نتیجہ سامنے آجاتا ہے اور نوبت معاذ اللہ زنا تک پہنچ جاتی ہے۔

یاد رہے کہ زنا کی شدید مذمت قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہے، اس برے فعل سے بچنا ہر مسلمان پر شرعاً لازم و ضروری ہے۔ صورتِ مسئولہ میں دیور اور بھا بھی دونوں پر لازم ہے کہ صدقِ دل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کریں اور آئندہ اس گناہ سے باز رہیں نیز شرعی احکام کے مطابق پردے کو یقینی بنائیں۔ **البتہ دیور کے زنا کرنے کے سبب عورت کا اپنے شوہر سے نکاح نہیں ٹوٹے گا، وہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں رہے گی۔**

زنا کی مذمت پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾“ ترجمہ کنزالایمان: ”اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔“ (القرآن الکریم: پارہ15، سورۃ بنی اسرائیل، آیت 32)

صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رایتُ اللیلۃ رجلین اتیانی فاخذا بیدي فاخرجانی الی الارض المقدسۃ۔۔۔ فانطلقنا الی ثقبٍ مثل التنّور اعلاہ ضیق واسفلہ واسعٌ یتوقّد تحتہ نارٌ فاذا اقترب ارتفعوا حتی کادوا ان یخرجوا فاذا خمدت رجعوا فیھا وفیھا رجال ونساء عراۃٌ فقلتُ: من ھذا؟ قالا:۔۔۔ والذی رایتَہ فی الثقب فھم الزناۃ" یعنی میں نے رات کے وقت دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے مقدس سر زمین کی طرف لے گئے (اس حدیث میں چند مشاہدات بیان فرمائے اُن میں ایک یہ بات بھی ہے) ہم ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی طرح اوپر سے تنگ ہے اور نیچے سے کشادہ، اُس میں آگ جل رہی ہے اور اُس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ ہیں، جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں حتی کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے ہیں اور جب شعلے کم ہوتے ہیں تو وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا، جو لوگ آپ نے کنویں میں دیکھے تھے وہ یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین، ج 01، ص 465، دار ابن کثیر، بیروت، ملتقطاً)

صحیح بخاری شریف اور دیگر کتبِ احادیث میں دیور سے پردے کی تاکید کچھ یوں مذکور ہے: "والنظم للاول "عن عقبۃ بن عامر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "إیاکم والدخول علی النساء" فقال رجل من الأنصار یا رسول اللہ أفرأیت الحمو؟ قال "الحمو الموت"۔" یعنی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کے متعلق ارشاد فرمایئے تو فرمایا: دیور تو موت ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل۔۔۔ الخ، ج 05، ص 2005، دار ابن کثیر، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کے متعلق مراۃ المناجیح میں ہے: **"یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔** یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا ماموں پھوپھا وغیرہ۔ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہ ہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ **دیور کو موت اس لیے فرمایا کہ عادتاً بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیر محرم سے مذاق دل لگی کسی قدر فتنہ کا**

باعث ہے۔ اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔" (مرآۃ المناجیح، ج05، ص14، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

اجنبی کے مقابلے میں نامحرم رشتہ داروں سے پردے کی تاکید بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "جیٹھ، دیور، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد پھپی زاد، خالہ زاد بھائی سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں، بلکہ **ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا، اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھا سکتی، اور اِن سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔** لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا، ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: الحمو الموت، رواہ الحمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ **جیٹھ دیور تو موت ہیں۔**" (فتاوی رضویہ، ج22، ص217، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی فقیہِ ملت میں سوال ہوا "زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی، آٹھ ماہ بعد حمل قرار پایا جب حمل چار ماہ کا ہوا تو زید پندرہ دن کے لیے کہیں باہر چلا گیا۔ واپسی پر ہندہ نے زید سے بتایا کہ **آپ کے بھائی نے زبردستی میرے ساتھ برائی کی۔ سوال یہ ہے کہ کیا زید کا نکاح ہندہ سے ٹوٹ گیا؟**" اس کے جواب میں ہے: "**اگر واقعی زید کے بھائی نے اس کی منکوحہ ہندہ کے ساتھ برائی کی ہے تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا توبہ واستغفار کرے۔ لیکن اس کے زنا کرنے سے زید کا نکاح نہیں ٹوٹا۔**" (فتاوی فقیہ ملت، ج01، ص401-400، شبیر برادرز لاہور، ملخصاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

لڑکی کا باپ مہر معاف کرے یا لڑکی خود نزع کے وقت معاف کرے، تو معاف ہوگا؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: Nor.12073 تاریخ: 25-03-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مجھے حق مہر سے متعلق دو سوالات کا حل مطلوب ہے:

(1) عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کے گھر والوں کی رضامندی سے ہوا اور لڑکی کا والد لڑکے کو حق مہر معاف کردے۔ شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

(2) ہمارے ہاں بعض مقامات پر ایسا ہوتا ہے کہ جب عورت کا انتقال ہونے لگتا ہے یا وہ مرض الموت میں ہو اور اس کا شوہر حیات ہو تو اس حالت میں عورت کے ورثاء اس سے حق مہر معاف کرواتے ہیں اور عورت معاف کر دیتی ہے اور بعض جگہ عورت کے ورثاء ڈیمانڈ نہیں کرتے بلکہ عورت رسم ورواج کو دیکھتے ہوئے از خود مہر معاف کر دیتی ہے۔ اس معاف کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) بالغہ لڑکی کا حق مہر اس کا والد معاف نہیں کر سکتا اگر والد معاف کرے گا، تو جب تک لڑکی اپنی مکمل رضامندی سے اس معافی کو تسلیم نہ کرلے، حق مہر معاف نہیں ہوگا اور شوہر پر حق مہر بدستور لازم رہے گا، یونہی لڑکی نے باپ کی معافی کو قبول کیا، مگر لڑکی کی اس میں رضا شامل نہیں، تو بھی حق مہر معاف نہیں ہوگا، ہاں لڑکی نے باپ کی معافی کو اپنی مکمل رضامندی کے ساتھ قبول کیا اور شوہر نے اس معافی سے انکار نہ کیا، تو اب شوہر پر حق

مہر لازم نہ رہا۔

مہر معاف ہونے کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا﴾ ترجمہ کنزالایمان: ”اور عورتوں کے ان کے مہر خوشی سے دو، پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں، تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔“

(القرآن الکریم، پارہ4، سورۃ النساء، آیت:04)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت صدر الافاضل مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”عورتوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو مَہر کا کوئی جزو ہبہ کریں یا کل مہر مگر مہر بخشوانے کے لیے انہیں مجبور کرنا، ان کے ساتھ بد خلقی کرنا نہ چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿طِبْنَ لَكُمْ﴾ فرمایا جس کے معنٰی ہیں: دل کی خوشی سے معاف کرنا۔“ **(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ النساء، آیت04، ص153، مکتبۃ المدینہ)**

مہر معاف ہونے کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے، جبری مہر معاف کرانا درست نہیں، جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: ”وان حطت عن مهرها صحّ الحط كذا في الهداية ولا بد في صحّة حطّها من الرضا حتى لو كانت مُكرَهةً لم يصحّ “یعنی عورت نے اپنا حق مہر معاف کر دیا، تو یہ ٹھیک ہے، بشرطیکہ اس کی مکمل رضامندی ہو، یہاں تک کہ اگر مجبور ہو کر معاف کیا، تو معاف نہیں ہو گا۔

(الفتاوی الھندیۃ، ج1، ص313، مطبوعہ پشاور)

بالغہ لڑکی کا حق مہر اکیلا باپ معاف نہیں کر سکتا، جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے: ”(قوله: وصح حطها) الحط الاسقاط كما في المغرب وقيد بحطها لان حط ابيها غير صحيح لو صغيرة **ولو كبيرة توقف عن اجازتها ولا بدّ من رضاها**“ یعنی درِّ مختار میں جو یہ کہا کہ عورت اپنا مہر معاف کر سکتی ہے، تو یہ قید اس لیے لگائی کہ اگر عورت نابالغہ ہے اور اس کا باپ معاف کرنا چاہتا ہے، تو معاف کرنا صحیح نہیں **اور بالغہ ہے تو اس کی اجازت اور رضامندی پر معافی موقوف ہے۔** **(ردّ المحتار مع درمختار، ج4، ص239، مطبوعہ کوئٹہ)**

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”عورت کل مہر یا جز معاف کرے، تو معاف ہو جائے

گا، بشرطیکہ شوہر نے انکار نہ کر دیا ہو اور **اگر عورت نابالغہ ہے اور اس کا باپ معاف کرنا چاہتا ہے، تو نہیں کر سکتا اور بالغہ ہے تو اس کی اجازت پر معافی موقوف ہے۔**" **(بہار شریعت، ج2، حصہ7، ص68، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)**

(2) عورت مرض الموت میں ہو یا بوقتِ نزع خود اپنا مہر معاف کرے یا بیوی سے کوئی حق مہر معاف کرائے اور بیوی اس کی تصدیق کرے، تو اس طرح مہر معاف نہیں ہو گا، جب تک دیگر ورثاء کی اجازت نہ ہو، ہاں دیگر ورثاء نے اس معافی کو تسلیم کر لیا، تو اب شوہر سے حق مہر ساقط ہو جائے گا۔

عورت مرض الموت میں ہو، تو اس حالت میں مہر معاف کرنے سے معاف نہ ہو گا، جیسا کہ بحر الرائق، فتاوی عالمگیری اور فتاوی شامی میں ہے: واللفظ للبحر "ولا بد فی صحّۃ حطّھا من ان لا تکون مریضۃ مرض الموت" یعنی مہر معاف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عورت مرض الموت میں نہ ہو۔

(البحر الرائق، ج3، ص264، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: "اگر کسی نے بی بی کے نزع کے وقت اس سے کہا کہ میرا دَین مہر معاف کیا۔ اس نے زبان سے بوجہ آواز بند ہو جانے کے جواب نہ دیا، لیکن سر ہلا دیا، تو اس کا دَین مہر معاف ہوا یا نہیں؟"

اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "مرض الموت میں مہر کی معافی بے اجازت دیگر ورثاء معتبر نہیں۔" **(فتاوی رضویہ، ج12، ص180،181، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

21 شعبان المعظّم 1443ھ/25 مارچ 2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر:Har 5010　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ:28-10-2018

مہنگائی کی وجہ سے زیادہ مہر کا مطالبہ کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی شادی ہوئی، لیکن اب معاملات اس حد تک خراب ہو گئے ہیں کہ طلاق دینی پڑے گی۔ لڑکی والے کہہ رہے ہیں کہ چونکہ اب مہنگائی زیادہ ہو چکی ہے، لہٰذا مہر دُگنا دینا ہو گا، جبکہ وقتِ عقد مہر پانچ ہزار روپے مقرر ہوا تھا۔ پوچھنا یہ ہے کہ طلاق ہونے کی صورت میں کتنا مہر دینا ہو گا؟

نوٹ! شادی پانچ سال پہلے ہوئی تھی اور اس وقت پانچ ہزار روپے دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی کی قیمت سے بہت زائد تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

شریعتِ مطہرہ میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اس کی قیمت ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، جتنا بھی مقرر کر دیا جائے لازم ہو گا۔ نیز اس میں اعتبار وقتِ عقد کا ہے، لہٰذا وقتِ عقد جو مہر مقرر ہوا، وہ دس درہم یا اس سے زیادہ قیمت کا ہو، تو وہی لازم ہو گا، مہنگائی وغیرہ کی وجہ سے اس میں زیادتی کا مطالبہ جائز نہیں ہو گا۔

صورتِ مسئولہ میں بوقتِ نکاح مہر میں مقرر کی گئی رقم چونکہ اس وقت دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی کی قیمت سے زیادہ تھی، لہٰذا طلاق ہونے کی صورت میں صرف یہی مقرر کردہ پانچ ہزار روپے لازم ہوں گے اور لڑکی والوں کی جانب سے زیادتی کا مطالبہ جائز نہیں ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے: ”(اقله عشرة دراهم مضروبة كانت او لا)ولو دينا اوعرضا قيمته عشرة وقت العقد۔ ملخصا۔“ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہیں، خواہ ڈھلے ہوئے ہوں یا بغیر ڈھلے ہوئے اگرچہ مہر

دین کی صورت میں ہو یا کوئی سامان ہو، جس کی قیمت عقد کے وقت دس درہم ہو۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، جلد4، صفحہ220، 222، مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ محقق ابن عابدین الشامی علیہ الرحمۃ در مختار کی عبارت (قیمتہ عشرۃ وقت العقد) کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: "ای وان صارت یوم التسلیم ثمانیۃ فلیس لھا الا ھو الخ" یعنی اگرچہ ادائیگی کے دن قیمت آٹھ درہم ہو جائے، عورت (عقد کے وقت) ذکر کیے گئے ہی کی مستحق ہو گی۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، جلد4، صفحہ222، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: "مہر شرعی کی کوئی تعداد مقرر نہیں، صرف کمی کی طرف حد معین ہے کہ دس درم سے کم نہ ہو اور زیادتی کی کوئی حد نہیں، جس قدر باندھا جائے گا، لازم آئے گا۔ ملخصا"

(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ165، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاھور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ مزید ارشاد فرماتے ہیں: "اگر درہم کے سوا کوئی اور چیز مہر ٹھہری، تو اس کی قیمت عقد کے وقت دس درہم سے کم نہ ہو اور اگر اس وقت تو اسی قیمت کی تھی، مگر بعد میں قیمت کم ہو گئی، تو عورت وہی پائے گی، پھیرنے کا اسے حق نہیں۔"

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ64، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

عبدہ المذنب ابو الحسن فضیل رضا عطاری عفا عنہ الباری

18 صفر المظفر 1440ھ/28 اکتوبر 2018ء

خوفِ خدا و عشقِ مصطفٰے کے حصول کیلئے ہر ہفتے کو عشا کی نماز کے بعد امیرِ اہلِ سنّت کا مَدَنی مذاکرہ دیکھنے سننے اور ہر جُمعرات مغرِب کی نَماز کے بعد عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک، دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں بہ نیتِ ثواب ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجاء ہے

نوٹ! دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے یا تحریر کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج daruliftaahlesunnat کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

منگیتر کے ساتھ گھومنا پھرنا، باتیں، ملاقات وغیرہ کرنا کیسا؟

1

ریفرنس نمبر pin6648 تاریخ 12-01-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شادی سے پہلے لڑکے لڑکی کا ایک دوسرے کو دیکھنا، اکٹھے گھومنا پھرنا، ملاقات کرنا اور فون پر باتیں کرنا، جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب

جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو، پیغامِ نکاح بھیجنے سے پہلے اس کو کسی حیلے بہانے سے دیکھنا یا کسی معتبر عورت کے ذریعے دِکھوالینا جائز ہے، اسی طرح لڑکی کا لڑکے کو دیکھنا بھی جائز ہے۔ اس دیکھنے میں دونوں کی یہی نیت ہو کہ حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس سے نکاح کرنا چاہتے ہو، اس کو دیکھ لو کہ یہ بقائے محبت کا ذریعہ ہے۔ یہ خیال رہے کہ اس دیکھنے میں دونوں میں تنہائی نہ ہو کہ یہ دونوں نکاح سے پہلے ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں اور اجنبی مرد و عورت میں تنہائی اور خلوت حرام ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ عورت مکمل باپردہ ہو، صرف اس کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے۔ اس کے بال، کلائی، کان، گلا وغیرہ اعضائے ستر کھلے نہ ہوں، ان اعضاء کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور ان اعضاء میں سے کسی عضو کو چھپائے بغیر عورت کا اس مرد کے سامنے آنا بھی حرام ہے۔

جب اس عورت کے ساتھ صرف تنہائی اور خلوت حرام ہے، تو ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلفی سے ملنا، گھومنا پھرنا، چھونا، ملاقاتیں کرنا، بلاضرورت فون پر باتیں کرنا، تو حرام در حرام، شیطانی کام اور سراسر گناہ ہے۔ یہ سب مغربی تہذیب و تمدن اور اغیار کی بے حیائی میں سے ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ“ ترجمہ کنز الایمان: ”مسلمان مردوں کو حکم دو: اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے۔ بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان

عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں، مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔" (پارہ18، سورۃ النور، آیت30،31)

نکاح سے پہلے مرد کے لیے عورت کو کسی حیلے بہانے سے دیکھنے کی اجازت ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل" ترجمہ: جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دینے لگے، تو اگر اس کو دیکھ سکے، جو اسے اس عورت کے نکاح کی طرف لے جائے تو وہ ضرور ایسا کر لے۔

(سنن ابو داؤد، جلد1، صفحہ301، مطبوعہ لاہور)

مفسر قرآن مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "مخطوبہ وہ عورت ہے، جس کے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو یا دینا ہو، مخطوبہ کو دیکھ لینا یا دِکھوا لینا مستحب ہے۔۔۔۔ دیکھنے سے مراد چہرہ دیکھنا ہے کہ حسن و قبح چہرے ہی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد وہی صورت ہے جو ابھی ذکر کی گئی، یعنی کسی بہانہ سے دیکھ لینا یا کسی معتبر عورت سے دکھوا لینا، نہ کہ باقاعدہ عورت کا انٹرویو کرنا، جیسا کہ آج کل کے بے دینوں نے سمجھا۔"

(مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد5، صفحہ12،11 نعیمی کتب خانہ، گجرات)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: "أن المغيرة بن شعبة أراد أن يتزوج امرأة فقال له النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذهب فانظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما ففعل فتزوجها فذكر من موافقتها" ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آپ جائیں اور اس عورت کو ایک نظر دیکھ لیں کہ بے شک یہ تم دونوں کے درمیان دائمی محبت کا ذریعہ ہے، انہوں نے ایسا ہی کیا اور پھر اس عورت سے نکاح کیا اور انہوں نے ذکر کیا کہ زوجہ اور ان کے درمیان موافقت ہے۔ (سنن ابن ماجہ، صفحہ134، مطبوعہ کراچی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ألا لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان" ترجمہ: خبردار! کوئی شخص کسی عورت سے خلوت نہیں کرتا، مگر ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ (سنن الترمذی، جلد1، صفحہ221، مطبوعہ کراچی)

الزواجر عن اقتراف الکبائر میں حدیث پاک ہے: " ایاکم والدخول علی النساء "یعنی اجنبی عورتوں کے

پاس جانے سے بچو۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، جلد2، صفحہ4، مطبوعہ بیروت)

در مختار میں اشباہ کے حوالے سے ہے: ”الخلوۃ بالأجنبیۃ حرام“ یعنی اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، جلد9، صفحہ607، مطبوعہ پشاور)

مفتی وقارالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”نکاح سے پہلے لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے لیے اجنبی اور غیر محرم ہیں۔“ (وقارالفتاوی، جلد3، صفحہ134، مطبوعہ کراچی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہے: ”عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اس نیت سے دیکھنا جائز ہے کہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ جس سے نکاح کرنا چاہتے ہو، اس کو دیکھ لو کہ یہ بقائے محبت کا ذریعہ ہو گا۔ اسی طرح عورت اس مرد کو جس نے اُس کے پاس پیغام بھیجا ہے، دیکھ سکتی ہے، اگرچہ اندیشہ شہوت ہو، مگر دیکھنے میں دونوں کی یہی نیت ہو کہ حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔“

(بہارشریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ447، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی

27 جمادی الاولی 1442ھ 12 جنوری 2021ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

بالغہ غیر شادی شدہ لڑکی کا نفقہ کس پر ہے؟

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2529

تاریخ اجراء: 01 شعبان المعظم 1445ھ/12 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر لڑکی بالغہ ہو، خود کماتی بھی ہو مگر شادی شدہ نہ ہو تو کیا اس صورت میں اس لڑکی کا نفقہ باپ پر لازم ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس لڑکی کا اپنا کوئی ذریعہ معاش ہو، جس کی وجہ سے اس کی ملکیت میں اتنا مال ہو، جو اس کے نفقے کے لئے کافی ہو، تو اگرچہ وہ شادی شدہ نہ ہو، اس کا نفقہ اس کے باپ پر ہر گز لازم نہیں ہو گا، بلکہ اس کا نفقہ خود اسی کی کمائی سے ہو گا، کیونکہ غیر شادی شدہ لڑکی کا نفقہ باپ پر شرعاً اس وقت لازم ہوتا ہے، جب خود لڑکی کی اپنی ملکیت میں بقدر کفایت مال نہ ہو، ورنہ اگر لڑکی بقدر کفایت اپنا ذاتی مال رکھتی ہو تو اس کا نفقہ باپ پر لازم نہیں ہوتا، بلکہ خود اسی کے مال میں لازم ہوتا ہے۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: ”(وتجب) النفقة بانواعها على الحر (لطفله) يعم الانثى (الفقير) الحر فان نفقة المملوك على مالكه والغنى فى ماله الحاضر“ ترجمہ: آزاد شخص پر اپنے بچوں جس میں بیٹی بھی شامل ہے، کا نفقہ اپنی تمام انواع واقسام کے ساتھ واجب ہے، (جبکہ وہ بچے) فقیر آزاد ہوں کیونکہ مملوک کا نفقہ اس کے مالک پر، اور مالدار کا اس کے موجود مال میں نفقہ لازم ہے۔ (تنویر الابصار مع در مختار، جلد5، باب النفقة، صفحہ 345، مطبوعہ کوئٹہ)

رد المحتار علی الدر المختار میں ہے: ”قال الخير الرملى: لو استغنت الانثى بنحو خياطة وغزل يجب أن تكون نفقتها فى كسبها كما هو ظاهر، ولا تقول على الاب مع ذلك، الا اذا كان لا يكفيها فتجب على الاب كفايتها بدفع القدر المعجوز عنه“ ترجمہ: خیر الدین رملی نے فرمایا کہ اگر لڑکی سلائی اور سوت کاتنے

وغیرہ کسی ذریعے سے کمائی کرکے، مال والی ہو جائے تو اس کا نفقہ، اسی کی کمائی میں واجب ہو گا جیسا کہ ظاہر ہے، اور لڑکی کی کمائی کرنے کے باوجود ہم باپ پر نفقے کا لازم ہونا نہیں کہیں گے، ہاں اس صورت میں کہ جب اس کی کمائی اسے کافی نہ ہو تو باپ پر اتنی مقدار میں مال دے کر جس کو حاصل کرنے سے وہ عاجز ہے، اس کے نفقے کو پورا کر دینا لازم ہو گا۔(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد5، باب النفقة، صفحہ345، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے:"ونفقة الاناث واجبة مطلقاً على الآباء مالم يتزوجن اذا لم يكن لهن مال كذا في الخلاصة"ترجمہ: اور لڑکیوں کا نفقہ ان کے کنوارے رہنے تک، ان کے آباء پر مطلقاً واجب ہو گا، جبکہ خود ان کی ملکیت میں مال نہ ہو، یونہی خلاصہ میں ہے۔(الفتاوی الهندية، جلد1، باب النفقات، صفحہ574-575، دار الكتب العلميه، بيروت)

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:"اولاد کا نفقہ ان کی محتاجی کی حالت میں لازم ہوتا ہے، اگر مال رکھتے ہیں، ان کا نفقہ باپ پر نہیں، ورنہ ہے۔"(فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ462، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

زانیہ سے نکاح کے دوماہ بعد بچہ پیدا ہوا، تو کیا مرد سے اس بچے کا نسب ثابت ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13079

تاریخ اجراء: 16ربیع الثانی1445ھ/01نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ہندہ سے زنا کیا جس سے ہندہ حاملہ ہو گئی۔ پھر زید نے ہندہ ہی سے نکاح کیا اور نکاح کے تقریباً دوماہ بعد ہندہ کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس بچے کا نسب زید سے ثابت ہو گا؟ اور زید کی جائیداد میں اس بچے کا حصہ ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

استغفر اللہ! زنا، ناجائز و حرام، جہنم کا مستحق بنانے والا، بے حیائی پر مشتمل کام ہے، اس کی شدید مذمت قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ اس برے فعل سے بچنا ہر مسلمان پر شرعاً لازم و ضروری ہے۔ پوچھی گئی صورت میں زید اور ہندہ دونوں پر شرعاً لازم ہے کہ توبہ کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے اس گناہ سے صدقِ دل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کریں اور آئندہ اس گناہ سے باز رہیں، نیز ہر اس چیز سے دور بھاگیں جو اس گناہ میں معاون و مددگار بنے۔

البتہ پوچھے گئے سوال کے جواب میں ضابطہ یہ ہے کہ کسی عورت سے زنا کیا پھر اُسی زانیہ عورت سے نکاح کیا اور چھ مہینے یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو بچے کا نسب اس زانی مرد سے ثابت ہو گا اور چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں ہو گا۔ صورتِ مسئولہ میں نکاح کے تقریباً دوماہ بعد وہ بچہ پیدا ہوا ہے لہذا پوچھی گئی صورت میں اس بچے کا نسب زید سے ثابت نہیں ہو گا اور وہ بچہ زید کی وراثت میں حقدار بھی نہیں ہو گا۔

زنا کی مذمت پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا ۝۳۲“ ترجمہ کنز الایمان: ”اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔“ (القرآن الکریم: پارہ 15، سورۃ بنی اسرائیل، آیت 32)

زنا کی نحوست اور اس کی ہولناکی کا اندازہ درج ذیل احادیثِ مبارکہ سے لگائیے صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رایتُ اللیلة رجلین اتیانی فاخذا بیدي فاخرجانی الی الارض المقدسة۔۔۔فانطلقنا الی ثقبٍ مثل التنّور اعلاہ ضیق واسفلہ واسعٌ یتوقّد تحتہ نارٌ فاذا اقترب ارتفعوا حتی کاد ان یخرجوا فاذا خمدت رجعوا فیھا وفیھا رجال ونساء عراۃٌ فقلتُ: من ھذا؟ قالا:۔۔۔والذی رایتَہ فی الثقب فھم الزناۃ "یعنی میں نے رات کے وقت دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے مقدس سرزمین کی طرف لے گئے (اس حدیث میں چند مشاہدات بیان فرمائے اُن میں ایک یہ بات بھی ہے) ہم ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی طرح اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا، اُس میں آگ جل رہی ہے اور اُس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ ہیں۔ جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں اور جب شعلے کم ہو جاتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرشتوں نے عرض کی یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین، ج02، ص100، دار طوق النجاۃ، ملتقطاً)

نکاح کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب مرد سے ثابت نہیں ہوگا۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں ہے: "إذا تزوج الرجل امرأۃ فجاءت بالولد لأقل من ستة أشھر منذ تزوجھا لم یثبت نسبہ، وإن جاءت بہ لستة أشھر فصاعدا یثبت نسبہ منہ، اعترف بہ الزوج أو سکت "یعنی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور وہ عورت نکاح کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا کر دے تو اس بچے کا نسب مرد سے ثابت نہیں ہوگا۔ اور اگر چھ ماہ یا اس سے زائد پر بچہ پیدا ہو تو اس بچے کا نسب مرد سے ثابت ہوگا خواہ مرد اس کا اقرار کرے یا خاموش رہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، ج01، ص536، مطبوعہ پشاور)

فتح القدیر میں ہے: "(قولہ وإذا تزوج الرجل امرأۃ فجاءت بولد لأقل من ستة أشھر منذ یوم تزوجھا لم یثبت نسبہ) لأن أقل مدۃ الحمل ستة أشھر فلزم کونہ من علوق قبل النکاح، وإن جاءت بہ لأکثر منھا ثبت، ولا إشکال سواء اعترف بہ الزوج أو سکت، وکذا إذا جاءت بہ لتمام الستة بلا زیادۃ لاحتمال أنہ تزوجھا واطئالھا فوافق الإنزال النکاح، والنسب یحتاط في إثباتہ "یعنی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور وہ عورت چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا کر دے تو بچے کا نسب مرد سے ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ کم از کم مدتِ حمل چھ ماہ ہے۔ اس سے کم میں بچہ پیدا ہونے پر یہ بات لازم ہے کہ یہ حمل نکاح سے پہلے کا ہے۔ اور اگر

عورت چھ ماہ سے زائد پر بچہ پیدا کرے تو بچے کا نسب باپ سے ثابت ہو گا، خواہ مرد اس کا اقرار کرے یا خاموش رہے۔ اسی طرح اگر پورے چھ ماہ پر بچہ پیدا ہو تو بچے کا نسب مرد سے ثابت ہو گا اس احتمال کی بنا پر کہ مرد نے نکاح کرتے ہی وطی کی ہو تو انزال نکاح کے برابر مدت میں واقع ہوا، اور نسب کے اثبات میں احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔(فتح القدیر علی الھدایۃ، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، ج04، ص89، دار الفکر، لبنان)

بہارِ شریعت میں ہے: "**کسی عورت سے زنا کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور چھ مہینے یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور کم میں ہوا تو نہیں** اگرچہ شوہر کہے کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے۔" (بہارِ شریعت، ج02، ص251، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوٰی امجدیہ میں ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے: "جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس حالتِ حمل میں نکاح درست ہے پھر اگر نکاح اسی سے ہوا جس کا حمل ہے تو وہ وطی بھی کر سکتا ہے اور دوسرے سے ہوا تو نہیں کر سکتا، **یہ لڑکا اگر وقتِ نکاح سے** چھ مہینہ یا زیادہ میں پیدا ہوا ہے تو اسے ولد الزنا نہیں کہہ سکتے، اور **چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا ہے تو ناجائز اولاد ہے یعنی اللہ بخش کا لڑکا نہیں قرار پائے گا۔**" (فتاوی امجدیہ، ج02، ص295، مکتبہ رضویہ کراچی)

ولد الزنا وراثت میں حقدار نہ ہو گا۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "اگر زوجہ نکاح میں ہے اور سالی سے زنا کیا تو زوجہ سے قربت بھی حرام نہ ہو گی، نہ اس کی اولاد ولد الحرام ہو گی، **سالی سے جو بچے ہوں گے ولد الزنا ہوں گے اور زید کا ترکہ نہ پائیں گے۔**" (فتاوی رضویہ، ج11، ص272، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر فتاوٰی رضویہ میں ہے: "(مرتد) سے جو اولاد ہو گی قطعاً **ولد الزنا ہو گی اور ترکہ پدری سے مطلقاً محروم** کہ ولد الزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ ہی نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص329، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر کی اجازت کے بغیر مہر میں اضافہ کر دیا تو کیا وہ دینا لازم ہے؟

ریفرنس نمبر:Lar10503 تاریخ:11-03-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کے نکاح میں باہم رضامندی سے 5 ہزار حق مہر طے ہوا تھا اور اسی مہر پر ایجاب وقبول ہوا، پھر بعد میں زید کی اجازت کے بغیر بلکہ اس کے علم میں لائے بغیر ہی لڑکی والوں نے مولوی صاحب سے فارم میں حق مہر 150000 لکھوالیا، زید کو بعد میں جب علم ہوا، تو اس نے یہ اضافی رقم دینے سے انکار کر دیا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ نکاح کے بعد حق مہر میں جو اضافہ کیا گیا ہے، کیا یہ بھی زید پر دینا لازم ہوگا جبکہ وہ اس پر راضی نہیں اور علم ہونے پر اس نے دینے سے انکار بھی کر دیا تھا؟

نوٹ: لڑکی والے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وقت عقد مہر میں 5000 ہی تھا، زید کی مرضی واجازت کے بغیر یہ بعد میں ہم نے اضافہ کروایا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

دریافت کی گئی صورت میں زید پر صرف اتنا ہی مہر ادا کرنا لازم ہے جو دونوں کی رضامندی سے مقرر ہوا تھا یعنی 5000 اور لڑکی والوں کی طرف سے ازخود جو اضافہ کیا گیا، وہ دینا زید پر لازم نہیں، کیونکہ لڑکی والوں نے اس کی اجازت ومرضی کے بغیر یہ اضافہ کیا، تو وہ اس میں فضولی ہوئے اور فضولی کا کیا ہوا اضافہ شوہر کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، راضی ہو جائے تو لازم ہو جاتا ہے، رد کر دے تو باطل ہو جاتا ہے اور صورتِ مسئولہ میں زید نے علم ہونے کے بعد یہ اضافی رقم دینے سے چونکہ انکار کر دیا تھا، اس لیے یہ باطل ہو گیا۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: ”اور قرارداد کے بعد تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں۔“

(پارہ5، سورۃ النساء، آیت24)

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے تحت ہے: ”فیما یزاد علی المسمی أو یحط عنه بالتراضي“ ترجمہ: باہم تراضی سے جو کچھ طے شدہ مہر میں زیادہ یا کم کیا جاتا ہے اس میں گناہ نہیں ہے۔

(تفسیر بیضاوی، جلد2، صفحہ69، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

بحر الرائق میں ہے:"واستدلوا لجوازها بقوله تعالى :﴿وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ﴾ [النساء:24] فإنّه يتناول ما تراضوا على إلحاقه وإسقاطه"ترجمہ:اور علماء نے اس(مقررہ مہر میں اضافہ کرنے)کے جائز ہونے کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کیا ہے﴿وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ﴾ کہ یہ آیت باہم رضامندی سے مہر بڑھانے یا گھٹانے کو شامل ہے۔ (البحر الرائق، جلد3، صفحہ261، مطبوعہ کوئٹہ)

مقررہ مہر میں کمی کرنے کے لیے صرف بیوی کی رضامندی، جبکہ اضافہ کرنے کے لیے میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے، اس حوالے سے بدائع الصنائع میں ہے:"وتجوز الزيادة في المهر اذا تراضيا بها والحط عنه اذا رضيت به"ترجمہ: مقررہ مہر میں اضافہ کرنا، جائز ہے، جبکہ میاں بیوی دونوں اس پر راضی ہوں اور کمی بھی جائز جبکہ بیوی اس پر راضی ہو۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد3، صفحہ519، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ردالمحتار میں ہے:" واشترط القبول لأن الزيادة في المهر لا تصح إلا به فتح عن التجنيس "یعنی: مہر زیادہ کیا تو شوہر کا قبول کرنا شرط ہے کیونکہ مہر میں زیادتی شوہر کے قبول کرنے سے ہی درست ہو گی۔ فتح القدیر بحوالہ تجنیس۔ (ردالمحتار، جلد3، صفحہ113، دار الفکر، بیروت)

تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:"(هو من يتصرف في حق غيره بغير إذن شرعي، كل تصرف صدر منه) تمليكا كان كبيع وتزويج او اسقاط كطلاق واعتاق (وله مجيز) اى لهذه التصرف من يقدر على اجازته (حال وقوعه انعقد موقوفا ملتقطاً)"یعنی: فضولی وہ شخص ہے جو شرعی اجازت کے بغیر دوسرے کے حق میں تصرف کرے۔ ہر وہ تصرف جو فضولی سے صادر ہو، خواہ وہ تملیک کے قبیل سے ہو جیسا کہ بیع، نکاح یا اسقاط کے قبیل سے جیسا کہ طلاق اور آزاد کرنا اور اس کے صدور کے وقت کوئی اس کو جائز کرنے پر قدرت رکھنے والا موجود ہو تو فضولی کا وہ تصرف موقوفا منعقد ہو گا۔ (تنویر الابصار والدر المختار مع ردالمحتار، جلد5، صفحہ107،106، دار الفکر بیروت)

و اللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو صدیق محمد ابو بکر عطاری

26 رجب المرجب 1442ھ/11 مارچ 2021ء

الجواب صحیح

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

عورت بخوشی حق مہر کی رقم معاف کردے، تو کیا اب اس رقم کا دوبارہ مطالبہ کرسکتی ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12854

تاریخ اجراء: 12ذیقعدۃالحرام1444ھ/02جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے صراحتاً اپنے حق مہر کی رقم شوہر کو معاف کردے اور شوہر انکار بھی نہ کرے، تو اب بعد میں کسی بھی وجہ سے وہ دوبارہ شوہر سے حق مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت جب اپنی رضامندی وخوشی سے اپنا حق مہر معاف کردے تو وہ معاف ہوجائے گا بشرطیکہ شوہر نے انکار نہ کیا ہو، لہذا پوچھی گئی صورت میں وہ عورت شوہر سے دوبارہ حق مہر کی رقم کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔

یہ جواب سوال کے تناظر میں تھا کہ یہاں عورت نے حق مہر کی رقم معاف کی جو کہ دین کی صورت میں تھی۔ البتہ یہ مسئلہ ضرور ذہن نشین رہے کہ اگر حق مہر میں کوئی معین چیز مثلاً معین زمین یا کوئی اور معین سامان طے کیا، تو اب مہر معاف کرنے سے معاف نہیں ہوگا کہ عین چیز میں معافی درست نہیں، لہذا اس صورت میں عورت کو مطالبہ کا حق باقی رہے گا۔

مقررہ مہر بیوی کے بخوشی معاف کردینے سے معاف ہوجانے کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ؕ“ ترجمہ کنزالایمان: ”تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرار داد (طے شدہ) کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہوجائے تو اُس میں گناہ نہیں۔“ (القرآن الکریم، پارہ 05، سورۃ النساء، آیت نمبر 24)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:"خواہ عورت مہر مقرّر شدہ سے کم کر دے یا بالکل بخش دے یا مرد مقدار مہر کی اور زیادہ کر دے۔"(تفسیر خزائن العرفان، ص161، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:"(وصح حطها) لكله او بعضه (عنه) قبل او لا"یعنی عورت کا اپنا سارا مہر یا مہر کا کچھ حصہ معاف کر دینا درست ہے، شوہر قبول کرے یا نہ کرے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت رد المحتار میں ہے:"(وصح حطها)۔۔۔۔ولا بد من رضاها۔ففي هبة الخلاصة خوفها بضرب حتى وهبت مهرها لم يصح لو قادرا على الضرب۔۔۔(لكله او بعضه) قيده في البدائع بما اذا كان المهر دينا اى دراهم او دنانير لان الحط في الاعيان لا يصح۔بحر"یعنی حق مہر معاف ہونے میں عورت کا راضی ہونا ضروری ہے، خلاصہ میں ہے کہ شوہر نے عورت کو مار پیٹ کرنے کی دھمکی کے ذریعے خوف دلایا اور عورت نے مہر معاف کر دیا تو مہر معاف نہ ہوا جبکہ شوہر مار پیٹ کرنے پر قادر ہو۔۔۔۔کل یا بعض مہر، اس مسئلے کو بدائع میں درہم و دینار سے مقید کیا ہے کیونکہ عین چیز میں معافی درست نہیں، بحر۔(رد المحتار مع الدر المختار، ج3، ص113 مطبوعہ بیروت، ملتقطاً)

بہارِ شریعت میں ہے:"عورت کل مہر یا جز معاف کرے تو معاف ہو جائے گا بشرطیکہ شوہر نے انکار نہ کر دیا ہو۔"(بہارِ شریعت، ج02، ص68، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوٰی امجدیہ میں ہے:"جب (عورت نے مہر) برضا و رغبت معاف کر دیا تو معاف ہو گیا، اور اب وہ مستحق نہ رہی۔"(فتاوی امجدیہ، ج02، ص143، مکتبہ رضویہ، کراچی)

فتاوٰی فقیہ ملت میں ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے:"(پوچھی گئی صورت میں) اگر واقعی زید نے اپنی بیوی سے مقرر شدہ مہر بلا اکراہِ شرعی معاف کروالیا تو معاف ہو گیا۔اب لڑکی کے والدین کا زید سے مہر کا مطالبہ کرنا سراسر زیادتی ہے۔"(فتاوی فقیہ ملت، ج01، ص419، شبیر برادرز)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

بارات کے دو دن بعد ولیمہ کرنے سے ولیمہ کی سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1412

تاریخ اجراء: 13رجب المرجب1445ھ/25جنوری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

22مئی کو بارات ہے آتے آتے دن بدل جائے گا اور 25 کو ولیمہ ہے تو سنت ادا ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ولیمہ کرنا سنت مستحبہ ہے، اس کا بارات سے ڈائریکٹ تعلق نہیں ہے کہ بارات کب شروع ہوئی کب ختم ہوئی، بلکہ اس کا تعلق شرعاً شبِ زفاف سے ہے کہ شبِ زفاف (جس رات میاں بیوی والے معاملات ہوں اس) کی صبح پہلے دن یا اس کے بعد دوسرے دن دعوت کا اہتمام ہو تو اس سے ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی، ان دو دنوں کے بعد جو دعوت کی جائے وہ ولیمہ نہیں، لہٰذا اسی اعتبار سے ولیمہ کی تاریخ رکھ لی جائے، اگر ایسا نہ ہو سکے تو دعوت ولیمہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ سب کو بلا کر بڑے پیمانے پر ہال وغیرہ میں ہو تب ہی ولیمہ ہو گا بلکہ اگر بڑے پیمانے پر بعد میں کبھی بھی دعوت کی جائے لیکن شبِ زفاف کے بعد دو دن کے اندر اندر مختصر سی چند دوست واحباب کی بھی دعوت کر لی جائے تو سنت ولیمہ کے لیے کافی ہے۔

اس متعلق تفصیلی معلومات کے لیے نیچے دیے گئے لنک سے تفصیلی فتوے کا مطالعہ فرمالیں۔

https://daruliftaahlesunnat.net/ur/walime-ke-bare-me-chand-ahkam

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اظہار محبت کے حوالے سے حدیث پاک کی شرح

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1334

تاریخ اجراء: 05 شعبان المعظم 1445ھ/16 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں نے سنا ہے کہ مشکوۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی سے محبت کرو تو اسے بتاؤ کہ تم اس سے محبت کرتے ہو تاکہ اس کے دل میں بھی تمہارے لئے محبت پیدا ہو۔ اس کی تشریح و وضاحت فرمادیجئے، کیونکہ آج کل جیسا ماحول ہے کہ بے حیا نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے سے ناجائز محبت کرتے ہیں وہ تو اپنی ناجائز دوستی پر مزید اصرار کریں گے کہ محبت کے اظہار کرنے کا حکم تو حدیث پاک میں موجود ہے۔ پھر گناہ اور بے حیائی مزید بڑھے گی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احادیث طیبہ میں محبت کی خبر دینے کے متعلق یہ استحبابی حکم ایسی محبت کے بارے میں ہے جو محض اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کے لیے اخلاص کے ساتھ کی جائے، ایسی محبت بندے کو اللہ عزوجل کے مزید قریب کر دیتی ہے، اجنبی نامحرم سے کی جانے والی ناجائز محبت ہر گز مراد نہیں بلکہ شریعت مطہرہ تو ناجائز شہوات کی تسکین کی خاطر ملنے اور دوستانہ تعلق رکھنے کی سخت ممانعت کرتی ہے ایسی ناجائز محبت نیکیوں کی طرف لے جانے کے بجائے انسان کو بے پردگی، بدکاری، زنا کری وغیرہ جیسے بڑے گناہوں میں مبتلا کر دیتی ہے اور کئی معاشرتی خرابیوں بلکہ قتل و غارت گری تک کا سبب بنتی ہے، گناہوں بھرے تعلقات رکھنے والوں کا مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث پاک سے استدلال کرنا ہر گز درست نہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح میں ہے: ”عن المقدام بن معدیکرب عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال اذا احب الرجل اخاہ فلیخبرہ انہ احبہ“ یعنی: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو

اسے خبر دے دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔(مشکوۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، حدیث 5016، جلد 9، صفحہ 221، مطبوعہ: بیروت)

مشکوۃ میں ہی ایک دوسری حدیث شریف میں ہے: "مر رجل بالنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعندہ ناس، فقال رجل ممن عندہ: انی لاحب ھذا فی اللہ، فقال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: اعلمتہ؟ قال: لا، قال قم الیہ فاعلمہ" یعنی: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس والوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا تم نے اسے بتادیا ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: اس کے پاس جاؤ، اسے بتادو۔(مشکوۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، حدیث 5017، جلد 9، صفحہ 222، مطبوعہ: بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مراٰۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: "محبت کی خبر دینے سے محبت پیدا ہوتی ہے، جب کہ اخلاص سے ہو، اور محض اللہ کے لیے ہو، دنیاوی لالچ سے نہ ہو۔۔۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی نہیں، استحبابی ہے، کہ محبت کی خبر دینا واجب نہیں ہو سکتا ہے۔۔۔ غالباً اس شخص نے اس دوسرے شخص کا تقویٰ، عبادات، اسلام پر پختگی وغیرہ دیکھ کر اس سے محبت کی تھی، لہٰذا یہ محبت فی اللہ تھی۔" (مراٰۃ المناجیح، جلد 6، صفحہ 596-597، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

جنت میں جنتی عورتیں زیادہ خوبصورت ہونگی یا پھر جنتی حور؟

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2025

تاریخ اجراء: 09ربیع الاول1445ھ/26ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا جنت میں جنتی عورتیں حوروں سے زیادہ خوبصورت ہوں گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ حور زیادہ خوبصورت ہو گی جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ دنیاوی عورتیں جو جنت میں جائیں گی وہ حوروں سے زیادہ خوبصورت ہوں گی کہ ان پر عبادات کا حسن بھی ہو گا، اس دوسرے قول کو ہی زیادہ علما نے اختیار کیا ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے۔ چنانچہ مجمع الزوائد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث مبارکہ میں ہے" قلت: یارسول الله، أنساء الدنیا أفضل أم الحور العین؟قال: "نساء الدنیا أفضل من الحور العین کفضل الظهارة علی البطانة". قلت: یارسول الله، وبم ذاك؟قال: "بصلاتهن، وصیامهن لله - عزوجل - ألبس الله - عزوجل - وجوههن النور، وأجسادهن الحریر، بیض الألوان، خضر الثیاب، صفر الحلي، مجامرهن الدر، وأمشاطهن الذهب "ترجمہ: میں نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا بڑی آنکھوں والی جنتی حوریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دنیا کی عورتیں بڑی آنکھوں والی جنتی حوروں سے افضل ہیں، جیسے ظاہر باطن سے افضل ہے۔ میں نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس وجہ سے؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے نماز، روزے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنے کی وجہ سے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے چہروں کو نور عطا کرے گا اور ان کے جسموں پر ریشم کے لباس پہنائے گا، ان کا رنگ سفید، کپڑے سبز اور زیور زرد رنگ کا ہو گا، ان کے دھونی دان (انگیٹھیاں) موتیوں کی اور کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔ (مجمع الزوائد، حدیث نمبر 18755، جلد 10، صفحہ 417، مکتبۃ القدسی، قاہرہ)

تفسیر قرطبی میں ہے "واختلف أيهما أكثر حسنا وأبهر جمالا الحور أو الآدميات؟ فقيل: الحور لما ذكر من وصفهن في القرآن والسنة، ولقوله عليه الصلاة والسلام في دعائه على الميت في الجنازة: (وأبدله زوجا خيرا من زوجه). وقيل: الآدميات أفضل من الحور العين بسبعين ألف ضعف، وروي مرفوعا. وذكر ابن المبارك: وأخبرنا رشدين عن ابن أنعم «» عن حيان ابن أبي جبلة، قال: إن نساء الدنيا من دخل منهن الجنة فضلن على الحور العين بما عملن في الدنيا" ترجمہ: اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کون زیادہ خوبصورت ہے حور یا دنیاوی عورت؟ ایک قول کے مطابق حور زیادہ خوبصورت ہو گی اس وجہ سے کہ اس کے اوصاف قرآن و سنت میں مذکور ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جنازہ میں میت پر دعا فرماتے ہوئے اس فرمان کی وجہ سے کہ "اس کی زوجہ کو اس سے بہتر کے ساتھ بدل دے"۔ اور ایک قول کے مطابق دنیاوی عورتیں حوروں سے ستر گنا افضل ہیں اور یہ مرفوعا روایت کیا گیا ہے۔ ابن مبارک نے ذکر کیا کہ ہمیں خبر دی رشدین نے وہ ابن انعم اور وہ حیان ابن ابی جبلہ سے روایت کرتے ہیں کہ دنیاوی عورتیں جو جنت میں داخل ہوں گی وہ حور عین پر فضیلت والی ہوں گی، اس سبب سے جو انہوں نے دنیا میں عمل کیے۔ (تفسیر قرطبی، جلد 13، صفحہ 187، دار الکتب المصریۃ، قاہرہ)

علامہ سفیری (المتوفی 956ھ) شرح البخاری للسفیری میں فرماتے ہیں: " نساء الدنيا وهن الآدميات في الجنة أفضل وأحسن من الحور العين " ترجمہ: دنیاوی عورتیں جنت میں حور عین سے افضل اور زیادہ خوبصورت ہوں گی۔ (شرح البخاری للسفیری، جلد 2، صفحہ 33، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مراٰۃ المناجیح میں ہے: " جنتی عورتوں کا حسن حوروں سے زیادہ ہو گا کہ ان پر عبادات کا حسن بھی ہو گا۔" (مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد 7، صفحہ 477، نعیمی کتب خانہ، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر کا مہر معاف کروانا

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1979

تاریخ اجراء: 25صفر المظفر1445ھ/12 ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

والدین کی طرف سے مہر کی رقم جو مقرر ہوئی، نکاح کے بعد لڑکا لڑکی باہمی رضامندی سے وہ رقم کم کر سکتے ہیں؟ والدین نے بہت زیادہ مہر مقرر کیا ہو، جس کی وجہ سے شوہر بیوی کے حقوق پورے نہ کر پا رہا ہو، اور میاں بیوی دونوں چاہتے ہوں کہ مہر کی رقم کو کم کر دیا جائے، تاکہ جلدی مہر ادا ہو جائے، تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے؟ نیز اگر عورت چاہے تو مہر کی رقم شوہر کو معاف کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مہر عورت کا حق ہے اور جتنا مہر نکاح میں مقرر ہوا، شوہر پر اس کی ادائیگی لازم ہے اور مہر زیادہ مقرر ہونے کی وجہ سے عورت کو پریشان کرنا تاکہ وہ مہر معاف کرے یا کم کرے ہرگز درست نہیں۔ البتہ اگر عورت عاقلہ بالغہ ہے اور اپنی خوشی سے مہر معاف کرے تو وہ اس کا حق رکھتی ہے۔ لیکن شوہر کا معاف کروانا کچھ مناسب نہیں اور اس پر جبر کرنا اور مختلف حیلے بہانوں سے اسے تکلیف پہنچانا تو ہرگز روا (جائز) نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا﴾ ترجمہ کنز العرفان: ”اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ۔“ (القرآن الکریم، پارہ4، سورۃ النساء، آیت:04)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت صدر الافاضل مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”عورتوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو مَہر کا کوئی جزو ہبہ کریں یا کل مہر مگر مہر بخشوانے کے لیے انہیں مجبور کرنا، ان کے ساتھ بد خلقی کرنا نہ چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿طِبْنَ لَكُمْ﴾ فرمایا جس کے معنیٰ ہیں: دل کی خوشی سے معاف کرنا۔“ (تفسیر خزائن العرفان، سورۃ النساء، آیت04، ص153، مکتبۃ المدینہ)

مہر معاف ہونے کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے، جبری مہر معاف کرانا درست نہیں، جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:"وان حطت عن مهرها صحّ الحط كذا في الهداية ولا بد في صحّة حطّها من الرضا حتى لو كانت مُكرَهةً لم يصحّ "یعنی عورت نے اپنا حق مہر معاف کر دیا، تو یہ ٹھیک ہے، بشرطیکہ اس کی مکمل رضامندی ہو، یہاں تک کہ اگر مجبور ہو کر معاف کیا، تو معاف نہیں ہو گا۔(الفتاوی الهندية، ج1، ص313، مطبوعه: پشاور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا بیوی شوہر کو نام لے کر پکار سکتی ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12270

تاریخ اجراء: 30ذوالقعدۃالحرام1443ھ/30جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی اگر شوہر کو نام لے کر پکارے، تو شرعاً اس میں کوئی حرج تو نہیں؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق بیوی کا شوہر کو نام لے کر پکارنا، مکروہ اور خلافِ ادب ہے۔ لہذا جب کبھی شوہر کو مخاطب کرنے کی نوبت آئے تو عورت کو چاہیے کہ مہذب انداز میں اور ادب کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے احسن انداز میں شوہر کو مخاطب کرے۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”(ویکرہ أن یدعو الرجل أباہ **وأن تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ**) اھ بلفظہ۔“ یعنی مرد کا اپنے باپ کو، یونہی عورت کا اپنے شوہر کو اس کا نام لے کر پکارنا، مکروہ ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت رد المحتار میں ہے: ”بل لا بد من لفظ یفید التعظیم کیا سیدي ونحوہ لمزید حقہما علی الولد والزوجۃ، ولیس ہذا من التزکیۃ، لأنہا راجعۃ إلی المدعو بأن یصف نفسہ بما یفیدہا لا إلی الداعي المطلوب منہ التأدب مع من ہو فوقہ۔“ ترجمہ: ”بلکہ ضروری ہے کہ ایسے کسی لفظ سے مخاطب کیا جائے کہ جو تعظیم کا فائدہ دے جیسا کہ یاسیدی اور اسی کی مثل دیگر الفاظ، تاکہ بیٹے اور زوجہ پر باپ اور شوہر کا جو حق ہے وہ مزید واضح ہو سکے۔ البتہ تعظیم کے ان الفاظ سے پکارنے میں تزکیہ (اپنی تعریف کا پہلو) نہیں ہے، کیونکہ تزکیہ تو اس وقت پایا جائے گا کہ جب یہ مدعو (ہماری مثال میں شوہر اور باپ مدعو ہیں یعنی ان کو بلانے کی بات ہو رہی ہے) کی طرف لوٹے اس طرح کہ وہ مدعو اپنے آپ کو ان الفاظ سے متصف کرے کہ جس سے تزکیہ کا فائدہ

حاصل ہو نہ کہ یہ داعی (بلانے والے) کی طرف لوٹے کہ جس سے مطلوب ہی اسے ادب سکھانا ہے اس کا ادب کہ جو اس سے بڑھ کر ہے۔" (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج09، ص690، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: "باپ کو اس کا نام لے کر پکارنا مکروہ ہے، کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح **عورت کو یہ مکروہ ہے، شوہر کو نام لے کر پکارے۔** بعض جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ عورت اگر شوہر کا نام لے لے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یہ غلط ہے۔ شاید اسے اس لئے گڑھا ہو کہ اس ڈر سے کہ طلاق ہو جائے گی شوہر کا نام نہ لے گی۔" (بہارِ شریعت، ج03، ص658-657، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-531

تاریخ اجراء: 08ربیع الاول1444ھ/05اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ شارحین حدیث نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہاں عورت سے مراد حضرت حواء رضی اللہ عنہا ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح میں صحیح بخاری و مسلم سے منقول ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”استوصوا بالنساء خیرا فانهن خلقن من ضلع وان اعوج شیئ فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء“ یعنی بیوی سے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو، کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور یقیناً پسلی کا ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر کا ہے، تو اگر اسے سیدھا کرنے لگو، تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو، تو ٹیڑھا رہے گا، لہٰذا عورتوں کے متعلق وصیت قبول کرو۔ (مشکوۃ المصابیح مع المرقاۃ، جلد6، صفحہ356، مطبوعہ: بیروت)

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں اور علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فیض القدیر میں فرماتے ہیں: واللفظ للمناوی: ”قیل: اراد به ان اول النساء خلقت من ضلع فان حواء خرجت من ضلع آدم“ یعنی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ پہلی عورت پسلی سے پیدا کی گئی، کیونکہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ (فیض القدیر، جلد1، صفحہ503، مطبوعہ: بیروت)

اسی روایت کی شرح بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: ''**حضرت حوا کی پیدائش آدم علیہ السلام کی پسلی کے اوپری حصہ سے ہوئی جو ٹیڑھا ہے اور تمام عورتیں انہی حوا کی اولاد سے ہیں فطری طور پر سب میں قدر کجی سخت مزاجی ہے اور رہے گی۔** حضرت حوّا کی پیدائش کی تفصیل ہماری تفسیر نعیمی کلاں پارہ اول میں ملاحظہ کیجئے۔'' (مرآۃ المناجیح، صفحہ 87، نعیمی کتب خان، گجرات)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

ولیمے کے بارے میں چند احکام

مجیب: ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: Nor-12244

تاریخ اجراء: 21ذوالقعدۃ الحرام1443ھ/21جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ولیمہ کی حیثیت کیا ہے واجب یا سنت ؟اور یہ کب کرنا چاہیے ؟اور یہ کہ بعد رخصتی اگر ابھی ہمبستری نہ ہوئی ہو، تو ولیمہ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ولیمہ کرنا سنت مستحبہ ہے، احادیث کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:"ان عبد الرحمن بن عوف جاء الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وبہ اثر صفرۃ فسالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاخبرہ انہ تزوج امراۃ من الانصار قال کم سقت الیھا قال زنۃ نواۃ من ذھب قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اولم ولو بشاۃ"حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ ان پر زعفران کا اثر تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان سے (وجہ)پوچھی، تو انہوں نے خبر دی کہ انصار میں سے ایک عورت سے انہوں نے شادی کرلی ہے، تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پوچھا: اسے کتنا مہر دیا؟ عرض کیا: گٹھلی برابر (چھے مثقال) سونا، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ولیمہ کر اگرچہ ایک بکری کے ساتھ۔ (صحیح البخاری، ج2، ص280، رقم الحدیث 5153، باب الولیمۃ ولو بشاۃ، مطبوعہ لاھور)

ولیمہ کے سنت مستحبہ ہونے کے بارے میں سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:"ولیمہ بعد نکاح سنت ہے، اس میں صیغہ امر بھی وارد ہے، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: "اولم ولو بشاۃ" ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی دنبہ یا اگرچہ ایک دنبہ۔ دونوں معنی محتمل ہیں اور اول اظہر، تارکان سنت

ہیں، مگر یہ سنن مستحبہ سے ہے، تارک گناہ گار نہ ہو گا اگر اسے حق جانے۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص278، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مذکورہ بالا حدیث پاک کے تحت شارحین حدیث نے ولیمہ کب سنت ہے، اس بارے میں کئی اقوال ذکر کیے ہیں: (1) دخول کے بعد۔ (2) دخول سے پہلے بھی کر سکتے ہیں اور دخول کے بعد بھی۔ (3) نکاح کے وقت۔ (4) نکاح کے وقت بھی کر سکتے ہیں اور دخول کے بعد بھی۔

عمدۃ القاری میں ہے: "قولہ: (اولم ولو بشاۃ) وقد اختلف السلف فی وقتھا: ھل ھو عند العقد او عقیبہ؟ او عند الدخول او عقیبہ؟ او موسع من ابتداء العقد الی انتھاء الدخول؟ علی اقوال۔ قال النووی: اختلفوا، فقال عیاض: ان الاصح عند المالکیۃ استحبابہ بعد الدخول، وعن جماعۃ منھم: انھا عند العقد، عند ابن حبیب: عند العقد وبعد الدخول، وقال فی موضع آخر: یجوز قبل الدخول وبعدہ، وقال الماوردی: عند الدخول، وحدیث انس: فاصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عروسا بزینب فدعی القوم، صریح انھا بعد الدخول، واستحب بعض المالکیۃ ان تکون عند البناء ویقع الدخول عقیبھا، وعلیہ عمل الناس" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: (ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کے ساتھ) اور تحقیق سلف نے ولیمہ کے وقت کے بارے میں اختلاف کیا کہ: کیا وہ عقد کے وقت ہے یا اس کے بعد؟ یا دخول کے وقت ہے یا اس کے بعد؟ یا عقد کی ابتداء سے دخول کی انتہاء تک گنجائش ہے؟ یہ کئی اقوال ہیں۔ امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: علماء نے (ولیمہ کے وقت کے بارے میں اختلاف کیا)، پس قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا: بے شک مالکیہ کے نزدیک زیادہ صحیح، ولیمہ کا دخول کے بعد مستحب ہونا ہے، اور انہی کی ایک جماعت سے (مروی) ہے: کہ وہ عقد کے وقت ہے، ابن حبیب کے نزدیک: عقد کے وقت اور دخول کے بعد (اس کا وقت ہے)، اور ایک دوسری جگہ فرمایا: دخول سے پہلے اور بعد ولیمہ ہو سکتا ہے، اور ماوردی نے فرمایا: دخول کے وقت اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث: "رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کے بعد صبح کی تو قوم کو (ولیمہ کی) دعوت دی۔" اس بات میں صریح ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد تھا، اور بعض مالکیہ نے مستحب قرار دیا کہ ولیمہ دخول کے وقت ہو اور دخول ولیمہ کے بعد واقع ہو اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔ (عمدۃ القاری، ج20، ص204، مطبوعہ کوئٹہ)

ارشادی الساری میں ہے:"واختلف فی وقت الولیمۃ فقال ابن الحاجب من المالکیۃ انہ بعد البناء قال الشیخ خلیل فی التوضیح: ھو ظاھر المذھب واستحبھا بعض الشیوخ قبل البناء۔قال اللخمی و واسع قبلہ وبعدہ وقال ابن یونس: یستحب الاطعام عند عقد النکاح وعند البناء وصرح الماوردی من الشافعیۃ بانھا عند الدخول وحدیث الباب صریح فی انھا بعدہ لقولہ فیہ اصبح عروساً بزینب فدعا القوم، ملخصا" اور ولیمہ کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے، پس مالکیہ میں سے ابن حاجب نے فرمایا: کہ ولیمہ دخول کے بعد (سنت) ہے، شیخ خلیل نے توضیح میں فرمایا: یہی ظاہر مذہب ہے اور بعض شیوخ نے دخول سے پہلے ولیمہ کو مستحب قرار دیا ہے۔ لخمی نے فرمایا: اور دخول سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں گنجائش ہے اور ابن یونس نے فرمایا: نکاح کے وقت اور دخول کے وقت کھانا کھلانا مستحب ہے اور شوافع میں سے ماوردی نے صراحت کی کہ ولیمہ دخول کے بعد (سنت) ہے اور باب کی حدیث اس بات میں صریح ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا) ولیمہ دخول کے بعد تھا، راوی کے حدیث میں ان الفاظ کی وجہ سے: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کے بعد صبح کی تو قوم کو (ولیمہ کی) دعوت دی۔ (ارشاد الساری، ج11، ص445، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شارحین حدیث کے ذکر کردہ مذکورہ بالا چار اقوال میں سے پہلا قول حدیث و فقہ دونوں کے اعتبار سے راجح ہے۔ اولاً اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ولیمہ بعد دخول ہوا، کئی معتمد شارحینِ حدیث نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے متعلق یہی بیان کیا کہ آپ کا ولیمہ بعدِ دخول ہوا۔

عمدۃ القاری میں ہے:"عن بیان قال: سمعت انساً یقول: بنی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بامراۃ فارسلنی فدعوت رجالاً الی الطعام" حضرت بیان علیہ الرحمۃ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک عورت سے دخول فرمایا، تو مجھے بھیجا پس میں نے لوگوں کو (ولیمہ کے) کھانے کی طرف بلایا۔

اس کے تحت علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:":قولہ: (بنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) من البناء وھو الدخول بزوجتہ، وقد ذکر غیر مرۃ۔قولہ: (بامراۃ) ھی زینب بنت جحش" حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کا قول: (نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دخول فرمایا) یہ بناء سے نکلا ہے اور وہ (آدمی کے) اپنی بیوی کے ساتھ دخول کو کہتے ہیں اور یہ بات کئی مرتبہ مذکور ہوئی۔ ان کا قول: (ایک عورت کے ساتھ) وہ حضرت

زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا تھیں۔(عمدۃ القاری،ج20،ص219،مطبوعہ کوئٹہ)

عمدۃ القاری میں ہے:"وحدیث انس:فاصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عروسا بزینب فدعی القوم"صریح انہا بعد الدخول"اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث:"رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کے بعد صبح کی تو قوم کو(ولیمہ کی)دعوت دی"اس بات میں صریح ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد تھا۔(عمدۃ القاری،ج20،ص204،مطبوعہ کوئٹہ)

فتح الباری باب الولیمۃ میں عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ والی روایت کے تحت ہے:"قولہ:(وقال عبد الرحمن بن عوف قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم:اولم ولو بشاۃ)قال:والمنقول من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا بعد الدخول کانہ یشیر الی قصۃ زینب بنت جحش،حدیث انس فی ھذا الباب صریح فی انہا بعد الدخول لقولہ فیہ(اصبح عروسا بزینب فدعا القوم)۔ملخصا"ان کا قول:(اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:ولیمہ کر اگرچہ ایک بکری کے ساتھ)فرمایا:اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فعل سے ولیمہ کا دخول کے بعد ہونا منقول ہے گویا کہ وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا کے واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں،اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث اس بات میں صریح ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد تھا،ان کے حدیث میں ان الفاظ کی وجہ سے(رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کے بعد صبح کی تو قوم کو(ولیمہ کی)دعوت دی۔(فتح الباری،ج9،ص287،مطبوعہ کراچی)

ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں ہے:"وحدیث الباب صریح فی انہا بعدہ لقولہ فیہ اصبح عروسا بزینب فدعا القوم"اور باب کی حدیث اس بات میں صریح ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد تھا،ان کے حدیث میں ان الفاظ کی وجہ سے:رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کے بعد صبح کی تو قوم کو(ولیمہ کی)دعوت دی۔(ارشاد الساری،ج11،ص445،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ،بیروت)

شرح مسلم للنووی میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح والی روایت کے تحت علامہ نووی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"**فیہ دلیل لولیمۃ العرس وانہا بعد الدخول**۔ملخصا"اس حدیث میں شادی کے ولیمہ کی دلیل ہے اور یہ کہ وہ دخول کے بعد تھا۔(المنہاج علی المسلم،ج1،ص459،مطبوعہ کراچی)

مشکوۃ المصابیح میں ہے: ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم طعام اول یوم حق وطعام یوم الثانی سنۃ وطعام یوم الثالث سمعۃ ومن سمع سمع اللہ بہ“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے دن کا کھانا حق ہے، دوسرے دن کا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا نام ونمود ہے، جو سنانا چاہے گا، اللہ اسے سنادے گا۔
(مشکوۃ المصابیح، ج2، ص591، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس حدیث پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”اس جملے کے کئی معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ پہلے دن سے مراد شادی وبارات کا دن ہے اور حق سے مراد مستحق ہے یعنی بارات والے دن کا کھانا مہمانوں کا حق ہے، جو شرکت بارات کے لیے آئے ہیں **اور دوسرے دن یعنی زفاف کے بعد ولیمہ کا کھانا سنت ہے مؤکدہ یا مستحبہ اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے**، دوسرے یہ کہ پہلے دن سے مراد زفاف کے بعد کا دن ہے اور دوسرے دن سے مراد اس دن کے بعد کا دن یعنی زفاف سے سویرے دعوت ولیمہ حق درست ہے اور دوسرے دن کا کھانا بھی سنت ہے یعنی بدعت یا خلاف سنت نہیں تیسرے یہ کہ زفاف کے سویرے کھانا دینا فرض یا واجب ہے جس میں بلاوجہ شرکت نہ کرنا گناہ دوسرے دن کا بھی کھانا سنت ہے۔ یہ تیسرے معنی ان کے مذہب پر ہیں جو ولیمہ کو واجب کہتے ہیں۔ **فقیر کے نزدیک پہلے معنی زیادہ قوی ہیں**، چوتھے یہ کہ زفاف کے سویرے ولیمہ کا کھانا دینا برحق ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے اس دن نہ دے سکے، تو دوسرے دن دے دینا بھی سنت ولیمہ میں شامل ہے یعنی مسلسل تین دن تک کھانا دینا محض نام نمود ہے، ثواب نہیں یا زفاف کے تیسرے دن کھانا دینا سنت نہیں صرف نام ونمود ہے۔“ (مراۃ المناجیح، ج5، ص101، مطبوعہ لاہور)

اشکال: امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ولیمہ قبل دخول ہونا بیان کیا ہے۔ چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے: ”وقال البیھقی: کان دخولہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ھذہ الولیمہ“ اور امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا دخول اس ولیمہ کے بعد تھا۔ (عمدۃ القاری، ج20، ص214، مطبوعہ کوئٹہ)

جواب: امام بیہقی کا یہ موقف حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا کے ولیمہ کے بارے میں ہے۔ چنانچہ عمدۃ القاری کے باب الھدیۃ للعروس کے تحت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح والی روایت کو ذکر فرمایا: ”عن ابی عثمان عن انس بن مالک قال: مربنا فی مسجد بنی رفاعۃ فسمعتہ یقول: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اذا مر بجنبات ام سلیم دخل علیھا فسلم علیھا، ثم قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عروسا بزینب فقالت لی ام سلیم۔۔۔الخ“ حضرت ابو عثمان سے روایت ہے، وہ حضرت انس

بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ مسجد بنی رفاعہ میں ہمارے پاس سے گزرے، تو میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب ام سلیم کے صحن سے گزرے، تو انہیں سلام کیا، پھر حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کی، تو مجھے ام سلیم نے کہا۔۔۔ الخ

اور اسی روایت کے تحت شرح میں علامہ عینی نے فرمایا: ”قوله: (عروسا بزينب) وقد مر غير مرة ان العروس يشمل الذكر والانثى، وزينب بنت جحش الاسدية ام المؤمنين، تزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة ثلاث۔۔۔ الخ۔ وفيه فوائد۔۔۔۔: الثالثة: اتخاذ الوليمة في العرس قال ابن العربي بعد الدخول، وقال البيهقي: كان دخوله صلى الله عليه وسلم بعد هذه الوليمة، ملخصا“ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کا قول: (حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کی) اور تحقیق کئی مرتبہ گزرا کہ عروس مرد و عورت کو شامل ہے اور حضرت زینب بنت جحش اسدیہ مومنین کی ماں، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان سے تیسرے سال شادی کی۔۔۔ الخ۔ اور اس میں کئی فوائد ہیں۔۔۔۔ تیسرا فائدہ: شادی میں ولیمہ کرنا، ابن عربی نے کہا: ولیمہ دخول کے بعد ہو گا، اور امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا دخول اس ولیمہ کے بعد تھا۔ (عمدۃ القاری، ج20، ص212تا214، مطبوعہ کوئٹہ)

اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا کے ولیمہ کے بارے میں اوپر جلیل القدر شارحینِ حدیث علامہ عینی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور صاحب ارشاد الساری کے حوالے سے گزرا کہ ان کا ولیمہ بعد دخول ہوا تھا، بلکہ انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے ولیمہ والی حدیث کو بعد دخول ولیمہ کے لیے صریح قرار دیا، لہذا ان واضح تصریحات کے برخلاف صرف امام بیہقی کی طرف منسوب اس عبارت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ نیز عمدۃ القاری کے اس مقام کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے اس کو اپنے مذہب کے طور پر بیان نہیں کیا، کیونکہ اس عبارت سے پہلے ابن العربی کا مذہب بعد دخول ولیمہ بیان کیا ہے اور دونوں قولوں کو صرف نقل کیا ہے، اپنا مختار بیان نہیں فرمایا۔ چنانچہ پوری عبارت یہ ہے: ”الثالثة: اتخاذ الوليمة في العرس قال ابن العربي بعد الدخول، وقال البيهقي: كان دخوله صلى الله عليه وسلم بعد هذه الوليمة“ تیسرا فائدہ: شادی میں ولیمہ کرنا، ابن

عربی نے کہا: ولیمہ دخول کے بعد ہو گا، اور امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا دخول اس ولیمہ کے بعد تھا۔ (عمدۃ القاری، ج20، ص214، مطبوعہ کوئٹہ)

ثانیاً اس لیے کہ فقہائے احناف نے شروح حدیث میں مروی ان اقوال میں سے پہلے قول کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے بعد دخول والے قول کو اعتماد کے ساتھ بیان کیا، جبکہ دیگر اقوال کو قیل کے ساتھ بیان کیا اور قیل کے ساتھ بیان کرنا ضعف کی علامت ہے۔ نیز سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ نے ایک سے زائد جگہ اسی قول پر اعتماد کیا ہے اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے بھی بہار شریعت میں اسی قول کو لیا۔

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر میں ہے: ”ولیمۃ العرس تکون بعد الدخول وقیل عند العقد وقیل عندھما ابن ملک فی شرح المشارق عند قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اولم ولو بشاۃ، ابو السعود“ شادی کا ولیمہ ہمبستری کے بعد ہو گا اور کہا گیا: نکاح کے وقت اور کہا گیا: دونوں کے وقت، ابن ملک (نے اس بات کو) مشارق کی شرح میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے قول "ولیمہ کر اگرچہ بکری کے ذریعے" کے پاس (ذکر کیا)، ابو السعود۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، ج4، ص175، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”شبِ زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے، رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں، یونہی بعد رخصت قبل زفاف (ہمبستری سے پہلے)۔“ (فتاوی رضویہ، ج11، ص256، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک سوال ”ولیمہ نکاح کی سنت ہے یا زفاف کی اور نابالغ کا نکاح ہو، تو ولیمہ کب اور کس دن کرے“ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: ”ولیمہ زفاف کی سنت ہے اور نابالغ بھی بعد زفاف کے ولیمہ کرے اور ولیمہ شب زفاف کی صبح کو کرے۔“ (احکام شریعت، ص229، مطبوعہ اکبر بک سیلرز اردو بازار، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”دعوت ولیمہ سنت ہے۔ ولیمہ یہ ہے کہ شب زفاف کی صبح کو اپنے دوست احباب عزیز و اقارب اور محلہ کے لوگوں کی حسب استطاعت ضیافت کرے اور اس کے لیے جانور ذبح کرنا اور کھانا تیار کرانا، جائز ہے اور جو لوگ بلائے جائیں ان کو جانا چاہیے کہ ان کا جانا اس کے لیے مسرت کا باعث ہو گا۔“ (بہار شریعت، ج3، ص391،392، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن قیل کے ساتھ نقل کردہ قول کے بارے میں

فرماتے ہیں: ”عبارت عالمگیری جو امداد المسلمین میں نقل کی، اس کے شروع میں لفظ قیل واقع ہے، اصل عبارت یوں ہے: ”قیل الشقراق لا یوکل والبوم یوکل“ یہ لفظ اس قول کے ضعف پر دلیل ہوتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ اس کی طرف بعض گئے ہیں، اکثر علماء خلاف پر ہیں۔“ (فتاوی رضویہ، ج20، ص313، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

نیز اختیار و خانیہ میں بعدِ بنا ولیمہ کا حکم دیا اور لغت و حدیث کے مطابق لفظ "بنا" وطی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور صاحب اختیار و علامہ قاضی خان نے صرف اسی قول پر اقتصار فرمایا اور قوانین رسم الافتاء کے مطابق کئی اقوال میں سے کسی ایک قول پر اقتصار کرنا دلیل اعتماد ہوتا ہے۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ولیمہ کے بارے میں ہے: ”وھی اذا بنی الرجل بامراتہ ان یدعو الجیران والاقربا والاصدقاء ویذبح لھم ویصنع لھم طعاما“ ولیمہ یہ ہے کہ آدمی جب اپنی بیوی سے دخول کرے، تو پڑوسیوں اور رشتہ داروں اور دوستوں کی دعوت کرے اور ان کے لیے جانور ذبح کرے اور ان کے لیے کھانا تیار کرے۔ (الاختیار لتعلیل المختار، ج4، ص188، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

خانیہ میں ہے: ”رجل بنی بامراۃ قالوا: ینبغی ان یتخذ ولیمۃ ویدعو الجیران والاقرباء والاصدقاء ویصنع لھم طعاما ویذبح لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام اولم ولو بشاۃ“ ایسا آدمی جس نے (شادی کے بعد) عورت سے دخول کر لیا، (اس کے متعلق) علماء نے فرمایا: مناسب ہے کہ ولیمہ کرے اور پڑوسیوں اور رشتہ داروں اور دوستوں کی دعوت کرے اور ان کے لیے کھانا تیار کرے اور جانور ذبح کرے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے: ولیمہ کر اگرچہ ایک بکری کے ساتھ۔ (خانیہ، ج3، ص306، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عالمگیری میں ہے: ”وتسمیۃ العرس سنۃ وفیھا مثوبۃ عظیمۃ وھی اذا بنی الرجل بامراتہ انہ ینبغی ان یدعو الجیران والاقرباء والاصدقاء ویذبح لھم ویصنع لھم طعاما“ دعوت ولیمہ سنت ہے اور اس میں ثواب عظیم ہے اور ولیمہ یہ ہے کہ آدمی جب اپنی بیوی سے دخول کرے، تو پڑوسیوں اور رشتہ داروں اور دوستوں کی دعوت کرے اور ان کے لیے جانور ذبح کرے اور ان کے لیے کھانا تیار کرے۔ (عالمگیری، ج5، ص343، مطبوعہ کوئٹہ)

کئی اقوال میں ایک قول پر اقتصار دلیل اعتماد ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں طحطاوی علی الدر کے حوالے سے ہے:

”الاقتصار علیہ یدل علی اعتمادہ“ اس قول پر اقتصار کرنا اس پر اعتماد کی دلیل ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، ج10، ص378، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی قول پر اقتصار کرنا اس کے اعتماد کی دلیل ہے۔“ (فتاوی رضویہ، ج17، ص254، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

خانیہ، عالمگیری اور الاختیار میں مذکور ”بنی الرجل بامراتہ“ کے الفاظ وطی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی لغت کی کتاب میں اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ویقولون: بَنَى الرجلُ بامرأته إذا دخلَ بها وأصلُ ذلک أنَّ الرجلَ کان إذا تزوَّج يُبْنَى له ولأَهله خباءٌ جديد فكثرَ ذلک حتى استُعْمِل في هذا الباب“ آدمی جب اپنی بیوی سے دخول کرے تو لوگ اسے ”بنی الرجل بامراتہ“ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کی اصل یہ ہے کہ آدمی جب شادی کرتا تھا، تو اس کے لیے اور اس کی بیوی کے لیے نیا خیمہ لگایا جاتا تھا، تو یہ کثیر ہو گیا اور اس باب میں استعمال ہونے لگا۔ (المزھر فی علوم اللغۃ، جز1، ص334، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علم اللغۃ میں ہے: ”وبنى الرجل بامرأته“ كانت تستخدم كناية عن دخوله بها؛ لأن الشاب البدوي كان إذا تزوج يبنى له ولأهله خباء جديدًا“ اور ”بنی الرجل بامراتہ“ کے الفاظ سے مراد کنایۃً شوہر کا بیوی سے دخول لیا جاتا تھا، کیونکہ نوجوان دیہاتی جب شادی کرتا، تو اس کے لیے اور اس کی بیوی کے لیے نیا خیمہ لگایا جاتا۔ (علم اللغۃ، جز1، ص324، مطبوعہ مصر)

احادیث سے بھی اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک ہے: ”غزا نبی من الانبیاء، فقال لقومہ: لا یتبعنی رجل ملک بضع امراۃ وھو یرید ان یبنی بھا ولم یبن بھا“ انبیاء میں سے کوئی نبی جہاد کے لیے جانے لگے، تو اپنی قوم سے فرمایا: میرے ساتھ ایسا آدمی نہ چلے جو کسی عورت سے وطی کا مالک ہوا ہو اور وہ اس سے دخول کرنا چاہتا ہو اور ابھی تک دخول نہ کیا ہو۔

اس حدیث پاک کے تحت باب کے الفاظ کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ”قولہ: (باب من احب البناء) ای بزوجتہ التی لم یدخل بھا (قبل الغزو) ای اذا حضر الجھاد لیکون فکرہ مجتمعاً“ (باب اس شخص کے بارے میں جسے دخول پسند ہو) یعنی اپنی اس بیوی سے جس سے اس نے ابھی تک دخول نہ کیا ہو (جہاد سے پہلے) یعنی جب جہاد کا وقت آجائے تاکہ اس کی فکر جمع رہے۔ (فتح الباری، ج9، ص279، مطبوعہ کراچی)

امام نووی علیہ الرحمۃ نے لفظ ”بنی“ سے دخول مراد لیا ہے۔ حدیث یہ ہے: ”اولم رسول اللہ صلی اللہ تعالی

علیہ وسلم حین بنی بزینب بنت جحش فاشبع الناس خبزاً ولحماً" رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا سے دخول فرمایا، تو ولیمہ کیا اور لوگوں کو روٹی اور گوشت سے سیر اب کر دیا۔

اس کے تحت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ امام نووی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "والمنقول من فعل النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انها بعد الدخول کانه یشیر الی قصة زینب بنت جحش وقد ترجم علیه البیهقی فی وقت الولیمة" اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فعل سے منقول یہ ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد تھا گویا کہ وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا کے واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور تحقیق امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اس پر ولیمہ کے وقت کے بارے میں ترجمہ قائم کیا ہے۔ (فتح الباری، ج9، ص287، مطبوعہ کراچی)

مذکورہ بالا حدیث کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ عمدۃ القاری میں ذکر کی گئی اور لفظ "بنی" سے دخول مراد لیا۔ عمدۃ القاری میں ہے: "عن بیان قال: سمعت انساً یقول: بنی النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم بامراة فارسلنی فدعوت رجالاً الی الطعام" حضرت بیان سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک عورت سے دخول فرمایا، تو مجھے بھیجا پس میں نے لوگوں کو کھانے کی طرف بلایا۔

اس کے تحت علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "قوله: (بنی النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم) من البناء وهو الدخول بزوجته وقد ذکر غیر مرة۔ قوله: (بامراة) هی زینب بنت جحش" حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کا قول: (بنی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) بناء سے ہے اور وہ اپنی بیوی سے دخول کو کہتے ہیں اور تحقیق یہ بات کئی مرتبہ مذکور ہوئی۔ ان کا قول (ایک عورت سے) وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا تھیں۔ (عمدۃ القاری، ج20، ص219، مطبوعہ کوئٹہ)

مرقاۃ المفاتیح میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح کے متعلق روایت ذکر فرمائی: "وعنه، قال: اقام النبی صلی اللہ علیه وسلم بین خیبر والمدینة ثلاث لیال یبنی علیه بصفیة، فدعوت المسلمین الی ولیمته ۔۔۔ رواه البخاری" اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی

اللہ تعالی علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین راتیں قیام فرمایا آپ پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کا زفاف کیا جاتا تھا، تو میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی طرف بلایا۔۔۔اس کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے روایت فرمایا۔

اس روایت کے تحت شرح میں ہے:"قولہ:(یبنی علیہ)علی بناء المفعول۔روی انہ بنی بھا صلی اللہ علیہ وسلم بالصھباء۔ملخصا"حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کا قول:(آپ پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کا زفاف کیا جاتا تھا)مبنی للمفعول ہے۔روایت کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے مقام صہباء پر دخول فرمایا۔(مرقاۃ المفاتیح،ج6،ص338،337،مطبوعہ کوئٹہ)

مذکورہ بالا روایت کے الفاظ(ثلاث لیال یبنی علیہ)کا مراۃ المناجیح میں یوں ترجمہ کیا گیا ہے:"نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین شب قیام فرمایا، آپ پر حضرت صفیہ کا زفاف کیا جاتا تھا۔(مراۃ المناجیح،ج5، ص95،مطبوعہ لاھور)

مذکورہ بالا روایت کے تحت مراۃ المناجیح میں ہے:"یعنی بی بی صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا غزوہ خیبر میں مسلمان ہوئیں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں مگر زفاف وہاں خیبر میں نہ ہوا، بلکہ مدینہ منورہ واپس ہوتے ہوئے کسی منزل پر ہوا وہاں تین دن قیام رہا وہاں ہی ولیمہ ہوا۔"(مراۃ المناجیح،ج5،ص95،مطبوعہ لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت پر شوہر اور والد میں سے زیادہ حق کس کا ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: Gul-2565 تاریخ: 15-08-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زینب کا نکاح حسن سے ہوا، زینب اور حسن دونوں اچھی زندگی گزار رہے ہیں، زینب کا میکہ اسی شہر میں قریب ہی ہے۔ زینب جب میکے جاتی ہے، تو اس کے والد کئی مرتبہ زینب کو اپنے میکے میں کئی کئی دن تک روکے رکھتے ہیں، جس پر حسن راضی نہیں ہے۔ کئی مرتبہ بحث و تکرار بھی ہو جاتی ہے۔ زینب کے والد یہ کہتے ہیں کہ چونکہ میں تمہارا والد ہوں، لہذا میں جو کہوں گا اسی پر عمل کرنا ہو گا، اگر میرے مقابلے میں تم نے کسی بھی معاملے میں کسی دوسرے کو ترجیح دی، تو تم گنہگار ہو گی۔

1۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس معاملے میں زینب کس کی بات مانے؟ شوہر کی یا والد کی؟

2۔ شوہر اگر باہر کے ملک چلا جاتا ہے، اور وہ بیوی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے گھر چھوڑ جاتا ہے، اور وہیں رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ بیوی بھی وہاں رہنے پر راضی ہو اور اسے شوہر کے رشتہ داروں سے ایذاء بھی نہ ہو، عزت و حرمت پر بھی کوئی فتنہ نہ ہو، مگر زینب کے والد کہیں کہ یہ ہمارے گھر ہی رہے گی، تو اس صورت میں بھی بتائیں کہ شوہر کی بات مانی جائے گی یا والد کی؟

نوٹ: سوال میں درج نام فرضی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

1۔ جو معاملات ازدواجی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، ان معاملات میں عورت پر مطلقاً شوہر کی اطاعت لازم ہے۔ حدیث پاک میں بھی عورت پر سب سے زیادہ حق، شوہر کا فرمایا گیا ہے۔ البتہ ہفتے میں ایک مرتبہ عورت کو اپنے والدین سے ملنے سے شوہر منع نہیں کر سکتا۔ لیکن عورت، رات کہاں پر گزارے گی، اس معاملے میں شوہر کی رائے کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر شوہر

اس بات پر راضی نہیں ہے کہ عورت اپنے میکے میں رات گزارے، تو شوہر کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ زینب کے والد کو بھی چاہیے کہ وہ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے بلاوجہ اپنی بیٹی کو شوہر کی اجازت کے بغیر میکے میں ہر گز نہ روکیں۔ والدین کے حقوق اپنی جگہ پر لازم ہیں، مگر یہاں انہیں شوہر کے حقوق کو ترجیح دیتے ہوئے زبردستی اپنا حکم نافذ نہیں کرنا چاہیے، اسی میں ان کی، اور ان کی بیٹی کی بھی بھلائی ہے۔ جب ہر شخص شریعت کی رہنمائی میں ہی حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھے گا، تو لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئے گی۔

السنن الکبری للنسائی اور مستدرک للحاکم میں ہے: "واللفظ للمستدرک: عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنها: قالت: قلت یارسول اللہ أی الناس أعظم حقا علی المرأة؟ قال: زوجها۔ قلت: فأی الناس أعظم حقا علی الرجل؟ قال: أمه" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورت پر لوگوں میں سے سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا: اس کے شوہر کا۔ میں نے عرض کی: مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کا۔ **(المستدرک للحاکم، جلد4، صفحہ167، مطبوعہ بیروت)**

اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن شوہر کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "امور متعلقہ زن وشوی میں مطلقا اس کی اطاعت کہ ان امور میں اس کی اطاعت والدین پر بھی مقدم ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ371، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "شوہر کے حقوق، عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد وآکد، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے، یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے، یعنی زوجہ کا حق اس سے، بلکہ باپ سے بھی کم۔" **(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ391، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

رات گزارنے میں بھی شوہر کی اطاعت ضروری ہے۔ البحر الرائق میں ہے: "الصحیح أنه لا یمنعها من الخروج الی الوالدین ولا یمنعهما من الدخول علیها فی کل جمعة وفی غیرهما من المحارم فی کل سنة وانما یمنعهم من الکینونة عندها وعلیه الفتوی کما فی الخانیة" ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ عورت کو ہر جمعے والدین کی طرف جانے سے منع نہیں کیا جائے گا اور والدین کو بھی عورت کی طرف آنے سے منع نہیں کرے گا۔ والدین کے علاوہ محارم سے سال میں ایک مرتبہ ملنے سے منع نہیں کرے گا۔ عورت کے پاس والدین کو رات گزارنے سے منع کر سکتا ہے۔ اسی پر فتوی ہے، جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ **(البحر الرائق، جلد4، صفحہ330، مطبوعہ کوئٹہ)**

بہار شریعت میں ہے:"عورت کے والدین ہر ہفتہ میں ایک بار اپنی لڑکی کے یہاں آسکتے ہیں، شوہر منع نہیں کر سکتا، ہاں اگر رات میں وہاں رہنا چاہتے ہیں، تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے اور والدین کے علاوہ اور محارم سال بھر میں ایک بار آسکتے ہیں۔ یوہیں عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار اور دیگر محارم کے یہاں سال میں ایک بار جاسکتی ہے، **مگر رات میں بغیر اجازت شوہر وہاں نہیں رہ سکتی، دن ہی دن میں واپس آئے۔**"

(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ272، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

2۔ یہ حق بھی شوہر کو ہے کہ وہ جہاں پر اپنی بیوی کو ٹھہرائے وہ وہیں پر رہائش اختیار کرے گی۔ جب تک کوئی شرعی عذر نہ پایا جائے تب تک شوہر اس کو گھر سے نکلنے سے منع کر سکتا ہے۔ اس میں چاہے شوہر سفر پر ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں ہی شوہر کو منع کا اختیار ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ شوہر پر عورت کا نفقہ اس لیے ہوتا ہے کہ عورت، شوہر کے حق میں ،شوہر کے گھر میں یا اس کی اجازت سے کہیں اور مقیم ہو۔ یہ نفقہ اس وقت بھی واجب ہوتا ہے جب شوہر سفر پر ہو، یا غائب ہو جائے یا قید کر لیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شوہر سفر کی حالت میں ہو، تب بھی عورت، شوہر کے حق میں شوہر کے گھر مقیم ہونے کے سبب اپنا حق احتباس ادا کرنے والی کہلائے گی۔ اسی وجہ سے شوہر کے سفر پر ہونے کے باوجود نفقہ لازم ہو رہا ہے۔ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے جائے گی، تو ناشزہ کہلائے گی اور نفقہ بھی ساقط ہو جائے گا، کیونکہ احتباس ختم ہو گیا، اور عورت کو ناشزہ بننے کی اجازت نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ نظیر بھی ہے کہ فقہاء نے ذکر فرمایا ہے کہ عورت اگر اس وقت شوہر کے گھر واپس آئی جب شوہر سفر پر تھا، تب بھی اس کا ناشزہ ہونا ختم ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نشوز کے ختم ہونے کے لیے شوہر کے مسافر یا مقیم ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، لہذا نشوز کے متحقق ہونے کے لیے بھی شوہر کے مسافر یا مقیم ہونے کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اعتبار ان امور میں شوہر کی رضامندی اور اطاعت کا ہے۔

نیز سوال میں مذکور ہے کہ شوہر اس بات کا متقاضی ہے کہ عورت اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر میں اس کے والدین کے ساتھ رہے۔ اور اس کی عزت و حرمت پر بھی کوئی فتنہ نہیں، ایسی صورت میں بیوی کے والد کو زبردستی اپنے گھر رکھنے کا اختیار نہیں۔

شوہر جہاں چاہے عورت کو رکھے، اس تعلق سے مجمع الانہر میں ہے:"یجب (علی الزوج ان یسکنھا) ای الزوجۃ لقولہ تعالی ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ﴾ (فی بیت) ای فی مکان یصلح مأوی للانسان حیث

أحب لكن بين جيران صالحين "ترجمہ: شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو رہائش دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو، اپنی طاقت بھر "یہ رہائش ایسے مکان میں دے جہاں انسان رہ سکتے ہوں، **رہائش جہاں چاہے دے**، مگر نیک پڑوسیوں کے درمیان ہو۔ **(مجمع الانھر، جلد2، صفحہ185، مطبوعہ کوئٹہ)**

شوہر کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ عورت کو بلاوجہ گھر سے باہر جانے سے منع کرے۔ ردالمحتار میں ہے:"له منعها عن كل عمل يؤدي الى تنقيص حقه أو ضرره أو الى خروجها من بيته "ترجمہ: شوہر کو ہر اس کام سے منع کرنے کا اختیار ہے جس میں شوہر کے حق میں کمی ہوتی ہو یا شوہر کو نقصان ہوتا ہو، یا عورت کو شوہر کے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہو۔

(ردالمحتار، جلد5، صفحہ331، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے:" عورت اگر کوئی ایسا کام کرتی ہے جس سے شوہر کا حق فوت ہوتا ہے یا اُس میں نقصان آتا ہے یا اُس کام کے لیے باہر جانا پڑتا ہے، تو شوہر کو منع کر دینے کا اختیار ہے۔ بلکہ نظر بحالِ زمانہ ایسے کام سے تو منع ہی کرنا چاہیے جس کے لیے باہر جانا پڑے۔" **(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ272، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

نفقہ، حق احتباس ہے یعنی شوہر کی رضامندی جہاں رکھنے کی ہے، وہاں رہنے پر شوہر کی فرماں برداری پوری کرنے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ محیط برہانی میں ہے:"أن النفقة انما تجب عوضاً عن الاحتباس في بيت الزوج، فاذا كان الفوات لمعنى من جهة الزوج أمكن أن يجعل ذلك الاحتباس باقياً تقديراً، أما اذا كان الفوات بمعنى من جهة الزوجة لا يمكن أن يجعل ذلك الاحتباس باقياً تقديراً وبدونه لا يمكن ايجاب النفقة "ترجمہ: بیوی کا نفقہ اس احتباس کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، جو وہ شوہر کے گھر میں رکھتی ہے، اگر یہ احتباس کسی ایسی وجہ سے فوت ہو جائے، جو شوہر کی طرف سے ہو، تو اس احتباس کو تقدیر اباقی رکھنا ممکن ہے۔ (لہذا نفقہ بھی لازم رہے گا) اگر یہ احتباس کسی ایسی وجہ سے فوت ہو جائے، جو بیوی کی طرف سے ہو، تو اس احتباس کو تقدیر اباقی نہیں مانا جا سکتا، اور اس احتباس کے بغیر نفقہ بھی لازم نہیں ہو سکتا۔

(محیط برھانی، جلد3، صفحہ522، مطبوعہ بیروت)

اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:"عورت کا نان ونفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی، جب تک واپس نہ آئے گی کچھ نہ پائے گی۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ391، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

شوہر کہیں چلا جائے تب بھی نفقہ لازم ہوتا ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:" واذا هرب الزوج أو حبس بحق أو ظلم

فلها النفقة لعدم المانع من جهتها" ترجمہ: جب شوہر بھاگ جائے یا کسی حق کی وجہ سے یا ظلماً قید کر لیا جائے تب بھی عورت کا نفقہ لازم ہو گا، کیونکہ مانع عورت کی طرف سے نہیں ہے۔ **(تبیین الحقائق، جلد3، صفحہ305، مطبوعہ کراچی)**

شوہر مسافر ہو تب بھی شوہر کے گھر واپسی پر نشوز ختم ہو جاتا ہے۔ نہر الفائق میں ہے: "ولو عادت الى منزله بعد ما سافر أجابوا بأنها خرجت عن أن تكون ناشزة، كذا في الخلاصة" ترجمہ: اگر شوہر کے سفر پر جانے کے بعد بھی عورت، شوہر کے گھر واپس آ گئی، تو فقہاء نے فرمایا کہ اب اس پر ناشزہ کا حکم نہیں لگے گا، اسی طرح خلاصہ میں ہے۔

(نہر الفائق، جلد2، صفحہ508، مطبوعہ کراچی)

بہار شریعت میں ہے: "عورت شوہر کے یہاں سے ناحق چلی گئی، تو نفقہ نہیں پائے گی، جب تک واپس نہ آئے اور اگر اُس وقت واپس آئی کہ شوہر مکان پر نہیں، بلکہ پردیس چلا گیا ہے، جب بھی نفقہ کی مستحق ہے۔"

(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ262، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں ہے: "لڑکی ثیب ہے، مثلاً: بیوہ ہے اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو اُسے اختیار ہے، ورنہ باپ دادا وغیرہ کے یہاں رہے۔" **(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ256، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

16 محرم الحرام 1444ھ/15 اگست 2022ء

الجواب صحیح

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جا سکتی ہے

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: har 5187　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　تاریخ:24-02-2019

بچی گود لینے کے شرعی احکام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بھتیجی گود لی ہے۔ سوال یہ ہے کہ قانونی دستاویزات میں ولدیت کے خانے میں کس کا نام لکھوانا ہو گا، گود لینے والے یعنی میرے شوہر کا یا بچی کے حقیقی باپ کا؟ نیز وہ اپنے حقیقی باپ کی وراثت سے حصہ پائے گی یا گود لینے والے کی وراثت سے حصہ پائے گی؟

نوٹ: لے پالک بچی کا گود لینے والے سے کوئی رشتہ نہیں ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قوانینِ شرعیہ کے مطابق بچے یا بچی کو بطورِ ولدیت حقیقی والد کے علاوہ گود لینے والے یا اس کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا سخت ناجائز و حرام ہے، کیونکہ گود لینے سے حقیقت نہیں بدلتی اور لے پالک بچہ و بچی بدستور اپنے باپ کی اولاد رہتے ہیں، لہٰذا صورتِ مستفسرہ میں قانونی دستاویزات مثلاً: شناختی کارڈ، پاسپورٹ وغیرہ، یونہی زبانی پکارنے میں ولدیت کی جگہ پر اس بچی کے حقیقی باپ ہی کا نام بولنا اور لکھنا ضروری ہے، گود لینے والے کا نام بطور والد بولنے یا لکھنے کی ہرگز اجازت نہیں، البتہ بطورِ سرپرست اس کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔

نیز جب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ گود لینے سے حقیقت نہیں بدلتی اور لے پالک بچہ یا بچی بدستور اپنے باپ کی ہی اولاد رہتے ہیں، گود لینے والے کی نہ اولاد ہوتے ہیں، نہ اس اعتبار سے اس کے وارث، لہٰذا مذکورہ بچی، گود لینے والے کی کسی صورت وارث نہیں بنے گی، بلکہ اپنے حقیقی باپ کے انتقال کے وقت زندہ ہونے اور موانعِ ارث (وراثت سے محروم کرنے والے اسباب) نہ پائے جانے کی صورت میں اپنے حقیقی باپ ہی کی وارث ہو گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ”انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمہارے چچازاد یعنی تمہارے دوست۔“

(القرآن، پارہ 21، سورۃ الاحزاب، آیت 5)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: "یعنی ممانعت کے بعد اگر تم دیدہ دانستہ لے پالکوں کو ان کے مربی (پالنے والے) کا بیٹا کہو گے تو گناہ گار ہو گے۔"

(تفسیر نور العرفان، ص503، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من ادعی الی غیر ابیہ و ھو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام" جس نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا حالانکہ اسے علم تھا کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔

(صحیح بخاری، ج2، ص533، حدیث 6766، مطبوعہ لاھور)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ اسی مضمون کی ایک حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جان بوجھ کر اپنے نسب کو بدلنا حرام و گناہ ہے۔ نسب بدلنے کی دو صورتیں ہیں: ایک نفی یعنی اپنے باپ سے نسب کا انکار کرنا، دوسرے اِثبات یعنی جو باپ نہیں اسے اپنا باپ بتانا، دونوں حرام ہیں۔ ملخصا۔" (نزھۃ القاری، ج4، ص496، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاھور)

لے پالک کے وارث نہ ہونے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: "پسر خواندہ نہ چنیں کس را پسر می شود نہ خود بے علاقہ از پدر ان الحقائق لا تغیّر، شرعاً وارث پدر ست نہ اینکس دیگر۔" منہ بولا بیٹا نہ ایسے شخص کا بیٹا ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے باپ سے بے تعلق کیونکہ حقیقتوں میں تغیر نہیں ہوتا، **شرعی طور پر وہ اپنے باپ کا وارث ہے نہ کہ اس دوسرے شخص کا جس نے اس کو منہ بولا بیٹا بنایا ہے۔**

(فتاویٰ رضویہ، ج26، ص178، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "تبنّی کرنا یعنی لڑکا گود لینا شرعاً منع نہیں، مگر وہ لڑکا اس کا لڑکا نہ ہوگا بلکہ اپنے باپ ہی کا کہلائے گا اور وہ اپنے باپ کا ترکہ پائے گا۔ گود لینے والے کا نہ یہ بیٹا ہے نہ اِس حیثیت سے اس کا وارث، ہاں اگر وارث ہونے کی بھی اس میں حیثیت موجود ہے مثلاً بھتیجا کو گود لیا تو یہ وارث ہو سکتا ہے جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو۔"

(فتاوی امجدیہ، ج3، ص365، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

یاد رہے کہ لے پالک بچہ و بچی صرف گود لینے سے مَحرَم نہیں بن جاتے، لہٰذا جب وہ بچی گود لینے والے یعنی آپ کے شوہر کی محرم نہیں ہے، تو ہجری سن کے لحاظ سے جب پندرہ سال کی ہو جائے یا نو سے پندرہ سال کی عمر کے دوران بالغہ ہونے کے آثار ظاہر ہو جائیں مثلاً احتلام ہو جائے یا حیض آجائے یا حاملہ ہو جائے تو اس بچی اور آپ کے شوہر کے درمیان پردہ فرض ہو گا اور اگر آثارِ بلوغ ظاہر نہ ہوں، تو مستحب، خصوصاً ہجری سن کے اعتبار سے بارہ سال کی عمر ہو جانے کے بعد پردے کا ضرور خیال رکھا جائے کہ اس کی بہت تاکید ہے۔

البتہ اگر آپ یا گود لینے والے کی کوئی محرم عورت جیسے ماں، دادی، نانی، بہن، بھتیجی وغیرہ مذکورہ بچی کو اس کی عمر دو سال ہونے

سے پہلے اپنا دودھ پلا دے گی، تو اس صورت میں آپ کے شوہر کا اس بچی سے رضاعی رشتہ قائم ہو جائے گا اور بعدِ بلوغت پردہ واجب نہیں ہو گا۔ خیال رہے کہ ڈھائی سال کی عمر ہونے تک دودھ پلانے سے بھی اگرچہ حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے ، لیکن دو سال کی عمر ہو جانے کے بعد دودھ پلانا، جائز نہیں، لہٰذا رضاعی رشتہ قائم کرنے کے لیے دو سال کی عمر سے پہلے دودھ پلایا جائے، اس کے بعد حرام ہے۔

تنویر الابصار و درِ مختار میں ہے:"(بلوغ الجارية بالاحتلام والحيض والحبل فان لم يوجد) شئ (فحتى يتم خمس عشرة سنة، به يفتى) لقصر اعمار اهل زماننا (وادنى مدته لها تسع سنين) هو المختار۔ ملخصا۔" لڑکی کا بالغ ہونا احتلام، حیض اور حمل ٹھہرنے سے ہوتا ہے، اگر ان میں سے کچھ نہ پایا جائے تو یہاں تک کہ پندرہ سال پورے ہو جائیں (تو بالغہ ہو جائے گی)، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا ہمارے زمانے کے لوگوں کی عمریں کم ہونے کی وجہ سے اور بلوغت کی کم سے کم مدت لڑکی کے لیے نو سال ہے، یہی مختار ہے۔ **(تنویر الابصار و درمختار، ج9، ص259۔260، مطبوعہ کوئٹہ)**

مدتِ رضاعت کے متعلق تنویر الابصار و درِ مختار میں ہے:"(هو فى وقت مخصوص، حولان و نصف عنده و حولان) فقط (عندهما وهو الاصح) فتح، وبه يفتى كما فى تصحيح القدورى۔ ملخصا۔" یہ مخصوص وقت میں ہے، امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک دو اور نصف سال اور صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک صرف دو سال، اور یہی اصح ہے فتح۔ اور اسی کے ساتھ فتوی دیا جاتا ہے جیسا کہ تصحیح القدوری میں ہے۔ **(تنویر الابصار و درمختار، ج4، ص387، مطبوعہ کوئٹہ)**

مجمع الانہر میں ہے:"الارضاع بعد مدته حرام لانه جزء الآدمى و الانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح۔" دودھ پلانا اس کی مدت گزرنے کے بعد حرام ہے کیونکہ یہ آدمی کا جزء ہے اور اس سے بلاضرورت نفع اٹھانا صحیح قول کے مطابق حرام ہے۔ **(مجمع الانھر، ج1، ص552، مطبوعہ کوئٹہ)**

دودھ چھڑانے، نیز نکاح حرام ہونے کی مدت کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: " فالاحوط ان يعمل بقولهما فى الفِطام وبقوله فى التحريم عملاً بالاحتياط فى الموضعين۔" پس احوط یہ ہے کہ دودھ چھڑانے میں صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے اور (نکاح) حرام ہونے میں امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے قول پر، دونوں مقامات میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے۔ **(جد الممتار، ج4، ص657، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

رضاعی رشتے کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً حتى ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غيره قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت رضيعاً او ولد لهذا الرجل من غير هذه المراة قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت امراة من لبنه رضيعا فالكل

اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ واخوالرجل عمہ واختہ عمتہ واخوالمرضعۃ خالہ واختھا خالتہ۔" دودھ پینے والے بچے پر رضاعی ماں باپ، ان کے اصول اور دونوں کی نسبی یا رضاعی اولاد حرام ہے حتی کہ اگر دودھ پلانے والی نے اِس دودھ پلانے سے پہلے یا بعد، اسی شوہر یا اس کے علاوہ کسی اور شوہر سے کوئی بچہ جنا یا کسی کو دودھ پلایا یا اس آدمی کے پاس اس کے علاوہ کسی اور عورت سے اس دودھ پلانے سے پہلے یا بعد کوئی بچہ پیدا ہوا، یا عورت نے اس کے دودھ سے کسی بچے کو دودھ پلایا تو یہ سب دودھ پینے والے بچے کے رضاعی بھائی بہن اور ان کی اولادیں اس کے بھتیجے، بھتیجیاں اور بھانجے، بھانجیاں ہیں اور مرد (رضاعی باپ) کا بھائی اس کا چچا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی اور دودھ پلانے والی کا بھائی اس کا ماموں اور اس کی بہن اس کی خالہ ہے۔

(عالمگیری، ج1، ص343، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن پردے کے احکام کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "نو برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب پندرہ برس کی ہو، سب غیر محارم سے پردہ واجب اور نو سے پندرہ تک اگر آثارِ بلوغ ظاہر ہوں تو واجب اور نہ ظاہر ہوں تو مستحب، خصوصا بارہ برس کے بعد بہت مؤکّد کہ یہ زمانہ قربِ بلوغ و کمال اشتہا کا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج23، ص639، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن قریب البلوغ لے پالک بچی کے متعلق ہونے والے سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "دختر اب کہ بالغہ ہوئی یا قریب بلوغ پہنچی جب تک شادی نہ ہو ضرور اس کو باپ کے پاس رہنا چاہیے، یہاں تک کہ نو برس کی عمر کے بعد سگی ماں سے لڑکی لے لی جائے گی اور باپ کے پاس رہے گی نہ کہ اجنبی جس کے پاس رہنا کسی طرح جائز ہی نہیں، بیٹی کے پالنے سے بیٹی نہیں ہو جاتی۔ ملخصا۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج13، ص639، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

18 جمادی الاخری 1440ھ/24 فروری 2019ء

خوفِ خدا و عشقِ مصطفےٰ کے حصول کیلئے ہر ہفتے کو عشا کی نماز کے بعد امیرِ اہلِ سنّت کا مَدَنی مذاکرہ دیکھنے سننے اور ہر جُمعرات مغرب کی نماز کے بعد عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک، دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں بہ نیتِ ثواب ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجاء ہے

نوٹ! دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے یا تحریر کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج daruliftaahlesunnat کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

کیا صفر کے مہینے میں شادی کرنا منع ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:sar 2185 تاریخ:19-04-2018

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا صفر کے مہینے میں شادی وغیرہ کرنا شریعت میں منع ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صفر کے مہینے میں نکاح کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ بعض لوگ صفر کے مہینے میں اس اعتقاد کی بناپر شادی نہیں کرتے کہ اس مہینے میں بلائیں وغیرہ اترتی ہیں اور یہ منحوس مہینہ ہے۔ یہ اعتقاد محض باطل و مردود ہے، جس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اسے منحوس سمجھتے تھے ، تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منحوس جاننے سے منع فرمادیا۔ جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے:

”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر“ ترجمہ:”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدویٰ نہیں یعنی مرض لگنا اور متعدی ہونا نہیں اور نہ بد فالی ہے اور نہ ہی اُلّو منحوس ہے اور نہ ہی صفر کا مہینہ منحوس ہے۔“

(مشکوۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، ج8، ص394، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے اسی طرح کا ایک سوال پوچھا گیا کہ ”ماہ محرم الحرام و صفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں“ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیتے

ہوئے ارشاد فرمایا ”نکاح کسی مہینے میں منع نہیں۔“

(فتاوی رضویہ، ج11، ص265، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں خصوصا ماہ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ نحس مانی جاتی ہیں اور ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں حدیث میں فرمایا کہ صفر کوئی چیز نہیں یعنی لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا غلط ہے۔“ **(بہار شریعت، ج3، ص659، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)**

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یکم صفر سے ۱۳ صفر تک اور یکم ربیع الاول سے ۱۲ ربیع الاول تک شادی بیاہ کرنا بلاشبہ جائز ہے شرعا کوئی حرج نہیں۔ ان تاریخوں میں شادی بیاہ کرنے کو منع کرنا جہالت و نادانی ہے۔“

(فتاوی فیض الرسول، ج1، ص562، مطبوعہ شبیر برادرز)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

08 شعبان المعظم 1439ھ/19 اپریل 2018ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

کیا دُرود پاک حق مہر بن سکتا ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: Fsd8130 تاریخ: 28-11-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ دُرود شریف کو حق مہر مقرر کیا جاسکتا ہے، زید کا کہنا ہے کہ دُرودِ پاک وغیرہ کسی غیر مال چیز کو بھی حق مہر مقرر کیا جا سکتا ہے، کیونکہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حواء رضی اللہ عنہا کے مہر میں دُرود شریف پڑھا تھا، اِسی طرح ایک صحابیہ کا مہر تعلیمِ قرآن رکھا گیا تھا، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز مال نہ ہو اسے مہر مقرر کیا جا سکتا ہے، شرعی رہنمائی فرمائیے ان روایات کے مطابق کیا دُرود پاک کو مہر مقرر کیا جاسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

نکاح میں دُرود پاک کو عورت کا حق مہر مقرر نہیں کیا جاسکتا، اگر کسی نے کر دیا، تب بھی مہرِ مثل لازم ہو گا، مہرِ مثل سے مراد عورت کے والد کی طرف سے خاندان کی اُس جیسی عورتوں کا جو مہر مقرر ہوا، مثلاً: اُس کی بہن، پھوپھی، چچا کی بیٹی وغیرہا کا مہر، اس عورت کے لیے مہرِ مثل ہے۔

مسئلہ کی تفصیل: نکاح کے باب میں ایک اہم چیز "مہر" ہے، شرعاً "مہر" اُس مال کو کہا جاتا ہے، جو عورت مرد سے نکاح کے عوض حاصل کرنے کی مستحق ہوتی ہے، شریعتِ مطہرہ نے مہر کو عورت کا ایسا اہم حق قرار دیا ہے کہ اگر بوقتِ نکاح اِس کا ذکر نہ بھی کیا جائے، تب بھی شوہر پر عورت کو مہر دینا لازم ہوتا ہے، اِس مہر کا مالِ متقوّم یعنی ایسا مال ہونا ضروری ہے کہ جس کی کوئی قیمت ہو۔ مہر وہی چیز بن سکتی ہے جو مال ہو، اس لیے نیکی کے کاموں، مثلاً: تعلیمِ قرآن، تلاوت و نماز یا دُرود پاک وغیرہا کو مہر مقرر کرنا دُرست نہیں کہ یہ مال نہیں اور جو چیز مال نہ ہو، وہ مہر بھی

نہیں بن سکتی، مزید یہ کہ مرد پر مہر کی صورت میں مال لازم کرنے میں شریعتِ مطہرہ نے بہت سی حکمتیں پوشیدہ رکھی ہیں، اگر مہر سے مال کو ہی ختم کر دیا جائے، تو مہر لازم کرنے کے مقاصد ہی فوت ہو جائیں گے، اس لیے بھی مہر میں مال ہی دینا لازم ہے، جیسا کہ علامہ کاسانی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

مہر میں مال ہونا ضروری ہونے کے متعلق آیاتِ قرآنیہ:

(1) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ ترجمہ کنز العرفان: ”اور ان (محرمات) عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو، نہ کہ زنا کرنے کے لیے، تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو، ان کے مقررہ مہر انہیں دے دو۔ (پارہ5، سورۃ النساء، آیت24)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے اِس جزء ﴿بِاَمْوَالِكُمْ﴾ کے تحت امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نَسَفِی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:710ھ/1310ء) لکھتے ہیں: ”فيه دليل على . . . أنه يجب وإن لم يسم وأن غير المال لا يصلح مهرا“ ترجمہ: آیتِ مبارکہ میں اس بات پر دلیل ہے کہ نکاح میں مہر اگرچہ ذکر نہ بھی کیا جائے، تب بھی لازم ہی ہے اور اس بات پر بھی دلیل ہے کہ جو چیز مال نہیں، وہ مہر بننے کے قابل نہیں۔

(التفسیر النسفی، سورۃ النساء، تحت الایۃ24، جلد1، صفحہ348، مطبوعہ لاھور)

اِسی طرح امام ابو بکر احمد بن علی جَصَّاص رازی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:370ھ/980ء) نے بیان کیا۔ (احکام القرآن للجصاص، باب المھور، جلد2، صفحہ199، مطبوعہ کراچی)

اور صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں ہے: ”مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور جو چیز مال نہیں، وہ مہر نہیں بن سکتی، مثلاً: مہر یہ ٹھہرا کہ شوہر عورت کو قرآنِ مجید یا علمِ دین پڑھا دے گا، تو اس صورت میں مہرِ مثل واجب ہو گا۔“

(صراط الجنان، جلد2، صفحہ175، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(2) یونہی اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا﴾ ترجمۂ کنز العرفان: ”اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو، پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں، تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ۔“ (القرآن الکریم، پارہ4، سورۃ النساء، الایۃ4)

یہ آیتِ مبارکہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے، چنانچہ اس کے تحت امام ابو بکر جَصَّاص رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں:"ویدل علی ان المهر حكمه ان يكون مالا قوله تعالىٰ: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔الخ﴾ وذالک لان قوله تعالىٰ: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ امر يقتضى ظاهره الايجاب ودل بفحواه على ان المهر ينبغى ان يكون مالا من وجهين: احدهما: قوله تعالىٰ: ﴿وَاٰتُوا﴾ معناه اعطوا والاعطاء انما يكون فى الاعيان دون المنافع، اذ المنافع لا يتاتى فيها الاعطاء على الحقيقة والثانى: قوله تعالى: ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا﴾ وذالک لا يكون فى المنافع وانما هو فى الماكول او فيما يمكن صرفه بعد الاعطاء الى الماكول فدلت هذه الاية على ان المنافع لا يكون مهراً" ترجمہ: اور مہر کا حکم یہ ہے کہ وہ مال ہو، اس بات پر یہ آیتِ قرآنی ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔الخ﴾ دلالت کرتی ہے، کیونکہ آیت کا پہلا جزء ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ امر ہے جس کا ظاہر ایجاب کا تقاضہ کرتا ہے اور یہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے اس بات پر دالّ ہے کہ مہر مال ہی ہونا چاہیے، اس کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَاٰتُوا﴾ اعطوا کے معنی میں ہے اور اِعطاء اَعیان یعنی چیزوں میں ہوتی ہے، فقط منافع میں نہیں، کیونکہ منافع میں حقیقی طور پر اعطاء نہیں پائی جاتی۔ اور دوسری وجہ آیت کا یہ جزء ہے: ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا﴾ (کیونکہ مہر میں سے کچھ مرد کو واپس کرنا اور اس کا اسے کھانا) یہ فقط منافع میں نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ تو صرف کھائی جانے والی چیزوں یا جن چیزوں کو دے کر کھائی جانے والی چیزوں کا لینا ممکن ہو، اُنہی میں ہو سکتا ہے۔

(احکام القرآن للجصاص، باب المهور، صفحہ 203، مطبوعہ کراچی)

(3) قرآن مجید کی آیت مبارکہ ہے: ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ ترجمہ کنز العرفان: "اور اگر تم عورتوں کو انہیں چھونے سے پہلے طلاق دیدو اور تم ان کے لیے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے ہو، تو جتنا تم نے مقرر کیا تھا، اس کا آدھا واجب ہے۔

(القرآن الکریم، پارہ 2، سورۃ البقرہ، الایۃ 237)

بدائع الصنائع، محیطِ برہانی اور عامۂ کتب فقہ میں ہے، واللفظ للاول:"(ولنا) قوله تعالى: ﴿وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا

وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ﴾شرط سبحانه وتعالى أن يكون المهر مالا وقوله تعالى ﴿فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ (البقرة: 237)أمر بتنصيف المفروض في الطلاق قبل الدخول فيقتضي كون المفروض محتملا للتنصيف وهو المال" ترجمہ: مہر کے مال ہونے کے متعلق ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:(اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو۔)اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مہر کا مال ہونا شرط بیان فرمایا۔ اور یہ فرمانِ باری تعالیٰ بھی دلیل ہے:﴿فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ اس لیے کہ اس آیت مبارکہ میں ہم بستری سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں بیان کیے گئے مہر کا نصف لازم ہونا بیان کیا گیا ہے، تو یہ آیت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ جو مہر مقرر کیا جائے وہ ایسا ہونا چاہیے جس میں تنصیف ہو سکتی ہو اور وہ مال ہے،(لہٰذا ثابت ہوا مہر کا مال ہونا ضروری ہے)۔

(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، جلد3، صفحہ491، مطبوعہ کوئٹہ)

احادیث مبارکہ:

(1) مصنف ابن ابی شیبہ ، سنن کبری للبیہقی، کنز العمال اور سنن دار قطنی میں ہے، واللفظ للآخر:" عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا صداق دون عشرة دراهم "ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مہر دس درہم سے کم نہیں۔ **(سنن دارقطنی، جلد4، صفحہ358، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)**

(2) نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اپنے عمل مبارک سے بھی یہی ثابت ہے کہ مہر مال ہی ہو سکتا ہے، چنانچہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات کے مہر میں مال ہی دیا، جیسا کہ صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہا کتب احادیث میں ہے، واللفظ للاول: عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه قال: سألت عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم: كم كان صداق رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت: كان صداقه لأزواجه ثنتي عشرة أوقية ونشا قالت: أتدري ما النش؟ قال: قلت: نصف أوقية، فتلك خمس مائة درهم فهذا صداق رسول الله صلى الله عليه وسلم لأزواجه" ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ

صدیقہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مہر کتنا تھا، فرمایا آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مہر اپنی بیویوں کے متعلق بارہ اوقیہ اور نَش تھا، بولیں کیا تم جانتے ہو کہ نَش کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: آدھا اوقیہ، تو یہ پانچ سو درہم ہوئے، یہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنی ازواج مطہرات رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے لیے مہر تھا۔

(الصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب الصداق، جلد1، صفحہ458، مطبوعہ کراچی)

جزئیاتِ فقہ:

مہر کا مال ہونا ضروری ہے، یہ بات خود مہر کی تعریف سے بھی واضح ہوتی ہے، جیسا کہ نہر الفائق، رد المحتار اور عامۂ کتب فقہ میں ہے، واللفظ للاول: "اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع إما بالتسمية أو بالعقد" ترجمہ: مہر اس مال کا نام ہے، جو عقدِ نکاح میں شوہر پر ملکِ بضع (حق زوجیت ملنے) کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، یا تو صراحتاً ذکر کرنے سے یا عقدِ نکاح سے ہی۔

(النہر الفائق شرح کنز الدقائق، کتاب النکاح، باب المہر، جلد2، صفحہ229، مطبوعہ دار الکتب العلمي، بیروت)

اور طاعت یعنی نیکی کے کاموں، مثلاً: تعلیمِ قرآن، تلاوت و نماز یا دُرود پاک وغیرہا کو مہر مقرر کرنا دُرست نہیں کہ یہ مال نہیں اور ایسی صورت میں مہرِ مثل لازم ہو گا، چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں: "یجب مہر المثل فیما لو تزوجها على أن يعلمها القرآن **أو نحوه من الطاعات لأن المسمى ليس بمال**" **ترجمہ:** اگر نکاح اس طور پر کیا کہ تعلیم قرآن یا کوئی اور نیکی کا کام (مثلاً دُرود پاک) مہر ہو گا، تو ایسی صورت میں مہر مثل لازم ہو گا، کیونکہ جو چیز مہر کے لیے ذکر کی گئی وہ مال نہیں۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر، جلد4، صفحہ229، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں: "جو چیز مالِ متقوم نہیں وہ مَہر نہیں ہو سکتی اور مہر مثل واجب ہو گا، مثلاً: مہر یہ ٹھہرا کہ آزاد شوہر عورت کی سال بھر تک خدمت کرے گا یا یہ کہ اسے قرآن مجید یا علمِ دین پڑھا دے گا یا حج و عمرہ کرا دے گا یا مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت سے ہوا اور مہر میں خون یا شراب یا خنزیر کا ذکر آیا یا یہ کہ شوہر اپنی پہلی بی بی کو طلاق دے دے، تو ان سب صورتوں

میں مہرِ مثل واجب ہو گا۔" (بہارِ شریعت، مہر کا بیان، جلد2، حصہ7، صفحہ65، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مہرِ مثل کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الشریعہ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ لکھتے ہیں: "عورت کے خاندان کی اُس جیسی عورت کا جو مہر ہو، وہ اُس کے لیے مہر مثل ہے، مثلاً: اس کی بہن، پھوپھی، چچا کی بیٹی وغیرہا کا مہر۔"

(بہارِ شریعت، جلد2، حصہ7، صفحہ71، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

احادیث کا جواب:

جہاں تک سوال میں ذکر کی گئی احادیث کا تعلق ہے، تو ان کا جواب درج ذیل ہے۔

(1) حضرت حواء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کے حق مہر میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَ السَّلام کے دُرود پاک پڑھنے کی روایت کو ثابت مان بھی لیا جائے، تب بھی اسے حجت بنانا درست نہیں، جس کی چند وجوہات یہ ہیں: (۱) یہ روایت اُس درجہ کی نہیں کہ اس سے کسی حکمِ شرعی کا استنباط کیا جا سکے، کیونکہ کسی حدیث سے حکم شرعی ثابت ہونے کے لیے اس کا خاص درجے کی (کم از کم حسن لغیرہ) ہونا ضروری ہے، جس سے احکام ثابت ہوتے ہیں اور یہ روایت اس درجہ کی نہیں، لہٰذا اِس روایت سے دُرود پاک کو مہر بنانے کا حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔ (۲) یہ روایت سابقہ شریعتوں کے متعلق ہے اور سابقہ شریعتوں کی ایسی روایات جو ہماری شریعت کے ثابت شدہ احکام کے خلاف ہوں، وہ قابلِ عمل نہیں ہوتیں، لہٰذا دُرود پاک کو مہر مقرر کرنے کے متعلق اس روایت کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

(2) جہاں تک اُس روایت کا تعلق ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک صحابیہ کا مہر تعلیمِ قرآن رکھا گیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسے بھی دلیل نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ وہ روایت خود محتمل ہے (جیسا کہ تفصیل ذیل میں آ رہی ہے) اور جو روایت خود محتمل ہو، اس پر قیاس کر کے کسی دوسرے حکم کا اِثبات نہیں کیا جا سکتا۔

تفصیل یہ ہے: روایت کا پسِ منظر: نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کی، میں نے اپنی جان آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہبہ کر دی، پھر وہ ٹھہری رہی، تو ایک شخص نے عرض کی، اگر حضور کو ضرورت نہ ہو، تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیجیے، تو نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تمہارے پاس مہر دینے کو کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کی، میرے پاس اس تہبند کے سوا کچھ نہیں، فرمایا: اگر تم اپنا تہبند اسے دے دو گے، تو تم بغیر تہبند کے رہ جاؤ گے، لہٰذا کوئی اور چیز تلاش کرو، تو انہوں نے عرض کی! میرے پاس کچھ نہیں ہے، ارشاد فرمایا: مزید تلاش کرو، اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو، انہوں نے تلاش کیا،

مگر کچھ نہ ملا، تو رسول پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کیا تمہیں قرآن یاد ہے ؟ عرض کی، جی ہاں ! فلاں فلاں سورت یاد ہے اور ان کے نام بیان کیے، تو نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ہم نے اِس عورت کا نکاح تمہارے ساتھ اس قرآن کے سبب کر دیا، جو تمہیں یاد ہے۔

حدیثِ پاک کے الفاظ یہ ہیں: "عن سهل بن سعد قال: جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: إني وهبت من نفسي، فقامت طويلا، فقال رجل: زوجنيها إن لم تكن لك بها حاجة، قال: هل عندك من شيء تصدقها؟ قال: ما عندي إلا إزاري، فقال: إن أعطيتها إياه جلست لا إزار لك، فالتمس شيئا فقال: ما أجد شيئافقال: التمس ولو خاتما من حديد فلم يجد، فقال: أمعك من القرآن شيء؟ قال: نعم، سورة كذا وسورة كذا، لسور سماها، فقال: زوجناكها بما معك من القرآن" مفہوم اوپر بیان ہو چکا۔

(الصحیح للبخاری، کتاب النکاح، باب السلطان ولی، جلد2، صفحہ 277، مطبوعہ لاھور)

علمائے کرام نے اس روایت کے متعلق بہت سے جوابات بیان کیے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱): حدیثِ پاک میں تعلیمِ قرآن کا ذکر ہی نہیں ہے، بلکہ قرآن کا ذکر ہے اور اس بات پر سب ائمہ کا اجماع ہے کہ قرآن کریم یا اس کی کسی سورت کو مہر نہیں بنایا جا سکتا، لہٰذا حدیث پاک میں "بما معک من القرآن" میں لفظ "ب" سبب کے لیے ہے، نہ کہ عوض کے لیے اور معنی یہ ہے کہ تمہارے سورتوں کو یاد کرنے کی برکت و عظمت کی وجہ سے میں نے تمہارا اس کے ساتھ نکاح کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا ان کا نکاح بغیر مہر کے ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں صرف اس بات کا بیان ہے کہ مہر ذکر نہیں کیا گیا، نہ یہ کہ مہر دیا ہی نہیں گیا، لہٰذا یا تو خود انہوں نے بعد میں مہر ادا کیا تھا یا نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شفقت اور کرم نوازی فرماتے ہوئے خود ادا کر دیا تھا، جیسا کہ رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے والے شخص کا کفارہ ادا فرما دیا تھا، لہٰذا اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ نکاح بغیر مہر کے ہوا تھا۔

(۲) اور اگر تعلیم قرآن کو ہی مہر مان لیا جائے، تو یہ حدیثِ پاک خبر واحد ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں نصِ قرآنی موجود ہے اور اُصول یہ ہے کہ کتاب اللہ کے مطلق پر عمل ممکن ہو، تو خبرِ واحد کے ذریعے کتاب اللہ پر اضافہ جائز نہیں، اس لیے تعلیمِ قرآن کو مہر مقرر نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا جب مقیس علیہ یعنی تعلیمِ قرآن کا مہر بنانا

درست نہیں، تو اس پر قیاس کر کے کسی اور عمل، مثلاً: درودِ پاک کو مہر بنانا بدرجہ اولیٰ درست نہیں ہو گا۔

(۳) علمائے کرام نے ایک جواب یہ دیا کہ تعلیمِ قرآن کو مہر بنانے کی اجازت صرف اُنہی صاحب کے لیے تھی، ان کے بعد کسی اور کو جائز نہیں اور بالعموم وہی حکم ہے، جو قرآن وحدیث اور ائمۂ فقہ و حدیث کی عمومی تصریحات سے ثابت ہے اور اُصول یہ ہے کہ جو حکم کسی کی خصوصیت کے طور پر بیان ہوا ہو، اُس پر دیگر کو قیاس کرتے ہوئے عمومی حکم نہیں دیا جاسکتا، جس کی کثیر نظائر کتب میں موجود ہیں۔

جزئیات ملاحظہ کیجیے:

(1) حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَ السَّلام کا حضرت حواء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کے مہر میں دُرود پاک پڑھنے کے متعلق روایت اس درجہ کی نہیں کہ اس سے حکم شرعی ثابت ہو سکے، چنانچہ ثبوتِ احکام کے لیے کس درجہ کی روایت کا ہونا ضروری ہے، اس کا بیان کرتے ہوئے امامِ اہلِ سنّت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: ”دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لئے اگرچہ اُتنی قوّت درکار نہیں (جو عقائد کے لیے درکار ہے)، پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ، خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد5، صفحہ478، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(۲) اور سابقہ اُمتوں کے احکام پر عمل کرنے کے متعلق اُصول یہ ہے کہ وہ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ و السلام کے احکام کے خلاف نہ ہوں، لہٰذا سابقہ شریعتوں کی ایسی روایات جو ہماری شریعت کے ثابت شدہ احکام کے خلاف ہوں، وہ قابلِ عمل نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ وَ یَهْدِیَكُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ یَتُوْبَ عَلَیْكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ﴾ ترجمہ کنز العرفان: ”اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لیے بیان کر دے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ **(القرآن الکریم، پارہ5، سورۃ النساء، الایۃ26)**

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں ہے: ”اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جو شرعی احکام قرآن یا حدیث میں تردید کے بغیر منقول ہوئے وہ ہمارے لئے بھی لائق عمل ہیں اور جو ممانعت کے ساتھ نقل ہوئے ان پر ہمیں عمل جائز نہیں۔“

(صراط الجنان، جلد2، صفحہ178، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علمائے کرام نے ایک جواب یہ دیا کہ یہ معاملہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا، لہٰذا کسی اور کو ان پر قیاس نہیں کر سکتے، چنانچہ علامہ شمسُ الدین محمد عرفہ دسوقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ "حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر" میں لکھتے ہیں: "لا يقال المهر لا بد أن يكون متمولا، لأن الذي زوج حواء لآدم هو المولى، وهو يفعل ما يشاء ترجمہ: یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ مہر کا تو مال ہونا ضروری ہے، (پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَ السَّلام کا مہر درود پاک کیسے ہوا؟) کیونکہ جس ذات نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَ السَّلام کا حضرت حواء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح کروایا وہ مولیٰ تعالیٰ ہے اور وہ جیسے چاہے معاملہ فرمائے۔

(حاشية الدسوقي علي الشرح الكبير، جلد4، صفحہ496، مطبوعہ دار الفكر)

دوسری روایت کے جوابات کے جزئیات:

(ا) شارِح بخاری، علامہ بدر الدین عینی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تعلیم قرآن کے متعلق ذکر کی گئی روایت کے مختلف طُرق کے الفاظ ذکر کر کے سب کے جوابات بیان کیے، جس کا ماحاصل و خلاصہ آخری بات میں بیان کر دیا، چنانچہ عبارت یہ ہے: "وأجابوا عن قوله: قد زوّجناكها بما معك من القرآن، أنه إن حمل على ظاهره يكون تزويجها على السورة لا على تعليمها، فالسورة من القرآن لا تكون مهرا بالاجماع، فحينئذ يكون المعني: زوجتكها بسبب ما معك من القرآن وبحرمته وببركته، فتكون الباء للسببية... وهذا لا ينافي تسمية المال... ويكون ذلك المهر مسكوتا عنه إما لأنه صلى الله عليه وسلم قد أصدق عنه كما كفّر عن الواطىء في رمضان إذ لم يكن عنده شيء... كل ذلك رفقا بأمته ورحمة لهم، أو يكون أبقى الصداق في ذمته وأنكحها نكاح تفويض، حتى يتفق له صداق، أو حتى يكسب بما معه من القرآن صداقا، **فعلى جميع التقدير لم يكن فيه حجة على جواز النكاح بغير صداق من المال**" ترجمہ: علمائے کرام نے اس فرمان (قد زوجناكها بما معك من القرآن) کا جواب یہ بیان کیا کہ اگر اس کو ظاہر پر محمول کریں، تو یہ قرآن کی ایک سورت کے بدلے نکاح کروانا ہو گا، نہ کہ تعلیمِ قرآن پر اور قرآن کی سورت بالاجماع مہر نہیں بن سکتی، لہٰذا حدیث پاک کا معنی یہ ہو گا کہ میں نے قرآن کی حرمت و برکت کے سبب تمہارا اس عورت کے ساتھ نکاح کر دیا، لہٰذا یہ (ب) سببیہ ہو گی... اور یہ بات مہر میں مال کا ذکر کرنے کے منافی بھی نہیں... اور اگر یہ کہا جائے کہ مہر کو ذکر نہیں کیا گیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو اس لیے کہ

نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود اس کا مہر ادا فرمادیا، جیسا کہ رمضان میں جماع کرنے والے کا کفارہ خود ادا فرمایا۔۔۔ یہ سب نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمّت پر نرمی اور کرم نوازی کے سبب ہے یا پھر مراد یہ ہو گی کہ مہر اسی شخص کے ذمہ پر باقی رکھا گیا اور مہر اس عورت کو سپرد کرنے کی شرط پر نکاح کر دیا، یہاں تک کے دونوں میں مہر کے متعلق اتفاق ہو گیا یا مراد یہ ہے کہ جو قرآن تمہیں یاد ہے اس کے ذریعے مہر کما کر ادا کر دینا، **لہٰذا ہر صورت پر ہی حدیث میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ نکاح بغیر مال کے ہوا تھا۔**

(عمدۃ القاری، کتاب الوکالۃ، جلد12، صفحہ201، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اِسی تفصیل کے ساتھ امام ابن الملک کرمانی حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور علامہ علی قاری حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جوابات بیان کیے، مزید علامہ علی قاری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "(فقال: قد زوجتك بما معك من القرآن) قال الأشرف: الباء للسببية عند الحنفية وليست للبدلية والمقابلة أي زوجتكها بسبب ما معك من القرآن **والمعنى أن ما معك من القرآن سبب الاجتماع بينكما كما في تزوج أبي طلحة أم سليم على إسلامه، فان الاسلام صار سببا لاتصاله وحينئذ يكون المهر دينا،** (وفي رواية قال انطلق فقد زوجتك) أي: بما معك من القرآن (فعلمها من القرآن) ما معك وهذا أمر استحباب ولا دلالة فيه على أن التعليم مهر" ترجمہ: اس فرمان (قد زوجتك بما معك من القرآن) کے متعلق کِبار علمائے کرام فرماتے ہیں: احناف کے نزدیک اس میں (ب) سبب کے لیے ہے، عوض اور مقابلہ کے لیے نہیں یعنی تمہیں قرآن یاد ہونے کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا، یعنی تمہارا قرآن یاد کرنا تم دونوں کے اکھٹے ہونے کا سبب بن گیا، **جیسا کہ حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے اسلام لانے کی شرط پر ان کا نکاح حضرت اُمِّ سُلیم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہا کے ساتھ ہوا، کیونکہ ان کا اسلام لانا ان کے نکاح کا سبب بنا اور (چونکہ قبولِ اسلام کو مہر مقرر نہیں کیا جاسکتا، اس لیے) اُس وقت مہر اُن کے ذِمّہ پر دَیْن تھا،** ایک روایت میں بیان کیا گیا: جاؤ میں نے تمہارا نکاح کر دیا اس کے سبب جو قرآن تمہیں یاد ہے، تو اب اس کو قرآن سِکھاؤ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعلیم قرآن کا حکم صرف استحبابی تھا اور اس میں بھی ایسی کوئی دلالت نہیں ہے کہ تعلیمِ قرآن کو مہر مقرر کیا گیا تھا۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب الصداق، جلد6، صفحہ328، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) **تعلیم قرآن ہی مراد ہو، تو یہ روایت خبر واحد ہے، جس کی وجہ سے نص قرآن ترک نہیں کی جاسکتی،**

چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:587ھ/1191ء) لکھتے ہیں:" وأما الحديث فهو في حد الآحاد ولا يترك نص الكتاب بخبر الواحد مع ما أن ظاهره متروك، لأن السورة من القرآن لا تكون مهرا بالاجماع، وليس فيه ذكر تعليم القرآن ولا ما يدل عليه، ثم تأويلها زوجتكها بسبب ما معك من القرآن وبحرمته وبركته لا أنه كان ذلك النكاح بغير تسمية مال" ترجمہ: بہر حال حدیثِ پاک ، تو وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد کی وجہ سے نصِ قرآنی کو ترک نہیں کیا جاسکتا، باوجود اس کے کہ اس روایت کا ظاہر بھی متروک ہے، کیونکہ قرآن کی سورت بالاجماع مہر نہیں بن سکتی اور حدیث پاک میں تعلیمِ قرآن کا ذکر نہیں اور نہ ہی اس مراد پر دلالت کرنے والی کوئی بات حدیث میں موجود ہے، لہٰذا یہ حدیث مؤول ہے اور تاویل یہ ہے کہ میں نے تمہارے قرآن یاد کرنے اور اس کی حرمت و برکت کی وجہ سے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا، لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ یہ نکاح مہر میں مال بیان کیے بغیر ہی ہو گیا۔

(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، جلد3، صفحہ491، مطبوعہ کوئٹہ)

خبرِ واحد کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں، جیسا کہ اُصول الشاشی میں ہے:" أن المطلق من كتاب الله تعالى إذا أمكن العمل بإطلاقه فالزيادة عليه بخبر الواحد والقياس لا يجوز" ترجمہ: جب کتاب اللہ کے مطلق پر عمل کرنا، ممکن ہو، تو خبرِ واحد اور قیاس کے ذریعے اس پر زیادتی کرنا، جائز نہیں۔

(اُصول الشاشی، صفحہ15، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(۳) تعلیمِ قرآن کو ہی مہر مانا جائے، تو پھر یہ صرف ان صحابی کی خصوصیت شمار ہو گی، جیسا کہ علامہ عینی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے نقل کیا:" وإنما جاز لذلك الرجل خاصة" ترجمہ: (علماء نے ایک جواب یہ دیا کہ) تعلیمِ قرآن کو مہر مقرر کرنا خاص اُسی شخص کے لیے جائز تھا، (لہٰذا کسی اور کو ان پر قیاس کرنا، جائز نہیں)۔

(عمدۃ القاری، کتاب الوکالۃ، باب وکالہ، جلد12، صفحہ201، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

03جمادی الاولیٰ 1444ھ/28نومبر 2022ء

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

شادی میں ڈھول، ناچ گانے اور اس میں شرکت کرنے کا حکم

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر pin-6990 تاریخ: 18-06-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ (1) شادی بیاہ کے موقع پر ڈھول بجانا، گانے گانا، ڈیک پر میوزک چلانا، آتش بازی کرنا کیسا؟

(2) نیز شادی کی ایسی تقریب میں عزیز و اَقارب و دوست اَحباب کا شرکت کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) شادی بیاہ یا اس کے علاوہ کسی بھی موقع پر لہو و لعب کے طور پر ڈھول بجانا، یونہی گانے گانا، ڈیک وغیرہ پر میوزک چلانا، آتش بازی کرنا اور اجنبی مَردوں عورتوں کا اختلاط سخت ناجائز و حرام اور اللہ عزوجل کی شدید نافرمانی والے کام ہیں۔ نکاح اور ولیمہ نہ صرف سنت ہے، بلکہ انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بہت بڑی نعمت بھی ہے، اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ نکاح اور شادی کے تمام تر معاملات کو اسلامی طریقہ کار کے مطابق سرانجام دیں اور ہر اس چیز سے بچیں، جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ مگر آج کل نکاح اور شادی کے موقع پر غیر شرعی و غیر اخلاقی رسمیں اور پابندیاں دن بدن بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں، گویا انہیں گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا، حالانکہ یہ تمام کام سخت ناجائز و حرام ہیں اور یہ بات بھی یاد رہے کہ فی زمانہ گھریلو لڑائی جھگڑوں اور طلاق کی دن بدن بڑھتی ہوئی شرح کا ایک سبب ان گناہوں کی نحوست بھی ہے، لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ شادی کے موقع پر ہونے والی غیر شرعی و غیر اخلاقی رسموں اور پابندیوں کو ختم کریں اور علمائے کرام

سے شرعی رہنمائی لے کر تقریب کے تمام تر معاملات سر انجام دیں، تاکہ نکاح جیسی عظیم سنت کی حقیقی برکتیں حاصل ہو سکیں۔

ذیل میں قرآنی آیات واحادیث اور اقوالِ علماء وفقہاء ملاحظہ کرنے سے بخوبی واضح ہو جائے گا کہ ان اُمور سے کس قدر سختی سے منع فرمایا گیا ہے:

ڈھول کی حُرمت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ان اللہ حرم علیکم الخمر والمیسر والکوبۃ وقال کل مسکر حرام" ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا اور کوبہ (ڈھول) حرام کیا اور فرمایا: ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ (سنن الکبری للبیھقی، کتاب الشھادات، جلد10، صفحہ360، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اپنی تقریبوں میں ڈھول جس طرح فساق میں رائج ہے بجوانا، ناچ کرانا حرام ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ98، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

ایک اور مقام پر فرمایا: "ڈھول بجانا حرام ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ491، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

ناچ گانے کی حُرمت:

خوشی کے موقع پر باجے کی آواز کو دنیا و آخرت میں ملعون قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مسند بزار میں ہے: "صوتان ملعونان في الدنیا والآخرۃ، مزمار عند نعمۃ، ورنۃ عند مصیبۃ" ترجمہ: دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، نعمت کے وقت باجے کی آواز، اور مصیبت کے وقت رونے کی آواز۔

(مسند بزار، مسند ابی حمزہ انس بن مالک، جلد14، صفحہ62، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینۃ المنورہ)

اور گانوں کے متعلق سنن ابی داؤد و شعب الایمان میں ہے: "الغناء ینبت النفاق فی القلب، کما ینبت الماء الزرع" ترجمہ: گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے، جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔

(شعب الایمان، جلد7، صفحہ108، مطبوعہ ریاض)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "ڈھولک بجانا، ناجائز ہے، یونہی عورتوں کا اس طرح گانا کہ نامحرم کو آواز پہنچے اور وہ بھی

تالیاں بجا کر، حرام ہے اور اس کا قصداً سننا بھی حرام ہے اور ایسی مجلس میں شرکت کا بھی یہی حکم ہے۔“

(فتاوی امجدیہ، حصہ4، صفحہ44، مکتبہ رضویہ، کراچی)

اجنبی مَردوں و عورتوں کے اختلاط کی حرمت:

شریعت نے مَرد و عورت دونوں کو پردے کا تاکیدی حکم دیا، اور بے پردگی سے منع فرمایا، چنانچہ قرآن پاک میں ہے:﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ترجمہ کنز الایمان: ”مسلمان مَردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے، اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں، مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔“ (پارہ18، سورۃ النور، آیت30،31)

فتاوی رضویہ میں ہے:”(لڑکیوں کا) اجنبی نوجوان لڑکوں کے سامنے بے پردہ رہنا بھی حرام،۔۔۔ اور جو اپنی لڑکیوں کو ایسی جگہ بھیجتے ہیں، بے حیا بے غیرت ہیں، ان پر اطلاقِ دیوث ہو سکتا ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ690، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ایک اور مقام پر فرمایا:”بے پردہ بایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو، جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر مَحرَم کے سامنے جانا مطلقا حرام ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ239تا240، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

آتش بازی کے متعلق جزئیات:

مروجہ آتش بازی جو شادی بیاہ، شب برات وغیرہ مواقع پر کی جاتی ہے، حرام اور مال کا ضیاع ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ مال ضائع کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:﴿وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝۲۶ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ ترجمہ: کسی طرح بے جا خرچ نہ کرو، کیونکہ بے جا خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت بڑا ناشکرا ہے۔“

(پارہ15، سورہ بنی اسرائیل، آیت26،27)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے، بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے، قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا۔ (پھر مذکورہ آیت پاک ذکر کرنے کے بعد فرمایا:) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”ان اللہ تعالی کرہ لکم ثلثا قیل و قال و اضاعۃ المال و کثرۃ السوال “ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نے تمہارے لیے تین کاموں کو ناپسند فرمایا: (1) فضول باتیں کرنا (2) مال کو ضائع کرنا (3) بہت زیادہ سوال کرنا اور مانگنا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ”ماثبت بالسنۃ “میں فرماتے ہیں: ”من البدع الشنیعۃ ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من اجتماعھم للھو و اللعب بالنار، و احراق الکبریت، مختصرا“ ترجمہ: بُری بدعات میں سے یہ اعمال ہیں جو ہندوستان کے زیادہ تر شہروں میں متعارف اور رائج ہیں، جیسے آگ کے ساتھ کھیلنا اور تماشہ کرنے کے لیے جمع ہونا، گندھک جلانا وغیرہ۔“

(ملخصاً از فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 279 تا 280، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر ایسے مواقع پر لوگوں کی ایک تعداد جمع ہوتی ہے اور اس وقت آتش بازی بسا اوقات جانی و مالی نقصان کا باعث بھی بنتی ہے اور یہ اپنے آپ کو ہلاکت والے کاموں میں ڈالنا ہے، جس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 195)

اس آیت کریمہ کے تحت نور العرفان میں ہے: ”معلوم ہوا کہ ہلاکت کے اسباب سے بھی بچنا فرض ہے۔“

(نور العرفان، صفحہ 37، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اسی کے ساتھ آتش بازی قانونی طور پر بھی جرم ہے اور قانونی جرم کا اِرتکاب شرعاً بھی درست نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہی ہے: ”کسی ایسے امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہو، اور جرم کی حد تک پہنچے، شرعاً بھی ناجائز ہو گا، کہ ایسی بات کے لئے جرم قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور ذلت کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 192، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) ایسی شادی جس میں ناجائز اُمور کا اِرتکاب ہو، اس میں شرکت کرنے کے متعلق مختلف صورتیں بنتی ہیں،

جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ایسی دعوت پہ جانے والا شخص اگر جانتا ہے کہ وہاں نہ جانے سے ان لوگوں کو نصیحت ہو گی اور میری خاطر وہ حرام کام ترک کر دیں گے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ جانے سے انکار کرے، تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور ایسی حرکتوں سے باز آئیں۔

(۲) اگر معلوم ہو کہ میرے شرکت کرنے کی وجہ سے وہ حرام کام نہیں کر سکیں گے، تو جانے میں کوئی بڑا حرج نہ ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ دعوت میں شرکت کرے، تاکہ لوگ اس سے رُکے رہیں اور یہ شرکت اس کے لیے عظیم ثواب کا باعث ہے۔

(۳) اگر جانے والے کو علم ہے کہ خاص دعوت والی جگہ ناجائز کام ہوں گے اور اس کے جانے نہ جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور منع کرنا کار آمد ثابت نہ ہو، تو ایسی صورت میں وہاں جانا ہی جائز نہیں۔

(۴) جس جگہ دعوت پر بلایا گیا ہے، حرام کام اس کے علاوہ دوسرے مقام پر ہو رہے ہوں، تو پھر دعوت والی جگہ پر جا سکتے ہیں اور بیٹھ سکتے ہیں، لیکن اگر بندے کی شخصیت ایسی ہو کہ وہاں جانے پر بھی لوگوں کی طرف سے متہم ہونے کا اندیشہ ہو، مثلاً شرکت کرنے والا عالم دین اور مقتدا و پیشوا ہے، شرعی رخصت پر عمل کے باوجود لوگ طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں گے، تو تہمت سے بچنے اور غیبت کا دروازہ بند کرنے کے لیے ایسے افراد کو شرکت سے بچنے کا حکم ہو گا۔

شرکت نہ کرنے سے گناہ رُک سکتے ہیں، تو شرکت نہ کرنا لازم ہے۔ چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے: ”رجل اتخذ ضيافة للقرابة أو وليمة أو اتخذ مجلسا لأهل الفساد فدعا رجلا صالحا إلى الوليمة قالوا إن كان هذا الرجل بحال لو امتنع عن الإجابة منعهم عن فسقهم لا تباح له الإجابة بل يجب عليه أن لا يجيب لأنه نهى عن المنكر“ ترجمہ: ایک شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لیے عام دعوت طعام یا دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ساتھ ہی فسادیوں کے لیے (کھیل تماشے لہو ولعب کی) مجلس بھی آراستہ کی اور ایک نیک شخص کو بھی دعوت نامہ بھیجا۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں: اگر اس شخص کا مقام ان کے نزدیک اتنا ہو کہ اگر وہ دعوت قبول کرنے سے منع کر دے گا، تو وہ اپنے فسق بھرے کاموں سے باز آجائیں گے، تو اس کے لیے اس دعوت کو قبول کرنا مباح نہیں،

بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ دعوت کو قبول نہ کرے، کیونکہ یہ گناہ سے روکنا ہے۔

(فتاوی ھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر، جلد5، صفحہ343، دار الفکر، بیروت)

شرکت کرنے سے گناہ رُک سکتے ہیں، تو شرکت کرنا لازم ہے۔ چنانچہ حاشیہ شلبی میں ہے: ”إن علم قبل الدخول إن كان محترما يعلم أنه لو دخل عليهم يتركون ذلك احتراما له فعليه أن يذهب لأن فيه ترك المعصية والنهي عن المنكر“ یعنی اگر دعوت میں جانے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ وہاں پر خلافِ شرع اُمور ہوں گے اور وہ محترم شخصیت ہے کہ اسے پتہ ہے اگر وہ ان کے پاس جائے گا، تو وہ لوگ اس کے احترام کی وجہ سے گناہ کے کاموں کو ترک کر دیں گے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ جائے، کیونکہ یہ معصیت کا ترک اور نہی عن المنکر ہے۔

(حاشیہ شلبی مع تبیین الحقائق، کتاب الکراھیۃ، جلد6، صفحہ13، مطبوعہ قاھرہ)

ایسی دعوتوں میں شرکت کے متعلق تفصیلی رہنمائی کرتے ہوئے امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اوپر جزئیات میں بیان کردہ دو صورتوں کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا): ”اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں، تو اگر جانتا ہے کہ جہاں کھانا کھلایا جائے گا، وہیں منکرات شرعیہ ہوں گے اور برات والے کا وعدہ محض حیلہ ہی حیلہ ہے، تو ہرگز نہ جائے۔۔۔ اور اگر واقعی ایسا ہی ہے کہ نفسِ دعوت منکرات سے خالی ہو گی، اگرچہ دوسرے مکان میں لوگ مشغول گناہ ہوں تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔ قال اللہ تعالی: ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ مگر عالم اگر جانے کہ میری اتنی شرکت پر بھی عوام مجھے متہم و مطعون کریں گے، تو نہ جائے کہ مواقع تہمت سے بچنا چاہیے اور مسلمانوں پر فتح باب غیبت ممنوع ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد21، صفحہ611،609، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

18 ذو القعدۃ الحرام 1443ھ 18 جون 2022ء

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

کیا مخصوص ایام میں لڑکی کا نکاح ہو جائے گا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13137

تاریخ اجراء: 10 جمادی الاولیٰ 1445ھ/25 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لڑکی کے مخصوص ایام چل رہے ہوں، تو کیا اس کا نکاح ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس لڑکی کے مخصوص ایام چل رہے ہوں، اس کا عقدِ نکاح جائز ہے، البتہ اس حالت میں ازدواجی تعلقات قائم کرنا، جائز نہیں کہ حیض و نفاس میں شوہر کے لئے عورت کے ناف سے گھٹنے تک کے حصے کو اپنے کسی بھی عضو سے بلا حائل چھونا، چاہے شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے ہو، بہر صورت ناجائز و گناہ ہے۔ ہاں! ناف سے گھٹنے تک کے حصے کو ایسے کسی حائل سے چھونا، جائز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو، یونہی ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے میں حرج نہیں۔

حیض و نفاس میں نکاح جائز ہے۔ جیسا کہ فتاوی شامی ہے: ”أما نحو **الحيض** والنفاس والإحرام والظهار قبل التكفير فهو مانع من حل الوطء **لا من محلية العقد** فافهم“ یعنی حیض و نفاس، احرام اور کفارہ دینے سے قبل ظہار، یہ سب باتیں وطی حلال ہونے سے تو مانع ہیں لیکن عقدِ نکاح کے محل ہونے سے مانع نہیں تو اچھی طرح سمجھ لو۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، ج 03، ص 4، مطبوعہ بیروت)

حیض و نفاس میں جماع حرام ہونے سے متعلق بدائع الصنائع ہے: ”یحرم القربان فی حالتی الحیض والنفاس“ یعنی حیض و نفاس کی حالت میں جماع حرام ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الطہارۃ، ج 01، ص 44، دار الکتب العلمیہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

وقتِ نکاح دولہا، دلہن سے کلمے سُننا کیسا؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اکتوبر/نومبر 2018

دَارُالاِفْتَاءِ اَہْلسُنَّت

(دعوتِ اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نکاح کے وقت کسی دولہا یا دلہن سے کلمے نہ سُنے جائیں یا دو تین سے زیادہ وہ کلمے نہ سُنا سکے تو نکاح میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟ وضاحت فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح میں کلمے پڑھنا لازم یا شرط نہیں ہے یعنی یہ سمجھنا کہ اگر کلمے نہیں پڑھیں گے تو نکاح منعقد ہی نہ ہوگا، یہ شرعاً درست نہیں، کیونکہ دو مسلمانوں کا نکاح گواہوں (دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں) کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرنے سے ہو جاتا ہے، اس میں کلمے پڑھنا شرط نہیں۔ البتہ نکاح کے وقت کلمے پڑھنا مستحسن عمل ہے کہ ان کلمات میں اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا ذکر ہے، اور ان کا ذکر نزولِ برکات کا سبب، خصوصاً اس اہم موقع پر ویسے ہی حصولِ برکت و سلامتی کے لئے کثرت سے ذکر کرنا مناسب ہے کہ اب سے دونوں کی نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے، اور اس کا آغاز اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے بابرکت نام سے کرنا نیک فال ہے۔

اس کے علاوہ نکاح کے موقع پر کلمے پڑھنے کا ایک مقصد توبہ و تجدیدِ ایمان کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ خیال رہے کہ اگر دولہا کو کلمے یاد ہیں اور بھرے مجمع میں وہ پڑھ سکتا ہے تو پڑھ دے ورنہ بھری محفل میں اس کو شرمندگی سے بچانے کے لئے نکاح خواں اسے پڑھاتا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

میاں بیوی میں ایک سال تک جدائی رہی کیا اب نکاح دوبارہ کرنا ہوگا؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4823

تاریخ اجراء: 08 محرم الحرام 1438ھ/10 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میری زوجہ گھریلو ناچاقیوں کی وجہ سے میکے چلی گئی، سسرال والوں کی طرف سے کچھ شرائط ہمیں منظور نہیں تھی، جس وجہ سے تقریبا ایک سال ہم نے بالکل رابطہ نہیں کیا، نہ ان کی طرف سے رابطہ ہوا، اب خاندان کے بعض بڑے افراد نے صلح صفائی کروادی ہے، اس صورت میں اکٹھا رہنے کے لئے کیا دوبارہ سے نکاح کرنا پڑے گا؟ جبکہ میں نے اب تک کوئی طلاق نہیں دی، نہ زبانی نہ تحریری، اس جھگڑے میں بھی نہیں دی کیونکہ مجھے امید تھی کہ معاملات طے ہو جائیں گے۔

سائل: منظور احمد (راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی آپ نے کوئی طلاق نہیں دی، نہ کوئی اور مانع (مثلاً ایلا وغیرہ) موجود ہو، تو اکٹھے رہنے کے لئے دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت نہیں، سابقہ نکاح کافی ہے، کیونکہ زوجین کا فقط ایک دوسرے سے دور رہنا یا رابطہ منقطع کر دینا، نکاح ٹوٹنے کا سبب نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا بیوی سے تین ماہ دور رہنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

مجیب: مولانا جمیل صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Fmd:0076

تاریخ اجراء: 28ذی الحجہ 1437ھ/01اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ بیوی لڑائی کے دوران بد تمیزی بہت کرتی تھی جس پر میں نے غصے میں کہا کہ میں تمہارے اس طرح کی بد تمیزی سے تنگ آگیا ہوں بہتر یہ ہے کہ تم کو قسم ہے تم میرے کمرے میں نہ آنا اور تمہاری تمام لڑائی کا جواب میرے پاس یہ ہے کہ تم آج سے تین ماہ 13 دن تک میرے سے ملاقات کرنے کی نہ سوچنا۔ تین ماہ 13 دن کے بعد دیکھوں گا۔ اس بات کو ایک ہفتہ گزرا ہے اور اس دن سے آج تک میں اپنے کمرے میں بیوی کو آنے نہیں دے رہا اور وہ مسلسل مجھ سے معافی طلب کر رہی ہے۔ اب مجھے فتوے کی روشنی میں اس کا حل بتایئے کہ آیا میں بیوی کو اپنے کمرے میں آنے دوں یا نہیں اور کیا اس سے نکاح وغیرہ پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں کسی طور پر طلاق واقع نہیں ہوئی اسی طرح 3ماہ 13 دن تک اگر آپ اپنی بیوی کو اپنے کمرے میں آنے نہ دیں تو اس سے بھی کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ یونہی کسی پر قسم ڈالی جائے اور وہ اس قسم کو اپنے اوپر لازم نہ کرے تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوتی چنانچہ اگر آپ کے ان الفاظ ”تم کو قسم ہے تم میرے کمرے میں نہ آنا سے بقول آپ کے کہ آپ کی بیوی نے قسم اپنے اوپر لازم نہیں کی تھی تو ان پر کسی طرح کی قسم لازم نہیں ہوئی لہٰذا وہ آپ کے کمرے میں آجائیں تو قسم کا کفارہ بھی لازم نہیں ہو گا۔

اور عورت کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کا حق پہچانے اور شوہر کی دلآزاری سے باز آئے اور شوہر سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بھی سچی توبہ واستغفار کرے۔ بہر حال جب تکلیف پہنچانے والا شرمندہ ہو جائے اور دوسرے کے پاس معافی کے لئے آئے تو اس کو فراخ دلی کے ساتھ معاف کرنا چاہئے کہ معاف کرنے کی دنیا و آخرت میں بڑی برکتیں و فضیلتیں ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بلاوجہ بیوی اور بچوں کا نان ونفقہ ادا نہ کرنا

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1084

تاریخ اجراء: 19صفر المظفر1444ھ/16ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شخص اپنی بیوی اور بچوں کا نان نفقہ ادا نہ کرے حتی کہ بیوی اپنے تمام اخراجات پورے کرنے کے لیے مکمل طور پر اپنے والدین اور بہن بھائیوں پر منحصر ہو، اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے جاری ہے، خاندان کے بڑے افراد کی مداخلت کے باوجود شوہر نفقہ نہ دے اور صورتحال بگڑتی جارہی ہو تو بیوی کے لیے کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں مذکورہ شخص اپنی بیوی اور بچوں کا نان نفقہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے سخت گناہ گار ہے کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ”آدمی کو گنہگار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جس کا کھانا اس کے ذمہ ہو، اُسے کھانے کو نہ دے۔“

اس شخص پر لازم ہے کہ اپنے اس گناہ سے توبہ کرے اور اپنے بیوی بچوں کا نان نفقہ پورا کرے، اگر وہ کسی بھی طرح نان نفقہ پورا کرنے پر راضی نہیں ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے، یوں معلق نہ چھوڑے، اور اگر بیوی شوہر کی طرف سے نان نفقہ نہ ملنے کی وجہ سے اس کے ساتھ مزید زندگی نہیں گزار سکتی تو بیوی کے لیے بھی طلاق کا مطالبہ کرنا، جائز ہے، البتہ طلاق کا مطالبہ کرنے سے پہلے بیوی کو چاہیے کہ اپنے خاندان کے بڑے افراد والدین وغیرہ سے مشورہ کرلے اور ان کے مشورے کے مطابق عمل کرے۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ رضویہ میں ایک مسئلے کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”جب نکاح باقی ہے، تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اسے طلاق دے دے یا اس کے نان نفقہ کی خبر گیری کرے، ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بے شک گنہگار ہے اور صریح حکمِ قرآن کا خلاف کرنے والا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: ”تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔“ (فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ435، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی مہر معاف کردے تو؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ستمبر/اکتوبر 2018

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ نکاح کے وقت جو مہر مقرر ہوا تھا اگر عورت اپنی رضامندی سے اُسے معاف کردے تو کیا اس طرح حق مہر معاف ہو جاتا ہے؟ اور پھر عورت بعد از طلاق اس کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت بغیر کسی دباؤ کے اپنی خوشی سے اپنا مہر معاف کردے اور شوہر مہر کی معافی کو ردّ نہ کرے بلکہ قبول کرلے یا بس خاموش ہی رہے تو مہر معاف ہو جاتا ہے اور اب بیوی اس مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی نہ طلاق سے پہلے اور نہ ہی طلاق کے بعد۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

دلہا دلہن کے والد اور بھائی کا نکاح کے اندر گواہ بننا

مجیب: مولانا محمد علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2508

تاریخ اجراء: 17 شعبان المعظم 1445ھ/28 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

دلہا دلہن کے والد نکاح کے اندر گواہ بن سکتے ہیں اور کیا بھائی بھی گواہ بن سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح کے گواہوں کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ دو عاقل بالغ مرد ہوں یا ایک عاقل بالغ مرد اور دو عاقلہ بالغہ عورتیں ہوں۔ گواہ بننے کے لئے گواہوں کا غیر محرم ہونا ضروری نہیں، لہذا دلہا دلہن کے والد اور بھائی بھی (دیگر شرائط کی موجودگی میں) نکاح کے گواہ بن سکتے ہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "وینعقد بحضور من لا تقبل شهادته له أصلا كما إذا تزوج امرأة بشهادة ابنيه منها" ترجمہ: ان گواہوں کی موجودگی میں بھی نکاح منعقد ہو جائے گا جن کی گواہی اس کے حق میں اصلاً قبول نہیں مثلاً کسی نے عورت سے شادی کی اپنے اس بیٹے کو گواہ بنا کر جو اس عورت کا بھی بیٹا ہے تو بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(فتاوی هندية، كتاب النكاح، ج 1، ص 267، دار الفكر، بيروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

زانیہ بیوی سے متعلق حکم

مجیب: مولانا نوید چشتی زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4854

تاریخ اجراء: 08 محرم الحرام 1438ھ/10 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ عورت سے زنا کا ارتکاب ہوا، کچھ عرصہ بعد شوہر کو اس کا علم ہوا، عورت نے توبہ کر لی اور شوہر سے معافی بھی مانگ لی، اب آپ شریعت کے مطابق ارشاد فرمائیں کہ اس عورت کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز شوہر عورت کو معاف کرنے کے لیے تیار ہے کیا وہ اسے معاف کر سکتا ہے؟ اور اس معاف کرنے کی وجہ سے شرعاً وہ گناہگار تو نہیں ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شادی شدہ مرد و عورت اگر زنا کریں اور وہ ثابت ہو جائے تو اس کی سزا شریعت کی طرف سے رجم ہے یعنی دونوں کو سنگسار کیا جائے لیکن یہ حکومت اسلامیہ کا کام ہے عوام کو اس کی اجازت نہیں، اور آج کل حکومت کی طرف سے بھی ان حدود پر عمل نہیں، اور زانی و زانیہ پر توبہ بہر حال فرض ہے تو وہ توبہ و استغفار کریں، گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور صدقہ و خیرات کرتے رہیں کہ یہ توبہ میں معاون و مددگار ہو گا۔

صورت مسئولہ میں شوہر پر عورت کو اس کے اس فعل کی وجہ سے طلاق دینا واجب نہیں یعنی اس حرکت کے باوجود بھی اگر وہ زوجہ کو طلاق نہیں دیتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں، ہاں اگر طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے، البتہ نکاح میں رہنے کی صورت میں آئندہ شوہر پر لازم ہو گا کہ اپنی استطاعت و قدرت کے مطابق اس عورت کو اس برے کام سے بچانے کا بندوبست کرے اور اسے اصلاح کی نصیحت کرتا رہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

دوسری شادی کی صورت میں جرمانے کی شرط لگانا

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اکتوبر/نومبر 2018

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ نکاح فارم میں یہ شرط لگانا کیسا ہے کہ اگر شوہر نے طلاق دی یا دوسری شادی کی تو دو لاکھ روپے کی رقم دینی پڑے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یہ صورت تعزیر بالمال یعنی مالی جرمانے میں آتی ہے یوں لکھوانا جائز نہیں ہے۔ البتہ اس طرح کی رقم مہر کے طور پر لکھوائی جاسکتی ہے، نکاح نامہ میں مہر کا کالم موجود ہوتا ہے اور مہر ہمارے یہاں دو طرح سے لکھا جاتا ہے ایک یہ ہوتا ہے کہ فوری دیا جائے اور ایک وہ ہوتا ہے جو فوری نہیں دیا جاتا بلکہ طلاق ہو جائے یا شوہر کی وفات ہو جائے تو ترکے سے دیا جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں سے کسی بھی قسم میں مہر کے طور پر لکھوایا جاسکتا ہے کہ شوہر نے بیوی کے لئے اتنا مہر مقرر کیا ہے مہر چاہے کتنا ہی مقرر کرلیں کوئی منع نہیں ہے قرآنِ پاک کی واضح آیت موجود ہے لیکن الگ سے لکھوانا کہ اگر طلاق دے دی تو اتنے پیسے اور دینے پڑیں گے یہ جائز نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

شادی کا تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، تو کسی عورت کا رشتہ مانگنا کیسا؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1410

تاریخ اجراء: 12 رجب المرجب 1445ھ / 24 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شادی کس سے ہونی ہے وہ تو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اور بدل نہیں سکتا، اگر کوئی شخص کسی عورت کی دینداری، حسنِ اخلاق و آداب وغیرہ کا سن کر اس سے رشتہ کرنا چاہے، تو اس کا ہاتھ مانگ سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب تقدیر میں لکھا جا چکا ہے کس کی کس سے شادی ہونے ہے، کون کب فوت ہو گا، کہاں نوکری کرے گا، کہاں کب کیا کھائے گا وغیرہ وغیرہ، لیکن جب انسان کو معلوم ہی نہیں ہے کہ کیا لکھا ہے؟ تو قبل از وقت یہ سوچنا بے کار ہے کہ تقدیر بدل سکتی ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے جس سے شادی کرنا چاہتا ہو، اسی کے ساتھ اس کی جوڑی لکھی ہو، بلکہ اگر تقدیر میں لکھا جا چکا تو جائز طریقہ پر کوشش کرنے اور دعا کرنے میں یہ بات رکاوٹ نہیں ہے کہ بعض تقدیریں اللہ عزوجل کے حکم اور دعا سے بدل جاتی ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی شخص کسی نیک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لئے شریعت کے دائرہ کار میں رہ کر عرف و عادات کا لحاظ کرتے ہوئے والدین کے ذریعے لڑکی کا رشتہ مانگنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا اپنے شوہر کو باپ کہہ دینے کا حکم

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1005

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1445ھ/13 ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت نے اپنے شوہر کو باپ کہہ دیا یعنی او میرے باپ ایسے نہیں ایسے ہے، کیا اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بیوی کا شوہر کو باپ کہنا یا شوہر کا اسے ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کو محارم والے رشتے کے الفاظ سے نہیں پکار یا بلا سکتے مثلاً ایک دوسرے کو بہن بھائی، یا بیٹا بیٹی بھی نہیں کہہ سکتے۔

سنن ابو داؤد میں ہے: ”أن رجلا قال لإمرأته: یا أُخَیَّةُ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم: أُختک ھی، فکرہ ذلک ونھی عنہ۔“ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اے میری بہن! کہہ کر پکارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا اور اس سے منع کیا۔“ (سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، ج1، ص319، الحدیث:2210، لاہور)

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کو مہر کے مطالبے کا اختیار کب ہوگا؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ مارچ 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عقدِ نکاح میں مہر بیان کر دیا جائے مگر فوراً ادا نہ کیا جائے اور نہ ہی دینے کی کوئی تاریخ مقرر کی جائے، تو عورت کو اس مہر کے مطالبے کا اختیار کب ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب بوقتِ نکاح مہر فوراً نہ دیا جائے اور نہ ہی بعد میں دینے کی کوئی تاریخ مقرر کی جائے، تو شرعاً اس کی مدت موت یا طلاق قرار پاتی ہے، لہٰذا جب تک شوہر کی وفات یا عورت کو طلاق واقع نہ ہو، تب تک عورت مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی، کیونکہ ایسی صورت میں مہر کے مطالبے کا دار و مدار عُرف پر ہوتا ہے اور پاک و ہند میں عُرف یہی ہے کہ مہر کی مدت مقرر نہ ہو، تو طلاق یا شوہر کی وفات تک اس کو مؤخر سمجھا جاتا ہے، لہٰذا طلاق یا شوہر کی وفات ہونے کی صورت میں ہی عورت مہر کا مطالبہ کر سکتی۔ عورت کی موت کی صورت میں بھی مہر کی ادائیگی فوراً لازم ہو جاتی ہے اور اب اس کے حق دار ورثاء ہوں گے، اگرچہ ورثاء میں خود شوہر بھی شامل ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا نکاح میں صرف عورتوں کو گواہ بنا سکتے ہیں؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1181

تاریخ اجراء: 22ربیع الاول1444ھ/19اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی بھی مرد نہ ہو، تو کیا نکاح کے لیے چار عورتیں گواہ بن سکتی ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نکاح کے گواہوں میں اگر ساری عورتیں ہوں، کوئی مرد نہ ہو، تو نکاح درست نہیں ہو گا، کیونکہ نکاح کے درست ہونے کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "ولا یشترط وصف الذکورۃ حتی ینعقد بحضور رجل وامرأتین، کذافي الھدایۃ ولا ینعقد بشھادۃ المرأتین بغیر رجل" ترجمہ: نکاح میں گواہوں کا مرد ہونا شرط نہیں بلکہ ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، البتہ مرد کے بغیر صرف دو عورتوں کی موجودگی سے نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب النکاح، ج1، ص268، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا شادی شدہ عورت کا ناک میں زیور پہننا ضروری ہے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1666

تاریخ اجراء: 02ذوالقعدۃالحرام1444ھ/22مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کچھ عورتوں کا کہنا ہے کہ شادی شدہ عورت کو اپنی ناک سے نتھنی نہیں اتارنی چاہیے، شرعی رہنمائی فرمائیں کہ کیا یہ پہننا لازم وضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا ناک میں زیور پہننا جائز ہے اور شوہر کے لیے سنگار کی نیت سے مستحب ہے لیکن مطلقا اس پہننے کو لازم نہیں کہہ سکتے۔ہاں اگر ماں یا باپ یا شوہر کا حکم ہو تو ان خاص صورتوں میں ان کی اطاعت لازم ہونے کی وجہ سے اس پر یہ زیور پہننا لازم ہو گا۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سوال ہوا کہ: "چوڑیاں کانچ کی عورتوں کو جائز ہیں پہننا یا ناجائز ہیں؟"

تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: جائز ہیں، لعدم المنع الشرعی (اس لئے کہ کوئی شرعی مانع نہیں۔) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب "وانما الاعمال بالنیات" (اعمال کا دار و مدار ارادہ پر ہے۔) بلکہ شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب: "لحرمۃ العقوق ولوجوب طاعۃ الزوج فیما یرجع الی الزوجیۃ۔" (اس لئے کہ والدین کی نافرمانی حرام ہے اور شوہر کی فرمانبرداری بسلسلہ حقوق زوجیت واجب ہے۔) (فتاوی رضویہ، ج22، ص116،115، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

لہنگا پہننا کیسا ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 08

تاریخ اجراء: 16 رجب المرجب 1439ھ/03 اپریل 2018ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے ہاں عورتوں کو لہنگا پہننا اور لہنگا پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فی زمانہ ہمارے ملک پاکستان میں جس قسم کا بڑے سائز کا پورے بدن کو اچھی طرح ڈھانپ دینے والا لہنگا رائج ہے اس طرح کا لہنگا پہننا اور اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ لہنگا فی زمانہ شعارِ کفار نہیں رہا، بلکہ مسلم خواتین میں بھی عام و شائع ہو چکا ہے اور لہنگا پہننے سے سترِ عورت بھی ہو جاتا ہے، لہٰذا فی زمانہ لہنگا پہننے میں حرج نہیں ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”تشبہ وہی ممنوع و مکروہ ہے، جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شے ان بد مذہبوں کا شعارِ خاص یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو، بغیر ان صورتوں کے ہر گز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 534، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فتاویٰ امجدیہ میں اپنے زمانے میں لہنگا پہن نماز پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں: ”لہنگے سے بھی نماز ہو جائے گی، جبکہ ستر ہو جاتا ہو، **مگر یہ ہندوؤں کا لباس ہے۔** مسلمان عورتیں اس سے اجتناب کریں۔۔۔ نماز کے لیے سترِ عورت فرض ہے۔ جب سترِ عورت ہو جائے، نماز ہو جائے گی۔“ (فتاویٰ امجدیہ، جلد 1، صفحہ 182، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

فتاویٰ امجدیہ میں لہنگے کو ہندوؤں کا لباس قرار دیا ہے، لیکن اب ہمارے زمانے میں ایسا نہیں ہے اور جب شعار بدل جائے تو حکم بدل جاتا ہے، جیسا کہ فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے: ”جو لباس کسی قوم کے ساتھ خاص نہ ہو یا پہلے خاص تھا، اب خاص نہ رہا، عام ہو گیا، وہ کسی قوم کا خاص لباس نہیں کہلائے گا۔ اگرچہ وہ اس قوم کا ایجاد کردہ ہے۔۔۔ پینٹ کا استعمال (جو پہلے صرف انگریزوں کے ساتھ ہی خاص تھا) اب بالکل عام ہو چکا ہے، ہندو و مسلم ہر کوئی اس کو استعمال کرتا ہے۔ کسی قوم کے ساتھ خاص نہ رہا۔ اس لیے اگر پینٹ ایسا ڈھیلا ہو کہ نماز ادا کرنے میں دشواری نہ ہو، تو اسے پہن کر نماز جائز ہے۔“ (فتاویٰ فقیہ ملت، جلد 1، صفحہ 179، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کا اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1022

تاریخ اجراء: 01 صفر المظفر 1444ھ / 29 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت اپنے نام کے ساتھ اپنے شوہر کا نام لگا سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کا اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا، جائز ہے کیونکہ بیوی کا اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا اپنا نسب بتانے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ رشتہ زوجیت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے لہذا اس میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ! زیادہ بہتر یہ ہے کہ شوہر کے بجائے والد کا نام لگائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ والد کا رشتہ ہمیشہ رہنے والا ہے، جبکہ شوہر کا رشتہ ہمیشہ رہے، یہ ضروری نہیں، جیسے وفات کی صورت میں ختم ہو جاتا ہے یا طلاق کی صورت میں ختم ہو جاتا ہے اور پھر نام کی تبدیلی کروانی پڑتی ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ والد کا نام ساتھ لگایا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

بالغ لڑکا لڑکی کا کورٹ میرج کرنا کیسا ہے؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6101

تاریخ اجراء: 27 محرم الحرام 1438ھ/29 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک بالغ لڑکی اور بالغ لڑکے نے گھر والوں کی مرضی کے بغیر کورٹ میرج کی جہاں کسی مولانا صاحب نے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کروایا۔ لڑکا، لڑکی کا کفو ہے یعنی کسی معاملے میں لڑکی سے اس قدر کم نہیں کہ اس کے ساتھ نکاح کرنا لڑکی کے اولیاء کے لیے باعث شرمندگی ہو، لڑکا راجپوت اور لڑکی آرائیں برادری سے تعلق رکھتی ہے۔ شرعی رہنمائی فرمائیں کہ یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

لڑکی لڑکے کا والدین کی اجازت کے بغیر چھپ کر نکاح کر لینا ممنوع ہے کیونکہ عموماً یہ معاملہ کئی گناہوں پر مشتمل ہوتا ہے مثلاً غیر محرم مرد وعورت کا آپس میں تنہائی میں ملنا، بلاوجہ شرعی بات چیت کرنا، والدین کی تذلیل وایذا کا سبب بننا وغیرہ لیکن چونکہ لڑکا، لڑکی دونوں بالغ ہیں اور لڑکا، لڑکی کا کفو ہے یعنی کسی معاملے میں لڑکی سے اس قدر کم نہیں کہ اس کے ساتھ نکاح کرنا لڑکی کے اولیاء کے لیے باعث ننگ وعار ہو لہذا یہ نکاح درست واقع ہوا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

تجدید نکاح کی تفصیل اور طریقہ

فتوی نمبر: WAT-178

تاریخ اجراء: 15ربیع الاول1443ھ/22اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

تجدید نکاح کیا ہوتا ہے؟اس کی تفصیل اور طریقہ کار طریقہ بتادیجئے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

تجدید نکاح کا مطلب ہے:"نیا نکاح کرنا۔"اِس کیلئے لوگوں کو اکٹھا کرنا ضروری نہیں۔ نکاح نام ہے ایجاب و قبول کا ۔ہاں بوقت نکاح بطور گواہ کم از کم دو مرد مسلمان یا ایک مرد مسلمان اور دو مسلمان عورتوں کا حاضر ہونا لازِمی ہے۔ خطبہ نکاح شرط نہیں بلکہ مُستحب ہے۔ خطبہ یاد نہ ہو تو اَعُوْذُ بِاللہ اور بِسمِ اللہ شریف کے بعد سورۂ فاتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کم از کم دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی (موجودہ وزن کے حساب سے 30 گرام 618 ملی گرام چاندی) یا اُس کی رقم مہر واجب ہے۔ تو اب مذکورہ گواہوں کی موجودگی میں آپ "ایجاب" کیجئے یعنی عورت سے کہیے: "میں نے اتنے روپے مہر کے بدلے آپ سے نکاح کیا۔" عورت کہے:"میں نے قبول کیا۔" نکاح ہو گیا۔ (تین بار ایجاب و قبول ضَروری نہیں اگر کر لیں تو بہتر ہے) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عورت ہی خطبہ یا سورۂ فاتحہ پڑھ کر "ایجاب" کرے مرد کہدے:"میں نے قبول کیا،" نکاح ہو گیا۔ بعدِ نکاح اگر عورت چاہے تو مہر معاف بھی کر سکتی ہے۔ مگر مرد بلا حاجت شرعی عورت سے مہر معاف کرنے کا سوال نہ کرے۔

نوٹ: جن صورتوں میں نکاح ختم ہو جاتا ہے مثلاً صریح یعنی کھلا کفر بکا اور مرتد ہو گیا تو تجدید نکاح میں مہر واجب ہے، البتہ احتیاطی تجدید نکاح میں مہر کی حاجت نہیں۔ نیز مرتد ہو جانے کے بعد توبہ و تجدید ایمان سے قَبل جس نے نکاح کیا اُس کا نکاح ہوا ہی نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تجدید نکاح میں گواہ ہونا ضروری ہے

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2139

تاریخ اجراء: 17 ربیع الثانی 1445ھ/02 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ تجدید نکاح میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے، یا میاں بیوی خود بھی کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! تجدید نکاح میں بھی گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کا آسان طریقہ نامی رسالہ میں ہے: ”تجدیدِ نِکاح کے لیے لوگوں کو اِکٹھا کرنا ضَروری نہیں۔ نِکاح نام ہے اِیجاب و قَبول کا۔ ہاں بوقتِ نِکاح بطورِ گواہ کم از کم دو مسلمان مَرد یا ایک مسلمان مَرد اور دو مسلمان عورَتوں کا حاضِر ہونا لازِمی ہے۔ خطبۂ نِکاح شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ خُطبہ یاد نہ ہو تو خطبے کی نیت سے اَعُوْذُ بِاللہ اور بِسْمِ اللہ شریف کے بعد سورۂ فاتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔“ (تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کا آسان طریقہ، ص06، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

شادی وغیرہ کی تصاویر کا البم بنانے کا حکم

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1276

تاریخ اجراء: 01جمادی الثانی1445ھ/15دسمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اپنی شادی وغیرہ کی تصاویر کا البم بنانے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں جبکہ مقصود تعظیم نہ ہو بلکہ میموریز محفوظ کرنا مقصد ہو اور یو ایس بی، موبائل وغیرہ کبھی فارمیٹ بھی ہو جاتے ہیں اس لئے البم بنانا چاہ رہے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پرنٹ شدہ تصاویر کا البم بنانا، ناجائز و حرام ہے خواہ شادی کے موقع کا ہو یا کسی اور موقع کا۔ نیز اگر ایسے البمز کا پرنٹ نہ بھی کروایا جائے تو پھر بھی اجنبی مردوں کا غیر محرم عورتوں کی تصاویر لینا اور ان کی ایڈیٹنگ کرنا یا اجنبی مرد اور اجنبی عورت کا ایک ساتھ تصویر بنوانا وغیرہ کئی خلاف شرع کاموں کا مجموعہ ہے جن سے بچنا شرعاً لازم ہے۔

اگر واقعی تصاویر میں کوئی ناجائز بات نہیں ہے اور تصویر کھینچے میں کوئی ناجائز کام نہیں کیا نیز تصویر کا پرنٹ بھی نہیں کیا بلکہ ڈیجیٹل تصویر ہے تو ایسی تصاویر کو موبائل کمپیوٹر وغیرہ میں رکھنا، جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر کو نام کے ساتھ پکارنا

فتوی نمبر: WAT-815

تاریخ اجراء: 17 شوال المکرم 1443ھ / 19 مئی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچے ہونے سے پہلے، بیوی شوہر کو کس نام سے پکارے، جبکہ شوہر کو اپنے نام کے ساتھ پکارنا، پسند نہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو چاہیے کہ کسی ایسے لفظ سے پکارے کہ جو شوہر کو پسند ہو، مثلاً: حضور، میرے سر تاج، یا بھتیجے وغیرہ ہوں تو مثلاً فلاں کے چچا یا شوہر کوئی لفظ بتاتا ہے کہ مجھے اس نام سے بلایا کرو اور اس میں کوئی شرعی خامی نہیں تو اس لفظ سے پکاریں۔ الغرض شوہر کو نام کے ساتھ نہ پکارا جائے کہ اسے نام سے پکارنا مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے پکار لیا تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور نہ اسے گناہ ہو گا۔ بہار شریعت میں ہے "عورت کو یہ مکروہ ہے کہ شوہر کو نام لے کر پکارے۔ (در مختار) بعض جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ عورت اگر شوہر کا نام لے لے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یہ غلط ہے۔ شاید اسے اس لئے گڑھا ہو، کہ اس ڈر سے، کہ طلاق ہو جائے گی، شوہر کا نام نہ لے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

کیا مسلمان عورتیں شادی کے بعد سر میں سندور لگا سکتی ہیں؟

مجیب: ابو صدیق محمد ابو بکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1108

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1444ھ/23ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کچھ مسلم عورتیں شادی کے بعد سر میں سندور لگاتی ہیں میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ سندور لگانا درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسلمان عورتوں کا سندور لگانا ناجائز و حرام ہے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "سندور لگانا مثلہ میں داخل ہے اور حرام ہے نیز اس کا جرم پانی بہنے سے مانع ہوگا، جس سے غسل نہیں اترے گا۔" (فتاوی امجدیہ، جلد4، صفحہ60، مکتبہ رضویہ، کراچی)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے "سندور یا اس کی مثل کوئی دوسرا رنگ عورتوں کو مانگ میں لگانا حرام ہے۔" (فتاوی فقیہ ملت، جلد2، صفحہ349، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

گود بھرائی کی رسم کا شرعی حکم

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-961

تاریخ اجراء: 27ذوالقعدۃ الحرام1444ھ/17جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

گود بھرائی کی رسم کے متعلق اسلام کیا کہتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

گود بھرائی کی رسم میں عموماً عورت کی گود میں مختلف قسم کے پھل اور خشک میوہ جات ڈالے جاتے ہیں، پھر ان پھلوں کو نیک فال کے طور پر ان عورتوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جن کے گھر اولاد نہ ہو۔ اس طرح کی رسم میں شرعاً کوئی حرج نہیں جبکہ اس میں ناچ گانا، بے پردگی، مرد و عورت کا اختلاط یا اور کسی قسم کا گناہ کا کام شامل نہ ہو۔ لیکن عام طور پر اس رسم میں بے پردگی، ناچ گانا وغیرہ بھی ہوتا ہے، اگر یہ صورت ہو تو ایسی رسم منانا شرعی طور پر ناجائز و گناہ ہے۔

یاد رہے کہ یہ شریعت کی بتائی ہوئی رسم نہیں ہے بلکہ ایک خاندانی رسم ہے۔ ایسی خاندانی رسموں میں جب تک خلاف شرع امور نہ کیے جائیں، جائز ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

منگیتر سے موبائل پر بات کرنا

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1031

تاریخ اجراء: 03صفر المظفر1444ھ/13اگست2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا لڑکی منگیتر سے موبائل چیٹنگ پر بات کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح سے پہلے دیگر نامحرم مردوں کی طرح وہ لڑکا بھی اپنی منگیتر کے لئے اجنبی ہوتا ہے، لہٰذا اُس سے میسج یا فون پر یا اس طرح کا کسی قسم کا بھی رابطہ رکھنے کی شرعاً بالکل اجازت نہیں اور اس سے بات چیت کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

منہ دکھائی کی رسم اور اس کی رقم کا حکم

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1499

تاریخ اجراء: 23 شعبان المعظم 1444ھ/16 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

خاندان کے مختلف افراد دلہن کو منہ دکھائی کے نام پر جو رقم دیتے ہیں، کیا وہ لینا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ہمارے ہاں عام طور پر ایک رسم ہوتی ہے کہ نئی دلہن سے ملاقات کرنے جو قریبی رشتہ دار وغیرہ آتے ہیں، وہ منہ دکھائی کے نام پر کچھ رقم یا تحائف وغیرہ دلہن کو پیش کرتے ہیں، فی نفسہ وہ رقم لینا یا تحائف قبول کرنا شرعاً جائز ہے، ہاں یہ یاد رہے کہ غیر محرم مرد کو چہرہ دیکھنے یا ان کو دکھانے کی شرعا اجازت نہیں ہے، اسی طرح مردوں اور عورتوں کا اختلاط وغیرہ ناجائز کام کرنے کی اجازت نہیں۔ پس اگر اس رسم میں بے پردگی، بے حیائی، مردوں اور عورتوں کا اختلاط یا اس کے علاوہ خلافِ شرع امور میں سے کسی کا ارتکاب ہو، تو اس انداز سے ایسی رسموں پر عمل کرنا، ناجائز و حرام ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

مہندی سے ہاتھ پر شوہر کا نام لکھنا

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1809

تاریخ اجراء: 19 ذوالحجۃ الحرام 1444ھ/8 جولائی 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کا مہندی سے ہاتھ پر شوہر کا نام لکھنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا مہندی سے یا کسی دوسری چیز قلم وغیرہ سے ہاتھ پر شوہر کا نام لکھنا درست نہیں ہے اس سے بچا جائے وجہ اسکی یہ ہے کہ نفس کلمات بلکہ حروف کا بھی ادب ہے اب اگر نام ہاتھ پر لکھا جائے تو چونکہ ہاتھ زمین پر بھی رکھتے ہیں اور مختلف کام کاج میں بھی استعمال ہوتا ہے تو یوں بے ادبی کا شائبہ ہے پھر بعض نام اسمائے الہیہ یا انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے نام پر بھی ہوتے ہیں ان کا ادب تو اور زیادہ ضروری ہے لہذا بہر طور ہاتھ پر نام لکھنے سے بچا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

ہمبستری کے مسائل

ہمبستری کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟

فتوی نمبر: WAT-83

تاریخ اجراء: 08صفر المظفر1443ھ/16ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اسلام میں بیوی سے ہم بستری کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی سے ہمبستری کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو وقت تمام شرعی ممانعتوں سے خالی ہو اس میں اچھی نیتوں یعنی نیک اولاد حاصل کرنے، اُمتِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کثرت کرنے، عورت کے ادائے حق اور اسے اور اپنے آپ کو پریشان خاطری و پریشان نظری سے بچانے کی نیت کے ساتھ ہمبستری کرے، نہ خود پورا برہنہ ہو اور نہ عورت کو مکمل برہنہ کرے کہ حدیث پاک میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔ نیز اس حالت میں نہ منہ قبلہ کی طرف ہو اور نہ پیٹھ، اب عورت چت لیٹے اور مرد اکڑوں بیٹھے اور بوس و کنار اور ملاعبت سے شروع کرے اور اسے متوجہ پائے تو دُعا پڑھے اور آغاز کرے اور فارغ ہونے کے بعد فوراً جدا نہ ہو بلکہ عورت کی حاجت پوری ہونے کا بھی لحاظ رکھے۔

نوٹ:

اس بات کا بھی خیال رہے کہ دُعا پڑھتے وقت ستر کھلا ہوا نہ ہو ورنہ دل میں دُعا پڑھی جائے اور برہنہ حالت میں بلاضرورت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنے سے بچا جائے کہ حدیث پاک میں ممانعت فرمائی گئی ہے اور فرمایا کہ یہ اندھا ہونے کا سبب ہے۔ اور اس وقت کلام بھی نہ کریں کہ مکروہ ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا شادی کی پہلی رات ہمبستری کرنا لازم ہے؟

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1285

تاریخ اجراء: 18رجب المرجب1445ھ/30جنوری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا شادی کی پہلی رات ہمبستری کرنا لازمی ہے؟ تھکاوٹ کی وجہ سے اگر ہمبستری نہ کی جائے تو اگلے دن ولیمہ ہو جائے گا؟ میری رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

شرعی طور پر شادی کی پہلی رات ہمبستری کرنا، ضروری نہیں ہے، البتہ ولیمہ ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے ہمبستری ہو چکی ہو، اس لئے اگر پہلی رات میں یہ عمل نہ ہوا تو جس رات میں یہ عمل ہوا، اس سے اگلے دو دن تک ولیمہ کی نیت سے مختصر سی دعوت اپنے گھر والوں کی اگر کی جائے تو بھی ولیمہ ادا ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”شبِ زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے، رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں، یونہی بعد رخصت قبل زفاف (ہمبستری سے پہلے)۔“

(فتاوی رضویہ، جلد11، صفحہ256، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرنے کا حکم

مجیب: ابورجامحمدنورالمصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1288

تاریخ اجراء: 04جمادی الاولی1444ھ/29نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت کے ساتھ دبر میں ہمبستری کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اللہ کی پناہ، عورت کے ساتھ دبر میں ہمبستری کرنا حرام، حرام، حرام، گناہ کبیرہ، باعث لعنت اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

احادیث مبارکہ میں اس فعل پر لعنت فرمائی گئی ہے چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے "عن أبی ہریرۃ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون من أتی امرأتہ فی دبرہا" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ملعون ہے وہ جو اپنی عورت کی دبر میں جماع کرے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، جلد2، صفحہ249، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے "ولا یحل لہ الاستمتاع بہا فی الدبر ولا فی الفرج حالۃ الحیض" ترجمہ: اور مرد کے لئے اپنی عورت کے دبر سے استمتاع کرنا یعنی دبر میں جماع کرنا حلال نہیں ہے اور نہ ہی حالت حیض میں فرج میں وطی کرنا جائز ہے۔ (الاختیار لتعلیل المختار، جلد4، صفحہ155، مطبعۃ الحلبی، القاہرۃ، مصر)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض سے فارغ ہونے پر غسل سے پہلے ہمبستری کرنا

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-528

تاریخ اجراء: 05رجب المرجب1443ھ/07فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت حیض سے فارغ ہو جائے تو کیا غسل کئے بغیر اس سے ہمبستری کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس مسئلے کی مختلف صورتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ اگر حیض پورے دس دن مکمل ہونے پر بند ہوا تو حیض بند ہوتے ہی صحبت کرنا، جائز ہے اگرچہ ابھی غسل نہ کیا ہو۔ البتہ! مستحب یہ ہے کہ غسل کے بعد صحبت کی جائے۔

2۔ اگر عورت دس دن سے کم میں پاک ہوئی لیکن عادت کے دن پورے ہو چکے تھے تو صحبت اس وقت جائز ہے جب عورت غسل کر لے اور اگر مرض یا پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کرنا ہو تو تیمم کر کے نماز بھی پڑھ لے، یا پھر نماز کا وہ وقت، جس میں پاک ہوئی، اس طرح گزر جائے کہ نماز اس پر قضا ہو جائے۔ لہذا اگر وہ وقت، جس میں وہ پاک ہوئی اتنا کم تھا کہ غسل کر کے کپڑے پہن کر اللہ اکبر نہ کہہ سکے تو پھر اگلی نماز کا وقت بھی گزر جائے، تب بغیر غسل کے بھی اس سے صحبت جائز ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔

(نوٹ: یہ واضح رہے کہ بلا عذر شرعی غسل میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز قضاء ہو جائے حرام و گناہ ہے۔)

3۔ اگر عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی حیض ختم ہو گیا تو غسل کر کے نماز شروع کر دے گی لیکن اس سے صحبت کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک عادت کے دن پورے نہ ہو جائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اورل سیکس کرنا کیسا؟

فتوی نمبر: WAT-84

تاریخ اجراء: 08صفر المظفر1443ھ/16 ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شوہر مجبور کرے اپنی شرمگاہ کو منہ میں ڈالنے پر، تو عورت اس وقت کیا کرے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اورل سیکس (مرد یا عورت کا ایک دوسرے کے اعضائے مخصوصہ کو منہ میں ڈالنا) ناجائز و گناہ ہے کہ یہ گندا اور بے حیائی کا کام ہے، جس سے سلیم الفطرت شخص کی طبیعت کراہت کرتی ہے اور ایسے کاموں کی ممانعت قرآن پاک سے ثابت ہے، نیز اس کام میں شرمگاہ سے نکلنے والی نجاست منہ میں جانے کا قوی امکان ہے جبکہ اسی منہ سے اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا جاتا ہے، تلاوت قرآن اور ذکر واذکار کیے جاتے ہیں۔ لہذا اگر شوہر کہے بھی تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی کہ ناجائز کام میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اورل سیکس کرنے کا حکم

فتوی نمبر: WAT-290

تاریخ اجراء: 23ربیع الآخر1443ھ/29نومبر2021

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کسی کا شوہر اپنی شرمگاہ اس کے منہ میں ڈالتا ہے، اب یہ کیا کرے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا بیوی کے منہ میں اپنا عضو تناسل داخل کرنا ناجائز و گناہ ہے کہ خبیث و گندا کام ہے اور ایسے کام کی حرمت قرآن پاک سے ثابت ہے، لہذا شوہر اس قبیح حرکت سے اجتناب کرے اور بیوی کا کسی ناجائز کام میں شوہر کی اطاعت کرنا، جائز نہیں ہے، لہذا وہ اس سے انکار کر دے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر عطاری مدنی

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مصنوعی آلات سے جنسی حق پورا کرنا

فتوی نمبر: WAT-158

تاریخ اجراء: 07ربیع الاول1443ھ/14اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بیوی کے جنسی حق کو پورا کرنے کے لیے، کیا بیوی کی شرمگاہ کے اندر، باہر مصنوعی آلات کا استعمال کرنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کے جنسی حق کو پورا کرنے کے لیے اندرونی یا بیرونی مصنوعی آلات کا استعمال کرنا شرعا جائز نہیں ہے کہ یہ شوہر کے علاوہ سے جنسی فائدہ اٹھانا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

جنسی تسکین کے لئے کھلونے کا استعمال کرنا کیسا؟

مجیب: ابو رجا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1189

تاریخ اجراء: 24ربیع الاول1444ھ/21اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

Sex Toys سے جنسی تسکین کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق دور حاضر میں جنسی تسکین کا واحد ذریعہ صرف میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے سے جائز طریقے سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور ذریعے سے شہوت ابھارنا یا جنسی تسکین کرنا ،ناجائز و حرام ہے۔ لہٰذا اس اصول کی روشنی میں سیکس ٹوائز (sex toys) سے جنسی تسکین حاصل کرنا ہر گز جائز نہیں ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ(۵) اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ(۶) فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ(۷)﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ اُن پر کوئی ملامت نہیں ،تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (پارہ18، سورہ مؤمنون، آیت 5،6،7)

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ٹیسٹ کے لیے مشت زنی کرکے منی خارج کرنا

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1951

تاریخ اجراء: 14 صفر المظفر 1445ھ/01 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا مرد مشت زنی کے ذریعے ٹیسٹ کے لئے منی خارج کر سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ٹیسٹ کروانے کے لئے اپنے ہاتھ سے اپنی منی خارج کرنا، ناجائز و گناہ ہے، البتہ اگر ممکن ہو تو اس کے لیے زوجہ کے ہاتھ سے منی خارج کی جا سکتی ہے۔

در مختار میں ہے "الاستمناء بالكف وإن كره تحريما لحديث «ناكح اليد ملعون» "ترجمہ: مشت زنی کرنا مکروہ تحریمی ہے کہ حدیث پاک میں ہے: ہاتھ سے نکاح کرنے والا ملعون ہے۔

رد المحتار میں ہے "ويجوز أن يستمني بيد زوجته وخادمته اهـ "ترجمہ: اپنی بیوی و لونڈی کے ہاتھ سے منی خارج کرنا جائز ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، ج2، ص399، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض کی حالت میں ہونے والی خلوت، صحیحہ ہوگی یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2116

تاریخ اجراء: 08ربیع الثانی1445ھ/24اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نکاح کے بعد لڑکا اور لڑکی خلوت میں ملے اور بوس و کنار بھی ہوا، لیکن لڑکی حیض میں تھی ہمبستری وغیرہ نہیں ہوئی ،تو کیا اب خلوت صحیحہ ہوگئی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں خلوت صحیحہ نہیں ہوئی، اس لئے کہ خلوت صحیحہ اس صورت میں ہوتی ہے جب شوہر اور بیوی ایک مکان میں جمع ہوں اور کوئی چیز مانع جماع نہ ہو۔ اور موانع تین ہیں: (1) حسّی 2) شرعی (3) طبعی اور عورت کا حیض میں ہونا یہ شرعی مانع ہے کہ حالتِ حیض میں ہمبستری کرنا ممنوع و حرام ہے۔

چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے: ”خلوتِ صحیحہ یہ ہے کہ زوج زوجہ ایک مکان میں جمع ہوں اور کوئی چیز مانع جماع نہ ہو، یہ خلوت جماع ہی کے حکم میں ہے اور موانع تین ہیں :(1) حسّی (2) شرعی (3) طبعی

1: مانع حسّی جیسے مرض کہ شوہر بیمار ہے تو مطلقاً خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور زوجہ بیمار ہو تو اس حد کی بیمار ہو کہ وطی سے ضرر کا اندیشہ صحیح ہو اور ایسی بیماری نہ ہو تو خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔

2: مانع طبعی جیسے وہاں کسی تیسرے کا ہونا، اگرچہ وہ سوتا ہو یا نابینا ہو، ہاں اگر اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ کسی کے سامنے بیان نہ کر سکے گا تو اس کا ہونا مانع نہیں یعنی خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔ مجنون و معتوہ بچہ کے حکم میں ہیں اگر عقل کچھ رکھتے ہیں تو خلوت نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی اور اگر وہ شخص بے ہوشی میں ہے تو خلوت ہو جائے گی۔ اگر وہاں عورت کا کُتّا ہے تو خلوتِ صحیحہ نہ ہوگی اور اگر مرد کا ہے اور کٹکھنا ہے جب بھی نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی۔

3: مانع شرعی مثلاً عورت حیض یا نفاس میں ہے یا دونوں میں کوئی مُحرم ہو، احرام فرض کا ہو یا نفل کا، حج کا ہو یا عمرہ کا، یا ان میں کسی کا رمضان کا روزہ ادا ہو یا نمازِ فرض میں ہو، ان سب صورتوں میں خلوتِ صحیحہ نہ ہوگی۔“ (بہارِ شریعت، جلد02، حصہ07، صفحہ68، ملخصا، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شرمگاہ کو بستر پر رگڑ کر منی خارج کرنا

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1691

تاریخ اجراء: 10ذوالقعدۃ الحرام1444ھ/31مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید شادی شدہ ہے، زید بیوی کے میکے جانے پر یا جلد پاس نہ آنے پر یا بیوی کے مخصوص ایام میں بستر پر الٹا لیٹ کر بستر کے ساتھ رگڑ کر منی خارج کر لیتا ہے، ورنہ اس کا سارا دن بے چینی میں گزرتا ہے۔ کیا زید کا ہاتھ لگائے بغیر بستر پر رگڑ کر منی خارج کرنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں بیان کردہ طریقے کے مطابق جنسی خواہش پوری کرنا، ناجائز و گناہ ہے۔ زید کو چاہیے کہ اگر جنسی عمل کی خواہش ہو تو اپنی بیوی سے جائز طریقے کے مطابق ہی خواہش کو پورا کرے۔ جنسی خواہش کے غیر شرعی طریقوں سے متعلق علامہ شامی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ”ویلحق به مالو ادخل ذکرہ بین فخذیہ مثلاً حتی امنی۔۔۔فلو ادخل ذکرہ فی حائط او نحوہ حتی امنی او استمنی بکفہ بحائل یمنع الحرارۃ یاثم ایضاً“ ترجمہ: مشت زنی میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ آدمی اپنی رانوں میں عضو تناسل رگڑ کر منی خارج کرے لہذا اگر آدمی نے اپنا آلہ تناسل دیوار وغیرہ کسی چیز میں داخل کیا یہاں تک کہ منی نکل آئی یا خود اپنے ہاتھ سے منی نکالی اور درمیان میں ایسی چیز حائل تھی جو حرارت سے مانع ہو تو بھی وہ گناہگار ہے۔ (ردّ المحتار، جلد3، صفحہ427، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کے پچھلے مقام میں جماع کرنے سے نکاح کا حکم

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2194

تاریخ اجراء: 30ربیع الثانی1445ھ/15نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرلے، تو کیا اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ اور کیا اس عمل سے کوئی کفارہ بھی لازم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرنا، شرعاً سخت حرام و گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ایسا کرنے والے شخص پر لعنت وارد ہوئی ہے، لہذا اِس ناجائز اور قبیح فعل سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اور جس شخص سے یہ کام سرزد ہو گیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ سچے دل سے اللہ پاک کی بارگاہ میں توبہ کرے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے، اور یہ توبہ کرنا ہی اِس گناہ کا کفارہ ہو گا، توبہ کے علاوہ کسی اور قسم کا کوئی کفارہ لازم نہیں ہو گا۔ نیز اس ناجائز عمل کو کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، عورت بدستور شوہر کے نکاح میں ہی رہے گی۔ یہ مذکورہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس کام کو حرام سمجھ کر ہی کیا ہو۔ البتہ اگر اُسے حلال سمجھ کر کیا، تو اب یہ کفر ہو گا اور ایسا کرنے والے شخص پر لازم ہو گا کہ اپنے اس فعل سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ، نئے سرے سے کلمہ پڑھے اور کلمہ پڑھنے کے بعد اپنی عورت سے تجدیدِ نکاح کرے۔

عورت کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرنے والے شخص پر لعنت کی گئی ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد کی حدیث مبارکہ ہے ”عن أبی هريرة، قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ملعون من أتى امرأته فی دبرها“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملعون ہے وہ جو اپنی عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرے۔ (سنن ابی داؤد، جلد2، کتاب النکاح، صفحہ249، رقم الحدیث:2162، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

المعجم الکبیر للطبرانی کی حدیث پاک ہے: ”عن خزیمة بن ثابت، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن اللہ لا یستحیي من الحق لا یحل لأحد أن یأتي النساء في أدبارھن “ترجمہ: حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالی حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا، کسی کے لئے حلال نہیں کہ وہ عورتوں کے پچھلے مقام میں وطی کرے۔(المعجم الکبیر، جلد4، صفحہ88، رقم الحدیث :3736، مطبوعہ: قاھرة)

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”عورت کی دبر میں وطی کرنا تمام دینوں میں حرام ہے اسلام میں حرامِ قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے (اور) اس کا مرتکب فاسق وفاجر“۔(مرآۃ المناجیح، جلد5، صفحہ55، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

شوہر کا اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرنا، شرعاً حلال نہیں، چنانچہ الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: ”ولا یحل لہ الاستمتاع بھا في الدبر ولا في الفرج حالة الحیض “ترجمہ: اور مرد کے لئے اپنی عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرنا حلال نہیں ہے اور حالتِ حیض میں فرج میں وطی کرنا بھی حلال نہیں ہے۔(الاختیار لتعلیل المختار، جلد4، صفحہ155، مطبوعہ قاھرة، مصر)

بیوی کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرنا، اگر حلال جان کر ہو، تو یہ کفر ہے، چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث مبارکہ ہے: ”عن أبي ھریرة، عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: من أتی حائضا، أو امرأة في دبرھا، أو کاھنا، فقد کفر بما أنزل علی محمد “ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو حائضہ عورت سے جماع کرے یا عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرے یا کاہن کے پاس جائے تو اس نے اس کا انکار کیا جو محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔(جامع ترمذی، جلد1، صفحہ242، رقم الحدیث:135، مطبوعہ: مصر)

مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ، فیض القدیر میں لکھتے ہیں: ”المراد أن من فعل ھذہ المذکورات واستحلھا فقد کفر ومن لم یستحلھا فھو کافر النعمة۔۔۔ولیس المراد حقیقة الکفر“ترجمہ: مراد یہ ہے کہ جس شخص نے یہ مذکورہ کام حلال سمجھ کر کیا، تو وہ کافر ہو گیا اور جس نے اس کو حلال سمجھ کر نہ کیا، تو وہ نعمت کی ناشکری کرنے والا ہے اور اس صورت میں یہ حقیقی کفر نہیں۔(فیض القدیر، جلد6، حرف المیم، صفحہ23، مطبوعہ مصر)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مراٰۃ المناجیح میں، حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”یعنی یہ تینوں شخص قرآن وحدیث کے منکر ہو کر کافر ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہاں سے شرعی کفر ہی مراد ہے اسلام کا مقابل۔ اوران سے وہ لوگ مراد ہیں جو عورت سے دبر میں، یا بحالت حیض صحبت کو جائز سمجھ کر صحبت کریں۔“ (مرآۃ المناجیح، جلد1، صفحہ308، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ)

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: ”ویمنع ۔۔۔ وطؤھا (یکفر مستحلہ) ۔۔۔ وکذا مستحل وطء الدبر عند الجمھور“ ملتقطا ”ترجمہ: اور حائضہ عورت سے وطی ممنوع ہے، اور اس کو حلال جاننے والے کی تکفیر کی جائے گی، اور جمہور کے نزدیک یہی حکم عورت کے پچھلے مقام میں وطی کو حلال جاننے والے کا ہے۔ (تنویر الابصار مع در مختار، جلد1، صفحہ533، 542، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ، ارشاد فرماتے ہیں: ”حلال کو حرام، حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیہ کے مذہبِ راجح میں مطلقاً کفر ہے، جبکہ ان کی حلت و حرمت قطعی ہو۔۔۔ اور اگر وہ حرامِ قطعی، حرام لعینہ ہے۔۔۔ جب تو اُسے حلال ٹھہرانا باجماعِ ائمہ حنفیہ کفر ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ147، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حالت حیض میں شوہر نے بیوی سے صحبت کرلی تو کفارہ کا حکم

مجیب: مولانا احمد سلیم عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2477

تاریخ اجراء: 11 شعبان المعظم 1445ھ/22 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی نے بیوی کے مخصوص ایام میں اس سے صحبت کرلی، بعد میں دونوں میاں بیوی نادم ہیں کہ ہم سے گناہ ہو گیا ہے، اب اس سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ کوئی کفارہ بھی ان کو ادا کرنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی حالت میں جماع کرنا ناجائز و گناہ ہے، بلکہ حالت حیض میں بیوی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک کے حصے کو اتنے موٹے کپڑے وغیرہ کو حائل کیے بغیر کہ جس سے بدن کی گرمی محسوس نہ ہو، مرد کا اپنے کسی عضو کے ساتھ شہوت سے یا بغیر شہوت کے چھونا جائز نہیں اور اتنے حصے کو شہوت کے ساتھ دیکھنا بھی جائز نہیں، جنہوں نے حالتِ حیض میں جماع کیا، وہ توبہ واستغفار کریں، لیکن اس کا کوئی کفارہ لازم نہیں۔

ہاں مرد کے لئے مستحب یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ حیض کے ابتدائی دنوں میں کیا ہے، تو توبہ واستغفار کے ساتھ ساتھ ایک دینار (یعنی ساڑھے چار ماشے سونا یا اس کی قیمت) صدقہ کرے، اور اگر حیض کے آخری دنوں میں کیا ہے تو آدھا دینار (سوا دو ماشے سونا یا اس کی قیمت) صدقہ کر دے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "(الأحكام التي يشترك فيها الحيض والنفاس۔۔۔(ومنها) حرمة الجماع۔۔۔ فإن جامعها وهو عالم بالتحريم فليس عليه إلا التوبة والاستغفار ويستحب أن يتصدق بدينار أو نصف دينار. كذا في محيط السرخسي" ترجمہ: حیض و نفاس کے مشترکہ احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ حیض و نفاس والی عورت سے جماع حرام ہے، اگر کوئی شخص حیض و نفاس میں جماع کو حرام جانتے ہوئے جماع کرے تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور مستحب ہے کہ ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ کرے، یونہی محیط سرخسی میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الطھارۃ، ج 1، ص 39، دار الفکر، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سوال ہوا کہ کوئی شخص اپنی بی بی سے حیض یا نفاس کی حالت میں صحبت کرے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

تو آپ علیہ الرحمۃ نے جواباً ارشاد فرمایا: اگر ابتدائے حیض میں ہے تو ایک دینار اور ختم پر ہے تو نصف دینار۔ (فتاوی رضویہ، ج4، ص357، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "ایسی حالت میں جِماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کر لیا تو سَخت گنہگار ہوا اس پر توبہ فرض ہے اور آمد کے زمانہ میں کیا تو ایک دینار اور قریب ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا مُستَحَب۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ2، ص382، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض ختم ہونے کے بعد کب تک شوہر ہمبستری کرسکتا ہے؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی زید مجدہ
مصدق: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Web:17
تاریخ اجراء: 16 ربیع الثانی 1442ھ/02 دسمبر 2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جب عورت حیض سے فارغ ہو تو کیا خون بند ہوتے ہی ہمبستری کرسکتے ہیں یا غسل کرنا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس مسئلے کی مختلف صورتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ اگر حیض پورے دس دن مکمل ہونے پر بند ہوا تو پاک ہوتے ہی صحبت کرنا، جائز ہے اگرچہ ابھی غسل نہ کیا ہو۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ غسل کے بعد صحبت کی جائے۔

2۔ اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی لیکن عادت کے دن پورے ہو چکے تھے تو صحبت اس وقت جائز ہے جب عورت غسل کرلے اور اگر مرض یا پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کرنا ہو تو تیمم کرکے نماز بھی پڑھ لے، یا پھر نماز کا وہ وقت جس میں پاک ہوئی ختم ہو جائے، اگر وہ وقت اتنا کم تھا کہ غسل کرکے کپڑے پہن کر اللہ اکبر نہ کہہ سکے تو پھر اگلی نماز کا وقت بھی گزر جائے، اس صورت میں بغیر طہارت بھی اس سے صحبت جائز ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔ (واضح رہے کہ غسل میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز قضاء ہو جائے حرام و گناہ ہے)

3۔ اگر عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی حیض ختم ہو گیا تو غسل کرکے نماز شروع کر دے گی لیکن اس سے صحبت کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک عادت کے دن پورے نہ ہو جائیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی بارگاہ میں دس دن سے کم میں حیض بند ہونے والی صورت سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: ”جو حیض اپنی پوری مدت یعنی دس دن کامل سے کم میں ختم ہو جائے اس میں دو صورتیں ہیں یا تو عورت کی عادت سے بھی کم میں ختم ہوا یعنی اس سے پہلے مہینے میں جتنے دنوں آیا تھا اتنے دن بھی ابھی نہ گزرے اور خون بند ہو گیا جب تو اس سے صحبت ابھی جائز نہیں اگرچہ نہالے اور اگر عادت سے کم نہیں مثلاً پہلے مہینے سات دن آیا تھا اب بھی سات یا آٹھ روز آکر ختم ہوا یا یہ پہلا ہی حیض ہے جو اس عورت کو آیا اور دس دن سے کم میں ختم ہوا تو اس سے صحبت جائز ہونے کے لئے دو باتوں سے ایک بات ضرور ہے یا تو عورت نہالے اور اگر بوجہ مرض یا پانی نہ ہونے کے تیمم کرنا ہو تو تیمم کر کے نماز بھی پڑھ لے، خالی تیمم کافی نہیں یا طہارت نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس پر کوئی نمازِ فرض، فرض ہو جائے یعنی نمازِ پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں نہا کر سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی، اس صورت میں بے طہارت بھی اس سے صحبت جائز ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد4، صفحہ352، رضافاؤنڈیشن لاہور)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اس مسئلے کی صورتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”پورے دس دن پر ختم ہوا تو پاک ہوتے ہی اس سے جماع جائز ہے، اگرچہ اب تک غسل نہ کیا ہو مگر مستحب یہ ہے کہ نہانے کے بعد جماع کرے۔ دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو تاوقتیکہ غسل نہ کرلے یا وہ وقتِ نماز جس میں پاک ہوئی گزر نہ جائے جماع جائز نہیں اور اگر وقت اتنا نہیں تھا کہ اس میں نہا کر کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکے تو اس کے بعد کا وقت گزر جائے یا غسل کرلے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔ عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تو اگرچہ غسل کرلے جماع ناجائز ہے تاوقتیکہ عادت کے دن پورے نہ ہولیں، جیسے کسی کی عادت چھ دن کی تھی اور اس مرتبہ پانچ ہی روز آیا تو اسے حکم ہے کہ نہا کر نماز شروع کر دے مگر جماع کے لیے ایک دن اور انتظار کرنا واجب ہے۔“

(بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ383، مکتبۃ المدینہ)

حیض سے پاک ہونے پر غسل کرنے سے پہلے ہی ہم بستری کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12240

تاریخ اجراء: 17ذوالقعدۃالحرام1443ھ/17جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ حیض سے پورے دس دن پر پاک ہوئی لیکن غسل کرنے سے پہلے ہی شوہر نے اس کے ساتھ ہم بستری کرلی، تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز تھا؟ نیز کیا اس صورت میں حیض اور ہم بستری دونوں کی نیت سے فقط ایک غسل کرلینا بھی کافی ہو گا؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں شوہر کا غسل سے پہلے ہی اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ ہم بستری کرنا شرعاً جائز تو تھا لیکن خلافِ مستحب تھا، کیونکہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق عورت اگر حیض سے پورے دس دن پر پاک ہوئی ہو تو مستحب یہ ہے کہ شوہر غسل کے بعد اس سے جماع کرے۔ **نیز صورتِ مسئولہ میں حیض اور ہم بستری دونوں کی نیت سے فقط ایک غسل کرلینے سے بھی ہندہ کو پاکی حاصل ہو جائے گی۔**

یہاں یہ بات واضح رہے کہ عورت جب دس دن سے کم میں عادت کے دن پر پاک ہوئی ہو تو شوہر کا فوراً اس سے قربت کرنا جائز نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ عورت غسل نہ کرلے یا وہ وقتِ نماز نہ گزر جائے کہ جس میں وہ عورت پاک ہوئی ہے۔

عورت حیض سے پورے دس دن پر پاک ہوئی ہو تو غسل کے بعد اس سے جماع کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے: ”إذا مضى أكثر مدة الحيض وهو العشرة يحل وطؤها قبل الغسل مبتدأة كانت أو معتادة **ويستحب له أن لا يطأها حتى تغتسل**۔ هكذا في المحيط“ یعنی جب حیض کی اکثر مدت گزر جائے جو کہ دس دن ہیں تو غسل کرنے سے پہلے اس عورت سے جماع کرنا حلال ہے، خواہ اس عورت کو پہلی بار حیض آیا ہو یا

وہ عادت والی ہو۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ عورت کے غسل کر لینے سے پہلے اس سے جماع نہ کرے، جیسا کہ محیط میں مذکور ہے۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، ج01، ص39، مطبوعہ پشاور)

بہارِ شریعت میں ہے:"(حیض) پورے دس 10 دن پر ختم ہوا تو پاک ہوتے ہی اس سے جِماع جائز ہے، اگرچہ اب تک غُسل نہ کیا ہو مگر مستحب یہ ہے کہ نہانے کے بعد جِماع کرے۔"(بہار شریعت، ج01، ص383، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملخصاً)

عورت عادت کے مطابق دس دن سے کم میں پاک ہوئی ہو تو اس سے جماع کرنے کے حوالے سے بہارِ شریعت میں مذکور ہے:"دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو تاوقتیکہ غُسل نہ کرلے یا وہ وقتِ نماز جس میں پاک ہوئی گزر نہ جائے جِماع جائز نہیں اور اگر وقت اتنا نہیں تھا کہ اس میں نہا کر کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکے تو اس کے بعد کا وقت گزر جائے یا غُسل کرلے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تو اگرچہ غُسل کرلے جِماع ناجائز ہے تاوقتیکہ عادت کے دن پورے نہ ہولیں۔"(بہارِ شریعت، ج01، ص383، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

چند غسل ہوں تو سب کی نیت سے ایک غسل کر لینے کے حوالے سے صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ بہارِ شریعت میں تحریر فرماتے ہیں:"جس پر چند غُسل ہوں سب کی نیت سے ایک غُسل کر لیا سب ادا ہو گئے سب کا ثواب ملے گا۔ عورت جنب ہوئی اور ابھی غُسل نہیں کیا تھا کہ حَیض شروع ہو گیا تو چاہے اب نہالے یا بعد حَیض ختم ہونے کے۔"(بہار شریعت، ج01، ص325، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نیز مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "کئی بار ہم بستری کی ہو تو غسل کرتے وقت چند غسل کرے یا ایک ہی غسل کافی ہے ایک ہی نیت سے؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:"چند بار ہم بستری کی ہو جب بھی ایک ہی غسل واجب ہے ایک ہی غسل کریں۔"(فتاویٰ امجدیہ، ج01، ص12، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حاملہ بیوی سے ہم بستری کرنا کیسا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12176

تاریخ اجراء: 17 شوال المکرم 1443ھ/19 مئی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حمل کی حالت میں عورت سے ہمبستری کرنا کیسا؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حاملہ بیوی سے بچے کی ولادت سے پہلے تک، شوہر کا ہمبستری کرنا شرعاً جائز ہے۔ البتہ طبی اعتبار سے عورت کو اگر کسی نقصان کا اندیشہ ہو، تو بہتر یہ ہے کہ کسی مستند ڈاکٹر سے مشورہ کر لیا جائے تاکہ بعد میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

چنانچہ مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "دورانِ حمل مرد بیوی سے کب تک مباشرت کر سکتا ہے؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**دورانِ حمل وضع حمل تک، مباشرت شرعاً جائز ہے** لیکن اگر ڈاکٹرز منع کر دیں یا تکلیف کا خطرہ ہو تو پرہیز کرنا چاہیے۔" (فتاوی خلیلیہ، ج01، ص564، ضیاء القرآن)

مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "عورت حمل سے ہے تو کیا شوہر اس سے صحبت نہ کرے اگر منع ہے تو کتنی مدت سے کتنی مدت تک؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**حمل کی حالت میں عورت کے ساتھ صحبت کرنے کی شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔** طبی نقطہ نظر سے کوئی بات ہو تو ہم کہہ نہیں سکتے۔" (فتاوی بحر العلوم، ج01، ص80-79، شبیر برادرز، لاہور، ملخصاً)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنا، چھونا اور چومنا

مجیب: مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2103

تاریخ اجراء: 19ربیع الاول1445ھ/06اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میاں بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ عام حالت اور بستر میں دیکھ اور چھو سکتے ہیں؟ چوم سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں میاں بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھ اور چھو تو سکتے ہیں، لیکن چوم نہیں سکتے۔

یاد رہے کہ دینِ اسلام نے مسلمانوں کے لیے جس طرح شعبہ ہائے زندگی کے دیگر کاموں میں شرم وحیاء کے عنصر کو لازم رکھا اور فرمایا: ”الحیاء شعبة من الایمان“ (یعنی شرم وحیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔) اسی طرح مباشرت کے معاملہ میں بھی مکمل آزادی نہیں دی کہ انسان ایسے افعال کا ارتکاب کر بیٹھے، جو انسانیت کے دائرہ کار سے نکل کر حیوانیت میں داخل ہو جائے بلکہ اس میں بھی شرم وحیاء کے پہلو کو برقرار رکھا ہے، نہ صرف شرم وحیاء بلکہ اعلیٰ قسم کی شرم وحیاء کی تعلیم ارشاد فرمائی۔ اس میں سے یہ بھی ہے کہ میاں بیوی بوقتِ مباشرت ایک دوسرے کی شرمگاہ کی طرف نظر بھی نہ کریں کہ کمالِ حیا کے خلاف ہے، اگرچہ دیکھنا، جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نہ میں نے حُضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کبھی شرمگاہ دیکھی، نہ حُضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی میرا ستر دیکھا۔ (مراۃ المناجیح، ج05، ص38، قادِری پبلشرز، لاھور)

اسی طرح دینِ اسلام نے قضائے حاجت کے وقت بلاضرورت سیدھا ہاتھ شرمگاہ کو لگانے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لا یمسکن أحدکم ذکرہ بیمینہ وھو یبول“ یعنی تم میں سے کوئی پیشاب کرتے ہوئے اپنی شرمگاہ سیدھے ہاتھ سے نہ پکڑے۔ (صحیح مسلم، حدیث 63، ج1، ص225، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

چونکہ سیدھا ہاتھ کھانے پینے اور تعظیم والے کاموں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے سیدھے ہاتھ کو ایسے گھٹیا کاموں میں استعمال کرنے سے شریعت نے منع فرمادیا، تو جس شریعت نے سیدھے ہاتھ کے معزز اور مکرم ہونے کی وجہ سے اس کو قبیح کاموں میں استعمال کرنے سے منع کر دیا، تو اس سے آگے بڑھتے ہوئے چہرہ جو اعضائے انسانی میں سب سے زیادہ معظم ہے اور اس چہرے میں منہ اور زبان بھی ہے، جس سے قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے، اللہ پاک کا ذکر کیا جاتا ہے، درود شریف پڑھا جاتا ہے، اس منہ اور زبان کا یوں دوسرے کی شرمگاہ پر لگنا شریعت کے نزدیک کتنا قبیح ہو گا؟ لہٰذا ایسے کام سے اجتناب کیا جائے۔

نیز انسان اشرف المخلوقات ہے، اس کے اور حیوانات کے درمیان ایک امتیازی فرق وشان رکھی گئی ہے۔ احادیثِ کریمہ میں مسلمانوں کو جانوروں کے بہت سارے افعال میں مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، مثلاً مردوں کو سجدہ کی حالت میں کتے کی طرح اپنی کہنیاں زمین پر بچھانے سے منع کیا گیا، یوں ہی اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی پینے سے منع کیا گیا، جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھانے پینے سے منع کیا گیا، اسی طرح کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا گیا۔ ذرا غور کیا جائے کہ جب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے مسلمانوں کو عام افعال میں جانوروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، تو پھر جو قبیح اور گھٹیا افعال ہیں، مثلاً شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو منہ لگانا، ان میں جانوروں کی مشابہت شریعتِ مطہرہ کیسے گوارا کر سکتی ہے؟

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کی چھاتی منہ میں لینا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:52

تاریخ اجراء: 29 جمادی الاولی 1442ھ/14 جنوری 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مرد اپنی بیوی کی چھاتی کو منہ میں لے کر چوسے تو اس کا ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا ایسا کرنے سے مرد گناہ گار ہو گا؟ کیا اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت زیادہ دودھ والی ہو اور خوف ہو کہ پستان چوسنے سے دودھ اس کے حلق میں چلا جائے گا تو ایسا کرنا، مکروہ ہے اور اگر اس نے ایسا کیا اور دودھ منہ میں چلا گیا تو اس پر لازم ہے کہ اس کو نہ پیئے، اگر پی لیا تو گناہگار ہو گا کیونکہ اس کا پینا حرام ہے البتہ اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر ایسا نہیں ہے یعنی یا تو دودھ کم ہے جس کا حلق میں جانے کا خوف نہیں یا دودھ ہے ہی نہیں تو پھر حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے بوقتِ صحبت بیوی کے رخسار اور پستان کا بوسہ لینے، پستان کو منہ میں لینے، دبانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواباً آپ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”یجوز للرجل التمتع بعرسه کیف ماشاء من رأسها الی قدمها الا مانهی اللہ تعالٰی عنه، وکل ما ذکر فی السؤال لا نهی عنه، اما التقبیل فمسنون مستحب یؤجر علیه ان کان بنیة صالحة واما مص ثدیها فکذلک ان لم تکن ذات لبن، وان کانت واحترس من دخول اللبن حلقه فلا باس به، وان شرب شیئا منه قصداً فهو حرام وان کانت غزیرة اللبن وخشی ان لو مص ثدیها یدخل اللبن فی حلقه فالمص مکروه قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ومن رتع حول الحمٰی اوشک ان یقع فیه“ ترجمہ: مرد کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے لے کر پاؤں تک جیسے چاہے لطف اندوز ہو سوائے اس کے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اور سوال میں مذکور امور میں سے کسی سے منع نہیں کیا گیا۔ بوسہ تو مسنون و مستحب ہے اور اگر بنیتِ صالحہ ہو تو باعثِ اجر و ثواب ہے۔ رہا پستان کو منہ میں دبانا، تو

اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے جبکہ بیوی دودھ والی نہ ہو اور اگر وہ دودھ والی ہے اور مرد اس بات کا لحاظ رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ اس کے حلق میں داخل نہ ہونے پائے تو بھی حرج نہیں، اور اگر اس دودھ میں سے جان بوجھ کر کچھ پیا تو یہ پینا حرام ہے۔ اور اگر وہ زیادہ دودھ والی ہے اور اسے ڈر ہے کہ پستان منہ میں لے گا تو دودھ حلق میں داخل ہو گا تو اس صورت میں پستان کو منہ میں لینا مکروہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (ممنوعہ) چراگاہ کے ارد گرد (جانور) چرائے تو قریب ہے کہ وہ (جانور) چراگاہ میں جا پڑے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 12، صفحہ 267، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا انگلی سے شہوت کی تسکین کرنا

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2240

تاریخ اجراء: 21 جمادی الاول 1445ھ/06 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت اگر اپنی پچھلی شرمگاہ میں انگلی داخل کر کے اپنی شہوت کو تسکین دے تو کیا یہ گناہ ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں ایسا کرنا، ناجائز و گناہ ہے اور اگر کسی نے ایسا کر لیا تو اس پر اس گناہ سے صدق دل سے توبہ کرنا لازم ہے کہ یہ اپنے ہاتھ سے شہوت کی تسکین کرنا ہے اور حدیث پاک میں اس پر وعید آئی ہے۔

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے "قالوا: ولا يدخل إصبعه في دبره تحرزا عن نكاح اليد ولأنه يورث الباسور "ترجمہ: فقہاء نے فرمایا: استنجاء کرتے وقت، ہاتھ سے نکاح والی صورت سے اپنے آپ کو بچانے لئے اپنی انگلی دبر میں داخل نہ کرے، اور اس لئے بھی کہ ایسا کرنے سے بواسیر کا مرض لگتا ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص47، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

شعب الایمان میں ہے "عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "سبعة لا ينظر الله عز وجل إليهم يوم القيامة، ولا يزكيهم، ولا يجمعهم مع العالمين، يدخلهم النار أول الداخلين إلا أن يتوبوا، إلا أن يتوبوا، إلا أن يتوبوا، فمن تاب تاب الله عليه الناكح يده "ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سات بندے ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل ان کی طرف نظر فرمائے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، نہ عالمین کے ساتھ جمع کرے گا، انہیں دوزخ میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل کرے گا، مگر وہ توبہ کریں، مگر وہ توبہ کریں مگر وہ توبہ کریں تو جو توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا، (ان سات بندوں میں سے پہلا) اپنے ہاتھ سے نکاح کرنے والا ہے۔(شعب الایمان، حدیث 5087، ج7، ص329، مکتبۃ الرشد)

فتح القدیر میں ہے "أنه -علیه الصلاة والسلام- قال: ناكح اليد ملعون "ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاتھ سے نکاح کرنے والا ملعون ہے۔(فتح القدیر، ج2، ص330، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ہمبستری کیے بغیر ہی بیوی کی منی خارج ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12123

تاریخ اجراء: 17رمضان المبارک1443ھ/19اپریل2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی نے ابھی فقط ایک دوسرے کو شہوت سے چھوا ہی تھا کہ عورت کی منی خارج ہوگئی، تو کیا اس صورت میں ہمبستری کیے بغیر ہی اس عورت پر غسل فرض ہوگا؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں اس عورت پر غسل فرض ہوگا، کیونکہ منی اگر اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر نکلے (خواہ سوتے میں یا جاگتے میں بہر صورت) اس سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔

چنانچہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”(وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو۔۔۔ (منفصل عن مقره) هو صلب الرجل وترائب المرأة۔۔۔ (بشهوة) أي لذة ولو حكما كمحتلم، ولم يذكر الدفق ليشمل مني المرأة، لان الدفق فيه غير ظاهر“ یعنی غسل کو فرض کیا گیا ہے منی کے عضو سے خارج ہونے کی صورت میں جبکہ وہ منی اپنے محل سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی ہو، اگرچہ یہ لذت حکماً ہو جیسا کہ محتلم، اور منی کا محل مرد کی پشت اور عورت کا سینہ ہے۔ ماتن نے دفق (اچھلنے) کی قید کو ذکر نہیں کیا تاکہ عورت کی منی کو بھی شامل ہو جائے، کیونکہ عورت کے منی خارج ہونے میں دفق غیر ظاہر ہے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطهارة، ج01، ص326-325، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً وملخصاً)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”منی کو اپنے محل یعنی مرد کی پشت، عورت کے سینہ سے جدا ہوتے وقت شہوت چاہیے۔ پھر اگرچہ بلا شہوت نکلے غسل واجب ہو جائے گا۔“ (فتاوی رضویہ، ج01، ص689، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ''**منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سببِ فرضیتِ غسل ہے۔**''

(بہار شریعت، ج01، ص321، مکتبہ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی سے ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھانا

مجیب: ابوصدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1701

تاریخ اجراء: 12ذوالقعدۃالحرام1444ھ/01جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو کہے کہ ”میں قسم اٹھا کے کہتا ہوں کہ میں تمھارے پاس ہمبستری کے لیے کبھی نہیں آؤں گا“ اس صورت میں کفارہ ادا کرنا ہو گا یا کیا کرنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ایلا ہو گیا (ایلا کا معنی ہے کہ شوہر نے چار ماہ تک یا ہمیشہ یا مطلق طور پر عورت سے قربت نہ کرنے کی قسم کھائی) اور جو الفاظ شوہر نے بولے اس میں ”کبھی نہیں آؤں گا“ ہمیشگی کے الفاظ ہیں۔ اب شرعی حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر شوہر نے قسم توڑ دی اور صحبت کر لی تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہو گا اور نکاح باقی رہے گا، اور اگر چار ماہ تک صحبت نہ کی تو چار ماہ گزرنے پر بیوی کو ایک طلاقِ بائن ہو جائے گی، اس کے بعد رجوع کے لیے دوبارہ نکاح کرنا ہو گا، پھر اگر دوبارہ نکاح کر لیا اور چار ماہ تک صحبت نہ کی تو چار ماہ گزرنے پر دوسری طلاق ہو جائے گی، پھر اگر تیسری بار نکاح کر لیا اور اب بھی چار ماہ تک صحبت نہ کی تو چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق بھی ہو جائے گی اور تیسری طلاق کے بعد بے حلالہ شرعیہ نکاح جائز نہیں ہو گا۔

اور حلالہ کے بعد نکاح کیا تو اب چار ماہ تک صحبت نہ کی تو طلاق واقع نہیں ہو گی لیکن قسم ابھی بھی باقی ہے یعنی چار ماہ کے بعد صحبت کرے یا اس سے پہلے، بہر صورت قسم کا کفارہ لازم ہو گا۔

بہار شریعت میں ہے: ”ایلا دو قسم ہے، ایک موقت یعنی چار مہینے کا، دوسرا مؤبد یعنی چار مہینے کی قید اُس میں نہ ہو، بہر حال اگر عورت سے چار ماہ کے اندر جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ مجنون ہو اور کفارہ لازم جبکہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے اُن صفات کی قسم کھائی ہو۔ اور جماع سے پہلے کفارہ دے چکا ہے تو اُس کا اعتبار نہیں بلکہ پھر کفارہ دے۔ اور اگر تعلیق تھی تو جس بات پر تھی وہ ہو جائے گی مثلاً یہ کہا کہ اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کیا تو

غلام آزاد ہو گیااور قربت نہ کی یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو طلاق بائن ہو گئی۔ پھر اگر ایلائے موقت تھا یعنی چار ماہ کا تو یمین ساقط ہو گئی یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو اُسکا کچھ اثر نہیں۔اور اگر مؤبد تھا یعنی ہمیشہ کی اُس میں قید تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے کبھی قربت نہ کرونگا یا اس میں کچھ قید نہ تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کرونگا تو اِن صورتوں میں ایک بائن طلاق پڑ گئی پھر بھی قسم بدستور باقی ہے یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر ایلا بدستور آ گیا اگر وقت نکاح سے چار ماہ کے اندر جماع کر لیا تو قسم کا کفارہ دے اور تعلیق تھی تو جزا واقع ہو جائیگی۔اور اگر چار مہینے گزر لیے اور قربت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی مگر یمین بدستور باقی ہے سہ بارہ نکاح کیا تو پھر ایلا آ گیا اب بھی جماع نہ کرے تو چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق پڑ جائیگی اور اب بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا اگر حلالہ کے بعد پھر نکاح کیا تو اب ایلا نہیں یعنی چار مہینے بغیر قربت گزرنے پر طلاق نہ ہو گی مگر قسم باقی ہے اگر جماع کریگا کفارہ واجب ہو گا۔"(بہار شریعت،ج2،ح8،ص183،مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ٹانگ ہلا کر اپنی منی خارج کرنا بھی کیا مشت زنی میں داخل ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12619

تاریخ اجراء: 28جمادی الاولی1444ھ/23دسمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنے عضو تناسل کو ہاتھ لگائے بغیر صرف ٹانگ ہلا کر اپنی منی خارج کرے اور شہوت کو پورا کرے تو کیا یہ بھی گناہ کے زمرے میں آئے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شریعت میں بیان کردہ جائز طریقے کے علاوہ کسی بھی طریقے مثلاً مشت زنی، لواطت، زنا وغیرہ کے ذریعے اپنی شہوت پوری کرنا، ناجائز و گناہ ہے جس کی شدید مذمت قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہے، **لہذا بیان کردہ طریقے سے بھی اپنی شہوت پورا کرنا گناہ ہے جس سے بچنا شرعاً لازم و ضروری ہے۔**

ناجائز طریقے سے شہوت پوری کرنا حد سے تجاوز کرنا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَۙ(۵) اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَۚ(۶) فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَۚ(۷)﴾“ ترجمہ کنزالایمان: ”اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ اُن پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔“ (القرآن الکریم، پارہ18، سورۃ المؤمنون، آیت:05-07)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ نسفی میں ہے: ”﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾ طلب قضاء شهوة من غير هذين ﴿فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ الكاملون في العدوان **وفيه دليل تحريم المتعة والاستمتاع بالكف لإرادة الشهوة۔**“ ترجمہ: ”تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے یعنی ان دونوں کے علاوہ اپنی شہوت کو پورا کرنا چاہیں تو یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں یعنی سرکشی میں حد سے بڑھنے والے ہیں اور اس آیتِ مبارکہ میں شہوت پوری کرنے کے لیے متعہ کرنے، اور ہتھیلیوں کے استعمال کی حرمت پر دلیل ہے۔“ (تفسیر نسفی، ج02، ص460، دار الکلم الطیب، بیروت)

تفسیرِ خازن میں ہے: ”﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾ أي التمس وطلب سوى الأزواج والولائد وهن الجواري المملوكة ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ أي الظالمون المجاوزون الحد من الحلال إلى الحرام۔ **وفيه دليل على أن الاستمناء باليد حرام** وهو قول أكثر العلماء۔۔۔۔قال سعيد بن جبير عذب الله أمة كانوا يعبثون بمذاكيرهم۔“ ترجمہ: ”تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے یعنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ شہوت پوری کرنے کے لیے کوئی اور جگہ طلب کرے تو یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں یعنی ظالم ہیں، حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں دلیل ہے کہ مشت زنی حرام ہے اور یہی اکثر علماء کا قول ہے۔۔۔ ۔۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایک امت کو اس لیے عذاب میں مبتلا کیا کہ وہ اپنی شرمگاہوں سے کھیلا کرتے تھے۔“ (تفسیر خازن، ج3، ص268، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ملتقطاً)

تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے: ”(تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں) کہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہیں۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ سے قضائے شہوت کرنا حرام ہے۔“ (تفسیرِ خزائن العرفان، ص634، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ناجائز طریقے سے شہوت پوری کرنے میں لواطت بھی داخل ہے۔ اس کی مذمت بیان کرتے ہوئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: ”لعن الله من عمل عمل قوم لوط“ یعنی اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو قومِ لوط والا عمل کرے۔ (سنن الکبری للنسائی، ابواب التعزیرات والشہود، ج6، ص485، مؤسسۃ الرسالۃ)

جائز طریقے کے علاوہ کسی بھی طریقے سے شہوت پوری کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے: ”**لو أدخل ذكره في حائط أو نحوه حتى أمنى أو استمنى بكفه بحائل يمنع الحرارة يأثم أيضا** ويدل أيضا على ما قلنا ما في الزيلعي حيث استدل على عدم حله بالكف بقوله تعالى {وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ} الآية وقال فلم يبح الاستمتاع إلا بهما أي بالزوجة والأمة اهـ فأفاد عدم حل الاستمتاع أي قضاء الشهوة بغيرهما هذا ما ظهر لي والله سبحانه أعلم۔“ یعنی اگر کسی شخص نے اپنے عضو تناسل کو دیوار وغیرہ میں داخل کیا یہاں تک کہ اس کی منی خارج ہوئی یا پھر اس شخص نے اپنی ہتھیلی سے منی نکالی جبکہ ایسا حائل موجود ہو جو حرارت پہنچنے سے مانع ہو جب بھی وہ گنہگار ہوگا۔ ہم نے جو بات بیان کی ہے اس پر دلیل وہ بات ہے جو زیلعی میں مذکور ہے کہ امام زیلعی علیہ الرحمہ نے ہتھیلی کے ذریعے منی خارج کرنے کی حرمت پر اس ارشادِ باری تعالیٰ ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ۵

﴾ سے استدلال کیا اور فرمایا کہ زوجہ اور لونڈی کے سوا کسی دوسرے طریقے سے شہوت پوری کرنا، جائز نہیں۔ معلوم ہوا کہ ان دونوں کے علاوہ کسی بھی طریقے سے اپنی شہوت پوری کرنا حلال نہیں یہ بات میرے لیے ظاہر ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے۔(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصوم، ج2، ص399، مطبوعہ بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''**اللہ جل وعلا نے اس حاجت کے پورا کرنے کو صرف زوجہ وکنیز شرعی بتائی ہیں** اور صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ "فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾ "جو اس کے سوا اور کوئی طریقہ ڈھونڈھے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔ حدیث میں ہے: "ناکح الید ملعون "جلق لگانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''(فتاوی رضویہ، ج22، ص202، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

مشت زنی کا حکم اور اس سے بچنے کا طریقہ

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-532

تاریخ اجراء: 07ربیع الاول1444ھ/04اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مشت زنی سے بچنے کے لیے کوئی وظیفہ بتادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مشت زنی کرنا، سخت ناجائز و حرام و گناہ ہے اور اس عمل کا مرتکب گنہگار و عاصی ہے۔ اصرار کے سبب مرتکب کبیرہ اور فاسق ہے۔ ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس قبیح فعل سے توبہ کرے اللہ عزوجل سے سچے دل سے معافی طلب کرے اور آئندہ اس فعل سے بچنے کا پختہ ارادہ کرے اگر توبہ نہیں کرے گا تو حشر میں ایسے کی ہتھیلیاں گابھن اٹھیں گی ، جس سے اتنی مخلوق کے سامنے اس کی رسوائی ہو گی۔

اس برے فعل سے بچنے کے لیے ایک تو اپنی صحبت اچھی کرے کہ گناہوں بھرے ماحول اور گناہوں کی طرف لے جانے والے دوستوں سے بچے۔ اسی طرح گندے خیالات سے اپنے آپ کو بچائے۔ ایسی غذا جس سے شہوت ابھرتی ہو، اس سے اپنے آپ کو بچائے۔ شادی شدہ نہیں تو حتی الامکان جلد از جلد اس کا انتظام کرے۔ اس میں رکاوٹ ہو تو حتی الامکان کھانا کم کھائے، روزوں کی کثرت کرے۔

ایسی تنہائی جو اس برے کام کی طرف لے کر جائے، اس سے اپنے آپ کو بچائے۔ وغیرہ وغیرہ، جن چیزوں کو اس برے فعل کا سبب سمجھتا ہے، ان سے بچے۔

پھر اس فعل کے کرنے پر جو سزا بیان فرمائی گئی اسے ذہن میں دہرائے۔ اللہ تعالی کی ناراضی کا خوف ذہن میں لائے۔ اس کے ساتھ ساتھ لاحول شریف کی کثرت کرے۔ پانچوں نمازوں کی پابندی کرے اور صبح کی نماز کے بعد بلاناغہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھنے کا ورد جاری رکھے۔

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ سے سوال ہے: ایک شخص مجلوق ہے وہ اپنے اس فعل سے نہیں مانتا ہر چند اس کو سمجھایا ہے آپ تحریر فرمائیں کہ اس کا کیا حشر ہوگا؟ اور اس کو کیا دعا پڑھنا چاہئے جس سے اس کی عادت چھوٹے۔

شیخ الاسلام والمسلمین، سیدی امام اہل سنت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ''وہ گنہگار ہے۔ عاصی ہے۔ اصرار کے سبب مرتکب کبیرہ ہے۔ فاسق ہے۔ حشر میں ایسوں کی ہتھیلیاں گابھن اٹھیں گی، جس سے مجمع اعظم میں ان کی رسوائی ہوگی، اگر توبہ نہ کریں، اور اللہ معاف فرماتا ہے، جسے چاہے اور عذاب فرماتا ہے جسے چاہے۔ اسے چاہئے لاحول شریف کی کثرت کرے اور جب شیطان اس حرکت کی طرف بلائے فورا دل سے متوجہ بخدا ہو کر لاحول پڑھے نماز پنجگانہ کی پابندی کرے نماز صبح کے بعد بلاناغہ سورۃ اخلاص شریف کا ورد رکھے۔ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ244 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ "الوظیفۃ الکریمۃ" میں صرف صبح کے وقت پڑھے جانے والے اوراد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''سورہ اخلاص گیارہ بار، اگر شیطان مع اپنے لشکر کے کوشش کرے کہ اس سے گناہ کرائے نہ کرا سکے جب تک کہ یہ خود نہ کرے۔'' (الوظیفۃ الکریمۃ، ص21، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

انٹرنیٹ پر فحش مواد دیکھنے کا حکم اور بچنے کا طریقہ

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-977

تاریخ اجراء: 16 ذوالحجۃ الحرام 1444ھ/05 جولائی 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی کو انٹرنیٹ پر موجود فحش ویڈیو دیکھنے کی عادت ہو جائے اور وہ ایک دن دیکھ کر پھر اسی وقت توبہ بھی کر لے اور اگلے دن پھر دیکھ لے اور پھر اسی وقت توبہ بھی کر لے، تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ کیا اس کو اس کا گناہ ملے گا؟ اور اس سے بچنے کا کوئی حل بھی بتائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فحش و عریانی پر مشتمل ویڈیوز یا تصاویر دیکھنا سخت ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، جس سے فی الفور توبہ کرنا شرعاً واجب ہے۔ اور چونکہ گناہ پر ندامت اختیار کرنا اور آئندہ نہ کرنے کا عہد شرعاً لازم و ضروری ہے اس لئے توبہ کے تقاضے پورے کرتے ہوئے توبہ کیجئے خدانخواستہ توبہ کے بعد دوبارہ گناہ ہو جائے، تو بھی توبہ میں کسی قسم کی تاخیر نہ کریں ہاں البتہ ہر بار توبہ بہر حال اپنے تقاضوں کے ساتھ ہی کریں کہ آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو اگر توبہ کرتے وقت نیت یہی ہے کہ یہ گناہ کرنا ہے تو یہ سچی توبہ ہی نہ ہوئی نیز سچی توبہ کے بعد اس گناہ میں پڑنے والے اسباب پر غور کیجئے اور ان اسباب کو اپنے سے دور کیجئے مثلاً اگر تنہائی اس گناہ کی طرف لے جاتی ہے تو تنہائی سے بچئے، اگر کسی کی صحبت اس طرف مائل کرتی ہے، تو اس کی صحبت سے اجتناب کیجئے، انٹرنیٹ کا استعمال اس گناہ کی طرف لے جاتا ہے، تو اپنے آپ کو انٹرنیٹ سے بچایئے، ضروری استعمال کرنا ہو، تو لوگوں کی موجودگی میں استعمال کیجئے تاکہ گناہ کی طرف نہ جا سکیں۔ نیز بے حیائی کے مناظر دیکھنے سے متعلق وعیدیں اور عذابات پڑھیں یا سنیں۔

معجم الکبیر میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لتغضن ابصارکم ولتحفظن فروجکم ولتقیمن وجوھکم اولتکسفن وجوھکم“ یعنی تم یا تو اپنی نگاہیں

نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو گے اور اپنے چہرے سیدھے رکھو گے یا پھر اللہ عزوجل تمہاری شکلیں بگاڑ دے گا۔"(العیاذ باللہ)(معجم الکبیر للطبرانی، جلد8، صفحہ246، الحدیث:7840، مطبوعہ:قاھرہ)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:"جس نے اپنی آنکھ حرام سے بھری، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی آنکھ کو آگ سے بھر دے گا۔"(مکاشفۃ القلوب، صفحہ33، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

Homosexuality (ہم جنس پرستی) کا حکم

ریفرنس نمبر: sar 7971 تاریخ: 16-08-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ Homosexuality (یعنی مرد کا مرد کے ساتھ اور عورت کا عورت کے ساتھ ہم جنس پرستی) کو جائز سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اس سوال کے جواب سے متعلق چھ اعتبار سے گفتگو کی جائے گی:

(1) مختصر تمہید۔

(2) Homosexuality , Lesbian & Gay کی وضاحت۔

(3) اس عملِ بد کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟

(4) اس کی عقلی و طبی خباثتیں۔

(5) اس کا شرعی حکم۔

(6) اسے جائز سمجھنے والے کا حکم۔

(1) اللہ عزوجل نے انسانوں کے لیے "نکاح" کا ایک مقدس نظام دیا ہے، تاکہ انسانوں کو اپنے جذبات کی تکمیل کے لیے جائز اور مناسب راہ مل سکے۔ اخلاقی طور پر بے راہ روی کا شکار نہ ہوں، نسل انسانی کی بقا کا سامان مہیا ہو اور لوگ ایک خاندانی نظام کے تحت معاشرے میں امن و سکون کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکیں۔ نیز انسان کی فطرتِ سلیمہ بھی بے حیائی کو قبول نہیں کرتی، بلکہ اس سے باز رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ اللہ پاک نے انسان کو عقلِ سلیم عطا فرما کر دیگر

مخلوق پر شرف بخشا۔ اگر انسان اس خاصیت کو بروئے کار لائے، تو دنیا کا کامیاب ترین انسان ہے اور اگر نفس کے ہاتھوں عاجز ہو جائے اور اچھے بُرے کی تمیز بھول جائے، تو جانوروں سے بھی بدتر ہے کہ جانور بھی فطری طور پر نفع و نقصان کی تمیز رکھتے ہیں۔ جانوروں کا مقصد کھا پی کر اپنی شہوت نکال کر آخرت کے خوف سے بے خبر ہو کر زندگی گزارنا ہے، اب اگر انسان بھی ایسا ہو جائے کہ کھانے پینے اور بد فعلی کے ذریعے اپنی شہوانی خواہشات کو پورا کرنا اپنا مقصد بنالے، تو یہ انسانی فطرت سے پھرنا اور جانوروں سے بھی بدتر ہونا ہے۔ دین اسلام نہایت پاکیزہ مذہب ہے، جو مکارمِ اخلاق، اعلیٰ صفات اور عمدہ کردار کی تعلیم دیتا ہے اور جسمانی، باطنی طہارت کے ذریعے ایک باحیاء معاشرہ تشکیل دیتا ہے، عفت و حیاء کو ایمان کا حصہ قرار دیتا ہے، بے راہ روی اور فُحش کو برداشت نہیں کرتا، بلکہ اس کے مُرتکبین کی سزا تجویز کرتا ہے، تاکہ یہ نسلِ انسانی پاکیزہ اور بامقصد زندگی بسر کر سکے۔

(2)ہم جنس پرستی(Homosexuality)کی وضاحت:

فی زمانہ عالمی سطح پر تہذیب و تمدن کے دعوے دار کئی غیر مسلم ممالک نے اللہ تعالی کے اس نظام سے بغاوت کرتے ہوئے اپنے معاشروں میں لواطت کو قانوناً، جائز قرار دے رکھا ہے، بلکہ کئی مسلم ممالک میں بھی یہ وَبا پھیلتی چلی جارہی ہے اور جن ملکوں میں اسے قانوناً اگرچہ جائز قرار نہیں دیا گیا، وہاں بھی بہت سے لوگ اس غیر فطری عادت اور حرام کاری میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اس حرام کاری کو قانوناً، جائز قرار دینے والے ملکوں میں اخلاقی اور خاندانی نظام کی تباہی کا حال کھلی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ انگلش میں ہم جنس پرستی کو Homosexuality کہتے ہیں۔

پھر اس کی دو صورتیں یہ ہیں:

(1)Gay: مرد کا مرد سے بد فعلی کرنا، جسے اغلام بازی، لواطت بھی کہا جاتا ہے۔

(2)Lesbian: عورتوں کا ایک دوسرے سے جنسی لذت حاصل کرنا، اسے عربی میں السحاق کہا جاتا ہے۔

(3)ہم جنس پرستی کی ابتدا:

ہم جنس پرستی کی ابتدا کے متعلق قرآن مجید میں ہے ﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالعرفان: ”اور (ہم نے) لوط کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہاں میں کسی نے نہیں کی؟“ (پارہ8، سورۃ الاعراف، آیت80)

مذکورہ بالا آیت کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے: ”اخصبت بانواع الثمار والحبوب فتوجه اليهم

الناس من النواحی والاطراف لطلب المعروف فتاذوا من کثرۃ ورود الفقراء فعرض لھم ابلیس فی صورۃ شیخ وقال ان فعلتم بھم کذا و کذا نجوتم منھم فابوا فلما الح الناس علیھم قصدوھم فاصابوا غلمانا صباحا فاخبثوا فاستحکم فیھم ذلک و کانوا لا ینکحون الا الغرباء وقال الکلبی اول من فعل بہ ذلک الفعل ابلیس الخبیث حیث تمثل لھم فی صورۃ شاب جمیل فدعاھم الی نفسہ ثم عملوا ذلک العمل بکل من ورد علیھم من المرد قضاء لشھوتھم ودفعا لھجوم الناس علیھم وعاشوا بذلک العمل زمانا" یعنی: اس قوم کی بستیاں بہت آباد اور نہایت سر سبز و شاداب تھیں اور وہاں طرح طرح کے اَناج اور پھل میوے بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ اس خوشحالی کی وجہ سے اکثر دوسرے علاقوں کے لوگ ان آبادیوں میں آنے لگے، تو یہاں کے باشندے ان فقرا کے کثرت سے آنے کی وجہ سے پریشان ہوگئے، لیکن انہیں روکنے اور بھگانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی، تو اس ماحول میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا اور ان لوگوں سے کہنے لگا: اگر تم لوگ ان کی آمد سے نجات چاہتے ہو، تو یوں کرو کہ جب بھی ایسا کوئی شخص تمہاری بستی میں آئے، تو اس کے ساتھ ایسا ایسا عمل (بد فعلی) کرو، تو انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا، پھر جب باہر سے آنے والے اور زیادہ ہوگئے، تو یہاں کے لوگوں نے وہ برا عمل کرنا شروع کر دیا اور وہ خوبصورت لڑکوں کے ساتھ یہ عمل کرتے، یہاں تک کہ ان کو اس کی عادتِ بد پڑ گئی اور کلبی نے کہا سب سے پہلے ابلیس خبیث نے یہ عمل کیا اس طرح کہ وہ ایک حسین و جمیل لڑکے کی شکل میں اس بستی میں داخل ہوا اور ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے برا عمل کروایا، پھر ان لوگوں نے اپنی خواہشات کو پورا کرنے اور آنے والوں کو کم کرنے کے لیے ہر آنے والے خوبصورت مرد کے ساتھ یہ عمل کرنا شروع کر دیا اور ایک زمانہ دراز تک اس میں ملوث رہے۔ (روح البیان، الاعراف، ج3، ص197، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اسی آیت کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: "اس آیت سے معلوم ہوا کہ اغلام بازی قومِ لوط کی ایجاد ہے، اسی لیے اسے "لواطت" کہتے ہیں۔" (تفسیر صراط الجنان، ج03، ص362، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

Gay (لواطت) کی مذمت:

قرآن و سنت میں لواطت و بد فعلی کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىٕثَ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ﴾ ترجمہ کنز العرفان: اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی، بیشک وہ بُرے لوگ نافرمان تھے۔ (پارہ17، سورۃ الانبیاء، آیت74)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل قوم لوط"ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:مجھے تم پر قومِ لوط والے عمل کا سب سے زیادہ خوف ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، ج3، ص230، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:"لعن اللہ من عمل عمل قوم لوط"ترجمہ:اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو قومِ لوط والا عمل کرے۔

(سنن الکبری للنسائی، ابواب التعزیرات والشھود، من عمل عمل قوم لوط، ج4، ص322، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شعب الایمان میں ہے:"عن ابی سھل قال:سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یقال لھم اللوطیون علی ثلاثۃ اصناف:صنف ینظرون وصنف یصافحون وصنف یعملون ذلک العمل"ترجمہ:حضرت ابو سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:عنقریب اس امت میں ایک قوم آئے گی جسے لوطیہ کہا جائے گا، وہ لوگ تین طرح کے ہوں گے:وہ جو(شہوت کے ساتھ)اَمرَدوں کو دیکھیں گے، ایک وہ ہوں گے جو ان سے ہاتھ ملائیں گے اور ایک وہ ہوں گے جو ان سے لواطت کریں گے۔ **(شعب الایمان، باب فی تحریم الفروج، ج7، ص287، مطبوعہ مکتبۃ الرشد، ریاض)**

کنز العمال میں ہے:"من مات وھو یعمل عمل قوم لوط سار بہ قبرہ حتی یصیر معھم ویحشر یوم القیامۃ معھم"ترجمہ:جو اس حال میں مرا کہ قوم لوط جیسا عمل کرتا ہو، تو اس کی قبر قوم لوط کی طرف منتقل ہو جائے گی، یہاں تک کہ قیامت والے دن قومِ لوط کے ساتھ حشر ہو گا۔

(کنز العمال، کتاب الحدود، ج5، ص506، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:"قال ابن عباس رضی اللہ عنھما ان اللوطی اذا مات من غیر توبۃ فانہ یمسخ فی قبرہ خنزیرا"ترجمہ:حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:اگر لواطت کرنے والا بغیر توبہ مر جائے، تو اسے قبر میں خنزیر کی شکل میں بدل دیا جاتا ہے۔ **(الکبائر، ص57، مطبوعہ دار الندوۃ الجدیدۃ، بیروت)**

Lesbian(عورتوں کا ایک دوسرے سے جنسی لذت حاصل کرنے)کی مذمت:

عورتوں کا ایک دوسرے سے جنسی عمل کر کے اپنی شہوت کو تسکین دینا بھی انتہائی مذموم اور حرام ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا

فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: ”اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں، ان پر خاص اپنے میں کے چار مَردوں کی گواہی لو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں، تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو، یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔“ (پارہ4، سورہ النساء، آیت 15)

تفسیر کبیر میں امام ابو مسلم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہے: ”ان المراد بقوله واللاتی یاتین الفاحشة السحاقات“ یعنی اللہ پاک کے اس قول ﴿وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ﴾ سے مراد خود عورت کا عورت سے بے حیائی کا کام کرنا ہے۔ (تفسیر الکبیر، جلد9، صفحہ528، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ ملّا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ”ان الاولی فی باب السحاقات“ یعنی پہلی آیت ﴿وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ﴾ ان عورتوں کے بارے میں ہے کہ جو عورت عورت سے بد فعلی کرے۔

(التفسیرات الاحمدیہ، صفحہ19، مطبوعہ مکتبۃ الشرکۃ)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سحاق النساء زنا بینھن“ ترجمہ: عورتوں کا ایک دوسرے سے جنسی عمل کرنا ان کے درمیان زنا ہے۔ یعنی جس طرح زنا حرام ہے اسی طرح عورت کا عورت کے ساتھ جنسی عمل کرنا حرام ہے۔

(شعب الایمان، باب فی تحریم الفروج، جلد4، صفحہ376، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ”(مساحقة النساء وھو ان تفعل المراة بالمراة مثل صورة ما یفعل بھا الرجل) کذا ذکرہ بعضھم واستدل له بقوله: السحاق زنا النساء بینھن وقوله: ثلاثة لا یقبل اللّٰه منھم شھادة ان لا اله الا اللّٰه: الراکب والمرکوب، والراکبة والمرکوبة، والامام الجائر“ ترجمہ: مُسَاحَقَةُ النِّسَاء یہ ہے کہ عورت عورت کے ساتھ اسی طرح بد فعلی کرے جیسے مرد آپس میں کرتے ہیں، جیسا کہ بعضوں نے ذکر کیا ہے، انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے: عورتوں کا آپس میں سحاق زنا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ پاک تین لوگوں کی شہادت قبول نہیں کرتا، بدکاری کرنے والا اور کروانے والا، بدکاری کرنے والی اور کروانے والی اور ظالم حکمران۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، جلد2، صفحہ235، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس کی مذمت کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی عورتیں اسی عمل کے سبب عذاب کی حقدار ٹھہریں اور مَردوں کے ساتھ یہ بھی مبتلائے عذاب ہوئی تھیں، جیسا کہ حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے

پوچھا گیا:"عذب اللہ نساء قوم لوط بعمل رجالھا ؟قال :اللہ اعدل ۔۔۔یستغنی الرجال بالرجال والنساء بالنساء "یعنی: کیا اللہ پاک نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی عورتوں کو ان کے مَردوں کے عمل کے سبب عذاب میں مبتلا کیا؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: بیشک اللہ پاک سب سے زیادہ انصاف فرمانے والا ہے۔ اس قوم کے مرد مَردوں سے اور عورتیں عورتوں سے شہوت پوری کیا کرتے تھے (اس لیے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی مبتلائے عذاب ہوئیں۔) (تاریخ ابن عساکر، جلد50، صفحہ320، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

(4)لواطت کی عقلی اور طبّی خباثتیں:

لواطت کی عقلی و طبی خباثتوں کو بیان کرتے ہوئے شیخ القرآن مفتی محمد قاسم عطاری سَلَّمَہُ الْبَارِی اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر بنام "صراط الجنان" میں لکھتے ہیں:"لواطت کا عمل عقلی اور طبی دونوں اعتبار سے بھی انتہائی خبیث ہے۔

عقلی اعتبار سے اس کی ایک خباثت یہ ہے کہ یہ عمل فطرت کے خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فطری اعتبار سے مرد کو عمل کرنے والا اور عورت کو خاص مقام میں عمل قبول کرنے والا بنایا ہے اور لواطت انسان تو انسان جانوروں کی بھی فطرت کے خلاف ہے کہ جانور بھی شہوت پوری کرنے کے لیے نر کی طرف یا مادہ کے خاص مقام کے علاوہ کی طرف نہیں بڑھتا، اس لیے لواطت کرنے والا اپنی فطرت کے خلاف چل رہا ہے اور فطرت کے خلاف چلنا عقلی اعتبار سے انتہائی قبیح ہے۔

دوسری خباثت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نسلِ انسانی میں اضافہ رُک جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی میں اضافے کا یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ مرد اور عورت دونوں میں شہوت رکھی اور اس شہوت کی تسکین کے لیے جائز عورت کو ذریعہ بنایا، جب یہ اپنی شہوت پوری کرتے ہیں، تو اس کے نتیجے میں عورت حاملہ ہو جاتی اور کچھ عرصے بعد اس کے ہاں ایک انسان کی پیدائش ہوتی ہے اور اس طرح انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اب اگر شہوت کو اس کے اصل ذریعے کی بجائے کسی اور ذریعے سے تسکین دی جائے، تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ نسلِ انسانی میں اضافہ رُک جائے گا اور اس صورت میں انتہائی سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسے وہ ممالک جن میں لواطت کے عمل کو رواج دیا گیا ہے ، آج ان کا حال یہ ہو چکا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے لوگوں کو اپنے ہاں بلوا کر اور انہیں آسائشیں دے کر اپنے ملک کے لوگوں کی تعداد بڑھانے پر مجبور ہیں۔

تیسری خباثت یہ ہے کہ اس عمل کی وجہ سے انسانیت ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ مرد کا عورت سے اپنی شہوت کو پورا کرنا جانوروں کے شہوانی عمل سے مشابہت رکھتا ہے، لیکن مرد و عورت کے اس عمل کو صرف اس لیے اچھا قرار دیا

گیا ہے کہ وہ اولاد کے حصول کا سبب ہے اور جب کسی ایسے طریقے سے شہوت کو پورا کیا جائے جس میں اولاد حاصل ہونا ، ممکن نہ ہو، تو یہ انسانیت نہ رہی، بلکہ نری حیوانیت بن گئی اور کسی کا مرتبہِ انسانی سے گِر کر حیوانوں میں شامل ہونا عقلی اعتبار سے انتہائی قبیح ہے۔

چوتھی خباثت یہ ہے کہ لواطت کا عمل ذلت و رسوائی اور آپس میں عداوت اور نفرت پیدا ہونے کا ایک سبب ہے، جبکہ شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ جِماع کرنا عزت کا ذریعہ اور ان میں الفت و محبت بڑھنے کا سبب ہے، جیسا کہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ ترجمہ کنزالعرفان: ”اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔“

اور عقلِ سلیم رکھنے والے کے نزدیک وہ عمل ضرور خبیث ہے، جو ذلت و رسوائی اور نفرت و عداوت پیدا ہونے کا سبب بنے۔

طبّی طور پر اس کی خباثت کے لیے یہی کافی ہے کہ انسان کی قوتِ مُدافعت ختم کر کے اسے انتہائی کَرب کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دینے والا اور ابھی تک لا علاج مرض پھیلنے کا بہت بڑا سبب لواطت ہے اور جن ممالک میں لواطت کو قانونی شکل دے کر عام کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان میں دیگر ممالک کے مقابلے میں ایڈز کے مرض میں مبتلا افراد کی تعداد بھی زیادہ ہے۔

اور اس کی دوسری طبّی خباثت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم میں منی کو جذب کرنے کی زبردست قوت رکھی ہے اور جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے، تو اس کے جسم کا جو حصہ عورت کے جسم میں جاتا ہے، تو رحم اس سے منی کے تمام قطرات جذب کر لیتا ہے، جبکہ عورت اور مرد کے پچھلے مقام میں منی جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھی گئی اور جب مرد لواطت کا عمل کرتا ہے، تو اِس کے بعد لواطت کے عمل کے لیے استعمال کیے گئے جسم کے حصے میں منی کے کچھ قطرات رہ جاتے ہیں اور بعض اوقات ان میں تَعَفُّن پیدا ہو جاتا ہے اور جسم کے اس حصے میں سوزاک وغیرہ مہلک قسم کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور اس شخص کا جینا دشوار ہو جاتا ہے۔“

(تفسیر صراط الجنان، ج03، ص364تا366، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(5)ہم جنس پرستی کا شرعی حکم:

Homosexuality (ہم جنس پرستی) خبیث ترین، ناجائز، حرام و گناہ کبیرہ ہے، جس کی مذمت بیان کرتے

ہوئے اللہ سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتا ہے:﴿وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان:"اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی؟" (پارہ8،سورۃالاعراف،آیت80)

لواطت اور سحاق(Lesbian and gay)کے قومِ لوط کے عمل میں سے ہونے کے بارے میں روح المعانی میں ہے:"والحق بها بعضهم السحاق وبدا ايضا فی قوم لوط عليه السلام فكانت المراة تاتی المراة فعن حذيفة رضی الله تعالی عنه انما حق القول علی قوم لوط عليه السلام حين استغنی النساء بالنساء والرجال بالرجال"یعنی: بعض فقہائے کرام نے سحاق(یعنی عورت کا عورت کے ساتھ جنسی عمل کرنے)کو قوم لوط کے عمل میں شامل کیا ہے، کیونکہ ان کی عورت عورت کے ساتھ بد فعلی کرتی تھی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اس وقت عذاب کی حقدار ٹھہری جب ان کی عورتیں عورتوں سے اور مرد مَردوں سے شہوت پوری کرنے میں مشغول ہوگئے۔

(روح المعانی فی تفسیر القرآن،جلد4،صفحہ410،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ،بیروت)

مجمع الزوائد میں ہے:"عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا استحلت امتی ستا فعليهم الدمار اذا ظهر فيهم التلاعن وشربوا الخمور ولبسوا الحرير واتخذوا القيان واكتفی الرجال بالرجال والنساء بالنساء"ترجمہ:حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جب میری امت چھ(حرام)چیزوں کو حلال سمجھ لے گی، اس وقت ان کی ہلاکت ہوگی، جب ایک دوسرے کو لعنت کریں، شرابیں پیئں، ریشم پہنیں، گانے باجے کو اختیار کریں، مرد مرد کی حاجت پوری کرنے کے لیے کافی ہو اور عورت عورت کی حاجت پوری کرنے کے لیے کافی ہو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب ثان فی امارت الساعۃ، جلد7، صفحہ640، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

بحرالرائق میں ہے:"ان اللواطة محرمة عقلا وشرعا وطبعا بخلاف الزنا وانه ليس بحرام طبعا فكانت اشد حرمة منه، وفی فتح القدير وهل تكون اللواطة فی الجنة ای هل يجوز كونها فيها، والصحيح انها لا تكون فيها لانه تعالی سماه خبيثة فقال تعالی ﴿كانت تعمل الخبائث﴾ والجنة منزهة عنها ملخصا"ترجمہ: بلاشبہ لواطت عقلاً اور شرعاً اور طبعاً حرام ہے، بخلاف زنا کے کہ زنا طبعاً حرام نہیں ہے۔ تو لواطت کی حرمت زنا سے زیادہ سخت ہے، فتح القدیر میں ہے کہ جنت میں لواطت جائز ہوگی؟ صحیح یہ ہے کہ جنت میں لواطت نہیں

ہو گی، کیونکہ اللہ عزوجل نے لواطت کا نام خبیث رکھا اور فرمایا وہ بستی (یعنی قوم لوط) گندے کام کرتی تھی اور جنت خباثت سے منزہ ہے۔ (بحرالرائق شرح کنزالدقائق، کتاب الحدود، ج5، ص17، مطبوعہ دارالکتاب الاسلامی)

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:"ان الزنا حرام، اللواط محرم ایضا، بل هو افحش من الزنا لقوله عزوجل: ﴿وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾، فسماه الحق تعالى فاحشة" ترجمہ: بیشک زنا حرام ہے، اسی طرح لواطت بھی حرام ہے، بلکہ لواطت زنا سے بھی زیادہ فحش ہے، کیونکہ اللہ پاک کا فرمان موجود ہے: ﴿وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے اس کا نام فاحشہ رکھا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج7، ص5346، مطبوعہ دارالفکر، دمشق)

سحاق کے گناہ کبیرہ ہونے کے بارے میں امام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:"الكبيرة الثانية والستون بعد الثلاث مائة: مساحقة النساء وهو ان تفعل المراة بالمراة مثل صورة ما يفعل بها الرجل" یعنی: تین سو کے بعد باسٹھواں بڑا گناہ مساحقۃ النساء ہے: اور وہ یہ ہے کہ عورت عورت کے ساتھ اسی طرح بدفعلی کرے، جیسے مرد آپس میں کرتے ہیں۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، جلد2، صفحہ235، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

سحاق کے بالاتفاق حرام ہونے کے بارے میں موسوعۃ فقہیہ کویتیہ میں ہے:"لا خلاف بين الفقهاء في ان السحاق حرام لقول النبي صلى الله عليه وسلم: السحاق زنى النساء بينهن" یعنی فقہائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیشک سحاق (یعنی عورت کا عورت کے ساتھ جنسی عمل کرنا) حرام ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: عورتوں کا ایک دوسرے سے جنسی عمل کرنا ان کے درمیان زنا ہے۔ یعنی جس طرح زنا حرام ہے، اسی طرح عورت کا عورت کے ساتھ جنسی عمل کرنا حرام ہے۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ، جلد24، مطبوعہ مصر)

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:"السحاق: (وهو فعل النساء بعضهن ببعض) حرام" ترجمہ: سحاق (اور بعض عورتوں کا بعض عورتوں کے ساتھ جنسی عمل کرنا) حرام ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد7، صفحہ5346، مطبوعہ دارالفکر، دمشق)

(6) اس کی حرمت کا انکار کرنے والے کے کافر ہونے کے بارے میں مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات: 1391ھ) لکھتے ہیں:"فاحشہ (بے حیائی) وہ گناہ ہے جسے عقل بھی برا سمجھے۔ کفر اگرچہ

بدترین گناہ کبیرہ ہے، مگر اسے رب (عزوجل) نے فاحشہ (یعنی بے حیائی) نہ فرمایا، کیونکہ نفسِ انسانی اس سے گھن نہیں کرتی۔ بھتیرے عاقل (عقلمند کہلانے والے) اس میں گرفتار ہیں، مگر اِغلام (یعنی بد فعلی) تو ایسی بُری چیز ہے کہ جانور بھی اس سے متنفر ہیں، سوائے سور کے۔ لڑکوں سے اغلام حرام قطعی ہے، اس کے حرام ہونے کا منکر (یعنی انکار کرنے والا) کافر ہے۔" (نورالعرفان، صفحہ500، مطبوعہ پیر بھائی اینڈ کمپنی)

تفسیر صراط الجنان میں ہے: "اس آیت سے معلوم ہوا کہ اغلام بازی قومِ لوط کی ایجاد ہے، اسی لیے اسے "لواطت" کہتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکوں سے بد فعلی حرام قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔"

(تفسیر صراط الجنان، جلد3، صفحہ80، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

منح الروض میں ہے: "من انکر حرمۃ الحرام المجمع علی حرمتہ او شک فیھا، ای یستوی الامر فیھا کالخمر والزنا واللواطۃ والربا... کفر" جس نے حرامِ اجماعی کی حرمت کا انکار کیا یا اُس کے حرام ہونے میں شک کیا، وہ کافر ہے، جیسے شراب، زنا، لواطت، سود۔ (منح الروض، صفحہ503، دار البشار الاسلامیہ)

بحر الرائق اور در مختار میں ہے: "یکفر مستحلھا عند الجمھور" ترجمہ: جمہور علمائے مذہب کے نزدیک اس (یعنی بد فعلی) کو حلال جاننے والا کافر ہے۔

(بحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحدود، جلد5، صفحہ28، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لواطت کے حلال ہونے کے قائل کے بارے میں لکھتے ہیں: "حِلِّ لواطت کا قائل کافر ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج23، ص694، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: "اغلام کو حلال جاننے والا کافر ہے، یہی مذہب جمہور ہے۔" (بہار شریعت، ج02، ص381، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر عطاری مدنی

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

17 محرم الحرام 1444ھ 16 اگست 2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

میاں بیوی کے حقوق

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرنس نمبر:Pin 5797　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　تاریخ:16-09-2018

میاں بیوی کے حقوق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1) بیوی کے شوہر پر کیا کیا حقوق ہیں اور کیا شوہر کا بیوی کو ہر بات بتانا ضروری ہے؟ مثلا کہاں گئے تھے؟ کیوں گئے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔

(2) کیا شادی کے بعد دیگر رشتہ داروں کے حقوق ختم یا کم ہو جاتے ہیں کہ اب بیوی آگئی ہے، سب حقوق اِسی کے ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) انسان کے قریبی ترین تعلقات میں سے میاں بیوی کا تعلق ہے، حتی کہ ازدواجی تعلق انسانی تمدّن کی بنیاد ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس رشتہ کو اپنی قدرت کی نشانیوں میں شمار فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ، اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اُس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اِس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔ (سورۃ الروم، پارہ 21، آیت 21)

اِس رشتے کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن وحدیث میں شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر کئی حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، جن کو پورا کرنا میاں بیوی میں سے ہر ایک کی شرعی ذمہ داری بنتی ہے۔ بیوی کے شوہر پر درج ذیل حقوق بیان کیے گئے ہیں:

(ا) نان ونفقہ: بیوی کے کھانے، پینے وغیرہ ضروریاتِ زندگی کا انتظام کرنا شوہر پر واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جس کا بچہ ہے، اُس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا (لباس) ہے حسبِ دستور۔ (سورۃ البقرۃ، پارہ 2، آیت 233)

(۲)سُکنیٰ:بیوی کی رہائش کے لیے مکان کا انتظام کرنا بھی شوہر پر واجب ہے اور ذہن میں رکھیں کہ یہاں مکان سے مراد علیحدہ گھر دینا نہیں، بلکہ ایسا کمرہ، جس میں عورت خود مختار ہو کر زندگی گزار سکے، کسی کی مداخلت نہ ہو، ایسا کمرہ مہیّا کرنے سے بھی یہ واجب ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ﴾ترجمہ کنزالایمان: عورتوں کو وہاں رکھو، جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور اُنہیں ضرر نہ دو کہ اُن پر تنگی کرو۔

(سورۃ الطلاق، پارہ28، آیت6)

(۳)مہر ادا کرنا:بیوی کا مہر ادا کرنا بھی بیوی کا حق اور شوہر پر واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دو۔ (سورۃ النساء، پارہ4، آیت4)

(۴)نیکی کی تلقین اور برائی سے ممانعت:شوہر پر بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اُسے نیکی کی تلقین کرتا رہے اور برائی سے منع کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ خود اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو ! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (سورۃ التحریم، پارہ28، آیت6)

(۵)حسنِ معاشرت:ہر معاملے میں بیوی سے اچھا سُلوک رکھنا بھی ضروری ہے کہ اِس سے محبت میں اضافہ ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ترجمہ کنزالایمان: اور اُن (بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو۔

(سورۃ النساء، پارہ4، آیت19)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ شوہر پر بیوی کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:”مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اُس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اُسے خلافِ شرع باتوں سے بچانا۔“

(فتاوی رضویہ، ج24، ص379، 380، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

البتہ عورت پر بھی ضروری ہے کہ شوہر کے حقوق ادا کرے اور اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے حقوق کے بعد بیوی پر سب سے بڑھ کر حتی کہ اپنے ماں باپ سے بھی بڑھ کر شوہر کا حق ہے۔

حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کی:”ای الناس اعظم حقا علی المرأۃ؟“ ترجمہ: عورت پر جن لوگوں کے حقوق ہیں، اُن میں سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:”زوجھا“ ترجمہ: اُس کے شوہر کا۔ (المستدرک علی الصحیحین، ج4، ص167، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ شوہر کے حقوق کے بارے میں فرماتے ہیں:”اور عورت پر مرد کا حق خاص امورِ متعلقہ زوجیت (ازدواجی زندگی سے متعلق، جو بھی حقوق ہیں، اُن) میں اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد

تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔اِن امور میں اُس کے احکام کی اطاعت اور اُس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔" (فتاوی رضویہ،ج24،ص380،رضافاؤنڈیشن،لاھور)

اور شوہر پر ضروری نہیں کہ ہر بات بیوی کو بتائے کہ کہاں گئے تھے؟ کیوں گئے تھے؟وغیرہ وغیرہ،کیونکہ مرد حاکم (افسر) ہے،نہ کہ محکوم (ملازم) کہ بیوی کے سامنے اپنے ہر کام کا جواب دہ ہو،لہٰذا اگر کسی حکمت کے پیشِ نظر یا ویسے بھی اگر شوہر اِن باتوں کا جواب نہ دے،تو شرعا مجرم نہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ ترجمہ کنزالایمان:مرد افسر ہیں عورتوں پر۔ (سورۃالنساء،پارہ5،آیت34)

لیکن یہ یاد رہے کہ باہم صلح صفائی اور تعاون سے رہنے میں عافیت ہوتی ہے،ورنہ بہت سی چیزوں میں بیوی بھی جواب دہ نہیں ہوتی۔جب ان چیزوں کی باری آئے گی،تو پھر شوہر کی حالت دیکھنے والی ہوتی ہے،لہٰذا بیوی کو شک وشبہ میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ مناسب انداز میں جواب دے اور بیوی کو چاہیے کہ بلاوجہ تھانیدار بننے کی کوشش نہ کرے۔

(2)جی نہیں!بلکہ جن لوگوں مثلاً ماں باپ،بہن بھائی وغیرہ کے جو جو حقوق شرعاً اِس پر لازم ہیں،شادی کے بعد بھی اُن حقوق کی ادائیگی ضروری ہوگی،کیونکہ اسلام میں ہر صاحبِ حق کے حق کو ادا کرنے کا حکم ہے۔

حضرتِ سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرتِ سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا:"ان لربک علیک حقا ولنفسک علیک حقا ولاھلک علیک حقا فاعط کل ذی حق حقہ"ترجمہ:بے شک تمہارے رب(تعالیٰ)کا تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا تم پر حق ہے اور تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر حق ہے،تو ہر صاحبِ حق کا حق ادا کرو۔

جب اِس بات کی خبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی،تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"صدق سلمان" ترجمہ: سلمان(رضی اللہ عنہ)نے سچ کہا۔ (صحیح البخاری،ج1،ص264،مطبوعہ کراچی)

لیکن یہ بات واضح ہے کہ شادی کے بعد شوہر کو جتنا وقت بیوی کو دینا پڑتا ہے،وہ بقیہ افراد کے حصے سے کم ہو جاتا ہے،ایسی چیزوں پر ہرگز اعتراض اور طعن نہیں کرنا چاہیے۔اصل میں معاملہ شوہر کی سمجھ داری پر ہے کہ سب کو ساتھ لے کر کیسے چلتا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری

05محرم الحرام1440ھ16ستمبر2018ء

نوٹ! دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے یا تحریر کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج daruliftaahlesunnat کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

بیوی کے کہنے پر داڑھی چھوٹی کرنا یا منڈوا دینا کیسا؟

1

ریفرنس نمبر:Faj-5409 تاریخ:05-08-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی ایک مٹھی داڑھی ہو اور اس کی بیوی اسے داڑھی خشخشی کروانے یا منڈوانے کا کہتی ہو، اور ساتھ یہ بھی کہتی ہو کہ میری نظر داڑھی منڈوں پر پڑتی ہے جو آنکھ کا زنا ہے اور اس کا وبال بھی آپ پر ہی ہو گا، تو کیا ایسی صورت میں اسے داڑھی خشخشی کروانے یا منڈوانے کی اجازت ملے گی؟ رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حکمِ شرع کو سب پر مقدم رکھنا ضروری ہے اور مرد کے لیے حکمِ شرع یہی ہے کہ وہ پوری ایک مٹھی داڑھی رکھے، جبکہ بیوی کا داڑھی خشخشی کروانے یا منڈوانے کا کہنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے اور جو حکم شرعاً ناجائز ہو، اس میں کسی کی بھی پیروی جائز نہیں، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں شوہر کا بیوی کے کہنے پر داڑھی خشخشی کروانا یا بالکل ہی منڈوا دینا سخت ناجائز و حرام ہے۔

عورت کی یہ نفسیاتی کمزوری ہے کہ اس کو داڑھی والے مرد اچھے نہیں لگتے، ورنہ روایات میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عمامے اور داڑھی سے زینت بخشی ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "امام زیلعی تبیین الحقائق، علامہ اتقانی غایۃ البیان، علامہ طوری تکملہ بحر، سب علماء کتاب الجنایات اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کیمیائے سعادت میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ان للہ ملائکۃ تسبیحھم سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالقرون والذوائب "یعنی اللہ عزوجل کے کچھ ملائکہ ایسے ہیں جن کی تسبیح یہ ہے کہ تمام پاکی اس ذات کے لئے ہے جس نے مردوں کو داڑھیوں سے اور عورتوں کو چوٹیوں سے زینت بخشی ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ664-665، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اصل چیز یہ ہے کہ اپنے دل کا فتور دور کرنا ہی غیر کی طرف نظر اٹھنے کے خدشے کا حل ہے۔ شیطان جب داڑھی رکھنے والے پر حاوی نہیں ہو پایا، تو اس نے داڑھی منڈوانے کے مشن میں اب کسی اور کا سہارا لیا ہے، پس عورت پر لازم ہے کہ شریعت کے احکامات کے سامنے اپنا سر جھکا دے، اپنے دل کا فتور دور کرے۔ داڑھی میں تو بلا شبہ زینت ہے، خوبصورتی ہے۔ اگر عورت کو یہ چیز خوبصورت نہیں لگتی، تو اس کی اپنی نظر کا قصور ہے ۔ کسی جائز بات کو مثبت اور منفی دونوں طرح سے دیکھنے والے موجود ہوتے ہیں اور مثبت چیز کو بھی منفی کہنے والوں کی کمی نہیں ہوتی ، لیکن اہل عقل یہی کہتے ہیں کہ منفی سوچ رکھنے والوں کو اپنی سوچ کا زاویہ بدلنے کی حاجت ہوتی ہے۔ یہی معاملہ اس خاتون کے ساتھ ہے، اگر یہ اپنے سامنے صرف اس چیز کو رکھ لے کہ ہم سب کے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھی اور آپ پوری مخلوق میں سب سے بڑھ کر حسین و جمیل ہیں اور داڑھی رکھنے کا آپ نے ہی حکم دیا اور آپ کے حکم پر عمل کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے اور نہ ہی اطاعتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی غلطی کا کام ہے بلکہ فلاح کا راستہ ہے، یہ چیز سامنے رکھی جائے گی، تو امید ہے اس کی سوچ کا زاویہ تبدیل ہو گا اور منفی سوچ، مثبت سوچ میں تبدیل ہو جائے گی۔ اب تک جو شریعت کی مخالفت کی تلقین کی، اس پر سچی توبہ کے ذریعے اس غلطی کا بھی ازالہ کرنا ہو گا۔

شوہر پر لازم ہے کہ حکم شریعت کی ہی پیروی کرے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی حدیثِ مبارک ہے:"عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ و اٰلہ و سلم قال لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ، انما الطاعۃ فی المعروف "یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، بلکہ مخلوق کی اطاعت تو فقط بھلائی کے کاموں میں ہی جائز ہے۔

(صحیح البخاری، جلد2، صفحہ 1077-1078، مطبوعہ کراچی، ملخصاً)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"جس کو شرع مطہر نے ناجائز قرار دیا ہے، اس میں اطاعت نہیں کہ یہ حقِ شرع ہے اور کسی کی اطاعت میں احکامِ شرع کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی کہ معصیت میں کسی کی طاعت نہیں ہے۔ حدیث میں ہے لا طاعۃ

للمخلوق فی معصیۃ الخالق “ (فتاویٰ امجدیہ، جلد4، صفحہ198، مکتبہ رضویہ کراچی)

مزید ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: ”جو حکم شرعاً ناجائز ہے اس میں کسی کی پیروی جائز نہیں، حکمِ شرع کو سب پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔“ (فتاویٰ امجدیہ، جلد4، صفحہ222، مکتبہ رضویہ کراچی)

کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ترجمہ کنزالایمان: ”اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔“ (پارہ22، سورۃ الفاطر، آیت18)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے: ”معنیٰ یہ ہیں کہ روزِ قیامت ہر ایک جان پر اسی کے گناہوں کا بار ہو گا، جو اس نے کئے ہیں اور کوئی جان کسی دوسرے کے عوض نہ پکڑی جائے گی۔“

(تفسیرِ خزائن العرفان، صفحہ808، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

03ذو الحجۃ الحرام1440ھ/05اگست2019ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر ہفتے بعد میکے جانا

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1265

تاریخ اجراء: 05 جمادی الثانی 1445ھ/19 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر ہفتہ میں ماں کے گھر جا سکتی؟ اگر شوہر روکے تو کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی آٹھویں دن اپنے ماں باپ کے یہاں صبح سے شام تک کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی جا سکتی ہے رات وہاں نہیں گزار سکتی، اس کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے البتہ پھر بھی بہتر یہی ہے کہ لڑائی جھگڑے کے بجائے آپس میں ایک دوسرے کی ضروریات سمجھیں اور ایک دوسرے کے ساتھ کمپرومائز کریں شوہر کو چاہئے کہ اجازت دے دیا کرے اور عورت کو چاہئے کہ کبھی شوہر منع کرے تو اس کی بات بھی مان لی جائے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ”عورت آٹھویں دن اپنے ماں باپ کے یہاں صبح سے شام تک کے لئے بلا اجازت شوہر جا سکتی ہے اور اپنے محارم مثلاً حقیقی یا سوتیلے بہن، بھائی، بھتیجے، بھتیجی، بھانجے، بھانجی، چچا، ماموں، پھپی، خالہ، نانا، دادا کے یہاں ہر سال بھر بعد دن بھر کے لئے، رات کو بہر حال شوہر کے یہاں آنا ہو گا، یہ بلا اجازت ہے اور شوہر کی اجازت سے انہیں لوگوں کے یہاں مہینہ بھر اور زائد جتنے دنوں کی وہ اجازت دے رہ سکتی ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 13، صفحہ 478، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کا علاج کروانا کس کی ذمہ داری ہے؟

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2545

تاریخ اجراء: 27 شعبان المعظم 1445ھ/09 مارچ 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بیوی کا علاج کروانا شوہر پر لازم ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کا علاج کروانا اخلاقاً شوہر کی ذمہ داری ہے، لہٰذا شوہر کو خوش اسلوبی سے یہ ذمہ داری قبول کرنی چاہئے، ہاں شرعی اعتبار سے یہ شوہر پر لازم نہیں لیکن ایک خوشحال ازدواجی زندگی حسن معاشرت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے، اگر صرف فرائض کی ادائیگی پر اکتفا کیا جائے، تو ایک خوشحال ازدواجی زندگی قائم نہیں رہ سکتی، حسن معاشرت کے طور پر ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو کہ شرعاً بیوی پر بھی لازم نہیں ہوتیں لیکن شوہر کی ان ضروریات کو حسن معاشرت کے طور بیوی پورا کر رہی ہوتی ہے لہٰذا شوہر اور بیوی دونوں کو ہی ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہئے اور اسے خوش دلی سے سرانجام دینا چاہئے۔

بہار شریعت میں ہے "عورت بیمار ہو تو اُس کی دوا کی قیمت اور طبیب کی فیس شوہر پر واجب نہیں۔" (بہار شریعت، ج02، حصہ8، ص266، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کو ماں بہن بیٹی کہہ کر بلانا

مجیب: محمد سجاد عطاری مدنی زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:06

تاریخ اجراء: 09ربیع الثانی 1442ھ/25نومبر2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو باجی، ماں یا بیٹی کہہ بیٹھے تو اس کے لیے کیا حکم ہے کیا اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا اپنی بیوی کو فقط ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کہہ کر پکارنا یا یوں کہنا کہ تم میری ماں، بہن، باجی وغیرہ ہو، ناجائز و گناہ ہے جس سے توبہ کرنا اس پر لازم ہے البتہ اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی ظہار وغیرہ لازم ہوتا ہے ہاں اگر اس طرح کے الفاظ کہے "تو میری بہن کی طرح ہے، تو میری بیٹی کی مانند ہے، تو میری ماں کی مثل ہے وغیرہ تو اس صورت میں ان کلمات سے جو نیت کرے گا اسی کا اعتبار ہو گا اگر اُس کے اِعزاز کے لیے کہا تو کچھ لازم نہیں، طلاق کی نیت ہے تو بائن طلاق واقع ہو گی، ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہے اور تحریم (حرام کرنے) کی نیت ہے تو ایلا ہے اور اگر کچھ بھی نیت نہیں تھی ایسے ہی کہہ دیا تو اگرچہ ایسا کہنا جائز نہیں البتہ اس سے کچھ لازم نہیں ہو گا۔

اللہ تبارک وتعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ "ترجمہ کنزالایمان: جو رئیں (یعنی بیویاں) ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بُری اور نِری جھوٹ بات کہتے ہیں۔"

(پارہ28، المجادلہ، آیت:2)

سنن ابوداؤد شریف میں ہے: "ان رجلا قال لامرته ،یا اخیة ،فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم :اختک هی ،فکره ذلک ونهی عنه "یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کو اے میری بہن! کہہ کر پکارا تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تیری بہن ہے؟ اسے ناپسند فرمایا اور اس سے منع کیا۔ "(سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق، جلد1، صفحہ319، حدیث:2210، مطبوعہ لاہور)

سیدی امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:" زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے تو میری ماں میری بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے، مگر اس سے نہ نکاح میں کوئی خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔۔۔۔۔ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہو گئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہِ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اسکی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے۔ "(ملخص از فتاویٰ رضویہ جدید جلد13 صفحہ280 مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

بہار شریعت میں ہے: عورت سے کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو نیت دریافت کی جائے اگر اُس کے اِعزاز کے لیے کہا تو کچھ نہیں اور طلاق کی نیت ہے تو بائن طلاق واقع ہو گی اور ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہے اور تحریم کی نیت ہے تو ایلا ہے اور کچھ نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ8، صفحہ207، مکتبہ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کو وطن میں چھوڑ کر باہر ملک کمائی کے لیے جانا

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2082

تاریخ اجراء: 02ربیع الثانی1445ھ/18اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بیوی کو چھوڑ کر باہر ملک پیسے کمانے جانا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مذہب اسلام نے میاں بیوی کے باہم ایک دوسرے پر کچھ حقوق مقرر کئے ہیں جن کی ادائیگی ان پر فرض وواجب قرار دی، ان میں سے جس طرح بیوی کی خورد ونوش، لباس ورہائش کا انتظام وانصرام مرد کے ذمے لازم کیا وہیں صحبت (جماع) کو بھی واجب قرار دیا اگرچہ اس کی بابت کوئی تحدید ومعین مدت مقرر نہ کی لیکن وقتاً فوقتاً صحبت کا حکم دیا حتی کہ عذر نہ ہونے کی صورت میں عورت کی رضا واذن کے بغیر چار ماہ سے زائد ترک جماع کو ناجائز قرار دیا تاکہ دونوں کی عصمت وپاکدامنی سلامت رہے اور نگاہ کسی ناجائز وحرام کی طرف نہ اٹھے اور ایسے مواقع جہاں مجبوراً شوہر کو اپنے اہل وعیال اور گھر بار چھوڑ کر وطن سے باہر جانے کی حاجت پیش آتی ہے وہاں بیوی کے حقوق کے متعلق یہ رہنمائی موجود ہے کہ چار ماہ سے زائد گھر سے دور نہ رہے۔

لہٰذا پوچھی گئی صورت میں اولاً تو ایسا کوئی انتظام ہونا چاہئے کہ چار ماہ کے اندر اندر اپنے گھر چکر لگانا ممکن ہو اور اگر اس سے زائد وقت لگے تو پھر بیوی کی اجازت شامل ہو اور بہتر تو یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ نوکری اختیار کی جائے کہ گھر آنا جانا ممکن ہو ورنہ تو اس کے مفاسد بہت واضح ہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "يؤمر الزوج أن يراعيها فيؤنسها بصحبته أياما وأحيانا من غير أن يكون في ذلك شيء مؤقت" ترجمہ: شوہر کو حکم دیا جائے گا کہ وہ بیوی کی رعایت کرے اور کبھی کبھی اپنی صحبت سے اس کا دل بہلائے اس میں مقرر وقت کی کوئی قید نہیں ہے۔ (فتاوی ہندیہ، ج01، ص341، دار الفکر)

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو بھائی، بہن کہنا کیسا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Gul-2553

تاریخ اجراء: 22ذوالحجۃ الحرام1443ھ/22جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو ہنسی مذاق میں بھائی بہن کہہ دیں جیسے بعض اوقات شوہر کے منہ سے بہن نکل جائے یا بیوی کے منہ سے بھائی نکل جائے، تو کیا اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ سنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ کو بہن کہا تھا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا اپنی بیوی کو ماں، بہن، بیٹی کہہ کر پکارنا یا یوں کہنا کہ تم میری ماں، بہن، باجی ہو، یا بیوی شوہر کو بھائی کہے، تو یہ سب صورتیں حرام ہیں، جن سے توبہ کرنا اس پر لازم ہے، البتہ اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہن کہہ کر پکارا تھا، تو اس کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا مجبوری کے تحت توریہ کے طور پر کیا تھا، کیونکہ آپ کو ایک ظالم بادشاہ نے پکڑ لیا تھا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ جس مسافر کی بیوی خوبصورت دیکھتا، اسے طلاق دلوا کر خود قبضہ کر لیتا تھا، اگر شوہر طلاق نہ دیتا، تو اسے قتل کر دیتا تھا، البتہ بھائی سے بہن کو نہیں چھینتا تھا، اس لیے آپ نے فرمایا تھا کہ یہ میری بہن ہیں اور مراد یہ لی تھی کہ دِین شریک بہن ہیں۔

سنن ابو داؤد شریف میں ہے: ”ان رجلا قال لامرته، یا اخیة، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اختک هی، فکره ذلک ونهی عنه“ یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کو اے میری بہن! کہہ کر پکارا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تیری بہن ہے؟ اسے ناپسند فرمایا اور اس سے منع کیا۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، جلد 1، صفحہ 319، حدیث 2210، مطبوعہ لاہور)

بیوی کو بہن کہنے کے بارے میں سیدی اعلی حضرت، امام اہلسنت علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ”زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے، تو میری ماں، میری بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے، مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے، نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔“ (ملخص از فتاویٰ رضویہ، جلد13، صفحہ280، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: ”یہ لفظ کہ وہ میری بہن ہے، کہنا مکروہ و بُرا ہے، مگر اس سے طلاق یا ظِہار نہیں ہوتا، کہ اس کے لیے تشبیہ کا لفظ ہونا ضروری ہے۔“ (فتاویٰ امجدیہ، جلد2، صفحہ284، مطبوعہ کراچی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن کہنے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”اپنی عورت کو ماں یا بہن کہنا کہ اس کا نام رکھنے سے نہ وہ حقیقۃً اس کی ماں بہن ہو جائے گی، نہ اس کی مقاربت میں اس پر اصلاً کوئی مواخذہ کہ اس کہنے سے وہ اس پر حرام نہ ہو گئی، ہاں صرف اتنی قباحت ہو گی کہ اس نے بے کسی ضرورت و مصلحت کے ایک جائز حلال شے کو حرام نام سے تعبیر کیا، کما قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بیشک وہ بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں۔ **پھر اگر مصلحت ہو، تو یہ قباحت بھی نہ رہے گی** ”**کقول سیدنا ابراھیم علیہ السلام لسیدتنا سارۃ رضی اللہ تعالی عنھا انھا اختی** “**جیسا کہ سیدتنا حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمانا کہ بیشک یہ میری بہن ہے۔**“ (فتاویٰ رضویہ، جلد17، صفحہ313،312، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہن کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ”توریہ سے مراد یہ ہے کہ ذو معنی والا لفظ بول کر بعید معنی مراد لینا ، ضرورت کے وقت توریہ بالکل جائز ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت خلیل اپنی بیوی حضرت سارہ کے ساتھ عراق سے شام کی طرف براستہ مصر ہجرت کر کے جا رہے تھے کہ مصر سے گزرے، وہاں کا قبطی بادشاہ صادق ابن صادون بڑا ظالم تھا، جس مسافر کی بیوی خوبصورت دیکھتا، اسے طلاق دلوا کر خود قبضہ کر لیتا تھا، وہاں یہ واقعہ پیش آیا، اس ظالم نے پہلے تو آپ کو بلایا تا کہ آپ سے طلاق حاصل کر کے حضرت سارہ پر قبضہ کرے، آپ نے فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ میری بہن ہیں، وہ بے دین بھائی سے بہن کو نہیں چھینتا تھا، بلکہ خاوند سے بیوی کو طلاق دلواتا تھا، اگر طلاق نہ دیتا، تو اسے قتل کر دیتا تھا، آپ بہ تعلیم الٰہی اس کا یہ اصول جانتے تھے۔ آپ سارہ کے پاس آئے ان سے فرمایا کہ یہ ظالم اگر

جان لے گا کہ تم میری بیوی ہو، تو یہ تمہارے متعلق مجھ پر غلبہ کرلے گا، اس طرح کہ مجھ سے تمہیں بذریعہ طلاق لے لے گا یا مجھے قتل کرادے گا، اگر وہ تم سے پوچھے، تو اسے بتانا کہ تم میری بہن ہو، کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو ، مردوں میں حضرت یوسف علیہ السلام بڑے حسین تھے اور عورتوں میں حضرت سارہ بڑی حسینہ تھیں، بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن حضرت سارہ کی میراث تھا۔ حضرت سارہ ہاران کی بیٹی تھیں، ہاران اور آذر دونوں آپ کے چچا تھے، والد تارخ تھے، جو مؤمن تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورۃً اپنی بیوی کو بہن کہنا جائز ہے، اس سے ظہار نہیں ہو جاتا۔" (مراٰۃ المناجیح، جلد7، صفحہ409تا411، مطبوعہ لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

جیسا کھانا شوہر خود کھائے، کیا ویسا ہی بیوی کو کھلانا واجب ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Gul 2435 تاریخ: 17-02-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں شوہر اس بات کا پابند ہے کہ جو کچھ وہ خود کھائے، پیے یا پہنے، اسی طرح کا کھانا پینا اپنی بیوی کو بھی مہیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

شریعت کی طرف سے شوہر پر واجب کردہ اشیاء تین طرح کی ہیں: کھانے پینے کی اشیاء، لباس اور رہنے کے لیے مکان۔ ان اشیاء کا معیار کیا ہو گا؟ اس کے لیے شوہر اور بیوی دونوں کی کیفیات کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔ اگر دونوں امیر کبیر ہوں، تو شوہر پر امیروں والی اشیاء لازم ہوں گی۔ اگر دونوں غریب ہوں، تو غریبوں والی اشیاء لازم ہوں گی اور اگر میاں بیوی میں سے ایک امیر ہو اور دوسرا غریب ہو، تو اب درمیانے درجے کی اشیاء لازم ہوں گی۔

مذکورہ اشیاء کے علاوہ دیگر ریفرشمنٹ (Refreshment) کی اشیاء اگرچہ شوہر خود کھاتا ہو، لیکن شرعی اعتبار سے شوہر پر لازم نہیں کہ وہ یہ اشیاء بیوی کو بھی دے، البتہ اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے شوہر کو چاہیے کہ وہ بیوی کو بھی کھانے پینے کی اضافی اشیاء دیتا رہے۔ دین اسلام اس بات کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں اس کی بہت زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک

کیا جائے، یہاں تک کہ ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ انسان جب اللہ کی رضا کے لیے کچھ بھی خرچ کرتا ہے، تو اس پر وہ اجر کا مستحق ہوتا ہے یہاں تک کہ بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنے پر بھی وہ اجر و ثواب کا مستحق ہو گا۔ ایک اور حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اچھی نیت سے بیوی کے منہ میں کوئی چیز رکھنا بھی صدقہ ہے۔

نیز بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے معاشرتی طور پر بھی بہت فوائد ہیں۔ حجۃ الوادع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کو ایک تاریخ ساز خطبہ دیا۔ اس خطبے کی سنہری تعلیمات میں یہ بھی شامل ہے: "فاتقوا اللہَ فی النساء فانکم اخذتموھن باماں اللہ "یعنی عورتوں کے معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرو کہ تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے۔

(الصحیح لمسلم، جلد2، صفحہ886، بیروت)

بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق حدیث پاک ہے: "ومھما انفقت فھو لک صدقۃ حتی اللقمۃ ترفعھافی فی امراتک "یعنی تم جو بھی خرچ کروگے وہ تمہارے لیے صدقہ ہے، یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی زوجہ کے منہ میں رکھتے ہو۔

(الصحیح للبخاری، جلد7، صفحہ62، دار طوق النجاہ)

اس حدیث پاک کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "والمعنی أن المنفق لابتغاء رضاہ تعالی یؤجر "یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی رضا کے لیے خرچ کرنے والا ثواب کا مستحق ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد6، صفحہ230، تحت الحدیث3071، بیروت)

فتاوی تاتار خانیہ میں ہے: "والنفقۃ الواجبۃ: الماکول والملبوس والسکنیٰ "یعنی واجب نفقہ سے مراد، کھانے پینے کی اشیاء، پہننے کے کپڑے اور رہائش مہیا کرنا ہے۔

(فتاوی تاتار خانیہ، جلد5، صفحہ358، ھند)

بدائع الصنائع میں ہے: "اذا کان الزوج معسرا ینفق علیھا ادنی ما یکفیھا من الطعام والادام والدھن بالمعروف ومن الکسوۃ ادنی ما یکفیھا من الصیفیۃ والشتویۃ وان کان

متوسطا ينفق عليها اوسع من ذلک بالمعروف ومن الكسوة ارفع من ذلک بالمعروف وان كان غنيا ينفق عليها اوسع من ذلک كله بالمعروف ومن الكسوة ارفع من ذلک كله بالمعروف وانما كانت النفقة والكسوة بالمعروف لان دفع الضرر عن الزوجين واجب وذلک في ايجاب الوسط من الكفاية "یعنی شوہر جب تنگدست ہو، تو وہ اپنی بیوی کو کھانے، پینے، تیل وغیرہ مہیا کرنے میں عرف کے مطابق کم درجے کی اتنی اشیاء دینے کا پابند ہے، جو عورت کے لیے کافی ہوں۔ اسی طرح لباس مہیا کرنے میں سردی اور گرمی کے کم درجے کے اتنے کپڑے دینے کا پابند ہے، جو عورت کے لیے کافی ہوں۔ اگر شوہر متوسط طبقے سے ہو، تو پہلی حالت سے اچھی نوعیت کے کھانے پینے کا سامان اور کپڑے مہیا کرے گا اور اگر شوہر مالدار ہو، تو دونوں قسموں سے بڑھ کر کھانے پینے کا سامان اور کپڑے مہیا کرے گا۔ نفقہ اور کپڑے دینے میں عمدہ انداز کا اعتبار میاں بیوی سے ضرر کو دور کرنے کے لیے ہے اور یہ تب ہی ہو گا جب درمیانی نوعیت کا نفقہ لازم ہو، جو بیوی کے لیے کافی ہو۔

(بدائع الصنائع، جلد4، صفحہ24، بیروت)

واجب نفقہ کی ادائیگی کے بعد اضافی اشیا مہیا کرنا شوہر پر لازم نہیں۔ جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے: "لا يجب عليه ان يطعمها ما ياكله ولا يطعمها ما كانت تاكل في بيت اهلها ايضا ولكن يطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة **وكذلك الكسوة** على هذا الاعتبار "یعنی شوہر پر واجب نہیں کہ جو کچھ وہ خود کھائے، اس میں سے ہی بیوی کو بھی کھلائے اور نہ ہی یہ واجب ہے کہ عورت اپنے میکے میں جو کھاتی تھی، شوہر اب بھی اس کو وہی کھلائے، البتہ اسے گندم کی روٹی اور بکری کا گوشت وغیرہ کھلائے۔ اسی طرح کپڑوں کا بھی معاملہ ہے۔ (بدائع الصنائع، جلد4، صفحہ24، بیروت)

شوہر جب شرعی طور پر لازم اشیا بیوی کو فراہم کر دے، تو پھر اس پر لازم نہیں ہے کہ جو خود کھائے وہی اپنی بیوی کو کھلائے، البتہ مستحب ضرور ہے۔ جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے: "وقال مشائخنا رحمهم الله تعالى: والمستحب للزوج اذا كان موسرا مفرط اليسار والمراة فقيرة ان ياكل

معھا ما یاکل بنفسہ "یعنی ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ شوہر جب خوشحال ہو اور بیوی تنگدست ہو، تو شوہر کے لیے مستحب ہے کہ بیوی کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ (فتاوی ھندیہ، جلد1، صفحہ548، مصر)

حُسن معاشرت کی وجہ سے شوہر کے لیے مستحب ہے کہ وہ واجب نفقہ دینے کے بعد بھی بیوی کو وہ اشیا کھلائے پلائے جو وہ خود کھاتا ہے، جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے: "والمستحب ان یطعمھا الزوج ما یاکلہ لانہ مامور بحسن المعاشرۃ "یعنی شوہر کے لیے مستحب ہے کہ جو خود کھائے، وہی اپنی بیوی کو کھلائے، کیونکہ شوہر کو بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(مجمع الانھر، جلد2، صفحہ176، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: "کھانا دو قسم ہے۔ ایک اصل نفقہ جو زوجہ کے لیے **زوج پر واجب ہے**، دوسرا اس سے زائد مثل فواکہ و پان و الائچی و عطایا و ہدایا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ277،276، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

شرعی طور پر واجب اشیا مہیا کرنے کے علاوہ اشیاء بیوی کو دینا لازم نہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: "بہتر یہ ہے کہ جیسا آپ کھاتا ہو عورت کو بھی کھلائے، **مگر یہ واجب نہیں۔**"

(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ265، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

15 رجب المرجب 1443ھ/17 فروری 2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

غیر اللہ (والدین، بیوی، بچوں وغیرہ) کی قسم کھانے کا حکم

1

ریفرنس نمبر:Pin-6863 تاریخ 09-12-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل کچھ لوگ کئی معاملات میں اس طرح کی قسم کھاتے ہیں کہ مجھے اپنے دودھ پیتے بچے کی قسم، اپنے فوت شدہ والدین کی قسم، بیوی کی قسم، شوہر کی قسم وغیرہ۔ اس طرح قسم کھانے کا حکم اور کفارہ کیا ہے؟ اگر یوں کہا جائے کہ یہ غیر اللہ کی قسم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، تو اس بارے میں میرے چند سوالات ہیں:

(1) قرآن پاک میں پارہ 30، سورہ الشمس کی ابتدائی آیات ﴿وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰىهَا وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰىهَا وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰىهَا وَ الْاَرْضِ وَ مَا طَحٰىهَا وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا﴾ میں اللہ تبارک و تعالی نے خود سورج، چاند، دن، رات، آسمان، زمین اور جان کی قسم ارشاد فرمائی ہے اور اس کے علاوہ بھی قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر مختلف چیزوں کی قسم کا ذکر موجود ہے۔ تو یہاں غیر خدا کی قسم کیسے جائز ہوئی؟

(2) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کو کسی کام پر معلق کرتا ہے، مثلاً اسے یوں کہتا ہے کہ "اگر تو نے فلاں کام کیا، تو تجھے طلاق" تو اسے بھی قسم ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے طلاق کی قسم کھائی ہوئی ہے، حالانکہ طلاق کی قسم بھی غیر خدا ہی کی قسم ہے۔ اگر والدین اور اولاد وغیرہ کی قسم ناجائز ہے، تو پھر طلاق کی قسم کے بارے میں کیا جواب ہو گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب

اللہ پاک کے نام اور صفات کے علاوہ کسی اور ذات مثلاً: والدین، اولاد، شوہر اور بیوی وغیرہ، یونہی کسی عبادت مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ، اسی طرح کسی مقام مثلاً: کعبۃ اللہ، حرمِ پاک، روضہ انور اور مسجد وغیرہ کی قسم کھانا، ناجائز اور گناہ ہے، کیونکہ یہ غیر خدا کی قسم ہے اور اس طرح غیر خدا کی قسم کھانے کی ممانعت کئی احادیث میں موجود ہے۔ اس کی حکمت علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ "بندہ جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہے، تو قسم محلوف بہ یعنی جس کی قسم کھائی جائے، اس کی تعظیم کا تقاضا کرتی ہے اور قسم جس اعلیٰ ترین تعظیم کا تقاضا کرتی ہے، اس کی حق دار ذات صرف اور صرف اللہ پاک کی ہے، اس کے مشابہ کوئی نہیں۔"

اس سے واضح ہوا کہ سوال میں ذکر کیے گئے الفاظ کے ذریعہ قسم کھانا، ناجائز و گناہ ہے اور اس سے بچنا لازم ہے۔ اب اس میں کوئی فرق نہیں کہ ان الفاظ کے ساتھ قسم گزشتہ کسی معاملہ پر کھائی جائے، مثلاً: یوں کہا جائے کہ "مجھے اپنے دودھ پیتے بچے یا فوت شدہ والدین کی قسم کہ فلاں کام یوں ہوا ہے" یا آئندہ کسی قسم کے کام کے کرنے یا نہ کرنے کی کھائی جائے، مثلاً: یوں کہا جائے کہ "مجھے بیوی

کی قسم یا شوہر کی قسم کہ میں فلاں کام ضرور کروں گا یا نہیں کروں گا" بہر صورت حکم ایک ہی ہے، یعنی ناجائز و گناہ ہے۔ البتہ کفارہ بہر صورت لازم نہیں ہو گا، کہ گزشتہ کسی کام کی قسم پر تو ویسے ہی کفارہ لازم نہیں ہوتا اور آئندہ کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھا کر اسے توڑنے کی وجہ سے اگرچہ کفارہ لازم ہوتا ہے، لیکن یہاں اس طرح غیر خدا کی قسم کھا لینے سے شرعاً قسم منعقد ہی نہیں ہوتی، لہذا اس کا خلاف کرنے کی صورت میں کفارہ بھی لازم نہیں ہو گا۔ البتہ مذکورہ دونوں صورتوں میں گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے توبہ ضرور لازم ہو گی۔

نفسِ مسئلہ کا حکم واضح ہو جانے کے بعد اب اس پر وارد ہونے والے سوالات کے جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں:

(1) قرآن کریم میں اللہ پاک نے اپنی مخلوقات میں سے مختلف چیزوں مثلاً: زمین، آسمان، دن، رات، سورج، چاند، شہر مکہ، طور پہاڑ، انجیر اور زیتون وغیرہ کی جو قسم ارشاد فرمائی ہے، تو علمائے کرام رحمہم اللہ السلام نے اس کے مختلف جوابات ارشاد فرمائے ہیں، ان میں سے دو درج ذیل ہیں:

(الف) مخلوقات میں سے بعض چیزوں کی قسم ارشاد فرمانا اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے، اس نے اپنے بندوں پر بعض چیزوں کا شرف ظاہر کرنے کے لیے ان کی قسم ارشاد فرمائی ہے اور وہ خالق و مالکِ حقیقی ہے، سب کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے، جو چاہے کرے، جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے، سب اسی کے اختیار میں ہے، جبکہ ہمیں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح قسم کھانے سے واضح طور پر منع فرما دیا ہے، لہذا اس ممانعت کے بعد ہمارے پاس کوئی جواز باقی نہیں رہا کہ حکمِ قرآنی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی حقیقت میں اللہ ہی کی اطاعت ہے۔

(ب) قرآنِ کریم میں جہاں بعض چیزوں کے ساتھ قسم کا ذکر کیا گیا ہے، تو وہاں بھی حقیقت میں ان چیزوں کی قسم نہیں، بلکہ رب تعالی ہی کی قسم ہے اور وہ یوں کہ ان کے شروع میں لفظِ "رَبّ" محذوف ہے (یعنی لفظوں میں اگرچہ نہیں، لیکن حقیقت میں موجود ہے۔) مثلاً: ﴿وَالشَّمْسِ﴾ حقیقت میں یہاں ﴿وَرَبِّ الشَّمْسِ﴾ یعنی سورج کے رب کی قسم ہے۔ اور ﴿وَالْقَمَرِ﴾ حقیقت میں یہاں ﴿وَ رَبِّ الْقَمَرِ﴾ یعنی چاند کے رب کی قسم ہے۔ اور ﴿وَالنَّهَارِ﴾ حقیقت میں یہاں ﴿وَ رَبِّ النَّهَارِ﴾ یعنی دن کے رب کی قسم ہے۔ یونہی قرآنِ کریم کے دیگر مقامات مثلاً ﴿وَالطُّوْرِ﴾ تو حقیقت میں یہاں ﴿وَ رَبِّ الطُّوْرِ﴾ یعنی طور کے رب کی قسم ہے۔ اور ﴿وَ التِّیْنِ وَ الزَّیْتُوْنِ﴾ حقیقت میں ﴿وَ رَبِّ التِّیْنِ وَ رَبِّ الزَّیْتُوْنِ﴾ یعنی انجیر کے رب کی اور زیتون کے رب کی قسم ہے۔ لہذا اس اعتبار سے یہاں غیر خدا کی قسم کا والا اعتراض ہی وارد نہیں ہو گا۔

(2) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کو کسی کام پر معلق کرتا ہے، مثلاً یوں کہتا ہے کہ "اگر میں نے فلاں کام کیا، تو میری بیوی کو طلاق ہے یا بیوی سے کہا: تو نے فلاں کام کیا، تو تجھے طلاق ہے" تو فقہاء کی اصطلاح میں اسے بھی قسم ہی کہا جاتا ہے، لیکن یاد رہے کہ یہ حقیقی قسم نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس میں الفاظِ قسم کا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔ فقہاء اسے قسم اس لیے شمار کرتے ہیں، کہ اس میں قسم والا معنی پایا جاتا ہے اور وہ کوئی کام کرنے کی قسم کھانے کی صورت میں، اسے کرنے پر ابھارنا اور کام نہ کرنے کی قسم کھانے کی صورت میں، اس سے رکنا ہے، یعنی جس طرح بندہ کسی کام پر حقیقی قسم (اللہ پاک کے نام و صفات کی قسم) کھانے کے بعد، قسم ٹوٹنے اور کفارہ لازم

ہونے کے خوف سے اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، یونہی بیوی کی طلاق کو کسی کام پر معلق کرنے کے بعد، طلاق واقع ہو جانے کے خوف سے اس کام کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، بلکہ فی زمانہ تو لوگ اللہ پاک کی قسم ٹوٹنے اور اس پر کفارہ لازم ہونے سے بھی زیادہ بیوی کو طلاق واقع ہو جانے سے ڈرتے ہیں، تو اس مناسبت کی وجہ سے فقہاء اسے بھی قسم سے تعبیر کرتے ہیں۔ نیز اس میں محلوف بہ (طلاق) کی تعظیم کا کوئی پہلو بھی نہیں، بلکہ فقط کسی کام کو کرنے پر ابھارنا یا اس سے رکنا مقصود ہوتا ہے۔ لہذا اس پر غیر خدا کی قسم کی ممانعت والا حکم بھی عائد نہیں ہو گا۔

غیر خدا کی قسم ناجائز ہونے کے جزئیات:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد کی قسم کھانے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم، من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت" ترجمہ: بے شک اللہ پاک تمہیں اپنے باپ کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، جو شخص قسم کھائے، تو وہ اللہ کی قسم کھائے یا چُپ رہے۔

(الصحیح لبخاری، کتاب الایمان، باب لا تحلفوا بآبائکم، ج2، ص983، مطبوعہ کراچی)

اس ممانعت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اپنا عمل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "فواللہ ما حلفت بھا منذ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عنھا ذاکرا ولا آثرا" ترجمہ: اللہ کی قسم! جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح قسم کھانے کی ممانعت سنی ہے، تب سے میں نے نہ اپنی طرف سے اور نہ ہی کسی دوسرے سے نقل کرتے ہوئے اس طرح کی قسم کھائی ہے۔ (الصحیح لبخاری، کتاب الایمان، باب لا تحلفوا بآبائکم، ج2، ص983، مطبوعہ کراچی)

اللہ پاک کے نام اور صفات کے علاوہ کسی اور ذات، عبادت یا مقام کی قسم کھانے کی ممانعت اور ایسی قسم کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ ابو بکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "اما الیمین بغیر اللہ ۔۔وھوالیمین بالآباء والابناء والانبیاء والملائکۃ صلوات اللہ علیھم والصوم والصلاۃ وسائر الشرائع والکعبۃ والحرم وزمزم والقبر والمنبر ونحو ذلک، ولا یجوز الحلف بشیء من ذلک لما ذکرنا۔۔ولو حلف بذلک لا یعتد بہ ولا حکم لہ اصلا" ترجمہ: بہر حال غیر اللہ کی قسم کھانا: اور وہ باپ، بیٹوں، انبیاء اور فرشتوں (علیہم الصلوۃ والسلام)، روزے، نماز اور دیگر دینی احکام، کعبہ، حرم، زمزم، قبر، منبر اور اس کی مثل دیگر اشیاء کی قسم کھانا ہے اور ان میں سے کسی بھی چیز کی قسم کھانا، جائز نہیں، اس وجہ سے جو ہم نے ذکر کر دیا اور اگر اس طرح کسی نے قسم کھا بھی لی، تو وہ قسم کھانے والا شمار نہیں ہو گا اور اس قسم کا اصلاً کوئی حکم (کفارہ) نہیں ہو گا۔

(بدائع الصنائع، ج3، ص21، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

غیر خدا کی قسم ناجائز ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "والحکمۃ في النھي عن الحلف بالآباء انہ یقتضي تعظیم المحلوف بہ وحقیقۃ العظمۃ مختصۃ باللہ جلت عظمتہ، فلا یضاھي بہ غیرہ، وھکذا حکم غیر الآباء من سائر الاشیاء" ترجمہ: اور باپ کی قسم کھانے سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ بے شک قسم محلوف بہ (جس کی قسم کھائی جائے، اس) کی تعظیم کا تقاضا کرتی ہے اور حقیقی عظمت اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے، جس کی شان بلند و بالا

ہے، پس کوئی اور اس کے مشابہ نہیں اور یہی حکم باپ کے علاوہ دیگر اشیاء کی قسم کھانے کا بھی ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج23، ص175، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

اسی حکمت کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابو بکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "لان هذا النوع من الحلف لتعظيم المحلوف وهذا النوع من التعظيم لا يستحقه الا الله تعالى "ترجمہ: کیونکہ قسم کی یہ صورت محلوف (جس کی قسم کھائی جائے، اس) کی تعظیم کے لیے ہوتی ہے اور اس طرح کی تعظیم کی حق دار اللہ پاک ہی کی ذات ہے۔

(بدائع الصنائع، ج3، ص8، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

قرآنِ کریم میں بعض مخلوقات کی جو قسم ارشاد فرمائی گئی ہے، اس کے بارے میں علماء کے ارشادات:

پانچوی صدی کے مفسّر علامہ ابو الحسن علی بن فضّال رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "والنجم وما جرى مجراه من الاقسام التى اقسم الله بها، فقيل: تفضيلاً لها وتنويهاً بها، وقيل: بل المقسم به محذوف، ورب النجم ورب الطور ورب التين والزيتون وما اشبه ذلك "ترجمہ: (قرآنِ کریم میں) تارے کی قسم اور اس طرح کی دیگر قسمیں جو اللہ پاک نے ارشاد فرمائی ہیں، تو ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ ان چیزوں کی فضیلت اور شرف ظاہر کرنے کے لیے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں مقسم بہ (جس کی قسم کھائی جارہی ہے، وہ) محذوف ہے، (حقیقت میں) تارے کے رب کی قسم، طور کے رب کی قسم، انجیر اور زیتون کے رب کی قسم ہے۔ اور جو ان کی مثل قسمیں ہیں (وہاں پر بھی ایسے ہی ہے۔)

(النکت فی القرآن الکریم، ص468، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "واما قسم الله تعالى بمخلوقاته نحو: والصافات، والطور، والسماء والطارق، والتين والزيتون، والعاديات، فلله ان يقسم بما شاء من خلقه تنبيها على شرفه، او التقدير: ورب الطور وقال ابو عمر: لا ينبغي لاحد ان يحلف بغير الله لا بهذه الاقسام ولا بغيرها، لاجماع العلماء على ان من وجب له يمين على آخر في حق، فله ان يحلف له الا بالله "ترجمہ: اور بہر حال اللہ پاک کا اپنی مخلوقات کی قسم ارشاد فرمانا، جیسا کہ (قرآنِ پاک میں ہے) "ان کی قسم جو صف باندھے ہوئے ہیں، طور کی قسم، آسمان کی اور رات کو آنے والے کی قسم، انجیر کی قسم اور زیتون کی، ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں" تو اللہ پاک کے پاس اختیار ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم ارشاد فرمائے اس کے شرف پر تنبیہ کرتے ہوئے۔ یا (لفظِ ربّ کو) مقدّر ماننے کے ساتھ (حقیقت میں) "وربّ الطور" طور کے رب کی قسم ہے۔ ابو عمر نے کہا کہ (مخلوق میں سے) کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس طرح اور اس کے علاوہ دیگر الفاظ کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھائے، کیونکہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص کا کسی دوسرے کے لیے کسی حق کے معاملہ میں قسم کھانا ضروری ہو، تو وہ اللہ ہی کی قسم کھائے۔ (عمدۃ القاری، ج23، ص175، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "واما اقسامه تعالى بغيره، كالضحى والنجم والليل، فقالوا: انه مختص به تعالى، اذ له ان يعظم ما شاء وليس لنا ذلك بعد نهينا "ترجمہ: بہر حال اللہ پاک کا اپنے علاوہ کی قسم ارشاد

فرمانا، جیسا کہ (قرآنِ پاک میں ہے) "چڑھتے دن کے وقت کی قسم، تارے کی قسم اور رات کی قسم" تو علماء نے فرمایا: یہ اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ اس کے پاس اختیار ہے، وہ جسے چاہے عزت بخشے اور ہمیں منع کر دینے کے بعد ہمارے پاس کوئی اختیار باقی نہیں۔ **(ردالمحتار، ج3، ص705، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)**

بیوی کی طلاق کو کسی کام پر معلق کیا جائے، تو اسے قسم کہنے کی تفصیل:

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مع حاشیہ شلبی میں ہے: بین القوسین ماخوذا من حاشیة الشلبی: "والیمین بغیر اللہ تعالی (نحو قولک ان دخلت الدار فانت طالق) ایضا مشروع وھو تعلیق الجزاء بالشرط وھو لیس بیمین وضعا وانما سمی یمینا عند الفقھاء، لحصول معنی الیمین باللہ وھو الحمل او المنع ۔۔والیمین بغیرہ مکروھة عند البعض، للنھی الوارد فیہ وعند عامتھم لا یکرہ، لانہ یحصل بھا الوثیقة لا سیما فی زماننا (ای فان احدا لا یصدق ولا یؤتمن علیہ فی الیمین باللہ تعالی، لقلة مبالاة ظھرت فی الناس، فتمس الحاجة الی الوثیقة بالطلاق وغیرہ وقد روی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انہ حلف بالطلاق عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فلم ینکر علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو کان مکروھا، لانکر علیہ) وما روی من النھی محمول علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقة، کقولھم: بابیک ولعمرک ونحوہ" ترجمہ: اور غیر خدا کی قسم کھانا (مثلاً شوہر کا اپنی بیوی کو یوں کہنا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی، تو تجھے طلاق ہے) بھی مشروع ہے اور وہ جزاء کو شرط کے ساتھ معلق کرنا ہے اور یہ وضعی (بنیادی) طور پر قسم نہیں، اسے فقہاء کے نزدیک قسم کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کیونکہ اس سے بھی اللہ پاک کی قسم کھانے والا معنی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ کسی کام کو کرنے پر ابھارنا یا اس سے رُکنا ہے اور بعض علماء کے نزدیک (اس طرح) غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ ہے، کیونکہ اس معاملہ میں ممانعت وارد ہوئی ہے اور اکثر علماء کے نزدیک یہ مکروہ نہیں، کیونکہ اس کے ذریعہ اعتماد حاصل ہو جاتا ہے، بالخصوص ہمارے زمانے میں (کیونکہ لوگوں میں لاپرواہی ظاہر ہو جانے کی وجہ سے بعض اوقات اللہ پاک کی قسم کھانے کے باوجود کسی شخص کی بات نہیں مانی جاتی اور نہ ہی اس پر اعتماد کیا جاتا ہے، پس طلاق وغیرہ کے ذریعہ اعتماد حاصل کرنے کی حاجت پیش آتی ہے، اور حضرتِ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طلاق کی قسم کھائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا، اگر یہ قسم بھی مکروہ ہوتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ضرور انکار فرماتے) اور جو ممانعت وارد ہوئی ہے، تو وہ اعتماد والی صورت سے ہٹ کر غیر خدا کی قسم کھانے پر محمول ہے، جیسا کہ اہلِ عرب کا قول ہے: تیرے باپ کی قسم، تیری عمر کی قسم وغیرہ۔

(تبیین الحقائق مع حاشیہ شلبی، ج3، ص107، مطبوعہ ملتان)

اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "وحاصلہ: ان الیمین بغیرہ تعالی تارة یحصل بھا الوثیقة: ای اتثاق الخصم بصدق الحالف، کالتعلیق بالطلاق والعتاق مما لیس فیہ حرف القسم، وتارة لا یحصل مثل: وابیک ولعمری، فانہ لا یلزمہ بالحنث فیہ شیء، فلا تحصل بہ الوثیقة، بخلاف التعلیق المذکور والحدیث وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی ۔۔الخ محمول عند الاکثرین علی غیر

التعلیق، فانه یکره اتفاقا، لما فیه من مشارکة المقسم به لله تعالی فی التعظیم۔۔ وانما کانت الوثیقة فیه اکثر من الحلف بالله تعالی فی زماننا، لقلة المبالاة بالحنث ولزوم الکفارة اما التعلیق فیمتنع الحالف فیه من الحنث خوفا من وقوع الطلاق والعتاق وفی المعراج: فلو حلف به لا علی وجه الوثیقة او علی الماضی یکره "ترجمہ: اور حاصلِ کلام یہ ہے کہ بعض اوقات غیر خدا کی قسم کے ذریعہ اعتماد حاصل ہوتا ہے، یعنی قسم کھانے والے کی سچائی کا مدِ مقابل کو یقین دلانا ہوتا ہے، جیسا کہ بیوی کی طلاق یا غلام کی آزادی کو (کسی کام پر) معلق کرنے کی صورت میں ہوتا ہے، ایسے الفاظ استعمال کرکے کہ جن میں حرفِ قسم نہ ہو اور بعض اوقات اعتماد حاصل نہیں ہوتا، جیسے (یوں کہا جائے کہ) تیرے باپ کی قسم اور میری عمر کی قسم، کہ ایسی صورت میں قسم ٹوٹنے کی وجہ سے کچھ بھی لازم نہیں ہوگا، پس اس سے اعتماد بھی حاصل نہیں ہوگا، برخلاف طلاق کو معلق کرنے کی صورت میں۔ اور حدیثِ پاک (اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: جو قسم کھائے، تو وہ اللہ پاک ہی کی قسم کھائے) اکثر علماء کے نزدیک تعلیق (طلاق وغیرہ کو معلق کرنے) کے علاوہ پر محمول ہے کہ طلاق وغیرہ کو معلق کرنے کے علاوہ قسم کھانا بالاتفاق مکروہ ہے، کیونکہ اس صورت میں مُقسَم بہ (جس کی قسم کھائی جائے) کے تعظیم میں اللہ پاک کے شریک ہونے کا شبہ پایا جاتا ہے اور ہمارے زمانے میں اللہ پاک کی قسم کھانے سے بھی زیادہ طلاق کو معلق کرنے کی صورت میں اعتماد حاصل ہوتا ہے کہ اللہ پاک کی قسم کھانے کی صورت میں قسم ٹوٹنے اور اس پر کفارہ لازم ہونے میں لوگ لاپرواہی برتتے ہیں، بہر حال طلاق کو معلق کرنے کی صورت میں قسم کھانے والا قسم ٹوٹ جانے کے سبب طلاق واقع ہونے اور غلام آزاد ہو جانے کے خوف سے اس کام سے باز رہتا ہے۔ اور معراج الدرایہ میں ہے: اگر غیر خدا کی قسم اعتماد والی صورت سے ہٹ کر یا گزشتہ کسی معاملہ پر کھائی، تو یہ مکروہ ہے۔

(ردالمحتار، ج3، ص705، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

طلاق کو کسی کام پر معلق کرنے کی صورت میں محلوف بہ (طلاق) کی تعظیم کا کوئی پہلو نہیں ہوتا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "واما التعلیق فلیس فیه تعظیم، بل فیه الحمل او المنع مع حصول الوثیقة، فلا یکره اتفاقا کما هو ظاهر ما ذکرناه" بہر حال طلاق وغیرہ کو معلق کرنا، تو اس میں تعظیم والا معاملہ نہیں، بلکہ اس میں اعتماد حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ فقط کسی کام پر ابھارنا یا اس سے رکنا ہوتا ہے، لہذا یہ بالاتفاق مکروہ نہیں، جیسا کہ ہماری ذکر کردہ تفصیل کا ظاہر یہی ہے۔ (ردالمحتار، ج3، ص705، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

04 جمادی الاولی 1443ھ 09 دسمبر 2021ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

اولاد نہ ہو تو بیوی کو وراثت میں حصہ ملے گا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12998

تاریخ اجراء: یکم ربیع الاول 1445ھ/18 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو، تو شوہر کی جائیداد میں بیوی کا حق ہو گا یا نہیں؟ اور اگر شوہر کے دیگر ورثا بیوہ کا حصہ نہ دیں، تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں وراثت تقسیم کرنے سے پہلے لازم ہونے والے حقوق کی ادائیگی یعنی میت کی تجہیز و تکفین و تدفین کا خرچ، میت کے ذمہ اگر کوئی قرض تھا، تو اس کی ادائیگی اور اگر اس نے کوئی جائز وصیت کر رکھی تھی تو ایک تہائی ترکے کی حد تک وصیت نافذ کرنے کے بعد شوہر کی تمام جائیدادِ منقولہ و غیر منقولہ کا چوتھا حصہ (1/4) اس کی بیوہ کو دیا جائے گا۔ یہی خدائے احکم الحاکمین جل جلالہ کا فیصلہ ہے کہ جب مرنے والے شخص کی کوئی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوہ کو کل جائیداد کا چوتھا حصہ ملتا ہے۔ اگر خاوند کے ورثا اس کی بیوہ کو پورا حصہ نہیں دیں گے تو سخت گناہ گار، حق العبد میں گرفتار اور مستحقِ عذابِ نار ہوں گے۔

بیوہ کا حصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ”وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ“ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دَین نکال کر۔ (پارہ 4، سورۂ نساء، آیت 12)

مذکورہ آیتِ پاک کے تحت مفسرِ شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یہ بیوی کی میراث کا ذکر ہے، بیوی ایک ہو یا زیادہ، خلوت ہو چکی یا نہ اور خاوند کی اولاد نہ اس بیوی سے ہو، نہ دوسری بیوی سے، بہر حال اس کی

میراث یہ ہے کہ اس کے خاوند کے متروکہ مال کا چہارم یعنی 4 / 1 ملے گا، باقی تین حصے دوسرے وارثوں کے ہوں گے

"(تفسیرِ نعیمی، جلد4، صفحہ516، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کی وفات کے بعد اس کے جہیز کا مالک شوہر ہوگا یا نہیں؟

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-990

تاریخ اجراء: 28ذوالحجۃ الحرام1444ھ/17جولائی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک شخص کی بیوی انتقال کر گئی اور اس کی کوئی اولاد بھی نہیں، آیا کہ اس عورت کا جہیز واپس عورت کے والدین کو پہنچایا جائے گا یا شوہر ہی پورے جہیز کا مالک ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے انتقال کے بعد جہیز سمیت اس کی ملکیت میں موجود تمام سامان اس کا ترکہ بنے گا اور اس میں شوہر سمیت دیگر تمام ورثاء اپنے اپنے شرعی حصوں کے مطابق حق دار ہوں گے، مکمل جہیز پر صرف شوہر کا حق نہیں ہے بلکہ مرحومہ عورت کے ہاں اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر نصف ترکے میں حقدار ہو گا۔

امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جو کچھ زیور، کپڑا، برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا، اس کی مالک خاص عورت ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ256، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ”جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص ملک زوجہ ہوتا ہے، جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں، طلاق ہوئی تو کل لے گئی، اور مر گئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہو گا۔ ردالمحتار میں ہے: کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة وانه اذا طلقها تاخذه كله واذا ماتت يورث عنها یعنی ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، جب شوہر اس کو طلاق دے دے، تو وہ تمام جہیز لے لے گی اور جب عورت مر جائے، تو اس میں وراثت جاری ہو گی۔“ (فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ203، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر بیوی کو خرچ کے پیسے نہ دے تو بیوی بغیر اجازت پیسے لے سکتی ہے؟

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2502

تاریخ اجراء: 16 شعبان المعظم 1445ھ/27 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ اگر شوہر بیوی کو خرچ کے پیسے نہ دے تو شوہر کے پیسے جو بیوی کے پاس رکھے ہوئے ہیں، ان میں بیوی، بغیر اجازت شوہر خرچ کے پیسے لے سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر شوہر پورا خرچ نہیں دیتا یا اتنے پیسے دیتا ہے، جو بقدر کفایت نہیں (یعنی جن سے شوہر کے ذمہ لازم بیوی کی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں) تو ایسی صورت میں بیوی بغیر اجازتِ شوہر بقدر ضرورت پیسے لے سکتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ بیوی کی نیت غلط نہ ہو، ضرورت سے زیادہ پیسہ نہ نکالے، فضول خرچی نہ کرے۔ لہذا اگر واقعی ضرورت کے لیے بیوی ایسا کرتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ بیوی کا حق ہے۔

یہی سوال حضرت ہندہ زوجہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ان ابا سفیان شحیح لا یعطینی من النفقۃ ما یکفینی ویکفی بنی الا ما اخذت من مالہ بغیر علمہ فھل علی فی ذلک من جناح؟ فقال رسول للہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خذی من مالہ بالمعروف وما یکفیک ویکفی بنیک" ترجمہ: انہوں نے کہا کہ ابو سفیان تنگ دل آدمی ہے مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جس سے میری ضروریات اور میرے بیٹے کی ضروریات پوری ہوں تو میں ان کے مال سے بغیر بتائے مال نکال لیتی ہوں تو کیا ایسا کرنے سے مجھ پر کوئی گناہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے مال سے بھلائی کے ساتھ اتنا نکال لیا کرو جتنا تمہارے اور تمہارے بیٹے کے لیے کافی ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب القضیۃ، باب: قضیۃ ھند، حدیث: 1714، ص563، دار الحضارۃ)

اس حدیث کے تحت مرآۃ المناجیح میں مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”تم کو اجازت ہے کہ بقدر ضرورت ابوسفیان سے بغیر پوچھے ان کا مال لے سکتی ہو۔۔۔(اس سے معلوم ہوا کہ) بیوی ضرورت پر اپنے خاوند کا مال فروخت کر سکتی ہے۔“ (مرآۃ المناجیح، ج05، ص174، حسن پبلشرز، لاہور، ملتقطاً)

نفقہ کے متعلق بہار شریعت میں ہے: ”اور اگر شوہر بقدرِ کفایت عورت کو نہیں دیتا تو بغیر اجازتِ شوہر عورت اُس کے مال سے لے کر صرف کر سکتی ہے۔“ (بہار شریعت، ج02، حصہ08، ص267، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر کا بیوی کے مہر سے خریدی ہوئی چیز کھانا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13184

تاریخ اجراء: 05جمادی الثانی1445ھ/19اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی نے اپنے مہر کے پیسوں سے کوئی چیز خریدی تو شوہر وہ چیز کھا سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر بیوی اپنی دلی خوشی سے مہر کی رقم سے کوئی چیز منگوا کر شوہر کو دے، تو شوہر کا اسے کھانا گناہ نہیں بلکہ جائز اور باعثِ برکت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ”وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا“ ترجمہ کنز الایمان: اور عورتوں کے ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔ (پارہ4، سورۂ نساء، آیت4)

تفسیرِ بیضاوی و تفسیر ابی سعود میں ہے: ”روی ان ناسا کانوا یتاثمون ان یقبل احدھم من زوجتہ شیئا مما ساقہ الیھا، فنزلت“ یعنی مروی ہے کہ کچھ لوگ اپنی بیوی کی طرف اس چیز کو قبول کرنے سے بچتے تھے جو بیوی نے منگوائی ہو، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابی السعود، جلد2، صفحہ144، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیرات احمدیہ میں ہے: ”معناہ: فان وھبن ای الزوجات لکم یا ایھا الازواج بشیئ من المھر بطیبۃ انفسھن فخذوہ و کلوہ حال کونہ ھنیئا لا اثم فیہ، مریئا لا داء فیہ“ یعنی اس آیت کا معنی یہ ہے کہ پھر اے شوہرو! اگر تمہاری بیویاں مہر سے کوئی چیز اپنی خوشی سے تمہیں دیں، تو اسے لو اس حال میں کہ وہ خوشگوار ہے، جس میں کوئی گناہ نہیں، نفع بخش ہے جس میں کوئی بیماری نہیں۔ (تفسیرات احمدیہ، صفحہ152، مطبوعہ: قزان)

بدائع الصنائع میں ہے:"أباح للأزواج التناول من مهور النساء إذا طابت أنفسهن بذلك، ولذا علق سبحانه وتعالى الإباحة بطيب أنفسهن "یعنی اللہ پاک نے شوہر کے لئے عورتوں کے مہر سے کھانا مباح قرار دیا بشرطیکہ وہ اس پر دل سے راضی ہوں اور اسی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اباحت کو ان کی دلی خوشی پر معلق فرمایا۔
(بدائع الصنائع، جلد2، صفحہ290، مطبوعہ:بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:"عورت کے مہر کا پیسہ بہت مبارک ہے، اس میں شفا ہے"(تفسیر نعیمی، جلد4، صفحہ469، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

میاں بیوی کا اکیلے میں رقص (Dance) کرنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1380

تاریخ اجراء: 07 رجب المرجب 1445ھ/19 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی میں رقص (Dance) کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میاں بیوی تنہائی میں بھی رقص (ڈانس۔Dance) نہیں کر سکتے کہ مروجہ ڈانس تنہائی میں ہو یا لوگوں کے جھرمٹ میں بہر صورت ناجائز و حرام ہے، اور قبر و آخرت کے فکر مند ہر مسلمان پر اس سے بچنا شرعاً لازم و ضروری ہے، نیز اگر اس کے ساتھ میوزک بھی ہو، تو حکم اور زیادہ سخت ہے، لہذا اس سے بہر حال بچا جائے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”رقص اگر اس سے یہ متعارف ناچ مراد ہو تو مطلقاً ناجائز ہے زنانِ فواحش کا ناچ ہے اور متصوفہ زمانہ سے بھی بعید نہیں بلکہ معہود و معلوم و مشہور ہے، جب تو بنصوص قطعیہ قرآنیہ حرام ہے وقد تلوناھا فی فتاوٰنا۔ اب اُسے مستحب و قربت جاننا در کنار مباح ہی سمجھنے پر صراحۃً کفر کا الزام ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد:24، صفحہ 152:، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کے مسائل

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: Lar6750　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ: 24-08-2017

طلاق کے بارے میں غلط فہمیاں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل طلاق دینے کا رجحان بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی سی بات پر لوگ زبانی، تحریری یا فون پر اکٹھی تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور بعد میں بہت پریشان ہوتے ہیں اور دوبارہ صلح کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ شوہر نے اگر صریح الفاظ میں تین طلاقیں دے دی ہوں، تو کیا وہ تینوں نافذ ہو جاتی ہیں یا نہیں؟ رجوع کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اگر تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ کے رجوع ممکن نہیں، تو حلالہ کا طریقہ ارشاد فرمادیں۔ نیز تین طلاقیں ہو جانے کے باوجود لڑکا لڑکی اکٹھے رہیں، تو ان کا یوں رہنا کیسا ہے؟ گھر والوں، رشتہ داروں، دوست احباب، اہل محلہ کو کیا کرنا چاہیے؟

بعض لوگوں نے طلاق جیسے اہم شرعی مسئلہ میں کچھ باتیں گھڑی ہوئی ہوتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(1) غصہ میں طلاق نہیں ہوتی۔ (2) عورت جب تک نہ سنے، طلاق نہیں ہوتی۔ (3) عورت قبول نہ کرے، تو طلاق نہیں ہوتی۔ (4) طلاق دیتے وقت گواہ نہ ہوں، تو طلاق نہیں ہوتی۔ (5) جب تک لکھ کر نہ دو، طلاق نہیں ہوتی۔ (6) بعض کہتے ہیں کہ ساٹھ بندوں کو کھانا کھلا دو، تو دی ہوئی طلاقیں ختم ہو جاتی ہیں۔ (7) کورٹ والے کہتے ہیں کہ نوے دن کے اندر صلح ہو سکتی ہے چاہے جتنی بھی طلاقیں دی ہوں۔ (8) یونین کونسل والے کہتے ہیں کہ جب تک ہم طلاق کو نافذ نہ کریں، تب تک طلاق نہیں ہوتی اگرچہ جتنا مرضی وقت گزر جائے۔ (9) بعض کہتے ہیں کہ حمل میں طلاق نہیں ہوتی۔ (10) بعض لوگ واضح طور پر صریح الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کے بعد کہتے ہیں کہ میری طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، اس لیے طلاق نہیں ہوئی۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ان باتوں کا مختصر جواب تحریر فرمادیں تاکہ مسلمان شرعی حکم پر عمل پیرا ہو سکیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرعی طور پر جب تین طلاقیں ہو جائیں اگرچہ یہ طلاقیں لڑائی کے سبب ہوں یا بلاوجہ یا فون پر دی جائیں یا زبانی یا تحریری، بہر صورت عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ کے رجوع کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ﴾ ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی، تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت230)

حلالہ شرعیہ کی صورت یہ ہے کہ طلاق کی عدت پوری ہو جانے کے بعد وہ عورت کسی اور سے نکاحِ صحیح کرے اور دوسرے شوہر سے بعد از صحبت طلاق ہو جائے یا دوسرا شوہر فوت ہو جائے، تو عورت عدت گزار کر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗؕ-فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ﴾ ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی، تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی، جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے، تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ **(پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت230)**

اگر میاں بیوی تین طلاقوں کے باوجود بغیر حلالہ کے رجوع کریں، تو سخت گناہ گار و زانی ہوں گے۔ گھر والوں، رشتہ داروں اور اہل محلہ پر لازم ہے کہ وہ حسبِ استطاعت ان کو اکٹھے رہنے سے روکیں۔ اگر یہ دونوں باز نہ آئیں، تو ان سے قطع تعلق کرنا چاہیے۔ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس شخص نے مطلقہ ثلاثہ کو اپنے پاس رکھا ہے، وہ حرام کاری میں مبتلا ہوا۔ اہل محلہ اور رشتہ داروں کو اس سے ملنا جلنا ناجائز و گناہ تھا، جب تک وہ اس عورت کو اپنے سے جدا نہ کر دے اور بالاعلان توبہ نہ کرے۔"

(وقار الفتاوی، جلد3، صفحہ165، بزم وقار الدین، مطبوعہ کراچی)

طلاق کے حوالے سے جو سائل نے لوگوں کی باتیں لکھی ہیں، واقعی یہ عموماً سننے کو ملتی ہیں، جو کہ بالکل غلط اور خود ساختہ ہیں۔ مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو دلیل بنانا، ناجائز اور لوگوں کا طلاق جیسے اہم مسئلہ میں اس میاں بیوی کو یہ باتیں بتلا کر رجوع کی ترغیب دینا حرام ہے۔ جس شخص کو طلاق کے مسائل کا شرعی علم نہیں، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ طلاق کے مسئلہ میں اپنی رائے دے، کیونکہ بغیر علم کے فتوی دینا حرام ہے۔ حدیث پاک میں ہے "من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض۔ رواہ ابن عساکر عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "یعنی جو بغیر علم کے فتوی دے، اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اسے ابن عساکر نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ **(کنز العمال، جلد10، صفحہ193، حدیث29018، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)**

مختصراً ان صورتوں کا جواب دیا جاتا ہے، جو لوگوں نے گھڑ لی ہیں:

(1) غصہ میں طلاق: غصہ میں طلاق ہو جاتی ہے، بلکہ اکثر طلاق ہوتی ہی غصہ میں ہے۔ کوئی پیار سے طلاق نہیں دیتا۔ امام اہل سنت اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان فرماتے ہیں: "**غصہ مانعِ وقوعِ طلاق نہیں**، بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے، تو اسے مانع قرار دینا گویا حکمِ طلاق کا راساً ابطال ہے۔ **(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ383، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

(2) عورت کا طلاق سننا: جب شوہر طلاق دے، اسی وقت طلاق ہو جاتی ہے، عورت کا سننا ضروری نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "طلاق کے لیے **زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سننا ضرور نہیں**، جبکہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظِ طلاق ایسی آواز سے کہے، جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچے) عند اللہ طلاق ہو گئی۔ عورت کو خبر ہو، تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلّقہ جانے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ362، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) عورت کا طلاق قبول کرنا: شوہر کے طلاق دیتے ہی طلاق ہو جاتی ہے، عورت کا طلاق قبول کرنا، شرط نہیں۔ امام احمد رضا خان علیہ

رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:"اگر واقع میں اس شخص نے یہ خط آپ کو لکھا یا دوسرے کو عبارت مذکورہ بتا کر لکھوایا کہ میری عورت کی نسبت یہ الفاظ لکھ دے، تو جس وقت اس کے قلم یا زبان سے یہ لفظ نکلے، اسی وقت سے عورت پر ایک طلاق پڑ گئی اور اسی وقت سے عدّت کا شمار ہو گا اگرچہ یہ خط بڑودہ (سوال میں مذکور جگہ کا نام) نہ پہنچتا یا وہ خود ہی لکھ کر نہ بھیجتا یا مکتوب الہیم (جن کی طرف خط لکھا گیا) عورت کو نہ سُناتے کہ جو الفاظِ طلاق لکھے یا بتائے جب **ان میں کوئی شرط نہیں کہ یہ خط جب پہنچے یا سنایا جائے، اس وقت طلاق ہو**، تو ان کا لکھنا یا بتانا ہی طلاق کا موجب ہو گیا۔ بھیجنے، پہنچنے، سنانے پر توقف نہ رہا۔" **(فتاوٰی رضویہ، جلد12، صفحہ447، رضافاؤنڈیشن، لاھور)**

(4)**طلاق دیتے وقت گواہوں کا ہونا:** طلاق میں گواہوں کا ہونا ضروری نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے:"شوہرِ اول طلاق دینے کا مقر (اقرار کرتا) ہے ، مگر عذر صرف یہ کرتا ہے کہ طلاق خفیہ دی ، چار اشخاص کے سامنے نہ دی، لہٰذا اپنی جہالت سے طلاق نہ ہونا سمجھتا ہے، اگر ایسا ہے، تو اس کا دعوٰی غلط باطل ہے، طلاق بالکل تنہائی میں دے، جب بھی ہو جاتی ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ366، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

(5)بغیر تحریر کے فقط زبان سے طلاق دینا: شرعی طور پر طلاق زبان سے دی جائے یا تحریری، دونوں صورتوں میں طلاق ہو جاتی ہے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:"جب تین بار اس نے زبانی طلاق دے دی اور اس کا اسے اقرار ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، صرف یہ شبہ ہے کہ بلا تحریر دی ہے، لہٰذا نہ ہوئیں، تو عورت پر تینوں طلاقیں ہو جانے کا حکم ہے۔ عورت اب اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو گئی کہ بے حلالہ اب کبھی اس پر حلال نہیں ہو سکتی۔ یہ بے ہودہ عذر عدمِ تحریر محض باطل، بالکل ناکارہ اور مردود ہے۔ **طلاق ہو جانے کے لیے تحریر ہر گز لازم نہیں۔**" **(فتاوی مصطفویہ، صفحہ366، شبیر برادرز، لاھور)**

(6)ساٹھ بندوں کو کھانا کھلانا: تین طلاقوں کے بعد سوائے حلالہ کے کوئی صورت رجوع کی نہیں ہے۔ ساٹھ تو کیا ہزار مساکین کو بھی کھانا کھلا دیا جائے، تب بھی عورت حرام رہے گی۔ **طلاق ثلاثہ کا تحقیقی جائزہ** میں ہے:"بعض لوگ حیلے بہانے بنانے کی کوشش کرتے ہیں، نفس کہے گا شریعت میں اتنی سختی نہیں، لہٰذا غلطی سے یا پتہ نہ ہو، تو طلاق نہیں ہوتی، بعض رشتہ دار دوست احباب اسے کہتے ہیں: " **ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دو رجوع ہو جائے گا**"، بعض کہتے ہیں: " غصے اور حمل کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی، جب تک بیوی نہ سنے یا طلاق نامہ وصول نہ کرے، طلاق ہوتی ہی نہیں" حالانکہ یہ سب غلط ہے۔"

(طلاق ثلاثہ کا تحقیقی جائزہ، صفحہ12، مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاھور)

(7)نوے دن کے اندر صلح: ایک یا دو صریح طلاق دی ہو، تو عدت کے اندر رجوع ہو سکتا ہے، لیکن تین طلاقوں کے بعد قرآن کا واضح حکم ہے کہ بغیر حلالہ رجوع نہیں۔ نوے دن کے اندر صلح کو کہنا عورت کو کھیل بنانا ہے کہ شوہر جب چاہے طلاقیں دے اور پھر نوے دن کے اندر رجوع کر لے۔ زمانہ جاہلیت میں یہی ظلم تو عورتوں پر ہوتا تھا کہ کئی طلاقیں دینے کے بعد عدت کے اندر رجوع کر لیتے تھے۔ اللہ

عزوجل نے اس ظلم کو ختم کرتے ہوئے فقط دو طلاقوں تک رجوع کی اجازت دی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: "عن عائشة قالت لم يكن للطلاق وقت، يطلقُ الرجل امرأته ثم يراجعها ما لم تنقض العدة وكان بين رَجل من الأنصار وبين أهله بعضُ ما يكون بين الناس فقال والله لأترككنك لا أيِّمًا ولا ذات زوج، فجعل يطلقها حتى اذا كادت العدة أن تنقضي راجعها، ففعل ذلك مرارًا، فأنزل الله عزوجل فيه﴿الطَّلاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ فوقَّتَ الطلاق ثلاثًا لا رجعة فيه بعد الثالثة حتى تنكح زوجًا غيره" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے طلاق کا کوئی وقت نہ تھا۔ شوہر بیوی کو طلاق دیتا، پھر عدت پوری ہونے سے قبل رجوع کر لیتا۔ انصار میں سے ایک میاں بیوی کی باہم ناچاقی ہوئی، تو شوہر نے بیوی سے کہا: اللہ کی قسم میں تجھے نہ بیوی اور نہ طلاق یافتہ رہنے دوں گا۔ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے قبل رجوع کر لیتا۔ اس نے ایسا بار بار کیا، تو اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا: یہ طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، تو تین طلاقوں تک حد قائم کر دی گئی کہ تین طلاقوں کے بعد رجوع نہیں۔ یہاں تک کہ بیوی دوسرے سے نکاح وصحبت نہ کرے۔ (یعنی حلالہ نہ کرلے)

(تفسیر ابن کثیر، جلد1، صفحہ546، مطبوعہ پشاور)

(8) یونین کونسل والوں کا طلاق نافذ کرنا: یونین کونسل والوں کا کہنا کہ " جب تک ہم طلاق نافذ نہ کریں گے، طلاق نہیں ہوگی" یہ جہالت اور شریعت پر افتراء ہے، قرآن وحدیث میں تو ایسا کچھ نہیں فرمایا گیا۔ یونین کونسل والے اب چند سالوں میں وجود میں آئے ہیں، ان سے صدیوں پہلے تک جو زبانی نکاح وطلاق ہوا کرتے تھے اور طلاق کے بعد عورت آگے دوسرے شخص سے نکاح کرتی تھی، کیا وہ سب حرام تھا؟

(9) حمل میں طلاق: حاملہ کو بھی طلاق ہو جاتی ہے اور اس کی عدت وضع حمل ہے۔ یہی قرآن وحدیث کا فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حاملہ عورتوں کی خود عدت بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔ **(پارہ28، سورۃ الطلاق، آیت4)**

سنن کبری للبیہقی میں ہے: "عن أم كلثوم بنت عقبة أنها كانت تحت الزبير فطلقها وهي حامل فذهب الى المسجد فجاء وقد وضعت ما في بطنها فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر له ما صنع فقال: بلغ الكتاب أجله" ترجمہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، انہوں نے حمل کی حالت میں انہیں طلاق دے دی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے، وہ مسجد میں پہنچے، تو ام کلثوم نے اپنے پیٹ میں موجود بچے کو پیدا کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا معاملہ عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اپنی مدت کو پہنچ گئی۔ (یعنی قرآن میں حاملہ کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے، وہ عدت پوری ہوگئی۔)

(سنن کبری للبیہقی، باب عدۃ الحامل المطلقۃ، جلد3، صفحہ154، مطبوعہ کراچی)

(10)طلاق دیتے وقت نیت: جب صریح الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں، تو نیت ہو یا نہ ہو بہر صورت تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اگر نکاح و طلاق میں اس قسم کی نیتوں کا اعتبار کیا جائے، تو احکام معطل ہو جائیں۔ جیسے کوئی شادی کے ایک سال بعد بیوی سے کہے کہ میں نے گھر والوں کے کہنے پر بغیر نیت ہی تمہارے ساتھ نکاح کیا تھا یا کوئی بیوی کو طلاق دے، جب وہ عدت گزار کر کسی دوسرے سے نکاح کرلے، تو پہلا شوہر کہے: میں نے تو بغیر نیت طلاق دی تھی۔ الغرض نکاح و طلاق مذاق بن کر رہ جائیں گے۔ شرح السنہ للبغوی میں ہے:

"اتفق أهل العلم على أن طلاق الهازل يقع واذا جرى صريح لفظ الطلاق على لسان العاقل البالغ لا ينفعه أن يقول كنت فيه لاعبا أو هازلا لأنه لو قبل ذلك منه لتعطلت الأحكام "ترجمہ: اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مذاق میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر عاقل بالغ آدمی کی زبان پر صریح طلاق کے الفاظ جاری ہوں، تو بعد میں اس کا یہ کہنا اسے نفع نہیں دے گا کہ میں نے یہ کھیل کے طور پر یا مذاق کے طور پر کہا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس عذر کو قبول کرلیا جائے، تو پھر احکام معطل ہو کر رہ جائیں گے۔

(شرح السنة، باب الطلاق على الهزل، جلد9، صفحہ220، مطبوعہ بیروت)

نوٹ! یہ بات یاد رہے کہ طلاق کے مسئلہ میں علمائے کرام کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی شرعی طریقہ سے میاں بیوی کا گھر بچ جائے، لیکن جب بچت کی کوئی صورت نہ ہو، تو عالم ایسا نہیں کر سکتا کہ بغیر شرعی دلیل کے میاں بیوی کی صلح کروادے، لہٰذا تین طلاقیں دینے کے بعد علماء سے بد ظن نہ ہوا جائے کہ یہ بچت کی کوئی صورت نہیں نکالتے۔ علماء کرام کو کیا ضرورت ہے کسی کا گھر خراب کرنے کی؟ علماء کی ذمہ داری شرعی حکم بیان کرنا ہے نہ کہ کسی کا گھر بچانے کی خاطر اپنی آخرت خراب کرنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " من أسوأ الناس منزلة من أذهب آخرته بدنيا غيره " ترجمہ: لوگوں میں سب سے بڑا بد بخت وہ شخص ہے، جو غیر کی دنیا کے لیے اپنی آخرت خراب کرے۔

(شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل، جلد5، صفحہ358، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو احمد محمد انس رضا عطاری

01ذو الحجہ1438ھ/24اگست2017ء

الجواب صحیح

محمد ہاشم خان عطاری مدنی

خوفِ خدا و عشقِ مصطفےٰ کے حصول کیلئے ہر ہفتے کو عشا کی نماز کے بعد امیرِ اہلِ سنّت کا مَدَنی مذاکرہ دیکھنے سننے اور ہر جُمعرات مغرِب کی نَماز کے بعد عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک، دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں بہ نیتِ ثواب ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجاء ہے

نوٹ! دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے یا تحریر کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج daruliftaahlesunnat کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں

1

ریفرنس نمبر: Gul 2332 تاریخ: 15-10-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ تین طلاقیں جب بھی دی جائیں تین ہی ہوتی ہیں، چاہے ایک مجلس میں ہوں یا الگ الگ مجلس میں۔ مگر کچھ لوگوں نے یہ دو احادیث ہمیں بتائی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہے، اس کے بارے میں شرعی رہنمائی فرمائیں کہ ان احادیث کا کیا جواب ہے؟

پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دی تھیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو ایک شمار کیا اور ان کی زوجہ کو لوٹا دیا تھا، اور زوجہ دوبارہ ان کے پاس چلی گئی تھیں۔

دوسری حدیث مسلم شریف کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک ہوتی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قرآن وحدیث، ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین اور اجماع اہلسنت سے یہ ثابت ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں چاہے ایک مجلس میں دی جائیں یا الگ الگ دی جائیں، اس کے دلائل پر دارالافتاء اہلسنت کا الگ سے تفصیلی فتوی موجود ہے۔ یہاں ہم صرف سوال میں مذکور دونوں احادیث کے جواب لکھیں گے۔

پہلی حدیث کے جوابات:

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طلاق دینے والی جو احادیث ہیں، ان میں اصح احادیث وہ ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے طلاق بتّہ دی تھی، تین طلاقیں نہیں دی تھیں، طلاق بتّہ میں ایک طلاق کا بھی احتمال ہے اور تین طلاقوں کا بھی احتمال ہے، احادیث کے مطابق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایک طلاق دی ہے یا تین، تو

انہوں نے عرض کی کہ میں نے ایک طلاق ہی کی نیت کی تھی، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق شمار فرمائی تھی، مگر بعض راویوں نے تین طلاق والے احتمال کو لے کر معنوی طور پر یہ روایت کر دی کہ انہوں نے تین طلاقیں دی تھیں، حالانکہ معاملہ حقیقت میں ایسا نہیں تھا، نیز حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے میں جو تین طلاق کی روایت ہے، اس کے راوی مجہول ہیں، اس روایت سے استدلال ہو ہی نہیں سکتا۔

سنن ابی داؤد میں ہے: "عن عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده: انه طلق امرأته البتّة، فأتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وسلم، فقال: ما أردت؟ قال: واحدة، قال آلله؟ قال: آلله، قال: هو علی ما أردت" ترجمہ: عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتّہ دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کتنی طلاق دینے کی نیت تھی؟ عرض کی: ایک طلاق کی نیت تھی، فرمایا: کیا تم اللہ کی قسم اٹھاتے ہو؟ عرض کی: جی ہاں اللہ کی قسم ہے۔ فرمایا: پھر اتنی ہی طلاقیں ہیں جتنی کی تمہاری نیت تھی۔
(سنن ابی داؤد، جلد1، صفحہ318، مطبوعہ لاھور)

جس حدیث میں طلاق بتّہ کے الفاظ ہیں، وہ حدیث اصح ہے، اس حدیث سے جس میں تین طلاق کے الفاظ ہیں۔ چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "قال ابوداؤد: وهذا اصح من حديث ابن جريج: ان رکانة طلق امراته ثلاثا، لانهم اهل بيته وهم اعلم به" یعنی امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث اصح ہے اس حدیث سے جو ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں دی تھیں۔ اصح کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہی روایت ہے اور اہل وعیال اپنے گھر کے واقعے کو زیادہ بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد، جلد1، صفحہ318، مطبوعہ لاھور)

معالم السنن شرح سنن ابی داؤد میں علامہ محدث ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں جس میں حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین طلاق دینے کا ذکر ہے۔ "قال الشيخ: في اسناد هذا الحديث مقال لان ابن جريج انما رواه عن بعض بني ابي رافع والمجهول لا يقوم به الحجة، وقد روى ابوداؤد هذا الحديث باسناد اجود منه ان رکانة طلق امراته البتة۔۔۔۔۔ قال الشيخ: قد يحتمل ان يكون حديث ابن جريج انما رواه الراوي على المعنى دون اللفظ، وذلك ان الناس قد اختلفوا في البتة، فقال بعضهم هي ثلاثة، وقال بعضهم هي واحدة، وكأن الراوي له ممن يذهب مذهب الثلاث، فحكى انه قال: انى طلقتها ثلاثا، يريد البتة التي حكمها عنده حكم الثلاث، والله اعلم" ترجمہ: شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے، کیونکہ ابن جریج

رحمہ اللہ نے اسے بنی ابی رافع کے بعض لوگوں سے روایت کیا، (اور وہ بعض لوگ مجہول ہیں) اور مجہول سے دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسی حدیث کو بہترین اسناد کے ساتھ ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ کو طلاق بتہ دی تھی۔۔۔۔۔۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا اس بات کا احتمال ہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ سے جو حدیث روایت ہے وہ الفاظ میں روایت نہ ہو بلکہ معنی کے اعتبار سے روایت کی گئی ہو، کیونکہ طلاق بتّہ میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک یہ تین طلاقیں ہیں اور بعض کے نزدیک یہ ایک طلاق ہے، جس راوی نے اس کو تین طلاق کے الفاظ سے روایت کیا اس کا موقف گویا کہ وہی تھا کہ جو طلاق بتّہ کو تین طلاقیں شمار کرتے تھے، تو اس نے الفاظ تین طلاق کے روایت کیے، مگر اس کی مراد وہی طلاق بتّہ تھی جس کا حکم اس کے نزدیک تین طلاقوں والا تھا۔

(معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، جلد2، صفحہ448، مطبوعہ بیروت)

امام محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "أما الرواية التى رواها المخالفون ان ركانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة، فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين، وانما الصحيح منها ما قدمناه انه طلقها البتة، ولفظ البتة محتمل للواحدة وللثلاث، ولعل صاحب هذه الرواية الضعيفة اعتقد ان لفظ البتة يقتضى الثلاث فرواه بالمعنى الذى فهمه وغلط فى ذلك" ترجمہ: وہ روایت جو مخالفین نے ذکر کی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں دی تھیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک شمار کیا، یہ ضعیف روایت ہے، مجہول لوگوں سے روایت ہے۔ اس میں صحیح روایت وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی کہ انہوں نے طلاق بتّہ دی تھی اور بتّہ کا لفظ ایک طلاق کا احتمال بھی رکھتا ہے اور تین کا بھی احتمال رکھتا ہے، جس راوی نے تین طلاق کا لفظ ذکر کیا اس کے گمان کے مطابق لفظ بتّہ تین کا تقاضا کرتا تھا، اس لیے اس نے معنوی طور پر تین طلاق کا ذکر کر دیا جو کہ غلط ہے۔

(شرح صحیح مسلم، جلد10، صفحہ64، مطبوعہ قاھرہ)

وقار الفتاوی میں ہے: "صحیح یہی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں، بلکہ طلاق بتہ دی تھی، راوی نے اپنی روایت میں بتہ کے معنی تین سمجھ کر ثلاث کا لفظ بڑھا دیا، کیونکہ بتہ کا لفظ ایک اور تین دونوں کا تھا، لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے پوچھا، تو انہوں نے عرض کیا کہ میری نیت ایک کی ہے، جیسا کہ اوپر صحیح روایت میں نقل کیا گیا۔" (وقار الفتاوی، جلد3، صفحہ170، مطبوعہ کراچی)

دوسری حدیث کے جوابات:

محدثین وفقہاء نے اس حدیث پاک کے بارے میں فرمایا کہ اول زمانہ میں جب طلاق دی جاتی تھی، تو الفاظ اگرچہ تین مرتبہ طلاق کے بولے جاتے تھے، مگر پہلی مرتبہ طلاق کے الفاظ طلاق کے لیے ہوتے تھے اور دوسری اور تیسری مرتبہ کے

الفاظ طلاق کے لیے نہیں، بلکہ تاکید کے طور پر بولے جاتے تھے، اس لیے ایک طلاق شمار ہوتی تھی، کیونکہ طلاق دی ہی ایک جاتی تھی، پھر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں نے تین مرتبہ طلاق کے الفاظ تین طلاقوں کے لیے ہی بولنا شروع کر دیا، تو انہوں نے تین طلاقیں ہی شمار کیں۔ نیز "تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں" کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا کہ اب جو نتیجہ لوگ تین طلاقوں سے حاصل کرتے ہیں (کہ نکاح ختم ہو جائے)، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں وہی نتیجہ ایک طلاق سے حاصل کیا جاتا تھا۔

شیخ الاسلام، امام، محدث محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اما حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فاختلف العلماء فی جوابہ وتاویلہ، فالاصح ان معناہ، انہ کان فی اول الامر اذا قال لھا انت طالق انت طالق انت طالق لم ینو تاکیدا ولا استئنافا یحکم بوقوع طلقة لقلة ارادتھم الاستئناف بذلک، فحمل علی الغالب الذی ھو ارادة التاکید، فلما کان فی زمن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وکثر استعمال الناس بھذہ الصیغة وغلب منھم ارادة الاستئناف بھا حملت عند الاطلاق علی الثلاث عملا بالغالب السابق الی الفھم منھا فی ذلک العصر" ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں علماء نے مختلف جوابات ارشاد فرمائے، صحیح یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اول زمانہ میں جب شوہر، زوجہ سے کہتا کہ تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، جس میں وہ تاکید یا نئی طلاق کے واقع ہونے کی نیت نہ بھی کرتا، تب بھی ایک طلاق واقع ہوتی، کیونکہ دوسرے اور تیسرے الفاظ سے نئی طلاق دینے کی نیت کم ہی ہوتی تھی، غالب طور پر تاکید کا ارادہ ہوتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے کثرت سے طلاق کے صیغے بولنا شروع کر دیئے اور ان سے غالب طور پر نئی طلاق ہی کا ارادہ ہوتا تھا، تو پھر ان تین صیغوں کو تین طلاقیں ہی شمار کیا جانے لگا، کیونکہ اس زمانے میں غالب طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ تین صیغوں سے تین الگ الگ طلاقیں دی گئی ہیں۔ **(شرح صحیح مسلم، جلد10، صفحہ64، مطبوعہ قاھرہ)**

فتح القدیر جلد 3، صفحہ 453، مطبوعہ کوئٹہ اور تبیین الحقائق میں ہے: "واللفظ للتبیین: والجواب عن الحدیث الاول من وجھین: احدھما انہ انکار علی من یخرج عن سنة الطلاق بایقاع الثلاث واخبار عن تساھل الناس فی مخالفة السنة فی الزمان المتاخر عن العصرین کانہ قال: الطلاق الموقع الآن ثلاثا کان فی ذینک العصرین واحدة کما یقال کان الشجاع الآن جبانا فی عصر الصحابة اجمعین۔ والثانی ان قول الزوج انت طالق انت طالق انت طلاق، کانت طلقة واحدة فی العصرین لقصدھم التاکید والاخبار، وصار الناس بعدھم یقصدون بہ التجدید والانشاء فالزمھم عمر ذلک لعلمہ بقصدھم" ترجمہ: پہلی حدیث (یعنی ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث) کا جواب دو طریقے سے دیا گیا ہے، ایک جواب یہ ہے کہ یہاں اس شخص کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جو طلاق کے سنت طریقے کو چھوڑ کر تینوں طلاقیں ایک ساتھ واقع کرتا ہے، اور خبر دی گئی ہے کہ پہلے دو زمانوں کے بعد لوگ سنت کی مخالفت کرتے ہوئے تساہل میں مبتلا ہو گئے تھے تو ان کے لیے کہا گیا کہ آج جو تین طلاقیں دی جاتی ہیں، پہلے دو زمانوں میں یہ ایک طلاق دی جاتی تھی۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ جو شخص آج بہادر سمجھا جاتا ہے وہ صحابہ کے زمانہ میں بزدل سمجھا جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلے دو زمانے میں جب شوہر تین مرتبہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، کہتا تھا تو وہ ایک طلاق ہی دیتا تھا کیونکہ باقی دو مرتبہ طلاق کے الفاظ سے وہ تاکید اور خبر کا ارادہ کرتا تھا، بعد میں لوگ تینوں الفاظ سے الگ الگ طلاق دینے کا قصد کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ارادے کو جانتے ہوئے تین لازم کر دیں۔

(تبیین الحقائق، جلد3، صفحہ26، مطبوعہ کراچی)

یاد رہے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان عرف وعادت کا اختلاف صرف اسی طلاق کے مسئلے میں نہیں تھا، بلکہ احادیث سے دیگر مسائل میں بھی ان زمانوں میں عرف وعادت کا اختلاف ثابت ہے، جیسا کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتیں مسجد میں آکر نماز پڑھتی تھیں، بلکہ احادیث میں فرمایا گیا کہ انہیں مسجد میں آنے سے منع نہ کرو، مگر جب عادتیں بدل گئیں، لوگوں میں فساد کی ابتدا ہوئی، تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی تائید فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اگر اس زمانے میں ہوتے، تو وہ بھی منع فرما دیتے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے: "عن عمرة عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، قالت: لو أدرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل قلت لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم" ترجمہ: حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمانے کو پاتے جس میں عورتوں نے فساد پیدا کر لیے ہیں، تو انہیں مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔

(الصحیح لبخاری، جلد1، صفحہ190، مطبوعہ لاہور)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ عبد الرحمن بن احمد بن رجب بغدادی حنبلی رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں: "تشیر عائشة رضی اللہ عنہا الی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یرخص فی بعض ما

یرخص فیه حیث لم یکن فی زمنه فساد، ثم یطرء الفساد ویحدث بعده، فلو أدرک ما حدث بعده لما استمر علی الرخصة، بل نهی عنه، فانه انما یأمر بالصلاح وینهی عن الفساد "ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بعض چیزوں میں اس لیے رخصت عطا فرماتے تھے کہ ان کے زمانے میں فساد نہیں تھا، پھر فساد طاری ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے بعد پیدا ہوا، تو اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس فساد کے زمانے کو پاتے، تو رخصت برقرار نہ رکھتے، بلکہ اس سے منع فرما دیتے کیونکہ آپ اصلاح والا حکم ارشاد فرماتے اور فساد سے منع فرماتے تھے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی، جلد5، صفحہ308، مطبوعہ ریاض)

محیط برہانی میں ہے: "عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه: انه نهی النساء عن الخروج الی المساجد، فشکون الی عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها، فقالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها: لو علم النبی علیه السلام ما علم عمر ما أذن لکم فی الخروج "ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا، تو عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جو عمر جانتے ہیں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دیکھتے، تو تمہیں مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔

(محیط برہانی، جلد2، صفحہ102، مطبوعہ بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــ

بیوی کو حیض کی حالت میں 3 طلاق دینا

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری عطاری

فتوی نمبر: Web-932

تاریخ اجراء: 07ذوالقعدۃالحرام1444ھ/27مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت حیض کی حالت میں ہو اور اس کا شوہر اسے تین طلاقیں دے، تو کیا طلاق ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مدخولہ بیوی کو حیض میں طلاق دینا حرام ہے اگرچہ اس حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک ساتھ تین طلاقیں دینا بھی جائز نہیں، اور اگر دیں تو تینوں طلاقیں ہو جائیں گی اور شوہر گناہگار ہو گا۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ”حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکمِ الٰہی فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (ترجمہ کنزالایمان: تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو) مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور یہ گناہگار۔“ (فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ 332، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

در مختار میں ہے: ”(والبدعی ثلاث متفرقة) او ثنتان بمرة او مرتین فی طهر واحد (لا رجعة فیه او واحدة فی طهر وطئت فیه او) واحدة فی (حیض موطوءة)“ یعنی طلاقِ بدعت یہ ہے کہ ایک ایسے طہر میں تین متفرق طلاقیں یا دو طلاقیں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ میں دے جس میں رجعت نہ کی ہو یا ایک طلاق ایسے طہر میں دے جس میں وطی کر لی گئی ہو یا مدخولہ کو حیض میں ایک طلاق دے۔ (در مختار، جلد4، صفحہ 423-424، مطبوعہ: کوئٹہ)

بیوی کو حیض میں طلاق دینے سے شوہر گناہگار ہو گا اور طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے: ”واذا طلق الرجل امرأته فی حالة الحیض وقع الطلاق“ یعنی جب مرد نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو گئی۔“

اس کے تحت بنایہ شرح ہدایہ میں ہے: ”ویأثم باجماع الفقهاء“ اور (حیض کی حالت میں طلاق دینے والا) باجماعِ فقہاء گناہگار ہو گا۔“ (البنایة فی شرح الهدایة، جلد5، صفحه17، کوئٹه)

سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ایک بار تین طلاق دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ اجماعِ مذاہبِ اربعہ تین طلاقیں مغلظہ ہو جاتی ہیں۔ امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں۔۔۔۔ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے، زید گناہگار ہوا اور عورت اس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ ہر گز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، اگر یُونہی رجوع کر لی، بلا حلالہ نکاحِ جدید باہم کر لیا تو دونوں مبتلائے حرامکاری ہوں گے اور عمر بھر حرام کاری کریں گے۔“ (فتاوی رضویه، جلد12، صفحه410، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

تنبیہ: عورت کو حیض میں طلاق دی گئی ہو تو طلاق والا حیض عدت میں شمار نہیں ہو گا بلکہ وہ حیض ختم ہو کر ایک طُہر گزرنے کے بعد پورے تین حیض ختم ہونے پر عدت پوری ہو گی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: ”اذا طلق امرأته فی حالة الحیض کان علیها الاعتداد بثلاث حیض کوامل ولا تحتسب هذه الحیضة من العدة کذا فی الظهیریة۔“ یعنی اگر شوہر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو اس پر تین کامل حیض عدت گزارنا ضروری ہے اور اس (طلاق والے) حیض کو عدت میں شمار نہیں کیا جائے گا اسی طرح ظہیریہ میں ہے۔“ (الفتاوی الهندیة، جلد1، صفحه527، کوئٹه)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا مذاق میں بھی ظہار ہو جاتا ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13244

تاریخ اجراء: 08رجب المرجب1445ھ/20جنوری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مذاق میں بھی ظہار ہو جاتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! مذاق مسخری کی حالت میں بھی ظہار واقع ہو جاتا ہے اور مرد پر ظہار کا کفارہ لازم ہوتا ہے کہ ظہار درست واقع ہونے کے لیے رضامندی اور سنجیدگی کا پایا جانا کوئی شرط نہیں۔

یاد رہے کہ ظہار سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو یا اُس کے کسی ایسے جزء کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو، کسی ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اُس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ ظہار کا حکم یہ ہے کہ مرد جب تک ظہار کا کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اپنی اُس عورت سے جماع کرنا، یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا، یا اُس کو چھونا، یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

مذاق میں بھی ظہار واقع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: ”وکونه جادا ليس بشرط لصحة الظهار حتى يصح ظهار الهازل۔“ یعنی ظہار درست ہونے کے لیے سنجیدگی شرط نہیں ہے، لہذا مذاق کرنے والے شخص کا ظہار بھی درست واقع ہو گا۔ (الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، ج01، ص508، مطبوعه پشاور)

بہار شریعت میں ہے: ”**ہنسی مذاق میں** یا نشہ میں یا مجبور کیا گیا اس حالت میں یا زبان سے غلطی میں **ظہار کا لفظ نکل گیا تو ظہار ہے۔**“ (بہارِ شریعت، ج02، ص206، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ظہار کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ ابو بکر بن مسعود بن احمد کاسانی علیہ الرحمہ بدائع الصنائع میں نقل فرماتے ہیں: ”وأما حكم الظهار فللظهار أحكام: منها حرمة الوطء قبل التكفير۔۔۔۔ومنها حرمة الاستمتاع بها

من المباشرة والتقبيل واللمس عن شهوة والنظر إلى فرجها عن شهوة قبل أن يكفر؛ لقوله عز وجل {مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا} وأخف ما يقع عليه اسم المس هو اللمس باليد إذ هو حقيقة لهما جميعا أعني الجماع واللمس باليد لوجود معنى المس باليد فيهما؛ ولأن الاستمتاع داع إلى الجماع فإذا حرم الجماع حرم الداعي إليه إذ لو لم يحرم لأدى إلى التناقض۔"ترجمہ:"ظہار کے چند احکام ہیں انہی احکام میں سے ایک حکم مرد کا ظہار کا کفارہ ادا کرنے سے قبل اپنی عورت سے وطی کا حرام ہونا ہے۔۔۔یونہی کفارے سے پہلے عورت سے استمتاع کا حرام ہونا بھی ہے یعنی مباشرت، شہوت کے ساتھ بیوی کا بوسہ لینا یا اُسے چھونا، یونہی شہوت کے ساتھ اُس کی فرج کی طرف نظر کرنا بھی حرام ہے اس ارشادِ باری تعالیٰ کی وجہ سے {مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا یعنی قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں} اور مس کا جو سب سے ہلکا اطلاق ہوتا ہے وہ ہاتھ سے چھونا ہے کیونکہ یہ درحقیقت ان دونوں کو شامل ہے میری اس سے مراد جماع اور ہاتھ سے چھونا ہے کیونکہ ان دونوں ہی میں ہاتھ سے چھونا پایا جاتا ہے۔واضح ہوا کہ استمتاع جماع کی طرف بلانے والا ہے، لہذا جب جماع حرام ہے تو جماع کی طرف بلانے والے امور بھی حرام ہوں گے کہ اگر یہ دواعی جماع حرام نہ ہوں تو یہ بات تناقض کی طرف لے جانے والی ہو گی۔"(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الظهار، ج03، ص234، دار الكتب العلمية، بيروت، ملتقطاً)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ظہار سے متعلق نقل فرماتے ہیں:"ظہار کے یہ معنے ہیں کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جزوِ شائع یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔۔۔۔ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا اُس کو چھونا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں۔"(بہارِ شریعت، ج02، ص205-208، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

نوٹ: ظہار سے متعلق مزید مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب "بہارِ شریعت، جلد02، صفحہ 205 تا 217" سے "ظہار کا بیان" پڑھنا بے حد مفید رہے گا۔اس کتاب کو دعوت اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net سے ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا میاں بیوی کے کچھ عرصہ دور رہنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2266

تاریخ اجراء: 29 جمادی الاول 1445ھ/14 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میری بیوی مجھ سے چند سال سے دور ہے، میں واپسی چاہتا ہوں، لیکن وہ نہیں مانتی، یہ مسئلہ میں نے پنچائت میں دائر کروایا، تو پنچائت کے بڑے کہتے ہیں کہ تین ماہ میاں بیوی نہ ملیں، تو طلاق ہو جاتی ہے۔ آپ پہلے اس کا فتوی کہیں سے حاصل کرو، پھر ہم آگے فیصلہ کریں گے۔ برائے کرم اس حوالے سے رہنمائی فرمادیں کہ یوں کچھ عرصہ دور رہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب شوہر نے زبانی یا تحریری کوئی طلاق نہیں دی تو میاں بیوی کا نکاح قائم ہے اور لوگوں کا یہ کہنا کہ میاں بیوی اتنا عرصہ دور رہیں تو طلاق خود بخود ہو جاتی ہے یہ غلط ہے کیونکہ میاں بیوی میں جدائی خواہ کتنی ہی لمبی اور کتنے ہی سالوں پر محیط کیوں نہ ہو اس کا نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا، نکاح جوں کا توں قائم رہتا ہے جب تک شوہر طلاق یا خلع نہ دے یا فسخ نکاح کی قابل قبول کوئی صورت نہ پائی جائے اس وقت تک نکاح قائم رہتا ہے خود بخود ختم نہیں ہوتا۔

لہذا بعض افراد کا یہ کہنا کہ میاں بیوی کی طویل جدائی سے طلاق ہو جاتی ہے غلط ہے اور عوام الناس پر لازم ہے کہ مسائل شرعیہ خود سے بیان کرنے کی جرات نہ کریں کیونکہ جس کو علم نہ ہو اس کا مسئلہ شرعی کو بیان کرنا حرام و گناہ ہے لہذا مسائل شرعیہ کے لئے مفتیان کرام سے رابطہ کریں اپنے خیال اور گمان کے مطابق مسائل شرعیہ بیان کر کے نہ خود گناہ گار ہوں اور نہ لوگوں کو تشویش میں ڈالیں۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان البرکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی خلیلیہ میں فرماتے ہیں: ”کسی مجبوری وضروت کے ماتحت یا بلا ضرورت عورت سے دور رہا تو محض اس دوری سے نکاح نہیں ٹوٹتا“ (مزید اسی میں ہے)

”عورت کے گھر بیٹھ جانے سے نہ تو نکاح ختم ہوتا ہے اور نہ طلاق پڑتی ہے، نکاح و مہر بدستور قائم رہتا ہے اور جب نکاح باقی ہے تو اس صورت میں عورت کہیں اور نکاح نہیں کر سکتی۔“ (فتاوی خلیلیہ، ج3، ص173،155، مطبوعہ: ضیاء القرآن)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا طلاق واقع ہونے کے لیے بیوی کا شوہر کے سامنے موجود ہونا ضروری ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13009

تاریخ اجراء: 08ربیع الاول1445ھ/26ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو دو الگ الگ مواقع پر گواہوں کی موجودگی میں ایک طلاق دے، لیکن دونوں ہی مرتبہ طلاق دیتے وقت اُس کی بیوی اس شخص کے سامنے موجود نہ ہو، تو کیا اس صورت میں بھی طلاق ہو جائے گی؟ کیا طلاق واقع ہونے کے لیے عورت کا شوہر کے سامنے موجود ہونا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یہ ایک عوامی غلط فہمی ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ طلاق واقع ہونے کے لیے بیوی کا سامنے موجود ہونا یا طلاق کے الفاظ سننا ضروری ہے جبکہ شرعاً ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ شریعت نے طلاق کا اختیار شوہر کو دیا ہے اور شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملے میں منفرد و مستقل ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے لئے طلاق کے الفاظ اتنی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل ہوں، تو بلاشبہ طلاق واقع ہو جائے گی خواہ بیوی وہاں موجود نہ ہو یا بیوی نے طلاق کے الفاظ نہ سنے ہوں یا بیوی کو شوہر کے طلاق دینے کا علم نہ ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ زبان سے طلاق دینے کے ساتھ ساتھ تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ اس کی تمام تر شرائط پائی جائیں۔

شوہر نے طلاق کے الفاظ اتنی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل ہوں تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”(و) ادنی (الجهر اسماع غيره و) ادنی (المخافتة اسماع نفسه۔۔۔ **ويجری ذلک المذکور فی کل مايتعلق بنطق**، کتسمية علی ذبيحة ووجوب سجدة تلاوة، وعتاق و**طلاق** واستثناء) وغيرها“ یعنی کم از کم جہر یہ ہے کہ دوسرا سُنے اور کم از کم خفاء یہ ہے کہ خود سُن

سکے۔ یہ ضابطہ ہر ایسے مقام کے لئے ہے جس کا تعلق نطق سے ہو، جیسے ذبیحہ پر بسم اللہ، سجدہ تلاوت واجب ہونے، غلام کو آزاد کرنے، طلاق دینے، اور کلام میں کوئی استثناء کرنے وغیرہ میں۔ (الدر المختار مع الرد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 535، مطبوعہ کوئٹہ، بیروت)

طلاق کے لیے عورت کا شوہر کے سامنے موجود ہونا یا طلاق کے الفاظ سننا کوئی ضروری نہیں۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "ایک شخص اپنی عورت کے نان نفقہ سے بے خبر تھا کہ عورت کے وارثوں میں سے کسی نے آن کر اس سے کہا کہ اگر نان نفقہ نہیں دے سکتا تو طلاق دے دے۔ چنانچہ **اسی وقت اس آدمی کے رُوبرو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں کیونکہ عورت وہاں نہ تھی؟**" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**طلاق ہوگئی، طلاق کے لئے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں** فان ازالۃ لاعقد کما لایخفی (کیونکہ یہ ازالہ نکاح ہے نکاح نہیں ہے کہ عورت کی حاضری ضروری ہوتی جیسا کہ مخفی نہیں) واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، ج 12، ص 362، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک فتوی کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "**طلاق کے لئے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سُننا ضرور نہیں** جبکہ شوہر اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی عند اللہ طلاق ہوگئی، عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے، ہاں اگر صرف دل میں طلاق دے لی تو بالاجماع نہ ہوگی، یا زبان سے لفظ تو کہے مگر ایسے کہ زبان کو صرف جنبش ہوئی، آواز اپنے کان تک آنے کے بھی قابل نہ تھی تو مذہب اصح میں یُوں بھی نہ ہوگی۔"
(فتاوی رضویہ، ج 12، ص 363-362، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "طلاق میں شوہر مستقل ہے، عورت کی موجودگی یا علم ضرور نہیں" (بہارِ شریعت، ج 02، ص 790، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی خلیلیہ میں ہے: "**طلاق میں عورت کی جانب سے کوئی شرط نہیں۔** حاملہ ہو یا غیر حاملہ، **موجود ہو یا غیر موجود، اسے معلوم ہو یا نہ معلوم ہو بہر حال طلاق واقع ہو جائے گی۔**" (فتاوی خلیلیہ، ج 02، ص 256، ضیاء القرآن پبلیکشنز، کراچی)

مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "**طلاق کے لیے لڑکی کا وہاں موجود رہنا یا طلاق کے الفاظ سننا یا رضامند ہونا ضروری نہیں ہے** طلاق کے معاملہ میں شوہر مستقل ہے۔ قرآن عظیم میں

ہے:﴿بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ ط﴾اس سے موجودہ صورت میں طلاق واقع ہو گئی۔"(فتاوی بحر العلوم، ج03، ص298، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حاملہ عورت کو طلاق دینا کیسا ہے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1726

تاریخ اجراء: 23ذوالقعدۃالحرام1444ھ/12جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حاملہ کو طلاق دینا گناہ ہے، کیا حاملہ کو طلاق دے سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کے جو احکام غیر حاملہ کے متعلق ہیں، وہی حاملہ کے متعلق ہیں یعنی جس صورت میں غیر حاملہ کو طلاق دینا منع ہے، اس صورت میں حاملہ کو بھی دینا منع ہے اور جس صورت میں غیر حاملہ کو طلاق دینا منع نہیں، اس صورت میں حاملہ کو بھی دینا منع نہیں۔ اور اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ: "اگر طلاق کی حاجت ہو تو طلاق دینا مباح (جائز) ہے ورنہ ممنوع ہے۔"

البتہ! یہ یاد رہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

قرآن مجید میں حاملہ عورتوں کی عدت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔ (پارہ28، سورۃ الطلاق، آیت4)

المحیط البرہانی میں ہے "إن كانت ممن لا تحيض لصغر أو كبر طلقها متى شاء واحدة، وإن كان عقيب الجماع وكذلك الحامل" ترجمہ: اگر عورت کو کم سنی یا بڑھاپے کی بناء پر حیض نہ آتا ہو تو اُسے جب چاہے ایک طلاق دے خواہ صحبت کے بعد ہی سہی، یوں ہی حاملہ عورت کو بھی طلاق دینا جائز ہے۔ (المحیط البرہانی، کتاب الطلاق، الفصل فی بیان أنواع الطلاق، ج3، ص200، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ: "حمل کی حالت میں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟"

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: "جائز و حلال ہے اگرچہ ایام حمل میں بلکہ آج ہی بلکہ ابھی ابھی اس سے جماع کر چکا ہو" مزید ایک مقام پر فرمایا: "عورت کو حمل ہونا مانعِ وقوع طلاق نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج12، ص374، 375، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے (فارسی کا ترجمہ) "تیسرا قول یہ ہے کہ: اگر طلاق کی حاجت ہے تو مباح ہے ورنہ ممنوع ہے، یہی قول صحیح اور دلائل سے موید ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص321-322، رضافاونڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر طلاق دے لیکن بیوی کو طلاق کا علم نہ ہو تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12549

تاریخ اجراء: 25ربیع الثانی1444ھ/21نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر اپنی بیوی کی غیر موجودگی میں اسے زبانی طور پر طلاق دے اور بیوی کو معلوم نہ ہو، تو طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شریعت نے طلاق کا اختیار شوہر کو دیا ہے اور شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملے میں منفرد و مستقل ہے، اس لئے طلاق واقع ہونے کے لئے عورت کا موجود ہونا، اسے طلاق کا علم ہونا یا اس کا طلاق کے الفاظ سننا کچھ ضروری نہیں۔ لہٰذا جب بھی شوہر اپنی بیوی کے لئے طلاق کے الفاظ اتنی آواز سے کہے جو خود شوہر کے کان تک پہنچنے کے قابل ہوں، تو طلاق واقع ہو جائے گی خواہ بیوی وہاں موجود نہ ہو یا بیوی نے طلاق کے الفاظ نہ سنے ہوں یا بیوی کو شوہر کے طلاق دینے کا علم نہ ہو۔

قرآنِ پاک میں اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ”اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِؕ ترجمہ کنزالایمان: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔(سورہ بقرہ، آیت 237)

جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہی ہے جو نکاح کو ختم کرنے کا مالک ہے۔ اس کے متعلق تفسیر روح المعانی میں ہے: ”وھو الزوج المالک لعقد النکاح وحلہ“ یعنی اور وہ شوہر ہے جو نکاح کا عقد کرنے اور اسے ختم کرنے کا مالک ہے۔(روح المعانی، جلد1، صفحہ547، مطبوعہ: بیروت)

شمس الائمہ امام ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”وھو الزوج۔۔۔وظاھر الآیۃ یدل علی ذلک لان الذی بیدہ عقدۃ النکاح من یتصرف بعقد النکاح وھو

الزوج ''یعنی اور وہ شوہر ہے۔۔۔اور آیت کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہو وہی عقدِ نکاح میں تصرف کرتا ہے اور وہ شوہر ہے۔(المبسوط للسرخسی ملتقطاً، جلد6، صفحہ63، مطبوعہ: بیروت)

شوہر طلاق دینے کے معاملے میں منفرد و مستقل ہے اور طلاق کا واقع ہونا عورت کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں۔اس کے متعلق محیط برہانی میں ہے:''ان الزوج ینفرد بایقاع الطلاق الثلاث ولا یتوقف ذلك علی علم المراۃ''یعنی شوہر تین طلاقیں واقع کرنے میں منفرد ہے اور طلاق کا واقع ہونا عورت کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں۔(المحیط البرھانی، جلد5، صفحہ366، مطبوعہ: کراچی)

علامہ سید محمد ابوالسعود مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''ان الزوج یستقل بالطلاق کاستقلال المولی بالعتاق من غیر ان یکون لھا علم بذلک''یعنی جیسے آقا (اپنے غلام کو) آزاد کرنے میں مستقل ہے ایسے ہی شوہر طلاق کے معاملے میں مستقل ہے بغیر اس کے کہ عورت کو طلاق کا علم ہو۔(فتح اللہ المعین علی شرح ملا مسکین للکنز، جلد2، صفحہ608، مطبوعہ: کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''طلاق میں شوہر مستقل ہے، عورت کی موجودگی یا علم ضرور نہیں''(بہارِ شریعت، جلد2، حصہ11، صفحہ790، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شوہر نے جب اتنی آواز سے طلاق کے الفاظ کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے، تو طلاق واقع ہو جائے گی خواہ عورت نے الفاظ نہ سنے ہوں۔اس کے متعلق امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''طلاق کے لئے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سُننا ضرور نہیں، جبکہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظِ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے اگرچہ کسی غل، شور یا ثقلِ سماعت کے سبب نہ پہنچی عنداللہ طلاق ہو گئی''(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ362، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر نہ طلاق دے، نہ ساتھ رکھے، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

1

ریفرنس نمبر:Aqs 1677 تاریخ:08-09-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کو ساتھ رکھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے اور اسے طلاق بھی نہیں دے رہا، بس یونہی لٹکا کر رکھا ہوا ہے اور بیوی تقریبا دو سال سے اپنی والدہ کے گھر ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں حکم شریعت کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا اور عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا اور جس طرح عورتوں پر مردوں کے لیے حقوق مقرر کیے، اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کے لیے حقوق مقرر کیے اور جب کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرتا ہے، تو شریعت کی طرف سے اس پر بیوی کے لیے نان نفقہ اور رہائش وغیرہ دیگر حقوق لازم ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے: ﴿وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ”اور عورتوں کے لیے بھی شریعت کے مطابق مردوں پر ایسے ہی حق ہے، جیسا عورتوں پر ہے۔“ (پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت228)

نیز بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے متعلق قرآن پاک میں ہے: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ”اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں، تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔“ (پارہ4، سورۃ النساء، آیت19)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعلق مردوں کو ارشاد فرمایا: ”اتقوا اللہ فی النساء“ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، جلد6، صفحہ399، مطبوعہ ملتان)

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ جیسے مرد کو عورت کے حقوق ادا کرنے کا حکم ہے، اسی طرح عورت پر بھی فرض و لازم ہے کہ وہ شوہر کے لازمی حقوق ادا کرے، بلکہ عورت پر شوہر کے حقوق زیادہ ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ثلثۃ لاتجاوز صلوتھم اذانھم

العبدالآبق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھاعلیھاساخط وامام قوم وھم لہ کارھون" ترجمہ: تین شخصوں کی نمازاُن کے کانوں سے اُوپر نہیں اُٹھتی: آقاسے بھاگاہوا غلام، جب تک پلٹ کرنہ آئے اوروہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اوروہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اوروہ قوم (اس کے عیب کے باعث) اس کی امامت پر راضی نہ ہو۔" (جامع ترمذی، باب ماجاء من ام قوما۔۔، جلد1، صفحہ191، مطبوعہ لاھور)

جو عورت شوہر کی فرمانبرداری کرتی ہے، اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ایماامرأۃ ماتت وزوجھاعنھاراض دخلت الجنۃ" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اس حال میں مری کہ شوہر اس سے راضی تھا، وہ جنت میں داخل ہو گی۔

(جامع ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ، جلد1، صفحہ349، مطبوعہ لاھور)

لیکن اس تمام تر تفصیل کے بعد عرض ہے کہ اگر میاں بیوی میں دوری اور اختلاف پیدا ہو جائے، تو دونوں طرف سے سمجھدار لوگوں کو چاہیے کہ معاملے کو حل کریں، لیکن اگر کسی طور پر بھی معاملہ سیدھا نہ ہو، تو بہر حال شوہر کے لیے یہ اجازت نہیں کہ وہ بیوی کو لٹکا کر رکھے، نہ اپنے پاس بلائے اور نہ ہی نکاح سے فارغ کرے۔

یاد رکھیں کہ شریعت مطہرہ نے بالکل واضح فرمایا ہے کہ بیویوں کے ساتھ زندگی گزاریں تو احسن طریقے سے گزاریں اور اگر کسی طرح ساتھ رہنے پر اتفاق نہ ہو سکے اور دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں، تو پھر شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ طلاق کے ذریعے جدائی اختیار کر لیں، لیکن بیوی کو نہ تو صحیح طریقے سے ساتھ رکھنا اور نہ ہی اسے طلاق دینا، بلکہ لٹکائے رکھنا یہ ہر گز جائز نہیں۔

قرآن پاک کا حکم ہے ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: "یہ طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔" (پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت229)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "جب نکاح باقی ہے، تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اسے طلاق دے دے یا اس کے نان نفقہ کی خبر گیری کرے، ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بے شک گنہگار ہے اور صریح حکمِ قرآن کا خلاف کرنے والا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: "تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔"

(فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ435، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاویٰ رضویہ میں مزید ایک اور مقام پر اس سے متعلق ہے: "بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان

دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب، جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو اور اسے معلقہ کر دینا حرام اور بے اس کے اذن و رضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔"

(فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ446، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بیوی جب ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں شوہر نے بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو، تو ان ایام میں صرف ایک طلاق رجعی دے (مثلاً ایک دفعہ یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی) اور چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔ ایک طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس طلاق کا حکم یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے عدت کے اندر رجوع کرنا چاہے، تو بغیر نکاح کے رجوع کر سکتا ہے، اگر شوہر رجوع نہیں کرتا اور عورت کی عدت گزر جاتی ہے، تو عدت گزرتے ہی عورت نکاح سے نکل جائے گی اور وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ اگر دوبارہ اسی شوہر سے شادی کرنا چاہے، تو نکاح کے ذریعے رجوع ہو سکتا ہے، حلالے کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور شوہر گنہگار بھی ہوتا ہے اور پھر بلا حلالہ شرعیہ کے رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی، لہذا طلاق صرف ایک دی جائے جیسا کہ مذکور ہوا۔

کتاب الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: "احسنہ ان یطلقھا واحدۃ فی طھر لا جماع فیہ ویترکھا حتی تنقضی عدتھا لما روی عن ابراھیم النخعی ان أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کانوا یستحبون ان لا یطلقوا للسنۃ الا واحدۃ ثم لا یطلقوا غیرھا حتی تنقضی عدتھا" یعنی طلاقِ احسن یہ ہے کہ شوہر نے جس طہر میں وطی نہ کی ہو، اُس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے (اس کی علت یہ ہے) حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: صحابہ کرام علیہم الرضوان (طلاق دینے میں) اس کو مستحب جانتے تھے کہ بیوی کو ایک ہی طلاق دی جائے، پھر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔

(کتاب الاختیار لتعلیل المختار، جلد2، حصہ2، صفحہ151، مطبوعہ کراچی)

موجودہ جواب سوال میں بیان کردہ صورت کو سامنے رکھ کر دیا گیا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی

08 محرم الحرام 1441ھ/08 ستمبر 2019ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جا سکتی ہے

خلع کیا ہوتا ہے؟ خلع کے احکام و مسائل کیا ہیں؟

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1377

تاریخ اجراء: 15رجب المرجب1444ھ/07فروری2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

خلع کیا ہوتا ہے؟ اس کی کچھ تفصیل ارشاد فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی اصطلاح میں خلع سے مراد یہ ہے کہ شوہر اپنی مرضی سے مہر یا دیگر مال کے عوض، لفظ خلع یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کے ساتھ عورت کو نکاح سے جدا کردے۔ عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے، لیکن شوہر کے دیئے بغیر تنہا عورت نہیں لے سکتی، اسی طرح شوہر کی جگہ کوئی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کو خلع نہیں دے سکتا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ترجمہ: تمہیں حلال نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا ہے اُس میں سے کچھ واپس لو، مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھیں گے پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھیں گے تو اُن پر کچھ گناہ نہیں، اِس میں کہ بدلا دیکر عورت چھٹی لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔ (پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت 229)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿الذی بیدہ عقدۃ النکاح﴾ ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (یعنی شوہر) (سورۃ البقرۃ، پ2، آیت 337)

اس آیت کے تحت تفسیر نور العرفان میں ہے: ”معلوم ہوا کہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی گئی ہے، طلاق کا اس کو ہی حق ہے، عورت کو نہیں۔ نہ خلع میں نہ بغیر خلع۔ یعنی خلع میں مرد کی مرضی پر طلاق موقوف ہوگی۔ آج کل عوام

نے جو خلع کے معنی سمجھے ہیں کہ عورت اگر مال دے دے تو بہر حال طلاق ہو جاوے گی خواہ مرد طلاق دے یا نہ دے ، یہ غلط ہے۔"(تفسیر نور العرفان، صفحہ736، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"الطلاق لمن أخذ بالساق"ترجمہ: طلاق تو وہی دے سکتا ہے جس نے جماع کیا۔(یعنی جو صحبت اور ہمبستری کا حقدار ہے وہی طلاق کا حق رکھتا ہے۔)(سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق العبد، جلد1، صفحہ672، دار إحیاء الکتب العربیۃ، الحلبی)

در مختار میں ہے"ھو شرعا ازالۃ ملک النکاح المتوقفۃ علی قبولھا بلفظ الخلع أو ما فی معناہ و حکمہ أن الواقع بہ طلاق بائن"(ملتقطاً)یعنی شرعی رو سے الفاظ خلع یا اس کے ہم معنی الفاظ کے ساتھ عورت کی اجازت پر موقوف کر کے ملک نکاح زائل کرنے کا نام خلع ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ (درمختار معہ ردالمحتار، جلد5، صفحہ86-93، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے"خلع شرع میں اسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے تنہا زوجہ کے کئے نہیں ہو سکتا۔"(فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ264، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں عورت کا قبول کرنا شرط ہے بغیر اُس کے قبول کیے خلع نہیں ہو سکتا۔"(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ194، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا بلاوجہ شرعی خلع کا مطالبہ کرنا کیسا؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ذوالقعدۃ الحرام 1440ھ

دَارُالاِفْتَاءِ اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت یا اس کے گھر والے بلاوجہِ شرعی خلع کا مطالبہ کریں تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت یا اس کے گھر والوں کا بلاوجہ شرعی خلع کا مطالبہ کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ حضور نبیِّ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے بلاوجہ خلع کا مطالبہ کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گی۔ اسی طرح ایک حدیث پاک میں ایسی عورت کو منافقہ فرمایا اور جو بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکائے اس کے بارے میں فرمایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "ایما امرأة سألت زوجها طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیها رائحة الجنة" ترجمہ: جو عورت اپنے شوہر سے بغیر کسی عذرِ معقول کے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں "ایما امرأة اختلعت من زوجها من غیر باس لم ترح رائحة الجنة" ترجمہ: جو عورت اپنے شوہر سے بغیر کسی عذر معقول کے خلع (کا مطالبہ) کرے، تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گی۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: "المختلعات هن المنافقات" ترجمہ: یعنی (بغیر کسی عذر کے) خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں منافقہ ہیں۔

(ترمذی، ج2، ص402، حدیث: 1190، 1192، 1191)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: "لیس منا من خبب امرأة علی زوجها" ترجمہ: جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

(ابو داؤد، ج2، ص، حدیث: 2175)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "اگر طلاق مانگے گی منافقہ ہو گی۔ جو لوگ عورت کو بھڑکاتے شوہر سے بگاڑ پر ابھارتے ہیں وہ شیطان کے پیارے ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص217)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ایک استفتا کے جواب میں رقم فرماتے ہیں: ''عورت کا طلاق طلب کرنا اگر بغیر ضرورت شرعیہ ہو تو حرام ہے جب شوہر حقوقِ زوجیت تمام و کمال ادا کرتا ہے تو جو لوگ طلاق پر مجبور کرتے ہیں، وہ گنہ گار ہیں۔''

(فتاویٰ امجدیہ، ج2، ص164)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

اسلام میں خلع کا حقیقی Concept کیا ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:JTL -0546 تاریخ:19-11-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم شعبہ وکالت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اسلام میں خلع کا حقیقی Concept کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اسلام ایک ایسا کامل اور مکمل دین ہے کہ جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق مکمل رہنمائی موجود ہے اور اسلام کے قوانین انصاف و اعتدال پر مبنی ہیں اور اگر ان قوانین کا مکمل اور صحیح طریقے سے نفاذ کیا جائے، تو معاشرے میں فساد ختم ہوتا ہے اور ان قوانین کی خوبی واضح ہوتی ہے۔

اسلام کے خوبصورت قوانین میں سے ایک قانون خلع بھی ہے۔ جس کا حقیقی تصور یہ ہے کہ میاں اور بیوی میں سے ہر ایک کے کچھ حقوق ایک دوسرے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، لیکن ظاہر ہے بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ حق تلفی کبھی بیوی کی طرف سے ہوتی ہے اور کبھی شوہر کی طرف سے۔ بہر حال اسلام نے حتی الامکان درگزر کرنے اور صلح کی ترغیب دلائی ہے، لیکن اگر معاملہ اس حد تک خراب ہو جائے کہ شرعی احکام و حدود کی پیروی کرتے ہوئے باہم اکٹھے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے، تو پھر شریعت نے اجازت دی ہے کہ لڑائی جھگڑے اور فساد وغیرہ کے بجائے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

علیحدگی اختیار کرنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ شوہر بیوی کو طلاق دے دے۔ (اس صورت کو

خلع نہیں کہا جائے گا۔)

اور دوسری صورت یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو یہ خوف ہو کہ آپس کے شرعی حقوق ادا کرتے ہوئے وہ زندگی نہیں گزار سکتے، اس لیے وہ دونوں علیحدہ ہونے کے لیے باہم یوں معاہدہ / ڈیل (Deal) کرتے ہیں کہ عورت طلاق کے بدلے میں کچھ معاوضہ شوہر کو دیتی ہے اور شوہر معاوضہ لے کر بدلے میں عورت کو طلاق دے دیتا ہے۔ علیحدگی کی اس صورت کو اسلام میں "خلع" کہتے ہیں اور یہ باہم تصفیہ کی ایک صورت ہے۔

اللہ عزوجل سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے: "وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" ترجمہ کنز الایمان: اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو، مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے، تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے، تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (القرآن، سورہ بقرہ، آیت 229)

یہ وہ آیت مبارکہ ہے جس میں خلع کا حکم بیان ہوا ہے اور یہ آیت مبارکہ جس موقع پر نازل ہوئی اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثابت بن قیس کے اخلاق و دین کی نسبت مجھے کچھ کلام نہیں (یعنی اُن کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور دیندار بھی ہیں) مگر اسلام میں کفران نعمت کو میں پسند نہیں کرتی (یعنی بوجہ خوبصورت نہ ہونے کے میری طبیعت ان کی طرف مائل نہیں) ارشار فرمایا: "أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟" یعنی اُس کا باغ (جو مہر میں تجھ کو دیا ہے) تو واپس کر دے گی؟ عرض کی: ہاں۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ثابت بن قیس سے فرمایا: "اَقْبَلِ

الحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً "ترجمہ: باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، الحدیث 5273، جلد 7، صفحہ 47، دار طوق النجاۃ)

مذکورہ بالا واقعہ میں ہونے والا خلع اسلام میں سب سے پہلا خلع تھا۔ خلع کے متعلق شریعت کے مزید احکام بھی ہیں اور ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

خلع سے متعلق مزید چند احکام:

(۱) جو کچھ مال بطور فدیہ عورت شوہر کو دے کر اپنی جان چُھڑا لے، تو اس میں زوجین میں سے کسی پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ حکم مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوا۔

(ماخوذ از تفسیر نعیمی، جلد 2، صفحہ 445، نعیمی کتب خانہ)

(۲) علماء فرماتے ہیں کہ اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو، تو خلع پر معاوضہ لینا مکروہ ہے، چاہے تھوڑا لے یا زیادہ۔ اور اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہو، تو پھر شوہر کو چاہیے کہ جتنا مہر میں دیا ہے صرف اتنا ہی لے، اُس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ پھر بھی اگر زیادہ طے ہوا، تو زیادہ ہی دینا پڑے گا۔

(۳) مذکورہ بالا حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عورت کا مال دے دینا ہی کافی نہیں، بلکہ عورت مال کے بدلے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے گی اور شوہر طلاق دے گا، پھر خلع مکمل ہو گا۔

(۴) اسی حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قاضی یا حاکم وغیرہ عورت کے مطالبے پر خود طلاق نہیں دے گا، بلکہ عورت اگر قاضی کے پاس مطالبہ لے کر پہنچی ہے اور اس کا عذر معقول ہے اور صلح کی بھی کوئی صورت نہیں بن رہی، تو اب قاضی یا حاکم شوہر کو حکم دے گا کہ وہ معاوضہ قبول کر کے عورت کو طلاق دے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو خود سے طلاق نہیں دی تھی، بلکہ اس کے شوہر کو مال لے کر طلاق دینے کا حکم دیا تھا۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ طلاق دینے کا مالک شوہر کو بنایا گیا ہے۔

(۵) خلع ہونے سے ایک بائن طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا مسائل سے متعلق چند جزئیات ملاحظہ فرمائیں:

فتاوی ہندیہ میں خلع کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:" إزالة ملك النكاح ببدل بلفظ الخلع كذا في فتح القدير "ترجمہ: ملکیتِ نکاح کو کسی معاوضے کے بدلے لفظ خلع کے ذریعے ختم کرنے کا نام خلع ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر میں ہے۔ (الفتاوی الھندیہ، جلد1، صفحہ488، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:"مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں۔ عورت کا قبول کرنا شرط ہے، بغیر اُس کے قبول کیے خلع نہیں ہو سکتا۔"

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ194، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت عطاء رضی اللہ تعالی عنہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا:" لا يأخذ من المختلعة أكثر مما أعطاها "ترجمہ: شوہر نے جتنا مال دیا تھا اس سے زیادہ خلع لینے والی خاتون سے نہ لے۔

(السنن الکبری للبیھقی، جلد7، صفحہ514، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے:"إن كان النشوز من قبل الزوج فلا يحل له أخذ شيء من العوض على الخلع وهذا حكم الديانة فإن أخذ جاز ذلك في الحكم ولزم حتى لا تملك استرداده كذا في البدائع. وإن كان النشوز من قبلها كرهنا له أن يأخذ أكثر مما أعطاها من المهر ولكن مع هذا يجوز أخذ الزيادة في القضاء كذا في غاية البيان "ترجمہ: اگر قصور شوہر کی طرف سے ہے، تو اسے خلع پر کچھ بھی معاوضہ لینا جائز نہیں اور یہ دیانت کا حکم ہے، بہر حال اگر وہ لے گا تو قضاءً یہ جائز ہے اور یہ مال لازم ہو گا، حتی کہ عورت یہ مال شوہر سے واپس لینے کا حق نہیں رکھتی۔ ایسا ہی بدائع میں ہے۔ اور اگر قصور عورت کی طرف سے ہے، تو ہمارے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ وہ دیئے ہوئے مہر سے زیادہ مال اس عورت سے لے لیکن حکمِ قضا کے طور پر اگر وہ لیتا ہے، تو یہ درست ہو گا۔ ایسا ہی غایۃ البیان میں ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، جلد1، صفحہ488، دار الفکر، بیروت)

اسی میں ہے:" إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به فإذا فعلا ذلك وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال كذا في الهداية "ترجمہ: اگر میاں بیوی میں لڑائی جھگڑا ہے اور انہیں خوف ہے کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے، تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنی جان کے بدلے شوہر کو کچھ مال بطور فدیہ دے کر اس سے خلع حاصل کرلے اور پھر جب وہ دونوں یہ کرلیں گے، تو ان کے مابین ایک بائن طلاق واقع ہو گی اور مال دینا عورت پر لازم ہو گا۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔ **(الفتاوی الھندیۃ، جلد1، صفحہ488، دار الفکر، بیروت)**

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــ

عورت اگر رجوع کے الفاظ کہہ دے تو کیا رجوع ہو جائے گا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13088

تاریخ اجراء: 18 ربیع الثانی 1445ھ/03 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طلاق رجعی کی عدت میں اگر عورت رجوع کے الفاظ کہہ لے، مثلاً عورت مرد سے کہے کہ "میں تم سے رجوع کرتی ہوں،" تو کیا اس صورت میں بھی رجوع ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت طلاقِ رجعی کی عدت میں رجوع کے الفاظ کہہ دے تو رجوع نہیں ہو گا کیونکہ شریعتِ مطہرہ نے رجوع کرنے کا حق مرد کو دیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا" ترجمہ کنز الایمان: "اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں۔" (القرآن الکریم: پارہ 02، سورۃ البقرۃ، آیت 228)

مذکورہ بالا آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "یعنی طلاق رجعی میں عدت کے اندر شوہر عورت سے رجوع کر سکتا ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو لیکن اگر شوہر کو ملاپ منظور ہو تو ایسا کرے۔ ضرر رسانی کا قصد نہ کرے جیسا کہ اہل جاہلیت عورت کو پریشان کرنے کے لئے کرتے تھے۔" (تفسیر خزائن العرفان، ص 77، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بدائع الصنائع، فتاوی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں ہے: "والنظم للاول "أن يكون أحد نوعي ركن الرجعة -، وهو القول - منه لا منها حتى لو قالت للزوج راجعتك لم يصح لقوله سبحانه وتعالى { وبعولتهن أحق بردهن } أي: أحق برجعتهن منهن ولو كانت لها ولاية الرجعة لم يكن الزوج أحق بالرجعة منها، فظاهر النص يقتضي أن لا يكون لها ولاية الرجعة أصلا إلا أن جواز الرجعة بالفعل منها عرفناه بدليل آخر، وهو ما بينا۔" ترجمہ: "رجعت کے رکن کی دو اقسام ہیں، ان میں سے ایک قسم قول سے رجوع کرنا ہے اور وہ قول مرد کی طرف سے ہو، نہ کہ عورت کی طرف سے، یہاں تک کہ اگر عورت نے شوہر سے کہا

کہ میں تجھ سے رجوع کرتی ہوں تو یہ رجوع صحیح نہ ہو گا، اس فرمانِ باری تعالیٰ کی وجہ سے {وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ} یعنی شوہروں کو ان سے رجوع کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اگر عورت کو بھی رجعت کا اختیار ہو تا تو شوہر زیادہ حقدار نہیں ہو گا، لہذا آیت مبارکہ کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ عورت کو اصلاً رجعت کا حق حاصل نہیں، مگر یہ کہ عورت کی طرف سے بالفعل رجوع کے جائز ہونے کو ہم نے ایک دوسری دلیل سے جانا اور اسے ہم نے بیان بھی کیا ہے۔"

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، کتاب الطلاق، ج03، ص186، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: "**عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھ سے رجعت کرلی تو یہ رجعت نہ ہوئی۔**" (بہارِ شریعت، ج02، ص172، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

”اگر کبھی تو میری اجازت کے بغیر میکے گئی، تو تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔“ بیوی کو یہ الفاظ بولے، تو حکم

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Mul-682 تاریخ:09-05-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شادی کے بعد میری بیوی کی عادت یہ تھی کہ گھر میں بہت کم اور میکے بہت زیادہ رہتی تھی، جس پر ہمارے لڑائی جھگڑے بھی ہوتے رہے، مگر وہ اپنی عادت سے باز نہ آئی۔ ابھی دو دن پہلے اسی موضوع پر ہماری بات چیت چل رہی تھی اور میں اسے سمجھا رہا تھا، مگر وہ یہ بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی، تو میں نے غصہ میں کہہ دیا کہ ”اگر کبھی تو میری اجازت کے بغیر میکے گئی، تو تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔“ میری طرف سے طلاق کے الفاظ بولے جانے کے بعد وہ میکے نہیں گئی۔ پوچھنا یہ ہے کہ اگر وہ میری اجازت کے بغیر میکے چلی جاتی ہے، تو کیا تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی؟ نیز کوئی ایسا حل ہو سکتا ہے کہ بغیر اجازت جانے کی صورت میں بھی طلاق نہ ہو؟

نوٹ: ابھی تک قولاً فعلاً کسی طرح رجوع نہیں کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

آپ کی جانب سے بیوی کے متعلق جو تعلیق کے الفاظ بولے گئے، اس میں طلاق کے الفاظ حرف عطف سے خالی ہیں اور قوانین شرعیہ کے مطابق مدخولہ عورت کے لیے حرف عطف کے بغیر طلاق کے الفاظ بولنے کی صورت میں صرف ایک طلاق معلق ہوتی ہے، باقی منجز یعنی فوراً واقع ہو جاتی ہیں، لہذا صورت مستفسرہ میں صرف پہلی طلاق معلق ہوئی، بقیہ دو طلاقیں فوراً واقع ہو گئیں اور الفاظ چونکہ صریح ہیں، لہذا دو رجعی طلاقیں

واقع ہوئیں۔ طلاقِ رجعی کے حکم کے مطابق آپ عورت سے اس کی عدت میں بغیر اس کی رضامندی کے بھی رجوع کرسکتے ہیں اور عدت کے بعد عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرسکتے ہیں۔ دورانِ عدت اگر آپ رجوع کرنا چاہیں، تو اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کریں، مثلاً: زبان سے بیوی کو کہہ دیں کہ میں نے تم سے رجوع کیا، نکاح میں لیا، تو رجوع ہو جائے گا، اس پر دو عادل شخصوں کو گواہ بھی کرلیں اور اگر عورت کے سامنے رجعت نہیں کی، تو اسے خبر بھی دے دیں، تاکہ وہ عدت گزرنے کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات والا کوئی کام جیسے بوس و کنار وغیرہ کرلیں، تو بھی رجوع ہو جائے گا، لیکن رجعت کا یہ دوسرا طریقہ خلاف سنت و مکروہ ہے۔

یاد رہے دوران عدت رجوع کرلینے یا بعد عدت دوبارہ نکاح کرلینے کے بعد بھی معلق طلاق باقی رہے گی اور زندگی بھر کبھی بھی آپ کی بیوی آپ کی اجازت کے بغیر میکے گئی، تو تیسری معلق طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور بیوی آپ پر بحرمت مغلظہ حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ دوبارہ نکاح نہیں ہو سکے گا۔

معلق طلاق واقع نہ ہو، اس کا حل یہ ہے کہ آپ دوران عدت رجوع نہ کریں، جب آپ کی بیوی کی عدت ختم ہو جائے گی، تو وہ نکاح سے باہر ہو جائے گی، اس کے بعد وہ آپ کی اجازت کے بغیر اپنے میکے چلی جائے، تو اس طرح تعلیق ختم ہو جائے گی اور دوبارہ نکاح کرلینے کے بعد بالفرض بغیر اجازت میکے چلی بھی گئی، تو مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی جانب سے حرف عطف کے ساتھ تعلیق کے تفصیلی احکام بیان کیے جانے کے بعد، حرف عطف کے بغیر تین طلاق کی تعلیق کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”هذا كله اذا ذكره بحرف العطف فان ذكره بغير حرف العطف ان كان الشرط مقدماً فقال: ان دخلت الدار فانت طالق طالق طالق وهي غير مدخولة فالاول معلق بالشرط والثاني يقع للحال والثالث لغو ثم اذا تزوجها ودخلت الدار ينزل المعلق وان دخلت بعد البينونة قبل التزوج حنث ولا يقع شئ **وان كانت مدخولة فالاول معلق بالشرط**

والثانی والثالث یقعان فی الحال وان اخر الشرط فقال: انت طالق طالق طالق ان دخلت الدار وھی غیر مدخولة فالاول ینزل للحال و لغا الباقی وان کانت مدخولة ینزل الاول والثانی للحال و یتعلق الثالث بالشرط **کذا فی السراج الوھاج اھ ھندیة**" یہ تمام تر تفصیل اس وقت ہے، جب اس نے تعلیق حرف عطف کے ساتھ ذکر کی ہو، پس اگر تعلیق کو حرف عطف کے بغیر ذکر کیا، تو اگر شرط مقدم ہو اور شوہر کہے: اگر تو گھر میں داخل ہوئی، تو تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے اور عورت غیر مدخولہ ہو، تو پہلی طلاق شرط کے ساتھ معلق ہو گی اور دوسری فوراً واقع ہو جائے گی اور تیسری لغو ہو جائے گی، پھر جب وہ اس سے شادی کرے اور عورت گھر میں داخل ہو، تو معلق بھی واقع ہو جائے گی اور اگر وہ نکاح سے باہر ہونے کے بعد دوبارہ نکاح سے پہلے داخل ہوئی، تو قسم ختم ہو جائے گی اور کچھ بھی واقع نہیں ہو گا اور اگر عورت مدخولہ ہو، تو پہلی طلاق شرط کے ساتھ معلق ہو گی اور دوسری، تیسری فوراً واقع ہو جائیں گی اور اگر شرط کو مؤخر کیا اور کہا: تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، اگر تو گھر میں داخل ہوئی اور عورت غیر مدخولہ ہو، تو پہلی فوراً واقع ہو جائے گی اور باقی لغو ہو جائیں گی اور اگر عورت مدخولہ ہو، تو پہلی اور دوسری فوراً واقع ہو جائیں گی اور تیسری طلاق شرط کے ساتھ معلق ہو گی، اسی طرح سراج الوہاج میں ہے۔ ہندیہ۔

(جدالممتار، ج5، ص66، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بغیر عطف تعلیق کا یہ حکم فتاوی رضویہ کے ایک تحقیقی فتوی میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ "ایک شخص نے نکاح نامہ میں بیوی کو لکھ دیا کہ میں تیری اور تیرے معتبر ولی کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں، تو تیرا مکمل مہر ادا شدہ ہو گا اور تجھ سے اور تیرے ولی سے اجازت کے ساتھ ہو گا، **ورنہ میری دوسری منکوحہ پر ایک طلاق، دوسری طلاق، تیسری طلاق ہو گی**، اس کے بعد اس شخص نے کوئی شرط پوری کیے بغیر دوسری عورت سے نکاح کر لیا، تو اس کی دوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی یا نہیں؟

دوسری عورت چونکہ غیر مدخولہ تھی، لہذا اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمۃ نے غیر مدخولہ عورت کو

تعلیق کے الفاظ کے ساتھ طلاق واقع ہونے کی مختلف صورتوں کا ذکر فرمایا، اس میں ایک صورت یہ ہے کہ جب شرط مقدم ہو اور الفاظ طلاق حرف عطف کے بغیر ہوں، تو اس صورت کا حکم یہ ہے کہ پہلی طلاق شرط پر معلق ہو جائے گی، جبکہ دوسری فوراً واقع ہو جائے گی اور تیسری لغو ہو جائے گی، کیونکہ غیر مدخولہ ایک سے زائد طلاق کا محل نہیں ہے۔ **اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت مدخولہ ہو، تو ایک طلاق معلق ہو گی اور بقیہ دو فوراً واقع ہو جائیں گی۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔** چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ”اصل اینست کہ معلق ہنگام وجود شرط فرود می آید گویا اینک بجز منجز تکلم کردہ است وزن نامدخولہ اگرچہ محل وقوع سہ طلاق بیکبار ہست ولہذا اگر اورا گوید برتو سہ طلاق یا اگر بایں خانہ در آئی سہ طلاق باشی در صورت اولٰی فوراً ودر اخری ہنگام دخولہ خانہ سہ طلاق واقع شود بلکہ اگر سہ طلاق جداگانہ تعلیق کرد اما معطوفہ بغیر حرف "ثم" وشرط را مؤخر آورد مثلاً گفت توطلاقی وطلاقی وطلاقی اگرچناں کنی نیز بحصول شرط سہ طلاق افتد زیرا کہ عطف بواو یافا آنہارا موصول کردہ وتاخیر شرط اول سخن رابہ تعلیق تغییر دادہ است پس مجموع معلق شد وبوقوع شرط دفعۃً فرود آمد اما غیر مدخولہ وقوع بتفریق را صلاحیت ندارد ولہذا اگر گفت ترایک طلاق ودو طلاق وسہ طلاق یااگر اینکار کنی توطلاقی و طلاقی ووطلاقی بتقدیم شرط یا توطلاقی طلاقی طلاقی اگرچناں کنی بتاخیر شرط وترک عطف ہمیں بیک طلاق بائن شود وباقی لغو رود زیرا کہ در صورت اولٰی چوں ترا یک طلاق گفت ایں طلاق افتد وزن از عصمت نکاح بیروں شد وعدت ہم نیست پس محلیت طلاق نماند ومعطوفات باقیہ ہنگام انعدام محلیت برزماں آمد وبیکار رفت ودر ثانیہ چوں شرط مقدم ست گویا ہنگام وقوع شرط چناں گفت کہ توطلاقی وطلاقی وطلاقی وبدلیلی ہمیں عہ یک وقوع یافت ودر ثالثہ مغیر کہ در آخر کلام یافتہ شد ہمیں طلاق ثالث را از تنجیز بہ تعلیق تغییر داد کہ ماسلف بجہت ترک عطف باد مربوط نبود، پس ہنگام تکلم بہ کلمہ اولٰی یک طلاق فی الحال واقع شدومحل تنجیز دوم وتعلیق سوم نماند **چوں ایں مسائل**

حالی شد حکم مسئلہ مسئولہ رنگ وضوح یافت کہ بر منکوحہ ثانیہ ہمیں یک طلاق واقع شود وبس" قاعدہ یہ ہے کہ کسی شرط کے ساتھ معلق طلاق، اس شرط کے پائے جانے پر وقوع پذیر ہوتی ہے گویا کہ اس وقت اس نے طلاق کا تکلم غیر مشروط طور پر کیا ہے اور غیر مدخولہ عورت یکبار تین طلاقوں کے وقوع کا محل ہے، لہذا اگر خاوند نے غیر مدخولہ بیوی کو کہا تجھے تین طلاق، یا کہا تو اگر اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، تو پہلی صورت میں فوراً اور دوسری صورت میں اس کے گھر میں داخل ہونے پر تین طلاقیں ہو جائیں گی، بلکہ اگر متفرق طور پر تین طلاقیں کسی شرط سے معلق کر دے بشرطیکہ ان متفرق طلاقوں کو لفظ "واؤ" یا "فاء" کے ساتھ بطور عطف ذکر کرے، نہ کہ لفظ "ثم" کے ساتھ، اور شرط کا ذکر اس کے بعد کرے، مثلاً: یوں کہے تجھے طلاق وطلاق وطلاق اگر تو فلاں کام کرے، تو اس صورت میں بھی شرط پائے جانے پر تین طلاقیں ہوں گی، کیونکہ واؤ اور فاء کا عطف سب کو ملا دیتا ہے اور جب اس کے بعد شرط ذکر کی، تو اس شرط نے پہلے پورے کلام کو معلق کر دیا، تو شرط کے پائے جانے پر اس سے معلق تینوں طلاقیں دفعۃً واقع ہو جائیں گی، لیکن اس کے برخلاف اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں غیر مشروط طور پر متفرق دے، مثلاً: یوں کہے تجھے ایک طلاق اور دوسری طلاق اور تیسری یا تینوں کو متفرق طور پر ذکر کرے مگر شرط کو ان سے پہلے ذکر کرے، مثلاً: یوں کہے، اگر تو نے فلاں کام کیا، تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق، یا مشروط تین طلاقیں ذکر کرے مگر طلاقوں کو بغیر عطف شرط سے پہلے ذکر کر دیا ہو، مثلاً: یوں کہے تجھے طلاق طلاق طلاق اگر تو فلاں کام کرے، تو ان تینوں صورتوں میں متفرق شدہ طلاقوں میں سے ایک ہی طلاق ہو گی، جو بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو لغو ہو جائیں گی، کیونکہ ان میں سے پہلی صورت میں جب اس نے "تجھے ایک طلاق" کہا تو بیوی بغیر عدت نکاح سے خارج ہو جائے گی، تو وہ اس کے بعد طلاق کا محل ہی نہ رہی، تو باقی دو کے وقوع کے وقت بیوی طلاق کا محل نہ تھی، لہذا وہ دونوں طلاقیں بیکار (لغو) ہو گئیں، اور دوسری صورت میں چونکہ شرط مقدم ہے اس لیے شرط کے وجود پر پہلی طلاق کے بعد باقی دو طلاقوں کا محل نہ رہی، کیونکہ وہ پہلی طلاق کے ساتھ ہی بائنہ ہو گئی، لہذا باقی دونوں لغو ہو گئیں، شرط کے پائے جانے پر، گویا یوں کہا تجھے طلاق وطلاق وطلاق، تو یہ پہلی صورت کی طرح

ہوگئی، اور تیسری صورت میں اس لیے کہ تعلیق کا تعلق صرف آخری طلاق سے ہوا، کیونکہ طلاقوں کے بعد اس نے شرط ذکر کی جس نے تیسری طلاق کے وقوع سے روک دیا، اور پہلی دونوں عطف نہ ہونے کی وجہ سے تیسری کے ساتھ مربوط نہ ہوسکیں، لہذا وہ دونوں ذکر کرتے ہی غیر مشروط واقع ہوگئیں، توجب پہلی واقع ہوئی ،تووہ بائنہ ہوگئی، تواس کے بعد وہ دوسری غیر مشروط اور تیسری معلق اور مشروط کا محل نہ رہی، لہذا دوسری اور تیسری لغو ہوگئیں، **جب یہ مذکورہ مسائل معلوم ہوگئے، تومسئلہ مسئولہ واضح ہوگیا کہ دوسری منکوحہ کو بھی یہ ایک ہی طلاق ہوگی، اور بس۔**

فی الھندیۃ:"ان علق الطلاق بالشرط ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق وطالق وطالق وھی غیر مدخولۃ بانت بواحدۃ عند وجود الشرط فی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولغا الباقی، وان کان الشرط مؤخرا فقال انت طالق وطالق وطالق ان دخلت الدار، أوذکرہ بالفاء فدخلت الدار بانت بثلث اجماعا سواء کانت مدخولۃ اوغیر مدخولۃ، **فان ذکرہ بغیر حرف العطف ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق طالق طالق وھی غیر مدخولۃ فالاول معلق بالشرط والثانی یقع للحال والثالث لغو**، وان اخر فالاول ینزل للحال ولغا الباقی کذا فی السراج اھ ا۔ملخصا"ہندیہ میں ہے: اگر کسی نے طلاق کو مشروط کیا اور شرط کو پہلے ذکر کیا، مثلاً: یوں کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی، تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق، جبکہ عورت غیر مدخولہ ہو، تو شرط پائے جانے پر وہ پہلی طلاق سے بائنہ ہوجائے گی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے مسلک پر اور باقی دو لغو ہوجائیں گی، اور اگر شرط مؤخر ذکر کی ہو، مثلا: یوں کہا تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق اگر تو گھر میں داخل ہوئی، یا فاء کے ساتھ عطف کیا، تو عورت جب گھر میں داخل ہوگئی، تو تین طلاقوں سے بائن ہوجائے گی، خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، یہ مسئلہ بالاجماع ہے، **اور اگر طلاقوں کا ذکر عطف کے بغیر ہو، تو اگر شرط مقدم ہو، مثلاً: یوں کہے: اگر تو گھر میں داخل ہوئی، تو تجھے طلاق طلاق طلاق، جب بیوی غیر مدخولہ ہو، تو پہلی طلاق شرط سے معلق ہوگی، دوسری فی الحال واقع ہوجائے گی، جو بائنہ ہوگی اور تیسری لغو ہو**

جائے گی، اور اگر شرط کو مؤخر ذکر کیا، تو پہلی طلاق فوراً واقع ہو گی اور باقی دونوں لغو ہوں گی، سراج میں ایسے ہی مذکور ہے اھ ملخصاً۔

وفی الدرالمختار:"یقع بانت طالق واحدةوواحدة ان دخلت الدار ثنتان لودخلت لتعلقهما بالشرط دفعة **وتقع واحدة ان قدم الشرط لان المعلق كالمنجز اه**" درمختار میں ہے: اگر کسی نے یوں کہا: تجھے ایک طلاق اور ایک (عطف کے ساتھ) اگر تو گھر میں داخل ہو، تو دونوں طلاقیں واقع ہوں گی، کیونکہ دونوں ایک شرط سے مشروط ہیں، لہذا شرط پائے جانے پر دونوں دفعۃ واقع ہو جائیں گی۔ **اور اگر شرط کو مقدم ذکر کیا، تو ایک طلاق واقع ہو گی، کیونکہ یہاں مشروط، غیر مشروط کی طرح ہے اھ**۔فی ردالمحتار :"قوله لتعلقهما بالشرط دفعة لان الشرط مغير للايقاع فاذا اتصل المغير توقف صدر الكلام عليه فيتعلق به كل من الطلقتين معا فيقعان عند وجود الشرط كذلك **بخلاف مالوقدم الشرط فلايتوقف لعدم المغير**، مختصرا" ردالمحتار میں اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول کہ "(پہلی صورت میں) دونوں معلق بشرط واحد ہیں" کیونکہ شرط کے ذکر نے دونوں کو غیر مشروط سے مشروط بنا دیا، اس لیے کہ اس تبدیلی والی شرط کی وجہ سے پہلا کلام اس پر موقوف ہو گیا، لہذا دونوں طلاقوں کا معاً اس شرط سے تعلق ہو گیا، لہذا شرط پائے جانے پر دونوں اس طرح معاً واقع ہو جائیں گی، **اس کے برخلاف اگر شرط کو مقدم ذکر کیا ہو، تو دونوں پر موقوف نہ ہوں گی، بلکہ صرف پہلی معلق ہو گی اور دوسری غیر مشروط رہے گی، جو فی الحال فوراً واقع ہو جائیں گی**، مختصراً۔" **(فتاوی رضویہ، ج13، ص225تا228، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)**

طلاقِ رجعی کے بعد رجوع کا حق ہونے کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: "یہ طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔" **(القرآن، پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت229)**

عالمگیری میں ہے:"واذا طلق الرجل امراته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها رضيت بذلك اولم ترض" جب مرد اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دے دے، تو اسے اختیار

ہے کہ اس کی عدت میں رجوع کرلے، عورت اس پر راضی ہو یا نہ ہو۔

(عالمگیری، ج1، ص470، مطبوعہ کوئٹہ)

رجوع کے طریقے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فتاویٰ عالمگیری میں فرماتے ہیں: ”وھی علی ضربین، سنی و بدعی۔(فالسنی) ان یراجعھا بالقول و یشھد علی رجعتھا شاھدین و یعلمھا بذلک، فاذا راجعھا بالقول نحو ان یقول لھا راجعتک او راجعت امراتی و لم یشھد علی ذلک او اشھد و لم یعلمھا بذلک فھو بدعی مخالف للسنة و الرجعة صحیحة، و ان راجعھا بالفعل مثل ان یطاھا او یقبلھا بشھوة او ینظر الی فرجھا بشھوة فانه یصیر مراجعا عندنا الا انه یکرہ له ذلک و یستحب ان یراجعھا بعد ذلک بالاشھاد، کذا فی الجوھرة النیرة“ رجعت کی دو قسمیں ہیں، سنت اور بدعت۔ سنت یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجوع کرے اور اپنے رجوع کرنے پر دو شخصوں کو گواہ بنائے اور عورت کو بھی اس کی خبر کردے۔ تو جب اس نے قول سے رجوع کیا، مثلاً: اس سے کہا: میں نے تم سے رجوع کیا یا میں نے اپنی عورت سے رجوع کیا، مگر اس پر گواہ نہ بنائے یا گواہ بنائے، مگر عورت کو اس کی خبر نہ دی، تو یہ بدعت و خلافِ سنت ہے، مگر رجوع صحیح ہے، اور اگر فعل سے رجوع کیا، مثلاً: اُس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف شہوت سے نظر کی، تو ہمارے نزدیک وہ رجوع کرنے والا ہو جائے گا، لیکن اس کے لیے ایسا کرنا، مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد گواہ بنا کر دوبارہ رجوع کرے۔ اسی طرح جوہرہ نیرہ میں ہے۔ **(فتاوی عالمگیری، ج1، ص468، مطبوعہ کوئٹہ)**

کسی شرط پر معلق طلاق شرط پائے جانے کے بعد واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہدایہ شریف میں ہے: ”اذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامراته ان دخلت الدار فانت طالق“ جب طلاق کو کسی شرط کی طرف مضاف کیا، تو شرط پائے جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی، جیسے مرد اپنی عورت سے کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی، تو تجھے طلاق۔ **(ھدایہ مع نصب الرایہ، ج3، ص324، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

معلق طلاق واقع نہ ہو، اس کا حل بیان کرتے ہوئے تنویر الابصار و درمختار میں فرماتے ہیں: ”(وتنحل) الیمین (بعد) وجود (الشرط مطلقاً) لکن ان وجد فی الملک طلقت و عتق والا

لا فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها" اور شرط پائے جانے کے بعد یمین مطلقاً ختم ہو جائے گی، لیکن شرط اگر ملکیت میں پائی گئی، تو طلاق اور آزادی واقع ہو جائے گی، وگرنہ نہیں، تو جس شخص نے تین طلاق عورت کے گھر میں داخل ہونے پر معلق کر دیں، اس کا حیلہ یہ ہے کہ وہ اسے ایک طلاق دے، پھر عدت کے بعد عورت گھر میں داخل ہو جائے، تو یمین ختم ہو جائے گی، پھر وہ نکاح کر لے۔ **(تنویر الابصار و درمختار مع ردالمحتار، ج4، ص600، مطبوعہ کوئٹہ)**

ردالمحتار میں ہے: "قولہ: (مطلقا) ای: سواء وجد الشرط فی الملک اولا" مصنف علیہ الرحمۃ کا قول: (مطلقاً) یعنی برابر ہے کہ شرط مِلک میں پائی جائے یا نہیں۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج4، ص600، مطبوعہ کوئٹہ)

تنبیہ: اوپر مذکور حل پر عمل کر کے دوبارہ نکاح کر لینے کے بعد آپ کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی ہو گا کیونکہ دو طلاقیں پہلے واقع ہو چکیں، لہذا کبھی بھی آپ نے تیسری طلاق دے دی، تو بیوی آپ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ دوبارہ نکاح نہیں ہو سکے گا۔

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دو مرتبہ طلاق رجعی دینے والے کے بارے میں فرماتے ہیں: "اگر پہلے طلاق نہ دی تھی، یہ دو دی ہیں، تو آئندہ جب کبھی ایک طلاق دے گا، عورت بے حلالہ کے نکاح میں نہ آسکے گی۔" **(فتاوی رضویہ، ج12، ص367، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

18 شوال المکرم 1444ھ/09 مئی 2023ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

بیوی کے کفر بولنے کے بعد اسے طلاق دینا

مجیب: ابوحفص محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-943

تاریخ اجراء: 03 محرم الحرام 1443ھ/03 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شادی شدہ عورت صریح کفر بول دے اور پھر فوراً توبہ تجدید ایمان بھی کرے لیکن تجدید نکاح ایک سال بعد کرے۔ اس صورت میں اگر شوہر تجدید ایمان کے بعد اور تجدید نکاح سے پہلے عورت کو طلاق دے یا طلاق کو کسی چیز پر معلق کرے تو طلاق یا اس کی تعلیق درست ہو گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر شوہر تجدید نکاح سے پہلے طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اسی طرح اگر تجدید نکاح سے پہلے طلاق کو معلق کر دے تو یہ تعلیق بھی درست ہو گی۔ کیونکہ مفتی بہ قول کے مطابق عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، نکاح باقی رہتا ہے اگرچہ تجدید نکاح سے پہلے صحبت جائز نہیں ہوتی۔ چنانچہ سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاوٰی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”اگر عورت معاذاللہ اُن میں کی ہوگئی اور مرد سنی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا۔ علی مافی النوادر وحققنا الافتاء بہ فی ھذا الزمان فی فتاوٰنا (نوادر کی روایت کے مطابق اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے کہ اس زمانہ میں فتوٰی یہی ہے۔) مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام نہ لائے۔ لان المرتد لیست باھل ان یطأھا مسلم او کافر اواحد، (کیونکہ مرتد عورت اس قابل نہیں رہی کہ کوئی بھی اس سے وطی کرے خواہ مسلمان مرد ہو یا کافر یا کوئی بھی ہو۔)“ (فتاوٰی رضویہ، جلد 11 صفحہ 244 مطبوعہ لاہور)

کسی عورت نے کچہری میں اپنے آریہ ہونے کی درخواست دی، اس پر اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی، اس کے متعلق حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا تو آپ علیہ الرحمۃ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "عورت اپنی اس درخواست کی بنا پر اسلام سے خارج ہوگئی، اس پر توبہ و تجدید ایمان فرض ہے۔۔۔۔ عورت کی ردت سے نکاح

پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔۔۔ آج اسی روایت پر فتوی ہمارے نزدیک واجب ہے۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ طلاق ہو گئی اگرچہ کتنے ہی زمانہ کے بعد دی ہو۔" (فتاوی مصطفویہ، ص92،93، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رخصتی سے پہلے ہی جدائی ہوجائے، تو حق مہر کا کیا حکم ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13051

تاریخ اجراء: 04ربیع الثانی1445ھ/20اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رخصتی سے پہلے ہی اگر میاں بیوی میں جدائی ہو جائے، تو حق مہر کا کیا حکم ہو گا؟ جو مہر مقرر ہو چکا تھا کیا وہ مہر عورت کو ملے گا یا پھر اس پر شوہر ہی کا حق ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میاں بیوی کے درمیان اگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے جدائی ہو جائے تو مہر مقرر ہونے کی صورت میں آدھا مہر شوہر پر دینا واجب ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِؕ-“ ترجمہ کنزالایمان: ”اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لیے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔“ (القرآن الکریم: پارہ02، سورۃ البقرۃ، آیت 237)

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”(و) یجب (نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة)“ یعنی دخول یا خلوت سے پہلے طلاق کی وجہ سے نصف مہر لازم ہے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب النکاح، ج04، ص225-226، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”**اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی**، آدھا مہر ساقط ہو جائے گا، **نصف واجب الادا ہو گا۔**“ (فتاوی رضویہ، ج11، ص281، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: ”وطی یا خلوت صحیحہ یا دونوں میں سے کسی کی موت ہو ان سب سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے کہ جو مہر ہے اب اس میں کمی نہیں ہو سکتی۔۔۔ **اگر مہر مؤکد نہ ہوا تھا اور شوہر نے طلاق دے دی تو نصف واجب ہو گا** اور اگر طلاق سے پہلے پورا مہر ادا کر چکا تھا تو نصف تو عورت کا ہوا ہی اور نصف شوہر کو واپس ملے گا مگر اس کی واپسی میں

شرط یہ ہے کہ یا عورت اپنی خوشی سے پھیر دے یا قاضی نے واپسی کا حکم دے دیا ہو اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شوہر کا کوئی تصرف اس میں نافذ نہ ہو گا، مثلاً اس کو بیچنا، ہبہ کرنا، تصدّق کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔" (بہارِ شریعت، ج02، ص65، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرنس نمبر:FMD-1390　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ:29-04-2019

طلاق کے بعد جہیز، زیورات و دیگر سامان کی واپسی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام طلاق کے بعد درپیش ہونے والے درج ذیل مسائل کے بارے میں:

(1)عورت کو جہیز میں جو کچھ زیوراور سامان وغیرہ اپنے والدین کی طرف سے ملا، طلاق ہوجانے کے بعد ان کا حقدار کون ہے؟ عورت کو ملے گا یا سسرال والوں کو؟

(2)عورت کو جو زیورات شوہر کے والدین کی طرف سے ملے، طلاق کے بعد ان کا حقدار کون ہے؟

(3)شوہر کو ساس وسُسر کی جانب سے جو چیزیں ملیں مثلاً بائیک، گھڑی، انگوٹھی اور گولڈ وغیرہ، وہ واپس کی جائیں گی یا نہیں؟

(4)عورت کے والدین نے عورت کی ساس کو سونے کا ہار گفٹ کیا، کیا طلاق کے بعد اس کی واپسی ہوگی یا نہیں؟

سائل: زاہد احمد قریشی (کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1)جو کچھ زیور، سامان وغیرہ عورت کو اپنے والد کی طرف سے جہیز میں ملا، اس کی مالک صرف عورت ہے وہ اسی کو ملے گا کسی اور کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

ردالمحتار میں علامہ شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: ”کل أحد یعلم أن الجھاز ملک المرأۃ وأنہ إذا طلقھا تأخذہ کلہ، وإذا ماتت یورث عنھا“ یعنی ہر ایک جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہے لہذا جب شوہر اسے طلاق دیدے تو وہ تمام جہیز لے لے گی اور جب عورت مر جائے تو جہیز میں وراثت جاری ہوگی۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، ج05، ص302، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص مِلک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں، طلاق ہُوئی تو کُل لے گئی، اور مر گئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا“

(فتاوی رضویہ، ج12، ص203، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی رضویہ میں ایک اور مقام پر ہے: ”زیور، برتن، کپڑے وغیرہ جو کچھ ماں باپ نے دختر کو دیا تھا وہ سب ملک دختر ہے“ (فتاوی رضویہ، ج26، ص 211، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

(2) وہ زیورات جو عورت کو شوہر کے والدین کی طرف سے ملے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں:

1۔ اگر شوہر کے والدین نے زیورات عورت کے قبضہ میں دیتے وقت مالک بنانے یا ہبہ یا تحفہ دینے کی صراحت کر دی تھی۔ مثلاً لڑکی کو کہا کہ ہم نے یہ زیورات آپ کی ملک کئے یا آپ کو ہبہ کئے یا بطورِ تحفہ دئے۔

2۔ تحفہ دینے یا مالک بنانے کی صراحت تو کسی نے بھی قبضہ دیتے وقت نہیں کی تھی، لیکن خاندان کا عرف ہی یہ ہو کہ دیتے وقت مالک ہی بنا دیتے ہیں، تو مذکورہ ان دونوں صورتوں میں لڑکی ان زیورات کی مالکہ ہو جاتی ہے اور سسرال والے اب اس کے مالک نہیں رہتے اور اب ان کا طلاق سے پہلے یا طلاق کے بعد ان زیورات کی واپسی کا مطالبہ کرنا، جائز نہیں۔

3۔ دیتے وقت نہ مالک بنانے کی صراحت کی اور نہ ہی وہاں مالک بنانے پر عرف جاری ہو، بلکہ وہاں کا رواج یہ ہے کہ جب تک نکاح میں لڑکی رہے تو یہ زیورات پہننے کی اسے اجازت ہوتی ہے، لیکن جب طلاق ہو جائے، تو واپس لے لیتے ہوں، تو اس صورت میں وہ زیورات دینے والے کی ملک ہیں۔ وہ لڑکی سے جب بھی واپس لینا چاہیں، تو لے سکتے ہیں۔

یہی تینوں صورتیں اور ان کے احکام، زیورات کے علاوہ دیگر ساز و سامان کے بارے میں ہوں گے۔

چنانچہ امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”چڑھاوے کا اگر عورت کو مالک کر دیا گیا تھا خواہ صراحۃً کہہ دیا تھا کہ ہم نے اس کا تجھے مالک کیا یا وہاں کے رسم و عرف سے ثابت ہو کہ تملیک ہی کے طور پر دیتے ہیں جب تو وہ بھی عورت ہی کی ملک ہے ورنہ جس نے چڑھایا اس کی ملک ہے۔“

(فتاوی رضویہ، ج12، ص260، رضافاونڈیشن، لاھور)

(3) شادی کے وقت سُسرال سے جو چیزیں شوہر کو ملتی ہیں۔ مثلاً بائیک، گھڑی، انگوٹھی اور گولڈ وغیرہ، عام عرف یہی ہے کہ شوہر کو ہبہ (گفٹ) کی جاتی ہیں اور اس سے مقصود اپنے داماد کو ان چیزوں کا مالک بنانا ہی ہوتا ہے۔ نیز شادی کے بعد کی گفتگو میں اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں کہ ہم نے داماد کو شادی کے وقت فلاں فلاں چیز گفٹ کی ہے وغیرہ، لہذا ایسی صورت حال میں شوہر قبضہ کرنے کے بعد قطعاً ان چیزوں کا مالک بن جاتا ہے۔

ہاں اگر کوئی معمولی یا قیمتی شے دیتے وقت صراحتاً کہہ دیا تھا کہ ملک نہیں کر رہے، بطور عاریت دے رہے ہیں یا بیٹی کی ملک کر رہے ہیں، تو پہلی صورت میں دینے والا جو پہلا مالک تھا، اسی کی ملک باقی رہے گی اور دوسری صورت میں بیٹی کی ملکیت ثابت ہو گی، جبکہ اس کا قبضہ بھی ہو چکا ہو۔

چنانچہ شادی کے وقت سُسرال سے ملنے والے جوڑے کے متعلق امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

فرماتے ہیں:"شوہر کا جوڑا ادھر سے آتا ہے بعد قبضہ قطعاً مِلک شوہر ہو جاتا ہے کہ لوگ اُس سے تملیک ہی کا قصد کرتے ہیں وذٰلک واضح لا خفاء بہ(اور یہ واضح ہے اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں)"

(فتاوی رضویہ،ج12،ص204،رضافاؤنڈیشن،لاھور)

تنبیہ: گفٹ کی تکمیل کے بعد حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر گفٹ کی واپسی کے موانع(جس کی تفصیل آگے چوتھی شق کے جزئیہ میں موجود ہے)میں سے کوئی مانع نہ پایا جائے،تو قضائے قاضی یا باہم رضامندی سے واپس لینے کا اختیار ہوتا ہے یعنی واپس لیں گے، تو واپسی صحیح ہو جائے گی، لیکن واپس لینا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ اور شرعاًنہایت قبیح فعل ہے، جسے حدیث پاک میں کُتّے کے قے یعنی اُلٹی کر کے اُسے چاٹ لینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔اگر کسی نے گفٹ کی ہوئی چیز زبردستی چھین لی، تو یہ شخص اُس گفٹ کی ہوئی چیز کا مالک نہیں بنے گا، بلکہ جس کو گفٹ دیا تھا وہ چیز اسی کی ملکیت میں باقی رہے گی۔اور اس کے تمام تصرفات ،ملکِ غیر میں تصرف کرنا کہلائے گا۔

بخاری شریف میں ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"العائد في هبته كالعائد في قيئه"ترجمہ: اپنے ہبہ سے رجوع کرنے والا اپنی قے میں لوٹنے والے کی طرح ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الھبۃ،ج3،ص164،دار طوق النجاۃ،مصر)

فتاوی رضویہ میں ہے"اگر موانع رجوع نہ ہوں جب بھی رجوع کا خود بخود اختیار نہیں ہوتا بلکہ یا تو موہوب لہ (جس شخص کو گفٹ دیا گیا ہو اس) کی مرضی سے ہبہ واپس کرلے یا نالش کر کے بحکم حاکم رجوع کرے،اس کے بعد دوسرے کو ہبہ کر سکتا ہے بغیر اس کے وہی ملک غیر کا ہبہ ہے۔" (فتاوی رضویہ،ج19،ص332،رضافاؤنڈیشن،لاھور)

فتاوی رضویہ میں سُسرال کی جانب سے ملنے والے جوڑے کی واپسی کے بارے میں لکھا ہے:"اگر جوڑا مِلکِ شوہر میں موجود اور باقی موانع رجوع بھی مفقود ہوں مثلاً **والدینِ زن نے بنایا تو اُن سے قرابت محرمہ نسبیہ نہ ہو**، یا مالِ زوجہ سے بنا تو پیش از نکاح بھیجا گیا ہو تو شوہر کی رضا یا قاضی کی قضا سے رجوع کا اختیار ہو گا کہ طرفین سے جوڑیں کا جانا بحکمِ عرف دونوں جانب کی مستقل رسم ہے، **نہ ایک دوسرے کے عوض میں**، ولہذا اگر ایک جانب سے مثلاً بوجہ افلاس جوڑا نہ آئے تو بھی دوسری طرف والے بھیجتے ہیں تو عوض صریح کہ موانع رجوع سے ہے متحقق نہیں، پھر دُولہا کی جانب سے بری میں ہرگز اُس جوڑے کا خیال نہیں جو دُولہا کو ملتا ہے بلکہ محض ناموری یا وہی کثرتِ جہیز کی طمع پروری، بہر حال یہ ہبہ معاوضہ سے خالی ہے تو بشرائط مذکورہ دُلہن والوں کو رجوع کا اختیار، مگر گنہگار ہوں گے۔۔۔اس صورت میں شوہر نے اگر یہ جوڑا واپس کر دیا تو رجوع صحیح ہو گئی اور اس کی مِلک سے خارج ہو گیا لتحقق الرجوع بالتراضی (باہمی رضامندی سے رجوع متحقق ہونے کی وجہ سے)"

(ملتقطا از فتاوی رضویہ،ج12،ص05-204،رضافاؤنڈیشن،لاھور)

(4)عورت کے والدین نے عورت کی ساس یعنی اپنی سمدھن کو جو سونے کا ہار گفٹ کیا، تو اس کا حکم وہی ہے، جو تیسری شق میں گزرا یعنی ہبہ کی واپسی سے کوئی مانع نہ پایا جائے تو قاضی کی قضایا سمدھن کی رضامندی سے واپس لینے کا اختیار ہے، لیکن تحفہ دینے والا تحفہ واپس لینے کی صورت میں گناہ گار ضرور ہو گا۔

موانعِ رجوع میں سے کوئی نہ ہو تو موہوب لہ کی رضا یا قضائے قاضی سے ہبہ میں رجوع ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے: ”**اگر وہ شخص اس کا ذی رحم محرم نہیں** یعنی نسب کے رو سے ان میں باہم وہ رشتہ نہیں جو ہمیشہ ہمیشہ حرمت نکاح کا موجب ہوتا ہے جیسے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، نہ یہ واھب و موہوب لہ وقت ھبہ باہم زوج وزوجہ تھے، **نہ موہوب لہ وقت ہبہ فقیر تھا، نہ اب تک موہوب لہ اس ھبہ کے عوض میں کوئی چیز یہ جتا کر واہب کو دے چکا ہے کہ یہ تیرے ہبہ کا معاوضہ ہے، نہ اس عین شیئ موہوب میں کوئی ایسی زیادت موہوب لہ کے پاس حاصل ہوئی اور اب تک باقی ہے جس سے قیمت بڑھ جائے** جیسے زمین میں عمارت یا پیڑ یا کپڑے میں رنگ یا جاندار میں فربہی یا کنیز میں حُسن یا اسے کوئی صنعت یا علم آجانا تو ان سب شرائط کے ساتھ **جب تک وہ شے موہوب اس موھب لہ کی ملک میں باقی و قائم اور واہب و موہوب لہ دونوں زندہ ہیں** اگرچہ ھبہ کو سو برس گزر چکے ہوں واپس لینے کا اختیار ہے بایں معنی کہ یا تو موہوب لہ خود واپسی پر راضی ہو جائے یا یہ بحکم حاکم شرع واپس کرا لے ورنہ آپ جبرا لے لینے کا کسی غیر حاکم شرعی کے حکم سے واپس کرانے کا اصلا اختیار نہیں **یونہی اگر ان آٹھ شرطوں میں سے کوئی بھی کم ہے تو واپسی کا مطلقا اختیار نہ ہو گا**، پھر یہاں اختیار کا صرف اتنا حاصل کہ واپسی صحیح ہو جائے گی لیکن گناہ ہر طرح ہو گا کہ دے کر پھیرنا شرعا منع ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی مثال ایسی فرمائی جیسے کتا قے کر کے چاٹ لیتا ہے“

(فتاوی رضویہ، ج19، ص198، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

23 شعبان المعظم 1440ھ / 29 اپریل 2019ء

خوفِ خدا و عشقِ مصطفےٰ کے حصول کیلئے ہر ہفتے کو عشا کی نماز کے بعد امیرِ اہلِ سنّت کا مَدَنی مذاکرہ دیکھنے سننے اور ہر جُمعرات مغرب کی نماز کے بعد عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک، دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں بہ نیتِ ثواب ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجاء ہے

نوٹ! دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے یا تحریر کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج daruliftaahlesunnat کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

کیا نامرد کی عورت پر بھی طلاق کی عدت لازم ہوگی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13190

تاریخ اجراء: 08جمادی الثانی1445ھ/22دسمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص بیوی کے ساتھ رہتا ہو مگر حقِ زوجیت ادا کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ پھر شادی کے چار سال بعد وہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے، تو کیا اس کی عورت پر بھی طلاق کی عدت لازم ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں اُس عورت پر طلاق کی عدت لازم ہو گی۔

نامرد کی بیوی پر طلاق کی عدت لازم ہونے سے متعلق تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:"(ولو وجدته عنينًا) هو من لا يصل إلى النساء لمرض أو كبر، أو سحر۔۔۔(فإن وطئ) مرة فبها (وإلا بانت بالتفريق) من القاضي إن أبى طلاقها" ترجمہ:"عورت اگر شوہر کو نامرد پائے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو مرض، بڑھاپے یا جادو کے سبب عورت سے جماع کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔۔۔اگر اُس نامرد نے ایک مرتبہ بھی اپنی عورت سے وطی کرلی ہو تو بہتر، ورنہ قاضی کی جانب سے تفریق کی صورت میں وہ عورت طلاقِ بائنہ والی شمار ہو گی جبکہ شوہر نے طلاق دینے سے انکار کیا ہو۔"

(وإلا بانت بالتفريق) کے تحت رد المحتار میں ہے:"لأنها فرقة قبل الدخول حقيقة، فكانت بائنة ولها كمال المهر وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة، بحر" ترجمہ:"کیونکہ یہ جدائی حقیقۃً دخول سے پہلے ہے، لہذا اس عورت کو طلاقِ بائنہ واقع ہو گی اور اُس کے لیے پورا مہر ہو گا، نیز خلوتِ صحیحہ پائی جانے کی وجہ سے اُس عورت پر عدت بھی لازم ہو گی، "بحر"۔" (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، ج05، ص175-171، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

نامرد کی خلوت صحیح شمار ہو گی۔ جیسا کہ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق میں ہے:"(قوله: وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة) أي لأن خلوة العنين صحيحة إذ لا وقوف على حقيقة العنة لجواز أن يمتنع من الوطء اختيارا تعنتا فيدور الحكم على سلامة الآلة۔اھ۔فتح۔"یعنی شارح کا یہ فرمانا کہ نامرد کی عورت پر خلوتِ صحیحہ پائی جانے کی وجہ سے عدت لازم ہو گی، کیونکہ نامرد کی خلوت صحیح ہوتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نامرد ہونے کا حقیقی علم نہیں ہو سکتا، ممکن ہے مرد جان بوجھ کر جماع سے باز رہے۔ لہذا حکم آلہ تناسل کے سلامت رہنے پر دائر ہو گا۔(حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، ج03، ص23، مطبوعہ قاہرۃ)

عنایہ شرح الہدایہ میں ہے:"(ولها كمال المهر إن كان خلا بها لأن خلوة العنين صحيحة)۔۔۔ (ويجب العدة) لتوهم الشغل احتياطا استحساناً۔"یعنی نامرد نے عورت سے خلوت کر لی ہو تو اُس کی عورت کو پورا مہر ملے گا کہ نامرد کی خلوت درست ہوتی ہے۔۔۔ہاں اُس کی عورت پر استحساناً احتیاط کے طور پر عدت لازم ہو گی کیونکہ ممکن ہے کہ عورت کو حمل ٹھہر چکا ہو۔(العنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الطلاق، ج04، ص300، دار الفکر، ملتقطاً)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاوٰی رضویہ میں نامرد سے متعلق کیے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید (عنین) ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اس وقت بطلب ہندہ زید و ہندہ میں تفریق کر دی جائے، **اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہو گا۔**" وكل ماذكرنا مفصل في الدر المختار و رد المحتار والفتاوى الخيريه وغيرها من الكتب الفقهية۔(جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، وہ مفصل طور پر در مختار، رد المحتار اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتب میں موجود ہے)"۔"(فتاوٰی رضویہ، ج11، ص196، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے:"**شوہر کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا انثیین نکال لیے گئے ہیں یا عنین (نامرد) ہے یا خنثیٰ ہے** اور اس کا مرد ہونا ظاہر ہو چکا **تو ان سب میں خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔** خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت کو طلاق دی تو مہر پورا واجب ہو گا، جبکہ نکاح بھی صحیح ہو۔۔۔۔ **خلوتِ صحیحہ کے یہ احکام بھی ہیں: طلاق دی تو عورت پر عدّت واجب**، بلکہ عدّت میں نان و نفقہ اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب ہے۔"(بہارِ شریعت، ج02، ص70، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کا 15 سال ایک دوسرے سے الگ رہنے کے بعد ایک ساتھ سفر کرنا

مجیب: عبدالرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1651

تاریخ اجراء: 27 شوال المکرم 1444ھ/18 مئی 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں امریکہ میں رہتی ہوں، شادی کو 27 سال ہو چکے ہیں، کم و بیش 15 سال سے ہم میاں بیوی ایک ہی شہر، ایک ہی ایریا میں الگ الگ رہتے ہیں، میاں بیوی والے کوئی تعلقات نہیں، بات چیت ملنا جلنا ہوتا ہے، ہمارے درمیان طلاق وغیرہ نہیں ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ کیا میں ایسے شوہر کے ساتھ شرعی سفر کر سکتی ہوں یا عمرہ پر جا سکتی ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر واقعی شرعاً طلاق وغیرہ، جدائی والی کوئی صورت واقع نہیں ہوئی تو اگرچہ ایک دوسرے سے ناراضی ہے، لیکن شرعی طور پر تو میاں بیوی کا رشتہ موجود ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں شوہر کے ساتھ کسی بھی شرعی سفر میں جانے میں کوئی حرج نہیں، خواہ وہ عمرہ و حج کا سفر ہی کیوں نہ ہو۔

نوٹ: یہ یاد رہے کہ! بیوی، بلاوجہ شرعی شوہر کی رضا و اذن کے بغیر اس سے دور نہیں رہ سکتی، اور شوہر کے لیے بھی بیوی کی رضا و اذن کے بغیر، بلاوجہ شرعی چار مہینے تک بیوی سے اس طرح دور رہنا کہ میاں بیوی والے تعلقات نہ کرے، یہ جائز نہیں۔ یہ دوری دونوں میں سے جس کی طرف سے ہے، وہ جواب دہ ہے۔ لہذا صبر و تحمل، معافی تلافی اور عفو و درگزر وغیرہ کا مظاہرہ کر کے معاملات کو حل کرنا چاہیے۔ قرآن پاک میں میاں بیوی کی صلح کو بہتر اور خوب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح خوب ہے۔ (پ05، سورۃ النساء، آیت 128)

عورت کو لٹکتا چھوڑ دینے کی ممانعت فرماتے ہوئے قرآن پاک میں فرمایا: ﴿فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو آدھر (درمیان) میں لٹکتی چھوڑ دو۔ (پ05، سورۃ النساء، آیت129)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب، جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو اور اسے معلقہ کر دینا حرام اور بے اس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔" (فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ446، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تین طلاقیں ہونے کے باوجود ساتھ رہنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4879

تاریخ اجراء: 16 صفر المظفر 1438ھ/17 نومبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی مدخولہ زوجہ کو کئی بندوں کے سامنے تین طلاقیں دے دیں، وہ زوجہ کو تین طلاقیں دینے کا اقرار بھی کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ دونوں میاں بیوی بغیر حلالے کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز باقی مسلمانوں کو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں بیان درست ہونے کی صورت میں شخص مذکور کی زوجہ پر تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور اب وہ عورت اس پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو چکی ہے اور بغیر حلالۂ شرعیہ کے اکٹھے رہنے کی کوئی صورت نہیں، اس کے باوجود ان دونوں کا بغیر حلالۂ شرعیہ کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہنا حرام اور ہم بستری کرنا زنا ہے، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں، اگر جدا نہ ہوں تو باقی تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ان کی غمی خوشی میں شریک ہونا اور ان کو اپنی غمی خوشی میں شریک کرنا اور ان سے میل جول رکھنا ختم کر دیں، جب تک کہ یہ توبہ کر کے جدا نہ ہو جائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مذاق میں طلاق دینا

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-894

تاریخ اجراء: 13 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 13 جون 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر مذاق میں بیوی سے کہے میں نے تجھے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کا مُعاملہ ایسا ہے کہ مذاق میں دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارک ہے۔ ”تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے (یعنی مذاق میں بھی وہی حکم ہے جو سنجیدگی میں ہے) نکاح، طلاق اور (طلاق کے بعد) رجوع کرنا“۔ (مشکوۃ، باب الخلع والطلاق، ص284، مطبوعہ: کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

میاں بیوی کے محض دور رہنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

فتوی نمبر: WAT-122

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1443ھ/04اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت سات ماہ تک یا اس سے کم و بیش عرصہ تک، اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اپنی ماں کے گھر رہے اور وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، مگر شوہر طلاق نہ دے، پھر بعد میں شوہر کے پاس آجائے لیکن ان کے درمیان طلاق وغیرہ نہ ہوئی ہو تو پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر کسی طرح ان کے درمیان طلاق نہیں ہوئی تو محض اتنا عرصہ دور رہنے سے طلاق نہیں ہوئی۔ لہذا وہ دونوں دوبارہ نکاح کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں، پہلا نکاح ہی کافی ہے، دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میں طلاق دے دوں گا کہنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-536

تاریخ اجراء: 08رجب المرجب1443ھ/10فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بھائی نے اپنی امی کو کال کر کے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ "میں اس کو طلاق دے دوں گا" اس صورت میں کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی صرف یہی الفاظ کہے تھے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق نہیں ہوئی کہ زید نے جو الفاظ کہے (طلاق دے دوں گا) وہ ارادہ طلاق پر مشتمل ہیں اور ارادہ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

"میں تمہیں چھوڑدوں گا" کہنے سے طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

مجیب: مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:849

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1438ھ/06 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران یہ کہا کہ ''میں تمہیں چھوڑدوں گا''تو کیا یوں کہنے سے کوئی طلاق کا معاملہ تو نہیں ہوا،اس کے علاوہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا،رہنمائی فرمائیں؟

سائل: محمد فیصل (صدر کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر آپ نے واقعی یہی الفاظ کہے تھے کہ "میں تمہیں چھوڑدوں گا"تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی کہ چھوڑدوں گا یہ طلاق کا ارادہ ہے اور محض ارادے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہذا آپ دونوں بدستور میاں بیوی ہی ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا سوتے میں طلاق دینے سے ہوجاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6090

تاریخ اجراء: 23صفر المظفر1438ھ/24نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص سوتے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق ہو جائے گی یا نہیں ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوتے میں طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت اگر شوہر کو طلاق دے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1502

تاریخ اجراء: 24 شعبان المعظم 1444ھ/17 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ میں تمہیں طلاق طلاق طلاق دیتی ہوں، اس صورت میں کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بنیادی طور پر شریعت مطہرہ نے عورت کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ طلاق دے، ہاں اگر شوہر اسے طلاق دینے کا اختیار دے یا اس کی دی ہوئی طلاق کو نافذ کر دے تو طلاق ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ طلاق عورت پر ہی واقع کی جائے، مرد پر طلاق واقع کی جائے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی، خواہ مرد نے اسے طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا تھا یا اس کے طلاق واقع کرنے کے بعد مرد نے اسے جائز کیا کیونکہ مرد طلاق کا محل نہیں ہے کہ اسے طلاق واقع ہو۔ لہٰذا اگر عورت شوہر کو طلاق دے، تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

تبیین الحقائق میں ہے ”الزوج إذا طلق نفسه أو طلقته هي لا تطلق المرأة لعدم إضافته إلى المحل“

ترجمہ: شوہر اپنے آپ کو طلاق دے یا عورت شوہر کو طلاق دے تو محل کی طرف اضافت نہ ہونے کی بناء پر عورت کو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، ج2، ص208، المطبعة الكبرى الأميرية، القاهرة)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جسے جماع پر قدرت نہ ہو اس کے لیے طلاق کا حکم

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1644

تاریخ اجراء: 25شوال المکرم1444ھ/16مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں، بیوی کے ساتھ جماع کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، سات آٹھ سال ہو گئے ہیں، علاج بھی بہت کروایا ہے، اب چاہتا ہوں کہ میں بیوی کو طلاق دے دوں تاکہ وہ گناہ میں نہ پڑے، کیا میں اسے طلاق دے سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر پر وقفہ وقفہ سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا واجب ہے، بغیر اس کی مرضی کے چار مہینے تک بلا عذر صحیح شرعی اس سے جماع نہ کرنا جائز نہیں۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر واقعی آپ جماع پر قدرت نہیں رکھتے، اور اتنے علاج کے باوجود بھی قدرت نہیں آئی، اور اس بنا پر عورت کا حق ضائع ہوتا ہے، تو اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو، تو آپ پر طلاق دینا واجب ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلقہ کر دینا حرام، اور بے اس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔" (فتاوی رضویہ، ج13، ص446، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے، مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے، یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کروا دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں، اور اس کے ازالے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی، کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔" (بہار شریعت، ج02، ص110، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کو غصے میں آزاد کے الفاظ کہنا

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-611

تاریخ اجراء: 01شعبان المعظم1443ھ/05مارچ2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے حالت غصہ میں اپنی بیوی سے بلانیت طلاق محض ڈرانے اور تنبیہ کرنے کی غرض سے اس کو ایک سے زائد بار یہ الفاظ کہہ دیے کہ تو میری طرف سے آزاد ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور الفاظ ''تو میری طرف سے آزاد ہے'' ان الفاظ کنایہ میں سے ہے کہ جو جواب میں متعین ہیں اور مذاکرہ طلاق اور غصہ کی حالت میں ان الفاظ سے بغیر نیت ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔البتہ متعدد بار بولنے کے باوجود ان سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے کہ طلاق بائن کے بعد مزید بائن طلاق کے الفاظ ہوں اور انہیں پہلی طلاق کی خبر بنانا ممکن ہو تو انہیں پہلی طلاق کی خبر قرار دیں گے اور ان سے مزید طلاق واقع نہیں ہو گی۔اس تفصیل کے مطابق صورت مسئولہ میں بھی اگر زید نے یہ الفاظ غضب و غصہ کی حالت میں کہے ہیں تو ان سے ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور عورت اس کے نکاح سے نکل چکی ہے، وہ عدت مکمل کر کے کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے البتہ اگر زید نے اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہیں دی ہیں تو دوبارہ زید کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے اور زید سے دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں عدت مکمل کرنا بھی ضروری نہیں۔

نوٹ: یاد رہے کہ زید سے نکاح کرنے کی صورت میں زید کے پاس بقیہ زندگی میں صرف دو طلاقوں کا اختیار باقی ہو گا کہ ایک طلاق وہ دے چکا ہے لہٰذا پھر کبھی اس نے مزید دو طلاقیں دیں تو عورت بحرمت مغلظہ اس پر حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ شرعیہ نکاح جائز نہیں ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر نے ایک طلاق دی تو کچھ دنوں بعد دوسری طلاق خود بخود ہو جائے گی؟

مجیب: ابو مصطفی محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-721

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی 1444ھ/19نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر نے اگر ایک طلاق دے دی، تو اب دوسری طلاق کتنی مدت کے بعد از خود واقع ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق شوہر کے دینے سے واقع ہوتی ہے، جتنی دے گا اتنی ہی رہیں گی چاہے کتنا ہی عرصہ گزر جائے، خاص مدت کے گزرنے سے خود بخود کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

اپنی روٹی الگ پکاؤ، مجھ سے دور ہو جاؤ کیا یہ الفاظ کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Sar:5243

تاریخ اجراء: 16صفر المظفر1438ھ/17نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری زوجہ سے لڑائی ہوئی میں نے غصے میں اپنی زوجہ کو کہا کہ تم اپنی روٹی پکاؤ میری نہ پکاؤ میں اپنا انتظام خود ہی کرلوں گا تم مجھ سے دور ہو جاؤ اور میں اس بات پر قسم کھاتا ہوں کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی اور نہ ہی ہمارے درمیان یہ الفاظ کہنے سے پہلے اور بعد میں کوئی طلاق کی گفتگو ہوئی تھی، تو میرے اس طرح کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

سائل: محمد حسنین (فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا سائل نے بیان کیا ہے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یا خلع لئے بغیر عورت کا کسی اور سے نکاح کرنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1208

تاریخ اجراء: 19 جمادی الثانی 1445ھ/02 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت کا نکاح ہوا اور وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی، لیکن ان دونوں کے درمیان میاں بیوی والے تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے اور کچھ دن بعد وہ واپس اپنے میکے آ گئی، چار سال بعد اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا جبکہ پہلے شوہر سے ابھی تک طلاق نہیں ہوئی، کیا یہ دوسرا نکاح ٹھیک ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب تک شوہر طلاق یا خلع نہ دے بیوی اس کے نکاح میں ہی رہے گی اور جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے کہیں اور نکاح کرنا حرام و سخت گناہ ہے، ایسا ہر گز نکاح نہیں ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ“ یعنی کسی مرد کے لئے دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی ھندیہ، جلد1، صفحہ280، مطبوعہ: پشاور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ اگر دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی نہیں ہو سکتا۔“ (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ33، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2165

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی1445ھ/08نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں کہے کہ ”میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، میری دوسری شادی کروادو“۔ تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی رہتا ہے اور بیوی سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا کسی سے یہ کہنا کہ ”میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں“ درحقیقت طلاق کا اقرار ہے، اور طلاق کے اقرار سے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ طلاق کا اقرار اگرچہ جھوٹا ہو، اُس سے قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں بھی یہ کہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں تو اس سے عورت کو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے سے بھی قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ رد المحتار علی الدر المختار میں ہے: ”ولو أقر بالطلاق كاذبا أو هازلا وقع قضاءً“ ترجمہ: اور اگر جھوٹ میں یا مذاق میں طلاق کا اقرار کیا تو قضاء طلاق واقع ہو جائے گی۔ (رد المحتار علی الدر المختار، جلد4، کتاب الطلاق، صفحہ428، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یافتہ، اور بیوہ عورت کی عدت کتنی ہے؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12236

تاریخ اجراء: 25 جمادی الثانی 1438ھ/25 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1) طلاق یافتہ عورت کی عدت کتنی ہوتی ہے؟

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے؟

سائل: صغیر عطاری (صدر، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نکاحِ صحیح کے بعد ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ ہو تو مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اگر عورت حیض والی ہے تو اس کی عدت تین مکمل حیض ہے۔

اگر کمر عمری یا بڑی عمر (یعنی پچپن برس عمر) کی وجہ سے حیض نہیں آتا یا عمر کے حساب سے بالغہ ہوئی اور ابھی تک حیض نہیں آیا تو عدت تین مہینے ہے۔ اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین مہینے عدت ہے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ طلاق ہوئی تو 90 دن عدت ہو گی۔

اگر حاملہ ہے تو عدت بچہ جننے تک ہے اگرچہ طلاق کے کچھ دیر بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

یاد رہے اگر فقط نکاح ہوا ہو اور ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی تو طلاق یافتہ کی کوئی عدت نہیں۔

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، موت کی عدت کے لیے فقط نکاحِ صحیح ہونا کافی ہے دخول ہوا ہو یہ نہ ہوا ہو، عورت بالغہ ہو یا نابالغہ بہر صورت اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ ہاں اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو انتقال ہو تو چار مہینے اور دس دن عدت ہے مہینے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ انتقال ہو تو عدت مکمل 130 دن ہو گی۔

اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

نوٹ: عدت کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لیے بہار شریعت حصہ 8 سے ''عدت کا بیان'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو اب بچے کس کے پاس رہیں گے؟

مجیب: مولانا سعید صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: kan:11967

تاریخ اجراء: 11 محرم الحرام 1438ھ/13 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں مسمی محمد حنیف ولد امیر دین، میں نے اپنی بیوی کو 6 ماہ پہلے طلاق دیدی ہے۔ میرے دو بچے ہیں، ایک بیٹا جس کی عمر 12 سال ہے اور ایک بیٹی جس کی عمر 10 سال ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ بچے کس کے پاس رہیں گے؟ ابھی بچے ماں کے پاس ہیں اور میں بچے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔

سائل: محمد حنیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بچے آپ کے ساتھ ہی رہیں گے کیونکہ بچہ سات سال اور بچی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہتی ہے اس کے بعد بچہ بالغ ہونے تک اور بچی جب تک کنواری ہو باپ کی پرورش میں رہتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جہیز کے سامان کا حکم

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ میری عزیزہ کو طلاق ہوئی۔ اس کے پاس دو طرح کا سامان تھا۔ ایک وہ سامان (فرنیچر، کپڑے، زیورات وغیرہ) جو اس کے والدین نے دیا اور دوسرا وہ سامان (کپڑے، زیورات وغیرہ) جو شوہر اور اس کے والدین نے دیا۔ شرعی رہنمائی فرمائیں! اس صورت میں کونسا سامان عورت کا ہے اور کونسا شوہر کا ہے؟

سائل: غلام دستگیر (خانقاہ چوک، مرکز الاولیا لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو جو سامان میکے کی طرف سے بطورِ جہیز ملا وہ عورت ہی کی مِلْکِیَّت ہے۔ اس میں کسی اور کا حق نہیں۔

شوہر یا اس کے گھر والوں کی طرف سے جو سامان اور زیورات وغیرہ عورت کو دیئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(1) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً (واضح طور پر) عورت کو سامان اور زیورات دیتے وقت مالک بناتے ہوئے قبضہ دیا تھا۔

(2) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً عورت کو سامان اور زیورات عاریتاً (یعنی عارضی استعمال کیلئے) دیئے تھے۔ (3) شوہر یا اس کے گھر والوں نے دیتے وقت کچھ بھی نہیں کہا۔ پہلی صورت میں عورت سامان اور زیورات کے ہِبہ (Gift) کیے جانے کی وجہ سے مالکہ ہے، اسی کو یہ سب دیا جائے گا۔ دوسری صورت میں جس نے دیا وہی مالک ہے۔ وہ واپس لے سکتا ہے اور تیسری صورت میں شوہر کے خاندان کا رواج دیکھا جائے گا۔ اگر وہ عورت کو ان اشیاء کا مالک بناتے ہیں تو عورت کو دیا جائے گا ورنہ وہ حقدار نہیں اس سے واپس لیا جا سکتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

خلع میں حق مہر سے زائد مال لینا کیسا؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رمضان المبارک 1441ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ زید کی بیوی ہندہ بلا اجازتِ شرعی زید سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے زید چاہتا ہے کہ ہندہ کو خلع دینے کے بدلے شادی میں کئے گئے خرچ کو ہندہ سے لے، زید کا یہ لینا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ خرچ اس کو دیئے ہوئے حق مہر سے زائد ہے اور زید کی طرف سے ہندہ پر زیادتی نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی اصطلاح میں خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی مرضی سے مہر یا دیگر مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے، اس میں عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے، اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

لہٰذا اگر سائل اپنے قول میں سچا ہے تو زید نے جتنا حق مہر میں مال دیا ہے اتنا مال لے سکتا ہے اس سے زائد لینا مکروہ ہے البتہ اگر زائد لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بلا وجہِ شرعی عورت کا شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کے بعد بچی کس کے پاس رہے گی؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12150

تاریخ اجراء: 29ربیع الثانی1438ھ/28جنوری2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی چھ سال پہلے ہوئی، میری تین سال کی ایک بیٹی ہے۔ ہم میاں بیوی میں جھگڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے ہماری بن نہیں پارہی ہے، مجھے پوچھنا یہ ہے کہ اگر میں ان کو طلاق دے دیتا ہوں تو جدائی کے بعد مندرجہ ذیل معاملات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(1) میری بیٹی کس کے پاس رہے گی؟

(2) اگر بچی کی ماں کہیں اور شادی کر لیتی ہے تو اب بچی کس کے پاس رہے گی؟

(3) اگر بچی اپنی ماں کی پرورش میں ہو تو کیا وہ لوگ مجھے بچی سے ملنے سے روک سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نو سال کی عمر تک بچی اپنی والدہ کے پاس رہے گی، اور اس دوران بچی کے اخراجات آپ پر لازم ہوں گے۔ نو سال کے بعد اس کی شادی تک آپ کے پاس رہے گی۔

(2) اگر بچی کی ماں ایسے شخص سے شادی کر لیتی ہے جو بچی کا اجنبی یعنی نامحرم ہے تو اب اسے حقِ پرورش نہ ہوگا بلکہ بچی کی نانی کو حق حاصل ہوگا، وہ نہ ہو تو نانی کی ماں، وہ نہ ہو تو بچی کی دادی، دادی نہ ہو تو پردادی۔ یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار عورتوں کو حق حاصل ہوگا۔ جن کا تفصیلی بیان بہار شریعت میں صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ماں اگر نہ ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کر دیا یا اجنبی سے نکاح کیا تو اب حق پرورش نانی کے لیے ہے، یہ بھی نہ ہو تو نانی کی ماں، اس کے بعد دادی، پردادی بشرائط مذکورہ بالا پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر اخیافی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن پھر اخیافی پھر سوتیلی پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر حقیقی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپیاں پھر باپ کی پھوپیاں اور ان سب میں وہی ترتیب ملحوظ ہے کہ حقیقی پھر اخیافی پھر سوتیلی۔ اور اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو یا ہو مگر اسکا حق ساقط ہو تو عصبات بہ ترتیبِ ارث یعنی باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا پھر بھتیجے پھر چچا پھر اس کے بیٹے مگر لڑکی کو چچازاد بھائی کی پرورش میں نہ دیں خصوصاً جبکہ مشتہاۃ ہو اور اگر عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دیں مثلاً اخیافی بھائی پھر اُسکا بیٹا پھر ماں کا چچا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔“

(بہار شریعت، جلد2، حصہ 8، صفحہ 254، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(3) پرورش کے دوران یا بعد میں اگر ماں یا باپ بچی کو ملنا اور دیکھنا چاہیں تو ملنے اور دیکھنے سے کوئی منع نہیں کر سکتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-534

تاریخ اجراء: 08ربیع الاول1444ھ/05اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا۔؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کی قسم کھانا یا کسی سے طلاق کی قسم لینا شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے اسے نفاق کی علامت میں بھی شمار کیا گیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر میں اور امام علاء الدین علی المتقی الھندی رحمۃ اللہ علیہ کنز العمال میں ابنِ عساکر سے حدیث پاک بیان کرتے ہیں: ”ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف به الا منافق“ یعنی مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ (کنز العمال، حدیث 46340، جلد16، صفحہ689، بیروت)

جد الممتار میں ہے: ”ان الحلف بالطلاق عد فی الحدیث من خصائل النفاق فاذن یترجح قول من کرہ“ یعنی حدیث پاک میں طلاق کی قسم اٹھانے کو خصائلِ نفاق سے شمار کیا ہے، تب اسی کا قول راجح ہوگا، جس نے اسے مکروہ قرار دیا۔ (جد الممتار، جلد5، صفحہ122، مطبوعہ: بیروت)

امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک واعظ کے متعلق سوال ہوا کہ جس نے طلاق کی قسم کھائی تھی اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: ”واعظ کو نہ چاہئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ198، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کے بعد سسر محرم رہے گا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2137

تاریخ اجراء: 15 ربیع الثانی 1445ھ/31 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کی طلاق کے بعد اس کا سابقہ سسر اس کے لیے محرم رہے گا یا نہیں؟ کیا عورت کے انتقال کے بعد وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کے بعد بھی عورت کا سسر اس کے لیے محرم ہی رہے گا کہ نکاح کرتے ہی عورت پر اپنے خاوند کا حقیقی والد یعنی سسر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتا ہے لہذا اگر فتنے وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہ اپنی سابقہ بہو کے انتقال کے بعد اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ ترجمہ: اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں (تم پر حرام ہیں)۔ (سورۃ النساء، پ04، آیت 23)

ردالمحتار میں ہے "تحرم زوجة الاصل والفرع بمجرد العقد دخل بها أو لا" ترجمہ: اپنی اصل اور اپنی فرع کی بیوی محض عقد سے ہی حرام ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج04، ص111، کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا والد کے ہوتے ہوئے ماموں کو حق پرورش حاصل ہوتا ہے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:983

تاریخ اجراء: 05جمادی الثانی1438ھ/05مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض معاملات کی وجہ سے میں نے تقریباسولہ سال پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی،اس وقت میری سب اولاد چار سال یااس سے کم ہی تھی،میری بیوی اولاد کو لے کر اپنے میکے (لاہور) میں رہناشروع ہوگئی اور کچھ عرصے بعد اس کا انتقال ہو گیااور بچوں کی ساری دیکھ بھال بچوں کے ماموں کرتے رہے،اب مجھے کسی نے بتایاہے کہ لڑکا سات سال کی عمر میں اور لڑکی نو سال کی عمر میں پہنچ جائے تو والد پر لازم ہوتاہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے پاس رکھے اور ان کی تربیت کرے۔ میں انہیں لینے کے لیے گیاتو ان کے ماموں واپس کرنے سے منع کر رہے ہیں اور میرے بچے (بیٹا20،اور بیٹیاں 17,18 سال کی ہیں) بھی ساتھ آنے پر راضی نہیں ہیں،اب میرے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟ نیز کیاان کی شادیوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ آپ بچوں کے ماموں سے بچے لے کر اپنی کفالت میں رکھیں اور ان کی اچھی تربیت کریں کیونکہ ماں کی وفات کے بعد نانی کے پاس پرورش پانے کی مدت بہت پہلے پوری ہوچکی ہے۔اور بالغ ہونے کے بعد اگرچہ بیٹے کو الگ رہنے کی اجازت مل جاتی ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیٹاایسا سمجھدار ہوگیاہو کہ اب بدنامی یا فتنے کا خوف اور تادیب کی حاجت نہ ہو مگر ہمارے زمانے میں عموماً بیس سال کا لڑکا اتنا سمجھدار نہیں ہوتااور اسے تادیب کی حاجت ہوتی ہے یابدنامی وغیرہ کا خوف ہوتاہے، نیز اکثر صحبتیں بھی اخلاق کو برباد کرنے والی ہیں،اس لیے بیٹا بھی آپ کے ساتھ ہی رہے گااور بیٹیاں مطلقاجب تک ان کی شادی نہیں ہو جاتی،آپ کے ساتھ رہیں گی،انہیں حکم شریعت بتائیں اور سمجھائیں،اگر وہ نہیں مانتے تو آپ کے نافرمان اور گنہگار ہوں گے،البتہ اگر بیٹاواقعی میں ایساہے کہ اب نہ تو بدنامی یا فتنے کا خوف ہے اور نہ تادیب کی ضرورت ہے تو بیٹااپنے ماموں کے پاس رہ سکتاہے اور آپ بیٹے کو اپنے پاس رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ماموں کو باپ کے ہوتے ہوئے بچے اپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے نیز بیٹیوں کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہہ کر وہیں رکی رہیں کہ ہم بھائی کے ساتھ رہ رہی ہیں کیونکہ والد کے ہوتے ہوئے بھائی کے پاس رہنا بھی درست نہیں، نیز بچوں کی شادی کی ذمہ داری بھی آپ پر ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

تین طلاقیں ہونے کے باوجود ساتھ رہنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4879

تاریخ اجراء: 16 صفر المظفر 1438ھ/17 نومبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی مدخولہ زوجہ کو کئی بندوں کے سامنے تین طلاقیں دے دیں، وہ زوجہ کو تین طلاقیں دینے کا اقرار بھی کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ دونوں میاں بیوی بغیر حلالے کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز باقی مسلمانوں کو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں بیان درست ہونے کی صورت میں شخص مذکور کی زوجہ پر تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور اب وہ عورت اس پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو چکی ہے اور بغیر حلالۂ شرعیہ کے اکٹھے رہنے کی کوئی صورت نہیں، اس کے باوجود ان دونوں کا بغیر حلالۂ شرعیہ کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہنا حرام اور ہم بستری کرنا زنا ہے، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں، اگر جدا نہ ہوں تو باقی تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ان کی غمی خوشی میں شریک ہونا اور ان کو اپنی غمی خوشی میں شریک کرنا اور ان سے میل جول رکھنا ختم کر دیں، جب تک کہ یہ توبہ کر کے جدا نہ ہو جائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مذاق میں طلاق دینا

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-894

تاریخ اجراء: 13 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 13 جون 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر مذاق میں بیوی سے کہے میں نے تجھے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کا مُعاملہ ایسا ہے کہ مذاق میں دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارک ہے۔ ”تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے (یعنی مذاق میں بھی وہی حکم ہے جو سنجیدگی میں ہے) نکاح، طلاق اور (طلاق کے بعد) رجوع کرنا“۔ (مشکوۃ، باب الخلع والطلاق، ص284، مطبوعہ: کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

میاں بیوی کے محض دور رہنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

فتوی نمبر: WAT-122

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1443ھ/04اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت سات ماہ تک یا اس سے کم و بیش عرصہ تک، اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اپنی ماں کے گھر رہے اور وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، مگر شوہر طلاق نہ دے، پھر بعد میں شوہر کے پاس آجائے لیکن ان کے درمیان طلاق وغیرہ نہ ہوئی ہو تو پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر کسی طرح ان کے درمیان طلاق نہیں ہوئی تو محض اتنا عرصہ دور رہنے سے طلاق نہیں ہوئی۔ لہذا وہ دونوں دوبارہ نکاح کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں، پہلا نکاح ہی کافی ہے، دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میں طلاق دے دوں گا کہنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-536

تاریخ اجراء: 08رجب المرجب1443ھ/10فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بھائی نے اپنی امی کو کال کر کے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ "میں اس کو طلاق دے دوں گا" اس صورت میں کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی صرف یہی الفاظ کہے تھے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق نہیں ہوئی کہ زید نے جو الفاظ کہے (طلاق دے دوں گا) وہ ارادہ طلاق پر مشتمل ہیں اور ارادہ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

"میں تمہیں چھوڑدوں گا" کہنے سے طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

مجیب: مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:849

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1438ھ/06 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران یہ کہا کہ ''میں تمہیں چھوڑدوں گا''تو کیا یوں کہنے سے کوئی طلاق کا معاملہ تو نہیں ہوا،اس کے علاوہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا،رہنمائی فرمائیں؟

سائل: محمد فیصل (صدر کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر آپ نے واقعی یہی الفاظ کہے تھے کہ "میں تمہیں چھوڑدوں گا"تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی کہ چھوڑدوں گا یہ طلاق کا ارادہ ہے اور محض ارادے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہذا آپ دونوں بدستور میاں بیوی ہی ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا سوتے میں طلاق دینے سے ہوجاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6090

تاریخ اجراء: 23صفر المظفر1438ھ/24نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص سوتے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق ہو جائے گی یا نہیں ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوتے میں طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت اگر شوہر کو طلاق دے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1502

تاریخ اجراء: 24 شعبان المعظم 1444ھ/17 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ میں تمہیں طلاق طلاق طلاق دیتی ہوں، اس صورت میں کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بنیادی طور پر شریعت مطہرہ نے عورت کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ طلاق دے، ہاں اگر شوہر اسے طلاق دینے کا اختیار دے یا اس کی دی ہوئی طلاق کو نافذ کر دے تو طلاق ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ طلاق عورت پر ہی واقع کی جائے، مرد پر طلاق واقع کی جائے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی، خواہ مرد نے اسے طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا تھا یا اس کے طلاق واقع کرنے کے بعد مرد نے اسے جائز کیا کیونکہ مرد طلاق کا محل نہیں ہے کہ اسے طلاق واقع ہو۔ لہٰذا اگر عورت شوہر کو طلاق دے، تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

تبیین الحقائق میں ہے ”الزوج إذا طلق نفسه أو طلقته هي لا تطلق المرأة لعدم إضافته إلى المحل“

ترجمہ: شوہر اپنے آپ کو طلاق دے یا عورت شوہر کو طلاق دے تو محل کی طرف اضافت نہ ہونے کی بناء پر عورت کو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، ج2، ص208، المطبعة الكبرى الأميرية، القاهرة)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جسے جماع پر قدرت نہ ہو اس کے لیے طلاق کا حکم

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1644

تاریخ اجراء: 25شوال المکرم1444ھ/16مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں، بیوی کے ساتھ جماع کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، سات آٹھ سال ہو گئے ہیں، علاج بھی بہت کروایا ہے، اب چاہتا ہوں کہ میں بیوی کو طلاق دے دوں تاکہ وہ گناہ میں نہ پڑے، کیا میں اسے طلاق دے سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر پر وقفہ وقفہ سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا واجب ہے، بغیر اس کی مرضی کے چار مہینے تک بلا عذر صحیح شرعی اس سے جماع نہ کرنا جائز نہیں۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر واقعی آپ جماع پر قدرت نہیں رکھتے، اور اتنے علاج کے باوجود بھی قدرت نہیں آئی، اور اس بنا پر عورت کا حق ضائع ہوتا ہے، تو اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو، تو آپ پر طلاق دینا واجب ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلقہ کر دینا حرام، اور بے اس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔" (فتاوی رضویہ، ج13، ص446، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے، مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے، یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کروا دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں، اور اس کے ازالے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی، کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔" (بہار شریعت، ج02، ص110، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کو غصے میں آزاد کے الفاظ کہنا

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-611

تاریخ اجراء: 01شعبان المعظم1443ھ/05مارچ2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے حالت غصہ میں اپنی بیوی سے بلانیت طلاق محض ڈرانے اور تنبیہ کرنے کی غرض سے اس کو ایک سے زائد بار یہ الفاظ کہہ دیے کہ تو میری طرف سے آزاد ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور الفاظ ''تو میری طرف سے آزاد ہے'' ان الفاظ کنایہ میں سے ہے کہ جو جواب میں متعین ہیں اور مذاکرہ طلاق اور غصہ کی حالت میں ان الفاظ سے بغیر نیت ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔البتہ متعدد بار بولنے کے باوجود ان سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے کہ طلاق بائن کے بعد مزید بائن طلاق کے الفاظ ہوں اور انہیں پہلی طلاق کی خبر بنانا ممکن ہو تو انہیں پہلی طلاق کی خبر قرار دیں گے اور ان سے مزید طلاق واقع نہیں ہو گی۔اس تفصیل کے مطابق صورت مسئولہ میں بھی اگر زید نے یہ الفاظ غضب و غصہ کی حالت میں کہے ہیں تو ان سے ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور عورت اس کے نکاح سے نکل چکی ہے، وہ عدت مکمل کر کے کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے البتہ اگر زید نے اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہیں دی ہیں تو دوبارہ زید کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے اور زید سے دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں عدت مکمل کرنا بھی ضروری نہیں۔

نوٹ: یاد رہے کہ زید سے نکاح کرنے کی صورت میں زید کے پاس بقیہ زندگی میں صرف دو طلاقوں کا اختیار باقی ہو گا کہ ایک طلاق وہ دے چکا ہے لہٰذا پھر کبھی اس نے مزید دو طلاقیں دیں تو عورت بحرمت مغلظہ اس پر حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ شرعیہ نکاح جائز نہیں ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر نے ایک طلاق دی تو کچھ دنوں بعد دوسری طلاق خود بخود ہو جائے گی؟

مجیب: ابو مصطفی محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-721

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی 1444ھ/19نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر نے اگر ایک طلاق دے دی، تو اب دوسری طلاق کتنی مدت کے بعد از خود واقع ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق شوہر کے دینے سے واقع ہوتی ہے، جتنی دے گا اتنی ہی رہیں گی چاہے کتنا ہی عرصہ گزر جائے، خاص مدت کے گزرنے سے خود بخود کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

اپنی روٹی الگ پکاؤ، مجھ سے دور ہو جاؤ کیا یہ الفاظ کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Sar:5243

تاریخ اجراء: 16صفر المظفر1438ھ/17نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری زوجہ سے لڑائی ہوئی میں نے غصے میں اپنی زوجہ کو کہا کہ تم اپنی روٹی پکاؤ میری نہ پکاؤ میں اپنا انتظام خود ہی کرلوں گا تم مجھ سے دور ہو جاؤ اور میں اس بات پر قسم کھاتا ہوں کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی اور نہ ہی ہمارے درمیان یہ الفاظ کہنے سے پہلے اور بعد میں کوئی طلاق کی گفتگو ہوئی تھی، تو میرے اس طرح کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

سائل: محمد حسنین (فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا سائل نے بیان کیا ہے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یا خلع لئے بغیر عورت کا کسی اور سے نکاح کرنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1208

تاریخ اجراء: 19 جمادی الثانی 1445ھ/02 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت کا نکاح ہوا اور وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی، لیکن ان دونوں کے درمیان میاں بیوی والے تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے اور کچھ دن بعد وہ واپس اپنے میکے آ گئی، چار سال بعد اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا جبکہ پہلے شوہر سے ابھی تک طلاق نہیں ہوئی، کیا یہ دوسرا نکاح ٹھیک ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب تک شوہر طلاق یا خلع نہ دے بیوی اس کے نکاح میں ہی رہے گی اور جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے کہیں اور نکاح کرنا حرام و سخت گناہ ہے، ایسا ہر گز نکاح نہیں ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ“ یعنی کسی مرد کے لئے دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی ھندیہ، جلد1، صفحہ280، مطبوعہ: پشاور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ اگر دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی نہیں ہو سکتا۔“ (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ33، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2165

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی1445ھ/08نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں کہے کہ ”میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، میری دوسری شادی کروادو“۔ تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی رہتا ہے اور بیوی سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا کسی سے یہ کہنا کہ ”میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں“ درحقیقت طلاق کا اقرار ہے، اور طلاق کے اقرار سے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ طلاق کا اقرار اگرچہ جھوٹا ہو، اُس سے قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں بھی یہ کہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں تو اس سے عورت کو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے سے بھی قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ رد المحتار علی الدر المختار میں ہے: ”ولو أقر بالطلاق كاذبا أو هازلا وقع قضاءً“ ترجمہ: اور اگر جھوٹ میں یا مذاق میں طلاق کا اقرار کیا تو قضاء طلاق واقع ہو جائے گی۔ (رد المحتار علی الدر المختار، جلد4، کتاب الطلاق، صفحہ428، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یافتہ، اور بیوہ عورت کی عدت کتنی ہے؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12236

تاریخ اجراء: 25 جمادی الثانی 1438ھ/25 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1) طلاق یافتہ عورت کی عدت کتنی ہوتی ہے؟

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے؟

سائل: صغیر عطاری (صدر، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نکاحِ صحیح کے بعد ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ ہو تو مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اگر عورت حیض والی ہے تو اس کی عدت تین مکمل حیض ہے۔

اگر کمر عمری یا بڑی عمر (یعنی پچپن برس عمر) کی وجہ سے حیض نہیں آتا یا عمر کے حساب سے بالغہ ہوئی اور ابھی تک حیض نہیں آیا تو عدت تین مہینے ہے۔ اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین مہینے عدت ہے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ طلاق ہوئی تو 90 دن عدت ہو گی۔

اگر حاملہ ہے تو عدت بچہ جننے تک ہے اگرچہ طلاق کے کچھ دیر بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

یاد رہے اگر فقط نکاح ہوا ہو اور ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی تو طلاق یافتہ کی کوئی عدت نہیں۔

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، موت کی عدت کے لیے فقط نکاحِ صحیح ہونا کافی ہے دخول ہوا ہو یہ نہ ہوا ہو، عورت بالغہ ہو یا نابالغہ بہر صورت اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ ہاں اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو انتقال ہو تو چار مہینے اور دس دن عدت ہے مہینے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ انتقال ہو تو عدت مکمل 130 دن ہو گی۔

اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

نوٹ: عدت کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لیے بہار شریعت حصہ 8 سے ''عدت کا بیان'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو اب بچے کس کے پاس رہیں گے؟

مجیب: مولانا سعید صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: kan:11967

تاریخ اجراء: 11 محرم الحرام 1438ھ/13 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں مسمی محمد حنیف ولد امیر دین، میں نے اپنی بیوی کو 6 ماہ پہلے طلاق دیدی ہے۔ میرے دو بچے ہیں، ایک بیٹا جس کی عمر 12 سال ہے اور ایک بیٹی جس کی عمر 10 سال ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ بچے کس کے پاس رہیں گے؟ ابھی بچے ماں کے پاس ہیں اور میں بچے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔

سائل: محمد حنیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بچے آپ کے ساتھ ہی رہیں گے کیونکہ بچہ سات سال اور بچی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہتی ہے اس کے بعد بچہ بالغ ہونے تک اور بچی جب تک کنواری ہو باپ کی پرورش میں رہتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جہیز کے سامان کا حکم

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ میری عزیزہ کو طلاق ہوئی۔ اس کے پاس دو طرح کا سامان تھا۔ ایک وہ سامان (فرنیچر، کپڑے، زیورات وغیرہ) جو اس کے والدین نے دیا اور دوسرا وہ سامان (کپڑے، زیورات وغیرہ) جو شوہر اور اس کے والدین نے دیا۔ شرعی رہنمائی فرمائیں! اس صورت میں کونسا سامان عورت کا ہے اور کونسا شوہر کا ہے؟

سائل: غلام دستگیر (خانقاہ چوک، مرکز الاولیا لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو جو سامان میکے کی طرف سے بطورِ جہیز ملا وہ عورت ہی کی مِلْکِیَّت ہے۔ اس میں کسی اور کا حق نہیں۔

شوہر یا اس کے گھر والوں کی طرف سے جو سامان اور زیورات وغیرہ عورت کو دیئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(1) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً (واضح طور پر) عورت کو سامان اور زیورات دیتے وقت مالک بناتے ہوئے قبضہ دیا تھا۔

(2) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً عورت کو سامان اور زیورات عاریتاً (یعنی عارضی استعمال کیلئے) دیئے تھے۔ (3) شوہر یا اس کے گھر والوں نے دیتے وقت کچھ بھی نہیں کہا۔ پہلی صورت میں عورت سامان اور زیورات کے ہِبہ (Gift) کیے جانے کی وجہ سے مالکہ ہے، اسی کو یہ سب دیا جائے گا۔ دوسری صورت میں جس نے دیا وہی مالک ہے۔ وہ واپس لے سکتا ہے اور تیسری صورت میں شوہر کے خاندان کا رواج دیکھا جائے گا۔ اگر وہ عورت کو ان اشیاء کا مالک بناتے ہیں تو عورت کو دیا جائے گا ورنہ وہ حقدار نہیں اس سے واپس لیا جا سکتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

خلع میں حق مہر سے زائد مال لینا کیسا؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رمضان المبارک 1441ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ زید کی بیوی ہندہ بلا اجازتِ شرعی زید سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے زید چاہتا ہے کہ ہندہ کو خلع دینے کے بدلے شادی میں کئے گئے خرچ کو ہندہ سے لے، زید کا یہ لینا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ خرچ اس کو دیئے ہوئے حق مہر سے زائد ہے اور زید کی طرف سے ہندہ پر زیادتی نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی اصطلاح میں خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی مرضی سے مہر یا دیگر مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے، اس میں عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے، اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

لہٰذا اگر سائل اپنے قول میں سچا ہے تو زید نے جتنا حق مہر میں مال دیا ہے اتنا مال لے سکتا ہے اس سے زائد لینا مکروہ ہے البتہ اگر زائد لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بلا وجہِ شرعی عورت کا شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کے بعد بچی کس کے پاس رہے گی؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12150

تاریخ اجراء: 29ربیع الثانی1438ھ/28جنوری2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی چھ سال پہلے ہوئی، میری تین سال کی ایک بیٹی ہے۔ ہم میاں بیوی میں جھگڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے ہماری بن نہیں پارہی ہے، مجھے پوچھنا یہ ہے کہ اگر میں ان کو طلاق دے دیتا ہوں تو جدائی کے بعد مندرجہ ذیل معاملات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(1) میری بیٹی کس کے پاس رہے گی؟

(2) اگر بچی کی ماں کہیں اور شادی کر لیتی ہے تو اب بچی کس کے پاس رہے گی؟

(3) اگر بچی اپنی ماں کی پرورش میں ہو تو کیا وہ لوگ مجھے بچی سے ملنے سے روک سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نو سال کی عمر تک بچی اپنی والدہ کے پاس رہے گی، اور اس دوران بچی کے اخراجات آپ پر لازم ہوں گے۔ نو سال کے بعد اس کی شادی تک آپ کے پاس رہے گی۔

(2) اگر بچی کی ماں ایسے شخص سے شادی کر لیتی ہے جو بچی کا اجنبی یعنی نامحرم ہے تو اب اسے حقِ پرورش نہ ہوگا بلکہ بچی کی نانی کو حق حاصل ہوگا، وہ نہ ہو تو نانی کی ماں، وہ نہ ہو تو بچی کی دادی، دادی نہ ہو تو پردادی۔ یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار عورتوں کو حق حاصل ہوگا۔ جن کا تفصیلی بیان بہار شریعت میں صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ماں اگر نہ ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کر دیا یا اجنبی سے نکاح کیا تو اب حق پرورش نانی کے لیے ہے، یہ بھی نہ ہو تو نانی کی ماں، اس کے بعد دادی، پردادی بشرائط مذکورہ بالا پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر اخیافی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن پھر اخیافی پھر سوتیلی پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر حقیقی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپیاں پھر باپ کی پھوپیاں اور ان سب میں وہی ترتیب ملحوظ ہے کہ حقیقی پھر اخیافی پھر سوتیلی۔ اور اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو یا ہو مگر اسکا حق ساقط ہو تو عصبات بہ ترتیبِ ارث یعنی باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا پھر بھتیجے پھر چچا پھر اس کے بیٹے مگر لڑکی کو چچازاد بھائی کی پرورش میں نہ دیں خصوصاً جبکہ مشتہاۃ ہو اور اگر عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دیں مثلاً اخیافی بھائی پھر اُسکا بیٹا پھر ماں کا چچا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔“

(بہار شریعت، جلد2، حصہ 8، صفحہ 254، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(3) پرورش کے دوران یا بعد میں اگر ماں یا باپ بچی کو ملنا اور دیکھنا چاہیں تو ملنے اور دیکھنے سے کوئی منع نہیں کر سکتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-534

تاریخ اجراء: 08ربیع الاول1444ھ/05اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا۔؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کی قسم کھانا یا کسی سے طلاق کی قسم لینا شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے اسے نفاق کی علامت میں بھی شمار کیا گیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر میں اور امام علاء الدین علی المتقی الھندی رحمۃ اللہ علیہ کنز العمال میں ابنِ عساکر سے حدیث پاک بیان کرتے ہیں: ”ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف به الا منافق“ یعنی مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ (کنز العمال، حدیث 46340، جلد16، صفحہ689، بیروت)

جد الممتار میں ہے: ”ان الحلف بالطلاق عد فی الحدیث من خصائل النفاق فاذن یترجح قول من کرہ“ یعنی حدیث پاک میں طلاق کی قسم اٹھانے کو خصائلِ نفاق سے شمار کیا ہے، تب اسی کا قول راجح ہوگا، جس نے اسے مکروہ قرار دیا۔ (جد الممتار، جلد5، صفحہ122، مطبوعہ: بیروت)

امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک واعظ کے متعلق سوال ہوا کہ جس نے طلاق کی قسم کھائی تھی اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: ”واعظ کو نہ چاہئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ198، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کے بعد سسر محرم رہے گا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2137

تاریخ اجراء: 15 ربیع الثانی 1445ھ/31 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کی طلاق کے بعد اس کا سابقہ سسر اس کے لیے محرم رہے گا یا نہیں؟ کیا عورت کے انتقال کے بعد وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کے بعد بھی عورت کا سسر اس کے لیے محرم ہی رہے گا کہ نکاح کرتے ہی عورت پر اپنے خاوند کا حقیقی والد یعنی سسر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتا ہے لہذا اگر فتنے وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہ اپنی سابقہ بہو کے انتقال کے بعد اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ ترجمہ: اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں (تم پر حرام ہیں)۔ (سورۃ النساء، پ04، آیت 23)

ردالمحتار میں ہے "تحرم زوجة الاصل والفرع بمجرد العقد دخل بها أو لا" ترجمہ: اپنی اصل اور اپنی فرع کی بیوی محض عقد سے ہی حرام ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج04، ص111، کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا والد کے ہوتے ہوئے ماموں کو حق پرورش حاصل ہوتا ہے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:983

تاریخ اجراء: 05جمادی الثانی1438ھ/05مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض معاملات کی وجہ سے میں نے تقریباسولہ سال پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی،اس وقت میری سب اولاد چار سال یااس سے کم ہی تھی،میری بیوی اولاد کو لے کر اپنے میکے (لاہور) میں رہناشروع ہوگئی اور کچھ عرصے بعد اس کا انتقال ہو گیااور بچوں کی ساری دیکھ بھال بچوں کے ماموں کرتے رہے،اب مجھے کسی نے بتایاہے کہ لڑکا سات سال کی عمر میں اور لڑکی نو سال کی عمر میں پہنچ جائے تو والد پر لازم ہوتاہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے پاس رکھے اور ان کی تربیت کرے۔ میں انہیں لینے کے لیے گیاتو ان کے ماموں واپس کرنے سے منع کر رہے ہیں اور میرے بچے (بیٹا20،اور بیٹیاں 17,18 سال کی ہیں) بھی ساتھ آنے پر راضی نہیں ہیں،اب میرے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟ نیز کیاان کی شادیوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ آپ بچوں کے ماموں سے بچے لے کر اپنی کفالت میں رکھیں اور ان کی اچھی تربیت کریں کیونکہ ماں کی وفات کے بعد نانی کے پاس پرورش پانے کی مدت بہت پہلے پوری ہوچکی ہے۔اور بالغ ہونے کے بعد اگرچہ بیٹے کو الگ رہنے کی اجازت مل جاتی ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیٹاایسا سمجھدار ہوگیاہو کہ اب بدنامی یا فتنے کا خوف اور تادیب کی حاجت نہ ہو مگر ہمارے زمانے میں عموماً بیس سال کا لڑکا اتنا سمجھدار نہیں ہوتااور اسے تادیب کی حاجت ہوتی ہے یابدنامی وغیرہ کا خوف ہوتاہے، نیز اکثر صحبتیں بھی اخلاق کو برباد کرنے والی ہیں،اس لیے بیٹا بھی آپ کے ساتھ ہی رہے گااور بیٹیاں مطلقاجب تک ان کی شادی نہیں ہو جاتی،آپ کے ساتھ رہیں گی،انہیں حکم شریعت بتائیں اور سمجھائیں،اگر وہ نہیں مانتے تو آپ کے نافرمان اور گنہگار ہوں گے،البتہ اگر بیٹاواقعی میں ایساہے کہ اب نہ تو بدنامی یا فتنے کا خوف ہے اور نہ تادیب کی ضرورت ہے تو بیٹااپنے ماموں کے پاس رہ سکتاہے اور آپ بیٹے کو اپنے پاس رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ماموں کو باپ کے ہوتے ہوئے بچے اپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے نیز بیٹیوں کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہہ کر وہیں رکی رہیں کہ ہم بھائی کے ساتھ رہ رہی ہیں کیونکہ والد کے ہوتے ہوئے بھائی کے پاس رہنا بھی درست نہیں، نیز بچوں کی شادی کی ذمہ داری بھی آپ پر ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عدتِ طلاق اور وفات مسائل

Hijri Calendar

SUN	MON	TUE	WED	THU	FRI	SAT
31 20 ھ	1 21 ھ	2 22 ھ	3 23 ھ	4 24 ھ	5 25 ھ	6 26 ھ
7 27 ھ	8 28 ھ	9 29 ھ	10 30 ھ	11 1 ھ	12 2 ھ	13 3 ھ
14 4 ھ	15 5 ھ	16 6 ھ	17 7 ھ	18 8 ھ	19 9 ھ	20 10 ھ
21 11 ھ	22 12 ھ	23 13 ھ	24 14 ھ	25 15 ھ	26 16 ھ	27 17 ھ

تین طلاق کے بعد کیے جانے والے نکاح کی عدت کہاں گزارے؟

مجیب: مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1993

تاریخ اجراء: 28 صفر المظفر 1445ھ/15 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

تین طلاق کی عدت کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح و حلالہ اور پھر اس سے طلاق کی عدت اس دوسرے شوہر ہی کے گھر میں گزارنی ہو گی؟ یا اپنے میکے یا کسی اور جگہ بھی عدت گزار سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پہلے یہ سمجھ لیں کہ شرعی طور پر حلالے کے بعد طلاق کی عدت کے احکام وہی ہیں، جو عام نکاح کے بعد طلاق کی عدت کے احکام ہیں، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں حلالے کے بعد طلاق کی عدت بھی دوسرے شوہر ہی کے گھر میں گزارنی واجب ہے، جہاں وہ اس بیوی کو نکاح کے بعد رخصت کر کے لے گیا ہو اور حلالے کے بعد طلاق دی ہو اور شوہر پر بھی لازم ہے کہ اسے اپنے گھر ہی میں عدت گزارنے دے، لیکن اگر وہ اپنے گھر میں عدت گزارنے نہ دے، تو اس پر لازم ہو گا کہ عورت کو عدت گزارنے کے لیے کوئی دوسرا گھر لے کر دے، جس میں وہ اپنی عدت مکمل کرے اور اگر گھر کرائے پر لینا پڑے، تو عدت مکمل ہونے تک اس کا کرایہ بھی اسی دوسرے شوہر پر لازم ہو گا۔ نیز شوہر کی طرف سے رہائش (کسی جگہ رہنے) کا بندوبست ہو جانے کی صورت میں عورت پر لازم ہو گا کہ فوراً وہاں چلی جائے اور اپنی عدت وہیں مکمل کرے، اس کی بجائے عدت میں وہ اپنے میکے یا کسی دوسری جگہ نہیں رہ سکتی۔ البتہ اگر شوہر اسے عدت گزارنے کے لیے کوئی بھی مکان نہ دے، تو وہ گنہگار ہو گا اور صرف اس صورت میں عورت کو اجازت ہو گی کہ وہ عدت اپنے میکے میں یا اپنے کسی محرم رشتہ دار مثلاً بھائی کے گھر میں گزارے، اس کے علاوہ عدت گزارنے کے لیے پہلے شوہر کے گھر میں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت پر طلاق یا وفات کی عدت اس گھر میں گزرانی واجب ہوتی ہے، جو اسے اس کے شوہر نے طلاق یا اپنی وفات سے پہلے رہنے کے لیے دیا ہوا ہو اور وہ شوہر کے ساتھ اس گھر میں رہتی ہو، چاہے وہ شوہر کا اپنا

گھر ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا گھر ہو، وہ عدت گزارنے کے لیے اس گھر کے علاوہ دوسری جگہ نہیں رہ سکتی۔ البتہ اگر شوہر اس مکان میں نہ رہنے دے، تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ عورت کو عدت گزارنے کے لیے دوسرا مکان دے، چاہے دوسرا مکان کرائے پر لینا پڑے اور عدت مکمل ہونے تک مکان کا کرایہ بھی شوہر ہی پر لازم ہو گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دوران عدت نوکری کے لیے گھر سے نکلنا

1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہندہ کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے کر اپنے گھر سے نکال دیا ہے اور وہ اپنے والد کے گھر عدت گزار رہی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہندہ عدت میں نوکری کرنے کے لیے جاسکتی ہے؟ جبکہ ہندہ کا والد اس کا خرچہ برداشت کر رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرعی قوانین کی رو سے عورت کو طلاق سے قبل جس مکان میں شوہر نے رہائش دی ہو، اسی میں عدت گزارنا واجب اور بغیر ضرورت شرعیہ اس گھر سے نکلنا حرام ہے، نیز عدت کے ختم ہونے تک سکونت اور نفقہ شوہر کے ذمے لازم ہے اور اگر کسی ضرورت شرعی کی وجہ سے وہ عورت دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے، تو عدت کے معاملے میں اس مکان کے بھی وہی احکام ہوتے ہیں، جو پہلے مکان کے تھے۔ بیان کی گئی صورت میں ہندہ پر اولاً شوہر کے گھر میں ہی عدت گزارنا لازم تھا، لیکن جب اسے شوہر نے گھر سے نکال دیا اور یہ اپنے والد کے گھر منتقل ہو گئی، تو اب والد کے گھر کا عدت کے معاملے میں وہی حکم ہے جو شوہر کے گھر کا تھا یعنی بغیر ضرورت شرعیہ اس گھر سے نکلنا جائز نہیں اور جب ہندہ کا والد اس کا خرچہ اٹھا رہا ہے، تو اس کا نوکری کے لیے گھر سے نکلنا ضرورت شرعیہ نہیں ہے، لہذا ہندہ کا عدت کے دوران نوکری کے لیے جانا، جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ ترجمہ: "عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں۔" (پارہ 28، سورۃ الطلاق، آیت 1)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وَلا يَخْرُجْنَ يعنى: ليس لهن أن يخرجن من البيوت" ترجمہ: اور وہ خود نہ نکلیں یعنی عدت والی عورتوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ گھروں سے نکلیں۔ (تفسیر سمرقندی، سورۃ الطلاق، آیت 1، جلد 3، صفحہ 460، مطبوعہ خدمۃ مقارنۃ التفاسیر)

فتاوی عالمگیری میں ہے: ”علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیھا بالسکنی حال وقوع الفرقۃ والموت “ترجمہ: عدت والی پر لازم ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جس میں جدائی اور موت کے وقت سکونت پذیر تھی۔ (فتاوی عالمگیری، جلد1، صفحہ535، مطبوعہ کوئٹہ)

در مختار میں ہے: ”تعتدان أی: معتدۃ طلاق و موت فی بیت وجبت فیہ و لا تخرجان منہ الا أن تخرج أو ینھدم المنزل أو تخاف انھدامہ أو تلف مالھا أو لا تجد کراء البیت و نحو ذلک من الضرورات فتخرج لأقرب موضع الیہ “یعنی موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی مکان میں عدت گزاریں جس میں عدّت واجب ہوئی ہو، اور وہاں سے نہ نکلیں سوائے یہ کہ ان کو زبردستی نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا مال کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر ہو اور عورت کرایہ نہ دے پائے، اور دیگر ایسی ضروریات کی وجہ سے مجبور ہو، تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد5، صفحہ229، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنی کان الطلاق رجعیا أو بائنا، أو ثلاثا حاملا کانت المرأۃ، أو لم تکن کذا في فتاوی قاضي خان “ترجمہ: طلاق کی معتدہ نفقہ اور رہائش کی مستحق ہے، چاہے طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو یا تین طلاقیں ہوں، وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔ فتاوی قاضی خان میں ایسے ہی ہے۔ (فتاوی ھندیہ، جلد1، صفحہ557، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ”جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے، اُس کو چھوڑ نہیں سکتی، مگر اُس وقت کہ اسے کوئی نکال دے، مثلاً: طلاق کی عدت میں شوہر نے گھر میں سے اس کو نکال دیا، یا کرایہ کا مکان ہے اور عدتِ وفات ہے، مالک مکان کہتا ہے کہ کرایہ دے یا مکان خالی کر اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا وہ مکان شوہر کا ہے، مگر اس کے حصہ میں جتنا پہنچا وہ قابل سکونت نہیں اور ورثہ اپنے حصہ میں اسے رہنے نہیں دیتے یا کرایہ مانگتے ہیں اور پاس کرایہ نہیں یا مکان ڈھ رہا ہو یا ڈھنے کا خوف ہو یا چوروں کا خوف ہو، مال تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے یا آبادی کے کنارے مکان ہے اور مال وغیرہ کا اندیشہ ہے، تو ان صورتوں میں مکان بدل سکتی ہے۔“

(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ246، 245، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اگر کسی عذر کی وجہ سے معتدہ عورت دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے، تو عدت کے معاملے میں اس کے بھی وہی احکام ہوتے ہیں جو پہلے مکان کے تھے، جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے: "وإذا انتقلت لعذر يكون سكناها في البيت الذي انتقلت إليه بمنزلة كونها في المنزل الذي انتقلت منه في حرمة الخروج عنه؛ لأن الانتقال من الأول إليه كان لعذر فصار المنزل الذي انتقلت إليه كأنه منزلها من الأصل فلزمها المقام فيه حتى تنقضي العدة" ترجمہ: اگر عورت کسی عذر کی وجہ سے دوسرے مکان میں منتقل ہو گئی، تو باہر نکلنے کی حرمت میں یہ مکان پہلے مکان کی طرح ہے، کیونکہ پہلے مکان سے منتقل ہونا عذر کی وجہ سے تھا، لہذا یہ مکان اس کے لیے اصل مکان کے قائم مقام ہو جائے گا اور عدت کے مکمل ہونے تک اسی مکان میں رہنا لازم ہو گا۔

(بدائع الصنائع، جلد3، صفحہ206، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: "موت یا فرقت کے وقت جس مکان میں عورت کی سکونت تھی اُسی مکان میں عدت پوری کرے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جا سکتی اس سے مراد یہی گھر ہے اور اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں بھی سکونت نہیں کر سکتی، مگر بضرورت اور ضرورت کی صورتیں ہم آگے لکھیں گے۔ آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہ ہو، محض طبیعت کی خواہش کو ضرورت بولا کرتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں بلکہ ضرورت وہ ہے کہ اُس کے بغیر چارہ نہ ہو۔" (بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ245، مکتبۃ المدینہ کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

14 شعبان المعظم 1442ھ/29 مارچ 2021ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جا سکتی ہے

عدت میں کیے جانے والے نکاح کا حکم

فتوی نمبر: WAT-812

تاریخ اجراء: 16شوال المکرم1443ھ/18مئی2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عدت میں نکاح کرنا حرام ہے تو اگر کسی نے نکاح کر لیا تو کیا نکاح ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عدت میں نکاح کرنا سخت ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے بلکہ عدت میں تو نکاح کا پیغام دینا حرام و گناہ ہے۔ اگر کسی نے عدت میں نکاح کیا تو اس کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ:

اگر مرد کو نکاح کے وقت عورت کا عدت میں ہونا معلوم تھا تو یہ نکاح باطل ہوا یہاں تک کہ اگر میاں بیوی والے معاملات یعنی ہمبستری بھی ہوئی تو یہ زنا ہوا اور اس دوسرے نکاح کی کوئی عدت نہیں، اور اس میں متارکہ کی بھی ضرورت نہیں فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور پہلے شوہر کی اگر ابھی عدت باقی ہے تو عورت اسے گزار کر اس دوسرے سے یا کسی اور سے نکاح کر سکے گی اور اگر پہلے شوہر کی عدت ختم ہو گئی ہے تو فوراً اس دوسرے سے یا کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

اور اگر عدت میں ہونا معلوم نہیں تھا تو یہ نکاح فاسد ہوا، اس صورت میں اگر ہمبستری نہیں ہوئی تو اس صورت میں بھی دوسرے نکاح کی کوئی عدت نہیں اور متارکہ ضروری ہے، خواہ دوسرے کی موجودگی میں کرے یا غیر موجودگی میں (یعنی شوہر کا عورت کے متعلق کہنا کہ میں نے تجھے یا اسے چھوڑ دیا، یا عورت کا مرد کے متعلق کہنا کہ میں تجھ سے یا اس سے جدا ہو گئی۔) اور متارکہ کے بعد وہی احکام ہوں گے جو اوپر مذکور ہوئے کہ پہلے شوہر کی اگر ابھی عدت باقی ہے تو اسے گزار کر عورت اس دوسرے سے یا کسی اور سے نکاح کر سکے گی اور اگر پہلے شوہر کی عدت ختم ہو گئی ہے تو فوراً اس دوسرے سے یا کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

اور اگر ہمبستری ہوئی تھی تو آگے کسی اور سے نکاح کے لیے عدت لازم ہو گی اور اس صورت میں بھی متارکہ ضروری ہو گا، خواہ دوسرے کی موجودگی میں کرے یا غیر موجودگی میں (یعنی شوہر کا عورت کے متعلق کہنا کہ میں نے تجھے یا

اسے چھوڑ دیا، یا عورت کا مرد کے متعلق کہنا کہ میں تجھ سے یا اس سے جدا ہو گئی۔) اور اس کے بعد عورت عدت گزار کر آگے کسی اور سے نکاح کر سکے گی۔

اور اس صورت میں اگر اس دوسرے کے ساتھ ہی نکاح کرنا چاہے کہ جس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا تھا تو اگر پہلے شوہر کی عدت باقی ہے تو متارکہ کے بعد وہ عدت گزار کر اس سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر پہلے شوہر کی عدت ختم ہو گئی تو ابھی فوراً اس سے نکاح کر سکتی ہے۔

در مختار میں نکاح فاسد کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشھود" ترجمہ: اور یہ وہ نکاح ہے، جس میں صحت نکاح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً گواہوں کا ہونا۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے "ومثله ۔۔۔ نكاح المعتدة ۔۔۔ بحر ۔۔۔ أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا ۔۔۔ اھ ۔۔۔ وعلى هذا فيقيد قول البحر هنا ونكاح المعتدة بما إذا لم يعلم بأنها معتدة" ترجمہ: اور ایسے ہی معتدہ کا نکاح بھی نکاح فاسد ہے، یہ مسئلہ بحر میں مذکور ہے۔ بہر حال دوسرے کی منکوحہ اور اس کی معتدہ سے نکاح کر کے دخول کیا تو اس سے عدت لازم نہیں ہو گی اگر اسے معلوم ہو کہ یہ دوسرے کی ہے کیونکہ کسی نے بھی اس کے جواز کا قول نہیں کیا تو یہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ اور اس بنا پر بحر کا جو مسئلہ ہے کہ معتدہ کا نکاح فاسد ہے اسے اس صورت کے ساتھ مقید کیا جائے گا جبکہ اسے معتدہ ہونا معلوم نہ ہو۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، ج04، ص266، دار المعرفة، بیروت)

در مختار میں نکاح فاسد کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا: "(و) يثبت (لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر عن صاحبه دخل بها أو لا) في الأصح" ترجمہ: اور مرد و عورت میں سے ہر ایک کو فاسد نکاح ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے اگرچہ دوسرے کی غیر موجودگی میں کرے، عورت کے ساتھ دخول ہوا ہو یا نہ ہوا، اصح قول کے مطابق۔

فتاوی رضویہ میں ہے "اگر بکر نے یہ جان بوجھ کر کہ ابھی عورت عدت میں ہے اس سے نکاح کر لیا تھا جب تو وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوا زنا ہوا، تو اس کے لئے اصلاً عدت نہیں اگرچہ بکر نے صدہا بار عورت سے جماع کیا ہو کہ زنا کا پانی شرع میں کچھ عزت و وقعت نہیں رکھتا عورت کو اختیار ہے جب چاہے نکاح کر لے۔ اور اگر بکر نے انجانی میں نکاح کیا

تو یہ دیکھیں گے کہ اس چار برس میں اس نے عورت سے کبھی جماع کیا ہے یا نہیں، اگر کبھی نہ کیا تو بھی عدت نہیں، بکر کے چھوڑتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرلے، اور جو ایک بار بھی جماع کر چکا ہے تو جس دن بکر نے چھوڑا اس دن سے عورت پر عدت واجب ہوئی جب تک اس کی عدت سے نہ نکلے دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی، اور عدت طلاق کی چار مہینے دس دن نہیں یہ عدت موت کی ہے، طلاق کی عدت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک نیا حیض آئے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، جب یہ تیسرا ختم ہوگا اس وقت عدت سے نکلے گی اور اسے جس سے چاہے نکاح کرنا روا ہوگا (فتاوی رضویہ، ج13، ص302،303، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے "اگر اس دوسرے شخص کو وقت نکاح معلوم تھا کہ عورت ہنوز عدت میں ہے یہ جان کر اس سے نکاح کرلیا جب تو وہ زنائے محض تھا عدت کی کچھ حاجت نہیں نہ طلاق کی ضرورت بلکہ ابھی جس سے چاہے نکاح کرے جبکہ شوہر اول کی عدت گزر چکی ہو اور اگر اسے عورت کا عدت میں ہونا معلوم نہ تھا تو طلاق کی اب حاجت نہیں مگر متارکہ ضرور ہے یعنی شوہر کا عورت سے کہنا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا عورت کا اس سے کہہ دینا کہ میں تجھ سے جدا ہوگئی، اس کے بعد عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص423، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی عطاری

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا خلع کی عدت میں بھی شوہر پر نفقہ لازم ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13151

تاریخ اجراء: 14 جمادی الاولی 1445ھ/29 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا خلع کی عدت میں بھی شوہر پر عورت کا نفقہ لازم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! عورت اگر خلع کی عدت شوہر کے گھر پر ہی گزارے تو دورانِ عدت اُس کا نفقہ بلاشبہ شوہر کے ذمے پر لازم ہوگا، لیکن بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں طلاق و خلع کے واقعات میں شدید لڑائی جھگڑا ہوتا ہے اور عورت میکے چلی جاتی ہے۔ حالانکہ زندگی کے اس موڑ کو بھی احسن انداز سے انجام دیا جاسکتا ہے اور اسی کی ترغیب دی گئی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ”فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ “ ترجمہ کنزالایمان: ”پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“ (القرآن الکریم: پارہ 02، سورۃ البقرۃ، آیت 229)

اصل تو یہی ہے کہ عورت خلع یا طلاق کی عدت شوہر کے گھر میں شریعت مطہرہ کی تعلیمات کے مطابق گزارے اور شوہر اس دوران اِسے نان و نفقہ کی سہولت اور طلاقِ بائن و خلع کی عدت میں مکمل پردے کی سہولت بھی فراہم کرے۔ ہاں! عورت اگر اپنی مرضی سے چلی جاتی ہے اور عدت شوہر کے گھر نہیں گزارتی تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ لہذا شوہر کے گھر میں بلا اجازتِ شرعی عدت نہ گزارنے کی صورت میں شوہر پر عدت کا خرچہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ خلع کے معاہدے میں ہی اگر یہ بات طے ہو جائے کہ عورت عدت کا نفقہ وصول نہیں کرے گی، تو اس صورت میں بلاشبہ خلع کا نفقہ ساقط ہو جائے گا اور عورت کو مطالبے کا حق حاصل نہیں ہوگا، مگر عدت اس صورت میں بھی شوہر کے گھر گزارنا ہوگی۔ لیکن طلاق میں ایسا ممکن نہیں کہ عورت آئندہ لازم ہونے والے نفقے کو قبل از وقت معاف نہیں کر سکتی، البتہ فقہائے کرام نے اس حکم سے خلع کا استثناء فرمایا ہے۔

عدت سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ ترجمہ کنزالایمان: ''عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں۔'' (القرآن الکریم، پارہ 28، سورۃ الطلاق، آیت: 01)

خلع کی عدت میں بھی نفقہ لازم ہوگا۔ جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے: ''فإن الخلع سبب لوجوب نفقة العدة۔'' یعنی خلع، عدت کا نفقہ واجب ہونے کا سبب ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، ج 03، ص 453، مطبوعہ بیروت)

عدت کا نفقہ اُسی وقت واجب ہوتا ہے جب معتدہ شوہر کے گھر میں رہے، ورنہ نہیں۔ جیسا کہ بدائع الصنائع، بحر الرائق وغیرہ کتبِ فقہیہ میں ہے: ''والنظم للبحر'' المعتدة اذا خرجت من بيت العدة تسقط نفقتها ما دامت على النشوز، فان عادت الى بيت الزوج كان لها النفقة والسكنى ''یعنی عدت والی عورت اگر عدت والے گھر سے نکل جائے، تو جب تک وہ نافرمانی پر قائم رہے تب تک اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ ہاں! اگر وہ شوہر کے گھر لوٹ آتی ہے تو وہ نفقہ اور رہائش کی مستحق ہو گی۔ (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة، ج 04، ص 217، مطبوعہ بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ''اگر بعدِ طلاق شوہر کے گھر میں رہی اور باہر جانا چھوڑ دیا تو (نفقہ) پائے گی۔'' (بہار شریعت، ج 02، ص 263، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

آئندہ زمانے کا نفقہ معاف نہیں ہو سکتا، مگر خلع میں عورت اگر عدت کا نفقہ ساقط کر دے تو وہ ضرور ساقط ہو جائے گا۔ جیسا کہ درِ مختار میں ہے: ''قالوا: الابراء قبل الفرض باطل وبعده يصح مما مضى ''یعنی فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ لازم ہونے سے پہلے معاف کر دینا باطل ہے اور لازم ہونے کے بعد سابقہ دین معاف کرنا درست ہے۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: ''يستثنى من ذلك ما لو خالعها على ان تبرئه من نفقة العدة كما قدمناه في بابه، لانه ابراء بعوض وهو استيفاء قبل الوجوب فيجوز، اما الاول فهو اسقاط الشئ قبل وجوبه فلا يجوز، كما في الفتح۔ ''یعنی اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے کہ عورت نے اسی شرط پر خلع کیا کہ وہ مرد کو عدت کے نفقہ سے بری کر دے (تو اب عدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا) جیسا کہ ہم نے اسے خلع کے باب میں پہلے ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ عوض کے بدلے میں معافی دینا ہے اور یہ نفقہ واجب ہونے سے پہلے اپنے حق کو وصول کرنا ہے، لہذا یہ جائز ہے۔ بہر حال (خلع کے علاوہ) پہلی صورت میں واجب ہونے سے پہلے ہی کسی چیز کو ساقط کرنا ہے اور یہ جائز نہیں، جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، ج 03، ص 586، مطبوعہ بیروت)

ایک دوسرے مقام پر علامہ شامی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں: "وفی المجتبی نفقۃ العدۃ کنفقۃ النکاح وفی الذخیرۃ وتسقط بالنشوز وتعود بالعود، وأطلق فشمل الحامل وغیرھا والبائن بثلاث أو أقل کما في الخانیۃ، ویستثنی ما لو خالعھا علی أن لا نفقۃ لھا ولا سکنی فلھا السکنی دون النفقۃ" یعنی مجتبیٰ میں ہے کہ عدت کا نفقہ نکاح کے نفقہ کی طرح ہے، اور ذخیرہ میں ہے کہ نشوز کے سبب نفقہ ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر زوجہ لوٹ آئے تو نفقہ بھی لوٹ آئے گا۔ یہاں نفقہ کا مطلق بیان ہوا ہے لہذا یہ حکم حاملہ اور غیر حاملہ عورت، تین طلاق والی بائنہ عورت یا اس سے کم طلاق والی عورت، سب کو شامل ہے، جیسا کہ خانیہ میں مذکور ہے۔ مگر اس سے وہ عورت مستثنیٰ ہے کہ جو اس شرط پر خلع کرے کہ اس کے لیے نفقہ اور رہائش نہیں ہے، تو اس کے لیے رہائش تو ہو گی مگر نفقہ نہیں ہو گا۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج 03، ص 609، مطبوعہ بیروت)

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: "إن خالعھا علی نفقۃ عدتھا صح الخلع وسقطت عنہ النفقۃ۔" یعنی عورت نے اگر اس شرط پر خلع کیا کہ وہ عدت کا نفقہ وصول نہیں کرے گی، تو یہ خلع درست ہے اور شوہر سے اُس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الخلع، ج 02، ص 61، المطبعۃ الخیریۃ)

خلع میں نفقہ لازم ہونے سے متعلق بہار شریعت میں ہے: "**خلع میں نفقہ ہے**، ہاں اگر خلع اس شرط پر ہوا کہ عورت نفقہ و سکنےٰ معاف کرے تو نفقہ اب نہیں پائے گی مگر سکنےٰ سے شوہر اب بھی بَری نہیں کہ عورت اس کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔" (بہار شریعت، ج 02، ص 264، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عورت خلع کا نفقہ ساقط کر دے تو ساقط ہونے سے متعلق بہارِ شریعت میں ہے: "اُس سال کا جو ابھی نہیں آیا (نفقہ) معاف نہیں کر سکتی۔۔۔۔ہاں اگر اس شرط پر خلع ہوا کہ عورت عدت کا نفقہ معاف کر دے تو یہ معاف ہو جائیگا۔" (بہار شریعت، ج 02، ص 268، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

ایک دوسرے مقام پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں: "نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں اور جو حقوق کہ نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے۔ عدت کا نفقہ اگرچہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہو گا ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کر دی گئی تو یہ بھی ساقط ہو جائیگا۔" (بہار شریعت، ج 02، ص 196-195، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا نامرد کی عورت پر بھی طلاق کی عدت لازم ہوگی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13190

تاریخ اجراء: 08جمادی الثانی1445ھ/22دسمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص بیوی کے ساتھ رہتا ہو مگر حقِ زوجیت ادا کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ پھر شادی کے چار سال بعد وہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے، تو کیا اس کی عورت پر بھی طلاق کی عدت لازم ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں اُس عورت پر طلاق کی عدت لازم ہو گی۔

نامرد کی بیوی پر طلاق کی عدت لازم ہونے سے متعلق تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:"(ولو وجدته عنينًا) هو من لا يصل إلى النساء لمرض أو كبر، أو سحر۔۔۔(فإن وطئ) مرة فبها (وإلا بانت بالتفريق) من القاضي إن أبى طلاقها" ترجمہ:"عورت اگر شوہر کو نامرد پائے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو مرض، بڑھاپے یا جادو کے سبب عورت سے جماع کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔۔۔اگر اُس نامرد نے ایک مرتبہ بھی اپنی عورت سے وطی کرلی ہو تو بہتر، ورنہ قاضی کی جانب سے تفریق کی صورت میں وہ عورت طلاقِ بائنہ والی شمار ہو گی جبکہ شوہر نے طلاق دینے سے انکار کیا ہو۔"

(وإلا بانت بالتفريق) کے تحت رد المحتار میں ہے:"لأنها فرقة قبل الدخول حقيقة، فكانت بائنة ولها كمال المهر وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة، بحر" ترجمہ:"کیونکہ یہ جدائی حقیقۃً دخول سے پہلے ہے، لہذا اس عورت کو طلاقِ بائنہ واقع ہو گی اور اُس کے لیے پورا مہر ہو گا، نیز خلوتِ صحیحہ پائی جانے کی وجہ سے اُس عورت پر عدت بھی لازم ہو گی، "بحر"۔" (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، ج05، ص175-171، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

نامرد کی خلوت صحیح شمار ہو گی۔ جیسا کہ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق میں ہے:"(قوله: وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة) أي لأن خلوة العنين صحيحة إذ لا وقوف على حقيقة العنة لجواز أن يمتنع من الوطء اختيارا تعنتا فيدور الحكم على سلامة الآلة۔اھ۔فتح۔"یعنی شارح کا یہ فرمانا کہ نامرد کی عورت پر خلوتِ صحیحہ پائی جانے کی وجہ سے عدت لازم ہو گی، کیونکہ نامرد کی خلوت صحیح ہوتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نامرد ہونے کا حقیقی علم نہیں ہو سکتا، ممکن ہے مرد جان بوجھ کر جماع سے باز رہے۔ لہذا حکم آلہ تناسل کے سلامت رہنے پر دائر ہو گا۔(حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، ج03، ص23، مطبوعہ قاہرۃ)

عنایہ شرح الہدایہ میں ہے:"(ولها كمال المهر إن كان خلا بها لأن خلوة العنين صحيحة)۔۔۔ (ويجب العدة) لتوهم الشغل احتياطا استحساناً۔"یعنی نامرد نے عورت سے خلوت کر لی ہو تو اُس کی عورت کو پورا مہر ملے گا کہ نامرد کی خلوت درست ہوتی ہے۔۔۔ہاں اُس کی عورت پر استحساناً احتیاط کے طور پر عدت لازم ہو گی کیونکہ ممکن ہے کہ عورت کو حمل ٹھہر چکا ہو۔(العنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الطلاق، ج04، ص300، دار الفکر، ملتقطاً)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاوٰی رضویہ میں نامرد سے متعلق کیے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید (عنین) ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اس وقت بطلب ہندہ زید و ہندہ میں تفریق کر دی جائے، **اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہو گا۔**" وكل ماذكرنا مفصل في الدر المختار و رد المحتار والفتاوى الخيريه وغيرها من الكتب الفقهية۔(جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، وہ مفصل طور پر در مختار، رد المحتار اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتب میں موجود ہے)"۔"(فتاوٰی رضویہ، ج11، ص196، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے:"**شوہر کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا انثیین نکال لیے گئے ہیں یا عنین (نامرد) ہے یا خنثیٰ ہے** اور اس کا مرد ہونا ظاہر ہو چکا **تو ان سب میں خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔** خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت کو طلاق دی تو مہر پورا واجب ہو گا، جبکہ نکاح بھی صحیح ہو۔۔۔۔ **خلوتِ صحیحہ کے یہ احکام بھی ہیں: طلاق دی تو عورت پر عدّت واجب**، بلکہ عدّت میں نان و نفقہ اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب ہے۔"(بہارِ شریعت، ج02، ص70، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نکاح فاسد کو فسخ کرنے اور اس کی عدت وغیرہ کے احکامات

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2217

تاریخ اجراء: 03جمادی الاول1445ھ/18نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بغیر گواہوں کے نکاح ہوا، پھر شوہر سے اس نکاح فاسدہ کو ختم کر دیا، اب عورت پر عدت لازم ہو گی یا نہیں؟ خواہ جسمانی تعلق قائم ہو یا نہیں، اور اس کے بعد دوبارہ اسی شخص سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسلمان مرد کا مسلمان عورت سے نکاح ہو تو اس نکاح کے منعقد ہونے کے لئے دو عاقل بالغ مسلمان مرد یا ایک عاقل بالغ مسلمان مرد اور دو عاقل بالغ مسلمان عورتوں کا گواہ ہونا شرط ہے، اور اگر ان گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح کیا گیا تو نکاح فاسد ہو گا۔

نکاح فاسد کا حکم یہ ہے کہ:

اس میں مرد و عورت دونوں پر نکاح کو فسخ کرنا واجب ہے، اس میں یہ ضروری نہیں کہ دوسرے کے سامنے فسخ کرے، بلکہ اگر دوسرا موجود نہیں جب بھی فسخ کرنے سے فسخ ہو جائے گا، اس کا طریقہ یہ بھی ہے کہ:

مرد عورت کو اس طرح کے الفاظ کہے: میں نے اسے چھوڑا، یا چلی جا، یا نکاح کر لے وغیرہا۔ واضح رہے کہ لفظ طلاق سے بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔

نکاح فاسد میں عدت:

اب نکاح فسخ ہونے کے بعد عورت پر عدت اس وقت لازم ہے جبکہ نکاح فاسد کے بعد وطی (ہمبستری) ہوئی ہو۔ اس عدت کا شمار وقت متارکہ یا فسخ سے کیا جائے گا، اور اگر وطی نہیں ہوئی خواہ خلوت صحیحہ ہو گئی ہو، تو عدت لازم نہیں۔

نکاح فاسد میں مہر:

یہی معاملہ مہر کے لازم ہونے اور نہ ہونے کے متعلق بھی ہے کہ اگر وطی ہو گئی تو مہر مثل لازم ہے جبکہ مہر مثل کی مقدار مہر مسمی یعنی جسے عقد نکاح میں ذکر کیا، سے زائد نہ ہو، اور اگر زائد ہے تو پھر مہر مسمی دینا ہی لازم ہو گا، اور اگر وطی نہیں ہوئی تو کچھ بھی لازم نہیں۔

نکاح فاسد کے بعد اسی شخص سے شرائط کی موجودگی میں نکاح ہو سکتا ہے، اور نکاح صحیح کے بعد شوہر کو بدستور تین طلاقوں کا حق حاصل رہے گا۔

در مختار میں ہے "(و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين ۔۔۔ مسلمين لنكاح مسلمة "ترجمہ: مسلمان عورت کے نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو مسلمان، مکلف آزاد مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بطور گواہ ہونا شرط ہے۔(در مختار، کتاب النکاح، ج3، ص 23،22،21، دار الفکر، بیروت)

در مختار میں نکاح فاسد کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "وهو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود"

ترجمہ: اور یہ وہ نکاح ہے، جس میں صحت نکاح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً گواہوں کا ہونا۔(در مختار، ج04، ص274، دار عالم الکتب)

بہار شریعت میں ہے: "نکاح فاسد میں جب تک وطی نہ ہو مہر لازم نہیں یعنی خلوتِ صحیحہ کافی نہیں اور وطی ہو گئی تو مہرِ مثل واجب ہے، جو مہر مقرر سے زائد نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ ہے تو جو مقرر ہوا وہی دیں گے اور نکاحِ فاسد کا حکم یہ ہے کہ اُن میں ہر ایک پر فسخ کر دینا واجب ہے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے کے سامنے فسخ کرے اور اگر خود فسخ نہ کریں تو قاضی پر واجب ہے کہ تفریق کر دے اور تفریق ہو گئی یا شوہر مر گیا تو عورت پر عدّت واجب ہے جبکہ وطی ہو چکی ہو۔۔۔ نکاح فاسد میں تفریق یا متارکہ کے وقت سے عدّت ہے، اگرچہ عورت کو اس کی خبر نہ ہو۔ متارکہ یہ ہے کہ اسے چھوڑ دے، مثلاً یہ کہے میں نے اسے چھوڑا، یا چلی جا، یا نکاح کر لے یا کوئی اور لفظ اسی کے مثل کہے اور فقط جانا، آنا، چھوڑنے سے متارکہ نہ ہو گا، جب تک زبان سے نہ کہے اور لفظ طلاق سے بھی متارکہ ہو جائے گا۔۔۔ پھر اس سے نکاح صحیح کرنے کے بعد تین طلاق کا اسے اختیار رہے گا۔" (بہار شریعت ملتقطاً، ج02، حصہ 07، ص72، 73، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تین طلاقیں ہونے کے باوجود ساتھ رہنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4879

تاریخ اجراء: 16 صفر المظفر 1438ھ/17 نومبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی مدخولہ زوجہ کو کئی بندوں کے سامنے تین طلاقیں دے دیں، وہ زوجہ کو تین طلاقیں دینے کا اقرار بھی کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ دونوں میاں بیوی بغیر حلالے کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز باقی مسلمانوں کو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں بیان درست ہونے کی صورت میں شخص مذکور کی زوجہ پر تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور اب وہ عورت اس پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو چکی ہے اور بغیر حلالۂ شرعیہ کے اکٹھے رہنے کی کوئی صورت نہیں، اس کے باوجود ان دونوں کا بغیر حلالۂ شرعیہ کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہنا حرام اور ہم بستری کرنا زنا ہے، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں، اگر جدا نہ ہوں تو باقی تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ان کی غمی خوشی میں شریک ہونا اور ان کو اپنی غمی خوشی میں شریک کرنا اور ان سے میل جول رکھنا ختم کر دیں، جب تک کہ یہ توبہ کر کے جدا نہ ہو جائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مذاق میں طلاق دینا

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-894

تاریخ اجراء: 13 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 13 جون 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر مذاق میں بیوی سے کہے میں نے تجھے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کا مُعاملہ ایسا ہے کہ مذاق میں دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارک ہے۔ ”تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے (یعنی مذاق میں بھی وہی حکم ہے جو سنجیدگی میں ہے) نکاح، طلاق اور (طلاق کے بعد) رجوع کرنا“۔ (مشکوۃ، باب الخلع والطلاق، ص284، مطبوعہ: کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

میاں بیوی کے محض دور رہنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

فتوی نمبر: WAT-122

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1443ھ/04اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت سات ماہ تک یا اس سے کم و بیش عرصہ تک، اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اپنی ماں کے گھر رہے اور وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، مگر شوہر طلاق نہ دے، پھر بعد میں شوہر کے پاس آجائے لیکن ان کے درمیان طلاق وغیرہ نہ ہوئی ہو تو پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر کسی طرح ان کے درمیان طلاق نہیں ہوئی تو محض اتنا عرصہ دور رہنے سے طلاق نہیں ہوئی۔ لہذا وہ دونوں دوبارہ نکاح کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں، پہلا نکاح ہی کافی ہے، دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میں طلاق دے دوں گا کہنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-536

تاریخ اجراء: 08رجب المرجب1443ھ/10فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بھائی نے اپنی امی کو کال کر کے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ "میں اس کو طلاق دے دوں گا" اس صورت میں کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی صرف یہی الفاظ کہے تھے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق نہیں ہوئی کہ زید نے جو الفاظ کہے (طلاق دے دوں گا) وہ ارادہ طلاق پر مشتمل ہیں اور ارادہ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

"میں تمہیں چھوڑدوں گا" کہنے سے طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

مجیب: مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:849

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1438ھ/06 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران یہ کہا کہ ''میں تمہیں چھوڑدوں گا''تو کیا یوں کہنے سے کوئی طلاق کا معاملہ تو نہیں ہوا،اس کے علاوہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا،رہنمائی فرمائیں؟

سائل: محمد فیصل (صدر کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر آپ نے واقعی یہی الفاظ کہے تھے کہ "میں تمہیں چھوڑدوں گا"تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی کہ چھوڑدوں گا یہ طلاق کا ارادہ ہے اور محض ارادے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہذا آپ دونوں بدستور میاں بیوی ہی ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا سوتے میں طلاق دینے سے ہوجاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6090

تاریخ اجراء: 23صفر المظفر1438ھ/24نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص سوتے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق ہو جائے گی یا نہیں ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوتے میں طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت اگر شوہر کو طلاق دے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1502

تاریخ اجراء: 24 شعبان المعظم 1444ھ/17 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ میں تمہیں طلاق طلاق طلاق دیتی ہوں، اس صورت میں کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بنیادی طور پر شریعت مطہرہ نے عورت کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ طلاق دے، ہاں اگر شوہر اسے طلاق دینے کا اختیار دے یا اس کی دی ہوئی طلاق کو نافذ کر دے تو طلاق ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ طلاق عورت پر ہی واقع کی جائے، مرد پر طلاق واقع کی جائے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی، خواہ مرد نے اسے طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا تھا یا اس کے طلاق واقع کرنے کے بعد مرد نے اسے جائز کیا کیونکہ مرد طلاق کا محل نہیں ہے کہ اسے طلاق واقع ہو۔ لہٰذا اگر عورت شوہر کو طلاق دے، تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

تبیین الحقائق میں ہے ”الزوج إذا طلق نفسه أو طلقته هي لا تطلق المرأة لعدم إضافته إلى المحل“

ترجمہ: شوہر اپنے آپ کو طلاق دے یا عورت شوہر کو طلاق دے تو محل کی طرف اضافت نہ ہونے کی بناء پر عورت کو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، ج2، ص208، المطبعة الكبرى الأميرية، القاهرة)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جسے جماع پر قدرت نہ ہو اس کے لیے طلاق کا حکم

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1644

تاریخ اجراء: 25شوال المکرم1444ھ/16مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں، بیوی کے ساتھ جماع کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، سات آٹھ سال ہو گئے ہیں، علاج بھی بہت کروایا ہے، اب چاہتا ہوں کہ میں بیوی کو طلاق دے دوں تاکہ وہ گناہ میں نہ پڑے، کیا میں اسے طلاق دے سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر پر وقفہ وقفہ سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا واجب ہے، بغیر اس کی مرضی کے چار مہینے تک بلا عذر صحیح شرعی اس سے جماع نہ کرنا جائز نہیں۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر واقعی آپ جماع پر قدرت نہیں رکھتے، اور اتنے علاج کے باوجود بھی قدرت نہیں آئی، اور اس بنا پر عورت کا حق ضائع ہوتا ہے، تو اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو، تو آپ پر طلاق دینا واجب ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلقہ کر دینا حرام، اور بے اس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔" (فتاوی رضویہ، ج13، ص446، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے، مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے، یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کروا دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں، اور اس کے ازالے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی، کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔" (بہار شریعت، ج02، ص110، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کو غصے میں آزاد کے الفاظ کہنا

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-611

تاریخ اجراء: 01شعبان المعظم1443ھ/05مارچ2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے حالت غصہ میں اپنی بیوی سے بلانیت طلاق محض ڈرانے اور تنبیہ کرنے کی غرض سے اس کو ایک سے زائد بار یہ الفاظ کہہ دیے کہ تو میری طرف سے آزاد ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور الفاظ ''تو میری طرف سے آزاد ہے'' ان الفاظ کنایہ میں سے ہے کہ جو جواب میں متعین ہیں اور مذاکرہ طلاق اور غصہ کی حالت میں ان الفاظ سے بغیر نیت ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔البتہ متعدد بار بولنے کے باوجود ان سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے کہ طلاق بائن کے بعد مزید بائن طلاق کے الفاظ ہوں اور انہیں پہلی طلاق کی خبر بنانا ممکن ہو تو انہیں پہلی طلاق کی خبر قرار دیں گے اور ان سے مزید طلاق واقع نہیں ہو گی۔اس تفصیل کے مطابق صورت مسئولہ میں بھی اگر زید نے یہ الفاظ غضب و غصہ کی حالت میں کہے ہیں تو ان سے ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور عورت اس کے نکاح سے نکل چکی ہے، وہ عدت مکمل کر کے کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے البتہ اگر زید نے اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہیں دی ہیں تو دوبارہ زید کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے اور زید سے دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں عدت مکمل کرنا بھی ضروری نہیں۔

نوٹ: یاد رہے کہ زید سے نکاح کرنے کی صورت میں زید کے پاس بقیہ زندگی میں صرف دو طلاقوں کا اختیار باقی ہو گا کہ ایک طلاق وہ دے چکا ہے لہٰذا پھر کبھی اس نے مزید دو طلاقیں دیں تو عورت بحرمت مغلظہ اس پر حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ شرعیہ نکاح جائز نہیں ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

شوہر نے ایک طلاق دی تو کچھ دنوں بعد دوسری طلاق خود بخود ہو جائے گی؟

مجیب: ابو مصطفی محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-721

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی 1444ھ/19نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر نے اگر ایک طلاق دے دی، تو اب دوسری طلاق کتنی مدت کے بعد از خود واقع ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق شوہر کے دینے سے واقع ہوتی ہے، جتنی دے گا اتنی ہی رہیں گی چاہے کتنا ہی عرصہ گزر جائے، خاص مدت کے گزرنے سے خود بخود کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

اپنی روٹی الگ پکاؤ، مجھ سے دور ہو جاؤ کیا یہ الفاظ کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Sar:5243

تاریخ اجراء: 16صفر المظفر1438ھ/17نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری زوجہ سے لڑائی ہوئی میں نے غصے میں اپنی زوجہ کو کہا کہ تم اپنی روٹی پکاؤ میری نہ پکاؤ میں اپنا انتظام خود ہی کرلوں گا تم مجھ سے دور ہو جاؤ اور میں اس بات پر قسم کھاتا ہوں کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی اور نہ ہی ہمارے درمیان یہ الفاظ کہنے سے پہلے اور بعد میں کوئی طلاق کی گفتگو ہوئی تھی، تو میرے اس طرح کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

سائل: محمد حسنین (فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا سائل نے بیان کیا ہے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یا خلع لئے بغیر عورت کا کسی اور سے نکاح کرنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1208

تاریخ اجراء: 19 جمادی الثانی 1445ھ/02 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت کا نکاح ہوا اور وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی، لیکن ان دونوں کے درمیان میاں بیوی والے تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے اور کچھ دن بعد وہ واپس اپنے میکے آ گئی، چار سال بعد اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا جبکہ پہلے شوہر سے ابھی تک طلاق نہیں ہوئی، کیا یہ دوسرا نکاح ٹھیک ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب تک شوہر طلاق یا خلع نہ دے بیوی اس کے نکاح میں ہی رہے گی اور جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے کہیں اور نکاح کرنا حرام و سخت گناہ ہے، ایسا ہر گز نکاح نہیں ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ“ یعنی کسی مرد کے لئے دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی ھندیہ، جلد1، صفحہ280، مطبوعہ: پشاور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ اگر دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی نہیں ہو سکتا۔“ (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ33، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2165

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی1445ھ/08نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں کہے کہ ”میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، میری دوسری شادی کروادو“۔ تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی رہتا ہے اور بیوی سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا کسی سے یہ کہنا کہ ”میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں“ درحقیقت طلاق کا اقرار ہے، اور طلاق کے اقرار سے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ طلاق کا اقرار اگرچہ جھوٹا ہو، اُس سے قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں بھی یہ کہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں تو اس سے عورت کو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے سے بھی قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ رد المحتار علی الدر المختار میں ہے: ”ولو أقر بالطلاق كاذبا أو هازلا وقع قضاءً“ ترجمہ: اور اگر جھوٹ میں یا مذاق میں طلاق کا اقرار کیا تو قضاء طلاق واقع ہو جائے گی۔ (رد المحتار علی الدر المختار، جلد4، کتاب الطلاق، صفحہ428، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یافتہ، اور بیوہ عورت کی عدت کتنی ہے؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12236

تاریخ اجراء: 25 جمادی الثانی 1438ھ/25 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1) طلاق یافتہ عورت کی عدت کتنی ہوتی ہے؟

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے؟

سائل: صغیر عطاری (صدر، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نکاحِ صحیح کے بعد ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ ہو تو مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اگر عورت حیض والی ہے تو اس کی عدت تین مکمل حیض ہے۔

اگر کمر عمری یا بڑی عمر (یعنی پچپن برس عمر) کی وجہ سے حیض نہیں آتا یا عمر کے حساب سے بالغہ ہوئی اور ابھی تک حیض نہیں آیا تو عدت تین مہینے ہے۔ اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین مہینے عدت ہے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ طلاق ہوئی تو 90 دن عدت ہو گی۔

اگر حاملہ ہے تو عدت بچہ جننے تک ہے اگرچہ طلاق کے کچھ دیر بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

یاد رہے اگر فقط نکاح ہوا ہو اور ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی تو طلاق یافتہ کی کوئی عدت نہیں۔

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، موت کی عدت کے لیے فقط نکاحِ صحیح ہونا کافی ہے دخول ہوا ہو یہ نہ ہوا ہو، عورت بالغہ ہو یا نابالغہ بہر صورت اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ ہاں اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو انتقال ہو تو چار مہینے اور دس دن عدت ہے مہینے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ انتقال ہو تو عدت مکمل 130 دن ہو گی۔

اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

نوٹ: عدت کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لیے بہار شریعت حصہ 8 سے ''عدت کا بیان'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو اب بچے کس کے پاس رہیں گے؟

مجیب: مولانا سعید صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: kan:11967

تاریخ اجراء: 11 محرم الحرام 1438ھ/13 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں مسمی محمد حنیف ولد امیر دین، میں نے اپنی بیوی کو 6 ماہ پہلے طلاق دیدی ہے۔ میرے دو بچے ہیں، ایک بیٹا جس کی عمر 12 سال ہے اور ایک بیٹی جس کی عمر 10 سال ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ بچے کس کے پاس رہیں گے؟ ابھی بچے ماں کے پاس ہیں اور میں بچے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔

سائل: محمد حنیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بچے آپ کے ساتھ ہی رہیں گے کیونکہ بچہ سات سال اور بچی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہتی ہے اس کے بعد بچہ بالغ ہونے تک اور بچی جب تک کنواری ہو باپ کی پرورش میں رہتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جہیز کے سامان کا حکم

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ میری عزیزہ کو طلاق ہوئی۔ اس کے پاس دو طرح کا سامان تھا۔ ایک وہ سامان (فرنیچر، کپڑے، زیورات وغیرہ) جو اس کے والدین نے دیا اور دوسرا وہ سامان (کپڑے، زیورات وغیرہ) جو شوہر اور اس کے والدین نے دیا۔ شرعی رہنمائی فرمائیں! اس صورت میں کونسا سامان عورت کا ہے اور کونسا شوہر کا ہے؟

سائل: غلام دستگیر (خانقاہ چوک، مرکز الاولیا لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو جو سامان میکے کی طرف سے بطورِ جہیز ملا وہ عورت ہی کی مِلْکِیَّت ہے۔ اس میں کسی اور کا حق نہیں۔

شوہر یا اس کے گھر والوں کی طرف سے جو سامان اور زیورات وغیرہ عورت کو دیئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(1) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً (واضح طور پر) عورت کو سامان اور زیورات دیتے وقت مالک بناتے ہوئے قبضہ دیا تھا۔

(2) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً عورت کو سامان اور زیورات عاریتاً (یعنی عارضی استعمال کیلئے) دیئے تھے۔ (3) شوہر یا اس کے گھر والوں نے دیتے وقت کچھ بھی نہیں کہا۔ پہلی صورت میں عورت سامان اور زیورات کے ہِبہ (Gift) کیے جانے کی وجہ سے مالکہ ہے، اسی کو یہ سب دیا جائے گا۔ دوسری صورت میں جس نے دیا وہی مالک ہے۔ وہ واپس لے سکتا ہے اور تیسری صورت میں شوہر کے خاندان کا رواج دیکھا جائے گا۔ اگر وہ عورت کو ان اشیاء کا مالک بناتے ہیں تو عورت کو دیا جائے گا ورنہ وہ حقدار نہیں اس سے واپس لیا جا سکتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

خلع میں حق مہر سے زائد مال لینا کیسا؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رمضان المبارک 1441ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ زید کی بیوی ہندہ بلا اجازتِ شرعی زید سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے زید چاہتا ہے کہ ہندہ کو خلع دینے کے بدلے شادی میں کئے گئے خرچ کو ہندہ سے لے، زید کا یہ لینا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ خرچ اس کو دیئے ہوئے حق مہر سے زائد ہے اور زید کی طرف سے ہندہ پر زیادتی نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی اصطلاح میں خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی مرضی سے مہر یا دیگر مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے، اس میں عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے، اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

لہٰذا اگر سائل اپنے قول میں سچا ہے تو زید نے جتنا حق مہر میں مال دیا ہے اتنا مال لے سکتا ہے اس سے زائد لینا مکروہ ہے البتہ اگر زائد لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بلا وجہِ شرعی عورت کا شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کے بعد بچی کس کے پاس رہے گی؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12150

تاریخ اجراء: 29ربیع الثانی1438ھ/28جنوری2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی چھ سال پہلے ہوئی، میری تین سال کی ایک بیٹی ہے۔ ہم میاں بیوی میں جھگڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے ہماری بن نہیں پارہی ہے، مجھے پوچھنا یہ ہے کہ اگر میں ان کو طلاق دے دیتا ہوں تو جدائی کے بعد مندرجہ ذیل معاملات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(1) میری بیٹی کس کے پاس رہے گی؟

(2) اگر بچی کی ماں کہیں اور شادی کر لیتی ہے تو اب بچی کس کے پاس رہے گی؟

(3) اگر بچی اپنی ماں کی پرورش میں ہو تو کیا وہ لوگ مجھے بچی سے ملنے سے روک سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نو سال کی عمر تک بچی اپنی والدہ کے پاس رہے گی، اور اس دوران بچی کے اخراجات آپ پر لازم ہوں گے۔ نو سال کے بعد اس کی شادی تک آپ کے پاس رہے گی۔

(2) اگر بچی کی ماں ایسے شخص سے شادی کر لیتی ہے جو بچی کا اجنبی یعنی نامحرم ہے تو اب اسے حقِ پرورش نہ ہوگا بلکہ بچی کی نانی کو حق حاصل ہوگا، وہ نہ ہو تو نانی کی ماں، وہ نہ ہو تو بچی کی دادی، دادی نہ ہو تو پردادی۔ یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار عورتوں کو حق حاصل ہوگا۔ جن کا تفصیلی بیان بہار شریعت میں صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ماں اگر نہ ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کر دیا یا اجنبی سے نکاح کیا تو اب حق پرورش نانی کے لیے ہے، یہ بھی نہ ہو تو نانی کی ماں، اس کے بعد دادی، پردادی بشرائط مذکورہ بالا پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر اخیافی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن پھر اخیافی پھر سوتیلی پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر حقیقی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپیاں پھر باپ کی پھوپیاں اور ان سب میں وہی ترتیب ملحوظ ہے کہ حقیقی پھر اخیافی پھر سوتیلی۔ اور اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو یا ہو مگر اسکا حق ساقط ہو تو عصبات بہ ترتیبِ ارث یعنی باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا پھر بھتیجے پھر چچا پھر اس کے بیٹے مگر لڑکی کو چچازاد بھائی کی پرورش میں نہ دیں خصوصاً جبکہ مشتہاۃ ہو اور اگر عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دیں مثلاً اخیافی بھائی پھر اُسکا بیٹا پھر ماں کا چچا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔“

(بہار شریعت، جلد2، حصہ 8، صفحہ 254، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(3) پرورش کے دوران یا بعد میں اگر ماں یا باپ بچی کو ملنا اور دیکھنا چاہیں تو ملنے اور دیکھنے سے کوئی منع نہیں کر سکتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-534

تاریخ اجراء: 08ربیع الاول1444ھ/05اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا۔؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کی قسم کھانا یا کسی سے طلاق کی قسم لینا شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے اسے نفاق کی علامت میں بھی شمار کیا گیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر میں اور امام علاء الدین علی المتقی الھندی رحمۃ اللہ علیہ کنز العمال میں ابنِ عساکر سے حدیث پاک بیان کرتے ہیں: ”ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف به الا منافق“ یعنی مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ (کنز العمال، حدیث 46340، جلد16، صفحہ689، بیروت)

جد الممتار میں ہے: ”ان الحلف بالطلاق عد فی الحدیث من خصائل النفاق فاذن یترجح قول من کرہ“ یعنی حدیث پاک میں طلاق کی قسم اٹھانے کو خصائلِ نفاق سے شمار کیا ہے، تب اسی کا قول راجح ہوگا، جس نے اسے مکروہ قرار دیا۔ (جد الممتار، جلد5، صفحہ122، مطبوعہ: بیروت)

امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک واعظ کے متعلق سوال ہوا کہ جس نے طلاق کی قسم کھائی تھی اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: ”واعظ کو نہ چاہئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ198، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کے بعد سسر محرم رہے گا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2137

تاریخ اجراء: 15 ربیع الثانی 1445ھ/31 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کی طلاق کے بعد اس کا سابقہ سسر اس کے لیے محرم رہے گا یا نہیں؟ کیا عورت کے انتقال کے بعد وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کے بعد بھی عورت کا سسر اس کے لیے محرم ہی رہے گا کہ نکاح کرتے ہی عورت پر اپنے خاوند کا حقیقی والد یعنی سسر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتا ہے لہذا اگر فتنے وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہ اپنی سابقہ بہو کے انتقال کے بعد اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ ترجمہ: اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں (تم پر حرام ہیں)۔ (سورۃ النساء، پ04، آیت 23)

ردالمحتار میں ہے "تحرم زوجة الاصل والفرع بمجرد العقد دخل بها أو لا" ترجمہ: اپنی اصل اور اپنی فرع کی بیوی محض عقد سے ہی حرام ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج04، ص111، کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا والد کے ہوتے ہوئے ماموں کو حق پرورش حاصل ہوتا ہے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:983

تاریخ اجراء: 05جمادی الثانی1438ھ/05مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض معاملات کی وجہ سے میں نے تقریباسولہ سال پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی،اس وقت میری سب اولاد چار سال یااس سے کم ہی تھی،میری بیوی اولاد کو لے کر اپنے میکے (لاہور) میں رہناشروع ہوگئی اور کچھ عرصے بعد اس کا انتقال ہو گیااور بچوں کی ساری دیکھ بھال بچوں کے ماموں کرتے رہے،اب مجھے کسی نے بتایاہے کہ لڑکا سات سال کی عمر میں اور لڑکی نو سال کی عمر میں پہنچ جائے تو والد پر لازم ہوتاہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے پاس رکھے اور ان کی تربیت کرے۔ میں انہیں لینے کے لیے گیاتو ان کے ماموں واپس کرنے سے منع کر رہے ہیں اور میرے بچے (بیٹا20،اور بیٹیاں 17,18 سال کی ہیں) بھی ساتھ آنے پر راضی نہیں ہیں،اب میرے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟ نیز کیاان کی شادیوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ آپ بچوں کے ماموں سے بچے لے کر اپنی کفالت میں رکھیں اور ان کی اچھی تربیت کریں کیونکہ ماں کی وفات کے بعد نانی کے پاس پرورش پانے کی مدت بہت پہلے پوری ہوچکی ہے۔اور بالغ ہونے کے بعد اگرچہ بیٹے کو الگ رہنے کی اجازت مل جاتی ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیٹاایسا سمجھدار ہوگیاہو کہ اب بدنامی یا فتنے کا خوف اور تادیب کی حاجت نہ ہو مگر ہمارے زمانے میں عموماً بیس سال کا لڑکا اتنا سمجھدار نہیں ہوتااور اسے تادیب کی حاجت ہوتی ہے یابدنامی وغیرہ کا خوف ہوتاہے، نیز اکثر صحبتیں بھی اخلاق کو برباد کرنے والی ہیں،اس لیے بیٹا بھی آپ کے ساتھ ہی رہے گااور بیٹیاں مطلقاجب تک ان کی شادی نہیں ہو جاتی،آپ کے ساتھ رہیں گی،انہیں حکم شریعت بتائیں اور سمجھائیں،اگر وہ نہیں مانتے تو آپ کے نافرمان اور گنہگار ہوں گے،البتہ اگر بیٹاواقعی میں ایساہے کہ اب نہ تو بدنامی یا فتنے کا خوف ہے اور نہ تادیب کی ضرورت ہے تو بیٹااپنے ماموں کے پاس رہ سکتاہے اور آپ بیٹے کو اپنے پاس رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ماموں کو باپ کے ہوتے ہوئے بچے اپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے نیز بیٹیوں کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہہ کر وہیں رکی رہیں کہ ہم بھائی کے ساتھ رہ رہی ہیں کیونکہ والد کے ہوتے ہوئے بھائی کے پاس رہنا بھی درست نہیں، نیز بچوں کی شادی کی ذمہ داری بھی آپ پر ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جس عورت کا ذہنی توازن درست نہ ہو، اس کی عدت کا حکم

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-877

تاریخ اجراء: 07ذیقعدۃ الحرام1443ھ/07جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر کا انتقال ہوا لیکن بیوی کا ذہن ٹھیک نہیں ہے یعنی وہ پاگل ہے تو وہ عدت کیسے گزارے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

وہ عورت جس کا دماغ ٹھیک نہیں ہے یعنی پاگل ہے اگر اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کا ولی عدت کی مدت میں کہیں اور اس کا نکاح نہیں کرے گا اور اس عورت پر سوگ (ترک زینت) لازم نہیں البتہ اگر دوران عدت اس کا جنون چلا جاتا ہے تو اس پر سوگ لازم ہو گا۔

در مختار میں عدت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”(تربص یلزم المرأة) أو ولي الصغيرة (عند زوال النكاح)“ ترجمہ: عدت ایسا انتظار ہے جو عورت یا صغیرہ کے ولی پر لازم ہے نکاح کے زوال کے وقت۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: ”بمعنى أنه يجب عليه أن يربصها أي يجعلها متصفة بصفة المعتدات لأن العدة صفتها لا صفة وليها، إذ لا يصح أن يقال إذا طلقت، أو مات زوجها وجب على وليها أن يعتد وقد مر أنهم يقولون تعتد هي، والوجوب إنما هو على الولي بأن لا يزوجها حتى تنقضي العدة أي مدة العدة تأمل، والمجنونة كالصغيرة“ ترجمہ: اس کا معنی یہ ہے کہ ولی پر واجب کہ وہ صغیرہ کو روکے رکھے یعنی ولی صغیرہ کو معتدہ کی صفات کے ساتھ متصف کرے کیونکہ عدت عورت کی صفت ہے نہ اس کے ولی کی صفت، اور صحیح نہیں ہے کہ یہ کیا جائے جب عورت کو طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کے ولی پر لازم ہے کہ عدت گزارے بلکہ علماء یہی فرماتے ہیں کہ عورت عدت گزارے۔ اور ولی پر وجوب کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کا کہیں نکاح نہ کرے یہاں تک کہ مدت گزر جائے یعنی عدت کی مدت اور مجنونہ کا حکم صغیرہ والا ہے۔ (رد المحتار علی در مختار، جلد3، صفحہ503، دار الفکر بیروت)

سوگ کے حوالے سے در مختار میں ہے:"(لا) حداد علی سبعة: کافرة وصغیرة، ومجنونة"ترجمہ: سات عورتوں پر سوگ نہیں ہے: کافرہ، صغیرہ اور مجنونہ۔(در مختار، جلد3، صفحہ532، دار الفکر بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

دوران عدت پسینے کی بو ختم کرنے کے لیے پرفیوم یا باڈی اسپرے استعمال کرنا

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 56

تاریخ اجراء: 04ذالحجہ الحرام1442ھ/15جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ بیوہ عدت کے دوران پسینے کی بو ختم کرنے کے لیے پرفیوم(Perfume) یا باڈی اسپرے(Body Spray) استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوہ کے لیے دورانِ عدت پرفیوم(Perfume) یا باڈی اسپرے(Body Spray) استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ خوشبو کا استعمال زینت میں شمار ہوتا ہے، جبکہ بیوہ کے لیے کسی بھی قسم کی زینت اختیار کرنا، ناجائز وگناہ ہے۔ اگر پسینے کی وجہ سے مشکل کا سامنا ہو یا اس کی وجہ سے بدن سے بدبو آتی ہو، تو کسی اور جائز طریقے مثلاً غسل یا بغیر خوشبو والے کیمیکل یا کسی چیز کے ذریعے پسینے کی بو ختم کی جاسکتی ہے۔

بیوہ کے لیے دورانِ سوگ خوشبو کا استعمال جائز نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب ولا تکتحل ولا تمس طیبا“ ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا) اور وہ سرمہ بھی نہ لگائے اور نہ ہی خوشبو استعمال کرے۔ (صحیح مسلم، ج2، ص1127، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تنویر الابصار مع ردالمحتار میں ہے: ”تحد (تحدای وجوبا) مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ اذا کانت معتدۃ بت او موت“ ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا

ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔(تنویر الابصار، ج5، ص220تا221، مطبوعہ پشاور)

تبیین الحقائق میں ہے: ''الاحداد وھو ترک الزینۃ والطیب'' ترجمہ: سوگ زینت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے۔(تبیین الحقائق، ج3، ص34، مطبوعہ ملتان)

بہار شریعت میں ہے: ''سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے، اگرچہ سیاہ ہوں، نہ پہنے اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے، اگرچہ اس میں خوشبو نہ ہو، جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا اور سیاہ سرمہ لگانا، یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور **زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے، یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین ہوتا ہے، سب کو ترک کرے۔ جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔** عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے، مگر اس حال میں اس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو در د سر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے، مگر اس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں، ادھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔''(بہار شریعت، ج2، حصہ8، ص242، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

دورانِ عدت جنازے کے ساتھ تھوڑی دور جانے تک کیا عدت ٹوٹ جائے گی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12883

تاریخ اجراء: 04ذوالحجۃالحرام1444ھ/23جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ابھی کچھ دن قبل میرے ماموں کا انتقال ہوا، جب جنازہ گھر سے باہر لے جایا گیا تو ان کی بیوہ روتی ہوئی جنازے کے ساتھ ہی گھر سے باہر نکل گئیں اور تھوڑی دور تک جنازے کے ساتھ چلتی رہیں پھر انہیں گھر واپس لایا گیا۔

آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ دورانِ عدت بیوہ کا جنازے کے ساتھ یوں گھر سے باہر نکلنا جائز تھا؟ نیز کیا گھر سے نکلنے کی بنا پر ان کی عدت ٹوٹ گئی؟ اور اگر عدت ٹوٹ گئی ہے تو اب اس کا کفارہ کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

شوہر نے جس مکان میں بیوی کو رکھا ہوا تھا اس کے انتقال پر اسی مکان میں عدت گزارنا عورت پر واجب ہوتا ہے، بلا ضرورتِ شرعیہ اس مکان سے نکلنا ناجائز و گناہ ہے۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں بیوہ دورانِ عدت بلا ضرورتِ شرعیہ شوہر کے مکان سے نکلنے کے سبب گنہگار ہوئی۔ اس گناہ سے توبہ کرے اور اپنی بقیہ عدت شوہر کے مکان میں ہی پوری کرے۔

البتہ جہاں تک عدت ٹوٹنے کا سوال ہے تو یہ یاد رہے کہ اگر کوئی عورت دورانِ عدت بلا ضرورتِ شرعیہ شوہر کے گھر سے نکل بھی جائے یا پھر عورت ایسا کام کرلے جو عدت میں کرنے کی اجازت نہیں، تب بھی اس کی عدت باقی رہتی ہے جو کہ شریعت کے مقرر کردہ وقت پر ہی ختم ہوتی ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں حکمِ شرع یہی ہے کہ بیوہ اپنی بقیہ عدت شوہر کے مکان میں ہی پوری کرے اور اس دوران بلا ضرورتِ شرعیہ گھر سے باہر نہ نکلے، دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے پر سوائے اس گناہ سے توبہ کرنے کے الگ سے کوئی کفارہ شریعت نے بیان نہیں کیا۔

عدتِ وفات کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًاۚ'' ترجمہ کنزالایمان: ''اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔'' (القرآن الکریم: پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت234)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے: ''حاملہ کی عدت تو وضع حمل ہے جیسا کہ سورہ طلاق میں مذکور ہے **یہاں غیر حاملہ کا بیان ہے جس کا شوہر مر جائے اس کی عدت چار ماہ دس روز ہے۔ اس مدت میں نہ وہ نکاح کرے، نہ اپنا مسکن چھوڑے**، نہ بے عذر تیل لگائے، نہ خوشبو لگائے، نہ سنگار کرے، نہ رنگین اور ریشمیں کپڑے پہنے، نہ مہندی لگائے، نہ جدید نکاح کی بات چیت کھل کر کرے۔'' (تفسیرِ خزائن العرفان، ص80، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شوہر کی موت کے وقت عورت جس مکان میں رہ رہی تھی اسی مکان میں عدت گزارنا اس پر واجب ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے: ''علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیھا بالسکنیٰ حال وقوع الفرقۃ والموت کذا فی الکافی'' یعنی معتدہ پر لازم ہے کہ اسی گھر میں عدت گزارے جو جدائی یا موت کے وقت اس کی جائے سکونت تھا جیسا کہ کافی میں مذکور ہے۔ (فتاوی عالمگیری، ج01، ص535، مطبوعہ پشاور)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: ''**(معتدہ کو) چار مہینے دس دن وہیں (یعنی مکانِ مسکونہ میں) گزارنا فرض ہے**، اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کیے جائیں واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔)'' (فتاوی رضویہ، ج13، ص330، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوٰی امجدیہ میں ہے: ''**عورت کو زمانہ عدت میں۔۔۔ بغیر ضرورت شرعیہ نکلنا حرام ہے۔**'' (فتاوی امجدیہ، ج02، ص285، مکتبۃ رضویہ، کراچی، ملتقطاً)

مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''شوہر کی موت کے وقت بیوی، جس مکان میں رہ رہی تھی اسی میں اس کو عدت گزارنی واجب ہے۔ اس مکان سے بلا عذر کسی دوسرے مکان میں عدت کیلئے جانا، ناجائز ہے۔'' (وقار الفتاوی، ج03، ص206، بزم وقار الدین)

دورانِ عدت بلا ضرورتِ شرعیہ شوہر کے مکان سے نکل جانے سے عدت ختم نہیں ہوتی۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''(صورتِ مسئولہ میں) **عدت کے اندر اسے دوسری جگہ لے جانا حرام تھا** اور جب تک وہاں رکھا یہ بھی حرام ہوا **مگر اس سے عدت جاتی نہ رہی موت سے چار مہینے دس دن تک شوہر ہی کے مکان پر رہنا پڑے گا۔**'' (فتاوی رضویہ، ج13، ص333، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر:Sar 6687　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　تاریخ:17-07-2019

دورانِ عدت عورت کا ختم میں شرکت کرنے کے لیے گھر سے نکلنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر کا انتقال ہوچکا ہے اور میں عدت میں ہوں۔ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے ان کے والد کے گھر ختم کا اہتمام کیا جاتا ہے، کیونکہ گھر وسیع ہے، جس میں مہمان آسانی سے آسکتے ہیں، تو کیا میں دورانِ عدت ختم میں شرکت کے لیے اپنے شوہر کے گھر سے باہر نکل کر دوسری گلی میں سسر کے گھر جاسکتی ہوں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

عورت کا دورانِ عدت بلاضرورت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اور ختم میں شرکت کرنا ضرورت میں داخل نہیں، کیونکہ ختم سے مقصود مرحوم کو ایصالِ ثواب کرنا ہے اور یہ کام عورت اپنے گھر میں رہ کر ذکر واذکار وغیرہ کے ذریعے بھی بآسانی کرسکتی ہے۔

دورانِ عدت گھر سے باہر نہ نکلنے کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:﴿ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں۔

(القرآن، سورۃ الطلاق، آیت 01)

مذکورہ بالا آیت کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے:"یعنی اے لوگو! عدت کے دنوں میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ اس دوران وہ خود اپنی رہائش گاہ سے نکلیں۔۔۔ کیونکہ یہ رہائش محض شوہر کا حق نہیں

ہے، جو اس کی رضامندی سے ساقط ہو جائے، بلکہ یہ شریعت کا حق بھی ہے۔"

(تفسیر صراط الجنان، ج10، ص197، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی لکھتے ہیں: "لاتخرج المعتدة عن طلاق أوموت الالضرورة "یعنی جس عورت کو طلاق ہو جائے یا جس کا شوہر فوت ہو جائے ، وہ دورانِ عدّت کسی ضروت کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج05، ص229، مطبوعہ کوئٹہ)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: "موت یا فرقت کے وقت جس مکان میں عورت کی سکونت تھی اسی مکان میں عدت پوری کرے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جاسکتی، اس سے مراد یہی گھر ہے اور اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں بھی سکونت نہیں کر سکتی مگر بضرورت۔۔۔ آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہ ہو محض طبیعت کی خواہش کو ضرورت بولا کرتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں، بلکہ ضرورت وہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔"

(بہارِ شریعت، حصہ8، ج02، ص245، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــ

شوہر کے دو مکان ہوں تو عورت وفات کی عدت کہاں گزارے؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1083

تاریخ اجراء: 29 صفر المظفر 1445ھ/16 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اسلامی بہن کے شوہر کا انتقال ہوا ان کے دو گھر ہیں، ایک شہر میں اور ایک گاؤں میں (دونوں کے درمیان شرعی سفر نہیں ہے)، شوہر اپنی فیملی (بیوی، بچوں) کے ساتھ شہر والے گھر میں مقیم تھے۔ لیکن کسی کام سے صرف شوہر گاؤں گئے اور وہیں وفات و تدفین ہوئی، زوجہ کو اطلاع شہر والے گھر میں ملی، سوال یہ ہے کہ ان کی زوجہ عدت کون سے گھر میں گزاریں گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ان اسلامی بہن پر شہر والے گھر ہی میں عدت گزارنا واجب ہے کہ وفات سے پہلے شوہر نے جس گھر میں زوجہ کو رہائش دی ہوئی تھی، معتدہ عورت پر اسی گھر میں عدت گزارنا واجب ہوتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیھا بالسکنیٰ حال وقوع الفرقۃ والموت، لو کانت زائرۃ اھلھا او کانت فی غیر بیتھا لا مرحین وقوع الطلاق انتقلت الی بیت سکناھا بلا تأخیر، و کذا فی عدۃ الوفاۃ“ یعنی شوہر کی موت یا فرقت کے وقت معتدہ عورت جس مکان میں رہائش پذیر تھی، اسی مکان میں عدت گزارے گی، لہٰذا اگر طلاق واقع ہوتے وقت والدین کے گھر تھی یا کسی کام کی غرض سے اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور تھی، تو بغیر تاخیر کئے اپنے رہائشی گھر لوٹ آئے، اسی طرح عدت وفات میں بھی ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، باب الحداد، جلد 1، صفحہ 559، مطبوعہ بیروت)

وقار الفتاویٰ میں ہے: ”شوہر کی موت یا طلاق کے وقت عورت جس مکان میں ہو گی اسی میں عدت گزارے گی، بغیر مجبوری کے مکان تبدیل نہیں کر سکتی۔“ (وقار الفتاویٰ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، جلد 3، صفحہ 202، مطبوعہ کراچی)

فتاویٰ بحر العلوم میں ہے: ”عورت طلاق سے پہلے جس گھر میں شوہر کیساتھ رہتی تھی طلاق کے بعد اسی گھر میں عدت کے دن پورے کرنا عورت پر واجب ہے۔“ (فتاویٰ بحر العلوم، کتاب الطلاق، جلد 3، صفحہ 423، مطبوعہ لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عدت کے دوران خوشبودار صابن یا شیمپو استعمال کرنا

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 57

تاریخ اجراء: 17ذوالحجہ الحرام1442ھ/28جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ بیوہ کے لیے عدت کے دوران خوشبو والا شیمپو یا صابن استعمال کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوہ کے لیے دورانِ عدت شیمپو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، خواہ وہ خوشبو والا ہو یا بغیر خوشبو کے۔ خوشبو والا تو اس لیے منع ہے کہ خوشبو کا استعمال زینت میں شمار ہوتا ہے، جبکہ بیوہ کے لیے کسی بھی قسم کی زینت اختیار کرنا، ناجائز وگناہ ہے اور بغیر خوشبو والا شیمپو اس لیے منع ہے کہ وہ بالوں کی صفائی کے ساتھ اُنہیں چمکدار اور ملائم بھی کرتا ہے، جبکہ بیوہ کو دورانِ عدت بالوں کو نرم وملائم اور چمکدار کرنے کے لیے کوئی چیز استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے کہ یہ بھی زینت میں داخل ہے، ہاں اگر کوئی ایسا شیمپو ہو جو صرف میل دور کرنے یا جوئیں مارنے کا کام کرے اور چمک وملائمت پیدا نہ کرے، اس کی اجازت ہے جیسے دیسی ٹوٹکوں سے بعض اوقات ایسے شیمپو بنائے جاتے ہیں۔

اور ایسا صابن جو خوشبودار ہو یا رنگت میں نکھار اور خوبصورتی پیدا کرتا ہو جیسا کہ مارکیٹ میں اس طرح کے صابن دستیاب ہیں کہ جو جلد کی صفائی کے ساتھ رنگت کو گورا بھی کرتے ہیں (جنہیں بیوٹی سوپ یا وائٹننگ سوپ (Beauty soap/whitening soap) کے نام سے جانا جاتا ہے)، ایسے صابن کا استعمال بھی ممنوع ہے، کیونکہ خوشبو والی یا رنگت کو خوبصورت بنانے والی کوئی چیز استعمال کرنا زینت میں داخل ہے، جس کی بیوہ کو اجازت نہیں ہے۔ البتہ ایسا صابن کہ جو نہ تو خوشبودار ہو، نہ رنگت کو خوبصورت بنائے، بلکہ محض صفائی ستھرائی کا کام کرتا ہو، دورانِ عدت اسے استعمال کرنے کی اجازت ہے کہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

بیوہ کے لیے دورانِ سوگ خوشبو کا استعمال جائز نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب ولا تکتحل ولا تمس طیبا'' ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا) اور وہ نہ سرمہ لگائے اور نہ ہی خوشبو لگائے۔ (صحیح مسلم، ج2، ص1127، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تنویر الابصار مع ردالمحتار میں ہے: ''تحد (تحدای وجوبا) مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ اذا کانت معتدۃ بت او موت'' ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔ (تنویر الابصار، ج5، ص220 تا 221، مطوعہ پشاور)

تبیین الحقائق میں ہے: ''الاحداد وھو ترک الزینۃ والطیب'' ترجمہ: سوگ زینت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ (تبیین الحقائق، ج3، ص34، مطبوعہ ملتان)

جو چیز چہرے میں نکھار اور رنگت کو خوبصورت بنائے، دورانِ عدت اس کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی ابو سلمۃ وقد جعلت علی عینی صبرا فقال ما ھذا یا ام سلمۃ؟ فقلت انما ھو صبر یا رسول اللہ لیس فیہ طیب قال انہ یشب الوجہ فلا تجعلیہ الا باللیل وتنزعینہ بالنھار'' ترجمہ: جب حضرت ابو سلمہ فوت ہوئے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں نے اپنے چہرے پر ایلوا لگا رکھا تھا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ایلوا ہے، جس میں خوشبو نہیں ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چہرے کو نکھارتا ہے، پس اسے نہ لگاؤ، مگر (ضرورتاً لگانا پڑے) تو رات کو لگاؤ اور دن کو اتار لو۔ (سنن ابی داؤد، ج2، ص292، الرقم 2305، مطبوعہ بیروت)

اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''یعنی عدت میں صرف خوشبو ہی ممنوع نہیں، بلکہ زینت بھی ممنوع ہے، ایلوا خوشبودار تو نہیں، مگر چہرے کا رنگ نکھار دیتا ہے، اسے رنگین بھی کر دیتا ہے، لہٰذا زینت ہونے کی وجہ سے اس کا لیپ ممنوع ہے۔ اگر لیپ کی ضرورت ہی ہو، تو رات میں لگا لیا کرو۔'' (مرآۃ المناجیح، ج5، ص154، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

دورانِ عدت ایسی چیز استعمال کرنا بھی ممنوع ہے کہ جو بالوں کو نرم و ملائم اور چمکدار بنائے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ سوگ والی عورت کے لیے بغیر خوشبو والے تیل کے ممنوع ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”(قوله كزيت خالص) اى من الطيب و كالشيرج والسمن وغير ذلك، لانه يلين الشعر فيكون زينة زيلعى، وبه ظهر ان الممنوع استعماله على وجه يكون فيه زينة، فلا تمنع من مسه بيد لعصر، او بيع او اكل“ ترجمہ: مصنف کا قول خالص زیتون کا تیل لگانا منع ہے یعنی جو خوشبو سے خالص (پاک) ہو اور یہی حکم تل کے تیل اور گھی وغیرہ کا ہے، **کیونکہ یہ بالوں کو نرم کرتا ہے، لہٰذا یہ زینت میں آئے گا۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اس کا استعمال زینت کے طور پر کرنا ممنوع ہے**، پس اسے نچوڑنے، بیچنے اور کھانے کے لیے انہیں ہاتھ سے چھونا منع نہیں ہے۔ (رد المحتار، ج5، ص221تا222، مطبوعہ پشاور)

بنایہ شرح ہدایہ میں تیل استعمال کرنے کے ممنوع ہونے کی علت یہ بیان کی گئی: ”لانه يحسنه ويزيد فيه بهجة“ ترجمہ: کیونکہ تیل بالوں کو خوبصورت بناتا اور اس کی چمک میں اضافہ کرتا ہے۔ (البناية شرح الهداية، ج5، ص621، دار الكتب العلمية، بيروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عدت کے دوران سرخ لباس پہننا کیسا ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 58

تاریخ اجراء: 03ذالحجۃالحرام1442ھ/14جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کسی کا شوہر فوت ہوگیا، تو بیوہ کے لیے دورانِ عدت سرخ لباس پہننا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوہ کے لیے دورانِ عدت سرخ لباس پہننا ناجائز وگناہ ہے، کیونکہ بیوہ پر عدت کے دوران سوگ کا اظہار کرنا واجب ہوتا ہے اور سوگ کا مطلب یہ ہے کہ عورت ہر قسم کی زینت ترک کردے، جبکہ سرخ لباس زینت کے طور پر پہنا جاتا ہے، لہٰذا یہ لباس پہننا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کا رنگ اتنا پرانا ہوچکا ہو کہ اب اس لباس کو بطورِ زینت استعمال نہ کیا جاتا ہو، تو ایسا سرخ لباس پہننے میں حرج نہیں، کیونکہ ممانعت کی اصل وجہ زینت ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جارہی۔

بیوہ پر دورانِ عدت سوگ کا اظہار کرنا واجب ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب“ ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا)۔ (صحیح مسلم، ج2، ص1127، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تنویر الابصار مع ردالمحتار میں ہے: ”تحد (تحدای وجوبا) مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ اذا کانت معتدۃ بت او موت“ ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔ (تنویر الابصار، ج5، ص220تا221، مطبوعہ پشاور)

سوگ ترکِ زینت کو کہتے ہیں۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے: ”الاحداد وھو ترک الزینۃ والطیب“ ترجمہ: سوگ زینت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ (تبیین الحقائق، ج3، ص34، مطبوعہ ملتان)

دورانِ عدت عورت کے لیے سرخ یا ایسا لباس جو زینت کے لیے پہنا جاتا ہو، پہننا جائز نہیں ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: ”والحداد الاجتناب عن الطیب والدھن والکحل والحناء والخضاب ولبس المطیب والمعصفر والثوب الاحمر۔۔ قال شمس الائمۃ المراد من الثیاب المذکورۃ ما کان جدیدا منھا تقع بہ الزینۃ، اما اذا کان خلقا لا تقع بہ الزینۃ فلا باس بہ کذا فی المحیط۔۔ وانما یلزمھا الاجتناب فی حالۃ الاختیار، اما فی حالۃ الاضطرار فلا باس بھا“ ترجمہ: خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب لگانے، مطیب (خوشبو والے)، معصفر (زرد) اور سرخ رنگ کے کپڑے پہننے۔۔ نیز زیور پہننے، زینت اختیار کرنے اور کنگھی کرنے سے بچنے کا نام سوگ ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام شمس الائمہ نے فرمایا کہ مذکورہ کپڑوں سے مراد نئے کپڑے ہیں، جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے، اگر ان کپڑوں کا رنگ بوسیدہ (پرانا) ہو گیا ہو، جس سے زینت اختیار نہ کی جاتی ہو، اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ محیط میں ہے۔۔ اور ان سب چیزوں سے بچنے کا حکم حالتِ اختیار (نارمل حالت) میں ہے، مجبوری کی حالت میں حرج نہیں۔ (فتاوی عالمگیری، ج1، ص533، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ”سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے، اگرچہ سیاہ ہوں۔۔ یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا **اور زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے، یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین ہوتا ہے، سب کو ترک کرے۔ جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے، یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔**“ (بہار شریعت، ج2، حصہ8، ص242، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عدت میں 40 دن کے بعد نئے کپڑے پہننا

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2196

تاریخ اجراء: 05 جمادی الاول 1445ھ/20 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ ایک اسلامی بہن کے شوہر کا انتقال ہو گیا، 40 دن پورے ہونے کے بعد ان کی بیوی کو رشتے داروں نے نئے کپڑے دیئے تو کیا 40 دن کے بعد وہ اسلامی بہن نئے کپڑے پہن سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس پر عدت میں سوگ منانا ضروری ہوتا ہے۔ اور سوگ کا مطلب یہ ہے کہ عورت عدت میں زینت کو ترک کرے اور نئے کپڑے پہننا بھی زینت میں داخل ہے، لہذا جب تک عدت باقی ہو بلاضرورت شرعی نئے کپڑے نہیں پہن سکتی۔

اور عدت کے متعلق تفصیل درج ذیل ہے:

فوت شدہ شخص کی حاملہ بیوی کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے، جب بچہ پیدا ہو جائے عدت ختم ہو جاتی ہے، اگرچہ بچہ اسی دن پیدا ہو جائے، اور اب اس کا سوگ بھی ختم ہو جاتا ہے لہذا وہ نئے کپڑے پہن سکتی ہے اور اگر بچہ پیدا نہیں ہوا، اگرچہ آٹھ ماہ گزر چکے ہوں تو نئے کپڑے بھی نہیں پہن سکتی۔

اور غیر حاملہ بیوی کی عدت چار ماہ دس دن ہے، اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو تو چاند کے اعتبار سے چار مہینے ہو کر وقت وفات کے اعتبار سے پانچویں مہینے کے دس دن گزر جائیں۔ اور اگر چاند کی پہلی کے علاوہ کسی اور تاریخ کو انتقال ہوا تو مکمل 130 دن گزر جائیں۔ اور اسی اعتبار سے اس عورت پر سوگ منانا بھی لازم ہو گا۔ لہذا ان صورتوں میں یہ عورت 40 دن پورے ہونے کے بعد بلاضرورت شرعی نئے کپڑے نہیں پہن سکتی، جب عدت پوری ہو گی تو اس کے بعد ہی نئے کپڑے پہن سکے گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:"والحداد الاجتناب عن الطیب والدھن والکحل والحناء والخضاب ولبس المطیب والمعصفر والثوب الاحمر ولبس الحلی والتزین والامتشاط کذافی التتارخانیۃ، قال شمس الائمۃ المراد من الثیاب المذکورۃ ما کان جدیدا منھا تقع بہ الزینۃ، اما اذا کان خلقا لا تقع بہ الزینۃ فلا باس بہ کذافی المحیط وانما یلزمھا الاجتناب فی حالۃ الاختیار، اما فی حالۃ الاضطرار فلا باس بھا"ترجمہ: سوگ نام ہے خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب لگانے، خوشبودار، معصفر اور سرخ کپڑے پہننے، نیز زیور پہننے، زینت اختیار کرنے اور کنگھی کرنے سے بچنے کا، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔امام شمس الائمہ نے فرمایا کہ مذکورہ کپڑوں سے مراد نئے کپڑے ہیں، جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے، اگر پرانے ہوں، جن سے زینت اختیار نہ کی جاتی ہو، ان کو پہننے میں کوئی حرج نہیں۔جیسا کہ محیط میں ہے۔۔۔ان سب چیزوں سے بچنا اختیار کی حالت میں ہے ،اضطرار (مجبوری) کی حالت میں کوئی حرج نہیں۔(ملتقطاًاز فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر، ج1، ص533، مطبوعہ پشاور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عدت میں سیاہی مائل خضاب استعمال کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری
مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری
تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ فروری 2023

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت عدتِ وفات میں ڈارک براؤن کلر جو سیاہ محسوس ہو، لگا سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سیاہ خضاب، جہاد کے علاوہ مطلقاً، ناجائز و حرام ہے اور سیاہ کے تمام افراد سیاہی میں برابر نہیں ہوتے، کچھ میں سیاہی کا وصف شدید ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان میں کسی دوسرے کلر کا شبہہ تک نہیں ہوتا، جبکہ بعض سیاہ کلر دوسرے کلر کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسا کہ مہندی میں نیل کے پتے زیادہ مقدار میں شامل کر کے خضاب کیا جائے تو بال سیاہ ہو جاتے ہیں مگر اس کی سیاہی، نیلے کلر کی طرف مائل ہوتی ہے۔ یہ بھی سیاہ کلر ہے اور اس کا لگانا بھی حرام ہے۔ اس تفصیل کے مطابق ڈارک براؤن کلر، جس کو لگانے سے بال سیاہ معلوم ہوتے ہوں وہ بھی سیاہ کے حکم میں ہے اور اس کا لگانا بھی ناجائز و حرام ہے، صرف نام براؤن ہونے سے وہ جائز نہیں ہو جائے گا۔ پھر یہاں تو عدت میں لگانے کا سوال کیا جا رہا ہے، یہ اور زیادہ شنیع و قبیح ہے کہ عدت وفات اور طلاق بائن و مغلظہ کی عدت میں عورت کو بناؤ سنگار ناجائز و ممنوع ہے، اور خضاب بھی بناؤ سنگار کی قبیل سے ہے، یہ چاہے کالے کے علاوہ کسی اور کلر کا ہو، عدت میں ممنوع و ناجائز ہے، چہ جائیکہ کہ کالا کلر وہ اور زیادہ شنیع و ممنوع ہے، لہٰذا عدت و غیر عدت میں سیاہ کلر لگانے سے بچنا ضروری ہے۔

یاد رہے یہاں عدت کی وجہ سے سیاہ کے علاوہ دیگر کلر بھی ممنوع قرار دیئے گئے، ورنہ سیاہ کے علاوہ دوسرے کلر کا خضاب لگانے کی مردوں کو مطلقاً اور عورتوں کو عدت کے علاوہ اجازت ہے، اس میں حرج نہیں اور یہ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں، بعض وہ کلر کہ جن میں سیاہی کا شبہہ تک نہیں ہوتا اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ جو سیاہی کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسا کہ علماء نے مہندی میں کتم (یہ ایک مخصوص جڑی بوٹی کا نام ہے) کے پتے شامل کرنے کے متعلق فرمایا کہ اس

سے سرخی میں پختگی آجاتی ہے اور سرخ کلر کا قاعدہ ہے کہ گہرا ہو تو سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی اس میلان کا اعتبار نہیں اور اس کا لگانا جائز ہے بلکہ مہندی میں کتم کے پتے شامل کر کے لگانا کہ جس سے گہرا سرخ کلر حاصل ہو، تنہا مہندی سے بہتر ہے اور سب سے بہتر خضاب، زرد کلر کا ہے جیسا کہ احادیثِ طیبہ میں اس کی ترغیب ارشاد ہوئی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عدتِ وفات کب سے شروع ہوگی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13169

تاریخ اجراء: 21جمادی الاولی1445ھ/06دسمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر کا بیرونِ ملک انتقال ہو جائے اور بیوی پاکستان میں ہو، پاکستان لاش پہنچنے میں چند دن لگ سکتے ہوں، تو اس صورت میں بیوہ کی عدت کب سے شروع ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عدتِ وفات کا تعلق چونکہ وفات سے ہے تو شوہر کے انتقال کے وقت سے ہی عدت شروع ہو جاتی ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں بیرونِ ملک جس وقت شوہر کا انتقال ہوا، اسی وقت سے بیوہ کی عدت شروع ہو جائے گی اور اس پر عدت کے تمام احکام اور پابندیاں لازم ہو جائیں گی۔

عدتِ وفات کی ابتداء وفات کے وقت سے ہو گی۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: ”ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق **وفي الوفاة عقيب الوفاة**، فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتى مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها كذا في الهداية۔ وإن شكت في وقت موته فتعتد من حين تستيقن بموته كذا في العتابية۔“ یعنی طلاق کی عدت طلاق کے بعد اور وفات کی عدت وفات کے بعد شروع ہو گی، پس اگر عورت کو طلاق یا وفات کا علم ہی نہ ہوا یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس عورت کی عدت بھی ختم ہو جائے گی، جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔ اور اگر عورت کو شوہر کی موت کے وقت میں شک ہو تو وہ اس وقت سے عدت میں بیٹھے گی جب اُسے موت کا یقین ہو جائے، جیسا کہ عتابیہ میں مذکور ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، ج01، ص531-532، مطبوعہ بیروت)

العنایۃ شرح الھدایۃ میں ہے: ”(وفي الوفاة عقيب الوفاة) لأن سبب وجوب العدة الطلاق أو الوفاة (فيعتبر ابتداؤها من وقت وجود السبب) فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتى مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها۔“ یعنی عدتِ وفات، وفات کے بعد شروع ہوتی ہے کیونکہ عدت کا سبب طلاق یا وفات ہے، لہذا

سبب کے پائے جانے کے وقت سے عدت کی ابتداء ہو گی۔ پس اگر عورت کو طلاق یا وفات کا علم ہی نہ ہوا یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس عورت کی عدت بھی ختم ہو جائے گی۔(العنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الطلاق، ج04، ص329، دار الفکر)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت، چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہو کر اس پانچویں ہلال پر **وقت وفات شوہر کے اعتبار سے** دس دن کامل اور گزر جائیں اور پہلی تاریخ کے سوا اور کسی تاریخ میں مرا تو ایک سو تیس (130) دن کامل لئے جائیں۔''(فتاوی رضویہ، ج13، ص295-294، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ''نکاح زائل ہونے یا شبہہ نکاح کے بعد عورت کا نکاح سے ممنوع ہونا اور ایک زمانہ تک انتظار کرنا عدت ہے۔ **نکاح زائل ہونے کے بعد اُس وقت عدت ہے کہ شوہر کا انتقال ہوا ہو۔**''(بہار شریعت، ج02، ص234، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عدتِ وفات کے بعد عورت کا زیور پہننا

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13288

تاریخ اجراء: 13 شعبان المعظم 1445ھ/24 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت عدتِ وفات گزارنے کے بعد زیورات پہن سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسلمانوں میں ہندوؤں سے میل جول کی وجہ سے بہت سی غلط رسموں کا چلن ہو گیا ہے، ان ہی میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اب ساری زندگی اس پر سوگ لازم ہے، نہ وہ نکاح کر سکتی ہے اور نہ ہی ساری زندگی کسی قسم کی زیب و زینت اپنا سکتی ہے۔ اسی طرح کا رواج زمانۂ جاہلیت میں بھی تھا کہ بیوہ عورتیں بعدِ عدت بھی زیب و زینت اختیار نہیں کر سکتی تھیں، جبکہ دینِ اسلام نے اعتدال کے ساتھ عدت کے مکمل احکام بیان کرتے ہوئے عورتوں پر ہونے والے اس ظلم کو ختم کیا۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق بیوہ عورت کو عدتِ وفات کے دوران، اسی طرح جس عورت کو تین طلاقیں یا طلاقِ بائن ہو جائے، اس پر دورانِ عدت سوگ کرنا واجب ہے، جس کے پیشِ نظر عورت پر لازم ہوتا ہے کہ وہ ہر طرح کی زینت کو ترک کر دے مثلاً کسی قسم کے زیور یہاں تک کہ انگوٹھی، چھلا وغیرہ، مہندی، سرمہ، نئے کپڑے یا بدن پر خوشبو وغیرہ کا استعمال، بلا ضرورتِ شرعی تیل لگانا، کنگھا کرنا، ریشم کا کپڑا پہننا چھوڑ دے۔ البتہ جب عدت مکمل ہو جائے تو اب اس کے لئے شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے نکاح کرنا، زیب و زینت اختیار کرنا، زیوارت پہننا بالکل جائز ہے کہ یہی قرآن کریم سے ماخوذ حکمِ شریعت ہے، بلا وجہِ شرعی اس سے روکنا احکامِ شریعت سے جہالت ہے۔

واضح رہے کہ بعدِ عدت بناؤ سنگھار اور فیشن اختیار کرنے کا وہ طریقہ جو شرعاً ناجائز ہو وہ ناجائز ہی رہے گا۔

اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ”فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ“ ترجمۂ کنز الایمان: تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو! تم پر مُواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔(سورۂ بقرہ، آیت 234)

تفسیر ابی سعود میں ہے: ”فإذا بلغن أجلهن أي انقضت عدتهن فلا جناح عليكم ايها الحكام والمسلمون جميعا فيما فعلن في انفسهن من التزين والتعرض للخطاب وسائر ما حرم على المعتدة بالمعروف بالوجه الذي لا ينكره الشرع“ یعنی جب ان کی عدت پوری ہو جائے، اے حکام اور مسلمانو! تم میں سے کسی پر کوئی گناہ نہیں اس کام میں جو عورتیں خود زینت اختیار کریں یا کسی کو نکاح کا پیغام بھیجیں اور وہ تمام کام جو معتدہ پر حرام تھے بشرطیکہ ایسے طریقہ پر ہوں جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو۔(تفسیر ابی سعود، جلد 1، صفحہ 232، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر سمرقندی میں ہے: ”(فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ) يعني انقضت عدتهن (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ) أي فلا أثم عليكم (فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ) من الزينة والكحل والخضاب وذلك أن المرأة إذا انقضت عدتها فكان أولياؤها يمنعونها من الزينة فأباح الله تعالى لهن الزينة بعد العدة“ یعنی جب ان کی عدت پوری ہو جائے، تو تم پر کوئی گناہ نہیں اس کام میں جو عورتیں کریں یعنی زینت کرنا، سرمہ لگانا، مہندی لگانا۔ اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب عورت کی عدت پوری ہو جاتی، تو اس کے اولیا اس کو زینت سے منع کیا کرتے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے بعدِ عدت زینت کو مباح قرار دے دیا۔(تفسیر سمرقندی، جلد 1، صفحہ 180، دارالفکر، بیروت)

مشہور مفسر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ما سے ساری وہ چیزیں مراد ہیں جو عدت میں عورتوں پر حرام ہو گئیں تھیں یعنی عدت پوری ہو چکنے پر عورتیں بناؤ، سنگھار یا دوسرا نکاح، گھر سے نکلنا وغیرہ جو کچھ بھی کریں، اس میں اے حاکمو! تم پر کوئی گناہ نہیں مگر بالمعروف یہ فعلن کے فاعل کا حال ہے اور اس سے جائز کام مراد ہیں یعنی جو جائز چیزیں عدت کی وجہ سے اس پر حرام ہو گئیں تھیں وہ سب کر سکتی ہیں، ناجائز کام جو عدت سے پہلے بھی حرام تھے وہ اب بھی حرام ہیں“(تفسیرِ نعیمی، جلد 2، صفحہ 493، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

عدتِ وفات میں عورت کا سفید کپڑوں کے علاوہ کپڑے پہننا اور کنگھی کرنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:Nor-9748 تاریخ:27-01-2019

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے خاندان میں رائج ہے کہ عورت عدت وفات میں صرف سفید کپڑے پہنتی ہے، کیاواقعی عورت کے لیے صرف سفید کپڑے پہننے کا حکم ہے؟ نیز عدت میں کنگھی کرنا، جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عدت والی عورت کے لیے صرف سفید کپڑے پہننا ضروری نہیں، دوسرے رنگ کے کپڑے بھی پہن سکتی ہے، مگر سرخ وغیرہ وہ رنگ جو زینت کے طور پر پہنے جاتے ہیں، ان سے بچنا واجب ہے۔ نیز بلا ضرورت شرعی کسی بھی رنگ کے نئے کپڑے نہیں پہن سکتی۔

عدت میں کنگھی کرنا، جائز نہیں، البتہ اگر کوئی عذر مثلا سر میں درد ہو، تو زینت کی نیت کے بغیر کنگھی کرنے کی اجازت ہے، مگر جس طرف موٹے دندانے ہیں، اس طرف سے کنگھی کرے، باریک دندانوں والی سائیڈ سے کنگھی نہیں کر سکتی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”والحداد الاجتناب عن الطیب والدھن والکحل والحناء والخضاب ولبس المطیب والمعصفر والثوب الاحمر --- ولبس الحلی والتزین والامتشاط کذا فی التتارخانیۃ، قال شمس الائمۃ المراد من الثیاب المذکورۃ ما کان جدیدا منھا تقع بہ الزینۃ، اما اذا کان خلقا لا تقع بہ الزینۃ فلا باس بہ کذا فی المحیط---وانما یلزمھا الاجتناب فی حالۃ الاختیار، اما فی حالۃ الاضطرار فلا باس بھا“ ترجمہ: سوگ خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب لگانے، نئے، معصفر اور سرخ کپڑے پہننے، نیز زیور پہننے، زینت اختیار کرنے

اور **کنگھی کرنے سے بچنے کا نام ہے**، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام شمس الائمہ نے فرمایا کہ مذکورہ کپڑوں سے مراد نئے کپڑے ہیں، جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے، اگر دھلے ہوئے ہوں، جن سے زینت اختیار نہ کی جاتی ہو، اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ محیط میں ہے۔۔۔ ان سب چیزوں سے بچنا اختیار کی حالت میں ہے، مجبوری کی حالت میں کوئی حرج نہیں۔

(ملتقطاً از فتاوی عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر، ج1، ص533، مطبوعہ پشاور)

عذر کی صورت میں موٹے دندانے والی سائیڈ سے کنگھی کرنے کے جواز سے متعلق ردالمحتار میں ہے: ”فان کان وجع بالعین فتکتحل او حکة فتلبس الحریر او تشتکی راسها فتدهن و تمشط بالاسنان الغلیظة المتباعدة من غیر ارادة الزینة لان هذا تداو لا زینة“ ترجمہ: اگر آنکھ میں درد ہے، تو سرمہ لگا سکتی ہے، خارش ہو تو ریشم پہن سکتی ہے، سر میں درد ہو تو تیل لگانا اور موٹے دندانے والی سائیڈ سے زینت کے ارادے کے بغیر کنگھی کرنا، جائز ہے، کیونکہ یہ بطور دوا ہے، بطور زینت نہیں۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج5، ص222، مطبوعہ کوئٹہ)

جس رنگ سے زینت ہوتی ہو، ان رنگوں کو عدت والی عورت استعمال نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے: ”عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں، ہر قسم کا گہنا، یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی، مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار، پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا اور اگر مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھالے، پٹی نہ جھکالے، پھلیل، میٹھا تیل، کسم کیسر کے رنگے کپڑے، **یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیا گیروکا**، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔“

(فتاوی رضویہ، ج13،، ص331، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ”سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے، اگرچہ سیاہ ہوں، نہ پہنے اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے، اگرچہ اس میں خوشبو نہ ہو، جیسے روغن زیتون اور **کنگھا کرنا** اور سیاہ سرمہ لگانا، یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور **زعفران یا کسم یا گیروکا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے، یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین ہوتا ہے، سب کو**

ترک کرے۔ جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔ عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے، مگر اس حال میں اس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو۔۔۔ درد سر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے، مگر اس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں، ادھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع۔"

(بہار شریعت، ج2، ص242، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

20 جمادی الاولیٰ 1440ھ/27 جنوری 2019ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

عدتِ وفات واجب ہے یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2512

تاریخ اجراء: 18 شعبان المعظم 1445ھ/29 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

وفات کی عدت بیوی پر واجب ہے یا اسے اختیار ہے عدت گزارے یا نہ گزارے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کی عدت کی طرح وفات کی عدت بھی عورت پر واجب ہے، اگر کسی عورت نے عدت نہ گزاری یا عدت کی پابندیوں کا لحاظ نہ کیا تو وہ سخت گنہگار ہو گی۔

چنانچہ رب تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: ”وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔“ ترجمہ: اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب وہ اپنی (اختتامی) مدت کو پہنچ جائیں تو اے والیو! تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شریعت کے مطابق کر لیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔ (پارہ 2، سورہ بقرہ، آیت 234)

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: ”یہاں آیت میں فوت شدہ آدمی کی بیوی کی عدت کا بیان ہے کہ فوت شدہ کی بیوی کی عدت 4 ماہ 10 دن ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو ورنہ عورت 130 دن پورے کرے گی۔ وفات کی عدت گزارنا بیوی پر مطلقاً لازم ہے خواہ جوان ہو یا بوڑھی یا نابالغہ، یونہی عورت کی رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ مزید تفصیل کیلئے بہارِ شریعت حصہ 8 کا مطالعہ کریں۔“ (صراط الجنان، جلد 01، صفحہ 359، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عدتِ وفات کے متعلق مجمع الانہر میں ہے ”(و) عدة الحرة مؤمنة أو كافرة تحت مسلم صغيرة أو كبيرة ولو غير مخلوبها (للموت في نكاح صحيح أربعة أشهر وعشرة أيام)“ یعنی آزاد عورت جو نکاح صحیح کے

ذریعے مسلمان کی بیوی ہو، اس کی عدت وفات چار ماہ دس دن ہے اگرچہ بیوی مؤمنہ ہو یا کتابیہ، چھوٹی ہو یا بڑی ہو اگر چہ کہ اس کے ساتھ خلوت نہ کی گئی ہو۔(مجمع الانھر، باب العدۃ، ج02، ص144-143، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "متوفیہ الزوج مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ شرعاً اس کے لئے عدت ہے یا نہیں؟" اس کے جواب میں فرمایا: "وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقا چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔" (فتاوی رضویہ، ج13، ص293، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملخصاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت عدت کے دوران اپنے داماد سے فون پر بات کر سکتی ہے یا نہیں؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13005

تاریخ اجراء: 06ربیع الاول1445ھ/23ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت دورانِ عدت اپنے داماد سے فون پر بات کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی مسئلہ ذہن نشین رہے کہ عورت کا عدت سے پہلے جن لوگوں سے پردہ فرض تھا تو دورانِ عدت بھی انہی لوگوں سے پردہ کرنا فرض ہے، اور جن لوگوں سے پردہ کرنا عورت پر عدت سے پہلے فرض نہیں تھا تو دورانِ عدت بھی ان لوگوں سے پردہ کرنا فرض نہیں۔

اب جبکہ داماد محرم ہے، ساس کا اپنے داماد سے پردہ نہیں ہے، لہذا دورانِ عدت عورت اپنے داماد سے فون پر بات کر سکتی ہے۔ البتہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ساس اگر جوان ہو تو کچھ چیزوں میں احتیاط کی حاجت ہو گی مثلاً سفر کرنا، خلوت اختیار کرنا وغیر ذالک۔

داماد کے لیے ساس محرم ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ“ ترجمہ کنزالایمان: (حرام ہوئیں تم پر) عورتوں کی مائیں۔ (القرآن الکریم، پارہ 04، سورۃ النساء، آیت نمبر 23)

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”(القسم الثاني المحرمات بالصهرية)۔ وهي أربع فرق: (الأولى) أمهات الزوجات وجداتهن من قبل الأب والأم وإن علون“ یعنی محرمات کی دوسری قسم سسرالی رشتے سے حرام عورتیں ہیں اور یہ چار گروہ ہیں۔ ان میں سے پہلے گروہ میں بیویوں کی مائیں اور دادیاں نانیاں اوپر تک داخل ہیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح، ج 01، ص 274، دار الفکر، بیروت)

فتاوٰی رضویہ میں ہے:"ساس پر داماد مطلقا حرام ہے اگرچہ اس کی بیٹی کی رخصت نہ ہوئی ہو اور قبل رخصت مر گئی ہو، قال اللہ تعالٰی: وامھات نسائکم (اور تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں)۔"(فتاوی رضویہ، ج11، ص439، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورت کا محارم سے پردہ نہیں جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:"ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقا واجب؛ اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کرے گی گنہگار ہو گی؛ اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت و رضاعت ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت و حالت پر لحاظ ہو گا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے۔ یہی حکم خسر اور بہو کا"(فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جوان ساس سے پردہ کرنا، مناسب ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی رضویہ میں ہے:"علاقہ صہر ہو جیسے خسر، ساس، داماد، بہو، ان سب سے نہ پردہ واجب نہ نادرست ہے۔ کرنا نہ کرنا دونوں جائز اور بحالت جوانی یا احتمال فتنہ پردہ کرنا ہی مناسب۔"(فتاوی رضویہ، ج22، ص235، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عدت میں عورت کا کن لوگوں سے پردہ ہے اور کن سے نہیں؟ اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:"**قبلِ عدت جن سے پردہ فرض تھا، دورانِ عدت بھی ان سے پردہ کرنا فرض ہے۔ اور جن لوگوں سے عدت سے پہلے پردہ کرنا فرض نہیں تھا ان سے عدت میں بھی پردہ کرنا فرض نہیں۔**"(وقار الفتاوی، ج03، ص212، بزم وقار الدین)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کی عدت کا ایک اہم مسئلہ

مجیب: مولانا فراز مدنی زید مجدہ

مصدق: مفتی علی اصفر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الآخر 1442ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دو شادیاں کی تھیں، دونوں بیویوں کو اس نے الگ الگ گھر لے کے دیا ہوا تھا، دونوں بیویاں اپنے بچّوں کے ساتھ اسی الگ الگ گھر میں ہی رہتی تھیں، البتہ شوہر دوسری بیوی کے پاس رہتا تھا۔ اب شوہر کا انتقال ہو گیا ہے تو پہلی بیوی چاہتی ہے کہ چونکہ میرا شوہر دوسری بیوی کے پاس رہتا تھا لہٰذا دوسری بیوی کے گھر جا کر عدت گزارے، کیا اس کی اجازت ہو گی یا نہیں؟ دونوں کا گھر زیادہ دور نہیں ہے، اور کوئی جھگڑا بھی نہیں ہے، دوسری بیوی بھی اس بات پر راضی ہے کہ پہلی بیوی اس کے گھر میں آ کر عدت گزارے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ہر بیوی اسی گھر میں عدت گزارے گی جو گھر شوہر نے اسے رہائش کیلئے دیا ہوا تھا۔ شوہر اگرچہ دوسری بیوی کے پاس رہتا تھا، مگر اس نے پہلی بیوی کو رہائش کیلئے الگ گھر لے کے دیا تھا تو پہلی بیوی اپنی رہائش والے گھر میں ہی عدت گزارے گی، دوسری بیوی کے گھر میں جا کر عدت گزارنے کی اجازت نہیں ہے، شرعاً یہ اس کیلئے ناجائز و گناہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ-﴾ ترجمہ کنز الایمان: عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔

(پ28، الطلاق:1)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیرات احمدیہ میں ہے: ''بُیُوْتِهِنَّ'' کے لفظ میں صراحت ہے کہ یہاں عورتوں کے گھروں سے مراد وہ گھر ہیں جس میں ان عورتوں کی رہائش ہو، لہٰذا اس آیت کی وجہ سے عورت پر لازم ہے کہ طلاق یا شوہر کی موت کے وقت، عدت اسی گھر میں گزارے گی جو گھر عورت کی رہائش کی وجہ سے عورت کی طرف منسوب ہو۔

(تفسیرات احمدیہ، ص496)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوہ اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت کیا ہے؟

مجیب: مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جولائی 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ہمارے ایک عزیز کا ایک ہفتہ پہلے انتقال ہوا ہے، جب وہ فوت ہوئے تو ان کی زوجہ امید سے تھیں اور حمل کے آخری ایام چل رہے تھے یعنی نو ماہ سے چند دن کم کا حمل تھا ،اب ایک ہفتے بعد ہی ان کے ہاں بچے کی ولادت ہو گئی ہے، تو اس صورت میں کیا بیوہ کی عدت پوری ہو گئی ہے یا پھر انہیں مزید عدت کے ایام گزارنے ہوں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بیوہ کی عدت پوری ہو گئی ہے، کیونکہ حاملہ عورتوں کی عدت وضعِ حمل (بچہ جننے) تک ہوتی ہے، خواہ عدت ہو یا وفات طلاق کی کی، ان کی عدت کے لئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں ہے، لہٰذا طلاق واقع ہونے یا شوہر کی وفات کے چند دن، بلکہ چند لمحات کے بعد بھی بچے کی ولادت ہو جائے، تو عورت کی عدت پوری ہو جائے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

طلاق یافتہ، اور بیوہ عورت کی عدت کتنی ہے؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12236

تاریخ اجراء: 25 جمادی الثانی 1438ھ/25 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1) طلاق یافتہ عورت کی عدت کتنی ہوتی ہے؟

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے؟

سائل: صغیر عطاری (صدر، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نکاحِ صحیح کے بعد ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ ہو تو مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اگر عورت حیض والی ہے تو اس کی عدت تین مکمل حیض ہے۔

اگر کمر عمری یا بڑی عمر (یعنی پچپن برس عمر) کی وجہ سے حیض نہیں آتا یا عمر کے حساب سے بالغہ ہوئی اور ابھی تک حیض نہیں آیا تو عدت تین مہینے ہے۔ اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین مہینے عدت ہے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ طلاق ہوئی تو 90 دن عدت ہو گی۔

اگر حاملہ ہے تو عدت بچہ جننے تک ہے اگرچہ طلاق کے کچھ دیر بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

یاد رہے اگر فقط نکاح ہوا ہو اور ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی تو طلاق یافتہ کی کوئی عدت نہیں۔

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، موت کی عدت کے لیے فقط نکاحِ صحیح ہونا کافی ہے دخول ہوا ہو یہ نہ ہوا ہو، عورت بالغہ ہو یا نابالغہ بہر صورت اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ ہاں اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو انتقال ہو تو چار مہینے اور دس دن عدت ہے مہینے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ انتقال ہو تو عدت مکمل 130 دن ہو گی۔

اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

نوٹ: عدت کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لیے بہار شریعت حصہ 8 سے ''عدت کا بیان'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عدت کے دوران عمرہ پر جانا

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2030

تاریخ اجراء: 10 ربیع الاول 1445ھ / 27 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی کے شوہر کی وفات ہو جائے اور وفات سے پہلے شوہر نے بیوی سمیت پوری فیملی کے عمرہ پر جانے کی ترکیب بنائی ہو جس کا ویزہ بھی لگ گیا ہو اور ائیر ٹکٹ بھی آگئی ہو اور عمرہ پر جانے سے پہلے شوہر انتقال کر جائے تو کیا اس صورت میں عورت عدت کی حالت میں عمرہ کی ادائیگی کیلئے جاسکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ، بالغ بچے بھی ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو عدت کے دوران، بغیر ضرورتِ شرعیہ گھر سے نکلنا، ناجائز و حرام ہے، چاہے یہ نکلنا مَحرم کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو کہ بغیر شرعی ضرورت کے مَحرم کے ساتھ بھی گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ اب عدت کے اندر عمرہ کی ادائیگی کیلئے جانا کوئی شرعی ضرورت نہیں کہ اُس کیلئے عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت ہو، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں وہ عورت عدت کے دوران، بالغ بچوں کے ساتھ بھی عمرہ کی ادائیگی کیلئے ہر گز نہیں جاسکتی، اگر جائے گی تو شرعاً گنہگار ہو گی۔

دورانِ عدت عورت کو اپنے گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت سے متعلق، اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ”لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ “ترجمہ کنزالعرفان: تم عورتوں کو (ان کی عدت میں) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ (القرآن الکریم، پارہ 28، سورۃ الطلاق، آیت: 1)

رد المحتار علی الدر المختار میں ہے: ”لا تخرج المعتدہ عن طلاق أو موت الا لضرورۃ “ترجمہ: طلاق کی عدت یا شوہر کی وفات کی عدت گزارنے والی عورت، سوائے (کسی شرعی) ضرورت کے، گھر سے نہیں نکلے گی۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 5، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، صفحہ 229، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

وفات کی عدت کے دوران اپنی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لئے جانا

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری عطاری

فتوی نمبر: Web-871

تاریخ اجراء: 10 شعبان المعظم 1444ھ/03 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بہن وفات کی عدت گزار رہی ہیں، ان کی پہلے شوہر سے ایک بیٹی ہے جس کی شادی ان کی عدت کے دوران ہی ہے، تو کیا یہ اسلامی بہن اپنی بیٹی کی شادی میں شریک ہونے کے لئے جاسکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو دورانِ عدت گھر سے باہر جانے اور شادی میں شرکت کرنے کی اجازت نہیں بلکہ پوچھی گئی صورت میں تو سوگ بھی لازم ہے، شادی میں جانے والی عورت بن سنور کر جایا کرتی ہے اور طلاقِ بائن اور وفات کی عدت کے دوران عورت کو زینت کرنا جائز نہیں۔

سوگ کے یہ معنی ہیں کہ عورت زینت ترک کرے یعنی عدت کے دوران عدت گزارنے والی عورت کسی قسم کے زیورات نہیں پہن سکتی، خوشبو کا استعمال کپڑے یا بدن پر نہیں کر سکتی، اسی طرح تیل سے بالوں کو سنوار نہیں سکتی نہ ہی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتی ہے۔ الغرض عدت کے دوران ہر طرح کی زینت اختیار کرنا، ناجائز ہے، مگر یہ کہ ضرورت کی وجہ سے ہو، مثلاً سر میں تیل نہ لگانے کی وجہ سے درد ہو، تو تیل لگانا یا آنکھوں میں درد ہو، تو سرمہ لگانا یوں ہی سر میں درد کی وجہ سے موٹے دندان والی طرف سے کنگھی کرنا وغیرہ کی شرعاً اجازت ہے جیسا کہ معتمد کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ (جبکہ شادی میں جانا کوئی ضرورت نہیں۔)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بناؤ سنگھار کے مسائل

"Breathable" نیل پالش لگائی ہو، تو وضو وغسل کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 60

تاریخ اجراء: 04ذوالحجہ الحرام1442ھ 15جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ مارکیٹ میں "Breathable Nail Polish" کے نام سے ایک نئی نیل پالش آئی ہے، اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ پانی کو ناخن تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ سوال یہ کرنا تھا کہ اس نیل پالش کو اتارے بغیر اگر وضو کیا جائے، تو وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

"Breathable Nail Polish" کے متعلق مختلف ویب سائٹس اور دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ نیل پالش نارمل استعمال ہونے والی نیل پالش کی بنسبت ناخنوں کے لیے مفید سمجھی جاتی ہے، کیونکہ عام طور پر استعمال ہونے والی نیل پالش ناخنوں تک آکسیجن اور پانی کے اثرات پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے اور آکسیجن اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے ناخنوں کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اس کے علاوہ بھی کئی منفی اثرات ظاہر ہو سکتے ہیں، لہٰذا ان منفی اثرات سے بچنے کے لیے مختلف کاسمیٹک کمپنیز (Cosmetic Companies) نے "Breathable Nail Polish" کے نام سے ایک نیل پالش متعارف کروائی ہے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے استعمال سے بننے والی تہہ میں بہت چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہیں کہ جن کے ذریعے آکسیجن اور پانی کے اثرات/اجزاء (Moisture/Molecules) ناخنوں تک پہنچتے ہیں، جس وجہ سے ناخنوں کی خوبصورتی باقی رہتی ہے اور دیگر منفی اثرات سے بھی بچت رہتی ہے۔

اس تفصیل کے مطابق حکم شرعی یہ ہے کہ "Breathable Nail Polish" کے فوائد اپنی جگہ لیکن وضو کا تعلق فوائد سے نہیں، بلکہ ناخنوں کو دھونے سے ہے اور اس نیل پالش کی وجہ سے ناخنوں پر پانی کے قطرے نہیں بہتے، بلکہ نمی کی صورت میں پانی کے اثرات ناخنوں تک پہنچتے ہیں اور یہ فرض کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہے، اس وجہ سے اس کا

حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے اس قسم کی نیل پالش لگا کر وضو کیا، تو اُس کا وضو نہیں ہو گا۔ یہ خیال رہے کہ وضو میں جن اعضائے وضو کو دھونا ضروری ہوتا ہے (دھونے کے حکم میں ناخن بھی شامل ہیں) ان میں دھونے سے مراد یہ ہے کہ دھوئے جانے والے عضو کے ہر حصے پر کم از کم پانی کے دو دو قطرے بہہ جائیں۔

وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھونا فرض ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو، تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو، تو خوب ستھرے ہو لو۔ (پارہ 6، سورۃ المائدہ، آیت 6)

نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا، لیکن ان کی ایڑیاں خشک تھیں، تو ارشاد فرمایا: "ویل للاعقاب من النار، اسبغوا الوضوء" ترجمہ: ایڑیوں (کو صحیح طور پر نہ دھونے والوں) کے لیے جہنم کی وادی ویل ہے، وضو صحیح طور پر پورا کرو۔ (صحیح بخاری، ج 1، ص 44، دار طوق النجاۃ، بیروت)

وضو و غسل میں دھوئے جانے والے عضو کے ہر حصے پر کم از کم دو قطرے پانی بہنا ضروری ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے: "اقلہ قطرتان فی الاصح" ترجمہ: اصح قول کے مطابق کسی عضو پر پانی بہنے کی مقدار یہ ہے کہ عضو کے ہر حصے پر کم از کم دو دو قطرے بہہ جائیں۔ (در مختار، ج 1، ص 216 تا 217، مطبوعہ پشاور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "کسی عضو کے دھونے کے یہ معنٰی ہیں کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہ جائے۔ بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی چُپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے، نہ اس سے وُضو یا غسل ادا ہو گا، اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے، لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت (برباد) جاتی ہیں۔" (بہارِ شریعت، ج 1، حصہ 2، ص 288، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جسم پر کوئی ایسی چیز لگی رہی کہ جو جسم تک پانی پہنچنے سے مانع ہے، تو وضو و غسل نہیں ہو گا۔ چنانچہ محیطِ برہانی میں ہے: "ولو کان جلد سمک وخبز ممضوغ قد جف فتوضا ولم یصل الماء الی ما تحتہ لم یجز لان التحرز عنہ ممکن" ترجمہ: اگر جسم پر مچھلی کا چھلکا یا چبائی ہوئی خشک روٹی لگی ہو، پس وضو کیا اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچا، تو یہ جائز نہیں (یعنی وضو نہیں ہو گا)، کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے۔ (المحیط البرہانی، ج 1، ص 36، مطبوعہ کوئٹہ)

ابرواور پلکوں وغیرہ کے بالوں کو کلر کرنا

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 18

تاریخ اجراء: 20شوال المکرم1439ھ/05جولائی2018ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہم دلہن کے چہرے پر میک اپ کرتے ہوئے آئی بروز پہ تھوڑا بہت کلر، کاجل، سرمہ، پنسل اور شیڈز وغیرہ لگاتی ہیں اور یہ کلر ابروؤں کے بالوں کے رنگ جیسا ہی کیا جاتا ہے، مثلاً بال کالے ہوں، تو کاجل یا سرمہ لگایا جاتا ہے، بھورے ہوں تو اسی طرح کا شیڈ استعمال کرتی ہیں، تاکہ چہرے کے بقیہ حصوں (مثلاً رخسار، ناک، جبڑا اور ہونٹ) کی طرح ان کے نقوش کو بھی ابھارا اور خوبصورت بنایا جاسکے۔ اسی طرح ابرو کے زائد کالے بالوں کو بلیچ اور کلر کرکے ڈائی لگا کر جلد کا ہم رنگ کر دیا جاتا ہے، تو کیا بھنوؤں کی اس طرح کی زینت کرنا بھی جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آپ کے لیے آئی بروز یعنی ابرو کی مذکورہ زینت کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ ابرو کے بال اکھاڑ کر باریک نہ کریں، ناپاک اشیاء پر مشتمل کریم یا پاؤڈر نہ لگائیں اور سفید بالوں کے لئے سیاہ یا مائل بہ سیاہ (یعنی سیاہ سے ملتا جلتا) خضاب یا کلر استعمال نہ کریں، ہاں اگر مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام یا کسی بھی خلافِ شرع طریقے سے زینت کریں، تو پھر زینت کرنا، جائز نہ ہوگا۔

ابرو کے بال اکھڑوا کر باریک کرنا کروانا، ناجائز وگناہ ہے۔ حدیث پاک میں ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، مسلم وابوداؤد میں روایت ہے: واللفظ للآخر: ”لعنت الواصلة والمستوصلة، والنامصة والمتنمصة، والواشمة والمستوشمة من غير داء“ ترجمہ: بال ملانے اور ملاوانے والی، ابرو کے بال نوچنے اور نوچوانے والی، جسم گودنے اور گودوانے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے، جبکہ بغیر بیماری کے ہو۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، جلد2، صفحہ221، مطبوعہ لاھور)

سفید بالوں کو سیاہ کرنے کے متعلق مصنف ابن ابی شیبہ و معجم الکبیر للطبرانی میں ہے: والنظم للثانی: ”من مثل بالشعر، فلیس له عند الله خلاق“ ترجمہ: جو بالوں کا مثلہ کرے، اللہ عزوجل کے یہاں اس کے لئے بھلائی کا کوئی حصہ نہیں۔“ (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد 11، صفحہ 41، مطبوعہ قاھرہ)

اس حدیث پاک کے تحت فیض القدیر شرح جامع صغیر میں ہے: ”صیره مثلة بالضم بأن نتفه أو غیره بسواد“ ترجمہ: بالوں کا مثلہ یوں کہ (سفید بال) اکھاڑے یا انہیں سیاہی کے ساتھ بدل دے۔ (فیض القدیر، جلد 2، صفحہ 860، مطبوعہ مکتبہ امام شافعی، ریاض)

بلاضرورتِ شرعیہ ناپاک چیز کا استعمال حرام ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے: ”اما تنجیس الطاهر، فحرام“ یعنی پاک چیز کا ناپاک کرنا حرام ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الطهارة، فصل فی طهارة الحقیقیة، جلد 1، صفحہ 209، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”جسم ولباس بلاضرورتِ شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 4، صفحہ 585، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

اجنبی مرد سے عورت کا اپنے کان چھدوانا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13279

تاریخ اجراء: 05شعبان المعظم1445ھ/16فروری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بالغہ عورت اپنے کان کسی غیر محرم سے چھدوا سکتی ہے؟ جبکہ وہ غیر محرم زیادہ عمر کا ہو۔ شریعت اس بارے میں ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے کان بھی اعضائے ستر میں داخل ہیں، اور اجنبی مرد کا بلاضرورتِ شرعیہ کسی بالغہ عورت یا مشتہاۃ (قابلِ شہوت) لڑکی کے اعضائے ستر کو دیکھنا یا اُن اعضاء کو چھونا سخت ناجائز و حرام ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس کی شدید مذمت بیان ہوئی ہے۔ واضح ہوا کہ عورت کا بڑی عمر کے اجنبی مرد سے بھی کان چھدوانا بلاشبہ ناجائز و حرام ہے، اس صورت میں مرد و عورت دونوں ہی گنہگار ہوں گے اور اُن پر توبہ کرنا لازم ہو گا۔

نامحرمہ کو چھونے سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان المعجم الکبیر میں کچھ یوں مذکور ہے: ”لأن يطعن في رأس أحدكم بمخيط من حديد خير له من أن يمس امرأة لا تحل له“ یعنی تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کا سُوا (بڑی سوئی) چبھو دیا جائے، یہ اِس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اُس کے لیے حلال نہ ہو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث 486، ج20، ص211، مطبوعہ قاھرۃ)

عورت کے کان ستر میں داخل ہیں۔ جیسا کہ فتح القدیر، رد المحتار وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: ”والنظم للاول“ وأذنها عورة بانفرادها۔ ”ترجمہ: ”عورت کا ہر ایک کان جداگانہ عورت (چھپانے کی چیز) ہے۔“ (فتح القدیر علی الھدایۃ، کتاب الصلاۃ، ج01، ص262، دار الفکر، لبنان)

بہارِ شریعت میں ہے: ”آزاد عورتوں کے لیے، باستثنا پانچ عضو کے، جن کا بیان گزرا، سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس اعضا پر مشتمل۔۔۔(۴،۳) **دونوں کان۔**“ (بہارِ شریعت، ج01، ص483، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

عورت کا اعضائے ستر کھول کر اجنبی مرد کے سامنے جانا حرام ہے۔ جیسا کہ سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ”بے پردہ بایں معنٰی کہ **جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو** جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز **تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقا حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم۔ یا عامی جوان ہو، یا بوڑھا۔**“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص240-239، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بلا اجازتِ شرعی اجنبیہ عورت کے اعضائے ستر کو دیکھنا اور چھونا، جائز نہیں۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: ”**اجنبیہ عورت** کے چہرہ اور ہتھیلی **کو۔۔۔ چھونا، جائز نہیں، اگرچہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو** کیونکہ نظر کے جواز کی وجہ ضرورت اور بلوائے عام ہے چھونے کی ضرورت نہیں، لہٰذا چھونا حرام ہے۔۔۔۔۔ اجنبیہ عورت کے چہرہ کی طرف اگرچہ نظر جائز ہے، جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو مگر یہ زمانہ فتنہ کا ہے اس زمانے میں ویسے لوگ کہاں جیسے اگلے زمانہ میں تھے، لہٰذا اس زمانہ میں اس کو دیکھنے کی ممانعت کی جائے گی۔“ (بہارِ شریعت، ج03، ص446، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

اسلام میں عورت کا تسمے والے بوٹ پہننا کیسا ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1635

تاریخ اجراء: 22شوال المکرم1444ھ/13مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

تسمے والے بوٹ خواتین پہن سکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ اگر وہ لڑکیوں کی بناوٹ وطرز والے جوتے ہیں، اور کوئی شرعی خرابی نہیں تو خواتین کے لیے ان کو پہننے میں شرعا کوئی حرج نہیں، محض ان کے تسمے ہونے کی وجہ سے انہیں پہننا ناجائز نہیں ہوگا، لہٰذا خواتین ایسے جوتوں کو پہن سکتی ہیں۔ اور اگر وہ مردانہ بوٹ کے مشابہ ہیں، تو پھر خواتین ان کو نہیں پہن سکتیں کہ عورتوں کو مردوں سے مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: «لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، ج7، ص159، دار طوق النجاۃ)

اسی طرح کے سوال کے جواب میں فتاوی رضویہ میں ہے "خاص اس جزئیہ میں حدیث حسن وارد، سنن ابوداؤد میں ہے۔۔۔: "قيل لعائشة ان امرأة تلبس النعل فقالت لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الرجلة من النساء۔ "یعنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے عرض کی گئی: "ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے۔ "فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی مردانی عورتوں پر۔ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ174، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام۔“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص664، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوٹی پارلر کی کمائی حلال ہے یا حرام؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 77

تاریخ اجراء: 22شوال المکرم1432ھ 21ستمبر2011ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بیوٹی پارلر کا کام کرنا، جائز ہے یا نہیں اور اس کی کمائی کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوٹی پارلرز میں بہت سے خلاف شرع امور کئے جاتے ہیں، جیسے خوبصورتی لانے کے لیے آئی برو بنانا جس میں بھنوؤں کے بالوں کو اکھیڑا جاتا ہے اور عورتوں کے بھنوؤں کے بالوں کو اکھیڑنے یا اکھڑوانے کو حدیث شریف میں باعثِ لعنت قرار دیا گیا ہے، مردوں کی طرح عورتوں کے بال چھوٹے چھوٹے کاٹے جاتے ہیں جس سے عورت مرد کے مشابہ معلوم ہوتی ہے اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت والا یہ کام بھی باعثِ لعنت ہے، عورت کا مرد کی تزیین یا مرد کا عورت کی تزیین کرنا وغیرہ، البتہ ان میں بعض کام جائز بھی ہوتے ہیں مثلاً چہرے کے زائد بالوں کی صفائی، مختلف کریمز اور آئی شیڈز وغیرہ کے ذریعہ میک اپ کرکے چہرے کو خوبصورت بنانا، سیاہ مائل رنگت کو نکھارنا، ہاتھوں پاؤں میں مہندی لگانا، بالوں کو سنوارنا وغیرہا بھنوؤں کے بال بہت بدصورت ہوں تو ان کی فقط بدنمائی کو دور کرنا وغیرہ جائز میک اپ۔ تو اگر بیوٹی پارلر میں صرف جائز کام کیے جائیں خلاف شرع امور سے بالکل اجتناب کیا جائے تو بیوٹی پارلر کا کام کرنا، جائز ہے اور اس کی آمدنی بھی جائز ومباح جبکہ اجارے کی دیگر شرائط یعنی کام کا وقت یا کام معین ہو۔ اور اگر خلاف شرع امور کا بھی ارتکاب کرنا پڑتا ہو تو پھر یہ کام جائز نہیں اور ان ناجائز کاموں کی آمدنی بھی ناجائز ہوگی۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے: ”ولو استأجر مشاطة لتزين العروس مباح قالوا لا يطيب لها الاجر الا ان يكون على وجه الهدية من غيرِ شرط، وقيل ينبغي أن تجوز الاجارة اذا كانت مؤقتة أو كان العمل معلوماً ولم ينقش التماثيل على وجه العروس ويطيب لها الاجر لان تزيين العروسِ مباح“ ترجمہ:۔

اور اگر کسی نے دلہن سجانے والی کو اجارہ پر لیا تو یہ جائز ہے، بعض فقہاء نے فرمایا کہ اس کی اجرت جائز نہیں مگر یہ کہ کام کے بعد اس کو بطورِ تحفہ کچھ دے دیا جائے جبکہ کسی قسم کی کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو، اور بعض فقہاء نے فرمایا کہ اس کا وقت اگر معلوم ہے یا کام معلوم ہے تو اس کا اجارہ جائز اور اجرت پاک ہے کیونکہ دلہن کو سجانا مباح امر ہے لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ دلہن کے چہرے پر کسی قسم کے نقش و نگار یا تصویریں نہ بنائے۔" (فتاوی عالمگیری جلد 4 صفحہ 526 مطبوعہ پشاور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

پینٹ شرٹ پہننے کا کیا حکم ہے؟

مجیب: مفتی ابوالحسن محمد ھاشم خان عطاری

فتوی نمبر: 17

تاریخ اجراء: 06رجب المرجب1439ھ/24مارچ2018ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ پینٹ شرٹ پہننا کیسا ہے؟ سنا ہے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ نے ناجائز لکھا ہے، اب کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر پینٹ چست اور تنگ ہو جس سے اُن اعضا کی ہیئت ظاہر ہوتی ہو، جن کے چھپانے کا حکم ہے، تو لوگوں کے سامنے ایسی پینٹ پہننا ممنوع ومکروہ ہے۔

اور اگر پینٹ اتنی موٹی، ڈھیلی اور کھلی ہو کہ اعضائے ستر کی ہیئت معلوم نہ ہوتی ہو، تو ایسی پینٹ پہننا ممنوع نہیں، البتہ علمائے کرام (مثلاً اعلی حضرت) نے پہلے پینٹ پہننے کی ممانعت اس لیے فرمائی تھی کہ یہ پہننا کفار کے ساتھ خاص اور ان کا شعار تھا، لیکن فی زمانہ پینٹ پہننا چونکہ کفار کا شعار (یعنی اُن کے ساتھ خاص) نہ رہا بلکہ مسلمانوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا ہے، لہذا ممانعت کی علت باقی نہ رہی، اس کی نظیر ترکی ٹوپی پہننے والا مسئلہ ہے کہ یہ پہلے نیچریوں کا شعار تھی، اس لئے علمائے کرام نے یہ ٹوپی پہننے سے ممانعت فرمائی، لیکن امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے دور میں مسلمانوں نے بھی اس کو پہننا شروع کر دیا اور نیچریوں کا شعار نہ رہا، تو آپ علیہ الرحمۃ نے اس کے جواز کا حکم صادر فرمایا، البتہ اب بھی پینٹ شرٹ پہننا کراہت (تنزیہی) سے خالی نہیں کہ یہ نیک لوگوں کا طور طریقہ نہیں بلکہ فاسقوں کا طریقہ ہے کہ اکثر فاسق لوگ ہی اسے پہنتے ہیں۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”دبیز کپڑا، جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو، مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیات معلوم ہوتی ہے، ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی، مگر اس عضو کی طرف دوسروں کو نگاہ کرنا، جائز نہیں۔

(ردالمحتار)اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا بھی منع ہے اور عورتوں کے لیے بدرجہ اُولیٰ ممانعت۔ بعض عورتیں جو بہت چست پاجامے پہنتی ہیں، اس مسئلہ سے سبق لیں۔" (بھارِشریعت، ج1، حصہ3، ص480، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے: "لكنه يصف حجمها حتى يري شكل العضو فإنه مكروه" ترجمہ: (ایسا کپڑا جو ستر عورت کا کام دے) لیکن عضو کے حجم کو بیان کرے یعنی عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہو تو وہ کپڑا پہننا مکروہ ہے۔ (الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ، لبس مایشف أویصف، ج6، ص136، دارالسلاسل، کویت)

فتاوی رضویہ میں ہے: "کلاہ ترکی ابتدائے او در نیچریاں شد آناں را بہرہ از اسلام نیست اگر ہم چناں می ماند دریں ممالک حکم جواز ش نبودی کہ ایں جا ترکان نیند بدیناں باو عاوی اند مگر حالا مشاہدہ است کہ در بسیارے از مسلمانان نیز ایں تپ سرخ سرایت کردہ پس شعار نیچریت نماند اہل علم و تقوٰی را از واحتراز باید کہ تا حال وضع علماء و صلحاء شدہ است ہمچناں۔ (ترجمہ:) ترکی ٹوپی کہ اس کی ابتداء نیچریوں سے ہوئی اور ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ اگر یہی حالت رہتی تو ان ممالک میں اس کا جواز نہ ہوتا کیونکہ یہاں کوئی ترکی نہیں۔ صرف بے دین اس کے استعمال کی عادت رکھتے ہیں۔ لیکن اب دیکھنے میں آیا ہے (اور یہ مشاہدہ ہوا ہے) کہ بہت سے مسلمانوں میں بھی یہ سرخ بخار سرایت کر گیا ہے۔ لہذا اب نیچریت کا شعار نہیں رہا، پس اہل علم اور اصحاب تقوٰی کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے یہاں تک کہ علماء اور صلحاء کا معمول ہو جائے۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص93-192، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: "اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ کے دور میں پینٹ انگریزوں کا خاص لباس اور شعار تھا جو کوئی کسی پینٹ پہنے ہوئے کو دیکھتا تو کہہ دیتا کہ یہ انگریز ہے اس لئے آپ نے فتوی دیا کہ پتلون، پینٹ پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے میں نماز بھی مکروہ لیکن پینٹ کا استعمال اب بالکل عام ہو چکا ہے۔ ہندو و مسلم ہر کوئی اس کو استعمال کرتا ہے۔ کسی قوم کے ساتھ خاص نہ رہا۔ اس لئے اگر پینٹ ایسا ڈھیلا ہو کہ نماز ادا کرنے میں دشواری نہ ہو تو اسے پہن کر نماز جائز ہے۔ البتہ ائمۂ مساجد کے شایان شان نہیں کہ وہ نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر ہیں۔ لہذا وہ پینٹ نہ پہنیں۔" (فتاوی فقیہ ملت، ج1، ص179، شبیر برادرز، لاہور)

"فتاوی بریلی شریف" میں پینٹ شرٹ پہننے کے حوالے سے مذکور ہے: "اعلی حضرت کا یہ حکم (انگریزی لباس پہننا حرام ہے) اس وقت کا ہے جب انگریزی وضع قطع کا لباس انگریزوں کا شعار قومی تھا انہیں تک محدود اور انہیں کے ساتھ خاص تھا اور جو وضع کسی قوم کے ساتھ خاص ہو یا اس کا شعار قومی ہو اسے مسلمانوں کو اپنانا ناجائز و حرام ہے.... اب جبکہ

انگریزی لباس مثلاً پینٹ شرٹ وغیرہ کا پہننا انگریزوں کے ساتھ خاص نہ رہا بلکہ دیگر قوموں کے ساتھ مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا تو اب یہ کسی ایک قوم کا وضع مخصوصہ اور شعار قومی نہ رہا اور نہ ہی اب یہ انگریزوں کا شعار قومی کہلائے گا لہٰذا اب وہ حکم سابق نہ رہا البتہ اسے پہننا اب بھی کراہت سے خالی نہیں کہ یہ وضع صلحاء نہیں بہر حال وضع فساق ہے کہ لباس مذکورا بھی اتنا عام نہیں ہوا کہ صلحاء علما اور متقین بھی استعمال کرتے ہوں بلکہ اکثر فساق ہی استعمال کرتے ہیں ان میں بھی کچھ ایسے ہوتے ہیں جو بدرجہء مجبوری اسے استعمال کرتے ہیں بلکہ بعض پہننے والے خود بھی اسے کوئی اچھا لباس نہیں تصور کرتے اور لوگوں کا اسے معیوب سمجھنا ہی اس کی کراہت کو کافی لہٰذا ایسی صورت میں مطلقاً مکروہ تنزیہی کا حکم ہے۔" (فتاوی بریلی شریف، ص207,208، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

چہرے پر سرمے سے تِل بنانا کیسا ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 24

تاریخ اجراء: 06ذوالحجۃالحرام1442ھ/17جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چہرے پر سرمے کا تل بنانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

چہرے پر تل بنانے کے حوالے سے عام طور چند طرح کی صورتیں پائی جاتی ہیں:

1. بعض عورتیں فیشن کے طور پر چہرے کے کسی حصے کو سوئی وغیرہ سے گدوا کر اس میں سرمہ وغیرہ بھر کر مصنوعی تِل بنواتی ہیں، ایسا کرنا، ناجائز وگناہ ہے اور حدیث پاک میں ایسا کرنے والیوں پر لعنت کی گئی۔

2. چہرے کو گودے بغیر خوبصورتی کے لیے سرمے سے تل کا نشان بنایا جاتا ہے، ایسا کرنا، جائز ہے، کیونکہ یہ زینت کی چیز ہے اور عورتوں کو شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے زینت کرنے کی اجازت ہے، بلکہ اچھی نیت کے ساتھ، مثلا شوہر کے لیے زینت اختیار کرنے کے طور پر ہو، تو کارِ ثواب ہے۔

3. اور ایک صورت یہ ہے کہ بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لیے سرمے سے تل بنایا جاتا ہے، یہ بھی جائز ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا تو اس کی ٹھوڑی پر سیاہ نقطہ لگانے کا حکم کا ارشاد فرمایا۔

جسم گودنے اور گدوانے والیوں کے متعلق حدیث پاک میں ہے: ”لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمّصات والمتفلّجات للحسن المغیّرات خلق اللہ“ ترجمہ: اللہ پاک لعنت کرے گودنے والیوں اور گُدوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں پر، (کیونکہ یہ سب) اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز کو بگاڑنے والیاں ہیں۔ (بخاری شریف، کتاب اللباس باب المتفلجات للحسن، جلد2 صفحہ878، مطبوعہ کراچی)

مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات: 1391ھ/1971ء) لکھتے ہیں: ''گودنے، گدوانے سے مراد سوئی کے ذریعہ نیل یا سرمہ جسم میں لگا کر نقش و نگار کرانا یا اپنا نام لکھوانا یہ دونوں کام ممنوع ہیں، طریقۂ مشرکین ہیں اور طریقۂ کفار و فجار (ہے)۔'' (مراٰۃ المناجیح، جلد4، صفحہ231، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاھور)

عورت کا اپنے شوہر کے لیے زینت اختیار کرنا کارِ ثواب ہونے کے متعلق سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: ''عورت کا اپنے شوہر کے لئے گَہنا (زیور) پہننا، بناؤ سنگار کرنا، باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نمازِ نفل سے افضل ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد22، صفحہ126، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

نظرِ بد سے حفاظت کے لیے بچوں کے چہرے پر تِل وغیرہ بنانے کے متعلق شرح السنۃ للبغوی اور مرقاۃ المفاتیح وغیرہ میں ہے: ''روي أن عثمان رأى صبيا مليحا، فقال: دسموا نونته كيلا تصيبه العين''

ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا، تو فرمایا کہ اس کی ٹھوڑی میں سیاہ نقطہ لگا دو، تاکہ اِسے نظر نہ لگے۔ (شرح السنۃ للبغوی، کتاب الطب والرقی، باب مارخص فیہ من الرقی، جلد12، صفحہ166، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت)

شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''نظر سے بچنے کے لئے ماتھے یا ٹھوڑی وغیرہ میں کاجل وغیرہ سے دھبہ لگا دینا یا کھیتوں میں کسی لکڑی میں کپڑا لپیٹ کر گاڑ دینا تاکہ دیکھنے والے کی نظر پہلے اس پر پڑے اور بچوں اور کھیتی کو کسی کی نظر نہ لگے، ایسا کرنا منع نہیں ہے، کیونکہ نظر کا لگنا حدیثوں سے ثابت ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، حدیث شریف میں ہے کہ جب اپنی یا کسی مسلمان کی کوئی چیز دیکھے اور وہ اچھی لگے اور پسند آجائے تو فوراً یہ دعا پڑھے: تبارک اللہ احسن الخالقین اللھم بارک فیہ۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، جلد9، صفحہ601)

یا اردو میں یہ کہہ دے کہ اللہ برکت دے اس طرح کہنے سے نظر نہیں لگے گی۔'' (جنتی زیور، صفحہ410، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا میک اپ کروانے کے لیے بیوٹی پارلر جانا

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 78

تاریخ اجراء: 17 رمضان المبارک 1432ھ/18 اگست 2011ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بیوٹی پارلر جانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوٹی پارلر پردے میں جانا اور پردے میں رہ کر جائز معاملات کرنا جائز ہے۔ اور ناجائز معاملات اگرچہ پردے میں ہوں ناجائز ہیں۔ جیسے میک اپ کروانا جائز ہے جبکہ پردے میں ہو اور بھنویں بنانا، ناجائز ہے۔ اسی طرح عورتوں کا اتنی مقدار میں بال کٹوانا جس سے مردوں سے مشابہت ہو جائے، ناجائز ہے اور کندھوں کے نیچے بالوں کی نوکیں وغیرہ کاٹنا جائز ہے۔ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ”عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبّہ ہے۔ درمختار میں ہے ”قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبه بالرجال“ ترجمہ: کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو وہ گنہگار ہوئی۔ نیز اللہ تعالٰی کی اس پر لعنت برسی اور اس میں جو علت مؤثرہ ہے وہ مردوں سے ”تشبہ“ ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 543، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صحیح بخاری، مسلم، ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی میں ہے ”واللفظ للبخاری: ”عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ“ ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کھال گودنے اور گدوانے والی، بال اکھاڑنے والی، خوبصورتی کے لئے دانتوں میں مصنوعی فاصلہ بنانے والی اور بناوٹ خداوند میں ردوبدل کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الواشمة، جلد 02، صفحہ 404، مطبوعہ لاہور)

البتہ اگر بھنویں بہت زیادہ ہو گئی ہیں اور دیکھنے میں بہت بری لگ رہی ہیں تو ہلکی سی ترشوا سکتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں جبکہ بد نما لگتی ہوں، کئی عورتوں کو بری نہ بھی لگیں تو زبردستی اسے بد نمائی کے دائرے میں داخل کر کے تراشنا شروع کر دیتی ہیں۔ اللہ عزوجل نفس کی اتباع سے محفوظ رکھے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا ابرو بنوانا اور تھریڈنگ کروانا کیسا؟

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-642

تاریخ اجراء: 10 شعبان المعظم 1443ھ/14 مارچ 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

(1) عورت کا ابرو بنوانا اور چہرے کی تھریڈنگ کروانا کیسا؟

(2) اور اگر شوہر مجبور کرے تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

(1) عورت کے چہرے پر اگر بال آگئے ہوں تو عام حالت میں اس کے لئے یہ بال صاف کرانا مباح و جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ کام اگر شوہر کے لئے زینت کی نیت سے ہو تو جائز ہونے کے ساتھ ساتھ مستحب بھی ہے کیونکہ عورت کو شوہر کے لئے زینت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور چہرے پر بالوں کا ہونا شوہر کے لئے باعث نفرت و وحشت اور خلاف زینت ہے۔

البتہ ابرو بنوانا اس حکم سے مستثنی ہے کہ صرف خوبصورتی و زینت کے لئے ابرو کے بال نوچنا اور اسے بنوانا، ناجائز ہے، حدیث پاک میں ابرو بنوانے والی عورت کے بارے میں لعنت آئی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: "عن عبد اللہ قال: لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق اللہ." حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالی کی لعنت ہے گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور بال اکھیڑنے والیوں پر اور اکھڑوانے والیوں پر اور حسن کے لئے کھڑکیاں کرانے والیوں پر جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والیاں ہیں۔ (صحیح المسلم، ج2، ص205، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ کراچی)

مذکورہ بالا حدیث پاک کے الفاظ "بال اکھیڑنے والیاں" کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "یعنی جو عورت بھوؤں کے بال نوچ کر ابرو کو خوبصورت بناتی ہے اس پر لعنت ہے۔" (بہار شریعت، ج3، ص595، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ کراچی)

لہذا آجکل عورتوں میں ابرو بنوانے کا جو رواج چل پڑا ہے، یہ ناجائز ہے، اس سے ان کو باز آنا چاہئے۔ ہاں اس میں جواز کی ایک صورت یہ ہے کہ ابرو کے بال بہت زیادہ بڑھ چکے ہوں، بھدے (برے) معلوم ہوتے ہوں تو صرف ان بڑھے ہوئے بالوں کو تراش کر اتنا چھوٹا کر سکتے ہیں کہ بھدا پن دور ہو جائے، اس میں حرج نہیں۔

(2) اگر شوہر ابرو کے علاوہ چہرے کے دیگر بالوں کو کٹوانے پر مجبور کرے، یا پھر ابرو کے بال بہت زیادہ بڑھ چکے ہوں، بھدے (برے) معلوم ہوتے ہوں، اس بنا پر شوہر ابرو کے بال کٹوانے پر مجبور کرتا ہو، تو اس صورت میں عورت پر واجب ہے کہ شوہر کی بات مانے، اور چہرے کے بال صاف کروائے، اور ابرو کے بالوں کو اس قدر چھوٹا کروائے کہ ان کا بھدا پن دور ہو جائے۔ کیونکہ حقوق زوجیت سے متعلقہ امور میں شوہر کی فرمابرداری عورت پر واجب ہے۔ فتاوی رضویہ میں امام اہلسنت سے کانچ کی چوڑی پہننے سے متعلق سوال ہوا، تو آپ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا: جائز ہیں لعدم المنع الشرعی (اس لئے کہ کوئی شرعی مانع نہیں۔ت) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب وانما الاعمال بالنیات (اعمال کا دار و مدار ارادہ پر ہے۔ت) بلکہ **شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب**: لحرمۃ العقوق ولوجوب طاعۃ الزوج فیما یرجع الی الزوجیۃ۔ اس لئے کہ والدین اور شوہر کی نافرمانی حرام ہے اور شوہر کی فرمانبرداری بسلسلہ حقوق زوجیت واجب ہے۔) (فتاوی رضویہ، ج22، ص115.116)

ہاں اگر ابرو کے بال زیادہ بڑے نہ ہوئے ہوں، بھدے بھی معلوم نہ ہوتے ہوں، صرف زینت کے لیے شوہر ابرو بنوانے پر مجبور کرے، تو اس صورت میں عورت پر شوہر کی بات ماننا جائز نہیں، کہ ناجائز امور میں کسی کی اطاعت لازم نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا اپنے شوہر کے حکم پر سر کے بال کاٹنا

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-528

تاریخ اجراء: 06ربیع الاول1444ھ/03اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت اپنے شوہر کے حکم پر اپنے سر کے بال کاٹ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا سر کے بالوں کو اتنا کاٹنا کہ وہ کندھوں سے اوپر یا کندھوں کے برابر ہو جائیں، ناجائز و حرام اور گناہ ہے اور ایسا کرنے والی عورت پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے، اگر شوہر کے کہنے پر کاٹے گی تب بھی یہی حکم ہے، کیونکہ اللہ پاک کی نافرمانی والے کاموں میں بندوں کی اطاعت جائز نہیں، اور شوہر بھی اس ناجائز کام کا حکم دینے کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔ البتہ کندھوں سے نیچے جو بال ہیں، ان کی نوکیں کاٹ کر برابر کر سکتی ہے، خواہ شوہر کے کہنے پر کاٹے یا خود، بہر صورت جائز ہے۔

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی حدیثِ مبارک ہے: "عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ و اٰلہ و سلم قال لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ ، انما الطاعۃ فی المعروف" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، بلکہ مخلوق کی اطاعت تو فقط بھلائی کے کاموں میں ہی جائز ہے۔ (صحیح البخاری، جلد2، صفحہ1077-1078، مطبوعہ کراچی، ملخصاً)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "جس کو شرع مطہر نے ناجائز قرار دیا ہے، اس میں اطاعت نہیں کہ یہ حقِ شرع ہے اور کسی کی اطاعت میں احکامِ شرع کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی کہ معصیت میں کسی کی طاعت نہیں ہے۔ حدیث میں ہے لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق" (فتاوی امجدیہ، جلد4، صفحہ198، مکتبہ رضویہ کراچی)

بہارِ شریعت میں ہے: ”عورت کو سر کے بال کٹوانے جیسا کہ اس زمانہ میں نصرانی عورتوں نے کٹوانے شروع کر دیے ناجائز و گناہ ہے اور اس پر لعنت آئی شوہر نے ایسا کرنے کو کہا جب بھی یہی حکم ہے کہ عورت ایسا کرنے میں گنہگار ہو گی کیونکہ شریعت کی نافرمانی کرنے میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔ سنا ہے کہ بعض مسلمان گھروں میں بھی عورتوں کے بال کٹوانے کی بلا آگئی ہے، ایسی پر قینچ عورتیں دیکھنے میں لونڈا معلوم ہوتی ہیں۔ اور حدیث میں فرمایا کہ: جو عورت مردانہ ہیات میں ہو، اس پر اللہ عزوجل کی لعنت ہے۔“ (بہارِ شریعت، حصہ 16، صفحہ 588، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا کندھے سے اوپر تک بال کٹوانے اور اس کی اجرت کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 32

تاریخ اجراء: 20 صفر المظفر 1436ھ 23 دسمبر 2014ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

1۔ عورتوں کا بال کندھوں سے اوپر تک کٹوانا کہ مردوں سے مشابہ ہو جائیں، شرعاً کیسا ہے؟

2۔ کسی عورت کا اس طرح بال کاٹنے کی اجرت لینا (کہ عورت کے بالوں کی مردوں سے مشابہت ہو جائے) شرعاً کیسا؟ جیسا کہ آج کل بیوٹی پارلر میں ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

1۔ عورتوں کا سر کے بال اس طرح کٹوانا کہ مردوں سے مشابہت ہو، ناجائز و حرام ہے۔

عورتوں کا مردوں سے یا مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے اور حدیث مبارک میں ایسوں پر لعنت کی گئی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے: ”لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال“ ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ (صحیح بخاری، جلد2، ص874، مطبوعہ کراچی)

در مختار میں ہے: ”قطعت شعر راسھا اثمت ولعنت، زاد فی البزازیۃ ولو باذن الزوج لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی الموثر التشبہ بالرجال“

ترجمہ: عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار ہوئی اور اس پر لعنت ہے۔ بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے بال کاٹے (پھر بھی ناجائز ہے) اس لیے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی اطاعت نہیں اسی لیے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور عورتوں کے لیے بال کاٹنے کے حرام ہونے کی علت مردوں کی وضع بنانی ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، جلد9، ص671، مطبوعہ پشاور)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں ”ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اسے لعنت کی خبر دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا ،ارشاد فرمایا ”اللہ کی لعنت ان عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں“ حالانکہ جوتا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے اور کمان جزو لباس بھی نہیں ایک خارج شے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہو گی۔“ (فتاوی رضویہ، جلد6، ص610,611، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

2۔ عورت کے سر کے بال اس طرح کاٹنے کی اجرت لینا بھی ناجائز ہے کہ فعل حرام کی اجرت بھی حرام ہوتی ہے، چنانچہ بحر الرائق میں ہے: ”ولا یجوز علی الغناء والنوح والملاھی “ ترجمہ: گانے باجے، نوحہ کرنے اور لہو ولعب پر اجارہ جائز نہیں۔ (البحر الرائق، جلد8، ص35، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اصل مزدوری اگر کسی فعل ناجائز پر ہو، تو سب کے یہاں ناجائز اور جائز پر ہو تو سب کے یہاں جائز۔“ (فتاوی رضویہ، جلد23، ص507، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”گناہ کے کام پر اجارہ ناجائز ہے مثلاً نوحہ کرنے والی کو اجرت پر رکھا کہ وہ نوحہ کرے گی جس کی یہ مزدوری دی جائے گی، گانے بجانے کے لیے اجیر کیا کہ وہ اتنی دیر تک گائے گا اور اس کی یہ اجرت دی جائے گی، ملاہی یعنی لہو ولعب پر اجارہ بھی ناجائز ہے۔ گانا یا باجا سکھانے کے لیے نوکر رکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے ان صورتوں میں اجرت لینا بھی حرام ہے۔“ (بہار شریعت، جلد3، ص144، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا چہرے کے بالوں کو صاف کروانا

مجیب: ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: 87

تاریخ اجراء: 02رمضان المبارک1437ھ/08جون2016ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے چہرے پر اگر بال آگئے ہوں، تو کیا وہ اپنے چہرے کی تھریڈنگ یعنی چہرے کے بال صاف کرواسکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے چہرے پر اگر بال آگئے ہوں، تو عام حالت میں اس کے لئے یہ بال صاف کرانا مباح وجائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ کام اگر شوہر کے لئے زینت کی نیت سے ہو تو جائز ہونے کے ساتھ ساتھ مستحب بھی ہے، کیونکہ عورت کو شوہر کے لئے زینت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور چہرے پر بالوں کا ہونا شوہر کے لئے باعث نفرت ووحشت اور خلاف زینت ہے۔

البتہ ابرو بنوانا اس حکم سے مستثنی ہے کہ صرف خوبصورتی وزینت کے لئے ابرو کے بال نوچنا اور اسے بنوانا، ناجائز ہے، حدیث پاک میں ابرو بنوانے والی عورت کے بارے میں لعنت آئی ہے، لہذا آجکل عورتوں میں ابرو بنوانے کا جو رواج چل پڑا ہے، یہ ناجائز ہے، اس سے ان کو باز آنا چاہیے، ہاں اس میں جواز کی ایک صورت یہ ہے کہ ابرو کے بال بہت زیادہ بڑھ چکے ہوں، بھدے (برے) معلوم ہوتے ہوں تو صرف ان بڑھے ہوئے بالوں کو تراش کر اتنا چھوٹا کر سکتے ہیں کہ بھدا پن دور ہو جائے، اس میں حرج نہیں۔

صحیح مسلم میں ہے: ”عن عبداللہ قال: لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ“ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالی کی لعنت ہے گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور بال اکھیڑنے والیوں پر اور اکھڑوانے والیوں

پر اور حسن کے لئے کھڑکیاں کرانے والیوں پر جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والیاں ہیں۔(صحیح المسلم،ج2،ص205،مطبوعہ کراچی)

مذکورہ بالا حدیث پاک کے الفاظ "بال اکھیڑنے والیاں" کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''یعنی جو عورت بھوؤں کے بال نوچ کر ابرو کو خوبصورت بناتی ہے اس پر لعنت ہے۔'' (بہار شریعت،ج3،ص595،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ردالمحتار میں ہے: ''فلو کان فی وجهها شعر ینفر زوجها عنها بسببه ففی تحریم ازالته بعد لأن الزینة للنساء مطلوبة للتحسین (الی ان قال) اذا نبت للمرأة لحیة أو شوارب فلا تحرم ازالته بل تستحب .وفی التاترخانیة عن المضمرات: ولا بأس بأخذ الحاجبین و شعر وجهه مالم یشبه المخنث اھ. ملخصا'' اگر عورت کے چہرے پر بال ہوں تو اس کے سبب سے شوہر کو بیوی سے نفرت ہو گی لہذا بالوں کے دور کرنے کو حرام قرار دینے میں دوری ہے کیونکہ عورتوں کے لئے زینت، خوبصورتی کے لئے مطلوب (طلب کی گئی) ہے (یہاں تک کہ مزید فرمایا) جب عورت کی داڑھی یا مونچھیں نکل آئیں تو ان کو دور کرنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور تاترخانیہ میں مضمرات سے ہے: اور دونوں ابرو اور چہرے کے بال لینے (کاٹنے) میں کوئی حرج نہیں جب تک ہیجڑے سے مشابہت نہ ہو۔(ردالمحتار،ج9،ص615،مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: ''عورت کو داڑھی یا مونچھ کے بال نکل آئیں تو ان کا نوچنا جائز بلکہ مستحب ہے کہ کہیں اس کے شوہر کو اس سے نفرت نہ پیدا ہو۔'' (بہار شریعت،ج3،ص449،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں ہے: ''گودنے والی اور گودوانے والی یا ریتی سے دانت ریت کر خوبصورت کرنے والی یا دوسری عورت کے دانت ریتنے والی یا موچنے (بال اکھاڑنے کے آلہ) سے ابرو کے بالوں کو نوچ کر خوبصورت بنانے والی اور جس نے دوسری کے بال نوچے ان سب پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔'' (بہار شریعت،ج3،ص596،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا خوبصورتی کے لیے اپنے کچھ بال پیشانی پر ڈالنا کیسا؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 34

تاریخ اجراء: 06ذوالحجۃالحرام1442ھ/17جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا خوبصورتی کے لیے اپنے کچھ بال پیشانی پر ڈالنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا خوبصورتی کے لیے اپنے کچھ بال، لَٹ وغیرہ کی صورت میں پیشانی پر ڈالنا، اگر تو کندھوں سے اوپر بالوں کو کاٹ کر لَٹ بنائی گئی ہے، تو ناجائز وگناہ ہے، کیونکہ عورتوں کے لیے کندھوں سے اوپر بالوں کو کاٹنا مردوں سے مشابہت کی وجہ سے گناہ ہے اور اگر کاٹے بغیر چہرے پر کچھ بال لَٹ کی صورت میں ڈالے جائیں، تو اگر غیر محرم کے سامنے ہو، تو ناجائز وگناہ ہے کہ اس میں بے پردگی ہے اور غیر محرم کے سامنے بے پردگی کرنا حرام ہے اور اگر صرف محرم کے سامنے ہو اور فتنے کا اندیشہ نہ ہو، تو جائز اور شوہر کے لیے فی نفسہ جائز ہے اور حکمِ شرعی پر عمل کی نیت سے ہو، تو کارِ ثواب بھی ہے۔

مردانہ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں کے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: ”عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال“ ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء، جلد2صفحہ874، مطبوعہ کراچی)

اور در مختار اور عقود الدریہ میں ہے، واللفظ للاوّل: ”فيه (اى المجتبى) قطعت شعر راسها اثمت ولعنت فى البزازية ولو باذن الزوج، لانه لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته والمعنى الموثر التشبه بالرجال“ ترجمہ: مجتبیٰ شرح قدوری میں ہے عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو

گنہگار و ملعونہ ہو گی، بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے ایسا کرے، اس لئے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں، اسی لئے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور عورت کے گنہگار ہونے کی علت اور وجہ یہ ہے کہ اس میں مردوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ (درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، جلد9، صفحہ672،670، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1340 ھ) لکھتے ہیں: ''عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے، تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبّہ ہے۔'' (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ543، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

عورت کے زینت ظاہر کرنے کے تفصیلی احکام قرآن مجید میں یوں بیان کیے گئے ہیں: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ﴾ ترجمۂ کنزالعرفان: اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں (پر)۔ (پارہ 18، سورۃ النور،، آیۃ31)

اوپر بیان کردہ آیتِ مبارکہ کے تحت علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات:710ھ) لکھتے ہیں:

''الزينة ما تزينت به المرأة من حلي أو كحل أو خضاب، والمعنى ولا يظهرن مواضع الزينة إذ إظهار عين الزينة وهي الحلي ونحوها مباح فالمراد بها مواضعها...، ومواضعها الرأس والأذن والعنق والصدر والعضدان والذراع والساق... إلا ما جرت العادة والجبلة على ظهوره وهو الوجه والكفان والقدمان، ففي سترها حرج بين'' ترجمہ: زینت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے عورت سجتی سنورتی ہے جیسے زیور، سرمہ اور مہندی وغیرہ اور چونکہ محض زینت کے سامان کو دکھانا مباح ہے اس لئے آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے بدن کے ان اعضا کو ظاہر نہ کریں جہاں زینت کرتی ہیں، جیسے سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں، البتہ بدن کے وہ اعضا جو عام طور پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں، انہیں چھپانے میں چونکہ مشقت واضح ہے، اس لئے ان اعضا کو چھپانا ضروری نہیں۔ (لیکن فی زمانہ چہرہ چھپایا جائے گا)۔
(تفسیر مدارک التنزیل، تحت ھذہ الآیۃ، جلد2، صفحہ500، مطبوعہ لاھور)

عورت کے چہرے اور ہاتھ، پاؤں کی ہتھیلیوں کے علاوہ بالوں سمیت پورا جسم ستر ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں

ہے:"عن عائشة رضي الله عنها، أن أسماء بنت أبي بكر، دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال:"يا أسماء، إن المرأة إذا بلغت المحيض لم تصلح أن يرى منها إلا هذا وهذا" وأشار إلى وجهه وكفيه"ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں، تو ان پر باریک کپڑا تھا (یعنی ایسا کپڑا تھا جس سے بال وغیرہ نظر آرہے تھے)، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض فرمالیا اور ارشاد فرمایا: اے اسماء! بے شک عورت جب حیض کو پہنچ جائے (یعنی بالغ ہو جائے)، تو ہر گز درست نہیں ہے کہ اس عورت کا اِس حصے اور اِس حصے کے علاوہ کچھ دکھائی دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ (سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المراۃ من زینتھا، جلد2، صفحہ 212، مطبوعہ لاھور)

عورت کے بال ستر میں شامل ہونے کے متعلق تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:"(وللحرة جميع بدنها) حتى شعرها النازل في الاصح (خلا الوجه والكفين والقدمين)... (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة)"ترجمہ: چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پاؤں کے علاوہ، آزاد عورت کا تمام بدن، حتی کہ لٹکے ہوئے بال بھی ستر میں شامل ہیں اور (فی زمانہ) فتنے کے خوف کی وجہ سے جوان عورت کو مردوں کے سامنے اپنا چہرہ ظاہر کرنے سے بھی منع کیا جائے گا۔ (درمختار مع ردالمحتار، باب شروط الصلاۃ، جلد2، مطلب في ستر العورۃ، صفحہ 95، مطبوعہ کوئٹہ)

عورت کا اپنے محرم کے سامنے بال وغیرہ ستر کے اعضا کو ظاہر کرنے کی شرط بیان کرتے ہوئے علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں:"إن أمن شهوته وشهوتها أيضا وإلا لا"ترجمہ: اگر مرد و عورت کو اپنی شہوت سے امن ہو، تو دیکھنا جائز ہے، ورنہ ہر گز جائز نہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی النظر، جلد9، صفحہ 605، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں:"عورت اگر نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال، گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے، تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور بندوبست نہ کریں، تو دیوث ہیں۔"(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ 509، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

عورت کا شوہر کے لیے زینت کرنے کی فضیلت کے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: ”عن أبي هريرة قال: قيل: يا رسول الله، أي النساء خير؟ قال: التي تسره إذا نظر، وتطيعه إذا أمر، ولا تخالفه فيما يكره في نفسها ومماله“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عورتوں میں سے بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ کہ شوہر اس کو دیکھے، تو وہ (اپنے بناؤ سنگھار اور اپنی اداؤں سے) اس کا دل خوش کر دے اور اگر شوہر کسی بات کا حکم دے، تو اس کی اطاعت کرے اور اپنی ذات اور شوہر کے مال میں جو چیزیں اس کو ناپسند ہوں اس کی مخالفت نہ کرے۔ (مسند احمد، ابو هريرة، جلد12، صفحہ383، مطبوعہ مؤسسة الرسالة)

امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا (زیور) پہننا، بناؤ سنگار کرنا، باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نمازِ نفل سے افضل ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد22، صفحہ126، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا خوشبو لگانا کیسا ہے؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-514

تاریخ اجراء: 27صفر المظفر1444ھ/24ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت خوشبو لگا سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت خوشبو لگا سکتی ہے، لیکن عورت کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے جس کی مہک پوشیدہ ہو، حتی کہ اگر عورت اجنبی نامحرم کی موجودگی میں مہک والی خوشبو لگائے گی تو گناہ گار ہو گی لہٰذا جب عورت کو اجنبی نامحرم کے پاس سے گزرنے والی صورت کا سامنا ہو مثلاً گھر سے باہر جانا ہو تو خوشبو کے حوالے سے احتیاط ضروری ہے، البتہ عورت شوہر کی موجودگی میں کسی بھی قسم کی خوشبو لگا سکتی ہے، جبکہ اجنبی نامحرم تک خوشبو کی مہک نہ جائے۔

حدیث پاک میں ہے: ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کل عین زانیة فالمرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهی کذا و کذا یعنی زانیة“ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آنکھ زانی ہے تو جب عورت خوشبو لگائے اور کسی مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔(جامع الترمذی، جلد2، صفحہ107، مطبوعہ: کراچی)

علامہ علی بن سلطان القاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث پاک کے اس حصہ ”یعنی زانیة“ کے تحت فرمایا: ”لانها قد هیجت شهوة الرجال بعطرها و حملتهم علی النظر الیها فقد زنی بعینه و یحصل لها اثم بان حملته علی النظر الیها و شوشت قلبه فاذا هی سبب زناه بالعین فتکون هی ایضا زانیة“ یعنی کیونکہ اس عورت نے اپنی خوشبو کے ذریعے مردوں کی شہوت کو ابھارا اور ان کو اپنی طرف دیکھنے پر مائل کیا تو مرد نے اپنی آنکھوں سے زنا کیا، اور وہ عورت گناہ گار ہوئی اس طرح سے کہ اس نے اسے اپنی طرف دیکھنے پر ابھارا اور اس کے دل میں

ہیجان پیدا کیا تو یہ اس مرد کی آنکھوں کے زنا کا سبب بنی تو وہ عورت بھی یوں زانیہ ہوئی۔(مرقاۃ المفاتیح جلد3 صفحہ58 مطبوعہ:ملتان)

ایک دوسری حدیث پاک میں ہے:"طیب الرجال ما ظھر ریحہ و خفی لونہ وطیب النساء ما ظھر لونہ و خفی ریحہ"یعنی مردوں کی خوشبو وہ ہے کہ جس کی مہک ظاہر ہو اور رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے کہ جس کا رنگ ظاہر ہو اور مہک پوشیدہ ہو ۔(جامع الترمذی،جلد2،صفحہ107،مطبوعہ:کراچی)

مرقاۃ المفاتیح میں علامہ علی بن سلطان القاری رحمۃ اللہ علیہ نے "وطیب النساء" کے تحت فرمایا:"علی ما اذا ارادت ان تخرج فاما اذا کانت عند زوجھا فلتتطیب بما شاءت "یعنی عورت کی خوشبو میں مہک نہ ہونے کا حکم اس صورت میں ہے جب وہ گھر سے باہر جائے، لیکن جب اپنے شوہر کے پاس ہو تو جیسی مرضی خوشبو لگا سکتی ہے۔(مرقاۃ المفاتیح جلد8 صفحہ299 مطبوعہ:ملتان)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:"خیال رہے کہ عورت مہک والی چیز استعمال کر کے باہر نہ جائے اپنے خاوند کے پاس خوشبو مل سکتی ہے یہاں کوئی پابندی نہیں۔"(مرآۃ المناجیح،جلد6 ،صفحہ160،ضیاء القرآن،لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا سر کے بال کٹوانے کا کیا حکم ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 30

تاریخ اجراء: 08شول المکرم1433ھ/27اگست2012ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتوں کو سر کے بال کٹوانا، جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کہاں تک بال کٹوا سکتیں ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بلاعذر شرعی عورتوں کے لئے اتنے بال کاٹنا کہ مردوں سے مشابہت ہو حرام ہے اسی طرح فیشن کے طور پر اتنے بال کاٹنا جس سے فاسقات عورتوں سے مشابہت ہو منع ہے، اس کے علاوہ معمولی سے بال کاٹنے میں حرج نہیں۔

بخاری شریف میں ہے: ”لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشابھات من النساء بالرجال“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت رکھنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت رکھنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری، ج2، ص398، مطبوعہ لاھور)

مذکورہ حدیث شریف کے تحت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ”قال الطبرانی المعنی لایجوز للرجال التشبہ بالنساء فی اللباس والزینۃ التی تختص بالنساء ولا العکس“ یعنی امام طبرانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کے ساتھ لباس اور زینت جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوں، اس میں تشبیہ جائز نہیں اور اسی طرح اس کے برعکس عورتوں کے لئے مردوں سے ان کے لباس اور زینت جو ان کے ساتھ خاص ہے اس میں تشبیہ ناجائز ہے۔“ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج10، ص408، مطبوعہ کراچی)

درمختار میں ہے: ”قطعت شعر راسھا اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبہ“ ترجمہ: کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے تو وہ گنہگار اور ملعونہ ہے اور اس میں معنی مؤثر تشبہ ہے۔ (درمختار وردالمحتار، ج9، ص671، مطبوعہ کوئٹہ)

ردالمحتار میں درمختار کی مذکورہ عبارت کے تحت ہے:"ای:العلة المؤثرة فی اثمها التشبه بالرجال فانه لایجوز کالتشبه بالنساء حتی قال فی المجتبی:یکره غزل الرجل علی هیأة غزل النساء"ترجمہ: عورت کے گنہگار ہونے میں علتِ موثرہ مردوں سے مشابہت ہے اور مردوں سے مشابہت عورت کو جائز نہیں ہے جیسا کہ مردوں کو عورتوں سے مشابہت جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مجتبی میں فرمایا: مرد کا عورتوں کی ہیئت پر سوت کاتنا مکروہ ہے۔(ردالمحتار مع درمختار،ج9،ص671،مطبوعہ کوئٹہ)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے :"عن ابن عمر قال:قال رسول الله:صلی الله علیه وسلم (من تشبه بقوم) :أی من شبه نفسه بالکفار مثلا فی اللباس وغیره،أو بالفساق أو الفجار أو باهل التصوف والصلحاء الأبرار۔(فهو منهم)أی:فی الإثم والخیر"ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی یعنی جس نے اپنی ذات کو کفار سے تشبیہ دی مثلا لباس وغیرہ میں یا فساق یا فجار یا اہل تصوف وصلحاء اور نیک لوگوں کے ساتھ تو وہ انہیں میں سے ہے، یعنی :گناہ اور بھلائی میں۔(مرقاۃ شرح مشکوۃ،ج8،ص222،مطبوعہ کوئٹہ)

صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"عورت کو سر کے بال کٹوانے جیسا کہ اس زمانے میں نصرانی (عیسائی) عورتوں نے کٹوانے شروع کردیئے ناجائز وگناہ ہے اور اس پر لعنت آئی۔ شوہر نے اگر ایسا کرنے کو کہا جب بھی یہی حکم ہے کہ عورت ایسا کرنے میں گنہگار ہوگی کیونکہ شریعت کی نافرمانی میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائیگا۔ سنا ہے کہ بعض مسلمان گھروں میں بھی عورتوں کے بال کٹوانے کی بلا آگئی ہے ایسی پر قینچ عورتیں دیکھنے میں لونڈا معلوم ہوتی ہیں اور حدیث میں فرمایا کہ جو عورت مردانہ ہیأت میں ہو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"(بہار شریعت،حصہ16،ص588،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ،کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا کالر والی قمیص پہننا کیسا ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 12

تاریخ اجراء: 06ذوالحجہ الحرام1442ھ/17جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا کالر(Collar)والی قمیص پہننا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

وہ کالر(Collar)جو عورتوں کی قمیصوں پر لگائے جاتے ہیں اور اُن کو مخصوص انداز کے مطابق عورتوں کے لیے ہی تیار کیا جاتا ہے اور ایسی کالر والی قمیص مردانہ قمیص کے مشابہ نہیں ہوتی، تو اِس طرح کے کالر والی قمیص عورت کو پہننا جائز ہے، کہ یہ عورتوں کا ہی لباس ہے، جو اُن کے لیے جائز ہے، نیز اِس میں مُمانعت کی وجہ یعنی مردوں سے مشابہت بھی نہیں پائی جارہی، البتہ وہ کالر جو مردوں کی قمیصوں یا شرٹس(Shirts)پر لگائے جاتے ہیں اور وہ مردوں کے ساتھ ہی خاص ہوتے ہیں اور عورتوں کی قمیصوں پر لگنا معروف نہیں ہے۔ایسا کالر لگی ہوئی قمیص، عورت کو پہننا جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے کہ اِس میں مردوں سے مشابہت پائی جاتی ہے اور عورت کا لباس وغیرہ میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنا، جائز نہیں۔

ابوداؤد شریف میں ہے:”لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ، والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل“ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس مرد پر جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور ایسی عورت پر جو مردوں کی ہئیت والا لباس پہنے، لعنت فرمائی ہے۔(سنن ابی داؤد، جلد2، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، صفحہ 212، مطبوعہ لاھور)

مزید ایک حدیث مبارک میں ہے:”لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجلۃ من النساء“ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔(سنن ابی داؤد، جلد2، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، صفحہ212، مطبوعہ لاھور)

اِس حدیث مبارک کی شَرح میں ابن الملک علامہ کِرمانی حنفی رحِمہ اللہ لکھتے ہیں: ”وهي التي تشبه نفسها بالرجال في الكلام واللباس “ترجمہ: ”رُجلۃ“ وہ عورت کہ جو خود کو بول چال اور لباس میں مردوں کے مشابہ کرے۔(شرح مصابیح السنۃ لابن الملک، جلد5، صفحہ72، مطبوعہ ادارۃ الثقافۃ الاسلامیۃ)

امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان رَحِمَہ اللہ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس، وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام، نہ کہ خاص صورت وبدن میں۔(فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد22، صفحہ664، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے: ”يحرم تشبه النساء بالرجال في زيهن فلا يجوز للمرأة أن تلبس لباسا خاصا بالرجال“ ترجمہ: عورتوں کو اپنی وضع قطع میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے، لہذا عورت کا ایسا لباس زیب تَن کرنا کہ جو مردوں کے ساتھ خاص ہو، ناجائز ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، جلد35، صفحہ192، مطبوعہ وزارتِ اوقاف، کویت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا مردانہ طرز کی انگوٹھی پہننا

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 49

تاریخ اجراء: 12 محرم الحرام 1443ھ/21 اگست 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ عورت کو مردانہ طرز کی یعنی ایسی انگوٹھی پہننا کیسا ہے، جو فقط مرد حضرات ہی پہنتے ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کے لئے چاندی کی ساڑھے چار ماشے سے کم، مردانہ ہیئت کی، ایک نگ والی، ایک انگوٹھی پہننا جائز ہے اور مردانہ طرز کی وہ انگوٹھی جو مردوں کے ساتھ خاص ہو، اسے عورتیں نہ پہنتی ہوں، کسی عورت کا ایسی انگوٹھی پہننا مردوں سے مشابہت کی وجہ سے ناجائز و حرام اور گناہ ہے اور اگر پہننی ہو، تو ایسی تبدیلی کر کے پہن سکتی ہے، جس سے مردوں سے مشابہت باقی نہ رہے۔

مرد کے لئے چاندی کی مردانہ ہیئت کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: "(ويجوز للنساء التحلي بالذهب والفضة لا للرجال الا الخاتم) على هيئة خاتم الرجال" ترجمہ: عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کے زیورات پہننا جائز ہے، مردوں کے لئے جائز نہیں، مگر (چاندی کی) مردانہ ہیئت کی انگوٹھی پہننا جائز ہے"۔ (مجمع الانہر، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس، جلد4، صفحہ196، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: "مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ544، رضا فاونڈیشن، لاہور)

مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں کے متعلق بخاری شریف میں ہے: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، جلد2، صفحہ874، مطبوعہ کراچی)

اس حدیثِ پاک کے تحت شرح صحیح بخاری لابن بطال میں ہے: ”لا یجوز للرجال التشبہ بالنساء فی اللباس والزینۃ التی ھی للنساء خاصۃ، ولا یجوز للنساء التشبہ بالرجال فیما کان ذلک للرجال خاصۃ“ ترجمہ: مردوں کو عورتوں کے ساتھ انکے لباس اور ان کی خاص زینت میں مشابہت اختیار کرنا، جائز نہیں، اسی طرح عورتوں کو مردوں کی خاص زینت میں ان کی مشابہت اختیار کرنا، جائز نہیں۔ (شرح صحیح بخاری لابن بطال، جلد9، صفحہ 140، مطبوعہ ریاض)

سنن ابوداؤد میں حضرت سیدنا ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: ”قیل لعائشۃ رضي اللہ عنھا: إن امرأۃ تلبس النعل، فقالت: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجلۃ من النساء“ ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانہ جوتا پہننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، جلد4، صفحہ 105، دار الکتاب العربی، بیروت)

اس حدیث میں لفظ الرجلۃ کے تحت فیض القدیر میں یہ ہے: ”تتشبہ بالرجال في زیھم او مشیھم او رفع صوتھم او غیر ذلک“ ترجمہ: جو عورت مردوں سے ان کی وضع، چلنے، آواز بلند کرنے وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے۔ (فیض القدیر، حرف اللام، جلد5، صفحہ 343، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت وبدن میں۔ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ664، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

ایک اور مقام پر مردوں عورتوں کا ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے پر وعیدات اور مختلف مسائل ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: ”چاندی کی مردانی انگوٹھی عورت کو نہ چاہئے اور پہنے، تو زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔ شیخِ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: ”زنان را تشبّہ برجال مکروہ است تا آنکہ انگشتری نقرہ زنان را مکروہ است واگر بکنند باید کہ رنگ کنند بزعفران ومانند آں“ عورتوں کو مردوں سے مشابہت اختیار کرنی مکروہ ہے اور اس کا لحاظ اس حد تک ہے کہ عورتوں کو چاندی کی انگوٹھی پہننی مکروہ ہے، اگر کبھی اتفاقاً پہننی پڑے، تو اسے زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔“

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا مردانہ لباس، سویٹر پہننا کیسا؟

مجیب: ابوحذیفہ محمد شفیق عطاری

مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 88

تاریخ اجراء: 14ربیع الآخر1439ھ/02جنوری2018ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ گھر میں عام طور پر خواتین سردی کے وقت جو بھی سویٹر ہاتھ میں آئے پہن لیتی ہیں اور عموماً مردوں کے ہی سویٹر میسر آتے ہیں، تو کیا عورتوں کو ایسے سویٹر پہننا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو مردانہ لباس یا جوتے پہننا ناجائز وگناہ ہے، کیونکہ اسے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے اور ایسی عورتوں پر لعنت ہوتی ہے، لہٰذا مردانہ سویٹر پہننا بھی جائز نہیں ہے، اگرچہ گھر کی چار دیواری میں ہی پہنتی ہو۔

سنن ابوداؤد میں ہے: ”عن ابن أبي مليكة قال قيل لعائشة رضي الله عنها إن امرأة تلبس النعل فقالت لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجلة من النساء“ ترجمہ: ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانہ جوتا پہننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، جلد4، صفحہ105، دارالکتاب العربی، بیروت)

اس میں لفظ الرجلة کی تشریح کو فیض القدیر میں یوں بیان کیا گیا ہے: ”تتشبه بالرجال في زيهم أو مشيهم أو رفع صوتهم أو غير ذلك“ ترجمہ: جو عورت مردوں سے ان کی وضع، چلنے، آواز بلند کرنے وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے۔ (فیض القدیر، حرف اللام، جلد5، صفحہ343، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت وبدن میں۔'' (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ664، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: ''ایڑی والی جوتی یعنی مثل جوتی مردوں کے عورت پہن لے تو درست ہے یا نہیں؟ مردانی جوتی عورت نمازی کے واسطے پاؤں کو ناپاکی سے بچانے کے لیے بہت خوب ہے۔ خیر جیسا شریعت میں حکم ہو۔''

آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''ناجائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء'' رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما۔ (ترجمہ:) اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔ اسے ائمہ کرام مثلاً: امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''لعن اللہ الرجل یلبس لبسۃ المراۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل'' رواہ ابوداؤد والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ بسند صحیح۔ (ترجمہ:) اللہ تعالیٰ اس مرد پر لعنت کرے جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت کرے جو مرد جیسا لباس پہنے۔ ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔'' (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ173، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا کندھے سے اوپر تک بال کٹوانے اور اس کی اجرت کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 32

تاریخ اجراء: 20 صفر المظفر 1436ھ 23 دسمبر 2014ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

1۔ عورتوں کا بال کندھوں سے اوپر تک کٹوانا کہ مردوں سے مشابہ ہو جائیں، شرعاً کیسا ہے؟

2۔ کسی عورت کا اس طرح بال کاٹنے کی اجرت لینا (کہ عورت کے بالوں کی مردوں سے مشابہت ہو جائے) شرعاً کیسا؟ جیسا کہ آج کل بیوٹی پارلر میں ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

1۔ عورتوں کا سر کے بال اس طرح کٹوانا کہ مردوں سے مشابہت ہو، ناجائز و حرام ہے۔

عورتوں کا مردوں سے یا مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے اور حدیث مبارک میں ایسوں پر لعنت کی گئی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے: ”لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال“ ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ (صحیح بخاری، جلد2، ص874، مطبوعہ کراچی)

در مختار میں ہے: ”قطعت شعر راسھا اثمت ولعنت، زاد فی البزازیۃ ولو باذن الزوج لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی الموثر التشبہ بالرجال“

ترجمہ: عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار ہوئی اور اس پر لعنت ہے۔ بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے بال کاٹے (پھر بھی ناجائز ہے) اس لیے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی اطاعت نہیں اسی لیے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور عورتوں کے لیے بال کاٹنے کے حرام ہونے کی علت مردوں کی وضع بنانی ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، جلد9، ص671، مطبوعہ پشاور)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں ”ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اسے لعنت کی خبر دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا ،ارشاد فرمایا ”اللہ کی لعنت ان عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں“ حالانکہ جوتا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے اور کمان جزو لباس بھی نہیں ایک خارج شے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہو گی۔“ (فتاوی رضویہ، جلد6، ص610,611، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

2۔ عورت کے سر کے بال اس طرح کاٹنے کی اجرت لینا بھی ناجائز ہے کہ فعل حرام کی اجرت بھی حرام ہوتی ہے، چنانچہ بحر الرائق میں ہے: ”ولا یجوز علی الغناء والنوح والملاھی “ ترجمہ: گانے باجے، نوحہ کرنے اور لہو ولعب پر اجارہ جائز نہیں۔ (البحر الرائق، جلد8، ص35، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اصل مزدوری اگر کسی فعل ناجائز پر ہو، تو سب کے یہاں ناجائز اور جائز پر ہو تو سب کے یہاں جائز۔“ (فتاوی رضویہ، جلد23، ص507، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”گناہ کے کام پر اجارہ ناجائز ہے مثلاً نوحہ کرنے والی کو اجرت پر رکھا کہ وہ نوحہ کرے گی جس کی یہ مزدوری دی جائے گی، گانے بجانے کے لیے اجیر کیا کہ وہ اتنی دیر تک گائے گا اور اس کی یہ اجرت دی جائے گی، ملاہی یعنی لہو ولعب پر اجارہ بھی ناجائز ہے۔ گانا یا باجا سکھانے کے لیے نوکر رکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے ان صورتوں میں اجرت لینا بھی حرام ہے۔“ (بہار شریعت، جلد3، ص144، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کہاں تک زینت اختیار کرسکتی ہے؟

مجیب: ابواحمد محمد انس رضا عطاری مدنی
مصدق: مفتی محمد ہاشم خان عطاری
فتوی نمبر: 76
تاریخ اجراء: 24رمضان المبارک1433ھ13اگست2012ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1)عورت صرف اور صرف اپنے شوہر کے لئے زینت اختیار کرتے ہوئے کبھی کندھوں سے نیچے اور کبھی کندھوں سے اوپر بال کٹواتی ہے، یہ جائز ہے یاناجائز ہے؟

(2)عورت کااپنے شوہر کے لئے کہاں تک میک اپ کرنے کی اجازت ہے؟

(3)غیر شادی شدہ نوجوان عورت کو کہاں تک زینت کی اجازت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1)کندھوں سے اوپر بال کٹوانا ناجائز وحرام ہے کہ یہ مردوں سے مشابہت ہے۔ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ”عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبہ ہے۔ درمختار میں ہے: "قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت والمعنى المؤثر التشبه بالرجال "کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو وہ گنہگار ہوئی۔ نیز اللہ تعالٰی کی اس پر لعنت برسی اور اس میں جو علت مؤثرہ ہے وہ مردوں سے "تشبہ" ہے۔“(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ543، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اگر شوہر اس پر راضی ہو تو وہ بھی گنہگار ہے۔ درمختار میں ہے "فيه (اى المجتبى) قطعت شعر راسها اثمت ولعنت فى البزازية ولو باذن الزوج لانه لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته والمعنى الموثر التشبه بالرجال "یعنی مجتبٰی شرح قدوری میں ہے عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار وملعونہ ہو جائے گی۔ بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے، اس لئے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ اسی لئے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور علت گناہ مردوں کی وضع بنانی ہے۔ (یعنی عورت کو موئے سر تراشنے کی

حرمت میں یہ علت ہے کہ یہ مردانی وضع ہے جس طرح مرد کو ریش تراشنی حرام ہونے کی علت کہ عورتوں سے تشبہ ہے اور وہ دونوں ناجائز ہیں۔)(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، جلد6، صفحہ407، دارالفکر، بیروت)

امام احمد و دارمی و امام بخاری و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجۃ و طبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت کرتے ہیں "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبہین من الرجال بالنساء، والمتشبہات من النساء بالرجال "ترجمہ: لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی۔(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء۔۔الخ، جلد7، صفحہ159، دارطوق النجاۃ، مصر)

(2) عورت کا اپنے شوہر کے لئے زینت کرنا جبکہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حلال اشیاء سے کرے، جائز و مستحب ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "کہ عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعث اجر عظیم اور اس کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے۔ بعض صالحات کہ خود اور ان کے شوہر دونوں صاحب اولیاء کرام سے تھے ہر شب بعد نماز عشا پورا سنگار کر کے دلھن بن کر اپنے شوہر کے پاس آتیں اگر انھیں اپنی طرف حاجت پاتیں حاضر رہتیں ورنہ زیور و لباس اتار کر مصلی بچھاتیں اور نماز میں مشغول ہو جاتیں اور دلھن کو سجانا تو سنت قدیمہ اور بہت احادیث سے ثابت ہے۔"(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ126، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

(3) کنواری لڑکی بھی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حلال اشیاء سے میک اپ وغیرہ کر سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور و لباس سے آراستہ رکھنا کہ انکی منگنیاں آتی ہیں، یہ بھی سنت ہے ۔۔۔بلکہ عورت کا باوصفِ قدرت بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ مردوں سے تشبہ ہے۔۔۔ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورت کو بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں اور فرماتیں: کچھ نہ پائے تو ایک ڈورا ہی گلے میں باندھ لے۔ "(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ126 تا128، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

یاد رہے کہ عورتوں کا بھنویں تراشوانا جائز نہیں ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کے لیے سونے کے تار سے بنا لباس پہننے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13260

تاریخ اجراء: 19 رجب المرجب 1445ھ/31 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جس کپڑے پر سونے کے تار کا کام ہوا ہو، وہ کپڑا عورت کے لئے پہننا جائز ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کپڑے پر سونے کا کام زیور میں داخل ہے اور عورت کے لئے سونا و چاندی بطورِ زیور استعمال کرنا مطلقاً جائز ہے، لہٰذا جس کپڑے پر سونے کے تار کا کام ہوا ہو، تو اس کپڑے کا استعمال عورت کے لئے بلاشبہ جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے: ”أن الحلي كما في القاموس ما يتزين به، ولا شك أن الثوب المنسوج بالذهب حلي “یعنی زیور وہ ہے جس سے زیب و زینت کی جائے جیسا کہ قاموس میں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سونے کے تاروں سے بُنا گیا کپڑا زیور ہی ہے۔ (ردالمحتار، جلد9، صفحہ582، مطبوعہ: بیروت)

حاشیۃ طحطاوی میں ھندیہ جبکہ ردالمحتار میں قنیہ سے ہے: ”لا بأس بالعلم المنسوج بالذهب للنساء فأما للرجال فقدر أربع أصابع وما فوقه يكره “یعنی اگر سونے کے تاروں سے کپڑے پر نقش و نگار بنائے جائیں تو عورتوں کے لئے اس کے استعمال کرنے میں کچھ حرج نہیں لیکن مردوں کے استعمال کے لئے (شرط یہ ہے کہ) اس کی مقدار چار انگل ہو اور اس سے زائد مکروہ ہے۔ (ردالمحتار، جلد9، صفحہ582، مطبوعہ: بیروت)

امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”سونے چاندی خواہ کلابتوں کے بٹن یا آنچل پلوؤں پر رو پہلے سنہرے کلابتوں یا کامدانی کا کام حلی سے مشابہ نہیں بلکہ خود حلی ہیں“ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ122-123، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”عورتوں کے لئے ریشم اور سونا، چاندی پہننا جائز ہے، ان کے لئے چار انگل کی تخصیص نہیں۔ اسی طرح عورتوں کے لئے گوٹے لچکے اگرچہ کتنے ہی چوڑے ہوں، جائز ہیں اور مغرق اور غیر مغرق کا فرق بھی مردوں ہی کے لئے ہے، عورتوں کے لئے مطلقاً جائز ہے“ (بہارِ شریعت، جلد3، صفحہ412۔413، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کان چھیدنے کی رسم کہاں سے چلی ہے؟

فتوی نمبر: WAT-802

تاریخ اجراء: 12شوال المکرم1443ھ/14مئی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کان چھیدنے کی اصل کیا ہے، یہ رسم کہاں سے چلی ہے؟؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایک بار حضرت سارہ و حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ چپقلش ہو گئی اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے یہ قسم کھائی کہ اگر مجھے قابو ملا، تو میں ہاجرہ (رضی اللہ عنہا) کا کوئی عضو کاٹوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس بھیجا کہ ان میں صلح کروادیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے درمیان صلح کروادی، تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ماحیلۃ یمینی؟ یعنی میری قسم کا کیا حیلہ ہو گا؟ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر وحی ہوئی کہ سارہ (رضی اللہ عنہا) کو حکم دیں کہ وہ ہاجرہ (رضی اللہ عنہا) کے کان چھید دیں، ان کی قسم پوری ہو جائے گی۔ اسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدنے کا رواج ہے۔ چنانچہ غمز عیون البصائر میں ہے "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه قال وقعت وحشة بين هاجر وسارة فحلفت سارة إن ظفرت بها قطعت عضوا منها فأرسل الله تعالى جبرائيل عليه السلام إلى إبراهيم عليه السلام أن يصلح بينهما فقالت سارة ما حيلة يميني فأوحى الله تعالى إلى إبراهيم عليه السلام أن يأمر سارة أن تثقب أذني هاجر فمن ثم ثقوب الآذان كذا في التتارخانية"

(غمز عیون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، ج4، ص220، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

کیا عورت مرد کی چپل پہننے سے گناہ گار ہوگی؟

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-569

تاریخ اجراء: 10ربیع الاول1444ھ/07اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی عورت مرد کی چپل پہنے تو کیا اس میں گناہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لئے مردانہ جوتا جو مردوں کے لئے ہی مخصوص ہو، پہننا یونہی مردوں کے لئے زنانہ جوتا جو عورتوں کے لئے مخصوص ہو، پہننا جائز نہیں ہے، احادیث مبارکہ میں اس طرح کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ فتاوی رضویہ میں امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ایڑی والی جوتی یعنی مثل جوتی مردوں کے عورت پہن لے تو درست ہے یا نہیں؟ باسند بحوالہ کتاب ارشاد فرمائیں۔

اس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ناجائز (ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لعن اللہ المتشبہات من النساء بالرجال والمتشبہین من الرجال بالنساء، رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبہ کریں۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔)۔۔۔ بلکہ بحمد اللہ تعالٰی خاص اس جزئیہ میں حدیث حسن وارد، سنن ابوداؤد میں ہے: قیل لعائشۃ ان امرأۃ تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والرجلۃ من النساء۔ یعنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی مردانی عورتوں پر۔ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ173، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی عورَتوں کو مردانہ جوتا نہیں پہننا چاہیے بلکہ وہ تمام باتیں جن میں مردوں اور عورتوں کا امتیاز ہوتا ہے ان میں ہر ایک کو دوسرے کی وَضع اختیار کرنے (یعنی نقالی کرنے) سے مُمانَعَت ہے، نہ مرد عورت کی وَضع (طرز) اختیار کرے، نہ عورت مرد کی۔ (بہارِ شریعت، حصّہ 16، صفحہ 65، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا کریم وغیرہ کے ذریعے رنگ گورا کرنا یا میک اپ کے ذریعے اصل چہرہ بدل دینا مثلہ ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 25

تاریخ اجراء: 29ذوالحجۃالحرام1442ھ09اگست2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

(1)عورت کا چہرے پر بہت زیادہ میک اپ کرنا کیسا کہ جس سے اصلی چہرہ ہی تبدیل ہو جائے، کیا یہ مُثلہ ہے؟

(2)رنگ گورا کرنے کے لئے عورت کا چہرے وغیرہ پر کوئی دوا یا کریم استعمال کرنا کیسا، کیا یہ بھی مُثلہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1)عورت کا پاک چیزوں سے میک اپ کرنا فی نفسہ تو شرعاً جائز ہے، کہ یہ زینت کا ایک ذریعہ ہے اور عورت کا شریعت کے دائرے میں رہ کر زینت حاصل کرنا، جائز ہے، بلکہ بعض صورتوں میں ثواب ہے، جیسے اگر بیوی شوہر کے لئے میک اپ وغیرہ کرے، تو مستحب اور باعثِ ثواب ہے۔ عورت کو زینت اختیار کرنے، بالخصوص شوہر کے لئے سجنے، سنورنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ یونہی شادی کے موقع پر دلہن کو سجانا بھی سنت قدیمہ اور متعدد روایات سے ثابت ہے۔ لہذا عورت کسی بھی جائز ذریعہ سے زینت حاصل کرنا چاہے، تو کر سکتی ہے۔

اور جہاں تک میک اپ سے اصل چہرہ تبدیل ہو جانے کا معاملہ ہے، تو اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر میک اپ کی وجہ سے اصل چہرہ تو تبدیل ہو جائے، لیکن وہ "Beauty makeup" یعنی ایسا میک اپ ہو کہ جس کی وجہ سے چہرہ خوبصورت دکھائی دے اور عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے، تو یہ بھی ناجائز و گناہ نہیں اور اسے مُثلہ بھی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ مُثلہ بدن میں تبدیلی کر کے اسے کاٹنے، بگاڑنے یا بدنُما کر دینے کو کہتے ہیں، خواہ وہ اعضاء کاٹ کر ہو یا چہرہ پر سیاہی یا کوئی اور چیز مل کر ہو اور یہ حرام و گناہ اور شیطانی کام ہے، جبکہ "Beauty makeup" کی وجہ سے چہرے میں بگاڑ اور بدنمائی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ چہرہ خوبصورت دکھائی دیتا ہے، لہذا یہ مثلہ نہیں۔

البتہ اگر عورت اس طرح میک اپ کرتی ہے کہ جس کی وجہ سے چہرہ واقعی بگڑا ہوا اور بد نُما دکھائی دے جیسے Halloween اور Scary makeup،Fx makeup، Zombie makeup،Horror makeup" makeup" وغیرہ میں ہوتا ہے کہ اس میں دوسروں کی خاص توجہ حاصل کرنے کے لئے عجیب وغریب انداز سے میک اَپ کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے چہرہ واقعی بگڑا ہوا، بد نما اور ڈراؤنا سا دکھائی دیتا ہے، تو ایسا میک اپ کرنا ضرور حرام وگناہ اور مثلہ میں داخل ہے۔

(2) رنگ گورا کرنے کے لئے عورت کا چہرے وغیرہ پر دوا یا کریم استعمال کرنا شرعاً جائز ہے، جبکہ ان میں کسی ناپاک چیز کی آمیزش نہ ہو، کیونکہ یہ بھی زینت کا ایک ذریعہ ہے اور عورت کسی بھی جائز ذریعہ سے زینت حاصل کر سکتی ہے۔ نیز دوا یا کریم سے رنگ گورا کرنا مُثلہ میں داخل نہیں، کیونکہ اوپر بیان ہو چکا کہ مُثلہ بدن میں تبدیلی کر کے اسے کاٹنے، بگاڑنے یا بد نُما کر دینے کو کہتے ہیں، جبکہ رنگ گورا کرنے والی دوا یا کریم استعمال کرنے کے بعد چہرے میں بگاڑ اور بد نمائی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ چہرے میں نکھار اور خوبصورتی نظر آتی ہے، لہذا یہ مثلہ نہیں۔

دونوں جوابات کے جزئیات درج ذیل ہیں:

زینت جائز ہونے کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ۔۔۔الخ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ: کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت، جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی؟ (پارہ8، سورۃ الاعراف، آیت32)

اس آیت کے تحت تفسیرِ صراط الجنان میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حوالہ سے ہے: "آیت میں لفظِ "زینت" زینت کی تمام اقسام کو شامل ہے، اسی میں لباس اور سونا چاندی بھی داخل ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو شریعت حرام نہ کرے، وہ حلال ہے۔ حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، جبکہ حلت کے لئے کوئی دلیل خاص ضروری نہیں۔" (تفسیرِ صراط الجنان، تحت ھذہ الآیۃ، ج3، ص303، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

حدیثِ پاک میں عورت کو مہندی لگانے کی تاکید ہے اور یہ بھی زینت ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی، وہ فرماتی ہیں: "ان ھندا ابنة عتبة قالت: یا نبی اللہ! بایعني، قال: لا ابایعك حتی تغیّري کفیك کانھما کفا سبع" ترجمہ: بیشک ہندہ بنتِ عتبہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بیعت کر لیجئے۔ ارشاد فرمایا: میں تجھے بیعت نہیں کروں گا یہاں تک کہ تو اپنی ہتھیلیاں (مہندی

کے رنگ سے) تبدیل نہ کرلے، (مہندی کے بغیر تو) گویا یہ کسی درندے کی ہتھیلیاں ہیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی الخضاب للنساء، ج2، ص220، مطبوعہ لاھور)

جو عورت شوہر کو خوش کرنے کے لئے بناؤ سنگار کرے، وہ بہترین عورت ہے۔ چنانچہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، وہ فرماتے ہیں: ''قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایّ النساء خیر؟ قال: التی تسرّہ اذا نظر۔۔الخ'' ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ کہ جب شوہر اسے دیکھے تو وہ شوہر کو (اپنے اخلاق و محبت اور بناؤ سنگار وغیرہ سے) خوش کردے۔ (سننِ نسائی، کتاب النکاح، باب ای النساء خیر، ج2، ص71، مطبوعہ لاھور)

شادی کے موقع پر دلہن کو سجانا کئی احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی، وہ فرماتی ہیں: ''انا قینت عائشۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ادخلتھا علیہ'' ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی رخصتی کے وقت ان کا بناؤ سنگار کیا، یہاں تک کہ میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج23، ص126، مطبوعہ قاھرہ)

اسی طرح حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا خود اپنی رخصتی کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں: ''لما قدمنا المدینۃ جاءني نسوۃ وانا العب علی ارجوحۃ وانا مجمۃ فذھبن بي، فھیانني وصنعنني، ثم اتین بي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔الخ'' ترجمہ: جب ہم مدینہ منورہ آئے، تو میرے پاس چند عورتیں آئیں، اس وقت میں جھولا جھول رہی تھی اور میرے بال بہت گھنے تھے، وہ مجھے لے گئیں، مجھے بنایا سنوارا اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الارجوحۃ، ج2، ص333، مطبوعہ لاھور)

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز ہے۔۔ بلکہ عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعث اجر عظیم اور اس کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے۔۔ اور دلھن کو سجانا تو سنت قدیمہ اور بہت احادیث سے ثابت ہے، بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور و لباس سے آراستہ رکھنا، کہ انکی منگنیاں آئیں، یہ بھی سنت ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج22، ص126، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

عورت کا رنگ گورا کرنے کے لئے کوئی دوا یا کریم استعمال کرنا، جائز ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے چہرے کے نکھار میں اضافہ کرنے کے لئے ''ایلوا'' نامی چیز استعمال کرتی تھیں۔ ''ایلوا'' ایک کڑوے درخت کا جما ہوا رس ہوتا ہے، جو چہرے پر لگانے سے اسے نکھارتا اور خوبصورت بنا دیتا ہے۔ زینت کے لئے عورتوں میں

اس کا استعمال معروف تھا، اسی لئے حدیث میں وفات کی عدت گزارنے والی ایک خاتون کو چہرے پر "ایلوا" لگانے کی ممانعت کا حکم بتایا گیا، البتہ ضرورت کے تحت اسے بھی رات کو لگانے کی اجازت دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عدت والی شرعی رکاوٹ نہ ہو، تو خواتین کو زینت حاصل کرنے کے لئے ایلوا یا اس کے علاوہ کوئی اور دوا یا کریم کے استعمال کی اجازت ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "دخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی ابو سلمة وقد جعلت علی عینی صبرا، فقال: ماهذا یا ام سلمة؟ فقلت: انما هو صبر یا رسول اللہ! لیس فیه طیب، قال: انه یشب الوجه فلا تجعلیه الا باللیل وتنزعینه بالنهار" ترجمہ: جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کا انتقال ہو چکا تھا (اور میں ان کی عدت میں تھی) تو میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے اور میں نے اپنے چہرے پر ایلوا لگا رکھا تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ایلوا ہے، جس میں خوشبو نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چہرے کو نکھارتا ہے، پس اسے نہ لگاؤ، مگر (ضرورتاً لگانا پڑے) تو رات کو لگاؤ اور دن کو اتار لو۔ (سنن ابی داؤد، ج2، ص292، الرقم 2305، مطبوعہ بیروت)

اس حدیثِ پاک کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "قال: ماهذا ای: التلطخ؟ وانت في العدة یا ام سلمة! قلت: انما هو صبر لیس فیه طیب ای: عطر، فقال: انه۔۔ یشب ای: یوقد الوجه ویزید في لون و علل المنع به، لان فیه تزیینا للوجه وتحسینا له" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لیپ کس چیز کا ہے؟ حالانکہ تو عدت میں ہے اے امِ سلمہ! میں نے کہا: یہ ایلوا ہے، اس میں خوشبو نہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چہرے کو نکھارتا ہے اور چہرے کی رنگت میں اضافہ کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی وجہ یہی بیان فرمائی، کیونکہ اس میں چہرے کو زینت دینا اور اسے خوبصورت بنانا ہے (حالانکہ معتدہ کو ان چیزوں کی ممانعت ہے)۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب العدۃ، ج6، ص458 تا 459، مطبوعہ کوئٹہ)

چہرے پر مختلف دوائیوں کا استعمال کرنے کے بارے میں عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: "ولا یمنع من الادویة التي تزیل الکلف وتحسن الوجه" ترجمہ: اور ان دوائیوں کا استعمال منع نہیں، جو جھائیاں (چہرے کے سیاہ داغ) ختم کرتی ہیں اور چہرے کو خوبصورت بناتی ہیں۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، کتاب فضائل القران، ج14، ص179، مطبوعہ ملتان)

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دلہا، دلہن کے جسم پر اُبٹن (ایک خوشبودار مسالہ جس سے جسم صاف، خوشبودار اور ملائم ہو جاتا ہے) ملنے کے بارے میں سوال ہوا، تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''اُبٹن ملنا جائز ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج22، ص245، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مثلہ اللہ پاک کی پیدا کی ہوئی چیز میں خلاف شرع تبدیلی کرنا ہے، جو حرام و گناہ اور شیطانی کام ہے۔ اس بارے میں قرآن پاک میں ہے: ﴿وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: (شیطان نے کہا) قسم ہے میں ضرور بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے **اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔** (پ5، س النساء، آیت 119)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ مثلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''وقال ابن الانباری رحمه الله:۔ وهو تغيير تبقى الصورة معه قبيحة وهو من قولهم ''مثّل فلان بفلان'' اذا قبح صورته اما بقطع اذنه او انفه او سمل عينيه او بقر بطنه، فهذا هو الاصل'' ترجمہ: اور ابنِ انباری رحمہ اللہ نے فرمایا:۔ وہ (یعنی مثلہ) اللہ پاک کی بنائی ہوئی چیز میں ایسی تبدیلی ہے جس کے ساتھ صورت بد نما ہو جائے اور یہ اہلِ عرب کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ فلاں نے فلاں کا مثلہ کر دیا (یہ اس وقت بولا جاتا ہے) جب وہ کان یا ناک کاٹنے یا آنکھیں پھوڑنے یا پیٹ پھاڑنے کے سبب اس کی صورت کو بد نما کر دے۔ پس مثلہ کی یہی اصل ہے۔ (تفسیرِ کبیر، ج19، ص11، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

اسی بارے میں البنایہ شرح ہدایہ میں ہے: ''والمثلة بضم الميم ما يتمثل منه في تبديل خلقه وبتغير هيئته سواء كان بقطع عضو او تسويد وجه وتغيره، هكذا فسره الاكمل اخذه من الدراية وقال تاج الشريعة: المثلة ما يتمثل فيه في القبح، قال الاترازي نحوه وزاد: واصلها قطع الاعضاء ويريد الوجه، قلت: المثلة: اسم لمصدر المثل بفتح الميم وسكون الثاء، يقال مثلت بالحيوان امثل مثلاً: اذا قطعت اطرافه وشوهت به ومثلت بالعبد اذا جدعت انفه او اذنه او مذاكيره او شيئاً من اطرافه'' ترجمہ: اور مُثلہ میم کے ضمہ (پیش) کے ساتھ ہے، جو کسی کی فطرت کو تبدیل کرنے اور اس کی ہیئت کو بدلنے کی صورت میں کیا جاتا ہے، اب برابر ہے کہ یہ کسی عضو کو کاٹنے کے سبب ہو یا چہرے کو سیاہ اور اسے تبدیل کرنے کے سبب ہو۔ ایسے ہی اکمل نے درایہ سے نقل کرتے ہوئے تفسیر بیان کی ہے اور تاج الشریعہ نے فرمایا: مثلہ وہ ہے جو بد نمائی کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ اترازی نے اسی کی مثل بیان کیا ہے اور یہ الفاظ زیادہ کیے کہ مثلہ کی اصل اعضاء کاٹنا

ہے اور وہ اس سے مراد چہرہ لیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مثلہ مثل مصدر (جو میم کے فتحہ یعنی زبر اور ثاء کے سکون کے ساتھ ہے، اس) کا اسم ہے، کہا جاتا ہے کہ میں نے حیوان کا مثلہ کیا (یہ اس وقت بولا جاتا ہے) جب اس کے اعضاء کاٹ دیے جائیں اور اسے بد شکل بنا دیا جائے اور (کہا جاتا ہے کہ) میں نے غلام کا مثلہ کیا جب اس کی ناک یا کان یا شرمگاہ یا دیگر اعضا میں سے کوئی چیز کاٹ دی جائے۔ (البنایہ شرح ھدایہ، ج1، ص527، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”منہ کیچڑ سے سانا صورت بگاڑنا ہے اور صورت بگاڑنا مُثلہ اور مُثلہ حرام ہے، یہاں تک کہ جہاد میں حربی کافروں کو بھی مُثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا، جن کے قتل کا حکم فرمایا، اُن کے بھی مثلہ کی اجازت نہیں دی۔ افسوس اُن مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ تھوپتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اس کے منہ پر سیاہی لگاتے ہیں، یہ سب حرام ہے اور اس سے پرہیز فرض۔“ (فتاوی رضویہ، ج3 ص667، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مرد وعورت کے لیے بریسلٹ پہننا کیسا؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 42

تاریخ اجراء: 18ذوالحجہ الحرام1442ھ29جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ مرد وعورت کے لئے کلائی پر بریسلٹ پہننا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بریسلٹ(breslet)کلائی پر پہننے والے زیور کو کہتے ہیں۔مارکیٹ میں مرد وعورت ہر دو کے لئے سونے، چاندی اور دیگر دھاتوں مثلاً لوہے، تانبے، پیتل وغیرہ کے بریسلٹ ملتے ہیں، یونہی دھات کے علاوہ چمڑے، ریگزین، ربڑ اور ڈوریوں پر مشتمل مختلف چیزیں بھی دستیاب ہیں۔چمڑے اور ریگزین وغیرہ سے بنے پٹوں کو بھی بریسلٹ کہا جاتا ہے، البتہ جو ربڑ اور ڈوریوں سے بنے ہوتے ہیں، انہیں کبھی بریسلٹ کہتے ہیں اور کبھی بینڈ(band)، جیسے رِسٹ بینڈ (wrist band)، فرینڈ شپ بینڈ(friendship band)وغیرہ۔

اب پوچھی گئی صورت کا جواب یہ ہے کہ عورت کے لئے کسی بھی دھات(مثلاً سونا، چاندی، لوہے، پیتل وغیرہ) یا دھات کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً چمڑے، ریگزین، ڈوریوں اور ربڑ وغیرہ کے زنانہ بریسلٹ یا بینڈ پہننا جائز ہے، لیکن ایسے ڈیزائن کے بریسلٹ یا بینڈ جنہیں مرد ہی استعمال کرتے ہیں، عورتیں نہیں پہنتیں، عورت کا انہیں پہننا مردوں سے مشابہت کی وجہ سے ناجائز ہوگا یا کسی ایسی قسم کے بریسلٹ جو فاسقہ فاجرہ عورتوں کی پہچان ہوں، انہیں پہننا بھی ناجائز ہے۔

رہا مردوں کا معاملہ، تو مردوں کے لئے کسی بھی دھات کا بریسلٹ یا دھات کے علاوہ کسی بھی چیز سے بنا ہوا زنانہ بینڈ پہننا، ناجائز وحرام اور گناہ ہے، البتہ دھات کے علاوہ کسی چیز کا مردانہ بینڈ پہننا فی نفسہ تو جائز ہے، لیکن اس میں بھی یہ خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ اگر ان میں سے کسی بریسلٹ یا بینڈ پہننے کی وجہ سے فساق کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہو، تو اس کا پہننا منع ہو جائے گا۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الحریر والذھب حرام علی ذکور امتی وحل لاناثھم ''ترجمہ: ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور ان کی عورت کے لئے حلال ہیں ۔(مسند امام احمد بن حنبل، جلد 32، صفحہ 276، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

عورت کے لئے ریشم، سونے اور چاندی کے زیورات پہننے کے متعلق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: ''واما النساء فیباح لھن لبس الحریر وجمیع انواعہ وخواتیم الذھب وسائر الحلی منہ ومن الفضۃ ''ترجمہ: بہر حال عورتوں کے لئے ہر قسم کا ریشم، سونے کی انگوٹھیاں، اور سونے اور چاندی کے تمام زیورات پہننا مباح ہے۔(شرح النووی علی مسلم، جلد 14، صفحہ 32، مطبوعہ بیروت)

عورتوں کے لئے سونے، چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے زیورات پہننے پر فی زمانہ جید علماء نے عموم بلویٰ کی وجہ سے جواز کا فتوی دیا ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: '' جاء الی النبي صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ خاتم من شبہ، فقال لہ: مالي اجد منك ریح الاصنام، فطرحہ، ثم جاء وعلیہ خاتم من حدید، فقال: مالي اری علیك حلیۃ اھل النار، فطرحہ، فقال: یا رسول اللہ، من اي شي ء اتخذہ؟ قال: اتخذہ من ورق، ولا تتمہ مثقالا ''ترجمہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: 'کیا بات ہے کہ تم سے بتوں کی بو آتی ہے؟ انھوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے، فرمایا: کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ اسے بھی پھینکا اور عرض کی: یا رسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو''۔(سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 228، مکتبہ لاھور)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے، سونے، چاندی، پیتل، لوہے کے چھلّے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے، پیتل، لوہے کی انگوٹھی، اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں، اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں''۔
(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 307، مطبوعہ، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے: ”مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے، صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے، جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے“۔(بہار شریعت، حصہ 16، صفحہ 426، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنے کے متعلق بخاری شریف میں ہے: ”لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے“۔(صحیح بخاری، کتاب اللباس، جلد 2، صفحہ 874، مطبوعہ کراچی)

اس حدیثِ مبارکہ کے تحت شرح صحیح بخاری لابن بطال میں ہے: ”لا یجوز للرجال التشبہ بالنساء فی اللباس والزینۃ التی ھی للنساء خاصۃ، ولا یجوز للنساء التشبہ بالرجال فیما کان ذلک للرجال خاصۃ“ ترجمہ: مردوں کو عورتوں کے ساتھ انکے لباس اور انکی خاص زینت میں مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں، اسی طرح عورتوں کو مردوں کی خاص زینت میں انکی مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں۔(شرح صحیح بخاری لابن بطال، جلد 9، صفحہ 140، مطبوعہ ریاض)

فساق کے ساتھ مشابہت کے متعلق صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کفار و فساق و فجار سے مشابہت بُری ہے اور اہل صلاح و تقویٰ کی مشابہت اچھی ہے، پھر اس تشبہ کے بھی درجات ہیں اور انہیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار و فساق سے تشبہ کا ادنیٰ مرتبہ کراہت ہے“۔(بہار شریعت، جلد 3، صفحہ 407، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی مباح کام کے متعلق فرماتے ہیں: ”مگر اس حالت میں کہ یہ کسی شہر میں آوارہ و فساق لوگوں کی وضع ہو، تو اس عارض کے سبب اس سے احتراز (کرنا) ہوگا“۔(فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 200، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

مرد وعورت کے لیے پلاٹینم کی انگوٹھی کا حکم

مجیب: ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 48

تاریخ اجراء: 15ذوالحجۃالحرام1439ھ/27اگست2018ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

(1)پلاٹینم کی انگوٹھی مرد کے لئے پہننا کیسا ہے؟

(2)یہی انگوٹھی عورت کے لئے پہننے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1)پلاٹینم چاندی جیسی ایک سفید، بھورے رنگ والی قیمتی دھات ہے۔

اردو لغت میں ہے ”پلاٹینم: چاندی جیسی سفید لیکن بھورے رنگ کی آمیزش لیے ایک بیش قیمت دھات۔“(اردو لغت، جلد4، صفحہ127، ترقی اردو بورڈ، کراچی)

علمی اردو لغت میں ہے ”پلاٹینم: ایک مشہور قیمتی دھات۔“(علمی اردو لغت، صفحہ371، علمی کتب خانہ)

فیروز اللغات میں ہے ”پلاٹینم: قیمتی دھات۔“(فیروز اللغات، صفحہ302، فیروز سنز، لاھور)

پریکٹیکل ڈکشنری میں پلاٹینم کا معنی ہے: “A valuable metalic element”

(Practical Dictionary,page 608, Kitabistan Publishers)

لہذا مردوں کے لئے پلاٹینم کی انگوٹھی پہننا ناجائز ہے کیونکہ چاندی(ایک انگوٹھی جس کا وزن ساڑھے چار ماشے سے کم ہو) کے علاوہ کسی بھی قسم کی دھات(پیتل، لوہا وغیرہ) مرد کے لیے حرام ہے اور پلاٹینم بھی دھات ہی ہے لہذا مرد کے لئے پہننا ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے: ”ولا یتختم) إلا بالفضة لحصول الاستغناء بها فیحرم (بغیرها کذهب وحدید وصفر) ورصاص وزجاج وغیرها“ ترجمہ: چاندی سے حاجت پوری ہو جانے کی وجہ سے انگوٹھی صرف چاندی کی ہی بنائی جاسکتی ہے لہذا اس کے علاوہ دیگر اشیا مثلاً سونا، لوہا پیتل، تانبا، جست وغیرہ کی انگوٹھی حرام ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے ”(قوله ولا یتختم إلا بالفضة) هذه عبارة الإمام محمد فی الجامع الصغیر۔۔۔(قوله فیحرم بغیرها إلخ) لما روی الطحاوی بإسناده إلی عمران بن حصین وأبی هریرة قال: نهی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم عن خاتم الذهب، وروی صاحب السنن بإسناده إلی عبد الله بن بریدة عن أبیه: أن رجلا جاء إلی النبی - صلی الله تعالی علیه وسلم - وعلیه خاتم من شبه فقال له: مالی أجد منک ریح الأصنام فطرحه ثم جاء وعلیه خاتم من حدید فقال: مالی أجد علیک حلیة أهل النار فطرحه فقال: یا رسول الله من أی شیء أتخذه؟ قال: اتخذه من ورق ولا تتمه مثقالا" فعلم أن التختم بالذهب والحدید والصفر حرام فألحق الیشب بذلک لأنه قد یتخذ منه الأصنام، فأشبه الشبه الذی هو منصوص معلوم بالنص إتقانی والشبه محرکا النحاس الأصفر قاموس“ ترجمہ: (مصنف کا قول: مرد صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے) یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی جامع الصغیر میں عبارت ہے (مصنف کا قول: اس کے علاوہ حرام ہے الخ) کیونکہ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا ہے اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے کہ تم سے بت کی بو آتی ہے؟ تو انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے، فرمایا: کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ تو اسے بھی پھینکا اور عرض کی، یا رسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو۔ الغرض اس سے معلوم ہو گیا کہ سونے، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی حرام ہے، لہٰذا یشب (ایک قیمتی پتھر ہے، یہ) بھی اسی کے ساتھ ملایا جائے گا، کیونکہ اس کے بُت بنائے جاتے ہیں، تو یہ اس پیتل کے مشابہ ہوگا، جس پر نص وارد ہے اور نص سے ثابت چیز یقینی ہوتی ہے۔ شبہ زرد تانبا ہے، القاموس

۔(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، جلد9، صفحہ 593-594، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے جب چھلے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ، کیا مرد چھلا پہن سکتا ہے؟ تو آپ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''**حرام ہے**: ''فقد قال صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فی الذھب والفضۃ انھما محرمان علی ذکور امتہ قلت ولا یجوز القیاس علی خاتم الفضۃ لأنہ لا یختص بالنساء بخلاف ما نحن فیہ فینھی عنہ علی تری الی ما فی ردالمحتار عن شرح النقایہ، انما یجوز التختم بالفضۃ لو ھیئۃ خاتم الرجال ام لو لہ فصان او اکثر حرام، ولان الخاتم یکون للتزین وللختم اما ھٰذا فلا شیء فیہ الا التزین ''یعنی سونے چاندی کے متعلق حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ دونوں میری امت کے مردوں کیلئے حرام ہیں۔'' میں کہتا ہوں: اس (چھلے) کو چاندی کی انگوٹھی پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے (کہ چاندی کی انگوٹھی جائز ہے تو چھلا بھی جائز ہونا چاہیے) کیونکہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں کے ساتھ مختص نہیں ہے بخلاف اس (چھلے) کے جس کی ہم بحث کر رہے ہیں بلکہ اس سے مردوں کو منع کیا جائے گا، کیا تم اس کی طرف نہیں دیکھتے جو فتاوی شامی میں شرح نقایہ کے حوالے سے ہے کہ: چاندی کی انگوٹھی پہننا اگر مردانہ ہئیت کے مطابق ہو تو جائز ہے لیکن اگر اس کے دو یا زیادہ نگینے ہوں تو حرام ہے، اور اس لئے کہ انگوٹھی زیب وزینت اور مہر کے لیے ہوا کرتی ہے لیکن چھلے میں زیب وزینت کے علاوہ کوئی مقصد باقی نہیں رہتا۔'' (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ 147، 148، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے... انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جا سکتی ہے دوسری دھات کی انگوٹھی پہننا حرام ہے مثلاً لوہا، پیتل، تانبا، جست وغیرہا ان دھاتوں کی انگوٹھیاں پہننا مرد۔۔۔ کے لئے ناجائز ہیں۔'' (بہار شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ426، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(2) پلاٹینم کی انگوٹھی عورت کے لئے پہننا جائز ہے کیونکہ فی زمانہ سونے، چاندی کے علاوہ دیگر دھاتیں، آرٹیفیشل جیولری کا استعمال عورت کے لیے جید مفتیان کرام نے عموم بلوی اور حرج کی وجہ سے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے لہذا یہ پہننا بھی جائز ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مردوں اور نابالغ لڑکوں کے لیے مہندی لگانے کا حکم

مجیب: عبدالرب شاکر عطاری مدنی

مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 38

تاریخ اجراء: 28 محرم الحرام 1436ھ 22 نومبر 2014ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ (1) مرد حضرات کا اپنے ہاتھ، پاؤں یا ناخنوں پر مہندی لگانا شرعا جائز ہے یا ناجائز؟ (2) اور نابالغ چھوٹے لڑکوں کے ہاتھ یا پاؤں پر مہندی لگانا شرعا جائز ہے یا ناجائز؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) مرد حضرات کا اپنے ہاتھ یا پاؤں یا ناخنوں پر مہندی لگانا ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ یہ عورتوں سے مشابہت ہے اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے: ”عن ابی هریره ان النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم اتی بمخنث قد خضب یدیه ورجلیه بالحناء فقال النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم مابال هذا فقیل یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم یتشبه بالنساء فامربه فنفی الی النقیع قالوا یارسول اللہ الا نقتله قال انی نهیت عن قتل المصلین“ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مخنث کو لایا گیا اس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی سے رنگا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا کیا حال ہے؟ عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یہ عورتوں سے تشبہ کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس کے بارے میں حکم کیا تو اس کو نقیع جلاوطن کر دیا گیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ ارشاد فرمایا مجھے نماز پڑھنے والوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الحکم فی المخنثین، ج2، ص332، مطبوعہ لاھور)

اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبّہ ہے۔“ (فتاوی رضویہ، ج24، ص542، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

(2) نابالغ بچوں کے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگانا ناجائز و گناہ ہے، لیکن اس کا گناہ بچے پر نہیں بلکہ لگانے والے پر ہو گا جیسا کہ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: ”ویکرہ للانسان أن یخضب یدیہ ورجلیہ وکذا الصبی الالحاجۃ“ ترجمہ: اور مرد کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگائے اور ایسے ہی بچے کو بھی مکروہ ہے مگر حاجت کی وجہ سے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج09، ص599، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”بچوں کے ہاتھ پاؤں میں بلا ضرورت مہندی لگانا ناجائز ہے۔ عورت خود اپنے ہاتھ پاؤں میں لگا سکتی ہے، مگر لڑکے کو لگائے گی تو گنہگار ہو گی۔“ (بہار شریعت، ج03، ص428، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DarulftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

نقلی ناخن لگانے کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: Fsd-8175

تاریخ اجراء: 24جمادی الآخر1444ھ/17جنوری2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نیلز میکنگ کروانا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نیلز میکنگ(Nails Making)یعنی خوبصورتی کے لیے عورتوں کا اپنے ناخنوں کی تراش خراش کروانا اور ان پر آرٹیفیشل یعنی مصنوعی ناخن لگوانا، فی نفسہ جائز ہے، جب کہ یہ ناخن انسان یا خنزیر کے کسی جز سے تیار کردہ نہ ہوں اور مصنوعی ناخن عام طور پر دو طرح لگائے جاتے ہیں:(1)اس انداز میں ناخن لگائے اور لگوائے جاتے ہیں کہ جب اتارنا چاہیں اتار سکتے ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ وضو و غسل کے لیے انہیں اتارنا ضروری ہے، کیونکہ ان کو اتارے بغیر پانی نیچے نہیں پہنچتا۔(2)مصنوعی ناخن، ڈاکٹر(Doctor)یا اسکن اسپیشلسٹ(Skin Specialist)سے اس طرح لگوائے جاتے ہیں کہ انہیں با آسانی خود نہیں اتارا جاسکتا، بلکہ یہ اصل ناخنوں کی طرح پیوست ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ایک وقت(Time Period)کے بعد خود ہی اترنا شروع ہو جاتے ہیں اور بعض صورتوں میں ڈاکٹر یا اسکن اسپیشلسٹ وغیرہ سے اتروانے پڑتے ہیں، ایسے ناخن لگوانے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ضرورت کی وجہ سے لگوائے جائیں، مثلاً کسی سبب سے ناخن ٹوٹ گیا یا ایسا خراب ہو گیا کہ جو ضرر کا باعث ہو، تو لگوانے کی اجازت ہے اور دوسری صورت یہ کہ بلا ضرورت محض خوبصورتی کے لیے لگوائے جائیں، تو اس صورت میں لگوانے کی اجازت نہیں کہ وضو و غسل میں ناخنوں پر پانی پہنچانا فرض ہے اور مصنوعی ناخنوں کے لگے ہونے کی صورت میں پانی نہیں پہنچے گا، البتہ اگر کسی نے لگوا لیے، خواہ ضرورتاً لگوائے یا بلا ضرورت، بہر صورت انہیں اتارے بغیر وضو و غسل ہو جائے گا، کیونکہ انہیں اتارنے میں شدید حرج ہے اور شریعت نے حرج کو دور کیا ہے۔

اس کی نَظیر ہلتا ہوا دانت ہے کہ اگر اس کو تار سے باندھا ہو یا کسی مسالے وغیرہ سے جمایا ہو یا دانتوں میں چونا یا مِسّی کی ریخیں جم گئی ہوں تو شرعی طور پر اس کے نیچے پانی بہانا ضَروری نہیں، یونہی مصنوعی ناخن لگوانے کی صورت میں اگر ناخن کو اُتارنا حرج و مشقت کا باعث ہو، تو اُتار کر نیچے پانی بہانے کی حاجت نہیں۔

جس عضو کا دھونا فرض ہے اس پر اگر کوئی ایسی چیز لگی جسے بآسانی اتارا جا سکتا ہو، مثلاً مصنوعی ناخن تو اس کے نیچے پانی بہانا فرض ہونے کے بارے میں در مختار اور فتاوی عالمگیری میں ہے: واللفظ للآخر "تحریک الخاتم سنة ان کان واسعا وفرض ان کان ضیقا بحیث لم یصل الماء تحته" ترجمہ: انگوٹھی اگر کشادہ ہو، تو اسے حرکت دینا سنت ہے اور اگر تنگ ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچ سکتا ہو، تو اسے حرکت دے کر اس کے نیچے پانی بہانا فرض ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطهارة، جلد 01، صفحه 05، مطبوعه کوئٹه)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "ہر قسم کے جائز، ناجائز گہنے، چھلے، انگوٹھیاں، پہنچیاں، کنگن، کانچ، لاکھ وغیرہ کی چوڑیاں، ریشم کے لچھے وغیرہ اگر اتنے تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے، تو اتار کر دھونا فرض ہے اور اگر صرف ہلا کر دھونے سے پانی بہ جاتا ہو، تو حرکت دینا ضروری ہے اور اگر ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی نیچے پانی بہ جائے گا، تو کچھ ضروری نہیں۔" (بہار شریعت، جلد 01، صفحه 290، مطبوعه مکتبة المدینه، کراچی)

جس چیز کو بغیر حرج و ضرر کے اتارنا ممکن نہ ہو یا اتارنے سے خود ویسے نہ لگا سکتا ہو، جیسے وہ ناخن جنہیں اسکن اسپیشلسٹ وغیرہ سے لگوایا جاتا ہے، تو انہیں اتارے بغیر وضو و غسل ہو جائے گا، جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ومن ضرر الحل ان یکون فی مکان لا یقدر علی ربطها بنفسه ولا یجد من یربطها کذا فی فتح القدیر

"ترجمہ: اور جسے پٹی کھولنے میں ضرر ہو کہ وہ ایسی جگہ میں ہے کہ وہ خود باندھنے پر قادر نہیں اور نہ وہ ایسا شخص پاتا ہے جو اسے باندھ دے، (تو مسح جائز ہے) ایسے ہی فتح القدیر میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحه 35، مطبوعه کوئٹه)

پیوست ہو جانے والا مصنوعی ناخن ضرورتاً لگوانا جائز اور اتارنے میں حرج ہونے کی صورت میں بغیر اتارے وضو و غسل بھی جائز، اس کی نظیر ہلتا ہوا دانت ہے، چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "ہلتا ہوا دانت اگر تار سے جکڑا ہے معافی ہونی چاہئے، اگرچہ پانی تار کے نیچے نہ بہے کہ بار بار کھولنا ضرر دے گا، نہ اس سے ہر وقت بندش ہو سکے گی۔ ہلتا ہوا دانت چاندی کے تار سے باندھنا یا مسالے سے جمانا جائز ہے اور اس وقت غسل میں اس تار یا مسالے کے نیچے پانی نہ بہنا معاف ہونا چاہئے۔ یوں ہی اگر اُکھڑا ہُوا دانت کسی مسالے، مثلاً برادہ آہن و مقناطیس وغیرہ سے جمایا گیا ہے جمے ہوئے چُونے

کی مثل اس کی بھی معافی چاہئے۔اقول لانہ ارتفاق مباح وفی الازالۃ حرج۔(میں کہتاہوں) کیونکہ یہ انتفاع وعلاج مباح ہے اور زائل کرنے میں حرج ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ606، 607، مطبوعہ رضافاونڈیشن، لاھور)

البتہ مصنوعی ناخن لگانے میں اگر ایسا انداز ہو کہ دیکھنے والے یہی سمجھیں کہ خلافِ شرع ناخن بڑھائے ہوئے ہیں اور یوں محلِ تہمت بنے تو اس سے بچنا چاہیے کہ لوگوں کو بدگمانی کا موقع نہ دیا جائے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورتوں کے لیے ناک کان میں ایک سے زیادہ سوراخ کروانے کا حکم

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: Sar-7803 تاریخ: 14-04-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کا ناک اور کان چھدوانا، جائز ہے، سوال یہ ہے کہ جتنے سوراخ عام طور پر رائج ہیں، اس سے زائد کان یا ناک میں سوراخ کروانا، جائز ہے؟ مثلاً: ناک کی ایک جانب سوراخ ہو اور دوسری جانب چھدوانا یا ناک کے درمیان میں چھدوانا، جیسا کہ بعض جگہ یہ طریقہ رائج ہے، کیا یہ درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

دین اسلام میں خواتین کے لیے زیب و زینت اور آرائش و زیبائش مطلقاً منع نہیں، بلکہ شریعت کی حدود کی رعایت کے ساتھ جائز و مشروع ہے، جس کا ایک طریقہ عورتوں کا کان میں سوراخ کر کے زیور لٹکانا ہے اور اس سے مقصود زینت کا حصول ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں عورتیں کان چھدواتی (یعنی سوراخ نکلواتی) تھیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کبھی منع نہ فرمایا اور فقہائے اسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع نہ فرمانے سے استدلال کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیا۔

اور زمانہ نبوی میں عورتیں ناک نہیں چھدواتی تھیں، لیکن جب فقہائے اسلام نے دیکھا کہ بعض علاقوں میں عورتیں ناک میں بھی سوراخ نکلواتی اور اس میں بطورِ زینت زیور لٹکاتی ہیں، تو انہوں نے اس کے بھی جواز کا فتوی دیا، کیونکہ کان میں سوراخ کرنا اور زیور پہننا عورتوں کی زینت کے طور پر ہے اور ناک میں سوراخ کرنے سے بھی یہی مقصود ہے، اس لیے اسے صرف کان کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا، بلکہ زینت مقصود ہونے کی وجہ سے ناک میں سوراخ کو بھی جائز قرار دیا گیا۔

اس تمہید کے بعد پوچھی گئی صورت کا جواب یہ ہے کہ ناک اور کان میں سوراخ کرنا اور زیور لٹکانا عورتوں کے لیے زینت ہونے کی وجہ سے جائز ہے اور اگر کسی علاقے میں عزت دار مسلمان عورتیں اپنے ایک ہی کان یا ناک میں ایک سے زیادہ سوراخ

کر کے اس میں زیور لٹکاتی ہوں، تاکہ اس سے زینت حاصل ہو، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کہ ایک سوراخ سے جو مقصود (حصولِ زینت) ہے، وہی ایک سے زیادہ سوراخوں سے مطلوب ہے۔ اور زینت کا انداز ہر علاقے والوں کا اپنا اپنا جداگانہ ہوتا ہے، کسی علاقے میں ناک میں نتھ دائیں طرف، کسی میں بائیں طرف اور بعض علاقوں میں دونوں طرف پہنی جاتی ہے، اسی طرح بعض علاقوں میں عورتیں کان میں ایک سوراخ کر کے اس میں بالی پہنتی ہیں اور بعض میں ایک سے زیادہ سوراخ کر کے زیادہ زیور لٹکاتی ہیں (جیسا کہ پاکستان کے بعض علاقوں کی عورتوں میں رائج ہے) اور اسے اُس علاقے میں غیر مہذب طریقہ شمار نہیں کیا جاتا، لہذا اس طرح عورتوں کا زینت کے لیے کان میں ایک سے زیادہ سوراخ کروانا یا ناک میں دونوں طرف سوراخ کروانا، جائز ہے۔

ہاں اس طرح کا سوراخ نکلوانا جو کفار و فساق عورتوں کا طریقہ ہو، جیسا کہ بعض یورپی ممالک میں فساق عورتیں ناک کے درمیان سوراخ کر کے اس میں کوئی لاکٹ پہنتی ہیں اور عزت دار مسلمانوں میں ایسا ہر گز رائج نہیں، تو ایسا سوراخ نکلوانا شرعا ممنوع ہے کہ اسلام نے کفار و فساق کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ بلا اجازت شرعی اللہ عزوجل کی تخلیق کو تبدیل کرنا بھی ہے اور اللہ عزوجل کی تخلیق کو تبدیل کرنا، ناجائز و حرام ہے، البتہ اگر یہی سوراخ بھی کسی علاقے میں شریف خواتین میں بھی رائج ہو، جیسے دنیا میں مختلف علاقوں کے رواجوں کی حد نہیں تو ان علاقوں میں اس کی بھی اجازت ہو گی اور جہاں یہ کفار و فاسقات کے ساتھ مشابہت ہو، وہاں ممنوع ہو گا۔

جائز زینت کے بارے میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَ جَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ ترجمہ: تم فرماؤ! اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا، جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمائی ہے؟ اور پاکیزہ رزق کو (کس نے حرام کیا؟)۔ **(پارہ 8، سورۃ الاعراف، آیت 32)**

عورتوں کے کان چھدوانے کے ثبوت کے بارے میں صحیح بخاری میں ہے: "عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى يوم العيد ركعتين، لم يصل قبلها ولا بعدها، ثم أتى النساء ومعه بلال، فأمرهن بالصدقة، فجعلت المرأة تلقي قرطها" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عید کے روز دو رکعتیں پڑھیں، اس سے پہلے یا بعد کبھی نہیں پڑھیں، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ نے ان عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو عورت اپنے کان سے بالیاں نکال کر (حضرت بلال کے کپڑے میں) ڈالتی تھی۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب القرط للنساء، جلد 7، صفحہ 158، مطبوعہ بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت فتح الباری میں ہے:"واستدل به على جواز ثقب أذن المرأة لتجعل فيها القرط وغيره مما يجوز لهن التزين به" ترجمہ:اور اس روایت سے عورت کے کان میں سوراخ نکالنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے تاکہ وہ ان میں بالیاں اور اس کے علاوہ وہ چیزیں ڈال سکے، جو اس کے لیے بطورِ زینت جائز ہے۔

(فتح الباری، باب القرط للنساء، جلد10، صفحہ331، مطبوعہ بیروت)

اسی بارے میں فتاوی قاضی خان میں ہے:"ولا بأس بثقب أذن الطفل لأنهم كانوا يفعلون ذلك في الجاهلية ولم ينكر عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم "ترجمہ:بچی کے کان میں سوراخ نکالنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ لوگ زمانہ جاہلیت میں یہ عمل کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع نہ فرمایا۔

(فتاوی قاضی خان، ج03، ص251، مطبوعہ بیروت)

کان میں سوراخ نکلوانے کے بارے میں بحر الرائق اور تبیین الحقائق میں ہے:"وكذا يجوز ثقب أذن البنات الأطفال **لأن فيه منفعة الزينة**، وكان يفعل ذلك في زمنه عليه الصلاة والسلام إلى يومنا هذا من غير نكير" ترجمہ:اور ایسے ہی چھوٹی بچیوں کے کانوں میں سوراخ نکالنا جائز ہے، کیونکہ اس میں زینت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور یہ عمل نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک بغیر کسی انکار کے جاری وساری ہے۔

(بحر الرائق، ج08، ص554، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی)(تبیین الحقائق، ج06، ص227، مطبوعہ بیروت)

کان میں سوراخ کرنے کی اجازت زینت کی منفعت حاصل کرنے کے لیے ہے، چنانچہ الاختیار لتعلیل المختار میں ہے:"ولا بأس بثقب اذن البنات الاطفال لانه ايلام لمنفعة الزينة وايصال الالم الى الحيوان لمصلحة تعود اليه جائز كالختان "ترجمہ:بچیوں کے کانوں میں سوراخ کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ زینت کی منفعت کے لیے تکلیف دینا ہے اور جاندار کو کسی ایسی مصلحت کی وجہ سے تکلیف دینا کہ جو مصلحت اس کی طرف لوٹتی ہو، جائز ہے، جیسے ختنہ کرانا۔

(الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الکراھیۃ، جلد4، صفحہ167، مطبوعہ بیروت)

ناک میں سوراخ کرنے کے بارے میں علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:"ولا بأس بثقب أذن البنت والطفل استحسانا ملتقط. قلت: وهل يجوز الخزام في الأنف، لم أره "ترجمہ:بچی کے کان چھیدنے میں استحساناً کوئی حرج نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کیا ناک میں سوراخ کرنا، جائز ہے؟ میں نے اس بارے میں کوئی صراحت نہیں دیکھی۔

اس عبارت کے تحت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:"لا بأس بثقب أذن الطفل من البنات وزاد في الحاوي القدسي: ولا يجوز ثقب آذان البنين قلت: **إن كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط** وقد نص الشافعية على جوازه "ترجمہ: بچیوں کے کان میں سوراخ کرنے میں حرج نہیں اور حاوی قدسی میں یہ زیادہ کیا کہ لڑکوں کے کانوں میں سوراخ نکالنا جائز نہیں۔ میں (علامہ شامی علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں: اگر ناک میں سوراخ نکالنا عورتیں بطورِ زینت کرتی ہیں، جیسا کہ بعض شہروں میں رائج ہے، تو وہ کان میں سوراخ نکالنے کی طرح جائز ہے اور اس کے جائز ہونے پر شوافع نے صراحت بیان فرمائی ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج06، ص420، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

علامہ شامی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

"اقول: و لا شک ان ثقب الاذن کان شائعا فی زمن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وقد اطلع صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولم ینکرہ ثم لم یکن الا ایلاما للزینۃ فکذا ھذا بحکم المساواۃ فثبت جوازہ بدلالۃ النص المشترک فی العلم بھا المجتھدون وغیرھم کما تقرر فی مقررہ "ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ کان چھیدنا، نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں متعارف اور مشہور تھا اور حضور پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس پر اطلاع پائی، مگر ممانعت نہیں فرمائی، **پھر یہ (کان چھیدنے کی) تکلیف پہنچانا، صرف زیب وزینت کے لیے ہو گا اور اسی طرح یہ (ناک چھیدنا) بھی ہے کہ دونوں کا حکم مساوی ہو گا۔ پس اس کا جائز ہونا، دلالتِ نص کی بنیاد پر ثابت ہو گیا**، اس علم سے جس میں مجتہد وغیر مجتہد مشترک ہیں، جیسا کہ یہ بات اپنے محل میں ثابت ہو چکی ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ482، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

کان وغیرہ میں چھید کرنے کا مدار لوگوں کے انداز و اَطوار پر ہے، اگر کوئی اور ممانعت کی وجہ نہ ہو (جیسے فساق سے مشابہت وغیرہ) تو اس زینت کے دلالۃ النص سے ثابت ہونے کی وجہ سے عورتوں کی اس زینت میں حرج نہیں، چنانچہ ناک میں سوراخ کرنے کے متعلق کلام کرتے ہوئے اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مزید ارشاد فرماتے ہیں:"فان الثابت بدلالۃ النص کالثابت بالنص (کیونکہ جو دلالتِ نص سے ثابت ہو، وہ اسی طرح ہے جیسے نص سے ثابت ہے) اور دہنے بائیں جانب میں مختار ہیں، یہ کوئی امر شرعی نہیں، **رسم زمانہ پر مبنی ہے، جس طرف چاہیں چھیدیں۔**"

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ482، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اللہ تعالی کی بنائی ہوئی چیز کو بدلنے کی ممانعت کے بارے میں قرآن پاک میں ہے ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ، لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ ترجمہ: (یہ) اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت (ہے)، جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کے بنائے ہوئے میں تبدیلی نہ کرنا۔ **(پارہ 21، سورۃ الروم، آیت 30)**

قرآن پاک میں ہے ﴿وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ، وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا﴾ ترجمہ: اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں امیدیں دلاؤں گا، تو یہ ضرور جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا، تو یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے، تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا۔ **(پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 119)**

اللہ کی تخلیق کو بدلنے کے بارے میں صحیح مسلم میں ہے: "لعن اللہ الواشمات و المستوشمات و النامصات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ تعالی" ترجمہ: گودنے والیاں، گدوانے والیاں، چہرے کے بال نوچنے والیاں، نُچوانے والیاں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والیاں **اور اللہ تعالی کی تخلیق کو بدلنے والیوں پر اللہ تعالی نے لعنت فرمائی ہے۔**

(الصحیح لمسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل الواصلۃ، جلد 2، صفحہ 205، مطبوعہ کراچی)

شرعی حدود و قیود سے ہٹ کر عورتوں کا جسم کے مختلف حصوں میں سوراخ کرنا بھی اس وعید کے تحت داخل ہے، چنانچہ علامہ بدرالدین عینی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: "ھو غرز إبرۃ أو مسلۃ ونحوھما فی ظھر الکف أو المعصم أو الشفۃ وغیر ذلک من بدن المرأۃ حتی یسیل منہ الدم ثم یحشی ذلک الموضع بکحل أو نورۃ أو نیلۃ لقد لعن الشارع من صنعت ذلک من النساء لأن فیہ تغییر الخلقۃ الأصلیۃ" ترجمہ: وشم یہ ہے کہ سوئی یا سُوا وغیرہ کے ذریعے ہاتھوں کی پشت، کلائی، ہونٹ یا اس کے علاوہ عورت کے جسم میں سوراخ کیے جائیں، پھر جب خون بہنا شروع ہو، تو اس جگہ سرمہ، نورہ یا نیل بھر دیا جائے، عورتوں میں سے جس نے یہ کیا شارع نے اس پر لعنت کی، کیونکہ اس میں خلقت اصلیہ کو بدلنا ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ج 22، ص 97، مطبوعہ بیروت)

کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من تشبہ بقوم فھو منھم" ترجمہ: جو شخص جس قوم سے مشابہت کرے، تو وہ انہی میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، ج 02، ص 203، مطبوعہ لاھور)

کفار یا فساق وفجار سے مشابہت کے ممنوع ہونے کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے:"یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ عورتوں یا بدوضع آوارہ فاسقوں کی مشابہت نہ پیدا ہو، مثلا: مرد کو چولی دامن میں گوٹا پٹھاٹانکنا مکروہ ہو گا، اگرچہ چار انگلی سے زیادہ نہ ہو کہ وضع خاص فساق، بلکہ زنانوں کی ہے۔ علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص فاسقانہ وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے (جیسے ہمارے زمانے میں نیچری وردی) تو درزی اور موچی کو ان کا سینا مکروہ ہے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ ہے۔" **(فتاوی رضویہ، ج22، ص137، رضافاؤنڈیشن، لاھور)**

اسی میں ہے "دربارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص و شعاریت کے مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صور میں کفر تک ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ184، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے:"یہ حدیث ایک اصل کلی ہے، لباس وعادات واطوار میں کن لوگوں سے مشابہت کرنی چاہیے اور کن سے نہیں کرنی چاہیے۔ کفار وفساق وفجار سے مشابہت بُری ہے اور اہل صلاح وتقویٰ کی مشابہت اچھی ہے، پھر اس تشبہ کے بھی درجات ہیں اور انہیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار وفساق سے تشبہ کا ادنیٰ مرتبہ کراہت ہے، مسلمان اپنے کو ان لوگوں سے ممتاز رکھے کہ پہچانا جاسکے اور غیر مسلم کا شبہ اس پر نہ ہوسکے۔"

(بہار شریعت، ج03، ص407، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

12 رمضان المبارک 1443ھ/14 اپریل 2022

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: FMD-1461　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　تاریخ: 25-06-2019

عورتوں کے لیے سفید بالوں کو رنگنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ اسلامی بہنیں اپنے سفید بالوں کو رنگ سکتی ہیں؟

سائلہ: ام احمد رضا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سفید بالوں کو رنگنے کا حکم مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں ہے یعنی دونوں کے لئے اپنے سفید بالوں کو مہندی سے رنگنا مستحب ہے اور مہندی میں کتم (یعنی ایک گھاس جو زیتون کے پتوں کے مشابہ ہوتی ہے، جس کا رنگ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس) کی پتیاں ملا کر گہرے سرخ رنگ کا خضاب تنہا مہندی کے خضاب سے بہتر ہے اور زرد رنگ اس سے بھی بہتر ہے، البتہ سفید بالوں کو سیاہ کرنا خواہ بلیک کلر سے ہو یا کالی مہندی سے ہو، مرد و عورت دونوں کے لئے مطلقاً ناجائز و حرام ہے، البتہ مجاہد کو حالت جہاد میں بالوں میں کالا خضاب کرنا، جائز ہے۔

الجوھرۃ النیرۃ میں ابو بکر بن علی حدادی فرماتے ہیں: "وأما خضب الشیب بالحناء، فلا بأس به للرجال والنساء" یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے سفید بالوں کو مہندی سے رنگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، ج02، ص617، مطبوعہ کراچی)

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إن الیھود والنصاری لا یصبغون فخالفوھم" یعنی بے شک یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم ان کی مخالفت کرو۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الخضاب، جلد7، صفحہ161، دار طوق النجاۃ، مصر)

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:"(لا یصبغون)أي:شیب الشعر، وھو مندوب إلیه لأنه صلی الله علیه وسلم أمر بمخالفتھم "یعنی یہود ونصاریٰ بڑھاپے کے بالوں (سفید بالوں) کو خضاب نہیں لگاتے۔ سفید بالوں کو خضاب کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ج16، ص46، داراحیاء التراث العربی)

اسی حدیث کے تحت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں:"لہذا اپنے سر کے بال اور ڈاڑھیاں جب سفید ہو جائیں تو مہندی سے خضاب لگالیا کرو، یہ حکم استحبابی ہے مہندی سے خضاب کرتے رہنا بہتر ہے۔"

(مراۃ المناجیح، باب الترجل، ج6، ص129، قادری پبلشرز)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملاکر کہ ایک گھاس مشابہ برگ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر اور سیاہ وسمے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقاً حرام ہے۔ مگر مجاہدین کو۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: مر علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن ھذا قال فمر اٰخر قد خضب بالحناء و الکتم فقال ھذا احسن من ھذا ثم مر اٰخر قد خضب بالصفر فقال ھذا احسن من ھذا کله (یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کیے گزرے۔ فرمایا یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا تھا۔ فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے، پھر تیسرے زرد خضاب کیے گزرے۔ فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے)"

(فتاوی رضویہ، ج23، ص686، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

کالا خضاب لگانے والوں کے متعلق بہت سخت وعید حدیث شریف میں آئی ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد اور مسند امام احمد بن حنبل میں ہے: "واللفظ للاول:عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لا یجدون رائحة الجنة "یعنی حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: آخری زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

(سنن أبی داؤد، باب ماجاء فی خضاب السواد، ج2، ص226، مطبوعہ لاھور)

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: "سیاہ خضاب مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ مرد و عورت، سر داڑھی سب اسی ممانعت میں داخل ہیں۔"

(مرأۃ المناجیح، ج06، ص140، قادری پبلشرز)

فتاوی رضویہ میں مرد و عورت کے سیاہ خضاب کرنے کو مثلہ لکھا ہے، جو کہ حرام ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت فرماتے ہیں: "طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من مثل بالشعر فلیس له عند الله خلاق (جو بالوں کے ساتھ مثلہ کرے اللہ عزوجل کے یہاں اس کا کچھ حصہ نہیں) والعیاذ باللہ رب العالمین ____ یہ حدیث خاص مسئلہ مثلہ مُو میں ہے بالوں کا مثلہ یہی جو کلمات ائمہ سے مذکور ہوا کہ عورت سر کے بال منڈالے یا مرد داڑھی **یا مرد خواہ عورت بھنویں** (منڈائے) کما یفعله کفرة الهند فی الحداد (جیسے ہندوستان کے کفار لوگ سوگ مناتے ہوئے ایسا کرتے ہیں) **یا سیاہ خضاب کرے** کما فی المناوی والعزیزی والحفنی شروح الجامع الصغیر، یہ سب صورتیں مثلہ مو میں داخل ہیں اور سب حرام۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص664، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــ

نابالغ لڑکے کو سونے کی انگوٹھی پہنانا

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:SAR-7892 تاریخ:24-06-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بچے کی پیدائش پر ننھیال کی طرف سے مختلف تحائف دیئے جاتے ہیں، اُن تحائف میں بعض اوقات ایک تحفہ "سونے کی انگوٹھی" کی صورت میں بھی ہوتا ہے۔ یہ انگوٹھی لڑکی کے لیے تو جائز ہے، کیا یہ نابالغ لڑکے کو پہنانا بھی شریعت کی نظر میں درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سونے کی انگوٹھی نابالغ بچے کو پہنانا بھی اُسی طرح ناجائز، گناہ اور حرام ہے، جس طرح کسی بالغ کا خود سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے، چونکہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بالغ اور نابالغ کی تفریق کیے بغیر مطلقاً مُذکّر کے حق میں سونے کو حرام قرار دیا، لہذا اس اِطلاق کے پیشِ نظر نابالغ کو بھی انگوٹھی پہنانا حرام ہے، البتہ نابالغ کو انگوٹھی پہنانے کی صورت میں یہ گناہ اُس بچے پر نہیں، بلکہ اُسے پہنانے والے پر ہو گا کہ بچہ تو غیر مُکلَّف اور ناسمجھ ہے۔

مَردوں کے حق میں سونے کی حرمت کے متعلق "سنن ابن ماجة" میں ہے: "سمعت علی بن أبی طالب یقول: أخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حریرا بشماله، وذهبا بیمینه، ثم رفع

بهما يديه، فقال: إن هذين حرام على ذكور أمتي، حل لإناثهم "ترجمہ:(عبد اللہ بن زریر کہتے ہیں:) میں نے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہُ الکریم کو سُنا، آپ بتاتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دائیں ہاتھ میں سونا اور بائیں ہاتھ میں ریشم پکڑ کر ہاتھ بلند کر کے بصراحت فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مَردوں پر حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

(سنن ابن ماجۃ، جلد2، صفحہ1189، مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیۃ، بیروت)

علامہ خُسرو رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:885ھ/1480ء) لکھتے ہیں:"کرہ إلباس الصبي ذهبا أو حريرا لأن حرمة اللبس لما ثبتت في حق الذكورة حرم الالباس أيضا كالخمر لما حرم شربها حرم سقيها" ترجمہ: بچے کو سونا یا ریشم پہنانا حرام ہے، کیونکہ جب مُذکَّر کے حق میں پہننا حرام ہے، تو اِسی طرح کسی مُذکَّر کو پہنانا بھی حرام ہے، جیسا کہ شراب کا حکم ہے کہ جب اُس کا پینا حرام ہے، تو پِلانا بھی حرام ہی ہے۔ **(دُرر الحکام شرح غرر الاحکام، جلد1، صفحہ313، مطبوعہ کراچی)**

گناہ پہنانے والے پر ہو گا، چنانچہ علامہ شیخی زادہ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1078ھ/1667ء) لکھتے ہیں:"الإثم على الملبس كالخمر فإن سقيها الصبي حرام كشربها" ترجمہ: گناہ سونا پہنانے والے پر ہو گا، جیسا کہ بچے کو شراب پلانا، خود پینے کی طرح حرام ہے۔ (اور گناہ پلانے والے کو ہو گا۔)

(مجمع الانھر، جلد2، فصل فی اللبس، صفحہ537، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی)

علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں:"أن النص حرم الذهب والحرير على ذكور الأمة بلا قيد البلوغ، والحرية والإثم على من ألبسهم لأنا أمرنا بحفظهم ذكره التمرتاشي" ترجمہ: نصِ حدیث نے سونے اور ریشم کو بغیر بلوغت یا آزادی کی قید کے حرام ٹھہرایا ہے۔ (لہذا بچے کے حق میں بھی حرام ہی ہے۔) اور گناہ اُس فرد پر ہے،

جس نے بچوں کو ریشم یا سونا پہنایا، کیونکہ ہمیں بچوں کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(ردالمحتار مع درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد9، صفحہ598، مطبوعہ کوئٹہ)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں:

”لڑکوں کو سونے چاندی کے زیور پہنانا حرام ہے اور جس نے پہنایا، وہ گنہگار ہو گا۔ اسی طرح بچوں کے ہاتھ پاؤں میں بلاضرورت مہندی لگانا، ناجائز ہے۔“

(بہارشریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ428، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

24ذوالقعدۃالحرام1443ھ/24جون2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

آرٹیفشل (Artificial) پلکیں لگانا کیسا؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ فروری 2018

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت آرٹیفشل پلکیں لگا سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آرٹیفشل (یعنی مصنوعی) پلکیں جبکہ اِنسان اور خِنْزِیر (Pig) کے بالوں سے بنی ہوئی نہ ہوں، زِینَت کے طور پر عورتوں کا لگانا جائز ہے۔ لیکن وُضو، غُسل کرنے کے لئے ان پلکوں کا اُتارنا ضروری ہوگا کیونکہ آرٹیفشل پلکیں گوند وغیرہ سے لگانے کے بعد اَصلی پلکوں کے ساتھ چِپکا دی جاتی ہیں، لہٰذا انہیں اُتارے بغیر اصلی پلکوں کا دھونا ممکن نہیں جبکہ وُضو، غُسل میں اَصلی پلکوں کے ہر بال کا دھونا فرض ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

آئی لائنر (EyeLiner) لگانا کیسا؟

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-2216

تاریخ اجراء: 03 جمادی الاول 1445ھ/18 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا آئی لائنر لگانا، جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فی نفسہ عورتیں زینت کے طور پر آئی لائنر لگا سکتی ہیں، جبکہ اس میں کسی قسم کی ممنوع شرعی چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔ البتہ! یہاں اس کے ضمن میں یہ مسئلہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر ایسا آئی لائنر ہو کہ جس کی تہہ جم جاتی ہو اور اسے دھونے کے بعد بھی جرم جسم تک پانی پہنچنے سے مانع ہو، تو اس کے لگے رہنے کی صورت میں وضو و غسل نہیں ہو گا، بلکہ اسے اتار کر اوپر پانی بہانا ہو گا، بشرطیکہ اسے اتارنا ممکن ہو۔ اور اگر اتارنا ممکن نہ ہو یا اس میں شدید حرج واقع ہو رہا ہو، تو حرج کی وجہ سے اتارے بغیر وضو و غسل تو ہو جائے گا، لیکن یاد رہے کہ اپنے قصد (ارادے) سے ایسی حالت پیدا کرنا، ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ خود سے ایسی حالت اپنانا جو وضو و غسل اور فرض یا واجب عبادات کو اپنی شرائط کے ساتھ پورا کرنے میں رکاوٹ بنے گناہ ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا داڑھی یا مونچھ کے بال اتروانا کیسا؟

فتوی نمبر: WAT-120

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1443ھ/04اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورتوں کے چہرے پر اگر مونچھوں کے بال نکل آئیں، تو ان کو اتار سکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کی داڑھی یا مونچھوں پہ بال نکل آئیں، تو انہیں اتارنا، نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا دھاگے یا اون کی چُٹیا لگانا کیسا ہے؟

مجیب: ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: 35

تاریخ اجراء: 11 صفر المظفر 1439ھ/01 نومبر 2017ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عورتیں بالوں میں دھاگے وغیرہ کی چٹیا لگاتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا دھاگہ یا اون کی چٹیا اپنے بالوں میں لگانا، جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اپنے یا کسی اور انسان کے بالوں کی چٹیا لگانا، ناجائز و حرام ہے، حدیث پاک میں انسانی بال لگانے اور لگوانے والی دونوں عورتوں پر لعنت آئی ہے، لہذا اس سے اجتناب کیا جائے۔

عالمگیری میں ہے: "ولا باس للمراۃ ان تجعل فی قرونھا و ذوائبھا شئیاً من الوبر کذا فی فتاوی قاضی خان۔" اور عورت کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے بالوں اور چوٹی میں اون میں سے کچھ لگائے اسی طرح فتاوی قاضی خان میں ہے۔ (عالمگیری، ج5، ص358، مطبوعہ کوئٹہ)

در مختار میں ہے: "ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرھا او شعر غیرھا۔" اور بالوں کو آدمی کے بالوں کے ساتھ جوڑنا حرام ہے برابر ہے کہ عورت کے (اپنے) بال ہوں یا اس کے غیر کے۔ (در مختار مع رد المحتار، ج9، ص614، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: "انسان کے بالوں کی چوٹی بنا کر عورت اپنے بالوں میں گوندھے یہ حرام۔ حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے بلکہ اس پر بھی لعنت جس نے کسی دوسری عورت کے سر میں ایسی چوٹی گوندھی اور اگر بال جس کی چوٹی بنائی گئی خود اسی عورت کے ہیں جس کے سر میں جوڑی گئی جب بھی ناجائز اور اگر اون یا سیاہ تاگے (دھاگے) کی چوٹی بنا کر لگائے تو اس کی ممانعت نہیں۔" (بہار شریعت، ج3، ص596، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا کان اور ناک چھدوانا اوران میں زیور پہننا کیسا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: 86

تاریخ اجراء: 07ذوالقعدۃالحرام1431ھ/16اکتوبر2010ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتوں کا ناک اور کان میں زیور پہننااور اس کے لئے ناک کان چھدوانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کا ناک، کان چھیدنااوران میں زیور پہننا بالکل جائز ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ رحمۃاللہ القوی کان چھیدنے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''لا بأس بثقب أذن البنت'' ترجمہ: لڑکیوں کے کان چھیدنے میں کوئی حرج نہیں۔(درمختار، ج9، ص693، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃالرحمٰن لکھتے ہیں: ''عورتوں کا نتھ یا بلاق کے لئے ناک چھیدنا، جائز ہے جس طرح بالوں، بالیوں، کان کے گہنوں کے لئے کان چھیدنا۔''(فتاوی رضویہ، ج23، ص482، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا مردانہ کپڑے پہننا کیسا؟

فتوی نمبر: WAT-215

تاریخ اجراء: 29ربیع الاول1443ھ/05نومبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کوئی بالغ لڑکی اپنے بالغ بھائی وغیرہ کے کپڑے پہن سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا مردانہ وضع کے کپڑے پہننا، ناجائز و گناہ ہے کہ اس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہے اور مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں ہے، لہذا اس سے اجتناب کریں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا مسواک کرنا

فتوی نمبر: WAT-378

تاریخ اجراء: 25 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ/30 دسمبر 2021

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حیض کی حالت میں مسواک کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عام حالت کی طرح حیض کی حالت میں بھی عورت مسواک کر سکتی ہے۔ البتہ عورت کے لئے بہتر ہے کہ وہ بجائے مسواک کے دوسری نرم چیزیں، مثلاً مِسّی کے ذریعے دانت صاف کرے، کیونکہ عورتوں کے دانت مَردوں کے مقابلے میں کمزور ہوتے ہیں اور مسواک پر مُوَاظَبَت (ہمیشگی) ان کے دانتوں کو مزید کمزور کر دے گی اور مِسّی کے ذریعے دانت صاف کرتے وقت حصولِ ثواب کی نیت پائے جانے کی صورت میں مسواک کا ثواب بھی ملے گا، کہ عورت کے لئے یہ چیزیں ثواب کے معاملے میں مسواک کے قائم مقام ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کون سی خوشبو لگائے؟

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-868

تاریخ اجراء: 04ذیقعدۃ الحرام1443ھ/04جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کون سی خوشبو لگائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت ہلکی خوشبو لگائے کہ یہاں زینت مقصود ہوتی ہے اور یہ رنگین خوشبو مثلاً خلوق سے حاصل ہوتی ہے، تیز خوشبو سے خواہ مخواہ لوگوں کی نگاہیں اٹھیں گی، ہاں اپنے گھر کی چار دیواری میں، جہاں فقط شوہر یا محارم ہوں وہاں ہر طرح کی خوشبو استعمال کر سکتی ہے اور وہاں بھی یہ احتیاط ضروری ہے کہ دیور، جیٹھ وغیرہ، غیر محارم تک خوشبو نہ پہنچے۔ بہار شریعت میں ابو داود شریف کے حوالے سے حدیث پاک مذکور ہے: "سن لو! مردوں کی خوشبو وہ ہے، جس میں بو ہو اور رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے، جس میں رنگ ہو، بو نہ ہو۔"

اس کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "یعنی مردوں میں خوشبو مقصود ہوتی ہے، اس کا رنگ نمایاں نہ ہونا چاہیے کہ بدن یا کپڑے رنگین ہو جائیں اور عورتیں ہلکی خوشبو استعمال کریں کہ یہاں زینت مقصود ہوتی ہے اور یہ رنگین خوشبو مثلاً خلوق سے حاصل ہوتی ہے، تیز خوشبو سے خواہ مخواہ لوگوں کی نگاہیں اٹھیں گی۔" (بہار شریعت، جلد3، صفحہ408، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کے لیے بجنے والا زیور پہننے میں احتیاط

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-903

تاریخ اجراء: 15ذیقعدۃ الحرام1443ھ/15جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

پازیب کہ جس کی آواز دوسروں تک جائے، اسلام نے اس سے منع کیا ہے، تو کیا عورت کے دیگر زیورات کہ جن کی آواز آئے، اس کا بھی یہی حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بجنے والا زیور (خواہ پازیب ہو یا کوئی اور) عورت کے لیے اس حالت میں جائز ہے کہ شوہر اور محارم کے علاوہ مثلا خالہ زاد، پھوپھی زاد، دیور، جیٹھ وغیرہ غیر محارم کے سامنے نہ آتی ہو، نہ اس کے زیور کی جھنکار (آواز) غیر محرم تک پہنچے۔ ہاں شوہر یا محارم کے سامنے بجنے والا زیور پہن سکتی ہے، لیکن جائز جگہ پازیب وغیرہ بجنے والا زیور پہننے میں بھی ضروری ہے کہ ایسا نہ ہو جس سے فاسقہ عورتوں سے مشابہت پیدا ہو۔

فتاوی رضویہ میں ہے "بجنے والا زیور عورت کے لئے اس حالت میں جائز ہے کہ نامحرموں مثلا خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے بیٹوں، جیٹھ، دیور، بہنوئی کے سامنے نہ آتی ہو نہ اس کے زیور کی جھنکار نامحرم تک پہنچے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: (ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن) (عورتیں اپنا سنگار شوہر یا محرم کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں۔) اور فرماتا ہے: (ولا یضربن بارجلھن لیعلم مایخفین من زینتھن) (عورتیں پاؤں دھمک کر نہ رکھے کہ ان کا چھپا ہوا سنگار ظاہر ہو۔) فائدہ: یہ آیہ کریمہ جس طرح نامحرم کو گہنے کی آواز پہنچنا منع فرماتی ہے یونہی جب آواز نہ پہنچے اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز بتاتی ہیں" (فتاوی رضویہ، ج22، ص128، رضا فاونڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورتوں کے اترے ہوئے بالوں کا حکم

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-314

تاریخ اجراء: 04 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ/09 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اسلامی بہنوں کے سر سے بال اترتے ہیں ان کا کیا کیا جائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کو لازم ہے کہ کنگھا کرنے وغیرہ میں جو بال نکلیں انھیں کہیں چھپادیں کہ ان پر اجنبی کی نظر نہ پڑے۔ یا زمین میں دفن کردیں۔ کیونکہ جس عضو کی طرف نظر کرنا، ناجائز ہے، اگر وہ بدن سے جدا ہو جائے تو اب بھی اس کی طرف نظر کرنا، ناجائز ہی رہتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ انسانی بالوں کی خرید و فروخت بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورتوں کا بازو، ہاتھ، پاؤں اور ٹانگوں کے بال منڈوانا

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری 2018

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورتیں بازو، ہاتھ، پاؤں اور ٹانگوں کے بال منڈوا یا ترشوا سکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتیں بازو، ہاتھ، پاؤں اور ٹانگوں کے بال اُتار سکتی ہیں۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: ”سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈنا یا کتروانا اچھا نہیں، ہاتھ، پاؤں، پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں۔“ (بہار شریعت، 585/3)

نیز یہ بات علماء کے بیان کردہ اس مسئلے سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ کلائیوں وغیرہ پر بال ہوں تو ترشوا دیں تاکہ وضو میں کم پانی استعمال ہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورتوں کا میٹل کی چوڑیاں پہننا کیسا؟

فتوی نمبر: WAT-112

تاریخ اجراء: 22صفر المظفر1443ھ/30ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت بینگلز (چوڑیاں) پہن سکتی ہے؟ یونہی عورت کے لیے میٹل بینگلز پہننے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! عورت چوڑیاں پہن سکتی ہے۔ یونہی عورت کے لیے میٹل کی چوڑیاں پہننے میں بھی حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

کانچ کی چوڑیاں پہننا

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت مروجہ کانچ کی چوڑیاں پہن سکتی ہے؟

سائل: محمد سعید (صدر، باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کانچ کی چوڑیاں پہن سکتی ہے بلکہ شوہر کیلئے سنگار کی نیّت سے مُستَحَب اور اگر والدین یا شوہر نے حکم دیا تو اب اس پر چوڑیاں پہننا واجب ہو گا۔

سَیِّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے سوال ہوا ''چوڑیاں کانچ کی عورتوں کو جائز ہیں پہننا یا ناجائز ہیں؟'' تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا ''جائز ہیں لِعَدَمِ الْمَنْعِ الشَّرْعِیِّ (مانع شرعی نہ ہونے کی وجہ سے) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیّت سے مستحب، وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات (ترجمہ: اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے) بلکہ شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب، لِحُرْمَۃِ الْعُقُوْقِ وَلِوُجُوْبِ طَاعَۃِ الزَّوْجِ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلَی الزَّوْجِیَّۃِ (ترجمہ: والدین کی نافرمانی حرام ہونے اور میاں بیوی کے آپس کے اُمور میں شوہر کی اِطاعت واجب ہونے کی وجہ سے)۔'' (فتاویٰ رضویہ، 22/116، 115) واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

عورت کانچ کی چوڑیاں پہن سکتی ہے بلکہ شوہر کیلئے سنگار کی نیّت سے مُستَحَب اور اگر والدین یا شوہر نے حکم دیا تو اب اس پر چوڑیاں پہننا واجب ہو گا۔

سَیِّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے سوال ہوا ''چوڑیاں کانچ کی عورتوں کو جائز ہیں پہننا یا ناجائز ہیں؟'' تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا ''جائز ہیں لعدم المنع الشرعی (مانع شرعی نہ ہونے کی وجہ سے) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیّت سے مستحب، وانما الاعمال بالنیات (ترجمہ: اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے) بلکہ شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب، لحرمۃ العقوق ولوجوب طاعۃ الزوج فیما یرجع الی الزوجیۃ (ترجمہ: والدین کی نافرمانی حرام ہونے اور میاں بیوی کے آپس کے اُمور میں شوہر کی اِطاعت واجب ہونے کی وجہ سے)۔'' (فتاویٰ رضویہ، 22/116، 115)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا عورت کا سر پر عمامہ باندھنا جائز ہے؟

مجیب: ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1324

تاریخ اجراء: 09 جمادی الاخریٰ 1444ھ/02 جنوری 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شادی وغیرہ کے موقع پر عورت کا سر پر عمامہ باندھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کا سر پر عمامہ باندھنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ عمامہ باندھنا مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کا عمامہ باندھنے سے مردوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور عورتوں کو مردوں سے مشابہت اختیار کرنا ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "«لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال» "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء والمتشبھات بالرجال، حدیث نمبر 5885، دار طوق النجاۃ، بیروت)

سیدی امام اہلسنت، امام احمد رضا خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "زنان عرب جو اوڑھنی اوڑھتیں حفاظت کے لئے سر پر پیچ دے لیتیں اس پر ارشاد ہوا کہ ایک پیچ دیں دو نہ ہوں کہ عمامہ سے مشابہت نہ ہو۔ عورت کو مرد، مرد کو عورت سے تشبہ حرام ہے: امام احمد و ابو داؤد و حاکم نے بسند حسن ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی: "ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل علیھا وھی تختمر فقال لیۃ لا لیتین۔ "ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو (کیا دیکھا) کہ وہ اوڑھنی اوڑھ رہی ہیں تو ارشاد فرمایا سر پر صرف ایک پیچ ہو، دو پیچ نہ ہوں۔" (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 536، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا عورتوں کے لیے مہندی لگانا جائز ہے؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:5015

تاریخ اجراء: 08 جمادی الاول 1438ھ/06 فروری 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتوں کے لیے مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز مہندی لگا کر وضو یا غسل کریں تو ہو جائے گا یا نہیں؟ اور آج کل بازار میں ایسی مہندی بھی ہے جس کا جرم ہاتھ پاؤں پر بن جاتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

سائل: طیب مدنی (اسلام آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کے لیے مہندی لگانا جائز ہے کہ یہ زینت کی چیز ہے اور عورتوں کے لیے شریعت کی حدود میں رہ کر زینت کی اجازت ہے اور مہندی لگانا اگر اچھی نیت کے ساتھ مثلاً شوہر کی خوشنودی وغیرہ کے لیے ہو تو مستحسن بھی ہے۔

ایک مہندی وہ ہے جس کو دھونے سے اس کا مکمل جرم اتر جاتا ہے صرف رنگ ہاتھ پاؤں پر باقی رہ جاتا ہے، ایسی مہندی دھلنے اور اس کا جرم اترنے کے بعد پانی کو جسم تک پہنچے سے مانع نہیں، لہذا اس مہندی کا رنگ موجود ہونے کے باوجود اعضاء پر پانی بہہ جانے سے وضو اور غسل ہو جائے گا، دوسری مہندی وہ ہے جس کو دھونے کے بعد بھی ہاتھ پاؤں کی سطح پر پلاسٹک کی طرح کا ایک جرم باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے پانی جلد تک نہیں پہنچ سکتا، ایسی مہندی کا یہ جرم جب تک ہاتھ پاؤں پر موجود رہے گا تو اتارنا ممکن ہونے کی صورت میں وضو و غسل نہیں ہو گا اور گناہ بہر صورت ہو گا کہ اپنے قصد سے ایسی حالت پیدا کی۔ اس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ جو چیزیں پانی کو جسم تک پہنچے سے مانع ہوں ان کے جسم پر چپکے ہونے کی حالت میں وضو اور غسل نہیں ہوتا، کیونکہ وضو میں سر کے علاوہ باقی تینوں اعضائے وضو اور غسل میں پورے جسم کے ہر ہر بال اور ہر ہر رونگٹے پر پانی بہ جانا فرض ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مرد وعورت کے لیے مانگ نکالنے کا سنت طریقہ

مجیب: ابو واصف محمد آصف عطاری

فتوی نمبر: WAT-979

تاریخ اجراء: 13 محرم الحرام 1444ھ / 13 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بیچ سے مانگ نکالنا سنت مبارکہ ہے عورتوں کے لیے کیا حکم کیا ان کے لیے بھی بیچ سے مانگ نکالنا سنت مبارکہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ درمیان سے مانگ نکالنے کی تھی، لہذا سنت یہ ہے کہ بال ہو تو بیچ میں مانگ نکالی جائے ایک طرف سے نکالنا مرد وعورت دونوں کے لیے خلاف سنت ہے۔

روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرماتی ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے سر میں مانگ نکالتی تھی تو آپ کی مانگ آپ کے درمیان سر سے چیرتی تھی اور آپ کی پیشانی کے بال دو آنکھوں کے درمیان چھوڑتی۔ (مشکاۃ المصابیح، ج3، ص132 دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اس حدیث پاک کے تحت مراۃ لمناجیح میں ہے: "یہ ہی سنت ہے کہ سر کے بال بکھرے نہ رہیں ان میں کنگھی کی جاوے، بالوں کے دو حصے کیے جاویں اور مانگ بیچ سر میں ناک کے اوپر سے سیدھی نکالی جاوے، اب فیشن پرست مرد وعورت ایک طرف سے مانگ نکالتے ہیں یعنی ٹیڑھی مانگ خلاف سنت ہے۔" (مراۃ المناجیح، ج6، ص138 مطبوعہ: قادری پبلشرز، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مسلمان عورتوں کا سندور لگانا یا منگل سوتر پہننا کیسا

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-587

تاریخ اجراء: 01ربیع الثانی1444ھ/28اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ہند میں رہنے والی بعض مسلمان عورتیں ہندو عورتوں کی طرح مانگ میں سندور اور گلے میں منگل سوتر پہنتی ہیں ؟اس کا کیا حکم ہے ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسلمان عورتوں کا مانگ میں سندور لگانا، ناجائز و گناہ ہے کہ یہ ہندو عورتوں کا شعار ہے۔

بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المنان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یہ ہندو عورتوں کا شعار ہے، حدیث شریف میں ہے: من تشبہ بقوم فھو منھم۔ اس سے پرہیز ضروری ہے۔“ (فتاوی بحر العلوم، جلد3، صفحہ331، شبیر برادرز، لاہور)

منگل سوتر بنیادی طور پر ایک زیور ہے لہذا جن علاقوں میں منگل سوتر پہننا غیر مسلموں کا شعار ہو، وہاں مسلمان عورت کے لیے منگل سوتر پہننا، جائز نہیں اور جن علاقوں میں شعار نہ ہو، وہاں ایسا زیور پہننا جائز ہے۔

مفتی نظام الدین رضوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ”اگر یہ زیور کسی علاقے میں غیر مسلم کا شعار ہو کہ اس علاقے میں وہی پہنتی ہیں، اور اگر کوئی عورت منگل سوتر پہنتی ہوئی دکھے تو یہ سمجھا جائے کہ وہ غیر مسلم ہے، تو اس علاقے میں مسلمہ عورتوں کو منگل سوتر پہننا مکروہ و ناجائز ہے اور جن علاقوں میں یہ غیر مسلم عورتوں کا شعار نہ ہو، تو وہاں مسلمان عورتوں کو ایسا زیور پہننا جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں کہ زیور بجائے خود مباح ہے۔“ (سراج الفقہاء کی دینی مجالس، صفحہ:142، مطبوعہ:ہند)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

ناک اور کان چھیدنے کی اجرت لینا کیسا؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ذوالقعدۃ الحرام 1441ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ لڑکیوں کی ناک اور کان چھیدنے کی اجرت لینا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

لڑکیوں کی ناک اور کان چھیدنے کی اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ شریعتِ مطہرہ میں عورتوں کا ناک و کان چھدوانا، جائز ہے، پس جب ان کا چھدوانا، جائز ہے، تو دوسرے کا چھیدنا اور اس کی اجرت لینا بھی جائز ہے۔ البتہ یاد رہے کہ اس مقصد کے لئے اجنبی مرد کا بالغہ یا نابالغ مشتہاۃ (قابلِ شہوت) لڑکی کا کان دیکھنا یا کسی بھی حصّۂ بدن کو چھونا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ اجنبیہ کے اعضائے ستر کی طرف دیکھنا اور اس کے کسی بھی حصّۂ بدن کو چھونا، جائز نہیں، یہی حکم مشتہاۃ لڑکی کا ہے، البتہ بہت چھوٹی بچی جو شہوت کی حد تک نہ پہنچی ہو، اس کا حکم جُدا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

ہاتھ پر کٹ لگ جائے تو مہندی لگانا

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-654

تاریخ اجراء: 12 شعبان المعظم 1443ھ/16 مارچ 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بعض اوقات کام کرتے ہوئے ہاتھوں پر کٹ لگ جاتے ہیں۔ کیا اس کے علاج کے لیے ہاتھوں پر مہندی لگا سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کٹ عورت کے ہاتھ پر لگا ہے تو وہ علاج کے طور پر ایسی مہندی لگا سکتی ہے جس کا جرم نہ بنتا ہو، کیونکہ جرم والی سے وضو اور غسل کا مسئلہ بنے گا۔ اور اگر مرد کے ہاتھ پر کٹ لگا ہو تو مرد کو علاج کے طور پر بھی کٹ پر مہندی لگانا، جائز نہیں کیونکہ یہاں علاج مہندی لگانے پر موقوف نہیں بلکہ کٹ و زخم کا دیگر جائز ادویات کے ذریعے بھی علاج ممکن ہے اور ایسی صورت میں ناجائز طریقہ علاج کو اختیار کرنا ناجائز ہی رہتا ہے۔

فتاوی رضویہ شریف میں ہے ”مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبّہ ہے۔۔۔اقول: (میں کہتا ہوں) کہ یہ کراہت تحریمی ہے گزشتہ حدیث پاک کی وجہ سے کہ جس میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، لہٰذا تحریم یعنی کراہت تحریمی صحیح ہوئی۔ اور اطلاق (الفاظ حدیث) ناخنوں کو بھی شامل ہے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) اس میں بھی گزشتہ حدیث کی صراحت موجود ہے (حدیث: اگر تُو عورت ہوتی تو ضرور اپنے سفید ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کر دیتی) رہا عذر کا استثناء کرنا، تو اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ (عذر اس وقت تسلیم کیا جائے گا کہ) جب مہندی کے قائم مقام کوئی دوسری چیز نہ ہو، نیز مہندی کسی ایسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہ ہو سکے جو اس کے رنگ کو زائل کر دے۔ اور مہندی استعمال میں بھی محض ضرورت کی بنا پر بطور دوا اور علاج ہو، زیب و زینت اور آرائش مقصود نہ ہو۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 542،543 رضا فاونڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat Darulifta Ahlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

پردے کے مسائل

بیوہ عورت کا اپنے دیور یا جیٹھ سے بات کرنا کیسا؟

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1234

تاریخ اجراء: 14 جمادی الثانی 1445ھ/28 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا بیوہ عورت اپنے دیور یا جیٹھ سے بات کر سکتی ہے؟ جیسے کوئی ضروری کام ہو، اسے ڈائریکٹ دیور یا جیٹھ سے بات کرنی ہو، تو بات کر سکتی ہے یا ان کی کسی محرم عورت کے ذریعے ان کو بات پہنچائی جائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بھابھی بیوہ ہو یا اس کا شوہر زندہ ہو، بھابھی کا اپنے دیور و جیٹھ سے بلا تکلف گفتگو کرنا، ہنسی مذاق کرنا سخت ناجائز و حرام ہے۔ اگر کوئی ضروری بات ہو یا ان کو کوئی پیغام پہنچانا ہو، تو ان کی محرم عورتوں کو ذریعہ بنایا جائے، ہاں اگر خود بات کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو اور ڈائریکٹ بات کرنے میں فتنے کا بھی اندیشہ نہ ہو، تو لوچ دار انداز، نرم آواز اور نزاکت والا لہجہ اپنائے بغیر انتہائی سادہ انداز میں مختصر بات کرنے کی اجازت ہے، البتہ بات کرنے کے لئے دونوں کا تنہائی اختیار کرنا، جائز نہیں۔

نامحرموں سے گفتگو کرنے سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ﴿۳۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو۔ (سورۃ الاحزاب، آیت:32)

اس کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: ”آیت کے اس حصے میں ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ایک ادب کی تعلیم دی گئی ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کی مخالفت کرنے سے ڈرتی ہو تو جب کسی ضرورت کی بنا پر غیر مرد سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑ جائے تو اس وقت ایسا انداز اختیار

کرو جس سے لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں نرمی نہ ہو بلکہ انتہائی سادگی سے بات کی جائے اور اگر دین و اسلام کی اور نیکی کی تعلیم اور وعظ و نصیحت کی بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو بھی نرم اور نازک لہجے میں نہ ہو۔

علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن امت کی مائیں ہیں اور کوئی شخص اپنی ماں کے بارے میں بری اور شہوانی سوچ رکھنے کا تصور تک نہیں کر سکتا، اس کے باوجود ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بات کرتے وقت نرم لہجہ اپنانے سے منع کیا گیا تاکہ جو لوگ منافق ہیں وہ کوئی لالچ نہ کر سکیں کیونکہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا جس کی بنا پر ان کی طرف سے کسی برے لالچ کا اندیشہ تھا اس لئے نرم لہجہ اپنانے سے منع کر کے یہ ذریعہ ہی بند کر دیا گیا۔“ اس سے واضح ہوا کہ جب ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کیلئے یہ حکم ہے تو بقیہ کیلئے یہ حکم کس قدر زیادہ ہو گا کہ دوسروں کیلئے تو فتنوں کے مَواقع اور زیادہ ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی عفت اور پارسائی کی حفاظت کرنے والی خواتین کی شان کے لائق یہی ہے کہ جب انہیں کسی ضرورت، مجبوری اور حاجت کی وجہ سے کسی غیر مرد کے ساتھ بات کرنی پڑ جائے تو ان کے لہجے میں نزاکت نہ ہو اور آواز میں بھی نرمی اور لچک نہ ہو بلکہ ان کے لہجے میں اَجنبیت ہو اور آواز میں بیگانگی ظاہر ہو، تاکہ سامنے والا کوئی بُرا لالچ نہ کر سکے اور اس کے دل میں شہوت پیدا نہ ہو اور جب سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے والی امت کی ماؤں اور عفت و عصمت کی سب سے زیادہ محافظ مقدس خواتین کو یہ حکم ہے کہ وہ نازک لہجے اور نرم انداز سے بات نہ کریں تاکہ شہوت پرستوں کو لالچ کا کوئی موقع نہ ملے تو دیگر عورتوں کے لئے جو حکم ہو گا اس کا اندازہ ہر عقل مند انسان آسانی کے ساتھ لگا سکتا ہے۔“ (تفسیر صراط الجنان، جلد 8، صفحہ 16-17، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صحیح بخاری شریف اور دیگر کتبِ احادیث میں قریبی نامحرم سے پردے کی تاکید کچھ یوں مذکور ہے: ”والنظم للاول ”عن عقبة بن عامر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "إياكم والدخول على النساء" فقال رجل من الأنصار يا رسول الله أفرأيت الحمو؟ قال "الحمو الموت"۔“ یعنی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کے متعلق ارشاد فرمایئے تو فرمایا: دیور تو موت ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل الخ، جلد 05، صفحہ 2005، دار ابن کثیر، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کے متعلق مراۃ المناجیح میں ہے: ”یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔ **یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے** جیسے خاوند کا چچا ماموں پھوپھا وغیرہ۔ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہ ہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ **دیور کو موت اس لیے فرمایا کہ عادتاً بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیر محرم سے مذاق دل لگی کسی قدر فتنہ کا باعث ہے۔ اب بھی زیادہ فتنے دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔**“ (مرآۃ المناجیح، جلد05، صفحہ14، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

اجنبی کے مقابلے میں نامحرم رشتہ داروں سے پردے کی تاکید بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”جیٹھ، دیور، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد پھپی زاد، خالہ زاد بھائی سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں، بلکہ **ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا، اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھاسکتی، اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔** لہٰذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا، ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: الحموا الموت، رواہ الحمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ **جیٹھ دیور تو موت ہیں۔**“ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ217، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

عورت کو مرد کے ساتھ بقدرِ ضرورت گفتگو کی اجازت ہے، نہ کہ بے تکلفی کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے کی۔ چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”نجيز الكلام مع النّساء للأجانب ومحاورتهنّ عند الحاجة إلى ذلك، ولا نجيز لهنّ رفع أصواتهنّ ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها لما في ذلك من استمالة الرّجال إليهنّ وَتحريك الشَهوَات منهم ومن هذا لم تجز ان تؤذن المراۃ“ ترجمہ: ہم وقت ضرورت اجنبی عورتوں سے کلام کو جائز سمجھتے ہیں، البتہ یہ جائز قرار نہیں دیتے کہ وہ اپنی آوازیں بلند کریں، گفتگو کو بڑھائیں، نرم لہجہ رکھیں یا مبالغہ کریں، کیونکہ اس طرح تو مردوں کو اپنی طرف مائل کرنا ہے اور ان کی شہوات کو ابھارنا ہے، اِسی وجہ سے تو **عورت کا اذان دینا جائز نہیں۔** (ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد2، صفحہ، 97، مطبوعہ کوئٹہ)

اندیشہ فتنہ وخلوت نہ ہونے کی صورت میں نامحرم رشتہ دار سے بضرورت بات کرنے کی اجازت سے متعلق اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”(عورت) تمام محارم اور حاجت ہو اور اندیشہ فتنہ نہ ہو، نہ خلوت ہو تو پردہ کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی (گفتگو کر سکتی ہے)۔“ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ243، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

پروفائل پر فحش تصویر لگانے کا حکم

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2532

تاریخ اجراء: 24شعبان المعظم1445ھ/06مارچ2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

لڑکی کا وٹس ایپ اور فیس بک پروفائل پر فحش تصویر لگانا کیسا؟ مثلاً کسی عورت کی ایسی تصویر، جس میں بال کھلے ہوں، سینے کا کچھ حصہ ظاہر ہو رہا ہو، اور فٹنگ والی شرٹ پہن رکھی ہو، مگر پروفائل لگاتے وقت آنکھیں چھپادی جائیں اور بقیہ چہرہ شو ہو رہا ہو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسی پروفائل لگانا سخت ناجائز و حرام ہے، کسی لڑکی کا یہ عمل بنیادی طور پہ دو گناہوں کا مجموعہ ہے: ایک بے پردگی کا گناہ اور دوسرا اشاعتِ فاحشہ (بے حیائی کی بات پھیلانے) کا گناہ۔ اور یہ دونوں گناہ بہت خطرناک اور مہلک (ہلاک کرنے والے) ہیں، باقی اسٹیکر وغیرہ لگا کر آنکھیں چھپادینے سے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہو گی اور نہ ہی اس سے یہ پروفائل جائز ہو سکے گی، بہر صورت ممانعت باقی رہے گی۔

نوٹ: بے حیائی پر مشتمل کسی بات یا کام کی تشہیر کرنا اشاعتِ فاحشہ کہلاتا ہے۔

چنانچہ رب تبارک و تعالی ارشاد فرماتا ہے: ”﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(۱۹)﴾ ترجمہ: وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (القرآن الکریم، پارہ18 سورہ نور، آیت 19)

اس آیت مبارکہ کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: ”اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ ارادہ کرتے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ دنیا کے

عذاب سے مراد حد قائم کرنا ہے، اور آخرت کے عذاب سے مراد یہ ہے کہ اگر توبہ کئے بغیر مر گئے تو آخرت میں دوزخ ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز اور باطن کے احوال جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اشاعت سے مراد تشہیر کرنا اور ظاہر کرنا ہے جبکہ فاحشہ سے وہ تمام اَقوال اور اَفعال مراد ہیں جن کی قباحت بہت زیادہ ہے اور یہاں آیت میں اصل مراد زِنا ہے البتہ یہ یاد رہے کہ اشاعتِ فاحشہ کے اصل معنیٰ میں بہت وسعت ہے چنانچہ اشاعتِ فاحشہ میں جو چیزیں داخل ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

(1) کسی پر لگائے گئے بہتان کی اشاعت کرنا۔۔۔() فحش تصاویر اور وڈیوز بنانا، بیچنا اور انہیں دیکھنے کے ذرائع مہیا کرنا() ایسے اشتہارات اور سائن بورڈ وغیرہ بنانا اور بنوا کر لگانا، لگوانا جن میں جاذِبیت اور کشش پیدا کرنے کے لئے جنسی عُریانِیَّت کا سہارا لیا گیا ہو() حیاسوز مناظر پر مشتمل فلمیں اور ڈرامے بنانا، ان کی تشہیر کرنا اور انہیں دیکھنے کی ترغیب دینا() فیشن شو کے نام پر عورت اور حیا سے عاری لباسوں کی نمائش کر کے بے حیائی پھیلانا۔" (تفسیر صراط الجنان، جلد06، صفحہ602، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

پردے کے متعلق، اسی تفسیر صراط الجنان میں ہے: "عورت کا تمام بدن عورت یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ شوہر اور مَحرم کے سوا کسی اور کے لئے اس کے کسی حصہ کو بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور علاج وغیرہ کی ضرورت سے بقدرِ ضرورت جائز ہے۔" (تفسیر صراط الجنان، جلد06، صفحہ620، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جنت کی خوشبو نہ پانے کا کیا مطلب ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1432

تاریخ اجراء: 06 شعبان المعظم 1444ھ/27 فروری 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کچھ گناہ ایسے ہیں کہ جن کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے مرتکب کو جنت کی خوشبو بھی نہ آئے گی، کیا وہ گناہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے؟ ان احادیث کا کیا مطلب ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اہلسنت کے عقیدے کے مطابق کفر و شرک کے علاوہ اگرچہ کوئی کتنا بڑا گناہ کر لے، اس کی وجہ سے وہ اسلام سے نہیں نکلتا، البتہ اگر کسی گناہ کو حلال سمجھتا ہو، تو بعض صورتوں میں کفر کا حکم ہو سکتا ہے۔

اور جہاں تک ان احادیث مبارکہ کا معاملہ ہے کہ جن میں کسی خاص گناہ کے ارتکاب پر فرمایا گیا کہ اس کے مرتکب کو جنت کی خوشبو بھی نہ آئے گی، تو اس کے معانی کو بیان کرنے میں علمائے کرام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"وہ بندہ ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا بلکہ اپنے گناہ کا عذاب پورا ہونے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت کے بعد جنت میں جائے گا۔ اور ایک شرح یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے جنت پہنچ بھی گیا، تو کما حقہ جنت کی خوشبو نہ پا سکے گا۔ لیکن پہلی شرح قوی ہے۔"

مشکوۃ شریف میں ہے "روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"

اس حدیث پاک کے تحت مراۃ المناجیح میں ہے "یعنی ایسی عورت کا جنت میں جانا تو کیا ہی ہو گا وہاں کی خوشبو بھی نہ پائے گی اس سے مراد ہے اولیٰ داخلہ ورنہ آخر کار سارے مؤمن جنت میں پہنچیں گے اگرچہ کیسے ہی گنہگار ہوں لہذا یہ حدیث شفاعت کے خلاف نہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ ایسی عورت جنت میں پہنچ کر بھی وہاں کی خوشبو سے محروم

رہے گی جیسے یہاں نزلہ وزکام والا آدمی پھول ناک پر رکھ کر بھی خوشبو نہیں پاتا۔(مرقات) مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔"(مراۃ المناجیح،ج5،ص126،قادری پبلشرز،لاہور)

مراۃ المناجیح میں ہی ایک دوسرے مقام پر ایک حدیث پاک کی شرح میں ہے" "یعنی اگرچہ وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ سے جنت پہنچ تو جائے گا مگر وہاں کی مہک وخوشبو کما حقہ نہ سونگھ سکے گا اس کو اس جرم میں گویا زکام کرادیا جائے گا۔(مرقات) یا اولاً جنت میں نہ جائے گا اگرچہ آخر میں پہنچ جائے۔"(مراۃ المناجیح،ج5،ص234،قادری پبلشرز،لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

خاتون کا غیر محارم کے ساتھ ٹور (Tour) پر جانا

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1358

تاریخ اجراء: 25 جمادی الثانی 1445ھ/08 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

خاتون اگر محرم کے بغیر گروپ کے ساتھ (جس میں اجنبی مرد بھی ہوں) ٹور پر جائے اور شوہر منع بھی کرے، لیکن بامر مجبوری اجازت دینی پڑے، تو کیا اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لئے شرعی مسافت یعنی تین دن کی راہ (تقریباً 92 کلو میٹر) کا سفر بغیر محرم / شوہر کے کرنا، ناجائز و گناہ ہے، بلکہ علماء خوفِ فتنہ کے پیشِ نظر احتیاطاً عورت کے لئے ایک دن کی راہ (تقریباً 30 کلو میٹر) بھی بغیر محرم یا شوہر طے کرنے سے منع فرماتے ہیں، لہٰذا پوچھی گئی صورت کے مطابق عورت کے لئے ٹور پر جانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اگرچہ شرعی مسافت نہ بھی ہو، کیونکہ شرکا میں جب نامحرم مرد ہوں اور آپس میں اختلاط ہو، تو وقوعِ فتنہ میں کوئی شبہ نہیں ہے، لہٰذا اس پر شرعاً لازم ہے کہ ٹور پر جانے سے بچے اور شوہر کی فرمانبرداری کرے، اگر جائے گی، تو گنہگار اور عذابِ نار کی حق دار ہو گی اور اس کے لئے ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔ نیز شوہر کو بھی اسے نامحرم مردوں کے ساتھ ٹور پر جانے کی اجازت دینا شرعاً جائز نہیں، اگر اجازت دے گا، تو یہ بھی گنہگار اور عذاب نار کا حق دار ہو گا۔ تاہم اگر چلی گئی، تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

قرآن مجید فرقانِ حمید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا (۳۴)“ ترجمہ کنز العرفان: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں

کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کر لو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے۔ (القرآن، سورۃ النساء، آیت:34)

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: ”عورت کی ضروریات، اس کی حفاظت، اسے ادب سکھانے اور دیگر کئی امور میں مرد کو عورت پر تسلط حاصل ہے گویا کہ عورت رعایا اور مرد بادشاہ، اس لئے **عورت پر مرد کی اطاعت لازم ہے**، اس سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ میاں بیوی کے حقوق ایک جیسے نہیں بلکہ مرد کے حقوق عورت سے زیادہ ہیں اور ایسا ہونا عورت کے ساتھ ناانصافی یا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔“ (تفسیر صراط الجنان، سورۃ النساء، تحت آیت:34)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”عورت اگرچہ عفیفہ (یعنی پاکدامن) یا ضعیفہ (یعنی بوڑھی) ہو، اسے بے شوہر یا محرم سفر کو جانا، حرام ہے، اگر چلی جائے گی، گنہگار ہو گی، ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد10، صفحہ706، 707، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

رضاعی خالہ زاد بہن سے پردہ ہوگا یا نہیں؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13034

تاریخ اجراء: 24ربیع الاول1445ھ/11اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمیلہ اور بکر دونوں میاں بیوی ہیں اور بے اولاد تھے، ان دونوں نے زید کو گود لیا۔ زید کو جمیلہ کی بہن نے دودھ پلا کر رضاعت کا رشتہ قائم کیا۔ کچھ سالوں کے بعد جمیلہ اور بکر کی اپنی بیٹی زینب بھی پیدا ہو گئی۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ بالغ ہونے کے بعد زید اور زینب کے درمیان پردے کا کیا معاملہ ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں زید اور زینب کے درمیان پردہ فرض ہے۔

تفصیل اس مسئلے کی یہ ہے کہ زینب اور زید دودھ کے رشتے کے اعتبار سے آپس میں خالہ زاد بھائی بہن ہیں، وہ اس طرح کہ زید زینب کی سگی خالہ کا رضاعی بیٹا ہے اور زینب زید کی رضاعی خالہ کی سگی بیٹی ہے، اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں رضاعت سے فقط وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوں، جو رشتے نسب سے حرام نہ ہوں وہ رضاعت سے بھی حرام نہیں ہوتے، لہذا جس طرح نسبی خالہ زاد بہن بھائی نامحرم ہوتے ہیں اور ان کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے، ان کے درمیان پردہ فرض ہوتا ہے، اسی طرح دودھ کے رشتے سے خالہ زاد بھائی بہن بھی نامحرم ہیں، ان کے درمیان بھی پردہ فرض ہے۔ لہذا صورتِ مسئولہ میں زینب اور زید آپس میں نامحرم ہیں، ان کے مابین بلاشبہ پردہ فرض ہے۔

جو رشتے نسب سے حرام ہیں رضاعت سے بھی حرام ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یحرم من الرضاع مایحرم من النسب“ ترجمہ: جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت (دودھ

کے رشتے کی وجہ) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔(بخاری، کتاب الشہادات، باب الشہادۃ علی الخ، ج1، ص360، مطبوعہ کراچی)

مرآۃ المناجیح میں اس حوالے سے مذکور ہے: "دودھ پینے والے بچے پر دائی کے تمام وہ اہل قرابت حرام ہیں جو اپنے نسب سے حرام ہوتے ہیں دائی کا خاوند بیٹا، دیور، جیٹھ، بھائی وغیرہ۔" (مرآۃ المناجیح، ج05، ص48، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(فیحرم منہ) ای: بسببہ (مایحرم من النسب)" یعنی رضاعت کے سبب وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب کی بنا پر حرام ہیں۔

(مایحرم من النسب) کے تحت رد المحتار میں ہے: "معناہ ان الحرمۃ بسبب الرضاع معتبرۃ بحرمۃ النسب۔" یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ رضاعت کے سبب جو حرمت ہے اُس میں نسب کی حرمت کا اعتبار ہے۔(الدر المختار مع الرد المحتار، کتاب النکاح، ج04، ص393، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "جو نسب میں حرام ہے رضاع میں بھی حرام۔" (بہار شریعت، ج02، ص38، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

خالہ زاد بہن محارم عورتوں میں شامل نہیں۔ جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے: "تحل بنات العمات والاعمام والخالات والاخوال" یعنی پھوپھی، چچا، خالہ اور ماموں کی بیٹیوں سے نکاح حلال ہے۔(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، ج04، ص107، مطبوعہ کوئٹہ)

یاد رہے کہ اسلام میں پردے کی سخت تاکید بیان ہوئی ہے، نامحرموں سے پردہ کرنا عورت پر مطلقاً واجب ہے، بلکہ اجنبی نامحرم کے مقابلے میں نامحرم رشتہ دار سے پردہ کرنے کی تاکید تو اور بھی زیادہ ہے۔

پردے کے حوالے سے تاکید بیان کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّؕ-ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا(۵۹)" ترجمہ کنز الایمان: "اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"
(القرآن الکریم: پارہ22، سورۃ الاحزاب، آیت59)

عورت کا نامحرموں سے پردہ کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "**جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے، اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے**، خواہ فی الحال اس سے نکاح ہو سکتا ہو یا نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص415، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "**ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقا واجب**؛ اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کریگی گنہگار ہو گی؛ اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت ورضاعت، ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت وحالت پر لحاظ ہو گا۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اجنبی کے مقابلے میں نامحرم رشتہ داروں سے پردے کی تاکید بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "جیٹھ، دیور، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد پھپی زاد، **خالہ زاد بھائی، یہ سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں، بلکہ ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا، اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃ میل نہیں کھا سکتی، اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔** لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا، ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: الحمو الموت، رواہ احمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ **جیٹھ دیور تو موت ہیں۔**" (فتاوی رضویہ، ج22، ص217، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا: "کیا اپنی بھابھی، خالہ زاد بہن، پھوپھی زاد بہن، اور چچازاد بہن سے بے پردہ بات چیت کرنا اور ان سے ملنا جائز ہے یا نہیں؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "یہ عورتیں محارم میں سے نہیں ہیں۔" (فتاوی بحر العلوم، ج05، ص244-243، شبیر برادرز، لاہور)

عورت کا غیر محرم کے سامنے بے پردہ جانا مطلقاً حرام ہے۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے: "بے پردہ بایں معنیٰ کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو، جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم ہو یا عامی جوان ہو یا بوڑھا۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص240-239، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مردوں کو اجنبی عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت کے متعلق حدیث پاک میں ہے:"عن عقبة بن عامر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ایاکم والدخول علی النساء "ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔(شعب الایمان، تحریم الفروج، ج 07، ص 309، مطبوعہ ریاض)

مرد کے اجنبی عورت کو دیکھنے کے متعلق ہدایہ میں مذکور ہے:"ولا یجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیة "ترجمہ: مرد کا اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔(الهدایه، کتاب الکراهیة، فصل فی الوطء والنظر والمس، ج 04، ص 368، دار احیاء التراث العربي، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

سالی کا بہنوئی سے میل جول رکھنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12500

تاریخ اجراء: 30ربیع الاول1444ھ/27اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بالغہ عورت اپنے بہنوئی کو بھائی سمجھ کر ان سے بات چیت کر سکتی ہے، ان سے ہاتھ ملا سکتی ہے، ان کے سامنے بے پردہ آسکتی ہے، جبکہ بہنوئی عمر میں بڑا ہو اور اس کی نیت بھی صاف ہو؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بہنوئی نامحرم ہے، خواہ وہ عمر میں بڑا ہو یا چھوٹا، بہر صورت بالغہ یا قریب البلوغ عورت کا اپنے بہنوئی سے پردہ ہے۔ لہذا عورت کا اپنے بہنوئی کو بھائی سمجھ کر پردے کی قیودات سے اپنے آپ کو آزاد سمجھنا، بے تکلفی کرنا، ہاتھ ملانا، اجنبی کے لئے جو حصہ ستر ہے مثلاً بال گردن کلائی وغیرہ ظاہر ہوتے ہوئے اس کے سامنے آنا سخت ناجائز و حرام ہے بلکہ جوان عورت کا اجنبی مرد سے چہرے کا پردہ بھی لازم ہے۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ ”**اپنی حقیقی ہمشیرہ کے شوہر سے عورت کو پردہ کرنا فرض ہے یا نہیں؟**“ آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ”**بہنوئی کا حکم شرع میں بالکل مثل حکم اجنبی ہے بلکہ اس سے بھی زائد کہ وہ جس بے تکلفی سے آمد و رفت، نشست و برخاست کر سکتا ہے غیر شخص کی اتنی ہمت نہیں ہو سکتی**

لہذا صحیح حدیث میں ہے: قالوا یا رسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! جیٹھ، دیور، اور ان کے مثل رشتہ داران شوہر کا کیا حکم ہے۔ فرمایا یہ تو موت ہیں۔“ (فتاوی رضویہ، ج17، ص237، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملخصاً)

پردے کے حوالے سے تاکید بیان کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّؕ-ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا(۵۹)“ ترجمہ

کنزالایمان: ''اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''(القرآن الکریم، پارہ22، سورۃ الاحزاب، آیت:59)

صحیح بخاری شریف اور دیگر کتبِ احادیث میں قریبی نامحرم سے پردے کی تاکید کچھ یوں مذکور ہے: "والنظم للاول "عن عقبة بن عامر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "إياكم والدخول على النساء" فقال رجل من الأنصار يا رسول الله أفرأيت الحمو؟ قال "الحمو الموت"۔ ''یعنی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کے متعلق ارشاد فرمایئے تو فرمایا: دیور تو موت ہے۔(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل۔۔۔الخ، ج05، ص2005، دار ابن کثیر، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کے متعلق مراۃ المناجیح میں ہے: ''یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔ **یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے** جیسے خاوند کا چچا ماموں پھوپھا وغیرہ۔ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہ ہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ **دیور کو موت اس لیے فرمایا کہ عادتاً بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیر محرم سے مذاق دل لگی کسی قدر فتنہ کا باعث ہے۔ اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔**''(مرآۃ المناجیح، ج05، ص14، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا پازیب یا گھنگرو پہننا کیسا ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 43

تاریخ اجراء: 04ذوالحجۃالحرام1442ھ15جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ عورت کا پاؤں میں پازیب یا گھنگرو پہننا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پازیب پاؤں میں پہنے جانے والے گھنگرو سے خالی یا چھوٹے چھوٹے گھنگروؤں پر مشتمل زیور کو کہتے ہیں، جبکہ **گھنگرو** ویسے تو تقریباً مٹر کے برابر دھات سے بنے ہوئے ایسے خول کو کہتے ہیں، جس میں دھات کا دانہ ہوتا ہے، جو ہلنے سے بجتا ہے، البتہ پاؤں میں پہننے کے لئے کئی گھنگروؤں کو دھاگے یا چمڑے وغیرہ پر فٹ کر دیا جاتا ہے، انہیں بھی ”گھنگرو“ کہتے ہیں اور ان کے پہننے کا مقصد آواز کا حصول ہوتا ہے اور انہیں عموماً ناچنے گانے والے استعمال کرتے ہیں۔ (ماخوذ از اردو لغت و فیروز اللغات، وغیرہ)

اس تفصیل کے بعد **پازیب** کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر عورت پازیب پہن کر شوہر اور محارم کے علاوہ کسی غیر مرد کے سامنے ظاہر کرے یا اس طرح استعمال کرے کہ ان کی جھنکار (آواز) غیر مرد تک پہنچے، تو یہ ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ عورت کے لئے اپنے مواضعِ زینت کسی اجنبی مرد کے سامنے ظاہر کرنا، یونہی زیور کی آواز غیر تک پہنچانا حرام ہے۔ ہاں شوہر یا محارم کے سامنے پازیب پہن سکتی ہے، لیکن جائز جگہ پازیب پہننے میں بھی ضروری ہے کہ ایسا پازیب نہ ہو جو فاسقہ عورتوں سے مشابہت پیدا کر دے۔

اور رہا فقط **گھنگرو پہننے کا معاملہ**، تو ایسے گھنگرو جو عام طور پر ناچ گانے والے ہی پہنتے ہوں اور وہ فاسقات کی پہچان ہوں، تو ان سے مشابہت کی وجہ سے عورت کا ایسے گھنگرو پہننا بالکل ناجائز ہے، خواہ اپنے شوہر یا محارم کے سامنے ہی پہنے۔

عورت کا بجنے والا زیور پہن کر غیر محرم کے سامنے ظاہر کرنا یا اس طرح استعمال کرنا کہ آواز ان تک پہنچے، یہ ناجائز ہے۔ اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن﴾ ترجمہ: اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار۔" (پارہ 18، سورۃ النور، آیت 31)

اس آیت کے تحت تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: "یعنی عورتیں چلنے پھرنے میں پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سنی جائے، اسی لئے چاہئے کہ عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں"۔ (تفسیرِ صراط الجنان، جلد 6، صفحہ 623، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور ایسی عورت کے متعلق متعدد وعیدات ہیں۔ چنانچہ کنز العمال میں ہے: "ان اللہ تعالی یبغض صوت الخلخال کما یبغض الغناء ویعاقب صاحبہ کما یعاقب الزامر ولا تلبس خلخالا ذات صوت الا ملعونۃ" ترجمہ: اللہ عزوجل پازیب کی آواز کو ایسے ہی ناپسند فرماتا ہے، جیسے گانے کی آواز کو ناپسند فرماتا ہے اور اس کے پہننے والی کا حشر ویسا ہی کرے گا جیسا کہ مزامیر والوں کا ہوگا اور آواز والی پازیب تو صرف ملعونہ عورت پہنتی ہے"۔ (کنز العمال، جلد 16، صفحہ 393، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے: "قد قال علیہ السلام: ان اللہ لا یستجیب دعاء قوم یلبسون الخلخال نساءھم" ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا قبول نہیں فرماتا، جن کی عورتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔ (تفسیراتِ احمدیہ، صفحہ 565، مطبوعہ کراچی)

گھنگرو پہننے کے متعلق سنن ابی داؤد میں ہے: "ان مولاۃ لھم ذھبت بابنۃ الزبیر الی عمر بن الخطاب وفي رجلھا اجراس، فقطعھا عمر، ثم قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان مع کل جرس شیطانا" ترجمہ: ایک لونڈی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لائی، اس کے پاؤں میں گھنگرو تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کاٹ دیا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر گھنگرو کے ساتھ شیطان ہوتا ہے"۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الخاتم، باب ما جاء فی الجلاجل، جلد 2، صفحہ 229، مطبوعہ لاھور)

مسند امام احمد میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الجرس مزمار الشیطان" ترجمہ: گھنگرو شیطان کا باجا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، جلد 14، صفحہ 338، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ)

عورت کے لئے اجنبی کے سامنے اپنا سنگھار ظاہر کرنا حرام ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبآئھن او اٰبآء بعولتھن او ابنآئھن او ابنآء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخوٰتھن ۔۔الخ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے۔۔الخ"۔(پارہ 18، سورۃ النور، آیت 31)

سننِ ابوداؤد میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس خصلتیں ناپسند فرماتے تھے، ان میں سے ایک خصلت "التبرج بالزینۃ لغیر محلھا" یعنی اپنی زینت غیر محل پر ظاہر کرنا" بھی ہے۔(سنن ابوداؤد، کتاب الخاتم، جلد 4، صفحہ 89، مطبوعہ بیروت)

اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یعنی **عورت کا اپنی زینت نامحرم مردوں پر ظاہر کرنا حرام ہے۔**" (مراۃ المناجیح، جلد 6، صفحہ 134، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "عورت اگر نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال، گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی **یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو** یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے، تو یہ **بالاجماع حرام** اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور بندوبست نہ کریں، تو دیوث ہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج 6، صفحہ 509 تا 510، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آواز والا زیور عورت کب پہن سکتی ہے، اس کے متعلق فتاوی رضویہ میں ہے: "بجنے والا زیور عورت کے لئے اس حالت میں جائز ہے کہ نامحرموں مثلاً خالہ ماموں چچا پھوپھی کے بیٹوں، جیٹھ، دیور، بہنوئی کے سامنے نہ آتی ہو، نہ اس کے زیور کی جھنکار نامحرم تک پہنچے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن۔۔ الاٰیۃ﴾ ترجمہ: "عورتیں اپنا سنگار شوہر یا محرم کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں"۔ اور فرماتا ہے: ﴿ولا یضربن بارجلھن لیعلم مایخفین من زینتھن﴾ ترجمہ: عورتیں پاؤں دھمک کر نہ رکھے کہ ان کا چھپا ہوا سنگار ظاہر ہو۔"

فائدہ: یہ آیہ کریمہ جس طرح نامحرم کو گہنے کی آواز پہنچنا منع فرماتی ہے، یونہی جب آواز نہ پہنچے، اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز بتاتی ہے، کہ دھمک کر پاؤں رکھنے کو منع فرمایا، نہ کہ پہننے کو۔" (فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 128، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فساق وفجار سے مشابہت کے متعلق اسی میں ہے: "(لباس وغیرہ کوئی چیز پہننے میں دیگر امور کے ساتھ) یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ عورتوں یا بدوضع آوارہ فاسقوں کی مشابہت نہ پیدا ہو، مثلاً مرد کو چولی دامن میں گوٹا پٹھا، ٹانکنا مکروہ ہوگا، اگر

چہ چارانگلی سے زیادہ نہ ہو کہ وضع خاص فساق بلکہ زنانوں کی ہے۔ علماء فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص فاسقانہ وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے (جیسے ہمارے زمانے میں نیچری وردی)، تو درزی اور موچی کو ان کا سینا مکروہ ہے، کہ یہ معصیت پر اعانت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ137، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر فرمایا: "جو بات کفار یا بد مذہباں اشرار یا فساق فجار کا شعار ہو، بغیر کسی حاجتِ صحیحہ شرعیہ کے برغبت نفس اس کا اختیار ممنوع و ناجائز و گناہ ہے، اگرچہ وہ ایک ہی چیز ہو کہ اس سے اس وجہ خاص میں ضرر و ران سے تشبہ ہوگا، اسی قدر منع کو کافی ہے، اگرچہ دیگر وجوہ سے تشبہ نہ ہو۔" (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ535تا536، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا پینٹ شرٹ پہننا کیسا ہے؟

مجیب: ابو حمزہ محمد حسان عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: 10

تاریخ اجراء: 10 ربیع الاول 1432ھ/14 فروری 2011ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ لڑکیاں پینٹ شرٹ پہن سکتی ہیں؟ بالکل جسم کے ساتھ ملی ہوئی اور دوسری وہ پینٹ شرٹ جو کھلی کھلی ہو دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو پینٹ شرٹ پہننے کی قطعا اجازت نہیں، چاہے پینٹ جسم سے چپکی ہوئی ہو یا کھلی ہو، اس کی ممانعت کئی وجوہ سے ہے: ایک تو اس لئے کہ اس میں مردوں کی مشابہت ہے اور مردوں سے مشابہت ممنوع ہے۔ امام بخاری اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالی علیہما سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال“ یعنی مردوں میں سے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے اور عورتوں میں سے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی پر اللہ تعالی کی لعنت ہے۔ (صحیح البخاری، 333/10، رقم الحدیث 5886، جامع ترمذی 5، /98، رقم الحدیث 2784)

حافظ ابو داؤد رضی اللہ تعالی عنہ، سیدنا ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ”قیل لعائشۃ ان امرأۃ تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم الرجلۃ من النساء“ یعنی حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانی وضع کی جوتی پہنتی ہے آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم نور مجسم شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے مردانی وضع اختیار کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی۔ (ابو داؤد 4099/4 مطبوعہ بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃاللہ تعالی علیہ اس حدیث کے لفظ ''الرجلۃ'' کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''التی تشبہ بالرجال فی زیھم او مشیھم او رفع صوتھم او غیر ذلک ''یعنی اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردوں سے ان کے طریقہ، ان کے چلنے، آواز بلند کرنے اور اس کی مثل دیگر باتوں میں مشابہت اختیار کرے۔(فیض القدیر 4991/10 مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃاللہ تعالی علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''تلبس النعل التی تختص بالرجال ''یعنی وہ عورت ایسی جوتی پہنتی تھی جو مردوں کے ساتھ خاص ہے۔(مرقاۃ المفاتیح 246/8 مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃاللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''یحرم علی الرجل التشبہ بالنساء وعکسہ فی لباس اختص بہ المشبہ ''یعنی مرد و عورت کا ایک دوسرے کے ایسے لباس میں مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے جو دوسرے کے ساتھ خاص ہو۔(فیض القدیر 4991/10 مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

اس میں ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسے لباس کا پہننا فاسقہ عورتوں کا طریقہ کار ہے اور انہی کے ساتھ خاص ہے اور لباس کے بارے میں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ وہ لباس جو فاسقوں کے ساتھ خاص ہو اس کا پہننا ممنوع ہے۔ اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی لباس کے بارے میں تیسرا قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' سوم لحاظ وضع کہ نہ زی کفار باشد نہ طرق فساق (یعنی) تیسری بات جس کا لحاظ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ لباس کفار اور فساق کے طریقہ پر نہ ہو۔''(فتاوی رضویہ 190/22 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

اس طرح کا لباس پہننے میں تیسری قباحت یہ ہے کہ اس عورت کی پنڈلی وغیرہ کی مکمل ہیئت ظاہر ہو گی اور یہ بھی ممنوع ہے۔ اعلی حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالی عنہ لکھتے ہیں: ''یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چست بدن سے سلے، کہ یہ سب وضع فساق ہے اور ساتر عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی کپڑے پہنے ننگیاں، اس کی وجوہ تفسیر میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اوپر سے بتائیں گے جیسے کہ بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چست کُرتیاں۔''(فتاوی رضویہ 163,162/22 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا تنگ پاجامہ پہن کے باہر جانا کیسا؟

مجیب: ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1302

تاریخ اجراء: 07جمادی الاولی1444ھ/02دسمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کا تنگ پاجامہ باہر پہن کے جانے کا حکم کیا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا ایسا چست لباس پہن کر گھر سے باہر نکلنا یا غیر محرم کے سامنے آنا کہ جس سے اس کے اعضا کی ہیئت واضح ہو، ناجائز و حرام، گناہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے کیونکہ یہ لباس پردہ نہیں بلکہ اس میں ایک طرح کی بے پردگی ہے اور ایک تشریح کے مطابق ایسا لباس پہننے والی عورتوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”صنفان من اهل النار لم ارهما: نساء كاسيات، عاريات، مميلات، مائلات، رءوسهن كاسنمة البخت المائلة، لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وان ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا“ ترجمہ: دوزخیوں کی دو جماعتیں ایسی ہیں، جنہیں میں نے (اپنے زمانے میں) نہیں دیکھا۔ (میرے بعد والے زمانے میں ہوں گی۔ ایک جماعت) ایسی عورتوں کی ہو گی جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن حقیقت میں بے لباس اور ننگی ہوں گی، بے حیائی کی طرف دوسروں کو مائل کرنے اور خود مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر ایسے ہوں گے، جیسے بختی اونٹوں کی ڈھلکی ہوئی کوہانیں ہوں، یہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔ (صحیح مسلم، باب النساء الکاسیات العاریات، جلد3، صفحہ1680، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مجدد دین و ملت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں فرماتے ہیں: ”نہ (لباس) خوب چست بدن سے سلے، کہ یہ سب وضع فساق ہے اور ساترِ عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے، یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی،

کپڑے پہننے ننگیاں،اس کی وجوہ تفسیر سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ چست ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اوپر سے بتائیں گے جیسے بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چست کرتیاں۔

ردالمحتار میں ہے:"فی الذخیرۃ وغیرھا ان کان علی المراۃ ثیاب فلا باس ان یتامل جسدھا اذا لم تکن ثیابھا ملتزقۃ بھا بحیث تصف ماتحتھا وفی التتبیین قالوا ولا باس بالتأمل فی جسدھا وعلیھا ثیاب مالم یکن ثوب یبین حجمھا فلا ینظر الیہ حنیئذ لقولہ علیہ الصلٰوۃ واسلام من تامل خلف امرأۃ ورأی ثیابھا حتی تبین لہ حجم عظامھا لم یرح رائحۃ الجنۃ ولانہ متی کان یصف یکون ناظرا الی اعضائھا اھ ملخصا۔"(ترجمہ:ذخیرہ وغیرہ میں ہے کہ اگر عورت نے لباس پہن رکھا ہو تو اس کے جسم کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ لباس اس قدر تنگ اور چست نہ ہو کہ اعضا کی ہیت بیان کرے۔التتبیین میں ہے کہ ائمہ کرام نے فرمایا جب عورت لباس پہنے ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ لباس ایسا تنگ اور چست نہ ہو جو اس کے حجم کو ظاہر کرنے لگے اگر ایسی صورت حال ہو تو پھر اس طرف نہ دیکھا جائے۔حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی نے عورت کو پیچھے سے دیکھا اور اس کے لباس پر نظر پڑی یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم واضح اور ظاہر ہو گیا تو ایسا شخص جنت کی خوشبو تک نہ پائیگا اور اس لئے کہ لباس جس اعضا کی ہیئت بیان کر رہا ہو تو اس لباس کو دیکھنا مخفی اعضاء کو دیکھنے کے مترادف ہے۔اھ تلخیص شدہ)

"(فتاوی رضویہ،ج22،ت162تا163،مطبوعہ،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:"اس کے کپڑے چست نہ ہوں اور اگر چست کپڑے پہنے ہوں کہ جسم کا نقشہ کھنچ جاتا ہو مثلاً چست پائجامہ میں پنڈلی اور ران کی پوری ہیئت نظر آتی ہے تو اس صورت میں نظر کرنا ناجائز ہے۔۔۔۔اور ایسے موقع پر ان کو اس قسم کے کپڑے پہننا بھی ناجائز"(بہار شریعت،ج3،حصہ16، ص448،مطبوعہ،مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کے لیے چست اور تنگ لباس پہننے کا حکم؟

مجیب: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: 09

تاریخ اجراء: 16 محرم الحرام 1436ھ/10 نومبر 2014ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کا ٹائٹ پاجامہ پہننا کیسا ہے؟ آجکل مارکیٹ میں یہ پاجامے ٹائٹس کے نام سے ہی بکتے ہیں، انہی میں پینٹ کی ایک قسم ٹائٹ بھی ہے، عورت کا یہ پہننا کیسا ہے؟ اس کو پہن کر عورت کی پنڈلیوں کی پوری ہیئت واضح ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات تو چاک اتنے کھلے ہوتے ہیں کہ جسم تو ظاہر نہیں ہو رہا ہوتا اور نہ ہی جسم چمک رہا ہوتا ہے، البتہ رانوں کی سائیڈوں کا اوپر تک کے حصہ کی ہیئت ظاہر ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ٹائٹس تو بنائی ہی اس لیے جاتی ہیں کہ عضو کی ہیئت ظاہر ہو، ایسے کپڑے اگرچہ موٹے ہوں، مگر پھر بھی ایک طرح کی بے ستری ہے، عضو کی پوری بناوٹ ظاہر ہوتی ہے، لہٰذا بے پردگی کی وجہ سے بھی ناجائز ہے۔ یونہی کافرہ اور فاسقہ عورتوں سے مشابہت بھی ہے یہ بھی ممنوع و ناجائز ہونے کی دلیل، اس لئے مسلمان عورتیں اس کے قریب بھی نہ جائیں۔ الامان والحفیظ اسے تو حدیث شریف میں قیامت کی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے کہ عورتیں کاسیات عاریات ہوں گی یعنی لباس پہنیں گی مگر برہنہ ہوں گی، اس کی شرح میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ چست لباس پہنے گی جس سے بدن کی بناوٹ ظاہر ہو گی۔

الغرض گھر کے مردوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ گھر کی خواتین کو نت نئی بے پردگیوں سے باز رکھیں ورنہ باجود قدرت واستطاعت نہ روکنے کی وجہ سے وہ بھی سخت گنہگار ہوں گے عورتوں کو شرم وحیا اور پردہ کی تلقین کریں، گھر سے باہر نکلنے میں کسی قسم کی بے پردگی نہ ہو، اس کا لحاظ رکھا جائے۔ قیامت کے دن دردناک عذاب اور اپنے کیے کے حساب کا خوف کرتے ہوئے شریعت کے دائرے میں زندگی بسر کی جائے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں ''چوڑی دار پاجامہ پہننا منع ہے کہ وضع فاسقوں کی ہے۔ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آداب اللباس میں فرماتے ہیں: سر اویل کہ در عجم متعارف است کہ اگر زیر شتالنگ باشد یا دو سہ چین واقع شود بدعت و گناہ است۔ شلوار جو عجمی علاقوں میں مشہور و معروف ہے اگر ٹخنوں سے نیچے ہو یا دو تین انچ (شکن) نیچے ہو تو بدعت اور گناہ ہے۔

یونہی بوتام لگا کر پنڈلیوں سے چمٹا ہوا بھی ثقہ لوگوں کی وضع نہیں۔ آدمی کو بد وضع لوگوں کی وضع سے بھی بچنے کا حکم ہے، یہاں تک کہ علماء درزی اور موچی کو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فاسقوں کے وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے نہ سیے اگرچہ اس میں اجر کثیر (بہت زیادہ مال) ملتا ہو۔

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے: الاسکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیء من زی الفساق ویعطی لہ فی ذٰلک کثیر الاجر لا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ۔ اگر موچی یا درزی سے جب فاسقوں کی وضع کے مطابق کوئی چیز بنوانے یا سلوانے کے لئے اجارہ کیا جائے اور اس کام کے لئے اسے بہت اجرت دی جائے، تو اس کے لئے یہ کام کرنا بہتر نہیں اس لئے کہ یہ گناہ کے سلسلے میں امداد ہے۔ تو یہ پاجامہ بھی اس راہ سے شرعی نہ ہوا، اگرچہ ٹخنوں سے اونچا ہونے میں حد شرع سے متجاوز نہیں، شرعی کہنا اگر صرف اسی حیثیت سے ہے تو وجہ صحت رکھتا ہے۔ اور اگر مطلقا مرضی و پسندیدہ شرعی مراد جیسا کہ ظاہر لفظ کا یہی مفاد تو صحیح نہیں۔ واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم۔'' (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ172، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی فتاوی رضویہ میں ہے: ''یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چست بدن سے سلے کہ یہ سب وضع فساق ہے اور ساتر عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی کپڑے پہنے ننگیاں، اس کی وجوہ تفسیر سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ چست ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اوپر سے بتائیں گے جیسے بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چست کرتیاں۔ رد المحتار میں ہے: ''فی الذخیرۃ وغیرھا ان کان علی المراۃ ثیاب فلا باس ان یتامل جسدھا اذا لم تکن ثیابھا ملتزقۃ بھا بحیث نصف ما تحتھا وفی التبیین قالوا ولا باس بالتأمل فی جسدھا وعلیھا ثیاب مالم یکن ثوب یبین حجمھا فلا ینظر الیہ حنیئذ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من تامل خلف امرأۃ ورأی ثیابھا حتی تبین لہ حجم عظامھا لم

یرح رائحۃ الجنۃ ولا نہ متی کان یصف یکون ناظرا الی اعضائھا۔اھ ملخصا۔ذخیرہ وغیرہ میں ہے کہ اگر عورت نے لباس پہن رکھا ہو تو اس کے جسم کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ لباس اس قدر تنگ اور چست نہ ہو کہ سب کچھ عیاں ہونے لگے۔ تبیین میں ہے کہ ائمہ کرام نے فرمایا: جب عورت لباس پہنے ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ لباس ایسا تنگ اور چست نہ ہو جو اس کے حجم کو ظاہر کرنے لگے (اگر ایسی صورت حال ہو تو پھر اس طرف نہ دیکھا جائے۔) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی نے عورت کو پیچھے سے دیکھا اور اس کے لباس پر نظر پڑی یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم واضح اور ظاہر ہو گیا تو ایسا شخص (جو غیر محرم کو بغور دیکھ کر لطف اندوز ہونے والا ہے) جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا اور اس لئے کہ لباس سے انداز قد و قامت ظاہر ہو تو اس لباس کو دیکھنا مخفی اعضاء کو دیکھنے کے مترادف ہے۔ ''(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ162، 163، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

میرے پیر و مرشد حضرت علامہ مولانا محمد الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب پردے کے بارے سوال جواب میں ہے ''سوال: گھر سے باہر نکلتے وقت اسلامی بہنوں کو کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

جواب: شَرعی اجازت کی صُورَت میں گھر سے نکلتے وَقت اسلامی بہن غیر جاذِبِ نظر کپڑے کا ڈِھیلا ڈھالا مدنی بُرقع اَوڑھے، ہاتھوں میں دستانے اور پاؤں میں جُرابیں پہنے۔ مگر دستانوں اور جُرابوں کا کپڑا اتنا باریک نہ ہو کہ کھال کی رنگت جھلکے۔ جہاں کہیں غیر مردوں کی نظر پڑنے کا امکان ہو وہاں چہرے سے نِقاب نہ اٹھائے مَثَلاً اپنے یا کسی کے گھر کی سیڑھی اور گلی مَحَلّہ وغیرہ۔ نیچے کی طرف سے بھی اِس طرح بُرقع نہ اٹھائے کہ بدن کے رنگ برنگے کپڑوں پر غیر مردوں کی نظر پڑے۔ واضح رہے کہ عورت کے سر سے لے کر پاؤں کے گٹّوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصّہ بھی مَثَلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی وغیرہ اجنبی مرد (یعنی جس سے شادی ہمیشہ کیلئے حرام نہ ہو) پر بلا اجازتِ شَرعی ظاہر نہ ہو بلکہ اگر لباس ایسا مَہین یعنی پتلا ہے جس سے بدن کی رنگت جَھلکے یا ایسا چُست ہے کہ کسی عُضْو کی ہَیئَت (یعنی شکل و صورت یا اُبھار وغیرہ) ظاہِر ہو یا دوپٹّہ اتنا باریک ہے کہ بالوں کی سیاہی چمکے یہ بھی بے پَردَگی ہے۔''(پردے کے بارے میں سوال جواب، صفحہ43/42، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کے لیے ہاف آستین والے کپڑے پہننا کیسا؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 13

تاریخ اجراء: 06ذوالحجہ الحرام1442ھ/17جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا ”آدھے بازو“ والے کپڑے پہننا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا غیر محرم مردوں کے سامنے آدھی آستین یعنی ہاف بازو والی قمیص پہن کر بازو ظاہر کرنا، ناجائز، گناہ اور حرام ہے، کیونکہ عورت کے لباس اور پردے کے معاملے میں اسلامی اُصول بہت واضح ہے اور وہ یہ کہ عورت کے چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے علاوہ تمام بدن ستر میں داخل ہے، یعنی عورت کے لئے غیر محرم کے سامنے بدن کے اِتنے حصے کو چھپانا ضروری ہے اور فتنے کے خوف کی وجہ سے فی زمانہ عورت کو چہرے کے پردے کا بھی حکم ہے، لہٰذا غیر مردوں کے سامنے ہاف بازو قمیص پہن کر بازو کھولنا بے ستری ہے، جو کہ حرام ہے۔ البتہ بیوی کا شوہر کے سامنے یا عورت کا اپنے محرم مردوں کے سامنے ایسی قمیص پہننا جائز ہے، کہ اُن کے حق میں عورت کا بازو سِتر میں داخل نہیں ہے۔

عورتوں کو اپنا جسم چھپانے اور لوگوں کی نظروں سے بچانے کا اللہ پاک نے تاکیداً حکم ارشاد فرمایا، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى﴾ ترجمہ کنزالعرفان: اور بے پردہ نہ رہو، جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (الاحزاب:33/22)

ایسا لباس پہننے والی عورتوں کے متعلق نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”صنفان من أهل النار لم أرهما، قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات، رءوسهن كأسنمة البخت المائلة، لا يدخلن الجنة، ولا يجدن ريحها، وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا“ ترجمہ: دوزخیوں کی دو جماعتیں ایسی ہیں، جنہیں میں نے (اپنے زمانے میں) نہیں دیکھا۔ (میرے بعد والے زمانے میں ہوں گی) ایک جماعت تو وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کی دُموں کی طرح کوڑے

ہیں، وہ لوگوں کو اُس سے مارتے ہیں (یعنی ظالم لوگ) اور (ایک جماعت) ایسی عورتوں کی ہوگی جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن حقیقت میں بے لباس اور برہنہ ہوں گی، بے حیائی کی طرف دوسروں کو مائل کرنے اور خود مائل ہونے والیاں ہوں گی، اُن کے سر ایسے ہوں گے، جیسے بختی اونٹوں کی ڈھلکی ہوئی کوہانیں ہوں، یہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔ (الصحیح لمسلم، جلد3، صفحہ1680، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

کپڑے پہننے کے باوجود برہنہ عورتیں کون ہیں، اِس کی ایک مراد بیان کرتے ہوئے امام شرف الدین نَوَوِی رَحِمَہ اللہ (سالِ وفات:676ھ/1277ء) مذکورہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ”تکشف شیئا من بدنها إظهارا لجمالها فهن كاسيات عاريات“ ترجمہ: جو عورتیں اپنا جسمانی جمال دِکھانے کے لیے اپنے بدن کا کچھ حصہ ظاہر کرتی ہیں، وہ حدیث مبارک کے مطابق کپڑے پہننے کے باوجود بے لباس ہیں۔ (المنہاج مع الصحیح لمسلم، جلد17، صفحہ191، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

عورت کے لیے جن اعضاء کا پردہ ضروری ہے، اُسے بیان کرتے ہوئے علامہ علاؤالدین حصکفی رَحِمَہ اللہ (سالِ وفات :1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں: ”(وللحرة) ـ (جميع بدنها) حتى شعرها النازل في الاصح (خلا الوجه والكفين) ـ (والقدمين ـ (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين رجال) ـ (لخوف الفتنة)“ ترجمہ: چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے علاوہ، آزاد عورت کا تمام بدن، حتی کہ لٹکے ہوئے بال بھی سترِ عورت ہیں۔ اور فی زمانہ خوفِ فتنہ کی وجہ سے مردوں کے سامنے جوان عورت کو اپنا چہرہ ظاہر کرنا بھی منع ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، جلد2، باب شروط الصلاۃ، مطلب في ستر العورۃ، صفحہ95، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان رَحِمَہ اللہ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: ”عورت اگر نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال، گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ اُن چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے، تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع و لباس کی عادی عورتیں ”فاسقات“ ہیں اور اُن کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور بندوبست نہ کریں، تو دیوث ہیں۔“ (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ509، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

محرم مرد کے حق میں بازو اعضائے ستر میں داخل نہیں، چنانچہ علامہ کاسانی حنفی رَحِمَہ اللہ (سالِ وفات:587ھ/1191ء) لکھتے ہیں: ”يحل للرجل النظر من ذوات محارمه إلى رأسها وشعرها وأذنيها وصدرها وعضدها و

ثدیھا وساقھا وقدمھا"ترجمہ: کسی شخص کا اپنی محرم رشتے دار خاتون کے سر، بال، کانوں، سینے، بازو، چھاتی، پنڈلی اور قدموں کی طرف نظر کرنا، جائز ہے۔(بدائع الصنائع، جلد6، کتاب الاستحسان، صفحہ489، مطبوعہ کوئٹہ)

مگر یہ دیکھنا ایک شرط کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی رَحِمَہُ اللہ (سالِ وفات:1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں:"إن أمن شھوتہ وشھوتھا أیضا وإلا لا"ترجمہ: اگر مرد اور عورت کو اپنی شہوت نہ بھڑکنے پر اعتماد ہو تو دیکھنا جائز ہے، ورنہ ہر گز جائز نہیں۔(درمختار مع ردالمحتار، جلد9، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی النظر واللبس، صفحہ605، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کے محرم کون کون سے مرد ہوتے ہیں؟

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2300

تاریخ اجراء: 13 جمادی الثانی 1445ھ/27 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کون سے مرد عورت کے محرم ہوتے ہیں، جن سے شرعاً پردہ نہیں ہوتا؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مَحرم سے مراد وہ مرد ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو۔ اور ان میں سے جن کے ساتھ نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہے، ان سے پردہ کرنے کی اجازت نہیں۔ باقی اقسام کے محارم سے پردہ کرنے اور نہ کرنے دونوں کی اجازت ہے، جہاں جیسی مصلحت و حالت ہو، اس کے اعتبار سے حکم ہو گا۔

محارم میں تین قسم کے افراد داخِل ہیں:

(1) **نَسَب کی بنا پر جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو۔**

نَسبی محارم میں چار طرح کے افراد داخل ہیں:

(1) اپنی اولاد (یعنی بیٹا بیٹی) اور اپنی اولاد کی اولاد (یعنی پوتا پوتی نواسا نواسی) نیچے تک (2) اپنے ماں باپ اور اپنے ماں باپ کے ماں باپ (یعنی دادا دادی نانا نانی) اُوپر تک (3) اپنے ماں باپ کی اولاد (یعنی بھائی بہن خواہ حقیقی ہوں یا سوتیلے یعنی صرف ماں شریک یا صرف باپ شریک بھائی بہن) اور یونہی اپنے ماں باپ کی اولاد کی اولاد (یعنی بھتیجا بھتیجی بھانجا بھانجی خواہ حقیقی بھائی بہن سے ہو یا سوتیلے سے ہو) نیچے تک (4) اپنے دادا دادی، نانا نانی کی اپنی اولاد (یعنی چچا پھوپھی ماموں خالہ یہ رشتے سگے ہوں یا سوتیلے)۔ اور چچا پھوپھی ماموں خالہ وغیرہ کی اولادیں غیر محرم ہیں۔

(2) رَضاعت یعنی دودھ کے رشتے کی بِنا پر جن سے نِکاح حرام ہو۔

(3) مُصاہَرت: یعنی سُسرالی رِشتے کی وجہ سے جن سے نکاح حرام ہو۔ جیسے سُسر کے لئے بہو یا ساس کے لئے داماد۔

مُصاہَرَت کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ عورت جس مرد سے نِکاح کرتی ہے تو اس مرد کے اُصول وفُرُوع (اُصول سے مُراد باپ دادا پر دادا اوپر تک اور فُرُوع سے مُراد اولاد در اولاد در اولاد نیچے تک ہے) اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتے ہیں۔ یونہی شوہر پر اپنی بیوی کے اُصول وفُرُوع بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتے ہیں۔

نیز زنا اور دواعیِ زنا (یعنی زنا کی طرف دعوت دینے والے اُمُور مثلاً شہوت کے ساتھ جسم کو بلا حائل چھونے یا بوسہ لینے وغیرہ) کے ذَرِیعے مرد و عورت پر یہی احکام ثابِت ہوں گے یعنی حُرمتِ مُصاہَرَت ثابت ہو جائے گی۔ (پردے کے بارے میں سوال جواب، صفحہ 44 تا 46 ملخصا، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: "پردہ صرف ان سے نادرست ہے جو بسبب نسب کے عورت پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوں اور کبھی کسی حالت میں ان سے نکاح ناممکن ہو جیسے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا۔" (فتاوی رضویہ، ج 22، ص 235، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقا واجب؛ اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کریگی گنہگار ہو گی؛ اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت ورضاعت ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت وحالت پر لحاظ ہو گا۔" (فتاوی رضویہ، ج 22، ص 240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

غیر محرم کو سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2491

تاریخ اجراء: 06 شعبان المعظم 1445ھ/17 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا غیر محرم کو سلام کر سکتے ہیں نیز کیا اسکے سلام کا جواب دے سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

غیر محرم جوان عورت کو سلام کرنا مرد کے لئے مکروہ و ممنوع ہے، ہاں بوڑھیوں کو کر سکتا ہے۔

رہا سلام کے جواب دینے کا معاملہ، تو اگر مرد بوڑھا ہے تو عورت اسے بآواز جواب دے سکتی ہے، اگر جوان ہے تو دل میں جواب دے۔

اسی طرح اگر کسی نامحرم عورت نے مرد کو سلام کیا، تو اگر وہ بوڑھی ہے تو مرد بلند آواز سے جواب دے سکتا ہے اور جوان ہو تو دل میں جواب دے۔

شعب الایمان للبیھقی میں ہے "قال زرزر رجل من أهل مكة صالح، قلت لعطاء اسلم على النساء؟ قال: إن كن شواب فلا" ترجمہ: اہل مکہ میں سے زرزر نامی ایک نیک شخص نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا کیا میں عورتوں کو سلام کروں؟ تو فرمایا: اگر وہ جوان ہیں تو نہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی، ج11، ص256، مکتبۃ الرشد، الریاض)

رد المحتار علی الدر المختار میں ہے "وإذا سلمت المرأة الأجنبية على رجل إن كانت عجوزا رد الرجل - عليها السلام - بلسانه بصوت تسمع، وإن كانت شابة رد عليها في نفسه، وكذا الرجل إذا سلم على امرأة أجنبية فالجواب فيه على العكس" اور جب اجنبیہ عورت نے مرد کو سلام کیا تو اگر وہ بوڑھی ہو تو اس کے سلام کا جواب اتنی آواز سے دے جس کو وہ سن لے اور اگر جوان ہو تو دل میں جواب دے، اسی طرح جب مرد کسی نامحرم عورت کو سلام کرے تو اس معاملہ میں جواب برعکس ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، ج06، ص369، دار الفکر بیروت)

درمختار میں ہے "سلامك مكروه على ... مصل وتال ذاكر ... كذا الأجنبيات الفتيات امنع "ترجمہ: تمہارا اسلام کرنا مکروہ ہے نمازی پر اور تلاوت کرنے والے پر، ذکر کرنے والے پر اسی طرح جوان اجنبیات کو سلام کرنے سے اپنے آپ کو روک۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے "(قوله الفتيات) جمع فتية: المرأة الشابة ومفهومه جوازه على العجوز، بل صرحوا بجواز مصافحتها عند أمن الشهوة "ترجمہ: الفتیات، فتیۃ کی جمع ہے، فتیۃ کا مطلب ہے جوان عورت جس کا مفہوم یہ ہے کہ بوڑی کو سلام کرنا جائز ہے بلکہ انہوں نے شہوت کا خوف نہ ہونے کے وقت بوڑھی سے مصافحہ کے جواز کی تصریح کی ہے۔(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا، ج1، ص617، دار الفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے "اجنبیات میں جوانوں کو سلام نہ کیا جائے، بوڑھیوں کو کیا جائے۔"(فتاوی رضویہ، ج22، ص563، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا باپ شریک بہنوں سے پردہ ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13057

تاریخ اجراء: 07ربیع الثانی1445ھ/23اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ ایک ہے جبکہ والدہ الگ الگ ہیں، تو کیا اس صورت میں ان لڑکوں کا اپنی باپ شریک بہنوں سے بھی پردہ ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بہن خواہ سگی ہو یا باپ یا ماں شریک ہو بہر صورت وہ محرمات میں داخل ہے اور محرمات سے پردہ فرض نہیں، لہذا پوچھی گئی صورت میں لڑکوں کا اپنی باپ شریک بہنوں سے پردہ نہیں۔

بہن محرمات میں داخل ہے، اسی حرمت میں باپ شریک بہن میں داخل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ" ترجمہ کنز الایمان: "حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں۔" (القرآن الکریم: پارہ 05، سورۃ النساء، آیت 23)

(وَ اَخَوٰتُكُمْ۔۔۔الخ) کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "**یہ سب سگی ہوں یا سوتیلی۔**" (تفسیر خزائن العرفان، ص160، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی رضویہ میں ہے: "اصل علت حرمت جزئیت ہے کہ نسب میں ظاہر۔۔۔پھر دو شخصوں میں علاقہ جزئیت کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ان میں ایک دوسرے کا جز ہو، دوسرے یہ کہ دونوں تیسرے کے جز ہوں۔۔۔صورت ثانیہ میں تین صورتیں ہیں: (۱) دونوں ثالث کے جز قریب ہوں، یہ عینی یا علاتی یا اخیافی **بھائی یا بہنیں یا بہن بھائی ہوئے**، عام ازیں کہ دونوں اس کے جز نسبی ہوں یا دونوں رضاعی یا ایک نسبی ایک رضاعی۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص499-500، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملتقطاً)

بہارِ شریعت میں ہے: ”**بہن خواہ حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو یا ماں ایک ہے اور باپ دو، سب حرام ہیں۔**“ (بہار شریعت، ج02، ص22، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

محارم سے پردہ نہیں۔ جیسا کہ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ”**پردہ صرف ان سے نادرست ہے جو بسبب نسب کے عورت پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوں** اور کبھی کسی حالت میں ان سے نکاح ناممکن ہو جیسے باپ، دادا، نانا، **بھائی**، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا۔“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص235، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ”**ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب؛ اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب،** اگر کریگی گنہگار ہو گی؛ اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت ورضاعت ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت وحالت پر لحاظ ہو گا۔“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

محارم عورتوں کے کن اعضاء کی طرف مرد نظر کر سکتا ہے۔ اس متعلق تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”(ومن محرمه) هي من لا يحل له نكاحها أبدا بنسب أو سبب ولو بزنا (إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد إن أمن شهوته۔۔۔۔ وإلا لا، لا إلى الظهر والبطن)“ یعنی محارم سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، یہ حرمت نسب سے ہو یا سبب سے ہو اگرچہ زنا ہی کے سبب یہ حرمت آئی ہو، تو ایسی محارم عورتوں کے سر، چہرے، سینے، پنڈلی، بازو کی طرف نظر کر سکتا ہے جبکہ شہوت سے امن ہو ورنہ نہیں، ہاں پیٹھ اور پیٹ کی طرف دیکھنا، جائز نہیں۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج09، ص605-606، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

بہارِ شریعت میں ہے: ”جو عورت اس کے محارم میں ہو اس کے سر، سینہ، پنڈلی، بازو، کلائی، گردن، قدم کی طرف نظر کر سکتا ہے، جبکہ دونوں میں سے کسی کی شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ محارم کے پیٹ، پیٹھ اور ران کی طرف نظر کرنا، ناجائز ہے۔ اسی طرح کروٹ اور گھٹنے کی طرف نظر کرنا بھی ناجائز ہے۔ کان اور گردن اور شانہ اور چہرہ کی طرف نظر کرنا، جائز ہے۔ محارم سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، یہ حرمت نسب سے ہو یا سبب سے مثلاً رضاعت یا مصاہرت۔“ (بہارِ شریعت، ج03، ص445-444، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سوتیلے بھائی بہن آپس میں محرم ہوتے ہیں؟ کیا ان کے مابین پردہ نہیں ہوتا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13211

تاریخ اجراء: 20 جمادی الثانی 1445ھ / 03 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے دو شادیاں کی ہوئی ہیں، میری پہلی بیوی میں سے پانچ بچے ہیں جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد میں نے دوسری شادی ایک مطلقہ عورت سے کی جس کے سابقہ شوہر سے دو لڑکے ہیں۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا میرے سگے بچے یعنی بیٹیاں اور دوسری بیوی کے لڑکے آپس میں محرم ہیں یا نہیں؟ اگر محرم نہیں تو کیا ان کا آپس میں پردہ بھی ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کی بیٹیاں اور دوسری بیوی کے لڑکے آپس میں نامحرم ہیں کہ یہ بھائی بہن نہ تو باپ شریک ہیں اور نہ ہی ماں شریک ہیں، لہذا ان کی آپس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ البتہ ہمارے یہاں احتراماً رشتے کی بہن یا رشتے کا بھائی کہہ دیا جاتا ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اب ان کے آپس کے معاملات سگے بہن بھائی والے ہو جائیں۔

یاد رہے کہ جس سے نکاح ہو سکتا ہے وہ محرم نہیں ہوتا اور جو نامحرم ہو، اس سے پردہ ضروری ہوتا ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں آپ کی دونوں لڑکیوں کا اپنے سوتیلے بھائیوں سے پردہ ہو گا۔

محارم عورتوں کے ذکر کے بعد ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ“ ترجمہ کنز الایمان: ”اور اُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔“ (القرآن الکریم: پارہ 05، سورۃ النساء، آیت 24)

رشتے کی بہن جو ماں باپ میں شریک نہ ہو اُس کے نامحرم ہونے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک، نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے ماموں خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں، یہ سب عورتیں شرعاً حلال

ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت و مصاہرت قائم نہ ہو۔ قال اللہ تعالٰی "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُم" اللہ تعالٰی نے فرمایا: محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص413، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "ایک شخص کا نکاح ایک بیوہ عورت سے ہوا تھا، اس عورت کا ایک لڑکا اگلے مرد سے ہے اور اب جس مرد سے نکاح کیا، اس مرد کی پہلی عورت سے ایک لڑکی ہے، اب دونوں لڑکے لڑکی باہم نکاح کرنا چاہتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**ان دونوں کا باہم نکاح ہو سکتا ہے کہ دونوں کا نہ ایک باپ ہے نہ ایک ماں**، قال اللہ تعالیٰ "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُم"۔" (فتاوی امجدیہ، ج02، ص55، مکتبہ رضویہ، کراچی)

مفتی جلال الدین علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "مدخولہ بیوی کی اولاد جو دوسرے شوہر سے ہو ان سے اپنی اولاد کے نکاح کرنے میں شرعاً کوئی خرابی نہیں۔" (فتاوی فیض رسول، ج01، ص571، شبیر برادرز، لاہور)

عورت کا نامحرموں سے پردہ کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "**جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے، اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے**، خواہ فی الحال اس سے نکاح ہو سکتا ہو یا نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص415، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "**ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب**۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اجنبی کے مقابلے میں نامحرم رشتہ داروں سے پردے کی تاکید بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "جیٹھ، دیور، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد پھپی زاد، **خالہ زاد بھائی، یہ سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں، بلکہ ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا، اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃ میل نہیں کھا سکتی، اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔** لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا، ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: الحمو الموت، رواہ احمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ **جیٹھ دیور تو موت ہیں۔**" (فتاوی رضویہ، ج22، ص217، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

کیا سوتیلی بھتیجی (یعنی باپ شریک بھائی کی بیٹی) کی بیٹی محرم ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12827

تاریخ اجراء: 24شوال المکرم1444ھ/15مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سوتیلی بھتیجی (یعنی باپ شریک بھائی کی بیٹی) کی بیٹی بھی محارم عورتوں میں داخل ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بھتیجی محرمات میں داخل ہے، اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے اور فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اس حرمت میں بالاجماع بھتیجی کی اولاد در اولاد نیچے تک شامل ہے۔ یہ سب چچا پر حرام ہیں، لہذا سوتیلی بھتیجی (یعنی باپ شریک بھائی کی بیٹی) کی بیٹی بھی محارم عورتوں میں داخل ہے کہ بھائی، سگا ہو یا ماں شریک یا باپ شریک وہ بھائی ہی ہوتا ہے، اس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ لہذا ان کی اولاد بھی حرام ہو گی۔

سوال میں جو باپ شریک بھائی کی بیٹی کے متعلق پوچھا گیا یہ بھی محرمہ عورت ہے اور اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کو بیان کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: حرام ہوئیں تم پر بھتیجیاں اور بھانجیاں۔ (القرآن الکریم، پارہ04، سورۃ النساء، آیت:23)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے: "**یہ سب سگی ہوں یا سوتیلی۔**" (تفسیرِ خزائن العرفان، ص160، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بدائع الصنائع میں مذکور ہے:"**قولہ تعالی:**{وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ}وبنات بنات الأخ والأخت وإن سفلن بالإجماع"یعنی ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "حرام ہوئیں تم پر بھتیجیاں اور بھانجیاں" اس حرمت میں بالاجماع بھائی اور بہن کی بیٹی کی اولاد نیچے تک داخل ہے۔(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، ج02، ص257، بیروت)

فتاوٰی رضویہ میں ہے:"لاجرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا اور کتب فقہ میں انھیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا، معالم التنزیل میں ہے:"یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن "یعنی ان محرمات ابدیہ میں بھائی اور بہن کی اولاد کی بیٹیاں خواہ نیچے تک ہوں، داخل ہیں۔"(فتاوی رضویہ، ج11، ص406، رضافاونڈیشن، لاہور)

ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:"**جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجوں اور بھانجوں کی اولاد، اور اولاد در اولاد کتنی ہی دور سلسلہ جائے، سب حرام ہیں**، بنات پوتیوں نواسیوں دور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے۔۔۔۔۔فرمایا:"وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں۔" ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی دور ہوں سب داخل ہیں۔"
(فتاوی رضویہ، ج11، ص447، رضافاؤنڈیشن، لاہور، ملتقطاً)

بہارِ شریعت میں ہے:"بھتیجی، بھانجی سے بھائی، بہن کی اولادیں مراد ہیں، ان کی پوتیاں، نواسیاں بھی اسی میں شمار ہیں۔"(بہارِ شریعت، ج02، ص22، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا سوتیلے سسر سے بھی عورت کا پردہ ہوگا؟؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12225

تاریخ اجراء: 07ذوالقعدۃالحرام1443ھ/07جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی ماں نے دوسری شادی کرلی ہے، اب زید کی بیوی کا زید کے سوتیلے باپ سے پردہ ہوگا یا نہیں؟؟ اس حوالے سے رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً تو یہ یاد رہے کہ عورت کا حقیقی سسر یعنی شوہر کا باپ تو عورت کا محرم ہوتا ہے اور یہ حرمت صرف نکاحِ صحیح سے ہی ثابت ہوجاتی ہے خواہ شوہر نے اس عورت سے دخول کیا ہو یا پھر دخول نہ کیا ہو، لیکن سوتیلا سسر عورت کا محرم نہیں بنتا کہ وہ شوہر کا باپ نہیں اس لیے یہاں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ جیسا کہ فقہائے کرام کی تصریحات سوتیلی ساس چونکہ بیوی کی ماں نہیں ہوتی اسی لیے اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔

لہذا پوچھی گئی صورت میں زید کی بیوی کا زید کے سوتیلے باپ سے پردہ کرنا شرعاً واجب ہے کہ وہ اس کے لیے نامحرم ہے، بلکہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق عورت کو اجنبی نامحرم کے مقابلے میں نامحرم رشتہ دار سے پردہ کرنے کی اور بھی زیادہ تاکید ہے۔

شوہر کا حقیقی باپ عورت کا محرم ہوتا ہے خواہ شوہر نے دخول کیا ہو یا دخول نہ کیا ہو۔ جیسا کہ النتف فی الفتاوٰی میں مذکور ہے: ”وأما الصهر فهم أربعة اصناف أحدهم ابو الزوج والجدود من قبل ابويه وان علوا يحرمون على المرأة وتحرم هي عليهم دخل بها أو لم يدخل بها“ یعنی بہر حال سسرالی رشتے سے چار اقسام حرام ہیں، ان میں سے پہلی قسم شوہر کا باپ اور باپ کی طرف سے شوہر کے آباء واجداد ہیں اگرچہ اوپر تک ہوں کہ یہ سب عورت پر حرام ہوتے ہیں اور عورت ان پر حرام ہے خواہ شوہر نے اس عورت سے دخول کیا ہو یا دخول نہ کیا ہو۔“

(النتف فی الفتاوی، ج01، ص254، دار الفرقان، بیروت لبنان)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جو اپنے سُسر کے انتقال کے بعد اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا چاہتا تھا تو اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: ”نکاح مذکور جائز ہے قال اللہ عزوجل: واحل لکم ماورآء ذلکم۔ **علماء قاطبہ متون وشروح وفتاوی میں محرماتِ صہریہ زوجاتِ اصول وفروع، اصولِ وفروعِ زوجات بتاتے ہیں** نہ زوجہِ اصولِ زوجہ،، اور سوتیلی ماں لفظ امھات میں ہر گز داخل نہیں،، اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہذا اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر۔“ (فتاوٰی رضویہ، ج11، ص312، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

عورت کا نامحرموں سے پردہ کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”**جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے** خواہ فی الحال اس سے نکاح ہو سکتا ہو یا نہیں۔“ (فتاوی رضویہ، ج11، ص414، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ”**ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقا واجب**؛ اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کریگی گنہگار ہو گی؛ اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت ورضاعت ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت وحالت پر لحاظ ہو گا۔“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اجنبی کے مقابلے میں نامحرم رشتہ داروں سے پردے کی تاکید بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ”جیٹھ، دیور، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد پھپی زاد، خالہ زاد بھائی سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں، بلکہ **ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا، اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃ میل نہیں کھا سکتی، اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔** لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا، ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: الحموا الموت، رواہ الحمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ جیٹھ دیور تو موت ہیں۔“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص217، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا عورت کا اپنے سسر کے بھائیوں سے بھی پردہ ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12418

تاریخ اجراء: 22صفر المظفر1444ھ/19ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کا اپنے سسر کے بھائیوں سے بھی پردہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر ممانعت کی کوئی دوسری وجہ مثلِ رضاعت وغیرہ نہ ہو تو عورت اپنے سسر کے بھائیوں سے بھی پردہ کرے گی کہ یہ شوہر کے اصول میں داخل نہیں، اس لیے یہ عورت کے لیے محرم نہیں بنتے اور عورت کا نامحرموں سے پردہ کرنا واجب ہے، بلکہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق عورت کو اجنبی نامحرم کے مقابلے میں نامحرم رشتہ دار سے پردہ کرنے کی اور بھی زیادہ تاکید ہے۔

شوہر کے آباء واجداد عورت کے لیے محرم بنتے ہیں خواہ شوہر نے دخول کیا ہو یا دخول نہ کیا ہو۔ جیسا کہ النتف فی الفتاوٰی میں مذکور ہے: ”**وأما الصهر فهم أربعة اصناف أحدهم ابو الزوج والجدود من قبل ابويه وان علوا يحرمون على المرأة وتحرم هي عليهم** دخل بها أو لم يدخل بها“ یعنی بہر حال سسرالی رشتے سے چار اقسام حرام ہیں، ان میں سے پہلی قسم شوہر کا باپ اور باپ کی طرف سے شوہر کے آباء واجداد ہیں اگرچہ اوپر تک ہوں کہ یہ سب عورت پر حرام ہوتے ہیں اور عورت ان پر حرام ہے خواہ شوہر نے اس عورت سے دخول کیا ہو یا دخول نہ کیا ہو۔“ (النتف فی الفتاوی، ج01، ص254، دار الفرقان، بیروت لبنان)

فتاوی شامی میں ہے: ”قال فی البحر: أراد بالحرمة المصاهرة الحرمات الأربع **حرمة المراة على أصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً**، وحرمة أصولها وفروعها على الزانی نسباً ورضاعاً **كما فی الوطء الحلال**“ یعنی صاحب بحر الرائق نے فرمایا کہ یہاں حرمتِ مصاہرت سے چار طرح کی حرمت مراد ہے، زانی کے اصول وفروع چاہے نسب کی وجہ سے ہوں یا رضاعت کی وجہ سے، ان پر زانیہ حرام ہے اور زانیہ کے اصول وفروع چاہے

وہ نسب سے ہوں یا رضاعت کی وجہ سے، یہ سب زانی پر حرام ہیں جیسا کہ حلال وطی کی وجہ سے ہوتا ہے۔" (ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب النکاح، ج04، ص113، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جو اپنے سُسر کے انتقال کے بعد اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا چاہتا تھا تو اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: "نکاح مذکور جائز ہے قال اللہ عزوجل: واحل لکم ماورآء ذلکم۔ **علماء قاطبہ متون وشروح وفتاوی میں محرماتِ صہریہ زوجاتِ اصول وفروع، اصولِ وفروعِ زوجات بتاتے ہیں** نہ زوجہِ اصولِ زوجہ۔۔۔ اور سوتیلی ماں لفظ امھات میں ہرگز داخل نہیں۔۔۔ اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہذا اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص312، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورت کا نامحرموں سے پردہ کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "**جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے** خواہ فی الحال اس سے نکاح ہو سکتا ہو یا نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص415، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "**ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقا واجب**؛ اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کریگی گنہگار ہو گی؛ اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت ورضاعت ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت وحالت پر لحاظ ہو گا۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اجنبی کے مقابلے میں نامحرم رشتہ داروں سے پردے کی تاکید بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "جیٹھ، دیور، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد پھپی زاد، خالہ زاد بھائی سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں، بلکہ **ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا، اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃ میل نہیں کھا سکتی، اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔** لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا، ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: الحمو الموت، رواہ احمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ جیٹھ دیور تو موت ہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص217، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کیا مرد کا اپنی سوتیلی بیٹیوں سے بھی پردہ ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13135

تاریخ اجراء: 09جمادی الاولیٰ1445ھ/24نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مطلقہ عورت جس کی پہلے شوہر سے بیٹیاں ہوں، وہ عورت اگر دوسری شادی کرے اور دوسرے شوہر سے ازدواجی تعلقات بھی قائم ہو جائیں، تو کیا عورت کے دوسرے شوہر کا اپنی سوتیلی بیٹیوں سے پردہ ہو گا یا نہیں؟ اگر پردہ نہیں ہو گا تو کیا اُس عورت کے انتقال کے بعد اُن لڑکیوں سے پردہ ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس عورت کے ساتھ مرد ازدواجی تعلقات قائم کرلے تو اس مدخولہ عورت کی لڑکی اُس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے، خواہ وہ مدخولہ عورت اس مرد کے نکاح میں موجود رہے یا نہ رہے، بہر صورت اس مدخولہ عورت کی لڑکی سے اس مرد کا نکاح کرنا حرام ہوتا ہے۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں دوسرے شوہر کا اپنی سوتیلی بیٹیوں سے پردہ نہیں کہ وہ لڑکیاں حرمتِ مصاہرت کے سبب اس مرد کی ابدی محرمات ہیں۔

سوتیلی بیٹی کے محرم ہونے سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ترجمہ کنزالایمان: اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں اُن بی بیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔ (القرآن الکریم، پارہ04، سورۃ النساء، آیت:23)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ رازی میں ہے: ”اعلم أنه تعالى نص على تحريم أربعة عشر صنفا من النسوان۔۔۔ **بنات النساء بشرط أن يكون قد دخل بالنساء۔**“ یعنی اللہ عزوجل نے چودہ عورتوں کے ساتھ نکاح کو واضح طور پر حرام فرمایا۔۔۔ (انہیں محرمات میں سے) عورت کی بیٹیاں بھی ہیں بشرطیکہ اُس عورت کے ساتھ مرد نے دخول کر لیا ہو۔ (التفسیر الکبیر، ج10، ص22، دار إحياء التراث العربي، بیروت، ملتقطاً)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ نور العرفان میں ہے: "**اپنی بیوی کی بیٹی جو دوسرے خاوند سے ہو، وہ حرام ہے اگرچہ ہماری پرورش میں نہ ہو۔ مگر یہ سوتیلی بیٹی** صرف ہمارے لیے حرام ہے اور ہماری اولاد کے لیے حلال اور **ہمارے لیے بھی جب حرام ہے جبکہ بیوی سے صحبت کرلی (ہو)۔**" (تفسیرِ نور العرفان، ص128، مطبوعہ پیر بھائی کمپنی اردو بازار، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اسی آیت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: "**اس آیہ کریمہ میں زن مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور وصف "اللّٰتی فی حجورکم" یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرط حرمت نہیں۔۔۔ مناط حرمت صرف وطی ہے اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی** اگرچہ بلا نکاح اگرچہ بروجہ حرام، **اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی۔**" (فتاوی رضویہ، ج11، ص355-354، رضا فانڈیشن لاہور، ملتقطاً)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "**بنات الزوجۃ وبنات اولادھا وان سفلن بشرط الدخول بالام** کذا فی الحاوی القدسی سواء کانت الابنۃ فی حجرہ اولم تکن کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان" یعنی مرد اگر بیوی سے صحبت کر چکا ہے تو اس پر مدخولہ عورت کی لڑکیاں اور اس کی اولاد کی لڑکیاں، یعنی پوتیاں اور نواسیاں حرام ہیں، جیسا کہ حاوی قدسی میں مذکور ہے۔ خواہ وہ لڑکی مرد کی پرورش میں ہو یا نہ ہو، جیسا کہ امام قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں مذکور ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح، ج01، ص274، مطبوعہ بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "**کیا زوجہ کی لڑکی سے اس کی موجودگی میں نکاح ہو سکتا ہے؟**" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**جس عورت سے نکاح کیا اور دخول بھی کر چکا، اس کی لڑکی حرام ہے۔ نہ عورت کی موجودگی میں اس سے نکاح کر سکتا ہے اور نہ اس کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد،** اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا "وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ"۔" (فتاوی امجدیہ، ج02، ص89، مکتبہ رضویہ کراچی)

محارم سے پردہ نہیں۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے: "پردہ صرف ان سے نادرست ہے جو بسبب نسب کے عورت پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوں اور کبھی کسی حالت میں ان سے نکاح ناممکن ہو جیسے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص235، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

لڑکیوں کا لمبی فراک پہننا کیسا؟

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1383

تاریخ اجراء: 25رجب المرجب1445ھ/06فروری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

لڑکیاں آج کل اتنی لمبی فراک پہنتی ہیں کہ زمین پر لگ رہی ہوتی ہے کیا یہ درست ہے؟ اور سنت لباس عورت کا کتنا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کے لیے حکم یہ ہے کہ اپنے دامن کو نصف پنڈلی سے دو بالشت کی مقدار تک لمبا رکھ سکتی ہیں تاکہ چلنے میں کپڑا اوپر ہو تو قدم ظاہر نہ ہوں۔ اس سے زیادہ مقدار میں لمبا رکھنا منع ہے۔ اور اگر تکبر کی نیت سے ایسا ہو تو یہ ویسے ہی حرام فعل ہو گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: ”من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة، فقالت أم سلمة: فكيف يصنعن النساء بذيولهن؟ قال: يرخين شبرا، فقالت: إذا تنكشف أقدامهن، قال: فيرخينه ذراعا، لا يزدن عليه“ ترجمہ: جس نے تکبر کے طور پر دامن کو گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف رحمت کی نظر نہ فرمائے گا۔ اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: عورتیں اپنا دامن کتنا لمبا رکھیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایک بالشت تک۔ اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض پھر تو (چلنے میں) ان کے قدم کھل جائیں گے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ایک ذراع کی مقدار تک لمبا رکھیں، اس پر اضافہ نہ کریں۔ (سنن الترمذي، حدیث 1731، صفحہ 360۔361، مطبوعہ: ریاض)

لمعات التنقیح میں ہے: وبالجملة المراد أنه على تقدير زيادة الشبر يحتمل أن ينكشف قدمها بطول ساقيها مثلا، وأما بزيادة الذراع وهو الشبران فيحصل الستر قطعا، والحاصل إن اعتبر إزار الرجل أسفل من نصف الساق يكفي زيادة شبر، وإن اعتبر من النصف الحقيقي ويكون ساق المرأة طويلا،

قدیحتمل الانکشاف فیزاد ذراع وھو کاف قطعا، فالزیادۃ علیھا یکون إسبالا. (لمعات التنقیح"

یعنی بالجملہ مراد یہ ہے کہ ایک بالشت کی زیادتی کی صورت میں احتمال ہے کہ پنڈلی کے طویل ہونے کے سبب عورت کے قدم کھل جائیں گے اور ایک ذراع یعنی دو بالشت کی زیادتی کے سبب یقینی طور پر ستر حاصل ہو جائے گا، اور حاصل یہ ہے کہ اگر مرد کے ازار کا نصف پنڈلی سے نیچے اعتبار کیا جائے، تو ایک بالشت کافی ہے اور اگر نصفِ حقیقی کا اعتبار کیا جائے اور عورت کی پنڈلی لمبی ہو، تو اب انکشاف کا خوف ہو گا، لہٰذا ایک ذراع تک اضافہ کیا جائے اور یہ یقینی طور پر کافی ہے، اس سے زیادہ اضافہ کرنا اسبال ہو گا۔ (لمعات التنقیح، جلد7، صفحہ350، مطبوعہ: دار النوادر)

مذکورہ حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "مطلب یہ ہے کہ نصف پنڈلی سے ایک بالشت زیادہ لٹکائے تاکہ ٹخنے بھی ڈھکے رہیں۔۔ ایک بالشت زیادہ رکھنے میں اگرچہ بیٹھنے کی حالت میں تو اس کا ستر چھپا رہے گا مگر چلنے کی حالت میں اس کے قدم ضرور کھلیں گے یا بے احتیاطی میں پنڈلی بھی کھل جائے گی لہٰذا ایک بالشت زیادہ ہونے سے بھی ستر حاصل نہ ہو گا۔ گز سے شرعی گز مراد ہے یعنی ایک ہاتھ یا دو بالشت جو کہ ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ ہوتے ہیں شریعت میں اسی گز کا اعتبار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو بالشت زیادہ رکھے اس سے زیادہ نہ کرے ورنہ زمین پر گھسیٹے گا اور نجس ہوتا رہے گا۔" (مراۃ المناجیح، جلد6، صفحہ103، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

مرد کا بے پردہ عورتوں کو ٹریننگ دینا کیسا؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شوّال / ذوالقعدہ 1442ھ جون 2021

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسکولوں کے لیے اساتذہ کی نئی بھرتی میں جو نئے اساتذہ منتخب ہوتے ہیں، ان کے لیے پڑھانے کی تربیتی نشستیں قائم کی جاتی ہیں، کیا مرد استاذ کا عورتوں کو ٹریننگ دینا جائز ہے جبکہ ماحول یہ ہو کہ عورتوں کی اکثریت بے پردہ ہو یعنی سر کے بال کھلے ہوں، اور درمیان میں پردہ کے لیے کوئی شے نہ ہو؟ سائل: محمد ذیشان عطّاری (شاہ عالم مارکیٹ، لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں مرد استاذ کا فی میلز کو ٹریننگ دینا جائز نہیں ہے کہ عورت کے لیے جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے مثلاً سر کے بال، گلا یا کلائی وغیرہ اگر ان میں سے کسی عضو کا کچھ حصہ کھلا ہو تو اسے غیر محرم کے سامنے آنا حرام ہے، نیز ایسے ماحول میں بد نگاہی لازمی طور پر ہوتی ہے جو قرآن و حدیث کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

شریعتِ مطہرہ نے مَردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم فرمایا۔ اللہ عزجلالہ قرآنِ عظیم میں فرماتا ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْؕ-ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ(۳۰) وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّۖ-﴾ ترجمۂ کنزُالایمان: مسلمان مَردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے۔ بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔ اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

(پ18، النور:30،31)

السنن الکبریٰ للبیہقی، مراسیل ابی داؤد اور شعب الایمان میں ہے: عن الحسن، قال: وبلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لعن الله الناظر والمنظور اليه" یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم نے فرمایا: بد نگاہی کرنے والے اور کروانے والے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہے۔

(شعب الایمان، 162/6، حدیث:7788)

امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ تحریر فرماتے ہیں:"بے پردہ بایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم۔ یا عامی جوان ہو، یا بوڑھا۔

(فتاویٰ رضویہ، 240/22)

امامِ اہلِ سنّت مجدّدِ دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ الرَّحمہ فرماتے ہیں: لڑکیوں کا۔ اجنبی نوجوان لڑکوں کے سامنے بے پردہ رہنا بھی حرام۔

(ملخصاً فتاویٰ رضویہ، 690/23)

بلکہ فی زمانہ بخوفِ فتنہ عورت کا اجنبی مرد کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا بھی منع ہے چنانچہ علّامہ علاؤ الدین حصکفی رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں:"تمنع المراۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لخوف الفتنۃ" ملتقطاً ترجمہ: فتنہ کے خوف کی وجہ سے جوان عورت کا مَردوں کے درمیان چہرہ کھولنا منع ہے۔

(درمختار، 406/1)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

مرد کا سرخ لباس پہننا کیسا ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: Pin-5566

تاریخ اجراء: 18 جمادی الثانی 1439ھ 07 مارچ 2018ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ مرد کے لئے سرخ لباس پہننے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کے لئے کُسُم (ایک قسم کا پھول ہے جس سے گہرا سرخ رنگ نکلتا ہے اور اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں، اس) سے رنگا ہوا سُرخ لباس پہننا، ناجائز و ممنوع ہے، جبکہ خالص کُسُم سے رنگا ہو یا خالص سے تو نہ ہو، بلکہ اس میں اور رنگوں کی بھی آمیزش ہو، مگر غالب کُسُم ہی ہو۔

چنانچہ کسم سے رنگے ہوئے سرخ لباس کے بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ، ج5، ص159، مسند احمد بن حنبل، ج2، ص308 اور سنن ابی داؤد میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، وہ فرماتے ہیں: ”نهى عن لبس القسي وعن لبس المعصفر وعن تختم الذهب وعن القراءة في الركوع“ ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ریشمی کپڑے، کسم سے رنگے ہوئے سرخ لباس اور سونے کی انگوٹھی پہننے اور رکوع میں قراءت کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب من کرہہ، ج2، ص205، مطبوعہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

محیطِ برہانی، مجمع الانہر اور فتاوی شامی میں ہے: ”ويكره اى للرجال لبس المعصفر والمزعفر، لقول ابن عمر رضى الله عنهما: نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لبس المعصفر وقال: ايا كم والاحمر، فانه زى الشيطان“ ترجمہ: مردوں کے لئے کسم اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا مکروہ ہے، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسم سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا: سرخ رنگ سے بچو، کہ یہ شیطان کی ہیئت و وضع ہے۔ (تنویر الابصار مع درمختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ج10، ص521، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ، پشاور)

اور اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''عورت کو ہر قسم کا رنگ جائز ہے۔۔۔۔اور مرد کے لئے دو رنگوں کا استثناء ہے: معصفر اور مزعفر، یعنی کسم اور کیسر، یہ دونوں مرد کو ناجائز ہیں۔(فتاوی رضویہ، ج22، ص185، مطبوعہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کسم اور زعفران کو دوسرے رنگوں میں ملا کر کپڑا رنگنے کے بارے میں سوال ہوا، تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''اگر تھوڑے ملائے کہ مستہلک ہو گئے اور ان کا رنگ نہ آیا، تو حرج نہیں، اذ لا حکم للمستھلک ویشیر الیہ کلام التنویر: کرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر او الاصفر للرجال۔ کیونکہ جو چیز ہلاک ہو جائے، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اور صاحبِ تنویر الابصار کا یہ کلام بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ: مردوں کے لئے کسم سے رنگے ہوئے سرخ اور زعفران سے رنگے ہوئے زرد کپڑے پہننا مکروہ ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج22، ص183 تا184، مطبوعہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اور کسم کے علاوہ خالص سرخ رنگ کا لباس پہننے میں علماء کا اختلاف ہے، لیکن صحیح و معتمد قول یہی ہے کہ جائز ہے، مگر بچنا بہتر ہے، بالخصوص اس صورت میں جب سرخ رنگ زیادہ شوخ ہو۔

چنانچہ در مختار میں کسم اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑوں کی ممانعت بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ''ولا باس بسائر الالوان'' ترجمہ: (کسم اور زعفران کے علاوہ) بقیہ رنگوں کے کپڑے پہننے میں حرج نہیں۔(درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج9، ص591، مطبوعہ، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

اور اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ''سرخ اور زرد رنگ کا کپڑا پہننا مرد کو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے نماز درست ہے یا نہیں؟ اگر پہننا مکروہ ہے، تو اس میں کراہیت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ بعض احادیث سے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا سرخ جبہ زیب تن فرمانا ثابت اور زرد ملبوس رنگنا ظاہر۔۔اور بعض احادیث سے اس کی نہی پیدا و ہویدا۔۔ معصفر و مزعفر کی کیا تشریح ہے؟

تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''کسم کا رنگا ہوا سرخ اور کیسر کا زرد، جنھیں معصفر و مزعفر کہتے ہیں مرد کو پہننا، ناجائز و ممنوع ہے اور ان سے نماز مکروہ تحریمی، اور ان کے سوا اور رنگت کا زرد بلا کراہت مباح خالص ہے، خصوصا زرد جو تا مورثِ سرور و فرحت۔۔

اور خالص سرخ غیر معصفر میں اضطرابِ اقوال ہے اور صحیح و معتمد جواز، بلکہ علامہ حسن شرنبلالی نے فرمایا: اس کا پہننا مستحب۔ حق یہ کہ احادیثِ نہی، سرخ معصفر کے بارے میں ہیں۔۔اور احادیثِ جواز، سرخ غیر معصفر میں، اور

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا سرخ جوڑا پہننا بیانِ جواز کے لئے ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص194تا197، مطبوعہ، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک مقام پر مرد کے لئے شوخ رنگ پہننے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: "اور خالص شوخ رنگ بھی اسے (یعنی مرد کو پہننا) مناسب نہیں۔ حدیث میں ہے: "ایاکم والحمرۃ فانھا من زی الشیطان" سرخ رنگ سے بچو، کیونکہ یہ شیطان کی ہیئت و وضع ہے۔ باقی رنگ فی نفسہ جائز ہیں، کچے ہوں یا پکے۔ ہاں! اگر کوئی کسی عارض کی وجہ سے ممانعت ہو جائے، تو وہ دوسری بات ہے۔ جیسے ماتم کی وجہ سے سیاہ لباس پہننا حرام ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص185، مطبوعہ، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "کسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مرد کو منع ہے، گہرا رنگ ہو کہ سرخ ہو جائے یا ہلکا ہو کہ زرد رہے، دونوں کا ایک حکم ہے۔ عورتوں کو یہ دونوں قسم کے رنگ جائز ہیں۔ ان دونوں رنگوں کے سوا باقی ہر قسم کے رنگ زرد، سرخ، دھانی، بسنتی، چمپئی، نارنجی وغیرہا مردوں کو بھی جائز ہیں، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ سرخ رنگ یا شوخ رنگ کے کپڑے مرد نہ پہنے، خصوصاً جن رنگوں میں زنانہ پن ہو، مرد اس کو بالکل نہ پہنے۔" (بہارِ شریعت، ج3، ص415، مطبوعہ، مکتبۃ المدینہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سرخ لباس پہننا ثابت ہے اس پر بھی علماء نے یہ فرمایا ہے کہ وہ خالص سرخ نہیں بلکہ سرخ دھاری دار لباس تھا۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، وہ فرماتے ہے کہ: "رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان، فجعلت انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی القمر وعلیہ حلۃ حمراء، فاذا ھو عندی احسن من القمر" ترجمہ: میں نے (ایک دفعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا اور میں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے، پس میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (جامع ترمذی، ابواب الاستیذان، باب ماجاء فی الرخصۃ فی لبس الحمرۃ للرجال، ج2، ص108، مطبوعہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اس حدیثِ مبارکہ کے تحت محدثین کرام رحمہم اللہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ دھاری دار تھا۔ چنانچہ مرقاۃ المفاتیح میں علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہے: "ان المراد بھا ثیاب ذات خطوط ای لا حمراء خالصۃ وھو المتعارف في برود الیمن، وھو الذی اتفق علیہ اھل اللغۃ" ترجمہ: اس جبہ

سے مراد دھاری دار کپڑا ہے، یعنی خالص سرخ مراد نہیں، کیونکہ یمنی چادریں ایسی ہی ہوتی تھیں، اس پر اہلِ لغت کا اتفاق ہے۔(مرقاۃ الفاتیح، ج7، ص2785، مطبوعہ، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

مرد کا عورت کے کپڑے جوتے اور دیگر اشیا استعمال کرنا کیسا ہے ؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری
مصدق: مفتی محمد ہاشم خان عطاری
فتوی نمبر: 41
تاریخ اجراء: 17 صفر المظفر 1439ھ 07 نومبر 2017ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرد کا عورت کے کپڑے، جوتے وغیرہ اشیاء کو استعمال کرنا کیسا ہے، اور اس میں محرم و غیر محرم اور عمر کا کوئی فرق ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد خواہ محرم ہو یا غیر محرم اسے زنانہ کپڑے، جوتے یا کوئی اور زنانہ چیز اپنے استعمال میں لانا، جائز نہیں کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والوں پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، پس جب علت مشابہت ہے تو محرم و غیر محرم ہر دو کے لیے ناجائز ہے کہ مشابہت دونوں صورتوں میں ہے، اسی طرح عمر کے جس حصے میں استعمال کیا جائے گا تو تشبہ پایا جائے گا لہذا بوڑھا کرے یا جوان ہر دو صورت میں ناجائز ہے حتی کہ اگر چھوٹے بچے کو والدین وغیرہ پہنائیں گے تو یہ پہنانے والے گنہگار ہوں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، ابن ماجہ و دیگر کتب احادیث میں حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال" ترجمہ: اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء، والمتشبهات بالرجال، ج2، ص874، مطبوعہ کراچی)

بخاری شریف کے ترجمۃ الباب کے تحت علامہ عینی علیہ الرحمہ عمدۃ القاری میں ارشاد فرماتے ہیں: "تشبه الرجال بالنساء في اللباس والزينة التي تختص بالنساء مثل لبس المقانع والقلائد والمخانق والاسورة

والخلاخل والقرط ونحو ذلک مما لیس للرجال لبسه۔۔۔۔ وکذلک لا یحل للرجال التشبه بهن فی الافعال التی هی مخصوصة بهن کالانخناث فی الأجسام والتأنیث فی الکلام والمشی" ترجمہ: مردوں کا عورتوں سے لباس میں مشابہت اختیار کرنا منع ہے، اور ایسی زینت میں مشابہت اختیار کرنا منع ہے، جو عورتوں کے ساتھ خاص ہے، مثلاً اوڑھنی، ہار، مالا، کنگن، پازیب، بالی اور ان کی مثل وہ چیزیں، جو مرد نہیں پہنتے۔۔۔۔ اسی طرح مردوں کو عورتوں کے ساتھ ان افعال میں تشبہ جائز نہیں جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوں، جیسے جسموں میں لچک اور گفتگو اور چلنے میں زنانہ پن پیدا کرنا"۔ (عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنسائ، والمتشبهات بالرجال، ج22، ص41، مطبوعہ بیروت)

ابوداؤد، سنن نسائی وابن ماجہ وغیرہ میں خاص طور پہ پہننے والی چیزوں کے متعلق حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الرجل یلبس لبسة المراة، والمراة تلبس لبسة الرجل" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر کہ عورت کا پہناوا پہنے، اور اس عورت پر کہ مرد کا پہناوا پہنے" (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ج2، ص212، مطبوعہ لاہور)

جوتا پہننے کے متعلق بھی سنن ابوداؤد میں واضح نص موجود ہے، چنانچہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: "قیل لعائشة رضی اللہ عنها: ان امراة تلبس النعل، فقالت: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الرجلة من النساء" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی (وضع اختیار کرنے والی) عورتوں پر لعنت فرمائی۔ (سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ج2، ص212، مطبوعہ لاہور)

اس کے تحت مراۃ المناجیح میں ہے: "معلوم ہوا کہ مردوں عورتوں کے جوتوں میں بھی فرق چاہئے، صورت، لباس، جوتا، وضع قطع سب میں ہی عورت مردوں سے ممتاز رہے۔" (مراۃ المناجیح، ج6، ص176، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

فتاوی رضویہ میں ہے "ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ کسی ایک بات میں بھی مرد کو عورت، عورت کو مرد کی وضع لینی حرام وموجب لعنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسو انتہا درجہ شانہ مبارک تک رہتے بس یہیں تک حلال ہے آگے وہی زنانہ خصلت ہے بلکہ علماء نے اس سے بھی ہلکی بات میں مشابہت پر وہی حکم لعنت بتایا۔ درمختار میں ہے: غزل الرجل علی هیأة غزل المرأة یکره۔ ترجمہ: کسی مرد کا عورت کے سوت کاتنے کی طرح سوت کاتنا مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے: لما فیه من التشبه بالنساء وقد لعن علیه الصلوٰة والسلام المتشبهین

والمتشبهات۔ اس لئے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان مردوں پر لعنت فرمائی (جو عورتوں سے) مشابہت اختیار کریں، اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔" (فتاوی رضویہ، ج21، ص602، رضافاونڈیشن، لاھور)

مراۃ المناجیح میں ہے "مرد کا عورتوں کی طرح لباس پہننا، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا، عورتوں کی طرح بولنا، ان کی حرکات و سکنات اختیار کرنا سب حرام ہے کہ اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے، اس پر لعنت کی گئی بلکہ داڑھی مونچھ منڈانا حرام ہے کہ اس میں بھی عورتوں سے مشابہت اور عورتوں کے سے لمبے بال رکھنا، ان میں مانگ چوٹی کرنا حرام ہے کہ ان سب میں عورتوں سے مشابہت ہے، عورتوں کی طرح تالیاں بجانا، مٹکنا، کوے بلانا سب حرام ہے، اسی وجہ سے۔" (مراۃ المناجیح، ج6، ص152، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

نابالغ لڑکوں کو عورتوں والی چیز پہنانے والا گنہگار ہوگا، اس کے حوالے سے در مختار میں ہے "ویکرہ للولی الباس الخلخال او السوار لصبی "ترجمہ: اور ولی کے لیے مکروہ ہے بچے کو پازیب یا کنگن پہنانا۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے "قولہ: (للصبی) ای الذکر لانہ من زینۃ النساء "ترجمہ: مصنف نے جو بچہ کہا اس سے مذکر بچہ مراد ہے اور مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عورتوں کی زینت سے ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج06، ص420، دار الفکر، بیروت)

الاشباہ والنظائر میں ہے "ولا یجوز للولي إلباسه الحریر والذهب۔۔۔ولا أن یخضب یده أو رجله بالحناء "ترجمہ: اور ولی کے لیے بچے کو ریشم اور سونا پہنانا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کے ہاتھ یا پاؤں کو مہندی کے ساتھ رنگے۔

اس کے تحت غمز العیون میں ہے: "قوله: ولا یجوز للولي إلباسه الحریر إلخ. یعني یکره تحریما أن یلبس الذکور من الصبیان الحریر والذهب لأن التحریم لما ثبت في حق الذکور فکما لا یباح اللبس لا یباح الإلباس "ترجمہ: مصنف نے جو فرمایا کہ بچوں کو ریشم وغیرہ پہنانا ولی کے لیے جائز نہیں اس کا مطلب ہے کہ ولی کے لیے مکروہ تحریمی ہے یہ بات کہ وہ مذکر بچوں کو ریشم اور سونا پہنائے کیونکہ حرمت جب مردوں کے حق میں ثابت ہوئی ہے تو جس طرح پہننا جائز نہیں اسی طرح پہنانا بھی جائز نہیں۔ (غمز عیون البصائر، احکام الصبیان، ج03، ص330، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "لڑکیوں کے کان ناک چھید ناجائز ہے اور بعض لوگ لڑکوں کے بھی کان چھدواتے ہیں اور دریا پہناتے ہیں یہ ناجائز ہے یعنی کان چھدوانا بھی ناجائز اور اسے زیور پہنانا بھی ناجائز۔" (بہار شریعت، ج03، حصہ16، ص596، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مرد وعورت کے لیے چوڑی دار پاجامہ پہننا کیسا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: 15

تاریخ اجراء: 01ربیع الاول1439ھ/20نومبر2017ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرد یا عورت کو چوڑی دار پاجامہ پہننا کیسا ہے؟ نیز اسے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم کیا ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد و عورت دونوں کو چوڑی دار پاجامہ پہننا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جسم سے بالکل چمٹا ہوا ہوتا ہے، جس سے اعضا کی ہیئت بالکل واضح نظر آتی ہے جو کہ ایک طرح کی بے ستری ہی ہے۔ نیز یہ فاسقوں کا لباس ہے اور فاسقوں کی مشابہت سے بچنے کا حکم ہے، لہذا چوڑی دار پاجامہ پہننا مکروہ ہے، چوڑی دار پاجامہ پہن کر نماز تو ہو جاتی ہے مگر مکروہ کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

عورتوں کو جسم سے چپکے ہوئے لباس کی ممانعت کے متعلق امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس کے کپڑوں کی طرف دیکھنے کا حکم نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: ”وهذا إذا لم تكن ثيابها بحيث تلصق في جسدها وتصفها حتى يستبين جسدها فإن كان كذلك فينبغي له أن يغض بصره عنها لما روي عن عمر رضي الله تعالى عنه أنه قال لا تلبسوا نساءكم الكتان ولا القباطي فإنها تصف ولا تشف“ ترجمہ: یہ جواز کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ عورت کے کپڑے اس کے جسم سے چمٹے ہوئے اس کے جسم کی ہیئت کو واضح نہ کرتے ہوں، اگر ایسے کپڑے ہوں تو اس عورت کو دیکھنے سے بچنا ہوگا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا، اپنی عورتوں کو کتان اور قبطی کپڑے نہ پہناؤ کیونکہ وہ تو جسم کی صفت بیان کرتے ہیں نہ کہ چھپاتے ہیں۔ (المبسوط للسرخسی، کتاب الاستحسان، ج10، ص162، مطبوعہ کوئٹہ)

چوڑی دار پاجامہ پہننے کی ممانعت کے متعلق امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ''چوڑی دار پاجامہ پہننا منع ہے کہ وضع فاسقوں کی ہے۔۔۔ **یونہی بوتام لگا کر پنڈلیوں سے چمٹا ہوا بھی ثقہ لوگوں کی وضع نہیں۔ آدمی کو بدوضع لوگوں کی وضع سے بھی بچنے کا حکم ہے** یہاں تک کہ علماء درزی اور موچی کو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فاسقوں کے وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے نہ سیے اگرچہ اس میں اجر کثیر (بہت زیادہ مال) ملتا ہو۔'' (فتاوی رضویہ، ج22، ص172، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جسم سے چپکے ہوئے لباس کے متعلق فرماتے ہیں:

''یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چست بدن سے سلے کہ یہ سب وضع فساق ہے اور **ساتر عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے، یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔**

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی کپڑے پہنے ننگیاں، اس کی وجوہ تفسیر سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ چست ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اوپر سے بتائیں گے جیسے بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چست کُرتیاں۔'' (فتاوی رضویہ، ج22، ص-163 162، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مرد و عورت دونوں کے لیے چوڑی دار پاجامہ پہننے کی ممانعت کے بارے میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: ''بعض لوگ چوڑی دار پاجامہ پہنتے ہیں، اس میں بھی ٹخنے چھپتے ہیں اور عضو کی پوری ہیات نظر آتی ہے۔ عورتوں کو بالخصوص چوڑی دار پاجامہ نہیں پہننا چاہیے۔'' (بہار شریعت، ج3، ص417، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

موٹا کپڑا جو جسم سے چپکا ہوا ہو اس میں نماز ہو جانے اور پہننے کی ممانعت کے متعلق بہار شریعت میں ہے

''دبیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو، مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیات معلوم ہوتی ہے، ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی، مگر اس عضو کی طرف دوسروں کو نگاہ کرنا، جائز نہیں اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا بھی منع ہے اور عورتوں کے لیے بدرجہ اُولٰی ممانعت۔ بعض عورتیں جو بہت چست پاجامے پہنتی ہیں، اس مسئلہ سے سبق لیں۔'' (بہار شریعت، ج1، ص480، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مسلمان لڑکی کا راکھی باندھنا

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1953

تاریخ اجراء: 17 صفر المظفر 1445ھ/04 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ ہمارے یہاں ہند میں سکول میں ہماری بچیاں پڑھتی ہیں وہ سکول غیر مسلم کا ہے، ابھی رکشہ بندھن کا تہوار آنے والا ہے جو کہ ہندوؤں کا تہوار ہے اور سکول میں یہ منایا جاتا ہے، ساری بچیاں سکول میں اپنے کلاس کے لڑکوں کو راکھی باندھتی ہیں، مسلمانوں کی بچیوں کو بھی بولا جاتا ہے کہ آپ بھی اپنے کلاس کے لڑکوں کو راکھی باندھیں، ہماری بچی یہ کہتی ہے کہ ہمیں راکھی لے کر دیجئے ہمیں سکول میں لے کر جانے کا کہا ہے، میرا سوال یہ ہے کہ کیا چھوٹی بچیاں سکول کی رسم کے طور پر کسی کو راکھی باندھ سکتی ہیں؟ اور راکھی لے کر دینا چاہیے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

راکھی باندھنا یا بندھوانا ناجائز و حرام اور گناہ کا کام ہے اس لیے کہ یہ ہندوؤں کا قومی شعار ہے اور کسی بھی کافر کے قومی شعار کو اختیار کرنا حرام و گناہ ہوتا ہے خواہ یہ سکول کی رسم کے نام پر ہو یا برضا و رغبت دونوں کا حکم یکساں ہے۔ نیز اس کام کے لیے بچوں کو راکھی خرید کر دینا بھی ناجائز و حرام ہے کہ یہ گناہ پر ان کی مدد و تعاون ہے جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں منع فرمایا ہے۔

نوٹ: یاد رہے بچوں کو غیر مسلموں کے سکول میں تعلیم دلوانا ناجائز و حرام اور ایمان کی بربادی کا باعث ہے کہ کفار کی صحبت ایمان کی ہلاکت کا سبب ہے۔ خصوصاً اس کی شاگردی اختیار کرنا اور وہ بھی بچے کے لیے کہ وہ خالی الذہن ہوتے ہیں اور اس عمر میں جو ان کے ذہن میں نقش کر دیا جائے وہ مٹانا مشکل ہوتا ہے۔

اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (سورہ مائدہ، آیت نمبر 2)

امام ابو بکر احمد الجصاص علیہ الرحمۃ مذکورہ بالا آیت کریمہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: ''﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ نهی عن معاونة غیرنا علی معاصی اللہ تعالی'' ترجمہ: آیت کریمہ ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ میں اللہ تعالی کی نافرمانی والے کاموں میں دوسرے کی مدد کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (احکام القرآن، جلد2، صفحہ429، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

شیخ القرآن مفتی محمد قاسم قادری دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں: ''یہ انتہائی جامع آیتِ مبارکہ ہے، نیکی اور تقوی میں ان کی تمام انواع واقسام داخل ہیں اور اثم اور عدوان میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زمرے میں آتی ہو۔'' (صراط الجنان، جلد3، صفحہ424، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ سے راکھی باندھنے اور بندھوانے کے متعلق سوال ہوا، تو جواباً ارشاد فرمایا: "(جنہوں نے باندھا یا بندھوایا) وہ سب فاسق وفاجر، گنہگار، مستحق عذابِ نار ہوئے، لیکن کافر نہ ہوئے، اس لئے کہ یہ راکھی بندھن پوجا نہیں، ان کا قومی تیوہار ہے اور ان کا یہ قومی شعار ہے، مذہبی شعار نہیں، کسی بھی کافر کے قومی شعار کو اختیار کرنا حرام وگناہ ہے۔" (فتاوی شارح بخاری، جلد2، صفحہ566، مکتبہ برکات المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DarulftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

میک اپ آرٹسٹ کا دلہن کی تصاویر اشتہار کے لئے سوشل میڈیا پر ڈالنا

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2500

تاریخ اجراء: 08 شعبان المعظم 1445ھ/19 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں ایک میک اپ آرٹسٹ ہوں۔ اور اپنے کام کی تشہیر کے لئے سوشل میڈیا پر میں نے اکاؤنٹ بنایا ہوا ہے اور جس دلہن کو تیار کرتی ہوں ان کی تصاویر وغیرہ اپنے پیج پر لگاتی ہوں۔ تو کیا ایسے مجھے اپنے کام کی تشہیر کرنے کی اجازت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کردہ صورت میں آپ کا بے پردہ عورتوں کی تصاویر سوشل میڈیا پر لگانا ناجائز و حرام اور اشاعتِ فاحشہ ہے کہ وہ تصاویر جتنے افراد دیکھیں گے اور آگے شیئر کریں گے، ان سب کے گناہوں کے برابر آپ کو گناہ ملے گا۔

صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، مسند احمد، مسند ابی یعلی، صحیح ابن حبان اور المعجم الأوسط میں ہے: (واللفظ للاول) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ومن دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ینقص ذلك من آثامهم شیئا" ترجمہ: جو کسی کو امرِ ضلالت کی طرف بلائے؛ جتنے اس کے بلانے پر چلیں، ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو گا اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ (الصحیح لمسلم، کتاب العلم، جلد4، صفحہ2060، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام اہل سنت اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "میں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ایسی محافل میں جتنے لوگ کثرت سے جمع کئے جائیں گے، اسی قدر گناہ و وبال صاحبِ محفل و داعی پر بڑھے گا۔ حضار سب گنہگار اور اُن سب کا گناہ گانے بجانے والوں پر اور اُن کا، اِن کا سب کا بلانے والوں پر۔ بغیر اس کے کہ اُن میں کسی کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو مثلاً دس ہزار حضار کا مجمع ہے، تو ان میں ہر ایک پر ایک ایک گناہ اور فرض کیجئے تین اقوال

تو اُن میں ہر ایک پر اپنا گناہ اور دس دس ہزار گناہ حاضرین کے، یہ مجموعہ چالیس ہزار چار اور ایک اپنا، کل چالیس ہزار پانچ گناہ داعی وبانی پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من دعا الیٰ ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لا ینقص ذٰلک من اٰثامھم شیئا رواہ الائمۃ احمد والستۃ الا البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ایسے محرمات کو معاذ اللہ موجب قربت جاننا جہل وضلال اور ان پر اصرار کبیرہ شدید الوبال اور دوسروں کو ترغیب اشاعت فاحشہ واضلال، والعیاذ باللہ من سوء الحال۔ (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ150، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

اجنبی مرد وعورت کا مصافحہ کرنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:FSD-8117 تاریخ:07-11-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ ہم مسلمان ہیں، مغربی ممالک میں رہتے ہیں، وہاں مختلف اداروں، دفاتر، تعلیمی اداروں اور انسٹیٹیوٹس وغیرہا میں بسا اوقات مسلمان مرد یا عورتوں کو مختلف مواقع پر اجنبی مردوں یا عورتوں سے مصافحہ کرنا پڑتا ہے، اب اگر وہاں مصافحہ کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا جائے، تو دوسرے فرد کی طرف سے ملازمت وغیرہ کی صورت میں ضرر یا نقصان وغیرہ پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ کیا شرعاً مسلمانوں میں اِس صورت میں مصافحہ کرنے کی اجازت ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کا نامحرم مرد یا مرد کا نامحرم عورت سے ہاتھ ملانا، ناجائز و گناہ، حرام اور تعلیماتِ دینیہ کے صریح خلاف ہے۔ یاد رکھیے! دینِ اسلام ہر اُس راستے کو بند کرتا ہے، جو بے حیائی، بے راہ رَوِی اور فتنے کا دروازہ کھولے، لہذا صرف اَدنیٰ اندیشے اور احتمال کے سبب کہ اگر ہاتھ نہ ملایا، تو جاب (Job) کے حوالے سے نقصان ہو سکتا ہے، یہ ہر گز ہاتھ ملانے کو جائز نہیں کرتا۔ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیے اور اپنے لاشعور کو اِس خدائی وعدے کا یقین دلائیے کہ جو اللہ سے ڈرے، احکاماتِ شرعیہ کی پابندی کرے اور خدا کی مقرر کردہ حدود کی رعایت رکھے، تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کے لیے راہیں کھولتا اور معاشی اعتبار سے اُس پر وہاں سے رزق کے دروازے کھولتا ہے کہ جہاں اُس کے وہم اور خیال کی رسائی تک نہیں ہوتی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ(۲) وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا﴾ ترجمہ کنز العرفان: ”اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے

نکلنے کا راستہ بنادے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے، تو وہ اسے کافی ہے، بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بیشک اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔"

(پارہ28، سورۃ الطلاق، آیت2،3)

آپ حکمِ شرعی کی پاس داری کیجیے، نامحرم سے مصافحہ کرنے سے مکمل اجتناب کیجیے اور جس کام کا شریعت آپ سے تقاضا کر رہی ہے، اُسے ہی سرانجام دیجیے کہ یہ صبر ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، چنانچہ فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالعرفان: "بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔" (پارہ2، البقرۃ، آیت153) اور شرعی احکامات پر کاربندی بھی صبر ہی کی ایک نوع ہے، چنانچہ امام راغب اصفہانی (سالِ وفات:502ھ/1108ء) لکھتے ہیں: "الصبر حبس النفس على ما يقتضيه العقل والشرع" ترجمہ: صبر کا معنی ہے کہ نفس کو اس چیز پر روکنا کہ جس پر رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو۔

(المفردات فی غریب القرآن، جلد2، صفحہ359، مطبوعہ مکتبۃ نزار مصطفی الباز)

لہذا شرعی حکم کی پابندی کرنا اور نامحرم سے مصافحہ کرنے سے باز رہنا، صبر ہے اور اوپر معلوم ہو چکا کہ خدا کی تائید و نصرت صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، تو جب قادرِ مطلق کی مدد حاصل ہے، تو پھر تنگیِ رزق کا وہم نکال دیجیے۔ پریشانی یا ضرر کی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنی مشیّت و حکمت و علم کے مطابق اسباب پیدا فرمائے گا، کہ رزّاقِ حقیقی وہی ہے اور اُسی کی بارگاہِ رزاقیت سے جملہ مخلوقات تک رزق کی ترسیل ہے۔

حکیم و ہادی خدا نے بدکاری بلکہ اُس کی طرف لے جانے والے کاموں سے بھی دور رہنے کا حکم ارشاد فرمایا، چنانچہ فرمایا گیا:﴿وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِیْلًا﴾ ترجمہ کنزالعرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔ **(پارہ15، سورۃ الاسراء، آیت32)**

اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نَسَفِی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:710ھ/1310ء) لکھتے ہیں: "نهي عن دواعي الزنا كالمس والقبلة ونحوهما" ترجمہ: اِس آیت مبارکہ میں زِنا کی طرف لے جانے والے اُمور مثلاً چھونے، بوسہ لینے اور اِن جیسے دیگر کاموں سے منع کیا گیا ہے۔

(تفسیر نسفی، جلد2، صفحہ255، مطبوعہ دارالکلم الطیب، بیروت)

نامحرم سے ہاتھ ملانے اور چھونے کے متعلق نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "لأن يطعن في رأس أحدكم بمخيط من حديد خير له من أن يمس امرأة لا تحل له" ترجمہ: تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کا سُوا (بڑی سوئی) چُبھو دیا جائے، یہ اِس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ نامحرم خاتون کو چھوئے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد20، صفحہ211، مطبوعہ قاھرہ)

جمع الجوامع میں ہے: "لأن يكون في رأس رجل مشط من حديد حتى يبلغ العظم خير من أن تمسه امرأة ليست له بمحرم" ترجمہ: کسی شخص کے سر میں لوہے کی کنگھی پھیری جائے، حتی کہ وہ اُس کا گوشت چیرتی ہوئی ہڈی تک پہنچ جائے، یہ اِس سے بہتر ہے کہ کوئی ایسی عورت اُس مرد کو چھوئے جو اُس کی محرم نہ ہو۔

(جمع الجوامع، جلد6، صفحہ546، مطبوعہ دار السعادۃ، الازھر الشریف)

حضور اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عورتوں سے جب بھی بیعت لی، کبھی بھی اُن کا ہاتھ نہ تھاما، چنانچہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا بتاتی ہیں: "واللہ ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة، وما بايعهن إلا بقوله" ترجمہ: اللہ کی قسم! دورانِ بیعت نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہاتھ نے کبھی بھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ عورتیں ہمیشہ زبان سے ہی بیعت کرتیں۔ **(صحیح البخاری، جلد3، صفحہ189، مطبوعہ دار طوق النجاۃ، بیروت)**

ایک موقع پر صحابیات نے بیعت کے لیے نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنا ہاتھ آگے بڑھانے کی درخواست کی، تو نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا، چنانچہ نسائی شریف میں ہے: "هلم نبايعك يا رسول الله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إني لا أصافح النساء" ترجمہ: اے اللہ کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں، تو نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ **(سنن النسائی، جلد7، صفحہ149، مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب)**

جوان لڑکی سے مصافحہ کے متعلق علامہ زَیْلَعی حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 743ھ / 1342ء) لکھتے ہیں: "قال عليه الصلاة والسلام «من مس كف امرأة ليس منها بسبيل وضع على كفه جمر يوم القيامة» وهذا إذا كانت شابة تشتهى، وأما إذا كانت عجوزا لا تشتهى فلا بأس بمصافحتها، ومس يدها لانعدام خوف الفتنة" ترجمہ: نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے کسی عورت کی ہتھیلی کو چھوا، حالانکہ اُس کے لیے اُس

عورت کی ہتھیلی چھونے کا کوئی جواز نہ تھا، تو قیامت کے دن اُس کی ہتھیلی پر انگارہ رکھا جائے گا۔ (امام زیلعی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ) یہ وعید اُس صورت میں ہے کہ جب لڑکی مشتہاۃ ہو، البتہ اگر بوڑھی ہو کہ جس سے شہوت کا اندیشہ نہ ہو، تو اُس سے مصافحہ کرنے اور اُس کے ہاتھ کو چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ بوڑھی عورت کی صورت میں فتنے کا خوف معدوم ہوتا ہے۔ **(تبیین الحقائق، جلد7، کتاب الکراھیۃ، صفحہ40، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)**

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے: "مصافحة الرجل للمرأة الأجنبية الشابة فقد ذهب الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة في الرواية المختارة إلى تحريمها، وقيد الحنفية التحريم بأن تكون الشابة مشتهاة"

ترجمہ: مرد کا جوان عورت سے مصافحہ کرنا۔ اِس مسئلہ میں احناف، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے مختار قول کے مطابق یہ حکم ہے کہ یہ حرام ہے۔ احناف اِس مسئلہ میں حرمت کا قول اُس وقت کرتے ہیں کہ جب لڑکی جوان ہو۔

(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ، جلد37، صفحہ359، مطبوعہ وزارتِ اوقاف، کویت)

مصافحہ کے احکامات عمر اور طبعی کیفیات کی بنا پر مختلف ہیں۔ فقہائے کرام نے اُن کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ لیکن فی زمانہ حالات کی ابتری کسی پر مخفی نہیں، لہذا بہتر ہے کہ عورت اور مرد کے مابین جائز مصافحہ کی صورت میں بھی احتیاط ہی اختیار کی جائے۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

11 ربیع الثانی 1444ھ/07 نومبر 2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

بچی پر پردہ کرنا کس عمر میں لازم ہے؟

1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بچی پر کس عمر میں غیر محارم سے شرعی پردہ کرنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بچی جب پندرہ سال کی ہو جائے تو اسے سب غیر محارم سے پردہ کرنا واجب ہے اور نو سال سے پندرہ سال تک اگر آثارِ بلوغ (یعنی بالغ ہونے کی علامات: حیض آنا یا احتلام ہونا یا حاملہ ہونا) ظاہر ہوں، تو پھر بھی پردہ واجب ہے اور اگر آثار بلوغ ظاہر نہ ہوں، تو پردہ واجب تو نہیں ہے، البتہ مستحب ضرور ہے، خصوصاً بارہ سال کی ہو، تو بہت مؤکد (یعنی سخت تاکید ہے) کہ یہ بالغہ ہونے اور شہوت کے کمال تک پہنچنے کا قریبی زمانہ ہے۔ نو سال سے کم عمر کی لڑکی کے لیے اگرچہ پردے کا استحبابی حکم بھی نہیں، مگر بچی کی عادت بنانے کے لیے اسے پردے کے احکام و اداب پہلے سے ہی سکھانا و شوق دلانا چاہیے، تاکہ جب پردہ کرنے کی عمر کو پہنچے، تو بلا جھجک کر سکے، ورنہ ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ شروع سے کوئی تعلیم نہیں دیتے اور بچی بالغہ ہو جاتی ہے، تو پھر وہ والدین کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتی اور پردے سے بچنے کے لیے طرح طرح کے بہانے و عذر تراشتی ہے۔

قرآن پاک میں ہے: ﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور وہ دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ (سورۃ النور، سورۃ 24، آیت 31)

سنن الصغیر للبیہقی میں ہے: ”عن عائشة، أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال یا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحیض لم یصلح أن یری منها إلا هذا وهذا، وأشار إلی کفه ووجهه“ ترجمہ: حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغہ ہو جائے تو اس کے لئے درست نہیں کہ وہ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا کسی حصے کو ظاہر کرے۔

(السنن الصغیر للبیھقی، کتاب النکاح، باب النظر إلی امرأۃ، جلد3، صفحہ12، الدراسات الإسلامیۃ، کراچی)

فتاوی رضویہ میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”نو برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب پندرہ برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب اور نو سے پندرہ تک اگر آثارِ بُلوغ ظاہِر ہوں تو (بھی پردہ) واجب، اور نہ ظاہر ہوں تو مُستحب خصوصاً بارہ برس کے بعد بہت مُؤکّد (یعنی سخت تاکید ہے) کہ یہ زمانہ قُربِ بُلوغ وکمالِ اِشتِہا کا ہے۔ ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔“

(فتاویٰ رضویہ جلد23، صفحہ639، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

جنتی زیور میں علامہ عبد المصطفی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جب وہ (لڑکی) سات برس کی ہو جائے تو اس کو نماز وغیرہ ضروریات دین کی باتیں تعلیم کریں اور پردہ میں رہنے کی عادت سکھائیں۔“

(جنتی زیور، صفحہ28، مطبوعہ جھلم)

فتاوی رضویہ میں لڑکی کے بالغہ ہونے کے بارے میں ہے: ”لڑکی کم سے کم نو برس کامل اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کامل کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے۔ اس بیچ میں آثار بلوغ پیدا ہوں تو بالغہ ہے ورنہ نہیں۔ آثار بلوغ تین ہیں: حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا، باقی بغل میں یا زیر ناف بال جمنا یا پستان کا ابھار معتبر نہیں۔“

(فتاوی رضویہ جلد11، صفحہ686، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

05رجب المرجب1442ھ/18فروری2021ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: Lar-8268　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　تاریخ: 22-01-2019

بیوی کو بے پردگی سے نہ روکنے والے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کی بیوی غیر محرم مردوں سے بے پردہ ملتی ہو، اس طرح کہ سر اور کلائیاں کھلی ہوں اور ان کے ساتھ ہنسی مذاق کرتی ہو اور شوہر جاننے کے باوجود نہ روکتا ہو، تو ایسے شوہر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جس کی عورت بے پردگی کرتی ہو کہ بازو یا گلا یا پیٹ یا سر کے بال یا پنڈلی کا حصّہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے، غیر محرم کے سامنے کُھلا رکھے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور غیر محرم مردوں سے ہنسی مذاق کرتی ہو اور شوہر اس حالت پر مطلع ہو کر عورت کو اپنی حدِ مقدور تک نہ روکتا ہو، تو ایسا شخص سخت گناہ گار، فاسق و فاجر اور دیوث ہے، جس کے بارے میں احادیث مبارکہ میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے: ”جس کی عورت بے ستر باہر پھرتی ہے کہ بازو یا گلا یا پیٹ یا سر کے بال یا پنڈلی کا حصّہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے، کُھلا ہوا ہے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور وہ اس حالت پر مطلع ہو کر عورت کو اپنی حدِ مقدور تک نہ روکتا ہو، بندوبست نہ کرتا ہو، وہ بھی فاسق و دیّوث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثلثۃ لایدخلون الجنّۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء۔ رواہ الحاکم والبیھقی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما۔ تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔ ماں باپ کو ایذا دینے والا اور دیّوث اور مردوں کی صورت بنانے والی عورت۔ اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنھما سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ درمختار میں ہے: دیوث من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ۔ جو اپنی عورت یا اپنی کسی محرم پر غیرت نہ رکھے، وہ دیوّث ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص487، رضافاؤنڈیشن لاھور)

مزید اسی میں ہے: " اور جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہے۔ اسی طرح کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی کا حصہ خواہ یُوں کہ ان مواقع پر کپڑا ہی نہ ہو یا ہو، تو باریک کہ ستر نہ کرسکے یا باہر نہیں نکلتی، مگر گھر میں غیر محرم بکثرت آتے جاتے ہیں اور وُہ ایسی ہی حالت میں رہتی ہے اور شوہر ان امور پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا، تو وہ خود دیوث ہے، فاسق ہے۔ فان الدیوث کما فی الحدیث و کتب الفقہ کالدر وغیرہ من لا یغار علی اھلہ۔ حدیث اور کتب فقہ مثل درمختار وغیرہ کے مطابق دیّوث وہ شخص ہوتا ہے، جو اپنی بیوی پر غیرت نہیں کھاتا۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص494، رضافاؤنڈیشن لاھور)

فتاوی رضویہ میں سوال ہوا کہ " یہاں کے مسلمان اپنی عورتوں کو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھیجتے ہیں اور غیر محرم آدمیوں سے کلام اور ہنسی مذاق کرتی ہیں، بالکل ہی بے دریغ و بے پردہ ہے۔ حسبِ شریعت ان لوگوں پر کیا حکم ہے؟ تو جواباً امام اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فرمایا: " یہ لوگ دیوث ہیں اور دیوث کو فرمایا کہ اس پر جنت حرام ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص243، رضافاؤنڈیشن لاھور)

مزید اسی میں ہے: " ہندوستان میں بہنوئی کہ باتباع رسومِ کفارِ ہند سالی بہنوئی میں ہنسی ہوا کرتی ہے۔ یہ بہت جلد شیطان کا دروازہ کھولنے والی ہے"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص237، رضافاؤنڈیشن لاھور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

محمد ھاشم خان عطاری مدنی

15 جمادی الاولی 1440ھ/22 جنوری 2019ء

خوفِ خدا و عشقِ مصطفٰے کے حصول کیلئے ہر ہفتے کو عشا کی نماز کے بعد امیرِ اہلِ سنّت کا مَدَنی مذاکرہ دیکھنے سننے اور ہر جُمعرات مغرب کی نماز کے بعد عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک، دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں بہ نیتِ ثواب ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجاء ہے

نوٹ! دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے یا تحریر کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج daruliftaahlesunnat کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر:sar-6303-b　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　تاریخ:09-09-2018

جلوسِ میلاد اور ڈھول باجے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جلوس میلاد، محفل پاک یا کسی اسلامی تقریب کے موقع پر ڈھول بجانا، آتش بازی کرنا، بینڈ باجے کا اہتمام کرنا اور خواتین کا بے پردہ ہو کر جلوس اور ایسی تقریبات میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جلوس میلاد اور دینی محافل کا انعقاد کرنا بہت اچھا کام ہے، لیکن اس میں ڈھول، بینڈ باجے، آتش بازی اور بے پردگی کرنا، ناجائز و گناہ ہے، جس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ان تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے، انہوں نے ہی ایسے بے ہودہ کاموں سے منع فرمایا ہے، لہٰذا ایسی خرافات سے دور رہتے ہوئے ہی ایسے نیک کاموں کا انعقاد کیا جائے۔

گانے بجانے کے آلات کے بارے میں بخاری شریف میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمروا لمعازف "ترجمہ: ضرور میری امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو عورتوں کی شرمگاہ کو (یعنی زنا) اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال ٹھرائیں گے۔

(بخاری شریف، کتاب الاشربۃ ج2 ص837، مطبوعہ کراچی)

آلات موسیقی کے بارے میں مسند امام احمد بن حنبل میں ہے: "عن ابي امامة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله بعثني رحمة للعالمين وهدى للعالمين، وامرني ربي بمحق المعازف والمزامير والاوثان والصلب "ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میرے رب نے مجھے دونوں جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے گانے بجانے کے آلات ہر طرح کے آلات، بت اور صلیب توڑنے کا حکم دیا ہے۔ **(مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابو امامہ باھلی، ج36، ص640، مؤسسہ الرسالہ)**

گانے باجے اور آتش بازی کے متعلق اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ”آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب برأت میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا، قال اللہ تعالی (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:)﴿لا تبذر تبذیرا، ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ،وکان الشیطان لربہ کفورا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور فضول نہ اڑا بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”ان اللہ تعالی کرہ لکم ثلثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال رواہ البخاری عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالی عنہ“ ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نے تمھارے لئے تین کاموں کو ناپسند فرمایا (1) فضول باتیں کرنا (2) مال کو ضائع کرنا (3) بہت زیادہ سوال کرنا اور مانگنا۔ امام بخاری نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ” ماثبت بالسنۃ “میں فرماتے ہیں: ” من البدع الشنیعۃ ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من اجتماعھم للھو واللعب بالنار، واحراق الکبریت، مختصرا“ ترجمہ: بری بدعات میں سے یہ اعمال ہیں جو ہندوستان کے زیادہ تر شہروں میں متعارف اور رائج ہیں جیسے آگ کے ساتھ کھیلنا اور تماشہ کرنے کے لئے جمع ہونا گندھک جلانا وغیرہ۔

اسی طرح یہ گانے بجانے کہ ان بلاد میں معمول ورائج ہیں بلاشبہ ممنوع وناجائز ہیں۔“

(فتاوی رضویہ، ج23، ص279تا280، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ایک اور مقام پر بے پردگی کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں: ”بے پردہ بایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جزء، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقا حرام ہے۔“ **(فتاوی رضویہ، ج22، ص239تا240، رضافاؤنڈیشن، لاھور)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

28 ذوالحجۃ الحرام 1439ھ/09 ستمبر 2018ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

چراغاں دیکھنے کے لیے عورتوں کے آنے کا احتمال ہو، تو چراغاں کرنا چاہیے یا نہیں؟

ریفرنس نمبر: Lar 8085

تاریخ: 15-12-2018

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ماہ ربیع الاول میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جو گلیاں اور بازار سجائے جاتے ہیں اور لائٹنگ کی جاتی ہے۔ عورتیں اسے دیکھنے آتی ہیں، جس سے بد نگاہی کا احتمال ہوتا ہے، لہٰذا اس مسئلے کی وجہ سے سجاوٹ چھوڑ دی جائے یا جاری رکھی جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سید المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کے مہینے ربیع الاول میں مسلمان بالخصوص اللہ تعالیٰ کے اس عمیم وعظیم فضل ورحمت کے حاصل ہونے پر بطور تشکر اظہار مسرت وتحدیث نعمت کے لیے مروّجہ جائز طریقے جیسے: لائٹنگ کرنا اور پھولوں کی لڑیوں وغیرہ سے گلی محلے سجانا وغیرہ اختیار کرتے ہیں، یہ امور بلاشبہ شرعاً جائز ومستحسن ہیں، جس پر قرآن وسنت اور علمائے امت سے کثیر دلائل موجود ہیں۔ رہی بات ان چند غیر شرعی باتوں کی کہ جو اس معاملے میں بعض جاہل اور ناسمجھ لوگوں کی طرف سے صادر ہوتی ہیں، جن میں سے بعض جگہوں پر بے پردہ عورتوں کا سجاوٹ دیکھنے آنا ہے، تو اس بنا پر وہ عمل کہ شریعت کی نظر میں مستحسن وخوب ہے، ہرگز ممنوع وناجائز نہ ہو جائے گا، بلکہ وہ اچھا عمل باقی رکھتے ہوئے اس میں پیش آنے والی خرابی اور پیدا ہو جانے والی خامی دور کی جائے گی۔ جیسا کہ ایک ادنی فہم رکھنے والا شخص بھی اتنی سمجھ رکھتا ہے کہ مثلاً: شادی جو یقیناً ایک اچھا فعل ہے، اسے لوگوں کی جاہلانہ غیر شرعی رسوم کی وجہ سے حرام قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس میں پائی جانے والی ناجائز باتیں ہی ختم کرنے کا کہا جائے گا۔ اسی طرح عام فہم انداز میں بات سمجھانے کے لیے مثال دی جاتی ہے کہ کپڑے پر نجاست لگ جائے، تو کپڑا نہیں پھاڑا جائے گا، بلکہ صرف نجاست دور کی جائے گی اور بہت موٹی عقل والے کو بھی یہ موٹی سی مثال ضرور سمجھ آسکتی ہے کہ ناک پر مکھی بیٹھتی ہو، تو خواہ کتنی ہی بار ایسا کرنا پڑے، مکھی ہی اڑائی جائے گی، ناک ہرگز نہیں کاٹیں گے، لہٰذا سوال میں مذکورہ صورت میں بھی ان عورتوں کے وہاں آنے کے سد باب کے لیے ممکنہ ضروری اقدامات کیے جائیں اور اپنا یہ اچھا عمل جاری رکھتے ہوئے اسے حتی الامکان غیر شرعی باتوں سے بچایا جائے۔

ایک موقع پر عورتوں مردوں کا اختلاط ہونے پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے عورتوں کو مردوں سے پیچھے اور ایک سائیڈ پر رہ کر مردوں سے اختلاط سے منع فرمادیا۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے: "عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري عن أبيه، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء في الطريق، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم للنساء: استأخرن، فإنه ليس لكن أن تحققن الطريق عليكن بحافات الطريق فكانت المرأة تلتصق بالجدار حتى إن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به "یعنی روایت ہے حضرت ابواُسید انصاری سے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ مسجد سے نکل رہے تھے، تو راستے میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو گیا، تو عورتوں سے فرمایا: تم پیچھے رہو تمہیں یہ درست نہیں بیچ راستے میں چلو، تم راستے کے کنارے اختیار کرو، پھر عورت دیواروں سے مل کر چلتی تھی، حتی کہ اس کا کپڑا دیوار سے اُلجھتا تھا۔ (سنن ابی داؤد، جلد4، صفحہ369، مکتبہ عصریہ، بیروت)

امیر اہلسنت علامہ مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: "چَراغاں دیکھنے کے لیے عورتوں کا اَجنبی مردوں میں بے پردہ نکلنا حرام و شَرمناک، نیز باپردہ عورتوں کا بھی مُروَّجہ انداز میں مَردوں میں اختلاط (یعنی خَلط مَلط ہونا) انتہائی افسوس ناک ہے۔" (صبح بہاراں، صفحہ23، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے والد گرامی رئیس المتکلمین، خاتم المحققین، علامہ مفتی **نقی علی خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن اپنی کتابِ لاجواب "اصول الرشاد" کے پانچویں قاعدے کے بیان میں فرماتے ہیں: "فعلِ حسن مقارنت و مجاورتِ فعل قبیح سے، اگر حسن اس کا اس کے عدم سے مشروط نہیں، مذموم و متروک نہیں ہو جاتا، حدیثِ ولیمہ میں (جس میں طعامِ ولیمہ کو شرّ الطعام فرمایا) قبولِ ضیافت کی تاکید اور انکار پر اعتراضِ شدید ہے۔ رد المحتار میں در باب زیارت قبور لکھا ہے: قال ابن حجر في فتاواه: ولا تترك لما يحصل عنده من المنكرات والمفاسد؛ لأن القربة لا تترك لمثل ذلك، بل على الإنسان فعلها وإنكار البدع بل وإزالتها إن أمكن. قلت: يؤيده ما مر من عدم ترك اتباع الجنازة، وإن كان معها نساء نائحات، انتهى ملخصاً (یعنی امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاوی میں فرمایا: اچھا عمل اس کے ساتھ ناجائز و خرابی والی باتیں واقع ہونے کی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا کہ ایسی باتوں کے سبب نیکی نہیں چھوڑی جاتی، بلکہ انسان کے اوپر لازم ہے کہ وہ یہ کام کرے اور اس میں در پیش آنے والی بدعتوں کا انکار بلکہ ممکن ہو تو ازالہ کرے۔ میں کہتا ہوں: ان کے اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جو پیچھے گزری کہ جنازے کے ساتھ جانا ترک نہ کیا جائے، اگرچہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتیں ہوں۔ امام ابن حجر کی بات تلخیص کے طور پر مکمل ہوئی)۔" (اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، صفحہ146، مکتبۃ برکات المدینہ، کراچی)

مزید فرمایا: "اصل اس باب میں یہ ہے کہ مستحسن کو مستحسن جانے اور قبیح کی ممانعت کرے۔ اگر قادر نہ ہو، اسے مکروہ سمجھے۔ ہاں اگر عوام کسی مستحسن کے ساتھ ارتکاب امرِ ناجائز کا لازم ٹھہرالیں اور بدون اس کے اصلِ مستحسن کو عمل ہی میں نہ لائیں،

تو بنظرِ مصلحت حکّامِ شرع کو اصل کی ممانعت و مزاحمت پہنچتی ہے۔ اسی نظر سے بعض علما نے ایسے افعال کی ممانعت کی ہے، لیکن چونکہ اس زمانہ میں خلق کی امورِ خیر کی طرف رغبت اور دین کی طرف توجہ نہیں اور مسائل کی تحقیق سے نفرتِ کلّی رکھتے ہیں، نہ کسی سے دریافت کریں، نہ کسی کے کہنے پر عمل کرتے ہیں۔ ولہذا اکثر افعال خرابیوں کے ساتھ واقع ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ان کو چھوڑ دینے سے باک نہیں رکھتے۔ **اب اصل کی ممانعت ہی خلاف مصلحت ہے۔ ولہذا علمائے دین نے ایسے امور کی ممانعت سے بھی (کہ فی نفسہ خیر اور بسبب بعض عوارضِ خارجیہ کے مکروہ ہو گئے) منع فرمایا،** کما مر من الدر المختار: أما العوام فلا یمنعون من تکبیر و لا تنفل أصلاً، لقلة رغبتهم فی الخیرات (یعنی جیسا کہ در مختار کے حوالے سے گزرا کہ نیک کاموں میں رغبت کی کمی واقع ہونے کے سبب اب عوام کو تکبیریں کہنے اور نفل ادا کرنے سے بالکل منع نہ کریں گے) اور اسی نظر سے بحر الرائق میں لکھا: کسالی القوم إذا صلوا الفجر وقت الطلوع لا ینکر علیهم، لأنهم لو منعوا یترکونها أصلاً، و لو صلوا یجوز عند أصحاب الحدیث، و أداء الجائز عند البعض أولی من الترک أصلاً (یعنی قوم کے سست لوگ اگر طلوع آفتاب کے وقت نماز فجر ادا کریں، تو انہیں منع نہ کیا جائے، اس لئے کہ اگر انہیں منع کیا گیا، تو وہ بالکل ہی چھوڑ دیں، جبکہ اگر پڑھیں تو محدثین کے نزدیک جائز ہے، تو بعض کے نزدیک جائز بات پر عمل بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے)۔ دیکھو ان اطبائے قلوب نے خلق کے مرضِ باطنی کو کس طرح تشخیص اور مناسب مرض کے کیسا عمدہ علاج تجویز کیا، جزاهم الله أحسن الجزاء، برخلاف اس کے نئے مذہب کے علما مسائل میں ہر طرح کی شدت کرتے ہیں اور مستحسنات ائمۂ دین، مستحباتِ شرعِ متین کو شرک و بدعت ٹھہراتے ہیں۔ تمام ہمت ان حضرات کی نیک کاموں کے مٹانے میں (جو فی الجملہ رونقِ اسلام کے باعث ہیں) مصروف ہے۔"

(اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، صفحہ 148، مکتبۃ برکات المدینہ، کراچی)

واللہ أعلم عزوجل **و رسولہ أعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو رجا محمد نور المصطفی عطاری مدنی

07 ربیع الآخر 1440ھ/15 دسمبر 2018ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

عورت کا بلند آواز سے نعت پڑھنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:pin 4008 تاریخ:19.08.2015

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میلاد شریف کی ایسی محافل جن میں صرف عورتیں ہی شریک ہوتی ہیں، ان میں عورتیں اتنی بلند آواز سے تلاوتِ قرآن مجید، نعت اور بیان کر سکتی ہیں کہ ان کی آواز محفل سے باہر غیر محرم مردوں تک جائے یا نہیں کر سکتیں؟ وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سب سے پہلے یہ بات یاد رہے کہ نبی اکرم رسول محتشم محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد منانا کثیر برکات وحسنات کا موجب ہے۔ اس کی فضیلت وبرکت قرآن پاک سے بھی خوب ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنی رحمت و فضل پر خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان:”تم فرماؤ: اللہ عزوجل ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں، وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔“ (پارہ11، سورۂ یونس، آیت58)

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل اپنی رحمت پر خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمارہا ہے اور بلاشک وشبہ حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کے مبعوث فرمانے پر احسان بھی جتلایا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونے کے بارے میں اللہ رب العزت کا فرمانِ ذیشان ہے:﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان:”اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔“ (پارہ17، سورۃ الانبیاء، آیت107)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا﴾ ترجمہ: کنز الایمان:”بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔“ (پارہ4، سورۂ آل عمران، آیت164)

پہلی آیت کریمہ میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رحمت ہونے اور دوسری میں نعمت ہونے کا ذکر ہے۔ پھر جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم رحمت ونعمت ہیں، تو ان کا میلاد منانا یعنی ان کے فضائل میں محافل کا اہتمام کرنا، اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار وچرچا کرنا ہے اور خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اظہارِ نعمت اور اس کا چرچا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے: چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ”اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔“ (پارہ30، سورہ والضحی، آیت11)

پھر حضور علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کا میلاد منانا ایسی عظمت وفضیلت والا کام ہے کہ اس کی برکتیں نہ صرف مسلمانوں، بلکہ کافروں کو بھی پہنچتی ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے: ”ثويبة مولاة لأبي لهب كان أبو لهب أعتقها، فأرضعت النبي صلى الله عليه وسلم، فلما مات أبو لهب أريه بعض أهله بشر حيبة، قال له: ماذا لقيت؟ قال أبو لهب: لم ألق بعد كم غير أني سقيت في هذه بعتاقتي ثويبة“ ترجمہ: ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ ابولہب نے اسے آزاد کر دیا اور اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دودھ پلایا، تو جب ابولہب مرا، اس کے بعض گھر والوں نے اسے بُرے حال میں دیکھا۔ اس نے ابولہب سے کہا کہ تم نے (ہم سے جدا ہونے کے بعد) کیا پایا؟ ابولہب نے کہا: تمہارے بعد میں نے کوئی بھلائی نہیں پائی، سوائے اس کے کہ مجھے اس انگلی سے ثویبہ لونڈی کو آزاد کرنے کے بدلے میں پانی پلایا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری، جلد2، ص270، مطبوعہ لاہور)

صحیح بخاری کی اس روایت کے تحت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں میلاد شریف والوں کے لیے حجت ہے کہ جو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شبِ ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ باوجودیکہ ابولہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن میں نازل ہو چکی ہے، جب اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کر دیا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حق تعالیٰ نے اسے اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔“

(مدارج النبوۃ، جلد2 ص34، مطبوعہ ضیاء القرآن، کراچی)

نیز جہاں تک عورتوں کا میلاد کی محافل ومجالس میں نعتیں، بیانات وقرآن پاک پڑھنے کی بات ہے، تو ان کا میلاد ودیگر ذکر واذکار کی محافل منعقد کرنا بھی جائز وموجبِ اجر وثواب ہے، لیکن اس میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ عورت کی آواز نامحرموں تک نہ جائے، ورنہ یعنی اگر عورت کی آواز اتنی بلند ہو کے غیر محرموں کو اس کی آواز پہنچے گی، تو اس

کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا ناجائز و گناہ ہو گا، خواہ اس کا یہ پڑھنا گلی میں ہو یا کھلے کمرے یا کسی اور جگہ کہ عورت کی خوش الحانی اجنبی سنے، محل فتنہ ہے اور اسی وجہ سے ناجائز ہے۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ”ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محل فتنہ ہے۔“ (فتاوی رضویہ جلد22، ص240، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

دوسرے مقام پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”عورت کا خوش الحانی سے بآواز ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے، حرام ہے۔ نوازل امام فقیہ ابو اللیث میں ہے: ”نغمة المرأة عورة “یعنی عورت کا خوش آواز کر کے کچھ پڑھنا عورت یعنی محلِ ستر ہے۔

کافی امام ابو البرکات نسفی میں ہے: ”لا تلبی جهراً لان صوتها عورة “یعنی عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ پڑھے، اس لیے کہ اس کی آواز قابلِ ستر ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد22، ص242، رضافاؤنڈیشن لاھور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

03ذو القعدۃ الحرام1436ھ19اگست2015ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

عورت کی میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا کیسا؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Aqs- 2527 تاریخ:12-10-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کی میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنے کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ کیا ایسا کر سکتے ہیں، چاہے زمین کی نرمی وغیرہ کی وجہ سے اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورت کا معاملہ زندگی میں اور موت کے بعد بھی ستر یعنی پردے کا ہوتا ہے، لہٰذا مسلمان عورت کی میت کو کسی ضرورت کے بغیر بھی تابوت یعنی لکڑی یا پتھر وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کر سکتے ہیں، بلکہ فقہائے کرام نے عورت کی میت کو تابوت میں دفن کرنے کو مستحسن یعنی اچھا عمل قرار دیا ہے، کیونکہ اس طرح اسے چھونے سے بھی بچا جائے گا اور اگر کبھی خدانخواستہ بارش کی کثرت یا کسی اور وجہ سے قبر کھل جائے اور میت ظاہر ہو جائے، تو عورت کا پردہ بھی باقی رہے گا۔ تابوت میں دفنانے کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس کے اندر مٹی بچھا دیں اور اندر ہی سیدھی والٹی طرف کچی اینٹیں لگا دیں اور ڈھکن کو نیچے کی طرف سے مٹی سے لَیپ دیں، تاکہ اندر کا حصہ قبر جیسا ہو جائے۔ نیز اگر عورت کی میت تابوت میں نہ ہو، تو اس کے جنازے کی چارپائی کو اور پھر قبر میں اتارتے ہوئے تختے لگانے تک قبر کو کسی چادر یا کپڑے وغیرہ سے ڈھکے رہنا مستحب ہے، تاکہ عورت

کی میت کا غیر مردوں سے پردہ برقرار رہے۔

نوٹ: مسلمان مرد کی میت کو بلا ضرورت تابوت میں دفن کرنا، مکروہ و ممنوع ہے، لیکن اگر ضرورت ہو، مثلا: قبر کی مٹی نرم ہو یا اس زمین میں پانی ہو، تو صرف ایسی ضرورت کے وقت مرد کو تابوت میں دفن کر سکتے ہیں۔

میت کو تابوت میں دفنانے اور عورت کی قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپانے سے متعلق تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "(لا باس باتخاذ تابوت) ولو من حجر او حدید (له عند الحاجة) کرخاوة الارض (ویفرش فیه التراب ۔۔۔ ویسجی قبرها لا قبره) الا لعذر کمطر، ملخصا "ترجمہ: مرد کی میت (کو دفن کرنے) کے لیے ضرورت، مثلا: زمین نرم ہونے کی صورت میں تابوت کے استعمال میں حرج نہیں ہے، اگرچہ وہ پتھر یا لوہے کا ہو اور سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دی جائے اور عورت کی قبر کو ڈھانپا جائے، مرد کی قبر کو نہیں، سوائے مجبوری کے مثلا: بارش کی وجہ سے۔

رد المحتار میں ہے: "قوله (لا باس باتخاذ تابوت الخ) ای: یرخص ذلک عند الحاجة والا کره، قال فیه الحلبة: نقل غیر واحد عن الامام ابن الفضل انه جوّزه فی اراضیهم لرخاوتها، وقال: لکن ینبغی ان یفرش فیه التراب وتطین الطبقة العُلیا مما یلی المیت ویجعل اللبن الخفیف علی یمین المیت و یساره لیصیر بمنزلة اللحد۔۔۔ قوله (له) ای: للمیت کما فی البحر اوللرجل، ومفهومه انه لا باس به للمرأة مطلقا، وبه صرح فی شرح المنیة فقال: وفي المحیط: واستحسن مشائخنا اتخاذ التابوت للنساء، یعني ولو لم تکن الأرض رخوة فإنه أقرب إلی الستر والتحرز عن مسها عند الوضع في القبر اھ ۔۔۔ قوله (ویسجی قبرها) أي بثوب ونحوه استحبابا

حال إدخالها القبر حتى يسوى اللبن على اللحد، كذا في شرح المنية والإمداد، ملخصا "ترجمہ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول (تابوت کے استعمال میں حرج نہیں) یعنی: ضرورت کے وقت اس کی رخصت ہے، ورنہ مکروہ ہے۔ حلبہ میں کہا: امام ابنِ فضل رحمۃ اللہ علیہ سے کئی علما نے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنے علاقوں میں زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے اس (یعنی تابوت) کو جائز قرار دیا اور فرمایا: مناسب یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دی جائے اور اوپر کا میت کی طرف والا حصہ مٹی سے لَیپ دیا جائے اور میت کے سیدھی اور الٹی طرف کچھ کچی اینٹیں لگا دی جائیں، تاکہ وہ قبر کے قائم مقام ہو جائے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول (اس کے لیے) یعنی میت کے لیے جیسا کہ بحر میں ہے یا مرد کے لیے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے لیے تابوت میں مطلقا (یعنی کسی بھی صورت میں) حرج نہیں ہے اور شرحِ منیہ میں اس کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا: اور محیط میں ہے: ہمارے مشائخ نے عورتوں کی میت کے لیے تابوت کے استعمال کو اچھا قرار دیا ہے یعنی اگرچہ زمین نرم نہ ہو، کیونکہ یہ پردے اور اسے قبر میں اتارتے ہوئے چھونے سے بچنے کے زیادہ قریب ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول (اور عورت کی قبر کو ڈھانپا جائے) یعنی کپڑے یا اس جیسی کسی چیز سے، یہ اسے قبر میں اتارتے وقت سے لے کر قبر پر اینٹیں برابر کر دینے تک مستحب ہے، اسی طرح شرحِ منیہ اور امداد میں ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، ج3، ص168، 165، مطبوعہ کوئٹہ)

تدفین ہو جانے تک عورت کی قبر کو ڈھکنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے جوہرہ نیرہ میں ہے:

"يسجى قبرها بثوب الى ان يسوى اللبن عليها **لان بدنها عورة فلا يؤمن ان ينكشف شيء منه حال انزالها فى القبر ولانها تغطى بالنعش لهذه العلة**، ولا يسجى قبر الرجل كما لا يغطى سريره بالنعش "ترجمہ: عورت کی قبر کو اس پر اینٹیں برابر ہو جانے تک

کپڑے سے ڈھانپ کر رکھا جائے، **کیونکہ اس کا جسم چھپانے کی چیز ہے اور اس بات سے مکمل اطمینان نہیں کہ اسے قبر میں اتارتے وقت اس میں کچھ کھل جائے اور ایسا اس لیے بھی کیا جائے، کیونکہ اس کی میت کو اسی وجہ سے تابوت سے ڈھانپا جاتا ہے** اور مرد کی قبر کو ڈھانپا نہ جائے، جیسے اس کی چارپائی کو بھی تابوت سے نہیں ڈھانپتے۔

(الجوھرۃ النیرہ، ج1، ص140، مطبوعہ کراچی)

محیطِ برہانی میں ہے: ”قال محمد رحمه الله في الجامع الصغير: ويسجى قبر المرأة بثوب حتى يفرغ من اللحد، لأنها عورة من قرنها إلى قدمها، فربما يبدو شيء من أثر عورتها فيسجى القبر، ألا ترى أن المرأة خصت بالنعش على جنازتها، وقد صح أن قبر فاطمة سجي بثوب ونعش على جنازتها ولم يكن النعش في جنازة النساء حتى ماتت فاطمة رضي الله عنها، فأوصت قبل موتها أن تستر جنازتها، فاتخذوا لها نعشاً من جريد النخل، فبقي سنّة هكذا في جميع النساء۔۔۔ وإن كان رجلاً لا يسجى قبره۔۔۔ إلا لضرورة۔۔۔ وتاويل قبر سعد بن معاذ انه انما سجي قبره لان الكفن كان لا يستر بدنه، فسجي قبره حتى لا يقع الاطلاع على شيء من اعضاءه، ملخصا“ ترجمہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں فرمایا: اور عورت کی میت کو قبر مکمل ہو جانے تک کپڑے سے ڈھانپ کر رکھا جائے، کیونکہ وہ اپنے سَر سے لے کر پاؤں تک چھپانے کی چیز ہے، تو کہیں اس کی چھپانے کی کوئی جگہ ظاہر نہ ہو جائے، لہٰذا قبر کو ڈھانپ دیا جائے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جنازے کی چارپائی پر تابوت رکھنے کو عورت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزَہراء رضی اللہ عنہا کی قبر کو کپڑے سے اور جنازے کی چارپائی کو تابوت سے ڈھانپا گیا تھا اور اور عورتوں کے جنازے میں تابوت نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزَہراء

رضی اللہ عنہا نے اپنے وصال کے وقت وصیت کی کہ ان کے جنازے کو ڈھانپ دیا جائے، تو لوگوں نے ان کے لیے کھجور کے پتوں سے ایک تابوت بنایا، تو یہ اسی طرح تمام عورتوں میں سنت کے طور پر باقی رہا اور مرد کی قبر کو ضرورت کے علاوہ ڈھانپا نہیں جائے گا اور حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ کی قبر کو ڈھانپنے کی وجہ یہ تھی کہ کفن سے ان کا مکمل جسم چھپ نہیں رہا تھا، لہٰذا ان کی قبر کو ڈھانپا گیا، تاکہ ان کے جسم کے کسی حصے پر نظر نہ پڑے۔

(المحیط البرھانی، ج3، ص89،91، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”تابوت کہ میّت کو کسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کریں، یہ مکروہ ہے، مگر جب ضرورت ہو، مثلاً: زمین بہت تَر ہے، تو حرج نہیں اور اس صورت میں تابوت کے مصارف (اخراجات) اُس میں سے لیے جائیں، جو میّت نے مال چھوڑا ہے۔ اگر تابوت میں رکھ کر دفن کریں، تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور دہنے بائیں خام (کچی) اینٹیں لگا دیں اور اوپر کہگل (مٹی کی لپائی) کر دیں، غرض یہ کہ اندر کا حصہ مثل لحد کے ہو جائے اور لوہے کا تابوت مکروہ ہے اور قبر کی زمین نم ہو، تو دُھول (مٹی) بچھا دینا سنت ہے۔۔۔ عورت کا جنازہ ہو، تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں۔۔۔ عورت کا جنازہ بھی ڈھکا رہے۔ ملخصا“

(بہارِ شریعت، حصہ4، ج1، ص843،845، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

27 ربیع الاول 1445ھ/12 اکتوبر 2023ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

عورتوں کا باریک لان کے کپڑے پہننا کیسا؟

ریفرنس نمبر:Pin6532 تاریخ 22-06-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ آج کل مارکیٹ میں باریک لان کے کپڑے کثرت سے موجود ہیں خواتین یہ لان بڑے شوق سے پہنتی ہیں، حالانکہ ان کے باریک ہونے کی وجہ سے جسم کی رنگت ظاہر ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ خواتین کا ایسا باریک لباس پہننا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب

انسان کے لئے لباس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے، کہ اس کے ذریعے انسان پردہ اور زینت اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر کئی فوائد بھی حاصل کرتا ہے۔ اس نعمت اور اس کے بعض فوائد کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ لہذا اسے خدا کا احسان سمجھتے ہوئے چاہئے کہ اس رب کریم کے رحمت و برکت والے دین ،اسلام کی تعلیم کے مطابق ہی اسے استعمال کریں اور ہر اس انداز اور طریقے سے بچیں جو خدا کی مرضی کے خلاف ہے، مگر افسوس کہ آج کل معاشرے میں جس طرح دیگر برائیاں دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہیں، وہیں لباس کے معاملے میں بھی فیشن یا معیار کے نام پہ شرعی احکام کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ لباس یا تو پورے ستر کو ڈھانپنے والا ہی نہیں ہوتا، بلکہ بازو، سینہ، گردن وغیرہ کھلے ہوتے ہیں یا اتنا باریک ہوتا ہے کہ جس سے جسم کی رنگت جھلکتی ہے یا اتنا تنگ اور چست ہوتا ہے کہ اس سے نسوانی اعضا کے ابھار واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں۔ حالانکہ لباس کے معاملے میں اسلامی اصول بہت واضح ہے اور وہ یہ کہ عورت کا چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے علاوہ تمام بدن ستر میں داخل ہے یعنی عورت کے لئے غیر محرم کے سامنے بدن کے اتنے حصے کو چھپانا ضروری ہے اور فتنے کے خوف کی وجہ سے فی زمانہ عورت کو چہرے کے پردے کا بھی حکم ہے۔ لہذا عورت کا لباس ایسا ہونا چاہئے جو بدن کو اچھی طرح چھپا سکے اور ایسا لباس جو بدن کو نہ ڈھانپے یا بظاہر بدن کو تو ڈھانپ لے، لیکن اتنا

باریک ہو کہ جس سے بدن کی رنگت جھلکے یا باریک تو نہ ہو، لیکن اتنا چست اور تنگ ہو کہ جس سے اعضا کی ہیئت واضح طور پر معلوم ہو، تو ایسا لباس (سوائے شوہر کے) غیر محرم کے سامنے مطلقاً اور کئی صورتوں میں محارم کے سامنے پہننا بھی ناجائز اور گناہ ہے، جیسے محارم کے سامنے سرین یا رانوں کی ہیئت واضح ہو کیونکہ یہ لباس پردہ نہیں، بلکہ بے پردگی ہے اور ایسا لباس پہننے والی عورتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھیں گی۔

اور بالخصوص وہ لباس جس سے اعضائے ستر (بدن کے وہ اعضا جنہیں چھپانے کا حکم ہے) مکمل چھپے ہوئے نہ ہوں یا بظاہر چھپے تو ہوں، لیکن کپڑا باریک ہونے کی وجہ سے جسم کی رنگت ظاہر ہو رہی ہو، تو ایسے لباس کی ایک بہت بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ اسے پہن کر اگر عورت نماز پڑھے اور اعضائے ستر میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ ظاہر ہو تو نماز نہیں ہو گی، اگرچہ وہ تنہائی میں ہی نماز پڑھے، کیونکہ نماز کے لئے چھپانے کے حکم میں داخل حصہِ بدن چھپانا شرط ہے اور ان اعضا میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ کھلا ہو یا کپڑا باریک ہونے کی وجہ سے اس عضو کی رنگت ظاہر ہو رہی ہو، تو ایسی حالت میں نماز شروع ہی نہیں ہوتی، بلکہ ذمہ پر باقی رہتی ہے، اس طرح اگر ہزار نمازیں بھی ادا کی ہوں، تو ان سب کو دوبارہ ادا کرنا فرض ہے۔ پس اس بات سے بھی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو لباس دیگر خرابیوں کے ساتھ اللہ عزوجل کے حق کو پورا کرنے (نماز کی ادائیگی) میں بھی رکاوٹ بنتا ہو، وہ کس قدر بُرا لباس ہے؟ **لہذا عورت کا نماز اور اس کے علاوہ بھی باریک لان (جس سے بدن چمکے) یا ایسا کوئی بھی کپڑا پہننا، ناجائز و ممنوع ہے کہ جس سے شرعی پردہ نہ ہو سکے۔**

پھر فیشن اور برانڈ کے نام پر ایسے لباس بنانے اور بے حیائی کے گھٹیا سے گھٹیا حیا سوز مناظر کے ساتھ ان کی تشہیر کرنے والی اور کروانے والی کمپنیوں خصوصاً ایسے اشتہار دکھانے والے چینلز کو بھی اپنے طرزِ عمل پہ خوب غور کر لینا چاہئے کہ وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر کفار اور شیطان کی خواہش کے مطابق اسلامی احکام و تعلیمات کے خلاف شیطانی و شہوانی کلچر عام کر کے مسلمانوں میں بے حیائی، عریانی اور بے پردگی کو فروغ دے رہے ہیں، حالانکہ ایسوں کے بارے میں قرآن پاک میں سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ فرمانِ باری تعالی ہے: ﴿ان الذین یحبون ان

تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ﴾ ترجمہ: بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(سورۃ النور، آیت 19)

اور بے حیائی پھیلانے کی مختلف صورتوں میں سے ایک حیا سے عاری لباس والے کلچر کو عام کرنا بھی ہے۔ لہذا اس میں مبتلا افراد کو سوچنا چاہیے کہ وہ بروزِ قیامت اپنے رب کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اور قرآنِ کریم کے واضح احکام کے باوجود اس کلچر کو عام کرنے کا ان کے پاس کیا جواب ہوگا؟ یقیناً وہ اس کا جواب نہیں دے پائیں گے۔

لباس کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰبنی اٰدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواٰتکم وریشا﴾ ترجمہ کنز العرفان: اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے اور (ایک لباس وہ جو) زیب و زینت ہے۔

(پ 8، س الاعراف، آیت 26)

اور بے پردگی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ﴾ ترجمہ کنز العرفان: اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔

(پ 22، س الاحزاب، آیت 33)

اس آیت کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: ”(ایک قول یہ ہے کہ) اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے، اس زمانے میں عورتیں اتراتی ہوئی نکلتی اور اپنی زینت اور محاسن کا اظہار کرتی تھیں، تاکہ غیر مرد انہیں دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضا اچھی طرح نہ ڈھکیں۔“

(تفسیر صراط الجنان تحت ہذہ الاٰیہ، ج 8، ص 21، مطبوعہ، مکتبۃ المدینہ)

اور شرعی پردہ نہ کرنے والی عورتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”صنفان من اھل النار لم ارھما:۔۔۔ نساء کاسیات، عاریات، ممیلات، مائلات، رءوسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ، لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا وان ریحھا لیوجد من مسیرۃ کذا و کذا“ ترجمہ

دوزخیوں کی دو جماعتیں ایسی ہیں، جنہیں میں نے (اپنے زمانے میں) نہیں دیکھا۔(میرے بعد والے زمانے میں ہوں گی۔ایک جماعت)ایسی عورتوں کی ہو گی جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن حقیقت میں بے لباس اور ننگی ہوں گی، بے حیائی کی طرف دوسروں کو مائل کرنے اور خود مائل ہونے والی ہوں گی،ان کے سر ایسے ہوں گے، جیسے بختی اونٹوں کی ڈھلکی ہوئی کوہانیں ہوں، یہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ،باب النساء الکاسیات۔۔الخ،ج3،ص1680،مطبوعہ،بیروت)

اس حدیثِ پاک کے تحت مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے:"یسترن بعض بدنھن ویکشفن بعضہ اظھار الجمالھن وابراز الکمالھن وقیل: یلبسن ثوبا رقیقا یصف بدنھن وان کن کاسیات للثیاب للثیاب عاریات فی الحقیقۃ "ترجمہ:اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے حسن وجمال اور بدن کے کمال کو ظاہر کرنے کی غرض سے کچھ بدن چھپا کر رکھیں گی اور کچھ بدن کھول کر اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ باریک کپڑے پہنیں گی، جس سے ان کا بدن جھلکے گا،اگرچہ یہ عورتیں بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن حقیقت میں بے لباس اور ننگی ہوں گی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج6،ص2302،مطبوعہ،دار الفکر،بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"عورت اگر نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال، گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے، تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور بندوبست نہ کریں، تو دیوث ہیں۔"

(فتاوی رضویہ،ج6، 509تا510،مطبوعہ،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

مزید ایک مقام پہ ارشاد فرماتے ہیں:"نہ (لباس)خوب چست بدن سے سلے، کہ یہ سب وضع فساق ہے اور ساترِ عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے، یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔"

(فتاوی رضویہ،ج22،ت162تا163،مطبوعہ،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"بعض عورتیں بہت باریک کپڑے پہنتی

ہیں مثلاآب رواں یا جالی یا باریک ململ ہی کا ڈوپٹا (دوپٹا)، جس سے سر کے بال یا بالوں کی سیاہی یا گردن یا کان نظر آتے ہیں۔۔اس حالت میں (ان کی طرف) نظر کرنا حرام اور ایسے موقع پر ان کو اس قسم کے کپڑے پہننا بھی نا جائز۔"

(بہارشریعت، ج3، ص448، مطبوعہ، مکتبۃ المدینہ)

عورت کے لئے کن اعضاء کا پردہ ضروری ہے، اس بارے میں درمختار میں ہے: "(وللحرة)۔۔(جميع بدنها حتى شعرها النازل فى الاصح (خلا الوجه والكفين)۔۔(والقدمين۔۔(وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين رجال)۔۔(لخوف الفتنة)" ترجمہ: چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے علاوہ، آزاد عورت کا تمام بدن، حتی کہ لٹکے ہوئے بال بھی سترِ عورت ہیں۔۔اور فی زمانہ خوفِ فتنہ کی وجہ سے مردوں کے سامنے جوان عورت کو اپنا چہرہ ظاہر کرنا بھی منع ہے۔

(درمختار، ج1، ص405تا406، مطبوعہ، دارالفکر، بیروت)

نماز میں سترِ عورت کے حوالے سے صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "سترِ عورت ہر حال میں واجب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہیں۔۔اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو، ستر کے لئے کافی نہیں، اس سے نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے، نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک ساڑیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے، ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے، علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔۔اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے، یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا، تو نماز منعقد ہی نہ ہوئی۔"

(بہارِ شریعت، ج1، ص479تا482، مطبوعہ، مکتبۃ المدینہ)

نوٹ: اس بارے میں مزید مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب بنام "پردے کے بارے میں سوال وجواب" کا مطالعہ فرمائیں۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

30شوال المکرم1441ھ22جون2020ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

غیر محرم مرد و عورت کا میل جول رکھنا کیسا؟

1

ریفرنس نمبر: Sar 7620 تاریخ: 02-12-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اجنبی مرد و عورت کا ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا، میل جول رکھنا، ایک دوسرے کی تصاویر بنانا شرعاً کیسا؟ بالخصوص ایک جگہ ملازمت (Job) کرنے والے (Colleagues) اجنبی مرد و عورت کا ایسا کرنا کیسا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اجنبی مرد و عورت کا آپس میں ہنسی مذاق کرنا، بے تکلفی کے ساتھ میل جول رکھنا اور ایک دوسرے کی تصاویر بنانا، سخت ناجائز و گناہ اور حرام ہے۔ یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام شرم و حیا کا درس دیتا ہے، رسول پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "الحیاء من الایمان" یعنی حیا ایمان سے ہے، نیز قرآن و حدیث میں واضح طور پر بد نگاہی و بے پردگی سے منع کیا گیا ہے، اِسی وجہ سے حکمِ شریعت یہ ہے کہ مرد، بلا ضرورتِ شرعیہ غیر محرم عورت کے چہرے کو بھی نہیں دیکھ سکتا اور عورت کا سر کے بال، گلے، گردن، کلائی وغیرہ کا کوئی حصہ غیر محرم کے سامنے ظاہر کرنا یا ایسا باریک لباس پہن کر غیر محرم کے سامنے آنا، جس سے اِن اعضا کا کوئی حصہ چمکے، یہ حرام ہے اور فی زمانہ فتنے کی وجہ سے چہرے کا پردہ بھی لازم ہے۔

اور جہاں تک ملازمت کا تعلق ہے، تو شریعتِ مطہرہ عورت کو پانچ شرائط کے ساتھ ملازمت (Job) کرنے کی اجازت دیتی ہے، اگر اِن پانچ شرائط میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے، تو عورت کو نوکری کرنا ہرگز جائز نہیں۔ وہ شرائط یہ ہیں: (1) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصّہ چمکے (2) کپڑے تنگ و چُست نہ ہوں جو بدن کی ہیئت کو ظاہر کریں (3) بالوں، گلے، پیٹ، کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصّہ ظاہر نہ ہوتا ہو (4) کبھی نامحرم کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو (5) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں فتنے کا خوف نہ ہو۔

لہٰذا سوال میں بیان کردہ اُمور سخت ناجائز و حرام ہیں اور ایسی جگہ عورت کا نوکری کرنا بھی جائز نہیں، بلکہ اُس پر لازم ہے کہ اوپر کی بیان کردہ شرائط کا خیال کرتے ہوئے، خلافِ شرع حرکات چھوڑ دے، ورنہ ایسی ملازمت فوراً چھوڑ دے، جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ و رسولِ پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی والے کام کرنے پڑتے ہوں۔

اللہ پاک نے مَردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ ﴾ ترجمۂ کنزُالعرفان:"مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبر دار ہے۔ اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں، مگر جتنا(بدن کا حصہ)خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔"

(پارہ18،سورۃالنور، آیت30،31)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نَسَفِی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:710ھ/1310ء) لکھتے ہیں:"الزينة ما تزينت به المرأة من حلي أو كحل أو خضاب والمعنى ولا يظهرن مواضع الزينة إذ إظهار عين الزينة وهي الحلي ونحوه مباح فالمراد بها مواضعها أو إظهارها وهي في مواضعها لا ظهار مواضعها لا ظهار أعيانها ومواضعها الرأس والأذن والعنق والصدور والعضدان والذراع والساق ... إلا ما جرت العادة والجبلة على ظهوره وهو الوجه والكفان والقدمان ففي سترها حرج بين "ترجمہ: زینت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے عورت سجتی سنورتی ہے، جیسے زیور، سرمہ اور (جائز) کلر وغیرہ اور چونکہ محض زینت کے سامان کو دکھانا مباح ہے، اس لیے آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے بدن کے ان اعضا کو ظاہر نہ کریں جہاں زینت کرتی ہیں، جیسے سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں، البتہ بدن کے وہ اعضا جو عام طور پر ظاہر ہوتے ہیں، جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں، انہیں چھپانے میں چونکہ مشقت واضح ہے، اِس لیے ان اعضا کو ظاہر کرنے میں حرج نہیں۔ (لیکن فی زمانہ چہرہ بھی چھپایا جائے گا۔)

(تفسیر نسفی، سورۃالنور، آیت31، جلد2، صفحہ500، مطبوعہ دارالکلم الطیب، بیروت)

اور تفسیر صراط الجنان میں تفسراتِ احمدیہ کے حوالے سے منقول ہے:"زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں مذکور حکم نماز کے بارے میں ہے (یعنی عورت نماز پڑھتے وقت چہرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے علاوہ پورا بدن چھپائے۔ یہ حکم عورت کو) دیکھنے کے بارے میں نہیں، کیونکہ عورت کا تمام بدن عورت یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ شوہر اور مَحرم کے سوا کسی اور کے لیے اس کے کسی حصہ کو بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور علاج وغیرہ کی ضرورت سے بقدرِ ضرورت جائز ہے۔"

(صراط الجنان، جلد6، صفحہ620، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور بے پردگی سے منع کرتے ہوئے اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى ﴾ ترجمۂ کنزُالعرفان :"اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔" (پارہ22،سورۃالاحزاب،آیت33)

اس آیت کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے:" (ایک قول یہ ہے کہ) اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے، اس زمانے میں عورتیں اتراتی ہوئی نکلتی اور اپنی زینت اور محاسن کا اظہار کرتی تھیں، تاکہ غیر مرد انہیں دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضا اچھی طرح نہ ڈھکیں۔"

(تفسیر صراط الجنان، جلد8، صفحہ21، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شرعی پردہ نہ کرنے والی عورتوں کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:" صنفان من اهل النار لم ارهما: . . . نساء كاسيات، عاريات، مميلات، مائلات، رءوسهن كاسنمة البخت المائلة، لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وان ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا" ترجمہ: دوزخیوں کی دو جماعتیں ایسی ہیں، جنہیں میں نے (اپنے زمانے میں) نہیں دیکھا۔ (میرے بعد والے زمانے میں ہوں گی۔ ایک جماعت) ایسی عورتوں کی ہوگی جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن حقیقت میں بے لباس اور ننگی ہوں گی، بے حیائی کی طرف دوسروں کو مائل کرنے اور خود مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر ایسے ہوں گے، جیسے بختی اونٹوں کی ڈھلکی ہوئی کوہانیں ہوں، یہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔

(الصحیح لمسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النساء الکاسیات۔۔الخ، جلد2، صفحہ213، مطبوعہ لاھور)

مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے تحت علامہ علی قاری حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1014ھ/1605ء) لکھتے ہیں:" يسترن بعض بدنهن ويكشفن بعضه اظهارا لجمالهن وابرازا لكمالهن وقيل: يلبسن ثوبا رقيقا يصف بدنهن وان كن كاسيات للثياب عاريات في الحقيقة" ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے حسن وجمال اور بدن کے کمال کو ظاہر کرنے کی غرض سے کچھ بدن چھپا کر رکھیں گی اور کچھ بدن کھول کر اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ باریک کپڑے پہنیں گی، جس سے ان کا بدن جھلکے گا، اگرچہ یہ عورتیں بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن حقیقت میں بے لباس اور ننگی ہوں گی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد7، صفحہ77، مطبوعہ کوئٹہ)

عورت کا بدن چھپانے کی چیز ہے، چنانچہ جامع ترمذی میں ہے:" عن عبد الله، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: المرأة عورة" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: عورت (تمام کی تمام) چھپانے کی چیز ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات، جلد1، صفحہ351، مطبوعہ لاھور)

مردوں کو اجنبی عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت کے متعلق حدیث پاک میں ہے:" عن عقبة بن عامر، أن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ایاکم والدخول علی النساء "ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔

(شعب الایمان، تحریم الفروج، جلد 7، صفحہ 309، مکتبۃ الرشد، الریاض)

اور مرد کے اجنبی عورت کو دیکھنے کے متعلق علامہ بُرہان الدین مَرْغِینانی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 593ھ/1196ء) لکھتے ہیں: "ولا یجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیۃ "ترجمہ: مرد کا اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

(الھدایہ، کتاب الکراھیۃ، فصل فی الوطء والنظر والمس، جلد 4، صفحہ 368، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

عورت کے بے پردگی کرنے کا حکم بیان کرتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "بے پردہ بایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ کھلا ہو، جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے، خواہ وہ پیر ہو یا عالم یا عامی جوان ہو، یا بوڑھا۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد 22، صفحہ 239، 240، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

ایک اور مقام پر امامِ اہلِ سنّت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "لڑکیوں کا، اجنبی نوجوان لڑکوں کے سامنے بے پردہ رہنا بھی حرام۔" (ملخصاً از فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 690، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

فی زمانہ عورت کا اجنبی مرد کے سامنے اپنا چہرہ چھپانا واجب ہونے کے متعلق حاشیہ ارشاد الساری میں النہایۃ فی شرح الہدایۃ کے حوالہ سے ہے: "سدل الشیئ علی وجھھا واجب علیھا، دلت المسئلۃ علی ان المرأۃ منھیۃ عن اظھار وجھھا للاجانب بلا ضرورۃ" ترجمہ: عورت کا اپنے چہرے پر کپڑا ڈالنا واجب ہے، یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا منع ہے۔

(حاشیۃ ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری، فصل فی احرام المرأۃ، صفحہ 162، مطبوعہ مکہ)

یونہی تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "تمنع المراۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لخوف الفتنۃ" ملتقطاً ترجمہ: فتنہ کے خوف کی وجہ سے جوان عورت کا مَردوں کے سامنے چہرہ کھولنا منع ہے۔

(تنویر الابصار و در مختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی ستر العورۃ، جلد 2، صفحہ 97، مطبوعہ کوئٹہ)

سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: "اس طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت و حکمائے امت نے حکمِ حجاب دیا اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کر دیا۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 14، صفحہ 551، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

عورت کو مرد کے ساتھ بقدرِ ضرورت گفتگو کی اجازت ہے، نہ کہ بے تکلفی کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے کی، چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں:" نجيز الكلام مع النّساء للأجانب ومحاورتهنّ عند الحاجة إلى ذلک، ولا نجيز لهنّ رفع أصواتهنّ ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها لما في ذلک من استمالةالرّجال إليهنّ وَتحريک الشَهوَات منهم ومن هذا لم تجز ان تؤذن المراة " ترجمہ:ہم وقتِ ضرورت اجنبی عورتوں سے کلام کو جائز سمجھتے ہیں، البتہ یہ جائز نہیں قرار دیتے کہ وہ اپنی آوازیں بلند کریں، گفتگو کو بڑھائیں، نرم لہجہ رکھیں یامبالغہ کریں، کیونکہ اس طرح تو مردوں کو اپنی طرف مائل کرنا ہے اور ان کی شہوات کو ابھارنا ہے، اِسی وجہ سے تو عورت کا اذان دینا جائز نہیں۔

(ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب فی ستر العورۃ، جلد2، صفحہ97، مطبوعہ کوئٹہ)

عورت کے لیے ملازمت جائز ہونے کی شرائط بیان کرتے ہوئے امامِ اہلِ سنّت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں:" یہاں پانچ شرطیں ہیں:(۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے۔(۲) کپڑے تنگ و چست نہ ہو جو بدن کی ہیأت ظاہر کریں۔(۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔(۴) کبھی نامحرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کے لیے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔(۵) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنہ فتنہ نہ ہو۔ یہ پانچ شرطیں اگر جمع ہیں، تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو (عورت کا نوکری کرنا) حرام۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ248، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

26ربیع الاخر 1443ھ/02دسمبر 2021ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر:Lhr 5426　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ: 21.11.2015

عورتوں کا چراغاں دیکھنے کے لیے نکلنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ہمارے گاؤں کی گلیوں اور بازاروں میں چراغاں کیا جاتا ہے، جس کو دیکھنے کے لیے 13 اور 14 ربیع النور کو لوگ بازاروں اور گلیوں میں جمع ہوتے ہیں اور مرد وعورتوں کا جمِ غفیر ہوتا ہے۔ اس جمِ غفیر میں مرد وعورتوں کا اختلاط بھی ہوتا ہے۔ عورتوں میں بعض بے پردہ اور بعض باپردہ ہوتی ہیں۔ شرعی لحاظ سے یہ کیسا ہے؟ اگر درست نہیں ہے، تو عورتوں کو بھی ایسی سجاوٹ دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے، اس خواہش کو کیسے پورا کیا جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورتوں کا چراغاں دیکھنے کے لیے گھر سے بے پردہ نکلنا ناجائز وحرام ہے اور چونکہ اس جمِ غفیر میں مرد وعورت کا اختلاط بھی ہوتا ہے، لہٰذا باپردہ نکلنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور اللہ اور اُس کے رسول نے ہمیں شریعت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے، اپنی خواہش پر عمل کرنے کا نہیں فرمایا، لہٰذا حکمِ شریعت پر عمل کرنا چاہیے اور نفس کی جو خواہش شریعت کے خلاف ہو، اُس سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں، مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں، مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں، جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر، بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے، جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار۔ **(پ18، سورۃ النور، آیت 31)**

صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی ﴿وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی عورتیں گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اِس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی

جَھنکار نہ سُنی جائے۔ مسئلہ: اِسی لئے چاہئے کہ عورَتیں باجے دار جھانجھن نہ پہنیں۔ حدیث شریف میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس قوم کی دُعا نہیں قَبول فرماتا، جن کی عورَتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔“ اس سے سمجھنا چاہئے کہ جب زیور کی آواز عَدَمِ قَبولِ دُعا (یعنی دعا قبول نہ ہونے) کا سبب ہے، تو خاص عورَت کی (اپنی) آواز (کا بِلا اجازتِ شَرعی غیر مردوں تک پہنچنا) اور اس کی بے پردَگی کیسی موجِبِ غَضَبِ الٰہی (عزوجل) ہوگی؟ پردے کی طرف سے بے پروائی تباہی کا سبب ہے۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)“

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ النور، ص656، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ابوداؤد شریف میں ہے: ”عن حمزة بن أبی أسيد الأنصاری عن أبيه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء فی الطريق فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم للنساء: استأخرن فانه ليس لكن أن تحققن الطريق عليكن بحافات الطريق فكانت المرأة تلتصق بالجدار حتى ان ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به“

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو اُسید انصاری سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے، تو راستہ میں مرد عورتوں کے ساتھ خلط ملط ہوگئے، تو عورتوں سے فرمایا: تم پیچھے رہو، تمہیں یہ حق نہیں، کیونکہ تمہارے لیے بیچ راستہ میں چلنا مناسب نہیں، تم راستہ کے کنارے اختیار کرو، پھر عورت دیواروں سے مل کر چلتی تھی حتی کہ اس کا کپڑا دیوار سے اُلجھتا تھا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی مشی النساء مع الرجال، ج4، ص369، مطبوعہ بیروت)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”بے پردہ بایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو، جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم ہو یا عامی جوان ہو یا بوڑھا۔“ **(فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین علیہ رحمۃ اللہ المبین فرماتے ہیں: ”بے حجابانہ طور پر عورتوں کا (گھر سے) نکلنا ناجائز وحرام ہے۔ اور ان کے لئے سخت وعید ہے۔“ **(وقار الفتاوی، ج3، ص148، بزم وقار الدین، کراچی)**

امیر اہلسنت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیۃ فرماتے ہیں: ”چَراغاں دیکھنے کے لیے عورتوں کا اَجنبی مردوں میں بے پردہ نکلنا حرام وشَرمناک، نیز باپردہ عورتوں کا بھی مروَّجہ انداز میں مردوں میں اختلاط (یعنی خَلط مَلط ہونا) انتہائی افسوس ناک ہے۔“ **(صبح بہاراں، ص23، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

محمد ھاشم خان عطاری مدنی

08 صفر المظفر 1437ھ 21 نومبر 2015ء

نوٹ! دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے یا تحریر کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج daruliftaahlesunnat کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

بالغہ بیٹی کا شفقت سے بوسہ لیا تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا شاکر صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Sar:5205

تاریخ اجراء: 23 محرم الحرام 1438ھ/25 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بالغہ بیٹی کا دوسروں کی موجودگی میں رخسار پر بوسہ لیا، کیا زید کی بیوی اس پر حرام ہوگئی جبکہ زید کا حلفیہ بیان ہے کہ میں نے شفقت سے بوسہ لیا تھا نہ کہ نعوذ باللہ بری نیت سے لیا تھا۔ جو حکم شرع ہو واضح فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں زید کی بیوی اس پر ہرگز حرام نہیں ہوئی کیونکہ فقہائے اسلام نے والدین کا اپنی اولاد کے رخسار پر بوسہ لینے کو بوسہ رحمت قرار دیا ہے نہ کہ بوسہ شہوت، جیسا کہ والد نے حلفیہ بیان بھی دیا ہے اور اپنی بیٹی کے رخسار پر بوسہ رحمت لینے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

بالغہ کا بغیر محرم کے سکول ٹرپ پر جانا کیسا

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-357

تاریخ اجراء: 19 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ/24 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میری بالغہ بیٹی سکول والوں کے ساتھ ٹرپ پہ جانا چاہتی ہے اور وہاں رات بھی رہیں گے تو ایسے سکول ٹرپ میں جانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جس جگہ ٹرپ جارہا ہے، اگر وہ آپ کی بستی کی آبادی سے تین دن کی مسافت (92 کلو میٹر) پر ہے اور آپ کی بیٹی بغیر کسی محرم کے جائے گی تو اس کا اتنے سفر پر بغیر محرم کے جانا ناجائز ہے بلکہ علماء کرام نے ایک دن کی مسافت (تقریباً ساڑھے تیس کلو میٹر) پر بھی بغیر محرم کے جانے سے منع فرمایا ہے۔ مزید یہ بھی ہے کہ سکول کی ٹرپ میں عموما مردوں اور عورتوں کا اختلاط، بے حیائی اور کئی ناجائز امور ہوتے ہیں لہذا اس طرح کی سکول ٹرپ میں جانے کی شرعا اجازت نہیں ہے۔

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

برقع یا نقاب پہن کر ٹیلی ویژن پر نعت خوانی

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الاول 1441ھ

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کیا کوئی عورت برقع یا نقاب پہن کر ٹیلی ویژن پر نعت خوانی کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لیے نعت شریف پڑھنا جائز وموجبِ اجروثواب ہے،لیکن اس میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ عورت کی آواز نامحرموں تک نہ جائے، ورنہ یعنی اگر عورت کی آواز اتنی بلند ہوکہ غیر محرموں کواس کی آواز پہنچے گی تواس کااتنی بلندآواز سے پڑھناناجائز و گناہ ہوگا، خواہ اس کا یہ پڑھنا گھر میں ہو،محلے میں ہو، گلی میں ہو،کھلے کمرے میں ہو یا ٹیلی ویژن پر، کہ عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سُنے، محلِ فتنہ ہے اوراسی وجہ سے ناجائز ہے۔لہٰذا ٹیلی ویژن پرنعت پڑھنا عورت کے لیے مطلقاً نا جائز ہے، چاہے مکمل باپردہ رہ کر ہی کیوں نہ پڑھے، کیونکہ ٹیلی ویژن غیر محرم بھی دیکھتے اور سنتے ہیں اور ان تک بھی عورت کی خوش الحانی والی آواز پہنچتی ہے، ایسی صورت میں عورت کے لیے نعت پڑھنا جائز نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بغیر آواز والی پازیب پہن کر نماز پڑھنا کیسا

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-390

تاریخ اجراء: 30ذوالحجۃ الحرام1443ھ/30 جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورتوں کا پازیب (پائل جو آواز پیدا نہ کرے) پہننا کیسا اور کیا یہ پہن کر نماز ادا ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر پائل میں آواز ہی نہ ہو، تو اس کو پہننا بھی جائز ہے اور اس میں نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بجنے والے زیور کے استِعمال کے متعلق تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”**بجنے والا زیور عورت کے لئے اس حالت میں جائز ہے کہ نامحرموں مثلاً خالہ ماموں چچا پھوپھی کے بیٹوں، جیٹھ، دیور، بہنوئی کے سامنے نہ آتی ہو نہ اس کے زیور کی جھنکار (یعنی بجنے کی آواز) نامحرم تک پہنچے۔** اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر... اِلخ) (پارہ18، النور:31) اور فرماتا ہے: وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار) (پارہ18، النور:31) **فائدہ: یہ آیتِ کریمہ** جس طرح **نامحرم کو گہنے (یعنی زیور) کی آواز پہنچنا منع فرماتی ہے** یونہی جب آواز نہ پہنچے (تو) اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز بتاتی ہے کہ دھمک کر پاؤں رکھنے کو منع فرمایا نہ کہ پہننے کو۔“ (فتاوی رضویہ ملخصاً، جلد22، صفحہ-127 128، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

جس واٹر پارک میں بے پردگی ہو وہاں جانا کیسا؟

فتوی نمبر: WAT-125

تاریخ اجراء: 27صفر المظفر1443ھ/05اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نگاہوں کی حفاظت کرتے ہوئے واٹر پارک جانا کیسا ہے کہ جہاں بے پردہ عورتیں ہوتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر اس واٹر پارک یا سوئمنگ پول میں مردوں اور بے پردہ عورتوں کا اختلاط ہو، جس کے باعث جانے والا بھی اختلاط یا کم از کم بد نگاہی کا شکار ہو گا یا صرف مرد ہی نہاتے ہوں، لیکن گھٹنے، ناف وغیرہ اعضائے ستر کھلے ہوں، جس کے باعث بد نگاہی ہوتی ہو یا کوئی اور شرعی خرابی ہو مثلاً میوزک چل رہا ہو وغیرہ تو ایسے واٹر پارک یا سوئمنگ پول میں جانے اور نہانے کی شرعا اجازت نہیں ہے، البتہ جہاں کسی قسم کی کوئی شرعی خرابی نہ ہو، تو وہاں نہانے میں حرج نہیں ہو گا۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

چند عورتوں کا مل کر بغیر محرم سفر کرنا

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1511

تاریخ اجراء: 28 شعبان المعظم 1444ھ/21 مارچ 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کچھ عورتیں ہوں، تو کیا اب وہ بغیر محرم شرعی سفر کر سکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً یہ سمجھ لیجئے کہ کسی بھی عورت کے لئے شرعی مسافت یعنی تین دن کی راہ (تقریباً 92 کلو میٹر) کا سفر بغیر محرم/شوہر کے کرنا، ناجائز و گناہ ہے، اس سے کم سفر کرنا گناہ نہیں، لیکن بعض علماء خوفِ فتنہ کے پیشِ نظر احتیاطاً عورت کے لئے ایک دن کی راہ (تقریباً 30 کلو میٹر) بھی بغیر محرم طے کرنے سے منع فرماتے ہیں۔

اس لئے اگر کسی بھی عورت کو شرعی مسافت طے کر کے کہیں جانا ہو، تو اس کا اکیلے یا دیگر خواتین کے ساتھ سفر کرنا، جائز نہیں، کیونکہ شرعی سفر کے لئے ضروری ہے کہ عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی محرم ہو، اور اگر شرعی مسافت نہ بنتی ہو، لیکن جو سفر کرنا ہے، اس کی مسافت ایک دن کی راہ یعنی تقریباً 30 کلو میٹر یا اس سے زیادہ ہے، تو بغیر محرم اتنا سفر کرنا گناہ تو نہیں، لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عورت شوہر یا بغیر کسی محرم اتنا سفر بھی کرنے سے بچے اور 30 کلو میٹر سے کم مسافت ہو، تو وہ یہ سفر اکیلے بھی طے کر کے جا سکتی ہے، جبکہ کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور اس صورت میں بھی کوئی اور عورت ساتھ ہو، تو زیادہ بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چھوٹے بچے یا بچی کے سِتر (پردہ) کا حکم

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-380

تاریخ اجراء: 23ذوالحجۃ الحرام1443ھ / 23جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

پانچ سال کا بچہ یا بچی ہو، تو کیا اس کی شرمگاہ بھی چھپانا لازم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نابالغ بچہ مکلف نہیں، مگر اس کے گھر والوں کو حکم ہے کہ بچے جب بڑے ہو جائیں، تو ان کی شرمگاہ کو چھپائیں۔ پانچ سال کا بچہ یا بچی ہے، تو اس کو بھی سِتر کروایا جائے تاکہ شرم وحیا بچپن ہی سے پیدا ہو۔

بہار شریعت میں ہے: بہت چھوٹے بچے کے لیے عورت نہیں یعنی اس کے بدن کے کسی حصہ کا چھپانا فرض نہیں، پھر جب کچھ بڑا ہو گیا تو اس کے آگے پیچھے کا مقام چھپانا ضروری ہے۔ (بہار شریعت، جلد3، صفحہ442، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا اپنے غیر محرم پیر و مرشد سے پردہ

مجیب: مولانا عبدالرب شاکر صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اکتوبر/نومبر 2018

دَارُالاِفْتَاءِ اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جوان عورت بال، کلائیاں اور چہرہ کھول کر اپنے غیر محرم پیر و مرشد کے سامنے آسکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا جس طرح نامحرم اجنبی شخص سے پردہ کرنا فرض ہے اسی طرح عورت کا اپنے نامحرم پیر و مرشد سے پردہ کرنا بھی فرض ہے کہ پردے کے معاملے میں دونوں کا حکم یکساں ہے، لہٰذا عورت کا بال یا کلائیاں کھول کر اپنے نامحرم پیر کے سامنے آنا حرام اور اسی طرح چہرہ کھول کر آنا بھی سخت منع ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کے نوکری کرنے کی شرائط

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اپریل 2018

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتوں کا نوکری کرنا کیسا ہے؟ کیا شریعتِ اسلامیہ عورتوں کو نوکری کرنے کی اجازت دیتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شریعتِ اسلامیہ خواتین کو پانچ (05) شرائط کے ساتھ نوکری کرنے کی اجازت دیتی ہے، اگر ان پانچ شرائط میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو عورت کو نوکری کرنے کی اجازت نہیں۔ وہ شرائط یہ ہیں: (1) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصّہ چمکے (2) کپڑے تنگ و چُست نہ ہوں جو بدن کی ہیئت ظاہر کریں (3) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصّہ ظاہر نہ ہوتا ہو (4) کبھی نامحرم کے ساتھ خفیف دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو (5) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں مظنّۂ فتنہ نہ ہو۔

لہٰذا اوّل تو ان پانچ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے اور ان میں سے ایک بھی کم ہے تو عورتوں کا نوکری کرنا حرام ہے۔ ان پانچ شرائط کے ساتھ ساتھ سب سے اہم معاملہ ہے عورت کا مردوں سے فاصلہ بنائے رکھنا۔ اگر کوئی عورت برقعہ بھی پہن کر آجائے لیکن وہ مردوں سے بے تکلف ہو جائے تو خود کو فتنہ میں پڑنے سے روک نہیں سکتی۔ لہٰذا اجنبی مردوں سے بے تکلفی بالکل اختیار نہ کی جائے، نہ ہی اپنی زینت ان پر ظاہر کی جائے اور اگر کسی جگہ پر اس کی عزت پر ذرا بھی حرف آتا ہو تو اس سے حفاظت کی مکمل تدبیر کی جائے اور اگر حفاظت ممکن نہ ہو تو نوکری چھوڑنے کو ترجیح دی جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورتوں کا مائیک پر نعت خوانی کرنا

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری 2018

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا مائیک پر خوش اِلحانی کے ساتھ اس طرح نعت خوانی وغیرہ محافل کا اِنعقاد کرنا کہ جس کی وجہ سے ان کی آواز غیر مَحرموں تک جاتی ہو، جائز ہے یا نہیں؟ بیان فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کا مائیک وغیرہ پر خوش اِلحانی کے ساتھ اس طرح نعت خوانی کرنا کہ ان کی آواز نامَحرموں تک جاتی ہو ناجائز وحرام ہے کہ عورت کی خوش اِلحانی وترَنُّم والی آواز بھی عورت یعنی پردہ کی چیز ہے۔

سیِّدی اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ”عورت کا خوش اِلحانی سے بآواز ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 242/22)

سیِّدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزت سے سوال ہوا کہ عورتیں باہم گلا ملا کر مولود شریف پڑھتی ہیں اور ان کی آوازیں غیر مرد باہر سنتے ہیں تو اب ان کا اس طریقہ سے مولود شریف پڑھنا ان کے حق میں باعث ثواب کا ہے یا کیا؟ اس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کا اس طرح پڑھنا کہ ان کی آواز نامحرم سنیں، باعثِ ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 245/22)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

لڑکا اور لڑکی کس عمر میں بالغ ہوتے ہیں؟

فتوی نمبر: WAT-45

تاریخ اجراء: 29 محرم الحرام 1443ھ / 07 ستمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

لڑکا اور لڑکی کس عمر میں بالغ ہوتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اسلامی سالوں کے اعتبار سے لڑکی کم سے کم 9 سال اور لڑکا 12 سال میں بالغ ہو سکتا ہے، اس عمر سے لے کر پندرہویں سال تک جب بھی علامات بلوغت (یعنی احتلام، انزال، حیض و حمل وغیرہ) میں سے کوئی ظاہر ہو، تو بالغ ہو جائیں گے اور اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی، تو اسلامی سال کے اعتبار سے دونوں کی عمر جب 15 سال ہو گی، تو بالغ قرار پائیں گے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

لڑکے اور لڑکی کے بالغ ہونے کی عمر

مجیب: مولانا عبدالرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-622

تاریخ اجراء: 05شعبان المعظم1443ھ/09مارچ2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

لڑکا اور لڑکی کب بالغ ہوتے ہیں اور ان پر نماز کب فرض ہوتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

لڑکے میں بارہ سے پندرہ سال کی عمر کے درمیان اور لڑکی میں نو سے پندرہ سال کی عمر کے درمیان جب بھی علاماتِ بلوغ میں سے کوئی علامت پائی جائے تو ان کو بالغ مانا جائے گا۔ یعنی لڑکے کو ہجری سن کے حساب سے 12 اور 15 سال کی عمر کے دوران جب بھی انزال ہوا یا سوتے میں احتلام ہوا یا اس کے جماع سے عورت حاملہ ہو گئی تو وہ اسی وقت بالغ ہو گیا اور اس پر غسل بھی فرض ہو گیا اور اگر ایسا کچھ نہ ہوا تو ہجری سن کے مطابق 15 سال کا ہوتے ہی بالغ ہے۔ اسی طرح لڑکی اس وقت بالغ ہو گی جب 9 اور 15 سال کی عمر کے دوران اس کو احتلام ہو یا حیض آجائے یا حمل ٹھہر جائے، اور اگر ایسا کچھ نہ ہو تو وہ بھی 15 سال کی ہوتے ہی بالغہ ہے۔

اور لڑکا و لڑکی کے بالغ ہوتے ہی، ان پر نماز فرض ہو جائے گی، البتہ بچوں کو بچپن ہی سے نماز کی عادت ڈالنی چاہئے اور جب وہ سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیں اور دس سال کے ہو جائیں اور نہ پڑھیں تو مار کر پڑھوائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulifteAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

لڑکی اور لڑکے کے بالغ ہونے کا وقت

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-910

تاریخ اجراء: 17 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ/17 جون 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک لڑکی کو 12 سال کی عمر میں ماہواری آنا شروع ہوئی تھی، لیکن وہ 10 سال کی عمر میں ہی نقطہ عروج پر پہنچ گئی تھی، تو اس کے لئے بلوغت کا حکم کب سے عائد ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً یہ سمجھ لیجئے کہ اسلامی سالوں کے اعتبار سے لڑکی کم سے کم 9 سال اور لڑکا 12 سال میں بالغ ہو سکتا ہے، اس عمر سے لے کر پندرہویں سال تک جب بھی علامات بلوغت (یعنی احتلام، انزال، حیض و حمل وغیرہ) میں سے کوئی ظاہر ہو، تو بالغ ہو جائیں گے اور اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی، تو اسلامی سال کے اعتبار سے دونوں کی عمر جب 15 سال ہو گی، تو بالغ قرار پائیں گے۔

سوال میں مذکور لڑکی کو اگر 9 سال عمر ہونے کے بعد بلوغت کی علامات (احتلام، انزال وغیرہ) میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی بلکہ 12 سال کی عمر میں بلوغت کی پہلی علامت، ماہواری کی صورت میں ظاہر ہوئی تو پھر ماہواری آنے کے دن سے اسے بالغہ شمار کیا جائے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

لڑکی کے لئے پردہ کس عمر سے لازم ہے؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1247

تاریخ اجراء: 22 جمادی الاول 1445ھ / 07 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

لڑکی کے لیے پردہ کس عمر سے لازم ہوتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بچی جب پندرہ سال کی ہو جائے تو اسے سب غیر محارم سے پردہ کرنا واجب ہے اور نو سال سے پندرہ سال تک اگر آثارِ بلوغ (یعنی بالغ ہونے کی علامات: حیض آنا یا احتلام ہونا یا حاملہ ہونا) ظاہر ہوں، تو بھی پردہ واجب ہے اور اگر آثارِ بلوغ ظاہر نہ ہوں، تو پردہ واجب تو نہیں ہے، البتہ مستحب ضرور ہے، خصوصاً بارہ سال کی ہو، تو بہت مؤکد (یعنی سخت تاکید ہے) کہ یہ بالغہ ہونے اور شہوت کے کمال تک پہنچنے کا قریبی زمانہ ہے۔ نو سال سے کم عمر کی لڑکی کے لیے اگرچہ پردے کا استحبابی حکم بھی نہیں، مگر بچی کی عادت بنانے کے لیے اسے پردے کے احکام و آداب پہلے سے ہی سکھانا و شوق دلانا چاہیے، تاکہ جب پردہ کرنے کی عمر کو پہنچے، تو بلا جھجک کر سکے، ورنہ ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ شروع سے کوئی تعلیم نہیں دیتے اور بچی بالغہ ہو جاتی ہے، تو پھر وہ والدین کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتی اور پردے سے بچنے کے لیے طرح طرح کے بہانے و عذر تراشتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

لڑکیوں کا Youtube پر نعت پڑھنا کیسا؟

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-604

تاریخ اجراء: 29رجب المرجب1443ھ/03مارچ2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

آج کل جوان لڑکیاں پورے بناؤ سنگھار کے ساتھ You Tube پر آتی ہیں اور بے پردہ نعت شریف بلند آواز سے سناتی ہے کیا یہ شرعا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا نامحرم مردوں کے سامنے بے پردہ ہونا، یوٹیوب پر ہو یا کسی اور جگہ پر بہر صورت ناجائز و گناہ ہے، اور عورت کے لیے نعت پڑھنے میں اس بات کا خیال رکھنا فرض ہے کہ اس کی آواز نامحرموں تک نہ جائے، ورنہ یعنی اگر عورت کی آواز اتنی بلند ہو کہ غیر محرموں کو اس کی آواز پہنچے گی، تو اس کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا ناجائز و گناہ ہوگا، خواہ اس کا یہ پڑھنا گلی میں ہو یا کھلے کمرے یا کسی اور جگہ کہ عورت کی خوش الحانی اجنبی سنے، محل فتنہ ہے اور اسی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور یوٹیوب پر پڑھنے میں نامحرم تک آواز ضرور جائے گی لہذا اس پر عورت کا نعت پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ”ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محل فتنہ ہے۔“ (فتاوی رضویہ جلد22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مرد اپنی محرم کے کن اعضا کو دیکھ سکتا ہے؟

مجیب: محمد بلال عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1576

تاریخ اجراء: 23رمضان المبارک1444ھ/14اپریل2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مرد کا محرم کے کن کن اعضاء کی طرف نظر کرنا، جائز ہے تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اپنی محارم کے درج ذیل اعضاء کی طرف اس شرط کے ساتھ نظر کر سکتے ہیں کہ دونوں میں سے کسی کو شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ وہ اعضاء یہ ہیں: کان، گردن، شانہ، چہرہ، سر، سینہ، پنڈلی، بازو، کلائی،، قدم۔ ہاں محارم کے سامنے بھی عورت کو ان مذکورہ اعضاء میں سے سینہ وغیرہ وہ اعضاء کہ جن کا کھولنا حیا کے خلاف ہے، ان کو چھپا کر ہی رکھنا چاہیے۔

بہار شریعت میں ہے: جو عورت اس کے محارم میں ہو اس کے سر، سینہ، پنڈلی، بازو، کلائی، گردن، قدم کی طرف نظر کر سکتا ہے، جبکہ دونوں میں سے کسی کی شہوت کا اندیشہ نہ ہو محارم کے پیٹ، پیٹھ اور ران کی طرف نظر کرنا ناجائز ہے۔ (ہدایہ) اسی طرح کروٹ اور گھٹنے کی طرف نظر کرنا بھی ناجائز ہے۔ (ردالمحتار) کان اور گردن اور شانہ اور چہرہ کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔" (بہار شریعت، ج03، حصہ16، ص445، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

مرد کا نامحرم عورت سے بال کٹوانا

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

فتوی نمبر: WAT-1627

تاریخ اجراء: 20شوال المکرم1444ھ/11مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورتوں کے ہاتھوں سے اپنے بال کٹوا سکتے ہیں۔؟ میں یہاں امریکہ میں ہوں۔ یہاں اکثر سیلون عورتیں ہی چلاتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کو نامحرم عورتوں سے بال کٹوانے کی شرعاً اجازت نہیں کہ اس میں غیر محرم کے اعضا کو بلاوجہ شرعی چھونا پایا جاتا ہے، جس کی شرعا اجازت نہیں۔ آپ یہاں ایسا سیلون تلاش کریں، جہاں مرد "باربر/Barber" ہو۔

المحیط البرہانی میں ہے "ولا تمس شيئا إذا كان أحدهما شابا في حد الشهوة، وإن أمنا على أنفسهما الشهوة فقد حرم المس" ترجمہ: عورت اجنبی مرد کے جسم کے کسی حصے کو نہ چھوئے جبکہ دونوں میں سے کوئی بھی جوان ہو، جسے شہوت ہو سکتی ہو، اگرچہ اس بات کا دونوں کو اطمینان ہو کہ شہوت پیدا نہیں ہو گی، پس ایسی صورت میں چھونا حرام ہے۔ (المحیط البرہانی، کتاب الاستحسان والکراھیۃ، ج5، ص331، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "عورت مرد اجنبی کے جسم کو ہر گز نہ چھوئے جبکہ دونوں میں سے کوئی بھی جوان ہو، اس کو شہوت ہو سکتی ہو، اگرچہ اس بات کا دونوں کو اطمینان ہو کہ شہوت نہیں پیدا ہو گی۔" (بہار شریعت، ج3، حصہ16، ص443، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

مسلمان لڑکی کا ائیر ہوسٹس بننا

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1923

تاریخ اجراء: 13صفر المظفر1445ھ/31اگست2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا مسلمان لڑکی ائیر ہوسٹس بن سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لئے فی زمانہ ایئر ہوسٹس کی نوکری کرنا، ناجائز و حرام ہے، کیونکہ اس میں بے پردگی، غیر محرم مردوں سے بلاوجہ شرعی اختلاط اور شرعی سفر (92 کلو میٹر یا اس سے زائد مسافت) محرم یا شوہر کے بغیر کرنا پڑتا ہے اور یہ ناجائز و حرام ہے۔

"پردے کے بارے میں سوال جواب" نامی کتاب میں ہے "سُوال: کیا ائیر ہوسٹِس کی نوکری جائز ہے؟

جواب: فی زمانہ ائیر ہوسٹِس کی نوکَری حرام اور جہنَّم میں لے جانے والا کام ہے کیونکہ اِس میں بے پردَگی شَرط ہوتی ہے۔ نیز اُس کو بِغیر شوہر یا محرم کے غیر مردوں کے ساتھ سفر بھی کرنا پڑتا ہے۔" (پردے کے بارے میں سوال جواب، ص162، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

ناجائز دوستی میں دئیے جانے والے تحائف کا حکم

مجیب: محمد بلال عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1220

تاریخ اجراء: 05ربیع الثانی1444ھ/01نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کسی عورت نے کسی غیر محرم مرد سے دوستی رکھی اور اس سے تحفے بھی لیتی رہی اب اس کو ہدایت نصیب ہوئی اس نے اس سے رابطہ ختم کر لیا اور تحفے بھی واپس کرنے چاہے لیکن اس مرد نے واپس لینے سے انکار کر دیا اب پوچھنا یہ ہے کہ ان تحفوں کا کیا کیا جائے کسی شرعی فقیر کو دے دیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جو نامحرم دوست سے عورت کو تحفے ملے ان کی شرعی حیثیت رشوت کی ہے کیونکہ نامحرم دوستی میں ایک دوسرے کو جو چیز دیں وہ رشوت کہلاتی ہے اور رشوت کے طور پر جو چیز دی جائے شرعی طور پر لینے والا اس کا مالک نہیں بنتا بلکہ اس کا مالک وہی رہتا ہے جس کی وہ چیز تھی۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں عورت پر لازم ہے کہ جو تحفے لیے واپس کرے، صدقہ نہیں کر سکتی واپس کرنے کے لیے اس کے ہاتھ میں دینا ضروری نہیں بس کسی طرح، چاہے کسی اور کے ذریعے اس کے گھر اس کے قبضہ میں پہنچ جائے کافی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

نامحرم مرد وعورت کا گلے ملنا

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1279

تاریخ اجراء: 07رجب المرجب1445ھ/19جنوری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نامَحْرَم مرد اور نامَحْرَم عورت کا ایک دوسرے سے گلے ملنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نامحرم مرد اور نامحرم عورت کا ایک دوسرے سے گلے ملنا ناجائز و گناہ ہے۔

امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”بیشک جہاں خوفِ فتنہ ہو مثلاً عورت یا امرد خوبصورت سے معانقہ کرنا خصوصاً جبکہ بنظرِ شہوت ہو، تو اس صورت کی کراہت وعدمِ جواز میں کسی کو کلام نہیں۔“ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ253، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

نامحرم میت کا چہرہ دیکھنے کا حکم

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1082

تاریخ اجراء: 19 صفر المظفر 1444ھ/16 ستمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نامحرم میت کو دیکھ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کو اجنبی مردہ عورت کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے البتہ شوہر اپنی بیوی کو دیکھ سکتا ہے چھو نہیں سکتا اور عورت کو اجنبی مردہ مرد کا منہ دیکھنا جائز ہے مگر یہ اُسی وقت جائز ہے جبکہ عورت کو یقینی طور پر فتنے کا اندیشہ نہ ہو اگر شک بھی ہو کہ دیکھنے سے شہوت پیدا ہو گی تو دیکھنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

فتاوی رضویہ میں ہے "شوہر کو اپنی زنِ مردہ کا بدن چھونا، جائز نہیں، دیکھنے کی اجازت ہے۔ کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما۔ اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔" (فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 138، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کے لیے شوہر کے چچا سے پردے کا حکم

مجیب: مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2091

تاریخ اجراء: 23 محرم الحرام 1444ھ / 22 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا بیوی پر اپنے شوہر کے چاچو سے پردہ فرض ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں، بیوی پر اپنے شوہر کے چاچو سے پردہ فرض ہے، کیونکہ شوہر کا چچا، بیوی کا محرم نہیں ہوتا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" إياكم والدخول على النساء، فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أفرأيت الحمو؟ قال: الحمو الموت "ترجمہ: عورتوں کے پاس جانے سے بچو! تو انصار میں سے ایک آدمی نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم! حمو کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: حمو تو موت ہے۔

مذکورہ حدیث پاک کے تحت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "قال النووي: المراد من الحمو في الحديث أقارب الزوج غير آبائه وأبنائه لأنهم محارم للزوجة يجوز لهم الخلوة بها، ولا يوصفون بالموت. قال: وإنما المراد: الأخ وابن الأخ والعم وابن العم وابن الأخت ونحوهم ممن يحل لها تزوجه لو لم تكن متزوجة "ترجمہ: امام نووی نے فرمایا: حدیث پاک میں حمو سے، شوہر کے آباؤ اجداد اور بیٹوں کے علاوہ قریبی رشتے دار مراد ہیں کیونکہ یہ (آباؤ اجداد اور بیٹے) تو بیوی کے محرم ہیں، ان سے خلوت جائز ہے ان کو موت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ فرمایا یہاں دیور سے شوہر کا بھائی، شوہر کے بھائی کا بیٹا، شوہر کا چچا، شوہر کے چچا کا بیٹا، شوہر کی بہن کا بیٹا وغیرہ وغیرہ وہی افراد مراد ہیں جن سے اس کا نکاح حلال ہے جبکہ یہ شادی شدہ نہ ہوتی۔ (عمدۃ القاری، کتاب النکاح، ج20، ص213، دار إحياء التراث العربي، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

نماز کے مسائل

اسلامی بہنیں قعدہ میں کیسے بیٹھیں؟

مجیب: مولانا ساجد صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ستمبر/اکتوبر 2018

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتیں تشہد میں مردوں کی طرح ہی بیٹھیں۔ کیا عورتیں مردوں کی طرح ہی بیٹھیں گی یا مختلف طریقہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتیں تشہد میں مردوں کی طرح نہیں بیٹھیں گی بلکہ ان کے لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ وہ تَوَرُّک کریں یعنی اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھیں کیونکہ ایک تو اس طرح بیٹھنا بھی حضور علیہِ الصَّلٰوۃ وَ السَّلام سے ثابت ہے اور اس طریقے سے بیٹھنے میں عورتوں کے لئے آسانی بھی ہے اور اس میں پردے کی رعایت بھی زیادہ ہے اور عورتوں کے لئے زیادہ مناسب وہی طریقہ ہوتا ہے جس میں پردے کی رعایت زیادہ ہو جیسا کہ سجدے کا معاملہ ہے کہ اس میں مردوں کو حکم ہے کہ وہ کہنیاں زمین سے، بازو پہلوؤں سے اور پیٹ رانوں سے دور رکھیں لیکن عورت کو اس کے برخلاف سمٹ کر سجدہ کرنے کا حکم ہے یہی معاملہ بیٹھنے کے متعلق بھی ہے جیسا کہ درج ذیل عبارات سے واضح ہے۔ روایات میں ہے کہ عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنے سے منع کیا گیا اور پہلے ان کو حکم تھا کہ وہ چار زانو بیٹھیں پھر حکم دیا گیا کہ وہ چار زانو کے بجائے سمٹ کر اور باہم اعضا کو ملا کر بیٹھیں جو کہ تَوَرُّک کا طریقہ ہے چنانچہ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے: كن النساء يؤمرن ان يتربعن اذا جلسن فی الصلاۃ، ولا يجلسن جلوس الرجال ترجمہ: عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چار زانو ہو کر بیٹھیں اور مردوں کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، 303/1) مسندِ ابی حنیفہ میں حضرت نافع سے مروی ہے کہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، انه سئل كيف كن النساء يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: كن يتربعن، ثم امرن ان يحتفزن ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا گیا کہ عورتیں رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے زمانے میں

کیسے نماز ادا کیا کرتی تھیں تو فرمایا: کہ پہلے وہ چار زانو ہو کر بیٹھا کرتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ سمٹ کر بیٹھیں۔ سمٹ کر بیٹھنے کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور محدث حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ البارِی لکھتے ہیں: ای یضمن اعضاءھن بان یتورکن فی جلوسھن ترجمہ: یعنی عورتیں اپنے اعضا ملا کر رکھیں بایں طور کہ وہ بیٹھنے میں تَوَرُّک کریں (دونوں ٹانگیں ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھیں) (شرح مسند ابی حنیفہ لملا علی قاری، 191/1) صحاح جوہری میں ہے: وفی الحدیث عن علی رضی اللہ عنہ اذا صلت المراۃ فلتحتفز ای تتضام اذا جلست واذا سجدت ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ پاک میں ہے: جب عورت نماز پڑھے تو وہ سمٹے۔ یعنی جب وہ بیٹھے اور جب وہ سجدہ کرے تو باہم اعضا ملائے رکھے۔ (الصحاح تاج اللغۃ، 874/3) مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے: عن ابراھیم، قال: تجلس المراۃ من جانب فی الصلاۃ ترجمہ: حضرت ابراہیم (نخعی) سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: عورت نماز میں ایک جانب ہو کر بیٹھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، 304/1) ہدایہ میں ہے: ان کانت امراۃ جلست علی الیتھا الیسری واخرجت رجلیھا من الجانب الایمن لانہ استر لھا ترجمہ: اگر عورت ہے تو وہ اپنی بائیں سرین پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال لے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ پردے والی کیفیت ہے۔ (ہدایہ، 53/1) علامہ کاسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی لکھتے ہیں: اما المراۃ فانھا تقعد کاستر ما یکون لھا فتجلس متورکۃ عورت اس ہیئت پر بیٹھے جس میں اس کا پردہ زیادہ ہو لہٰذا وہ تورک کی حالت میں بیٹھے۔ (بدائع الصنائع، 211/1) امامِ اہلِ سنّت، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن ایک سوال کے جواب میں ضمناً اس مسئلے پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں (فارسی عبارت کا ترجمہ کچھ یوں ہے): اس کی ایک نظیر مسئلہ قعود ہے کہ اس کے دونوں طریقے نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے منقول ہیں ہمارے علماء نے مردوں کے لئے دایاں پاؤں کھڑا کرنا اور بائیں پر بیٹھنے کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ شاق ہے اور بہتر عمل وہی ہوتا ہے جس میں مشقت ہو اور خواتین کے لئے تورک کا قول کیا کیونکہ اس میں زیادہ ستر اور آسانی ہے اور خواتین کا معاملہ ستر اور آسانی پر مبنی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 149/6)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا کیسا؟

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:HAB-225 تاریخ:07-11-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ دار الافتاء اہلسنت سے ایک فتوی جاری ہوا ہے کہ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر خشوع حاصل ہوتا ہے تو آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ یہ مسئلہ کئی علما سے سنا بھی ہے، لیکن زید کا کہنا ہے کہ یہ درست نہیں، کیونکہ سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جد الممتار میں یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں بند کرنے کا مکروہ ہونا صرف قیام کی حالت کے ساتھ خاص ہے۔ باقی اَرکان میں مکروہ نہیں ہے۔ براہ کرم اس کی وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

دار الافتاء اہلسنت کا فتوی بالکل درست ہے۔ نماز میں آنکھیں بند رکھنا مطلقا مکروہ ہے، البتہ نمازی کو آنکھیں بند رکھنے سے خشوع و خضوع حاصل ہو، تو اس کے لیے آنکھوں کا بند رکھنا بہتر ہے۔

زید نے جد الممتار کی عبارت کو مکمل ذکر نہیں کیا اور نہ ہی امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مختار اور مقصود کو سمجھا۔

والتفصیل ذٰلک:

فقہائے احناف نے نماز میں آنکھوں کے بند رکھنے کے مکروہ ہونے کی مختلف عِلَل بیان کی ہیں۔

1: بعض نے فقط حدیث مبارک پر اقتصار کرتے ہوئے اسے مکروہ قرار دیا۔

2: ایک علت یہ بیان کی گئی کہ چونکہ قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا سنت ہے اور آنکھیں بند رکھنے کی وجہ سے اس سنت کا ترک ہو جائے گا اور یہ مکروہ ہے۔

3: جبکہ بعض نے فقہ حدیث کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی علت اس کے خشوع و خضوع کے منافی ہونے کو بیان کیا۔

4: جبکہ اس ممانعت کی ایک علت یہود سے مشابہت کو بیان کیا گیا ہے۔

اعلی حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ردالمحتار میں بیان کردہ علت "قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا۔۔۔ الخ" پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اس کو پیش نظر رکھا جائے گا تو یہ ممانعت صرف قیام کے ساتھ خاص ہو گی، کیونکہ فقہائے کرام نے سنت صرف قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر کرنے کو قرار دیا ہے، رکوع و سجود قومہ جلسہ وغیرہ میں مختلف مقامات پر نظر رکھنا آداب میں سے شمار کیا گیا ہے اور آداب و مستحبات کا ترک مکروہ نہیں ہوتا، مکروہ قرار دینے کے لیے دلیل درکار ہے اور پھر آپ نے درمختار میں مذکور علت یعنی حدیث کو درست علت قرار دیا۔

اس کے بعد تیسری علت "یعنی خشوع اور خضوع کے منافی ہونا" کو تبیین کے حوالے سے بیان کیا اور اس علت کو دوسری علت سے بہتر قرار دیا اور پھر چوتھی علت حلبی کے حوالے سے ذکر کی اور اسے سب سے زیادہ اظہر قرار دیا۔

اہل علم وافتاء سے یہ بات مخفی نہیں کہ یہ فقط ذکرِ اَقوال ہے، اسے فتوی و مختار نہیں کہا جاتا۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا موقف وہی ہے جو دار الافتاء اہلسنت کے فتوی میں بیان کیا گیا ہے۔ كما سيأتي نص الإمام اور یہ فقط دوسری علت پر توضیح ہے۔

والتحقيق ذٰلك:

امام طبرانی معاجم ثلاثہ میں اور حافظ ابن عدی رحمہما اللہ تعالی الکامل فی ضعفاء الرجال میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:"إذا قام أحدكم في الصلاة فلا يغمض عينيه "جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو اپنی آنکھوں کو بند نہ کرے۔ (المعجم الصغیر، جلد1، صفحہ37، حدیث24)

(المعجم الاوسط، جلد2، صفحہ356، حدیث2218)

(المعجم الکبیر، جلد11، صفحہ34، رقم الحدیث10956)

(الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد9، صفحہ585، رقم16186، مطبوعات بیروت وضعفہ غیر واحد من الأئمة)

بدائع الصنائع میں ہے:" ويكره أن يغمض عينيه في الصلاة؛ لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن تغميض العين في الصلاة؛ ولأن السنة أن يرمي ببصره إلى موضع سجوده وفي التغميض ترك هذه السنة؛ ولأن كل عضو وطرف ذو حظ من هذه العبادة فكذا العين "ترجمہ: نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں آنکھیں بند کرنے سے منع فرمایا ہے اور کیونکہ سنت یہ ہے کہ بندے کی آنکھیں موضع سجود کی طرف ہوں اور آنکھیں بند کرنے سے اس سنت کا ترک لازم آئے گا اور اس لیے کہ ہر عضو اور طرف کے لیے اس عبادت میں سے حصہ ہوتا ہے پس آنکھ بھی ایسے ہی ہے۔

(بدائع الصنائع، جلد02، صفحہ81، دار الحدیث، القاهرة)

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:"(وتغميض عينيه) للنهي إلا لكمال الخشوع "ترجمہ: اپنی آنکھوں کو بند رکھنا (مکروہ ہے) کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے، سوائے اس صورت کے کہ جب کمال خشوع حاصل ہوتا ہو۔

اس پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں:" وعلل في البدائع بان السنة ان يرمي ببصره الى موضع سجوده، وفي التغميض تركها "ترجمہ: بدائع الصنائع میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ سنت یہ ہے کہ بندے کی آنکھیں موضع سجود کی طرف ہوں اور آنکھیں بند کرنے سے اس سنت کا ترک لازم آئے گا۔ (رد المحتار، جلد02، صفحہ499، مطبوعہ کوئٹہ)

بدائع میں موجود علت "سنت کے ترک کی وجہ سے آنکھوں کا بند کرنا مکروہ ہے" کا تقاضا یہ تھا کہ

یہ کراہت صرف قیام کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ سنت صرف قیام میں موضع سجود کی طرف دیکھنے کی ہے، باقی اَرکان میں فقط استحباب ہے۔

اسی پر اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ”ثم ھو ان ثبت کان مقتصراً علی کراھة التغمیض حالة القیام، اما الرکوع والسجود والقعود فیندب النظر فیھا الی القدم والارنبة والحضر، ولم یثبت کونه سنة، وانما عدّوہ من الآداب، ومایلزم منه ترک فضیلة فلا یحکم بکراھته بل لابد لھا من دلیل خاص، فلعل الوجه ما مشی علیه الشارح رحمه اللہ تعالی“ ترجمہ: پھر وہ ممانعت (نماز کی حالت میں آنکھیں بند کرنے کی) اگر ثابت بھی ہو گی، تو حالت قیام میں آنکھیں بند کرنے کی کراہت (تنزیہی) پر محمول ہو گی، رہی بات رکوع، سجود اور قعود کی، تو ان میں قدم، ناک اور گود میں نظر کرنا مستحب ہے، لیکن یہ سنت سے ثابت نہیں ہے، علمائے کرام نے اس کو محض نماز کے آداب میں سے شمار کیا ہے اور اس سے فقط فضیلت کو چھوڑنا لازم آئے گا، اس پر کراہت کا حکم نہیں لگے گا، بلکہ اس کے لیے دلیل خاص کا ہونا ضروری ہے، شاید مکروہ ہونے کی علت وہی جس کو شارح علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہو۔

(جد الممتار، جلد 3، صفحہ 400، مطبوعہ دار الکتب العلمیة، بیروت)

واضح ہو گیا کہ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نماز میں مطلقا آنکھیں بند کرنے کو مکروہ قرار دے رہے ہیں، اس کو قیام دون غیرہ کے ساتھ مختص نہیں فرمارہے۔

اسی بات کو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فتاوی رضویہ میں یوں ارشاد فرمایا: ”خادم فقہ جانتا ہے تحصیل مقصود کے لئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہو جاتی ہے، جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے، تو آنکھیں بند کرنا ہی اَولیٰ۔ کما فی الدر المختار کرہ تغمیض عینیه للنھی الا لکمال الخشوع، وفی رد المختار بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیة مایفرق الخاطر فلا یکرہ بل قال بعض العلماء: انه الاولی، ولیس ببعید حلبه وبحر۔ اقول: ولعل التحقیق ان بخشیة فوات الخشوع تزول الکراھة وبتحققه یحصل الاستحباب، واللہ تعالی اعلم (ترجمہ:) جیسا کہ در مختار میں ہے: نہی کی وجہ سے اپنی دونوں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے البتہ اگر (آنکھیں بند کرنے کی وجہ سے) کمال خشوع حاصل ہو (تو مکروہ نہیں) اور رد المحتار میں ہے: بایں طور

کہ اگر خیال کو بٹانے والی چیزیں دیکھنے کی وجہ سے خشوع کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں، بلکہ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ (اس صورت میں آنکھیں بند کرنا) اَولیٰ ہے اور یہ بعید نہیں ہے۔ حلبہ و بحر (میں اسی طرح ہے)۔ میں کہتا ہوں: شاید تحقیق یہ ہے کہ خشوع کے فوت ہونے کے اندیشے کے سبب کراہت ختم ہو جائے گی اور اگر خشوع حاصل ہوتا ہو، تو پھر اس صورت میں استحباب حاصل ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔" **(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ156، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)**

اسی اطلاق کو اکثر کتب معتبرہ مثلا: کنز الدقائق صفحہ 176؛ متن المختار، جلد 1، صفحہ 62؛ تحفۃ الملوک، صفحہ 84؛ مواھب الرحمن، صفحہ 179؛ فتاوی قاضی خان، جلد 1، صفحہ 157؛ تحفۃ الفقھاء، جلد 1، صفحہ 142؛ الدرر والغرر، جلد 1، صفحہ 106 **وغیرہ میں اختیار کیا گیا ہے۔**

نہر الفائق اور بحر الرائق میں اس علت کے اطلاق کے پیش نظر سجدے میں آنکھیں بند رکھنے کی کراہت کو بیان فرمایا ہے۔

نہر الفائق میں ہے: "کرہ تغمیض عینیہ ولو فی السجود کما ھو ظاھر الاطلاق للنھی عن ذالک" ترجمہ: نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اگرچہ بندہ سجدہ میں ہو جیسا کہ حدیث پاک کا ظاہری اطلاق ہے کہ آنکھیں بند کرنے پر نہی وارد ہوئی ہے۔

(النھر الفائق، جلد01، صفحہ282، طبع دار الکتب العلمیہ)

اسی طرح بحر الرائق میں ہے: "وظاھر کلامھم أنه لا یغمض في السجود وقد قال جماعة من الصوفیة نفعنا الله بھم: یفتح عینیه في السجود لأنھما یسجدان" ترجمہ: فقہائے کرام کے کلام سے ظاہر ہے کہ سجدے میں بھی آنکھیں بند نہ کی جائیں اور صوفیہ کی ایک جماعت نے فرمایا: (اللہ عزوجل ان سے ہمیں نفع عطا فرمائے) کہ سجدے میں اپنی آنکھیں کھلی رکھے، کیونکہ دونوں آنکھیں سجدہ کرتی ہیں۔

(البحر الرائق، جلد02، صفحہ 45، طبع دار احیاء التراث، بیروت)

نیز اس کی ایک علت خشوع و خضوع کا حصول ہے اور یہ علت بھی تخصیص بالقیام کی نفی کرتی ہے۔

امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں: "ولانه ینافی الخشوع وفیه نوع وعبث" ترجمہ: اور کیونکہ یہ (نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے) خشوع کے منافی ہے اور ایک عبث کام

کرنا ہے۔ (تبیین الحقائق، جلد01، صفحہ411، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس علت کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”واحسن منه تعليل الامام الزيلعي (بانه ينافي الخشوع وفيه نوع عبث) “اور اس سے اچھی علت وہ ہے جس کو امام زیلعی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا: یہ (نماز میں آنکھیں بند کرنا) خشوع کے منافی ہے، اور ایک عبث کام ہے۔

(جد الممتار، جلد03 صفحہ400 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

صاحب ہدایہ اپنی تصنیف التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں: ”ويكره أن يغمض المصلي عينيه في الصلاة، لانه عادة اليهود “ترجمہ: نمازی کے لئے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ یہودیوں کی عادت ہے۔ (کتاب التجنیس، جلد1، صفحہ520، مطبوعہ بیروت)

علامہ شلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تبیین کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: ”لأنه تشبه باليهود ذكره في الدراية نقلا عن الفتاوى الظهيرية “ترجمہ: (نماز میں آنکھوں کا بند رکھنا مکروہ) اس لیے ہے کہ یہ یہودیوں کے ساتھ تشبہ ہے، اسے درایہ میں فتاوی ظہیریہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

(حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، جلد1، صفحہ164، طبع کوئٹہ)

یہی بات علامہ محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج الحلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حلبۃ المجلی جلد2، صفحہ454 پر ارشاد فرمائی ہے۔

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس پر فرماتے ہیں: ”واظهر من الكل ما في "الحلبي "(انه صنيع اهل الكتاب)“ ان تمام عِلَل سے ظاہر علت وہ ہے، جو حلبہ میں بیان فرمائی کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے۔

(جد الممتار، جلد03، صفحہ400، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو حمزہ محمد حسان عطاری

22ربیع الآخر 1445ھ/07نومبر 2023ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

جس عورت کو سترہ سال کی عمر میں پہلی بار حیض آیا وہ قضا نمازوں کا حساب کس طرح کرے گی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12417

تاریخ اجراء: 24صفر المظفر1444ھ/21ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کو سترہ سال کی عمر میں دوائیوں کے استعمال کی وجہ سے حیض آنا شروع ہوا، اس سے پہلے کبھی حیض نہیں آیا، تو ایسی عورت اگر قضا نمازیں ادا کرنا چاہتی ہو، تو نمازوں کا حساب کس عمر سے لگائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز فرض ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط بالغ ہونا بھی ہے اور نو سال عمر ہونے کے بعد اگر کسی عورت میں کوئی علامتِ بلوغ مثلاً حیض آنا یا احتلام ہونا وغیرہ ظاہر نہ ہو یہاں تک کہ اس کی عمر اسلامی سال کے اعتبار سے پندرہ سال ہو گئی، تو عمر پندرہ سال ہوتے ہی مفتی بہ قول کے مطابق وہ عورت بالغہ ہو گئی اور اسی وقت سے اس پر نماز بھی فرض ہو گئی۔ اب نماز نہ پڑھنے کی صورت میں ان نمازوں کی قضا لازم ہو گی۔ پوچھی گئی صورت میں جس عورت کو پہلی دفعہ حیض سترہ سال کی عمر میں آیا اور اس سے پہلے کوئی علامتِ بلوغ ظاہر نہیں ہوئی تھی تو اس کے بالغہ ہونے کا حکم سترہ سال کی عمر سے نہیں لگے گا، بلکہ جب اسلامی اعتبار سے اس کی عمر پندرہ سال مکمل ہوئی، اسی وقت سے یہ بالغہ شمار ہو گی اور پندرہ سال عمر ہونے کے بعد جتنی بھی نمازیں ادا نہیں کیں، ان تمام نمازوں کی قضا کا حساب لگا کر ان کو ادا کرنا اس پر لازم ہو گا۔

واضح رہے کہ بلا عذرِ شرعی نماز قضا کر دینا سخت گناہ ہے، لہٰذا قضا نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ لازم ہے کہ سچے دل سے اللہ کریم کی بارگاہ میں توبہ بھی کرے۔

بالغ ہونا نماز فرض ہونے کی ایک شرط ہے۔ اس کے متعلق غرر الاحکام میں ہے: "شرط لفرضیتھا الاسلام والعقل والبلوغ "یعنی نماز فرض ہونے کے لیے مسلمان ہونا، عاقل ہونا اور بالغ ہونا شرط ہے۔ (غرر الاحکام مع الدرر الحکام، جلد1، صفحہ50، مطبوعہ: کراچی)

اگر نو سے پندرہ سال کے درمیان علامتِ بلوغ ظاہر نہ ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق پندرہ سال عمر ہوتے ہی بلوغت کا حکم ہو گا۔ اس کے متعلق درِ مختار و فتاوی ھندیہ میں ہے: "بلوغ الغلام بالاحتلام او الاحبال او الانزال والجاریۃ بالاحتلام او الحیض او الحبل کذا فی المختار والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریۃ اذا انتھیا الیہ خمس عشر سنۃ عند ابی یوسف و محمد رحمھما اللہ تعالیٰ وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وعلیہ الفتوی "یعنی لڑکے کی بلوغت احتلام ہو جانے، حمل ٹھہرا دینے یا انزال ہو جانے سے ہوتی ہے اور لڑکی کی بلوغت احتلام ہونے، حیض آنے یا حمل ٹھہر جانے سے ہوتی ہے ایسا ہی مختار میں ہے اور وہ عمر کہ جس تک یہ پہنچیں تو بلوغت کا حکم لگا دیا جائے وہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک پندرہ سال ہے اور یہ امام ابو حنیفہ سے مروی ایک روایت ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ (فتاوی ھندیہ، جلد5، صفحہ61، مطبوعہ: مصر)

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی میں ہے: "اذ العلامۃ تظھر فی ھذہ المدۃ غالبا فجعلوا المدۃ علامۃ فی حق من لم تظھر لہ العلامۃ "یعنی کیونکہ علامت بلوغ غالب طور پر اس مدت میں ظاہر ہو جاتی ہے، تو فقہا نے مدت کو اس شخص کے حق میں علامت قرار دے دیا، جس میں کوئی علامتِ بلوغ ظاہر نہ ہو۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، صفحہ108، مطبوعہ: بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: "عورت کے لئے حدِ صغر 9 سال کی عمر تک ہے، اس سے کم عمر میں جوانی ہر گز نہیں ہو سکتی، اس کے بعد 15 سال کی عمر تک احتمال ہے، اگر آثارِ بلوغ مثلاً حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا پایا جائے، تو بالغہ ہے ورنہ جب 15 سال کامل کی عمر ہو جائے گی، جوانی کا حکم کر دیں گے اگرچہ آثار کچھ ظاہر نہ ہوں۔ بہ قال وعلیہ الفتوی کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (یہی کہا اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ در وغیرہ مشہور کتب میں ہے۔ ت)" (فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ294، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

عمر سے بالغ ہوئی، تو اسی وقت سے نماز اس پر فرض ہو گی اور نہ پڑھنے کی صورت میں قضا لازم ہو گی۔ فتاوی ھندیہ میں ہے: "الصبیۃ اذا بلغت بالحیض قبل طلوع الفجر لا یلزمھا قضاء العشاء وان بلغت بالسن

تلزمها العشاء "یعنی لڑکی جب طلوعِ فجر سے پہلے حیض کے ذریعہ بالغ ہوئی، تو اس پر عشا کی قضا لازم نہیں اور اگر عمر کے ساتھ بالغ ہوئی، تو اس پر عشا کی نماز لازم ہے۔(فتاوی ھندیہ ملتقطا، جلد1، صفحہ121، مطبوعہ: مصر)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "عمر سے بالغ ہوئی یعنی اس کی عمر پورے پندرہ سال کی ہوگئی تو جس وقت پورے پندرہ سال کی ہوئی اس وقت کی نماز اس پر فرض ہے"(بہارِ شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ703، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وقار الفتاوی میں سوال ہوا: نماز روزے کی فرضیت (جس کے چھوڑنے کی صورت میں قضا لازم ہو) کس عمر یا مدت سے مستند ہے، سنِ بلوغ کی شرط کی بجائے عمر کی حد تحریر فرمائیں۔

اس کے جواب میں مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بلوغ علامتوں سے ہوتا ہے۔ مثلاً عورتوں کو حیض آنا اور مردوں کو احتلام ہونا یا اس کی صحبت سے عورت کا حاملہ ہو جانا اور اگر مذکورہ علامتوں میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو پھر عورت اور مرد دونوں کے لئے پندرہ سال حدِ بلوغت ہے"(وقار الفتاوی، جلد2، صفحہ 59، مطبوعہ: بزمِ وقار الدین، کراچی)

بلا عذرِ شرعی نماز قضا کرنا گناہ ہے۔ اس کے متعلق بہارِ شریعت میں ہے: "بلا عذرِ شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے، اس پر فرض ہے کہ اس کی قضا پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے، توبہ یا حجِ مقبول سے گناہِ تاخیر معاف ہو جائے گا"(بہارِ شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ700، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

دوران حمل خون آئے تو نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-257

تاریخ اجراء: 14ربیع الآخر1443ھ/20نومبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر حاملہ خاتون کو خون آجائے، تو اس کے لئے نماز کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حاملہ عورت کو اگر دورانِ حمل خون آئے، تو وہ خون حیض نہیں، بلکہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہو گا۔ پس جب یہ خون حیض کا نہیں، تو اس کی وجہ سے نماز بھی معاف نہیں ہو گی، بلکہ عام دنوں کی طرح اس دوران بھی عورت پر نماز فرض ہو گی۔ پھر استحاضہ کا خون آنے کی وجہ سے غسل فرض نہیں ہوتا، البتہ یہ خون ناپاک ضرور ہوتا ہے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جسم یا کپڑوں کے جس حصے پر لگے اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے، لہذا جس جگہ خون لگا ہو، عورت جسم اور کپڑوں کے اس حصے کو پاک کر کے فقط وضو کر کے بھی نماز ادا کر سکتی ہے۔

اور اگر بالفرض حمل ساقط ہونے کی وجہ سے خون آرہا ہو یا استحاضہ کا خون بکثرت آرہا ہو، تو اس حوالے سے تفصیل بیان کر کے وضاحت لے لیجیے۔

نوٹ: بہتا خون نجاستِ غلیظہ ہے اور نجاستِ غلیظہ اگر کپڑے یا بدن پر ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بغیر پاک کئے اگر نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوئی، اس صورت میں کپڑے یا بدن کو پاک کر کے دوبارہ نماز پڑھنا فرض ہے اور کپڑے یا بدن کی ناپاکی کے باوجود جان بوجھ کر نماز پڑھنا سخت گناہ ہے اور اگر نماز کو ہلکا جانتے ہوئے اس طرح نماز پڑھی تو کفر ہے، لیکن ایسا کسی مسلمان سے متصور نہیں۔

نجاستِ غلیظہ اگر درہم کے برابر کپڑے یا بدن پر لگی ہوئی ہو تو اس کا پاک کرنا واجب ہے، اگر بغیر پاک کئے نماز پڑھ لی تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی اور ایسی صورت میں کپڑے یا بدن کو پاک کر کے دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے، جان بوجھ کر اس طرح نماز پڑھنی گناہ ہے۔

اوراگر نجاست غلیظہ درہم سے کم کپڑے یابدن پر لگی ہوئی ہے تواس کاپاک کرنا سنت ہے، اگر بغیر پاک کئے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، مگر خلافِ سنت اورایسی نماز کو دوہرا لینا بہتر ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت فرض نماز کس وقت میں ادا کرے؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی زید مجدہ

فتوی نمبر: Eml:19

تاریخ اجراء: 16ربیع الثانی1442ھ/02دسمبر2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت اپنی فرض نماز کب پڑھے گی؟ نماز کے اول وقت میں یا درمیانی وقت میں یا آخری وقت میں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں پر چونکہ مسجد کی جماعت واجب نہیں ہے، بلکہ لازم ہے کہ گھر میں ہی نماز پڑھیں، اس لئے مسجد کی اذان ہونے کے بعد اپنے گھر میں جب بھی وقت کے اندر نماز پڑھ لیں نماز ہو جائے گی، مگر عورتوں کیلئے فرض نماز ادا کرنے کا مستحب وقت یہ ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے میں یعنی اول وقت میں پڑھیں، اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ختم ہونے کا انتظار کریں، جب مردوں کی جماعت ہو جائے تو اب اپنی فرض نماز ادا کریں۔

بہار شریعت میں ہے: ”عورتوں کیلئے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اول وقت) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں، جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔“ (بہار شریعت جلد1، حصہ3، صفحہ451، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا ٹخنہ نظر آرہا ہو، تو نماز کا حکم

1

ریفرنس نمبر:Aqs 1434 تاریخ:25-10-2018

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اسلامی بہنوں کو نماز میں ٹخنے چھپانے کا حکم ہے، تو اگر ان کا ٹخنہ نظر آرہا ہو اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی، تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ **سائلہ: بنت نعیم (صدر، کراچی)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورتوں کے لیے ٹخنہ ستر عورت میں داخل ہے یعنی اس کا چھپانا لازمی ہے اور اگر کسی خاتون نے ٹخنہ ظاہر کی ہوئی حالت میں نماز پڑھ لی، تو اس کی نماز ہو جائے گی، کیونکہ صرف ٹخنہ الگ سے پورا عضو نہیں ہے، بلکہ یہ پنڈلی کے ساتھ مل کر مستقل طور پر ایک عضو شمار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف ٹخنہ اس عضو کی چوتھائی تک نہیں پہنچتا اور عضو کی چوتھائی سے کم اگر نماز میں کھل جائے یا نماز شروع کرتے وقت ہی کھلا ہوا ہو، تو نماز ہو جاتی ہے، اسے معاف قرار دیا گیا ہے۔

اور اگر چھپانے والا ایک عضو چوتھائی کی مقدار نماز شروع کرتے وقت ہی کھلا ہوا ہو، تو نماز شروع ہی نہیں ہوتی اور اگر دورانِ نماز بقدرِ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہا، تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور چوتھائی سے کم میں فساد نہیں، خواتین پر لازم ہے کہ جن اعضاء کو چھپانے کا حکم ہے، انہیں اچھے طریقے سے چھپالیا جائے تاکہ مکمل ستر ہو جائے۔

دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت الگ الگ عضو ہونے کے متعلق علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں "الساقان مع الکعبین "ترجمہ: دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت۔ **(ردالمحتار جلد2، صفحہ101، مطبوعہ کوئٹہ)**

صرف ٹخنہ ایک عضو نہ ہونے سے متعلق بحر الرائق میں ہے:"والصحیح ان الکعب لیس بعضو مستقل بل ھو مع الساق عضو واحد" صحیح یہ ہے کہ ٹخنہ ایک مستقل عضو نہیں ہے، بلکہ یہ پنڈلی کے ساتھ مل کر ایک عضو ہے۔"

(بحر الرائق، ج1، ص472، مطبوعہ کوئٹہ)

عضو کا چوتھائی اگر ایک رکن کی مقدار کھل جائے، تو نماز کے فاسد ہونے کے بارے میں در مختار میں ہے:" ویمنع حتیٰ انعقادھا کشف ربع عضو قدر اداء رکن "ترجمہ: کسی عضو کی چوتھائی کا ایک رکن کی مقدار کھلا رہنا نماز کے صحیح ہونے کے لیے مانع ہے حتی کہ اس کے انعقاد یعنی شروع ہونے سے بھی مانع ہے۔

چوتھائی سے کم کھلا رہے، تو نماز فاسد نہ ہونے کے بارے علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:"اذا انکشف ربع عضو اقل من

قدر اداء رکن فلا یفسد اتفاقا لان الانکشاف الکثیر فی الزمان القلیل عفو کالانکشاف القلیل فی الزمن الکثیر"

جب چوتھائی حصہ ایک رکن سے کم کی مقدار کھلا رہے تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ زیادہ عضو (یعنی چوتھائی) کا کھلنا تھوڑے وقت (ایک رکن سے کم) کے لیے معاف ہے۔ جیسا کہ تھوڑا کھلنا (چوتھائی سے کم) زیادہ وقت کے لیے بھی معاف ہے۔ (یعنی پوری نماز میں بھی کھلا رہا تو معاف ہے۔)

(درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص100، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی، اگرچہ بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا، تو نماز بالاتفاق جاتی رہی۔ اگر صورت مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا، مگر اتنی دیر گزر گئی، جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا، تو بھی مذہب مختار پر جاتی رہی۔۔۔ اگر تکبیر تحریمہ اسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے، تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی، اگرچہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے۔۔۔ **ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے، تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے۔**"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص30، مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

عورتوں کے لیے ستر والے اعضاء کو بیان کرتے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "(عضو نمبر 28، 27) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں تک۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص41، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور)

عورت کے کون کون سے اعضاء ستر عورت میں شامل ہیں، ان کا بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں" دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت "

(بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ484، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی

15 صفر المظفر 1440ھ/25 اکتوبر 2018ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

عورت کو پہلی ولادت پر چالیس دن کے بعد بھی پیلاہٹ نظر آرہی ہو، تو وہ نماز پڑھنا کب سے شروع کرے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12801

تاریخ اجراء: 26رمضان المبارک1444ھ/17اپریل2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ کے ہاں پہلی ولادت ہوئی ہے لیکن اسے چالیس دن گزرنے کے بعد بھی پیلاہٹ نظر آرہی ہے، تو اس صورت میں ہندہ کے لیے نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ نماز پڑھنا شروع کر دے یا اس خون کے رکنے کا انتظار کرے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نفاس یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد آنے والے خون کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ پوچھی گئی صورت میں ہندہ کو چالیس دن کے بعد آنے والا خون استحاضہ (بیماری کا خون) ہے اور حالتِ استحاضہ میں نماز روزہ معاف نہیں۔ پوچھی گئی صورت میں ہندہ کے لیے حکمِ شرع یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنا شروع کر دے نیز ان زائد دنوں کی جو نمازیں نہیں پڑھیں ان کی قضا کرنا بھی ہندہ کے ذمہ پر لازم ہے۔

یہاں تک تو پوچھے گئے سوال کا جواب تھا کہ صورتِ مسئولہ میں چالیس دن کے بعد آنے والا خون استحاضہ کا ہے۔ البتہ یہ ضرور یاد رہے کہ اگر کسی عورت کو چالیس دن کے بعد آنے والا خون مسلسل جاری ہو جائے تو اب ایسا نہیں ہے کہ وہ خون استحاضہ ہی میں شمار ہوتا رہے گا بلکہ اُس عورت کی سابقہ عادت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایامِ حیض کا تعین کیا جائے گا، جس کی مکمل تفصیل کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے۔

نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیثِ پاک میں حضرتِ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”كانت النفساء تجلس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعين يوماً

"یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں نفاس والی عورت چالیس دن (نماز روزہ سے ممانعت کی وجہ سے ان عبادتوں کے بغیر) بیٹھی رہتی۔

مذکورہ بالا حدیثِ مبارک کے تحت امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "وقد أجمع أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، والتابعين، ومن بعدهم على أن النفساء تدع الصلاة أربعين يوما، إلا أن ترى الطهر قبل ذلك، فإنها تغتسل وتصلي **فإذا رأت الدم بعد الأربعين فإن أكثر أهل العلم قالوا: لا تدع الصلاة بعد الأربعين**، وهو قول أكثر الفقهاء، وبه يقول سفيان الثوري، وابن المبارك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق "یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام علیہم الرضوان اور ان کے بعد والے اہلِ علم کا اجماع ہے کہ نفاس والی عورت چالیس دن تک نمازیں چھوڑے رہے، سوائے اس صورت کے کہ وہ چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائے تو اب غسل کر کے نماز پڑھے۔ پھر اگر وہ عورت چالیس دن کے بعد بھی خون دیکھے تو اکثر اہل علم نے فرمایا کہ چالیس دن کے بعد نمازیں نہیں چھوڑے گی، یہی اکثر فقہاء کا قول ہے، یہی سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق علیہم الرحمہ کا قول ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الطهارة، باب کم تمکث الخ، ج01، ص256، مطبوعہ مصر)

چالیس دن سے زائد آنے والا خون استحاضہ کا ہے۔ جیسا کہ المختار میں ہے: "النفاس الدم الخارج عقيب الولادة، ولا حد لأقله، وأكثره أربعون يوماً۔ وإذا جاوز الدم الأربعين ولها عادة، فالزائد عليها استحاضة، فإن لم يكن لها عادة فنفاسها أربعون "یعنی نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے بعد نکلے، اس کی کمی کی جانب کوئی حد نہیں اور زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، خون چالیس دن سے زیادہ ہو جائے اور عورت کی عادت مقرر ہو تو عادت سے زائد خون استحاضہ ہے اور پہلے کوئی عادت نہ ہو تو چالیس دن ہی نفاس کے ہیں۔ (المختار، کتاب الطهارة، ج01، ص30، مطبوعہ بیروت)

فتاوی عالمگیری میں اسی حوالے سے مذکور ہے: "لو رأت الدم بعد أكثر الحيض والنفاس في أقل مدة الطهر فما رأت بعد الأكثر إن كانت مبتدأة وبعد العادة إن كانت معتادة استحاضة "یعنی اگر عورت حیض و نفاس کی اکثر مدت کے بعد کامل طہر سے کم مدت میں خون دیکھے تو اب اگر اس عورت کے ہاں پہلی ولادت ہے تو چالیس دن کے بعد ورنہ عادت والی کے لیے اس کی عادت کے بعد آنے والا خون استحاضہ شمار ہو گا۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطهارة، ج01، ص38-37، مطبوعہ پشاور)

چالیس سے زائد دن خون آنے کی صورت میں رہ جانے والی نمازوں کو قضا کرنے سے متعلق منہل الواردین میں ہے: ”فان جاوز الدم الاربعین فالعادۃ باقیۃ ردت الیھا (والباقی) ای ما زاد علی العادۃ (استحاضۃ) فتقضی ما ترکتہ فیہ من الصلاۃ“ یعنی اگر خون چالیس دن سے تجاوز کر جائے تو اب اگر وہ عورت عادت والی ہے تو اس خون کو عادت کی طرف پھیر اجائے گا لہذا عادت سے زائد دن آنے والا خون استحاضہ کا شمار ہو گا پس اس صورت میں وہ عورت ان دنوں کی رہ جانے والی نمازوں کی قضا کرے گی۔ (مجموعۃ رسائل ابن عابدین، ج 01، ص 148، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: ”**اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو** اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا تھا اتنا نفاس ہے اس کے بعد پاک ہو گئی باقی استحاضہ ہے اس کی نمازیں کہ قضا ہوئی ہوں ادا کرے۔ اور **اگر پہلی ولادت ہے تو چالیس دن کامل تک نفاس تھا باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے اس میں نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے۔**“ (فتاوٰی رضویہ، ج 04، ص 365، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: ”**کسی کو چالیس 40 دن سے زِیادہ خون آیا تو اگر اس کے پہلی بار بچہ پیدا ہوا ہے** یا یہ یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا، **تو چالیس 40 دن رات نِفاس ہے باقی اِستحاضہ۔**“ (بہارِ شریعت، ج 01، ص 377، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا کیپری ٹراؤزر پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1264

تاریخ اجراء: 13 جمادی الثانی 1445ھ/27 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

آج کل عورتوں میں کیپری ٹراؤزر کا رواج ہے، تو تشہد میں بیٹھتے وقت جب پاؤں دائیں طرف نکالتی ہیں، اس وقت گٹے نظر آتے ہیں، ان کو چھپانے کے لئے اگر موزے پہن لئے جائیں، تو کیا ستر عورت ہو جائیگا؟ اور نماز کے علاوہ میں ایسے ٹراؤزر پہننے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کیلئے غیر محرم مردوں کے سامنے ایسا چست اور تنگ ٹراؤزر پہن کر جانا جس میں اس کی اعضائے جسم کی ہیئت یا رنگت ظاہر ہو، ناجائز و گناہ کا کام ہے، ہاں! اگر ڈھیلا ہے اور اسے پہننے سے اعضائے جسم کی ہیئت یا رنگت ظاہر نہیں ہوتی تو اسے پہن سکتی ہے۔ نیز عورتوں کیلئے ٹخنے ستر عورت میں داخل ہیں یعنی ان کا چھپانا لازمی ہے تاہم اگر ٹخنے کھلا رہنے کی حالت میں نماز پڑھ لی تو ہو جائے گی کہ صرف ٹخنہ الگ سے پورا عضو نہیں ہے، بلکہ ان میں سے ہر ایک پنڈلی کے ساتھ مل کر مستقل طور پر ایک عضو شمار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف ٹخنہ اس عضو کی چوتھائی تک نہیں پہنچتا اور عضو کی چوتھائی سے کم اگر نماز میں کھل جائے یا نماز شروع کرتے وقت ہی کھلا ہوا ہو، تو نماز درست ہو جاتی ہے تاہم جن اعضاء کو چھپانے کا حکم ہے انہیں اچھے طریقے سے چھپایا جائے تاکہ مکمل ستر ہو جائے۔

صرف ٹخنہ ایک عضو ہونے سے متعلق بحر الرائق میں ہے: ”والصحیح ان الکعب لیس بعضو مستقل بل ھو مع الساق عضو واحد“ صحیح یہ ہے کہ ٹخنہ ایک مستقل عضو نہیں ہے، بلکہ یہ پنڈلی کے ساتھ مل کر ایک عضو ہے۔“ (البحر الرائق، جلد 1، صفحہ 472، مطبوعہ: کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی، اگرچہ بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا، تو نماز بالاتفاق جاتی رہی۔ اگر صورت

مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا، مگر اتنی دیر گزر گئی، جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا، تو بھی مذہب مختار پر جاتی رہی۔ اگر تکبیر تحریمہ اسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے، تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہو گی، اگرچہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے۔ ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے، تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ30، رضا فاونڈیشن، لاھور)

عورتوں کے لیے ستر والے اعضاء کو بیان کرتے اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "(عضو نمبر 28،27) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں تک۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ41، رضا فاونڈیشن، لاھور)

پردے کے بارے سوال جواب میں ہے "سوال: گھر سے باہر نکلتے وقت اسلامی بہنوں کو کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

جواب: شَرعی اجازت کی صُورَت میں گھر سے نکلتے وَقت اسلامی بہن غیر جاذِبِ نظر کپڑے کا ڈِھیلا ڈھالا مدنی بُرقع اَوڑھے، ہاتھوں میں دستانے اور پاؤں میں جُرابیں پہنے۔ مگر دستانوں اور جُرابوں کا کپڑا اتنا باریک نہ ہو کہ کھال کی رنگت جھلکے۔ جہاں کہیں غیر مردوں کی نظر پڑنے کا امکان ہو وہاں چہرے سے نِقاب نہ اٹھائے مَثَلاً اپنے یا کسی کے گھر کی سیڑھی اور گلی مَحَلّہ وغیرہ۔ نیچے کی طرف سے بھی اِس طرح بُرقع نہ اٹھائے کہ بدن کے رنگ برنگے کپڑوں پر غیر مردوں کی نظر پڑے۔ واضح رہے کہ عورت کے سر سے لے کر پاؤں کے گِٹّوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصّہ بھی مَثَلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی وغیرہ اجنبی مرد (یعنی جس سے شادی ہمیشہ کیلئے حرام نہ ہو) پر بلا اجازتِ شَرعی ظاہر نہ ہو بلکہ اگر لباس ایسا مَہین یعنی پتلا ہے جس سے بدن کی رنگت جَھلکے یا ایسا چُست ہے کہ کسی عُضْو کی ہَیْئَت (یعنی شکل وصورت یا اُبھار وغیرہ) ظاہِر ہو یا دوپٹّہ اتنا باریک ہے کہ بالوں کی سیاہی چمکے یہ بھی بے پَردَگی ہے۔"
(پردے کے بارے میں سوال جواب، صفحہ43/42، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا مرد پونی باندھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

مجیب: محمد بلال عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1109

تاریخ اجراء: 27صفر المظفر1444ھ/24ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر مرد کے بال لمبے ہو تو کیا وہ پونی باندھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کا پونی باندھ کر نماز پڑھنا ناجائز و حرام ہے اور اس کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی کہ حدیث پاک میں اس سے ممانعت فرمائی گئی ہے، نیز اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے پر حدیث پاک میں لعنت فرمائی گئی ہے۔

در مختار میں ہے "(وصلاته مع ۔۔۔عقص شعره)" ترجمہ: بالوں کی چوٹی بنا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے "(قوله وعقص شعره إلخ) أي ضفره وفتله، والمراد به أن يجعله على هامته ويشده بصمغ، أو أن يلف ذوائبه حول رأسه كما يفعله النساء في بعض الأوقات، أو يجمع الشعر كله من قبل القفا ويشده بخيط أو خرقة كي لا يصيب الأرض إذا سجد؛ وجميع ذلك مكروه، ولما روى الطبراني «أنه - عليه الصلاة والسلام - نهى أن يصلي الرجل ورأسه معقوص» " وأخرج الستة عنه - صلى الله عليه وسلم - «أمرت أن أسجد على سبعة أعضاء، وأن لا أكف شعرا ولا ثوبا»" ترجمہ: (مصنف کا قول: بالوں کی چوٹی بنانا) بالوں کو گوندھنا اور ان کی لٹ بنانا، اور اس سے مراد یہ ہے کہ بالوں کو سر پر اکٹھا کر کے گوند کے ساتھ باندھ دے، یا بالوں کی مینڈھیوں کو سر کے گرد لپیٹ دے جیسا کہ بعض اوقات عورتیں کرتی ہیں یا تمام بالوں کو گُدی کی جانب سے جمع کر کے دھاگے یا کپڑے کے ٹکڑے کے ساتھ باندھے تاکہ سجدہ کی حالت میں وہ زمین پر نہ لگیں اور یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اس حالت میں نماز ادا کرے کہ اس نے بالوں کی چوٹی

بنائی ہو،اور صحاح ستہ میں حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور بال اور کپڑے کو نہ سمیٹوں۔(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، ج 1، ص 642،641، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے ''جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور نماز میں جوڑا باندھا، تو فاسد ہو گئی۔''(بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 625، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نوٹ: یہ بھی یاد رہے کہ مرد کیلئے کندھوں سے نیچے تک بال بڑھانا بھی ناجائز و حرام اور گناہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے، اور حدیثِ مبارک میں عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی گئی ہے۔اور اس صورت میں بھی نماز مکروہ ہے۔

سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سینہ تک بال رکھنے والے کی امامت اور اس کی پیچھے پڑھی گئی نمازوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: "سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام، اور عورتوں سے تشبہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعث لعنت ہے۔۔۔حساب کر کے نمازوں کا اعادہ چاہئے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور، مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے۔(فتاوی رضویہ، ج 6، ص 610،611، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورتوں کی جماعت مطلقا مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ

فتوی نمبر: WAT-670

تاریخ اجراء: 28شعبان المعظم 1443ھ/01اپریل 2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ عورتوں کی جماعت مطلقاً مکروہ تحریمی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا کیا جواب دیا جائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کا نماز کی جماعت اس طرح کروانا کہ امام بھی عورت ہی ہو شرعاً ناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ عورتوں کی جماعت میں ان کے امام کا درمیان صف میں کھڑا ہونا بھی مکروہ تحریمی ہے اور مرد امام کی طرح صف سے آگے کھڑا ہونا بھی مکروہ تحریمی گناہ ہے۔ بلکہ مرد امام کی طرح آگے کھڑے ہونے میں زیادہ گناہ ہے۔

مجمع الانھر میں ہے "وکذا یکرہ جماعۃ النساء وحدھن لانہ یلزمھن احدی المحظورین۔ اما قیام وسط النصف، او تقدمہ وھما مکروھان فی حقھن کراھۃ تحریم" ترجمہ: اسی طرح صرف عورتوں کا جماعت قائم کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں دو ممنوع کاموں میں سے کوئی ایک لازمی ہو گا یا تو امام صف میں کھڑا ہو گا یا صف سے آگے ہو گا، اور یہ دونوں عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہیں۔ (مجمع الانھر، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ، ج1، ص164، کوئٹہ)

الدر المنتقی میں ہے "وکذا یکرہ تحریماً جماعۃ النساء وحدھن بامام منھن" ترجمہ: اسی طرح تنہا عورتوں کی جماعت کہ امام بھی عورت ہو مکروہ تحریمی ہے۔ (الدر المنتقی علی ھامش مجمع الانھر، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ، ج1، ص164، کوئٹہ)

رد المحتار میں ہے "انہ اقل کراھیۃ من التقدم" ترجمہ: عورتوں کی جماعت کی صورت میں ان کی امام کا صف میں کھڑا ہونے میں آگے کھڑے ہونے سے کم کراہیت ہے۔ (رد المحتار، ج2، ص367، کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

مرد اور عورت کی نماز میں فرق کی تفصیل، دلائل اور طریقہ

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1445

تاریخ اجراء: 09شعبان المعظم1444ھ/02مارچ2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے؟ دلائل کے ساتھ جواب دیجئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد اور عورت کی نماز میں ادائیگی کے طریقہ کے حوالے سے کئی چیزوں میں فرق ہے مثلاً عورت تکبیر میں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے گی اور مرد کانوں تک اٹھائے گا، عورت قیام میں ہاتھ سینے پر باندھے گی اور مرد ناف کے نیچے باندھے گا، عورت رکوع میں زیادہ نہیں جھکے گی اور نہ ہی گھٹنوں پر زور دے گی جبکہ مرد خوب جھکے گا اور گھٹنوں پر زور دے گا، عورت سجدے میں زمین سے چمٹ جائے گی جبکہ مرد کی پنڈلیاں زمین سے، رانیں پیٹ سے، اور کہنیاں زمین اور رانوں سے جدا رہیں گی، عورت قعدہ میں تورک کرے گی یعنی اپنے دونوں پاؤں کو اپنے دائیں طرف باہر نکالے گی جبکہ مرد بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے گا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے گا۔

احادیث مبارکہ میں بھی عورت اور مرد کی نماز کا فرق موجود ہے، چنانچہ صحابی رسول حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء أذنیک والمرأۃ تجعل یدیھا حذاء ثدییھا۔" ترجمہ: مجھ سے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب تم نماز پڑھو تو ہاتھ کانوں تک بلند کرو اور عورت اپنے ہاتھوں کو سینے تک اٹھائے۔ (مجمع الزوائد ومنبع الزوائد، جلد2، ص272، دار الفکر، بیروت)

حضرت ابو جحفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "إن علیا رضی اللہ عنہ قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔" ترجمہ: بے شک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نماز کے قیام میں ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر ناف کے نیچے رکھنا سنت سے ثابت ہے۔ (سنن ابو داؤد جلد1 ص118 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

ابوداؤد شریف میں ہی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: "أخذ الكف على الأكف في الصلوٰة تحت السرة۔" ترجمہ: نماز میں ناف کے نیچے ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھنا ہے۔ (سنن ابوداؤد جلد 1 ص 118 مکتبہ رحمانیہ، لاھور)

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "کتاب المراسیل" میں یزید بن حبیب سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: "أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم مر على امرأتين تصليان، فقال إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض فإن المرأة ليست في ذٰلك كالرجل۔" ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر دو عورتوں پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت (جسم) کا کچھ حصہ زمین سے ملایا کرو، کیونکہ عورت سجدہ کرنے میں مرد کی طرح نہیں۔ (کتاب المراسیل، باب ماجاء فی من نام عن الصلوٰۃ، ص 8، مطبوعہ افغانستان)

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: "حدثنا أبو بكر قال حدثنا أبو الأحوص عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي قال إذا سجدت المرأة فلتحتفر ولتضم فخذيها۔" ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: عورت جب سجدہ کرے تو چاہیے کہ زمین کے ساتھ چپک جائے اور اپنی رانوں کو پیٹ کے ساتھ ملالے۔

ایک اور روایت میں ہے: "حدثنا أبو بكر قال نا أبو عبد الرحمٰن المقرى عن سعيد بن أيوب عن يزيد ابن حبيب عن بكير بن عبد الله بن الأشج عن ابن عباس أنه سئل عن صلاة المرأة فقال تجتمع وتحتفر۔" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: عورت اپنے جسم کو سمیٹے اور زمین کے ساتھ چمٹ کر رہے۔

ایک اور روایت میں ہے: "حدثنا أبو بكر قال نا أبو الأحوص عن مغيرة عن إبراهيم قال إذا سجدت المرأة فلتضم فخذيها ولتضع بطنها عليهما۔" ترجمہ: حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملا کر رکھے۔

ایک اور روایت میں ہے: "حدثنا أبو بكر قال نا جرير عن ليث عن مجاهد أنه كان يكره أن يضع الرجل بطنه على فخذيه إذا سجد كما تضع المرأة۔" ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرد کے لیے یہ مکروہ جانتے تھے کہ وہ سجدے کی حالت میں عورت کی طرح اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملا کر رکھے۔ (مصنف ابن ابی

شیبہ جلد 1 ص 302 مکتبہ امدادیہ ملتان)

اسی میں ایک اور مقام پر ہے: "حدثنا أبو بكر قال نا ابن مبارک عن هشام عن الحسن قال المرأة تضطم في السجود۔ "ترجمہ: امام حسن علیہ الرحمۃ نے فرمایا: عورت سجدوں میں سمٹ جائے۔

اسی میں ہے: "حدثنا أبو بكر قال نا وكيع عن سفيان عن منصور عن إبراهيم قال إذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذها ولا ترفع عجيزتها ولا تجافي كما يجافي الرجل۔ "ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جب عورت سجدہ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے پیٹ کو اپنی ران سے ملادے اور اپنی سرین نہ اٹھائے اور مردوں کی طرح بازوؤں کو کروٹوں سے جدا نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد 1 ص 303 مکتبہ امدادیہ ملتان)

نور الایضاح میں ہے: "رفع اليدين للتحريمة حذاء الأذنين للرجل ۔۔۔۔ ورفع اليدين حذاء المنكبين للحرة على الصحيح لأنه ذراعيها عورة ومبناه على الستر۔ "ترجمہ: تحریمہ کے لیے کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانا مرد کے لیے (سنت) ہے۔ اور کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا صحیح مذہب کے مطابق آزاد عورت کے لیے (سنت) ہے۔ اس لیے کہ اس کی کلائیاں بھی عورت ہیں اور اس کی بنا ستر پر ہے۔

اسی میں ہے": ويسن وضع الرجل يده اليمنى على اليسرى تحت سرته لحديث علي رضي الله تعالى عنه ۔۔۔ ويسن وضع المرأة يديها على صدرها من غير تحليق لأنه أستر لها۔ "ترجمہ: اور مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ ناف کے نیچے اپنے ہاتھ اس طرح باندھے کہ اس کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ہو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث مبارکہ کی وجہ سے ۔۔۔ اور عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ بغیر انگلیوں کا حلقہ بنانے کے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھے کیونکہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ ہے۔

اسی میں ہے: "ويسن مجافاة الرجل بطنه عن فخذيه، ومرفقيه عن جنبيه، وذراعيه عن الأرض، و يسن انخفاض المرأة ولزقها بطنها بفخذيها۔ "ترجمہ: سجدہ کرتے وقت مرد کے لئے سنت ہے کہ وہ اپنے پیٹ کو رانوں سے، اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے، اور اپنی کلائیوں کو زمین سے جُدا رکھے جبکہ عورتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ زمین کی طرف سمٹ کر سجدہ کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملائے رکھے۔ (ملخصا من نور الایضاح معہ حاشیۃ الطحطاوی، ص 256 تا 268 قدیمی کتب خانہ کراچی)

شیخ الاسلام ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی علیہ الرحمۃ، اپنی کتاب میں عورت کی قعدہ کی ہیئت کا حکم بیان کرتے ہوئے

ارشاد فرماتے ہیں: "ان کانت امرأۃ جلست علی الیتھا الیسری وأخرجت رجلیھا من الجانب الأیمن لأنہ أستر لھا۔" ترجمہ: اگر نمازی عورت ہے تو قعدہ میں الٹی سرین پر بیٹھے اور دونوں پاؤں سیدھی طرف نکال دے کیونکہ اس طریقے میں اس کا زیادہ پردہ ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ، جلد 1، ص 65، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھے یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔ عورت رکوع میں تھوڑا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے اور گھٹنوں پر زور نہ دے بلکہ محض ہاتھ رکھ دے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کر دے۔ عورت سمٹ کر سجدہ کرے ،یعنی بازو کروٹوں سے ملا دے، اور پیٹ ران سے، اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے۔ دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور دہنا قدم کھڑا رکھنا اور دہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا یہ مرد کے لیے ہے اور عورت دونوں پاؤں دہنی جانب نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔"
(ملخصا از بہار شریعت، جلد 1، حصہ 3، ص 526 تا 530، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

نماز کا وقت شروع ہوتے ہی اذان سے پہلے عورت کا نماز ظہر ادا کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12942

تاریخ اجراء: 20 محرم الحرام 1445ھ/08 اگست 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد ظہر کی اذان سے پہلے ہی تقریباً 12:45 بجے نمازِ ظہر ادا کر لے، تو کیا اس کی وہ نماز ادا ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کی درست ادائیگی کے لیے وقت کا پایا جانا ضروری ہے اور ظہر کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے لہذا اگر کوئی عورت ظہر کا وقت شروع ہوتے ہی اذان سے پہلے اول وقت میں ہی نمازِ ظہر ادا کر لے تب بھی اس کی وہ نماز ادا ہو جائے گی۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز ہمیشہ اوّل وقت میں ادا کریں اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مَردوں کی جماعت کے بعد پڑھیں۔

ظہر کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری، کنز الدقائق، بحر الرائق وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: ”والنظم للاول“ ووقت الظهر من الزوال إلى بلوغ الظل مثليه سوى الفيء، كذا في الكافي وهو الصحيح “یعنی ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے لے کر سایہ اصلی کے دو مثل ہو جانے تک ہے، جیسا کہ کافی میں ہے اور یہی صحیح ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، ج01، ص51، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ”وقت ظہر و جمعہ: آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے، کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دوچند ہو جائے۔“ (بہار شریعت، ج01، ص449، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فجر کی نماز کے علاوہ باقی نمازوں میں عورتوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں۔ جیسا کہ درِ مختار میں ہے:"فالتغليس أفضل كمرأة مطلقا، وفي غير الفجر الافضل لها انتظار فراغ الجماعة"یعنی عورت کے لیے مطلقاً نمازِ فجر میں تغلیس افضل ہے اور فجر کے علاوہ باقی نمازوں میں اس کے لیے افضل یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ہو جانے کا انتظار کرے۔(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج01، ص366، مطبوعہ بیروت)

بہار شریعت میں ہے:"عورتوں کے لیے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اوّل وقت) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں، جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔"(بہار شریعت، ج01، ص452، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

نماز میں عورت کے اگلے مقام سے آواز کے ساتھ ہوا خارج ہو تو نماز اور وضو کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12877

تاریخ اجراء: 02ذوالحجۃالحرام1444ھ/21جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دورانِ نماز عورت کے اگلے مقام سے آواز کے ساتھ ہوا خارج ہو، تو اس صورت میں نماز اور وضو کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صحیح قول کے مطابق مرد یا عورت کے اگلے مقام سے ہوا خارج ہونے کی صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا، لہذا دورانِ نماز عورت کے اگلے مقام سے آواز کے ساتھ ہوا خارج ہو جائے، تب بھی اس عورت کی نماز اور وضو نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر کسی عورت کی اگلی اور پچھلی شرمگاہ پردہ پھٹنے کے سبب آپس میں مل گئی ہو تو ایسی عورت ہوا خارج ہونے کی صورت میں احتیاطاً وضو کرے، اگرچہ اس بات کا احتمال ہو کہ یہ ہوا عورت کے اگلے مقام سے خارج ہوئی ہے۔

اگلے مقام سے خارج ہونے والی ہوا ناقضِ وضو نہیں۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: ”**والريح الخارجة من الذكر وفرج المرأة لا تنقض الوضوء على الصحيح** إلا أن تكون المرأة مفضاة فإنه يستحب لها الوضوء، كذا في الجوهرة النيرة“ یعنی صحیح قول کے مطابق وہ ریح جو مرد یا عورت کی اگلی شرمگاہ سے خارج ہو ناقضِ وضو نہیں، مگر ایسی عورت جس کے دونوں مقام پردہ پھٹنے کے سبب ایک ہو چکے ہوں اس کے اگلے مقام سے ہوا خارج ہو تو اس کے لیے وضو کرنا مستحب ہے، جیسا کہ جوہرۃ النیرۃ میں مذکور ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطہارۃ، ج01، ص09، مطبوعہ پشاور)

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”**لا خروج (ريح من قبل) غير مفضاة**، أما هي فيندب لها الوضوء، وقيل: يجب، وقيل: لو منتنة“ یعنی ایسی عورت کے جس کی اگے اور پیچھے کی شرمگاہ الگ الگ ہو، اس عورت کے

اگلے مقام سے ہوا خارج ہونا، ناقضِ وضو نہیں۔ ہاں! جس عورت کے دونوں مقام ایک ہو چکے ہوں اس کے لیے وضو کرنا مستحب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے لیے وضو کرنا واجب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگلے مقام سے خارج ہونے والی ہوا بدبودار ہو تو وضو کرنا واجب ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے: "(قوله: أما هي إلخ) أي المفضاة: وهي التي اختلط سبيلها: أي مسلك البول والغائط، فيندب لها الوضوء من الريح: وعن محمد يجب احتياطا. وبه أخذ أبو حفص ورجحه في الفتح بأن الغالب في الريح كونها من الدبر: ومن أحكامها أنه لا يحلها الزوج الثاني للأول ما لم تحبل لاحتمال الوطء في الدبر، وأنه لا يحل وطؤها إلا إن أمكن الإتيان في القبل بلا تعد. وأما التي اختلط مسلك بولها ووطئها فينبغي أن لا تكون كذلك لأن **الصحيح عدم النقض بالريح الخارجة من الفرج** ولأنه لا يمكن الوطء في مسلك البول أفاده في البحر (قوله: وقيل: لو منتنة) أي لأن نتنها دليل أنها من الدبر. وعبارة الشيخ إسماعيل: وقيل: إن كان مسموعا أو ظهر نتنه فهو حدث وإلا فلا" ترجمہ: "(قوله: أما هي إلخ) مفضاۃ سے مراد وہ عورت ہے کہ جس کے دونوں مقام یعنی کہ پیشاب اور پاخانے کی جگہ ملی ہوئی ہو، ایسی عورت کو ہوا خارج ہونے کی صورت میں وضو کرنا مستحب ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ احتیاطاً اس عورت کے لیے وضو کرنا واجب ہے۔ اسی بات کو ابو حفص نے لیا اور فتح القدیر میں اسے ہی راجح قرار دیا ہے کیونکہ ریح میں غالب یہی ہے کہ وہ دبر سے خارج ہوتی ہے۔ مفضاۃ کے احکام میں سے یہ ہے کہ دوسرا شوہر دبر میں وطی کے احتمال کی وجہ سے پہلے کے لیے حلال نہیں کرتا جب تک کہ وہ حاملہ نہ ہو جائے، مزید یہ کہ اس سے وطی حلال نہیں مگر جبکہ بلا تعدی اگلے مقام میں وطی ممکن ہو۔ بہر حال وہ عورت جس کے وطی اور پیشاب کے مقام مل کر ایک ہو گئے ہوں تو یہ عورت مفضاۃ کی طرح نہیں ہونی چاہیے کیونکہ صحیح قول کے مطابق فرج سے خارج ہونے والی ہوا ناقضِ وضو نہیں اور اس وجہ سے بھی کہ پیشاب کے رستے میں وطی کرنا ممکن نہیں، اس بات کا افادہ صاحبِ بحر نے فرمایا ہے۔ (قوله: وقيل: لو منتنة) کیونکہ اس کا بدبودار ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ دبر سے آئی ہے اور یہ شیخ اسماعیل کی عبارت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ ہوا آواز کے ساتھ خارج ہو یا بدبودار ہو تو حدث ہو گی ورنہ نہیں۔" (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ، ج 01، ص 136، مطبوعہ بیروت)

جد الممتار میں ہے: "اقول دلت المسئلة على أنّه ليس كلّ خارجٍ من أحد السبيلَين ناقضاً مطلقاً ما لم يكن نجساً أو ريحاً منبعثةً عن محلّ النجاسة، **ولو كان الحكم كلّيّاً لنَقَضَت الريح الخارجة من**

ذکر أو من فرج "یعنی میں کہتا ہوں مسئلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ سبیلین میں سے کسی ایک مقام سے خارج ہونے والی چیز مطلقاً ناقضِ وضو نہیں جب تک کہ وہ نجاست یا ایسی ہوا نہ ہو جو محلِ نجاست سے آئی ہو۔ اگر یہ حکم کلی ہو تو ذکر یا فرج سے خارج ہونے والی ہوا سے بھی وضو ٹوٹ جاتا (حالانکہ ایسا نہیں ہے)۔ (جد الممتار، کتاب الطہارۃ، ج 01، ص 406، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی رضویہ پہلی جلد کے حاشیے میں ہے: "جس عورت کے دونوں مسلک پردہ پھٹ کر ایک ہو گئے، اسے جو ریح آئے احتیاطاً وضو کرے اگرچہ احتمال ہے کہ یہ ریح فرج سے آئی ہے۔" (فتاوی رضویہ مع حاشیۃ، ج 01 (ب)، ص 749، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: "مرد یا **عورت کے آگے سے ہَوا نکلی** یا پیٹ میں ایسا زخم ہو گیا کہ جِھلّی تک پہنچا، اس سے ہَوا نکلی **تو وُضو نہیں جائے گا۔** عورت کے دونوں مقام پردہ پھٹ کر ایک ہو گئے اسے جب رِیح آئے اِحتیاط یہ ہے کہ وُضو کرے اگرچہ یہ احتمال ہو کہ آگے سے نکلی ہو گی۔" (بہارِ شریعت، ج 01، ص 304، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

اذان کے دوران کام کاج کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12292

تاریخ اجراء: 15ذوالحجۃالحرام1443ھ/15جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے وقت بات چیت کر سکتے ہیں یا کوئی کام کاج کر سکتے ہیں؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جب اَذان اور اقامت ہو تو اتنی دیر کے لیے بندہ سلام، کلام، تمام کام کاج روک دے اور اَذان کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ دورانِ تلاوت اگر اذان شروع ہو جائے تو تلاوت روک کر اذان کو سنے اور اس کا جواب دے۔ لہذا ممکنہ صورت میں اپنی گفتگو اور کام کاج وغیرہ روک کر زبان سے اذان کا جواب دینے کا پورا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ احادیثِ مبارکہ میں وارد اس کے متعلق فضائل حاصل ہو سکیں۔

البتہ شرعی مسئلہ ذہن نشین رہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، لہذا اگر کوئی شخص زبان سے اذان کا جواب نہ دے جب بھی وہ شخص گنہگار نہیں ہو گا۔ نیز بعض رخصت کے مواقع بھی موجود ہیں، جیسا کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق حیض و نفاس والی عورت، خطبہ سننے والے، نماز میں مشغول، جماع، قضائے حاجت، کھانے پینے اور علمِ دین سیکھنے سکھانے میں مشغول افراد پر اذان کا جواب نہیں۔

واضح رہے کہ اذان کا جواب نہ دینا محرومی کا سبب بھی ہے، جیسا کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جو اَذان کے دوران گفتگو میں مشغول رہے تو معاذ اللہ! اس پر خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے، لہذا حتی الامکان اذان کے دوران کام کاج کرنے اور گفتگو وغیرہ کرنے سے بچنے ہی میں عافیت ہے۔

اذان و اقامت کے دوران کسی کام کاج میں مشغول نہ ہوا جائے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے: ”ولا ينبغي أن يتكلم السامع في خلال الأذان والإقامة ولا يشتغل بقراءة القرآن ولا بشيء من الأعمال سوى

الإجابة، ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة۔ كذافي البدائع "یعنی سامع اذان اور اقامت کے دوران بات چیت نہ کرے، نہ ہی قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو، نہ ہی اذان کے جواب کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو۔ اور اگر وہ تلاوت کر رہا ہو تو چاہیے کہ وہ تلاوت روکے اور اذان سننے اور اس کے جواب دینے میں مشغول ہو، جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 57، مطبوعہ پشاور)

زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اس کا ترک گناہ نہیں۔ جیسا کہ بحر الرائق میں ہے:"في فتاوى قاضي خان إجابة المؤذن فضيلة وإن تركها لا يأثم، وأما قوله عليه الصلاة والسلام {من لم يجب الأذان فلا صلاة له} فمعناه الإجابة بالقدم لا باللسان فقط۔۔۔ولا يقرأ السامع ولا يسلم ولا يرد السلام ولا يشتغل بشيء سوى الإجابة ولو كان السامع يقرأ يقطع القراءة ويجيب وقال الحلواني الإجابة بالقدم لا باللسان حتى لو أجاب باللسان ولم يمش إلى المسجد لا يكون مجيباً"یعنی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اذان کے جواب دینے میں فضیلت ہے اور اگر کوئی شخص اذان کا جواب زبان سے نہ دے تو وہ گنہگار نہیں ہو گا۔ بہر حال سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "جو اذان کا جواب نہ دے تو اس کی کوئی نماز نہیں" اس سے مراد اذان کا جواب قدم سے دینا ہے نہ کہ فقط زبان سے اذان کا جواب دینا۔۔۔۔ سامع اذان کے دوران تلاوت نہ کرے، نہ ہی کسی کو سلام کرے اور نہ ہی سلام کا جواب دے، نہ ہی اذان کے جواب کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو۔ اور اگر سامع قرآن کی تلاوت کر رہا ہو تو وہ تلاوت روکے اور اذان کا جواب دے۔ امام حلوانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اجابت بالقدم کا حکم ہے نہ کہ فقط اجابت باللسان کا، لہذا اگر کوئی شخص زبان سے اذان کا جواب دے اور چل کر مسجد کی طرف نہ جائے تو اس صورت میں وہ مجیب نہ ہو گا۔(البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 451-450، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

فتاوی شامی میں ہے:"قال الحلواني: ان الاجابة باللسان مندوبة والواجبة هي الاجابة بالقدم۔"یعنی امام حلوانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے البتہ جس پر جماعت واجب ہو اس کے لیے قدم سے جواب دینا یہ واجب ہے۔(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 80، مطبوعہ کوئٹہ)

کن مواقع پر اذان کا جواب نہیں اس کے متعلق درِ مختار میں ہے:"(من سمع الاذان) ولو جنباً لا حائضاً و نفساء وسامع خطبة وفي صلاة جنازة وجماع، ومستراح واكل وتعليم علم وتعلمه۔"یعنی جو اذان سنے تو اس کا جواب دے اگرچہ وہ جنبی ہو مگر حیض و نفاس والی عورت، خطبہ سننے والا، نمازِ جنازہ میں مشغول، جماع،

قضائے حاجت، کھانے پینے اور علمِ دین سیکھنے سکھانے میں مشغول افراد پر اذان کا جواب نہیں۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص81، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: ”جنب بھی اَذان کا جواب دے۔ حیض و نفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضائے حاجت میں ہو، ان پر جواب نہیں۔ **جب اَذان ہو، تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور جواب سلام، تمام اشغال موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اَذان کی آواز آئے، تو تلاوت موقوف کر دے اور اَذان کو غور سے سُنے اور جواب دے۔ یوہیں اِقامت میں۔ جو اَذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے، اس پر معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔**“ (بہار شریعت، ج01، ص473، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

امام کا ہر نماز کے بعد قبلہ سے پھر کر بیٹھنا کیسا؟

1

ریفرنس نمبر:Har 5620 تاریخ:31-10-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام صاحب ہر فرض نماز کے بعد دائیں جانب رخ کر کے بیٹھتے ہیں اور پھر دعا کرواتے ہیں، اس پر بعض مقتدیوں کو اعتراض ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم صرف فجر وعصر کی نماز کے لیے ہے، اس کے علاوہ بقیہ فرض نمازیں کہ جن میں فرض کے بعد سنن ونوافل پڑھے جاتے ہیں، ان میں رخ پھیرنے کا حکم نہیں ہے۔ کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

امام کا سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رُو اسی حالت پر بیٹھے رہنا مکروہ ہے، اس کے لیے سنت یہ ہے کہ دائیں یا بائیں جانب رخ کر کے بیٹھے یا اگر پیچھے محاذات میں کوئی نماز میں مشغول نہ ہو، تو مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے۔ احادیث طیبہ میں یہ تینوں طریقے مذکور ہیں، البتہ ان میں افضل یہ ہے کہ دائیں جانب رخ کر کے بیٹھے۔ نیز یہ رخ پھیرنے کا حکم صرف فجر وعصر کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ تمام نمازوں کا یہی حکم ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں امام صاحب کا عمل سنت کے مطابق ہے اور بعض مقتدیوں کا غلط مسئلہ بتا کر اعتراض کرنا درست نہیں۔ ان پر بغیر تحقیق کے غلط مسئلہ بتانے کے گناہ سے توبہ ضروری ہے۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: ”واذا فرغ الامام من الصلاۃ، اجمعوا علی انہ لایمکث فی مکانہ مستقبل القبلۃ فی الصلوات کلھا الخ“ یعنی جب امام نماز سے فارغ ہو تو فقہائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ وہ تمام نمازوں میں قبلہ رو اپنی جگہ بیٹھا نہ رہے۔ **(فتاوی تاتارخانیہ، ج2، ص192، مطبوعہ کوئٹہ)**

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ”بعدِ سلام (امام کا) قبلہ رو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے، شمال وجنوب ومشرق میں مختار ہے، مگر جب کوئی مسبوق اس کے محاذات میں اگرچہ اخیر صف میں نماز پڑھ رہا ہو، تو مشرق کو یعنی جانبِ مقتدیان منہ نہ کرے، بہر حال پھرنا مطلوب ہے، اگر نہ پھرا اور قبلہ رو بیٹھا رہا، تو مبتلائے کراہت وتارک سنت ہو گا۔“ **(فتاوی رضویہ، ج6، ص205، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)**

بہار شریعت میں ہے: ”سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام دہنے بائیں کو انحراف کرے اور داہنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی مونھ کر کے بیٹھ سکتا ہے، جب کہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگرچہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔“ (بہار شریعت، ج1، ص537، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ظہر، مغرب اور عشاء کی فرض نماز کے بعد رخ پھیر کر دعا مانگنے سے متعلق فتاوی امجدیہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”ان نمازوں میں بھی دائیں بائیں انصراف کر کے دعا مانگنا جائز، بلکہ احادیث کے اطلاق سے یہی ثابت اور سنت ہے، البتہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں مختصر دعا مانگے اور فجر و عصر کے بعد ادعیہ طویلہ و اذکار کثیرہ کی بھی اجازت ہے۔ حلیہ میں تصریح ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنن ہیں ان کے بعد بھی انصراف کرے کہ علت مشترک ہے اور احادیث کے اطلاق سے یہی ثابت۔ ملخصا“ (فتاوی امجدیہ، ج1، ص79، مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ، کراچی)

غلط مسئلہ بیان کرنے سے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ”جھوٹا (یعنی غلط) مسئلہ بیان کرنا، سخت شدید کبیرہ ہے، اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے اور شریعت پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے۔۔۔ اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ وہ فتوی دے۔ ملخصا“

(فتاوی رضویہ، ج23، ص711، 712، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

02 ربیع الاول 1441ھ 31 اکتوبر 2019ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

تشہد میں شہادت کی انگلی اٹھانے کا درست طریقہ

1

ریفرنس نمبر: Sar 7533 تاریخ: 15-10-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھانے کا درست طریقہ کیا ہے اور کیا یہ حدیث پاک سے ثابت ہے؟ نیز ایک حدیث پاک میں ہے "یحرکھا"، یعنی نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انگلی کو حرکت بھی دیتے تھے، تو اس کا کیا جواب ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

التحیات میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے شہادت کی اُنگلی کے ذریعے اشارہ کرنا سنت ہے اور یہ صحیح احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے، اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ جب نمازی التحیات میں کلمہ شہادت (اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہ) پر پہنچے، تو دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی اور ساتھ والی اُنگلی بند کرے، انگوٹھے اور بیچ کی اُنگلی کا حلقہ بنائے اور "لَا" پر شہادت کی اُنگلی اٹھائے اور "اِلَّا" پر رکھ دے اور سب اُنگلیاں پہلے کی طرح سیدھی کرلے یعنی شہادت کی انگلی کو مسلسل حرکت نہ دیتا رہے۔

جہاں تک حضرت وائل بن حُجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت میں مذکور لفظ "یحرّکھا" کی بات ہے، تو اس سے بھی انگلی کو اٹھانے اور اشارہ کرنے کے لیے حرکت دینا مراد ہے، نہ کہ آخرِ نماز تک مسلسل حرکت دیتے رہنا، آخر اشارے کے لیے انگلی کو حرکت ہی دینی ہوگی، بغیر حرکت کے تو اشارہ نہیں ہو سکتا۔ یہی نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عملِ مبارک سے ثابت ہے اور جمہور علماء و فقہائے کرام، امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور کثیر محدثین عِظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَامُ کا بھی یہی موقف ہے۔

تفصیل درج ذیل ہے:

(1) حدیثِ پاک میں "یحرکھا" کا لفظ حرکت دینے کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ یرفعھا اور یشیر کے معنی میں ہے، یعنی نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُنگلی اٹھا کر اشارہ کرتے تھے نہ کہ اس کو ہلاتے رہتے تھے، کیونکہ حرکت دیے بغیر انگلی اٹھانا، ممکن ہی نہیں، نیز یہ معنی مراد لینے سے دونوں احادیث میں مطابقت ہو جائے گی اور تعارض بھی باقی

نہیں رہے گا جو ایسی صورت میں شرعاً مطلوب بھی ہے۔یونہی امام بیہقی، امام ابن حجر عسقلانی اور علامہ علی قاری حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم نے بیان کیا۔

(2)اور مسلسل حرکت نہ دینے پر یہ بات بھی دلیل ہے کہ اس حدیث پاک میں موجود لفظ "یدعوبھا" کا معنی یہ ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تشہد میں اُنگلی کے ذریعے اللہ پاک کی وحدانیت کا اشارہ کیا،(گویا قول و فعل سے توحید باری تعالیٰ کا اقرار کیا)، جیسا کہ علامہ طیبی رَحْمَۃُاللہ عَلَیْہِ نے بیان کیا، تو جب اس اشارے سے مقصود اللہ پاک کی وحدانیت کو بیان کرنا ہے، تو واحد کے لیے اُنگلی سے ایک دفعہ ہی اشارہ کیا جاتا ہے، نہ کہ بار بار انگلی کو ہلایا جاتا ہے، بلکہ اگر اس کو مسلسل حرکت دی جائے، تو ظاہراً مقصود کی مطابقت کے خلاف ہے کہ واحد کے لیے واحد انگلی سے واحد حرکت ہونی چاہیے نہ کہ متعدد حرکات۔اِسی وجہ سے "لَا" پر انگلی اٹھا کر "اِلَّا" پر رکھنے کا حکم ہے کہ "لَا" پر انگلی اٹھانے سے غیر خدا کی نفی اور "اِلَّا" پر رکھنے سے اس کی وحدانیت کے اثبات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

(3)اور اگر مان لیا جائے کہ "یحرکھا" سے مراد حرکت دینا ہی ہے، تو بر تقدیرِ تسلیم ہم یہ کہتے ہیں کہ تب بھی حرکت نہ دینے کی روایت کو ترجیح حاصل ہو گی، کیونکہ اُنگلی نہ ہلانے کی حدیث صیغۂ استمرار (کان یشیر ... ولا یحرکھا) کے ساتھ مروی ہے، جس سے مُعتاد عمل کی طرف اشارہ ملتا ہے۔یعنی عموماً ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اس کو بیان کرنے والے بھی حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، جو مدینہ پاک میں ہی رہتے تھے، اکثر صحبتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فیض یاب ہوا کرتے تھے، جبکہ انگلی ہلانے کا ذکر صرف حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیث کے ایک طریق میں ہے (جو زائدہ بن قدامہ سے ہے)، بقیہ طُرق میں انگلی ہلائے بغیر مطلق اشارہ کرنے کا بیان ہے، نیز آپ مدینے سے دور علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور چند بار ہی صحبت سے مشرف ہوئے، آکر دینی تعلیمات سیکھ کر واپس چلے جایا کرتے تھے، تو جو تقویت حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت کو حاصل ہے وہ ان کی روایت کو حاصل نہیں، لہٰذا اس بنیاد پر بھی اُنگلی نہ ہلانے کی روایت ترجیح پائے گی، جیسا کہ رفعِ یدین کے مسئلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رفعِ یدین نہ کرنے کی روایت کو حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی حدیثِ رفع یدین پر ایک وجہِ ترجیح یہی ہے۔

(4)نیز عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ انگلی کو اِدھر اُدھر ہلائے بغیر رکھ دیا جائے، کہ بار بار ہلاتے رہنا خشوع و خضوع سے مانع ہے کہ نگاہ گود میں رکھنی ہوتی ہے اور ران پر رکھی انگلی سے بار بار اشارہ کریں گے، تو توجہ بٹتی رہے گی اور یہ خشوع

کے خلاف ہے۔

تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنے کے بارے میں صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی و دیگر کتبِ صِحاح و سُنَن میں ہے،:" عن عامر بن عبد الله بن الزبير، عن أبيه، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قعد يدعو، وضع يده اليمنى على فخذه اليمنى، ويده اليسرى على فخذه اليسرى، وأشار بإصبعه السبابة، ووضع إبهامه على إصبعه الوسطى "ترجمہ: حضرت عامر اپنے والد حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب قعدہ میں تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھتے، تو اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر اور اپنا بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور انگوٹھے کو درمیان والی اُنگلی پر رکھتے (یعنی انگوٹھے اور انگلی کا حلقہ بنا لیتے)۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الجلوس فی الصلاۃ، جلد1، صفحہ260، مطبوعہ لاھور)

تشہد میں شہادت کی انگلی کو حرکت نہ دینے کے متعلق سُنَنِ ابی داؤد، سنن نسائی، سنن کبری للبیہقی، شرح السنۃ للبغوی وغیرہا کتبِ احادیث میں ہے، واللفظ للاول:"عن عبد الله بن الزبير، أنه ذكر، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يشير بأصبعه إذا دعا، ولا يحركها، قال ابن جريج: وزاد عمرو بن دينار، قال: أخبرني عامر، عن أبيه، أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يدعو كذلك "ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب دعا کرتے (یعنی تشہد میں کلمہ شہادت پر پہنچتے) تو انگلی مبارک سے اشارہ کرتے اور اُنگلی کو بار بار ہلایا نہیں کرتے تھے۔ ابنِ جریج کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن دینار رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مزید یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے عامر نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق یہ خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس طرح (اُنگلی کو حرکت دیے بغیر) اشارہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الاشارۃ فی التشھد، جلد1، صفحہ150، مطبوعہ لاھور)

حدیث پاک میں مذکور لفظ "ولا یحرّکھا" کے تحت شارحِ مصابیح علامہ حسین بن محمود شیرازی مُظْہِرِی حَنَفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:727ھ) لکھتے ہیں:"اختلف في تحريك الاصبع إذا رفعها للاشارة، الأصح أنه إذا رفعها يضعها من غير تحريك "ترجمہ: جب نمازی اشارہ کے لیے انگلی اٹھائے، تو انگلی کو حرکت دیتے رہنے کے متعلق اختلاف ہے، اصح قول یہ کہ جب شہادت پر انگلی اٹھائے تو اسے بغیر ہلائے، رکھ دے۔

(المفاتیح شرح المصابیح، جلد2، صفحہ158، مطبوعہ دار النور)

محیطِ برہانی، فتاوی تاتارخانیہ، فتح القدیر اور دیگر کتبِ فقہ میں ہے، واللفظ للآخر:" وعن الحلواني يقيم الأصبع عند "لا إله" ويضعها عند "إلا الله" ليكون الرفع للنفي والوضع للاثبات وينبغي أن يكون أطراف الأصابع على حرف الركبة" ترجمہ: امام شمس الائمہ حلوانی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے کہ نمازی لا الہ کے وقت انگلی اٹھائے گا اور الا اللہ پر گرادے گا، تاکہ انگلی اٹھانا نفیِ شریکِ الٰہی کے لیے اور رکھنا اثباتِ وحدانیت کے لیے ہو جائے اور چاہیے کہ انگلیوں کے پورے گھٹنوں کے کنارے پر رکھے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب، جلد1، صفحہ321، مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں:" أنها سنة، يرفعها عند النفي ويضعها عند الاثبات، وهو قول أبي حنيفة ومحمد، وكثرت به الآثار والاخبار فالعمل به أولى، فهو صريح في أن المفتى به هو الاشارة بالمسبحة مع عقد الأصابع على الكيفية المذكورة لا مع بسطها فإنه لا إشارة مع البسط عندنا، ولذا قال في منية المصلي: فإن أشار يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى بالابهام ويقيم السبابة" ترجمہ: التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھانا سنت ہے، نفی پر اٹھائے اور اثبات یعنی "الا اللہ" پر رکھ دے، یہی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِما کا قول ہے، اِسی پر کثیر احادیث و آثار مروی ہیں، لہٰذا اِسی پر عمل اولیٰ ہے اور یہ روایات اس بات میں صریح ہیں کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ بقیہ انگلیوں کو بیان کردہ کیفیت کے مطابق بند کرکے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے، نہ کہ ہاتھ کو پھیلا کر، کیونکہ ہمارے نزدیک ہاتھ پھیلا کر اشارہ نہیں کیا جائے گا، اسی وجہ سے منیۃ المصلّی میں کہا: جب اشارہ کرے تو چھوٹی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کرے، انگوٹھے اور درمیان والی انگلی سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی کو اٹھائے۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، جلد2، صفحہ266، مطبوعہ کوئٹہ)

سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں:" اس (یعنی اشارہ کرنے کے) باب میں احادیث و آثار بکثرت وارد، ہمارے محققین کا بھی مذہبِ صحیح و معتمد علیہ (یہی) ہے،... علّامہ بدرالدین عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحبِ محیط و ملّا قہستانی نے سنّت کہا۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد6، صفحہ150، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نماز کی سُنَن بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں:" شہادت پر اشارہ کرنا (سنت ہے)، یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو بند کرلے، انگوٹھے اور بیچ کی اُنگلی کا حلقہ

باندھے اور "لَا" پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور "اِلَّا" پر رکھ دے اور سب اُنگلیاں سیدھی کر لے۔

(بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ530، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیثِ پاک اور اس کے جوابات:

سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں ہے: "حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ثم رفع أصبعه فرأيته يحركها يدعو بها" ترجمہ: پھر رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی انگلی کو اٹھایا، (راوی فرماتے ہیں) میں نے دیکھا کہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انگلی کو حرکت دے کر اس کے ذریعے اشارہ کیا۔

(سنن نسائی، کتاب السھو، باب قبض الاصابع من الید الیمنی، جلد1، صفحہ187، مطبوعہ کراچی)

پہلے جواب کے جزئیات:

"یحرکھا" بمعنی یرفعھا ہونے کے متعلق علامہ علی قاری حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1014ھ/1605ء) لکھتے ہیں: "(يحركها) ظاهره يوافق مذهب الامام مالک، لكنه معارض بما سيأتي أنه لا يحركها ويمكن أن يكون معنى يحركها يرفعها، إذ لا يمكن رفعها بدون تحريكها" ترجمہ: حدیث پاک کے الفاظ (یحرکھا) بظاہر امامِ مالک رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے مذہب کے موافق ہیں، مگر یہ دوسری حدیث جس میں "لا یحرکھا" کے الفاظ ہیں، اس کے معارض ہے، (لیکن دونوں کے درمیان یوں تطبیق) ممکن ہے کہ انگلی کو حرکت دینے سے مراد یہ ہو کہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُنگلی کو اٹھایا، اس لیے کہ حرکت دیئے بغیر اسے اٹھانا، ممکن ہی نہیں، (لہٰذا اس طرح احادیث میں تعارض بھی نہیں رہے گا)۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التشھد، جلد2، صفحہ633، مطبوعہ کوئٹہ)

"یحرك" بمعنی یشیر ہونے کے متعلق امام بیہقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "فيحتمل أن يكون المراد بالتحريك الاشارة بها لا تكرير تحريكها فيكون موافقا لرواية ابن الزبير" ترجمہ: اس بات کا احتمال ہے کہ انگلی کو حرکت دینے سے مراد اس سے اشارہ کرنا ہو، نہ کہ بار بار ہلانا، لہٰذا یہ مراد لینے سے یہ روایت حضرت ابن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت کے موافق ہو جائے گی (اور کوئی تعارض نہیں رہے گا)۔

(سنن کبری، جلد2، صفحہ189، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور یہی بات امام ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے "التلخیص الحبیر" میں نقل کی ہے۔

(التلخیص الحبیر، جلد1، صفحہ628، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ شامی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "ثم رفع اصبعه ای المسبحة ورایته یحرکھا ای یشیر بھا اشارة واحدة عند الجمھور وقت الشھادة" ترجمہ: پھر نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی کو اٹھایا اور (میں نے حرکت دیتے ہوئے دیکھا) یعنی **جمہور کے نزدیک** اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ اشارہ کرتے ہوئے دیکھا۔

(رسائل ابن عابدین، رسالة رفع التردد في عقد الاصابع عند التشھد، جلد1، صفحہ131، مطبوعہ دار عالم الکتب)

دوسرے جواب کے متعلق جزئیات:

یدعو سے اللہ پاک کی وحدانیت کی طرف اشارہ مراد ہونے کے متعلق شارحِ مشکوٰۃ علامہ طیبی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "یدعو بھا ای یشیر بھا الی وحدانیة اللہ تعالیٰ فی حالة دعائه" ترجمہ: یعنی آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشہد کی حالت میں شہادت کی انگلی سے اللہ پاک کی وحدانیت کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

(شرح المشکوٰۃ للطیبی، کتاب الصلاۃ، باب التشھد، جلد3، صفحہ1036، مطبوعہ ریاض)

"لَا" پر انگلی اٹھانے سے غیر خدا کی نفی اور اِلَّا پر رکھنے سے اثباتِ وحدانیت کی طرف اشارہ ہونے کے متعلق اوپر محیطِ برہانی، فتاوی تاتارخانیہ وغیرہا کے حوالے سے جزئیہ نقل کیا جا چکا ہے۔

تیسرے جواب کے متعلق جزئیات:

حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق امام ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "وائل ابن حجر الحضرمي صحابي جلیل وکان من ملوک الیمن ثم سکن الکوفة ومات في ولایة معاویة"، ترجمہ: حضرت وائل بن حجر حضرمی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ جلیل القدر صحابیِ رسول ہیں اور آپ یمن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، پھر کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہیں وصال فرمایا۔ **(تقریب التھذیب، صفحہ580، مطبوعہ دار الرشید)**

انگلی ہلانے کا ذکر صرف حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیث کے ایک طریق میں ہونے کے متعلق امام ابو بکر محمد بن اسحاق خزیمہ نیشاپوری رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "لیس في شيء من الأخبار "یحرّکھا

"إلا في هذا الخبر، زائد ذكره" ترجمہ: زائد بن قدامہ کی اس روایت کے علاوہ کسی روایت میں بھی "یحرکھا" کے الفاظ نہیں ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ، جلد1، صفحہ354، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت)

فقہِ شافعی میں بھی اُنگلی نہ ہلانے کا قول، مختار ہے، چنانچہ امام نووی شافعی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:676ھ) لکھتے ہیں: "ونص الشافعی علی استحباب الاشارۃ للاحادیث السابقۃ قال اصحابنا: ولا یشیر بھا الا مرۃ واحدۃ۔۔۔وھل یحرکھا عند الرفع بالاشارۃ؟ فیہ اوجہ، الصحیح الذی قطع بہ الجمھور انہ لا یحرکھا" ترجمہ: اور امام شافعی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے احادیث کی وجہ سے تشہد میں اشارہ کرنے کے استحباب کی صراحت فرمائی، اور ہمارے اصحابِ شوافع نے فرمایا کہ صرف ایک دفعہ اشارہ کرے گا اور کیا انگلی کو ہلائے گا؟ تو اس میں مختلف اقوال ہیں، اصح وہی ہے جو جمہور علماء نے بیان کیا کہ حرکت نہیں دے گا۔

(المجموع شرح المذھب، جلد3، صفحہ454، مطبوعہ دار الفکر)

اور فقہِ حنبلی کے امام، امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:620ھ) لکھتے ہیں: "ویشیر بالسبابۃ یرفعھا عند ذکر اللہ تعالیٰ فی تشھدہ کما رویناہ ولا یحرکھا، لما روی عبد اللہ بن زبیر ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کان یشیر باصبعہ ولا یحرکھا" ترجمہ: اور تشہد میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی اٹھا کر اس کے ذریعے اشارہ کرے گا اور (مسلسل) حرکت نہیں دے گا، حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیثِ پاک کی وجہ سے کہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انگلی نہیں ہلایا کرتے تھے۔

(المغنی مع الشرح الکبیر، جلد1، صفحہ383، مطبوعہ مکتبۃ القاھرۃ)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

08 ربیع الاوّل 1443ھ/15 اکتوبر 2021ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

حالت حیض میں سجدہ شکر کرنا

فتوی نمبر: WAT-844

تاریخ اجراء: 25شوال المکرم1443ھ/27مئی2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت حالت حیض میں سجدہ شکر کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت حالت حیض میں سجدہ شکر ادا نہیں کر سکتی کیونکہ نماز اور تلاوت کے سجدے کی طرح، سجدہ شکر کے لیے بھی طہارت کاملہ شرط ہے (یعنی نہ حدث اصغر ہو اور نہ حدث ہو) جبکہ حیض والی میں یہ شرط مفقود ہوتی ہے لہذا وہ سجدہ شکر نہیں کر سکتی۔ اگر شکر کی ادائیگی کا کوئی موقع بنے تو زبان سے اللہ تعالی کی حمد و ثنا کر کے شکر ادا کر لے۔ اور جب طہارت حاصل ہو تو تب سجدہ شکر ادا کر لے کہ سجدہ شکر بعد میں بھی ادا ہو سکتا ہے۔ فتاوی رضویہ میں حاشیہ میں امام اہلسنت علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "مقصودہ مشروطہ جیسے نماز و نماز جنازہ و سجدہ تلاوت و سجدہ شکر کہ سب مقصود بالذات ہیں اور سب کے لیے طہارت کاملہ شرط یعنی نہ حدث اکبر ہو نہ اصغر" (فتاوی رضویہ، ج03، ص557، رضا فاونڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے "پانی ہوتے ہوئے سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر یا مس مصحف یا باوجود وسعت وقت نماز پنجگانہ یا جمعہ یا جنب نے تلاوت قرآن کے لیے تیمم کیا لغو و باطل و ناجائز ہو گا کہ ان میں کوئی بے بدل فوت نہ ہوتا تھا۔" (فتاوی رضویہ، ج03، ص558، رضا فاونڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی عطاری

کیا ساس محرم ہے؟ داماد کے سامنے ساس کی نماز ہو جائے گی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12908

تاریخ اجراء: 26ذوالحجۃ الحرام1444ھ/15جولائی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ بارے میں کہ کیا میری ساس میرے لیے محرم ہے؟ کیا میرے سامنے میری ساس کی نماز ہو سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ساس محارم عورتوں میں سے ہے کہ وہ بیوی کی ماں ہے۔ اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے، لہذا داماد کا ساس سے پردہ نہیں، داماد کی موجودگی میں ساس نماز پڑھ سکتی ہے۔ البتہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ساس جوان ہو تو کچھ چیزوں میں احتیاط کی حاجت ہو گی مثلاً ساتھ سفر کرنا، خلوت اختیار کرنا وغیر ذالک۔

داماد کے لیے ساس محرم ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ“ ترجمہ کنزالایمان: (حرام ہوئیں تم پر) عورتوں کی مائیں۔ (پارہ04، سورۃ النساء، آیت نمبر23)

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”(القسم الثاني المحرمات بالصهرية) وهي أربع فرق: (الأولى) أمهات الزوجات وجداتهن من قبل الأب والأم وإن علون“ یعنی محرمات کی دوسری قسم سسرالی رشتے سے محارم عورتیں ہیں اور یہ چار گروہ ہیں۔ ان میں سے پہلی بیویوں کی باپ اور ماں کی جانب سے مائیں اور ان کی دادیاں ہیں اگرچہ یہ اوپر تک ہوں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح، ج01، ص274، دار الفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”ساس پر داماد مطلقا حرام ہے اگرچہ اس کی بیٹی کی رخصت نہ ہوئی ہو اور قبل رخصت مر گئی ہو، قال اللہ تعالٰی: وامهات نسائكم (اور تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں)۔“ (فتاوی رضویہ، ج11، ص439، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ”ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے۔“ (فتاوی رضویہ، ج11، ص312، رضافاؤنڈیشن لاہور)

جوان ساس سے پردہ کرنا مناسب ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ”علاقہ صہر ہو جیسے خسر، ساس، داماد، بہو، ان سب سے نہ پردہ واجب نہ نادرست ہے، کرنا نہ کرنا دونوں جائز اور بحالت جوانی یا احتمال فتنہ پردہ کرنا ہی مناسب۔“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص235، رضافاؤنڈیشن لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ”علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے۔ یہی حکم خسر اور بہو کا (ہے)۔“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضافاؤنڈیشن لاہور)

مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ: ”ساس اپنے داماد سے اور بہو اپنے خسر سے پردہ کرے یا نہیں؟“ فتاوٰی فیض الرسول میں ہے: ”جوان ساس کو اپنے داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا بھی ہے۔“ (فتاوی فیض رسول، ج02، صفحہ559-558، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

وضو وغسل کے بعد معلوم ہوا کہ نیل پالش لگی رہ گئی، تو جو نماز پڑھی اس کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 61

تاریخ اجراء: 18ذوالحجۃالحرام1442ھ29جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کسی اسلامی بہن نے ناخن پالش لگائی ہوئی تھی، اسے اپنی طرف سے صاف کرکے وضو یا غسل کیااور نماز بھی پڑھ لی، پھر توجہ گئی، تو معلوم ہوا کہ ناخن پالش صحیح طور پر نہیں اتری تھی، جس وجہ سے پانی ناخن تک نہیں پہنچا، تو اس صورت میں اُس پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں وہ نماز ادا ہوگئی۔اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر جسم پر کوئی ایسی چیز لگی ہو کہ جس کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی ہو اور اسے تکلیف اور ضرر کے بغیر اتارنا ممکن ہو، لیکن اس کی دیکھ بھال کرنے، اس کے لگے ہونے یا نہ لگے ہونے پر مسلسل توجہ رکھنے، اس سے بچنے اور احتیاط کرنے میں حرج واقع ہوتا ہو جیسے سرمے کا جِرم (تہہ)، پکانے و گوندھنے والوں کے لئے آٹا، کاتب یعنی لکھنے والے کے لئے سیاہی کا جرم اور عورتوں کے لئے مہندی کا جرم وغیرہ (چونکہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ یا تو ہر آدمی کو یا بعض مخصوص افراد کو عموماً یا خصوصاً ان چیزوں سے واسطہ رہتا ہے اور ان سے بچنے یا مکمل طور پر ان کی نگہداشت رکھنے میں حرج ہے) تو حکم یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی چیز جسم پر لگی رہ گئی اور آدمی کو پتا نہ چلا، تو اس کا وضو یا غسل ہو جائے گا اور نماز پڑھ لی، تو وہ بھی ہو گئی۔

پھر ایسی چیزوں کے جسم پر لگے رہنے کے باوجود وضو و غسل ہو جانے کی اصل علت حرج ہے، جہاں بھی حرج پایا جائے گا، وہاں رخصت والا معاملہ ہوگا، یہاں یہ ضروری نہیں کہ اس چیز سے ہر روز واسطہ پڑتا ہو، بلکہ اگر وقفے وقفے سے اس سے واسطہ پڑتا ہو، لیکن اس کی نگہداشت اور دیکھ بھال میں حرج ہے، تو اس کے بھی جسم پر لگے ہونے کے باوجود وضو و غسل ہو جائے گا جیسے عورتوں کے حق میں مہندی اور عام لوگوں کے لئے سرمے کے جِرم کا معاملہ ہے کہ

عورتیں ہر روز مہندی استعمال نہیں کرتی، بلکہ وقفے وقفے سے کرتی ہیں، یونہی عام لوگ ہر روز سرمہ استعمال نہیں کرتے، لیکن اس کے باوجود شریعت نے انہیں ان چیزوں کے جِرم کے معاملے میں رخصت دی ہے۔

ہاں اگر وضو سے پہلے ہی معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کوئی چیز لگی ہوئی ہے یا وضو کر کے نماز پڑھ لی، بعد میں معلوم ہوا، تو اب چھڑانا واجب ہے، یعنی اب اُسے چھڑائے اور دھوئے بغیر وضو و غسل کریں گے، تو وضو و غسل نہ ہو گا اور ایسے وضو و غسل کے بعد اگر نماز پڑھیں گے، تو وہ نماز نہ ہو گی، کیونکہ رخصت محض بچنے اور نگہداشت میں حرج کی وجہ سے تھی، لیکن جب اس کا لگا ہونا معلوم ہو گیا اور اس کے چھڑانے میں ضرر و تکلیف بھی نہیں، تو اب وہ رخصت نہ رہی۔

اب اس تفصیل سے پوچھی گئی صورت کا حکم بھی واضح ہو گیا اور وہ یہ کہ خواتین عام طور پر بطورِ زینت ناخن پالش استعمال کرتی ہیں اور اس کی نگہداشت اور دیکھ بھال کرنے میں بھی ضرور حرج پایا جاتا ہے، لہٰذا اس میں بھی رخصت و آسانی والا معاملہ ہو گا، یعنی اگر اسے ناخن پالش کا جِرم لگے ہونے کا علم نہیں تھا اور اُس نے اسی طرح وضو یا غسل کر کے نماز ادا کر لی، تو وہ ادا ہو گئی۔ البتہ پتہ چل جانے کے بعد اسے چھڑانے میں ضرر و تکلیف نہ ہو، تو وضو و غسل کے لئے اسے چھڑانا اور اس جگہ کو دھونا فرض ہو گا۔

نوٹ: یاد رہے کہ ناخن پالش یا ایسی کوئی چیز کہ جسے دھونے کے بعد بھی اس کا جِرم جسم پہ باقی رہ جائے اور اس وجہ سے پانی جلد تک نہ پہنچنے پائے، تو جب تک اس کا جِرم باقی رہے گا، وضو و غسل نہیں ہو گا، جبکہ اسے اتارنا ممکن ہو اور اگر اتارنا ممکن نہیں یا اتارنے میں حرجِ شدید ہو، تو اس جِرم کو اتارے بغیر وضو و غسل تو ہو جائے گا، لیکن اپنے قصد (ارادے) سے ایسی حالت پیدا کرنا، ناجائز و گناہ ہے، جو وضو و غسل اور فرض یا واجب عبادات کو اپنی شرائط کے ساتھ پورا کرنے میں رکاوٹ بنے جیسا کہ منہ سے بدبو آ رہی ہو، تو یہ جماعت ترک کرنے کا عذر ہے، لیکن جماعت کے قریب وقت میں قصداً ایسی چیز کھانا کہ جس کی وجہ سے منہ بدبودار ہو جائے، تو قصداً ایسی حالت پیدا کرنے کی وجہ سے گناہ ہو گا۔

شرعی طور پر کہیں حرج ہو، تو حرج کو دور کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم پر دین میں کوئی تنگی (حرج) نہ رکھی۔ (پارہ 17، سورۃ الحج، آیت 78)

کشف الاسرار شرح اصول البزدوی میں ہے: ”ان اللہ تعالیٰ کما لم یکلف بما لیس فی الوسع لم یکلف بما فیہ الحرج قال اللہ تعالیٰ ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾“ ترجمہ: بیشک جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا

مکلف نہیں بنایا کہ جس کی طاقت نہ ہو، اسی طرح جس میں حرج ہو، اس کا مکلف بھی نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ ترجمہ: تم پر دین میں کوئی تنگی (حرج) نہ رکھی۔" (کشف الاسرار، 4، ص30، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

اصول السرخسی میں ہے: "ان الحرج مدفوع بالنص" ترجمہ: نص (قرآنی آیت) سے ثابت ہے کہ حرج کو دور کیا جائے گا۔ (اصول السرخسی، ج2، ص203، دار المعرفۃ، بیروت)

جن چیزوں کی نگہداشت میں حرج ہے، ان کے جسم پر لگے ہونے کے باوجود وضو و غسل ہو جائے گا۔ در مختار اور اس کی شرح رد المحتار میں ہے: (بین القوسین مزیدا من رد المحتار): "ولا یمنع الطھارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ (لان الاحتراز عنہ غیر ممکن) وحناء ولو جرمہ، بہ یفتی (صرح بہ فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسئلۃ الحناء والطین والدرن معللا بالضرورۃ)۔۔ولا یمنع ما علی ظفر صباغ

"ترجمہ: مکھی یا پسّو کی بیٹ کہ جس کے نیچے پانی نہ پہنچے، طہارت سے مانع نہیں، کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں اور مہندی بھی طہارت سے مانع نہیں ہے اگرچہ اس کا جرم لگا ہو، اسی پر فتوی ہے۔ منیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے مہندی، گارے اور میل کے مسئلے میں ضرورت کو علت قرار دیتے ہوئے اس کی صراحت کی گئی ہے۔۔اور رنگریز کے ناخن پر جو جرم لگا ہوتا ہے وہ بھی طہارت سے مانع نہیں۔ (در مختار مع رد المحتار، ج1، ص116 تا117، مطبوعہ پشاور)

"وحناء ولو جرمہ، بہ یفتی" کے تحت جد الممتار میں ہے: "وبہ یظھر حکم بعض اجزاء کحل تخرج فی النوم وتلتصق ببعض الجفون او تستقر فی بعض المآقی وربما تمر الید علیھا فی الوضوء و الغسل ولا یعلم بھا اصلاً، فلا یکفی فیہ التعاھد المعتاد ایضاً، الا بتیقظ خاص وتفحّص مخصوص، فذلك کجرم الحناء، لا بالقیاس، بل بدلالۃ النص، فان الحاجۃ الی الکحل اشد واکثر من الحاجۃ الی الحناء" ترجمہ: اس سے سرمہ کے ان اجزاء کا حکم ظاہر ہو جاتا ہے جو سونے کی حالت میں نکل کر پلکوں میں چپک جاتے ہیں یا آنکھ کے کوئے میں ٹھہر جاتے ہیں اور بسا اوقات وضو و غسل میں ان پر ہاتھ پھرتا ہے اور ان کا بالکل بھی پتہ نہیں چلتا، کیونکہ اس معاملہ میں خاص دھیان اور مخصوص جستجو کیے بغیر نارمل توجہ کافی نہیں ہوتی، پس یہ مہندی کے جرم کی طرح ہیں، قیاس کی وجہ سے نہیں، بلکہ دلالۃ النص کی وجہ سے، کیونکہ سرمہ کی حاجت مہندی کی بنسبت زیادہ شدت و کثرت سے ہوتی ہے۔ (جد الممتار، ج1، ص453، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ''جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ و احتیاط میں حرج ہے، اس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگرچہ جرم دار ہو اگرچہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچ سکے جیسے پکانے، گوندھنے والوں کے لئے آٹا، رنگریز کے لئے رنگ کا جرم، عورات کے لئے مہندی کا جرم، کاتب کے لئے روشنائی، مزدور کے لئے گارا، مٹی، عام لوگوں کے لئے کوئے یا پبلک میں سرمہ کا جرم، بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ وغیرہ، کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں (یعنی وضو و غسل ہو جائے گا)۔'' (فتاوی رضویہ، ج1، ص203، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

البتہ معلوم ہو جانے کے بعد اُس کے جرم (تہہ) کو اتارنا اور دھونا ضروری ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ''حرج کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ وہاں پانی پہنچانے میں مضرت ہو، جیسے آنکھ کے اندر۔ دوم مشقت ہو، جیسے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی۔ سوم بعد علم و اطلاع کوئی ضرر و مشقت تو نہیں، مگر اس کی نگہداشت، اس کی دیکھ بھال میں دقت ہے، جیسے مکھی، مچھر کی بیٹ یا الجھا ہوا گرہ کھایا ہوا بال۔ قسم اول و دوم کی معافی تو ظاہر اور قسم سوم میں بعد اطلاع ازالہ مانع ضرور ہے، مثلاً جہاں مذکورہ صورتوں میں مہندی، سرمہ، آٹا، روشنائی، رنگ، بیٹ وغیرہ سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھ پائی، تو اب یہ نہ ہو کہ اُسے یوں ہی رہنے دے اور پانی اوپر سے بہادے، بلکہ چھڑالے کہ آخر ازالہ میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں، تعاہد میں تھا، بعد اطلاع اس کی حاجت نہ رہی'' ومن المعلوم ان ما کان لضرورۃ تقدر بقدرھا'' ترجمہ: اور یہ بات معلوم ہے کہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہو، وہ بقدرِ ضرورت ہی ہوتی ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج1، ص455، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اپنے قصد سے ایسی حالت پیدا کرنا، ناجائز و گناہ ہے، جو وضو و غسل اور فرض یا واجب عبادات کو اپنی شرائط کے ساتھ پورا کرنے میں رکاوٹ بنے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''ان اکل ھذہ الاشیاء عذر فی التخلف عن الجماعۃ۔۔ اقول: کونہ یعذر بذلک ینبغی تقییدہ بما اذا اکل ذلک بعذر او اکل ناسیا قرب دخول وقت الصلاۃ لئلا یکون مباشرا لما یقطعہ عن الجماعۃ بصنعہ'' ترجمہ: ان اشیاء (لہسن یا پیاز وغیرہ) کا کھانا ترکِ جماعت کا عذر ہے۔۔ میں (علامہ شامی) کہتا ہوں: اس عذر کو اس قید کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ کسی عذر سے یا نماز کا وقت داخل ہونے کے قریب بھول کر یہ چیزیں کھالے (تو اس کے لیے ترکِ جماعت کا عذر ہے) تاکہ اپنے فعل سے ترک جماعت کا مرتکب نہ بنے۔ (ردالمحتار، ج2، ص526، مطبوعہ پشاور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”رائحہ کریہہ کے ساتھ مسجد میں جانا، جائز نہیں۔۔۔اگر حقہ سے منہ کی بو متغیر ہو، بے کلی کئے منہ صاف کئے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر سے خود حقہ پر حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن، پیاز کھانا کہ بلاشبہ حلال ہے اور اسے کھا کر جب تک بو زائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع، مگر جو حقہ ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذ اللہ تغیرِ باقی پیدا کرے کہ وقتِ جماعت تک بو زائل نہ ہو، تو قربِ جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ اب وہ ترکِ جماعت و ترکِ سجدہ یا بدبو کے ساتھ دخولِ مسجد کا موجب ہوگا اور یہ ممنوع و ناجائز ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امرِ ممنوع کی طرف مؤدی ہو، ممنوع و ناروا۔“ (فتاوی رضویہ، ج25، ص94، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DarulftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

منہ بند کرکے صرف دل میں ہی قراءت کرنے سے نماز کا حکم

1

ریفرنس نمبر:sar7118 تاریخ:10-11-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نماز میں منہ بند کرکے صرف دل میں ہی قراءت کرنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس سے غافل ہے۔ حکم شرعی واضح ہے کہ قراءت نماز کا فرض ہے اور اس فرض قراءت کے لیے زبان سے حروف کی صحیح ادائیگی کے ساتھ ساتھ اتنی آواز کا ہونا ضروری ہے کہ کسی مانع (مثلاً شور و غل وغیرہ) کے بغیر پڑھنے والا خود وہ آواز سن سکے، اس سے کم آواز سے یا دل میں سوچ بچار کرنے کو قراءت نہیں کہا جائے گا۔

لہذا اگر کوئی زبان کی بجائے صرف دل میں ہی پڑھتا رہا، تو قراءت کا فرض چھوٹ جانے کی وجہ سے اس کی نماز نہیں ہو گی، اسی طرح اگر زبان سے تو پڑھا، مگر اتنی کم آواز سے کہ کسی مانع (مثلاً شور و غل وغیرہ) کے بغیر بھی اس کی آواز اپنے کانوں تک سنائی نہ دی، تو اصح مذہب میں اس کی بھی نماز نہیں ہو گی۔

قراءت کے بارے میں مبسوط سرخسی میں ہے: "وحد القراءۃ۔۔۔ان یصحح الحروف بلسانہ علی وجہ یسمع من نفسہ او یسمع منہ من قرب اذنہ من فیہ، فاما مادون ذلک فیکون تفکرا و مجمجۃ لا قراءۃ" ترجمہ: اور قراءت کی تعریف یہ ہے کہ زبان سے اس طرح حروف کی صحیح ادائیگی ہو کہ وہ خود سن لے یا جو اس کے منہ کے قریب کان کرے، تو وہ سن لے، بہر حال اس سے کم آواز تفکر (یعنی سوچ بچار) اور منہ میں ہی کچھ کہنا یعنی بڑبڑاہٹ تو ہو گی، مگر قراءت نہیں ہو گی۔

(المبسوط للسرخسی، کتاب الصلاۃ، کیفیۃ الدخول فی الصلاۃ، جلد1، صفحہ101، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی بارے میں محیط برہانی اور الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: "واللفظ للثانی "وقال الھندوانی الجھر ان یسمع غیرہ والمخافتۃ ان یسمع نفسہ وھو الصحیح، لان مجرد حرکۃ اللسان لا یسمی قراءۃ دون الصوت" ترجمہ: امام ہندوانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جہر یہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا بھی سن لے اور سِر (یعنی آہستہ پڑھنا) یہ ہے کہ خود سن

سکے اور یہی صحیح ہے، کیونکہ بغیر آواز کے صرف زبان کو حرکت دینے کا نام قراءت نہیں ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، جلد1، صفحہ66، مطبوعہ کوئٹہ)

اگر اتنی کم آواز سے پڑھا کہ اپنے کانوں کو آواز نہ آئی، تو اصح قول میں نماز نہ ہوئی، چنانچہ در مختار میں ہے: "(و)ادنی (الجھر اسماع غیرہ و)ادنی (المخافتۃ اسماع نفسہ)ومن بقربہ،فلو سمع رجل اورجلان فلیس بجھر، والجھران یسمع الکل "خلاصۃ" (ویجری ذلک)المذکور(فی کل ما یتعلق بنطق، کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق واستثناء) وغیرھا،فلو طلق اواستثنی ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح" ترجمہ: جہری قراءت کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ دوسرا سن لے اور سری قراءت کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ خود سن لے اور جو اس کے قریب ہے، لہذا اگر ایک یا دو افراد نے سنا، تو یہ جہر نہیں ہے، جہر یہ ہے کہ تمام افراد سنیں، خلاصہ، اور اسی پر وہ تمام احکام لاگو ہوں گے، جو بولنے سے متعلق ہیں، جیسے ذبح میں تسمیہ اور سجدہ تلاوت کا واجب ہونا، طلاق، عتاق اور استثناء اور اس کے علاوہ، لہذا اگر طلاق دی یا استثناء کیا اور خود نہ سنا، تو اصح مذہب میں استثناء درست نہ ہوا۔

(درمختار، کتاب الصلاہ، فصل فی القراءۃ، جلد2، صفحہ308تا309، مطبوعہ کوئٹہ)

قراءت کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے: "نماز میں قراءت ایسی پڑھی کہ اپنے کان تک (آواز) نہ آئے، وہ قراءت نہ ٹھہرے گی اور اصح مذہب پر نماز نہ ہوگی، بہت لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد10، صفحہ785، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی بارے میں بہار شریعت میں ہے: "قراءت اس کا نام ہے کہ تمام حروف مخارج سے ادا کیے جائیں کہ ہر حرف غیر سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے اور آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا ہونا ضرور ہے کہ خود سنے، اگر حروف کی تصحیح تو کی، مگر اس قدر آہستہ کہ خود نہ سنا اور کوئی مانع، مثلاً شور وغل یا ثقل سماعت بھی نہیں، تو نماز نہ ہوئی۔"

(بہار شریعت، جلد1، صفحہ511تا512، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

23ربیع الاول1442ھ/10نومبر2020

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

حیض کی حالت میں اذان کا جواب دینا کیسا؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شعبان المعظم 1442ھ اپریل

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حیض کی حالت میں عورت اذان کا جواب دے سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! جیسا کہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ حیض ونفاس والی عورت کے متعلقہ احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ایسی عورت کو اذان کا جواب دینا جائز ہے۔

(بہارِ شریعت، 379/2)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

نمازی کا اعضائے ستر میں سے کسی ایک عضو کو قصداً چوتھائی سے کم کھولے رکھنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12804

تاریخ اجراء: 29رمضان المبارک1444ھ/20اپریل2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نمازی قصداً اعضائے ستر میں سے کسی ایک عضو کو چوتھائی حصے سے کم کھلا رکھے، تو اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اعضائے ستر میں سے کوئی ایک عضو چوتھائی حصے سے کم ظاہر ہو، تو اس صورت میں نماز ادا ہو جاتی ہے۔ البتہ نمازی کا قصداً اس طرح عضو کھول کر نماز پڑھنا بے ادبی ضرور ہے اور بعض صورتوں میں تو گناہ بھی ہو گا مثلاً عورت کا نامحرم مرد کے سامنے ٹخنے ظاہر کر کے نماز پڑھنا۔ لہذا مرد و عورت دونوں پر ہی لازم ہے کہ شریعت نے نماز میں جن اعضا کو چھپانے کا حکم دیا ہے، باقاعدہ اہتمام کے ساتھ انہیں اچھی طرح چھپا لیا جائے، تاکہ نماز ادا کرتے ہوئے کسی بھی طرح کی بے ستری نہ ہونے پائے۔

ایک عضو چوتھائی حصے سے کم ظاہر ہو، تو نماز ہو جائے گی۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری، بحر الرائق، مجمع الانہر، نہر الفائق وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "والنظم للاول "انکشاف مادون الربع معفو اذا کان فی عضو واحد "یعنی جو حصہ عضو کی چوتھائی سے کم ہو اس کا نماز میں کھلا رہنا معاف ہے جب کہ وہ ایک ہی عضو میں ہو۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاۃ، ج01، ص58، مطبوعہ پشاور)

فتاوی رضویہ میں ہے: "**اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے، تو نماز صحیح ہو جائے گی**، اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے، اگرچہ بعض صورتوں میں گناہ و سوئے ادب بیشک ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج06، ص30، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: ”جن اعضا کا ستر فرض ہے، ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہو گئی۔“ (بہار شریعت، ج01، ص481، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

سنت مؤکدہ کی جگہ قضا نماز پڑھ سکتے ہیں؟

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:FAM-0214 تاریخ:01-12-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سنتِ مؤکدہ کی جگہ قضا نمازیں ادا کرے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز اگر کوئی امام ایسا کرے، تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سنتِ مؤکدہ کی جگہ قضا نمازیں ادا کرنا شرعاً درست نہیں۔ جس کے ذمے قضا نمازیں باقی ہوں، وہ شخص بھی سُننِ مؤکدہ لازماً پڑھے گا کہ اِن کی شریعت میں بہت تاکید آئی ہے، یہاں تک کہ جو سنتِ مؤکدہ کو بلا عذر شرعی صرف ایک آدھ بار ترک کرے، تو ایسا کرنا اِساءت یعنی بُرا ہے اور ایسا شخص قابلِ ملامت ہے، اور جو اُس کے ترک کی عادت بنالے، تو ایسا شخص فاسق، گنہگار اور مستحقِ عذاب ہے۔

اس تفصیل کے مطابق اگر کوئی شخص سنت مؤکدہ کو ترک کرکے، اُس کی جگہ قضا نماز ادا کرے، تو اگر ایسا کرنا صرف ایک آدھ دفعہ ہی اس سے ثابت ہو، تو ایسا شخص قابلِ ملامت وعتاب ہو گا، مگر فاسق وگنہگار نہیں، ہاں اگر یہ ترک اُس سے عادتاً ثابت ہو کہ کئی بار اُس نے سنت مؤکدہ کو ترک کرکے اُس کی جگہ قضا نمازیں ادا کی ہوں، تو اب ایسا شخص ضرور فاسق وگنہگار ہو گا، اس پر لازم

ہو گا کہ اپنے اِس گناہ سے توبہ کرے اور آئندہ سنتِ مُؤکدہ کو پابندی سے ادا کرے۔ نیز ایسا شخص اگر امام ہو تو نادراً سنت مؤکدہ کے ترک کی صورت میں، تو وہ فاسق ہی نہیں ہو گا، لہذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو گا اور جہاں تک عادتاً ترک کے ثابت ہونے پر اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی بات ہے ،تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اگرچہ وہ اِس ترک سے فاسق ہو جائے گا، لیکن چونکہ اُس کا یہ فسق اِعلانیہ نہیں کہ یہ ایک خفیہ معاملہ ہے، اس کے بتائے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا، لہٰذا فسق اعلانیہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو گا، مگر اس صورت میں اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تنزیہی یعنی ناپسندیدہ ضرور ہو گا، البتہ اگر امام نے خود سے ہی لوگوں کو بتادیا ہو کہ وہ سنت مؤکدہ کو ترک کر کے اس کی جگہ قضا نمازیں ادا کرتا ہے، جس کی وجہ سے امام کا سنت مؤکدہ کا تارک ہونا لوگوں میں مشہور و معروف ہو چکا ہو، تو اب لوگوں پر اُس کا فسق ظاہر و آشکار ہو جانے کی وجہ سے وہ امام فاسق معلن ہو جائے گا اور فاسق معلن ہو جانے کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہو گا یعنی اسے امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ ہو گا، اگر پڑھ لی ہو، تو اس نماز کو پھیرنا واجب ہو گا۔

سنت مؤکدہ کو ترک کر کے اس کی جگہ قضا نمازیں ادا نہیں کر سکتے، جیسا کہ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: ”والاشتغال بقضاء الفوائت أولی وأهم من النوافل الا السنة المعروفة وصلاة الضحی وصلاة التسبیح والصلاة التی وردت فی الأخبار فتلك بنیة النفل وغیرها بنیة القضاء کذا فی المضمرات عن الظهیریة وفتاوی الحجة ومراده بالسنة المعروفة المؤکدة وقوله وغیرها بنیة القضاء مراده به أن ینوی القضاء اذا أراد فعل غیر ما ذکر فانه الأولی بل المتعین“ ترجمہ: قضا نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہونا یہ نوافل پڑھنے سے زیادہ اہم و اَولیٰ ہے، سوائے معروف سنتوں کے اور چاشت و تسبیح کی نماز کے اور

اس نماز کے، جس کے بارے میں اخبار وارد ہوئی ہیں۔ یہ نمازیں نفل کی نیت سے پڑھے اور اس کے علاوہ قضا کی نیت سے پڑھے۔ ایسا ہی مضمرات میں ظہیریہ اور فتاوی الحجۃ کے حوالے سے ہے۔ معروف سنتوں سے مراد مؤکدہ سنتیں ہیں اور یہ جو کہا کہ "اس کے علاوہ قضا کی نیت سے پڑھے۔" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ نمازوں کے علاوہ کوئی نماز پڑھنا چاہے، تو قضا کی نیت کرلے، کیونکہ یہ زیادہ اولیٰ ہے، بلکہ یہی متعین ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ447، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں: "قضا نمازیں نوافل سے اہم ہیں یعنی جس وقت نفل پڑھتا ہے، اُنہیں چھوڑ کر اُن کے بدلے قضائیں پڑھے کہ بری الذمہ ہو جائے، البتہ تراویح اور بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ (یعنی فجر کی 2 سنتیں، ظہر کی 6 سنتیں، مغرب کی 2 سنتیں، عشاء کی 2 سنتیں) نہ چھوڑے۔"

(بہارِ شریعت، جلد1، حصّہ4، صفحہ706، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سنت مؤکدہ کے ترک کا حکم بیان کرتے ہوئے، سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "سنت مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہیں، ہاں بُرا ہے اور عادت کے بعد گناہ و نارَوا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد1، حصہ دوم، صفحہ911، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

سنت مؤکدہ نمازوں کے ترک کا حکم بیان کرتے ہوئے، فتاوی رضویہ میں ہی ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، دو صبح سے پہلے، اور چار ظہر سے پہلے اور دو بعد، اور دو مغرب و عشاء کے بعد، جو ان میں سے کسی کو ایک آدھ بار ترک کرے مستحق ملامت و عتاب ہے۔ اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار و فاسق و مستوجب عذاب ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ509، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں :
"سنتیں بعض مؤکدہ ہیں کہ شریعت میں اس پر تاکید آئی، بلاعذر ایک بار بھی ترک کرے، تو مستحقِ ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے، تو فاسق، مردود الشہادۃ، مستحقِ نار ہے اور بعض ائمہ نے فرمایا کہ "وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔" تلویح میں ہے کہ اس کا ترک قریب حرام کے ہے، اس کا تارک مستحق ہے کہ معاذ اللہ! شفاعت سے محروم ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو میری سنت کو ترک کرے گا، اسے میری شفاعت نہ ملے گی۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ662، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلانیہ اور خفیہ گناہ کرنے سے متعلق، سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "گناہ کبیرہ خفیہ ہو یا اعلانیہ فاسق کر دینے میں برابر ہے، مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطلع نہ ہوں، بندے اس پر حکم نہیں کر سکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن؟"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ486، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے: "فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا، ومفاد ھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمہ " ترجمہ: فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور ان پر شرعا اس کی توہین کرنا ضروری ہے، اور اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، جلد2، باب الامامۃ، صفحہ262، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فاسقِ معلن اور فاسقِ غیر معلن کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں، **فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، پھر**

اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھُپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو، تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ، اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے، تو اُسے امام بنانا، گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو، تو پھیرنی واجب۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ601، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی رضویہ ہی میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا: "افیونی اور بلاعذر شرعی تارکِ صومِ رمضان فاسق اور اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب جبکہ اُن کا فسق (لوگوں پر) ظاہر و آشکار ہو اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ606، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

16 جُمادَی الْاُوْلٰی 1445ھ/01 دسمبر 2023ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

قضا نماز کی نیت کیسے کریں؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Faj -7501 تاریخ:05-12-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کو یہ معلوم ہے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخوں کی 10 نمازیں قضا ہوئی ہیں، اب زید ان نمازوں کی ادائیگی میں دن معین کرنے کے بجائے یوں نیت کرتا ہے کہ میری سب سے پہلی فلاں نماز جو قضا ہوئی ہے، اسے ادا کرتا ہوں، تو کیا اس صورت میں زید کی وہ قضا نمازیں ادا ہو جائیں گی؟ رہنمائی فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جب کسی شخص کی قضا نمازیں پانچ سے زائد ہو جائیں، تو باہم ان قضا نمازوں میں، یونہی قضا اور وقتی نمازوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے، لیکن اصح مذہب کے مطابق قضا نمازوں کی ادائیگی کے وقت قضا نماز نیت میں متعین و مشخص ہو، یہ ضروری ہے، اگر بلا تعیین قضا نماز پڑھ لی، تو قضا نماز ادا نہیں ہو گی، تعیین کے لیے فقہائے کرام نے دو چیزیں ارشاد فرمائی ہیں (1) نماز متعین ہو (2) دن متعین ہو۔ یہ دونوں چیزیں متعین ہونا ضروری ہے۔ مثلا: کسی شخص پر دو دن (پیر، منگل) کی فجر کی قضا نمازیں ہیں، اور وہ شخص یہ نمازیں ادا کرنا چاہتا ہے، تو یوں نیت کرے کہ پیر کی فجر کی نماز ادا کر رہا ہوں۔

جب قضا نمازیں زیادہ ہو جائیں، تو پھر دن تاریخ عموما بھول جاتے ہیں، اگر یاد بھی ہوں، تو اس کا خیال رکھنا حرج سے خالی نہیں، اس کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے نیت کا آسان طریقہ یہ ارشاد فرمایا کہ مثال کے طور پر کسی شخص کی پہلی محرم الحرام سے لے کر بیس محرم الحرام تک کی فجر کی نمازیں قضا ہو گئیں، وہ یوں نیت کرے: مجھ پر قضا نمازوں میں جو پہلی فجر ہے، اسے ادا کرتا ہوں یا مجھ پر قضا نمازوں میں جو آخری فجر ہے، اسے ادا کرتا ہوں۔ اس طرح کی نیت میں نماز کے نام سے نماز متعین ہو گئی اور پہلی یا آخری سے دن بھی متعین ہو گیا۔ پہلی سے یکم تاریخ والی فجر متعین ہو گئی اور آخری سے بیس تاریخ والی فجر متعین ہو گئی ہے۔ جب وہ اس نیت کے ساتھ

ایک فجر پڑھ لے، تو دوبارہ ویسے ہی نیت کرے، اب جو باقی نمازیں ہوں گی، ان میں پہلی یا آخری حسب الفاظ نیت میں آئے گی، کیونکہ ایک ادا ہو جانے کے بعد اس کے بعد والی پہلی یا آخری بن جائے گی، یوں دن اور نماز دونوں متعین ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا تمہید کے بعد صورت مسؤلہ کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب مذکورہ شخص کی دو دن (مثلا: پیر، منگل) کی نمازیں قضا ہوئیں، اس نے آسانی کے پیش نظر مثلاً: فجر کی ادائیگی میں یوں نیت کی کہ (میری سب سے پہلی فلاں (فجر کی) نماز جو قضا ہوئی، اسے ادا کرتا ہوں) تو اس نیت کے ساتھ اس کی فجر کی نماز متعین ہو گئی، سب میں پہلی سے پیر کا دن متعین ہو گیا اور فجر کے نام سے نماز متعین ہو گئی، اس نیت کے ساتھ اس کی فجر کی نماز ادا ہو گئی۔

منگل کی فجر کی ادائیگی کے لیے دوبارہ نیت یوں کرے کہ جو مجھ پر فجر کی قضائیں ہیں، ان میں پہلی فجر ادا کرتا ہوں، اس صورت میں منگل کی فجر ہی متعین ہو گی، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور فجر اس پر ہے ہی نہیں یا صرف یوں نیت کرے کہ مجھ پر جو فجر کی قضا ہے اسے ادا کرتا ہوں، اس سے بھی منگل کی فجر ہی متعین ہو گی، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی فجر اس پر قضا ہے ہی نہیں۔ جن کتب میں ہے کہ ہر دفعہ یوں نیت کرے کہ سب میں پہلی فجر ادا کرتا ہوں یا سب سے آخری فجر ادا کرتا ہوں وغیرہ، وہاں بھی یہی مراد ہے کہ جو باقیوں میں پہلی یا آخری ہے وہ ادا کرتا ہوں، کیونکہ اسی سے نماز متعین اور مشخص ہو گی، امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بھی ایک فتوی میں اس طرح کی نیت کی وضاحت باقیوں میں پہلی سے ارشاد فرمائی ہے۔ لہذا نیت میں سب سے پہلی یا سب سے آخری سے دل یا زبان سے کہتے وقت کیا معنی مراد ہو گا؟ یہ کم از کم نیت میں واضح ہونا ضروری ہے اور سب سے پہلی کہتے وقت اپنے ذمہ واجب الاداء اس متعین نماز مثلا: فجر کی نمازوں میں جو سب سے پہلی ہو، اس کی نیت کرے اور سب سے آخری کہتے وقت واجب الاداء اس نماز مثلا: فجر میں جو سب سے آخری ہے، کی نیت کرے۔

تبیین الحقائق میں ہے: "فی قضاء الصلاۃ لا یجوز ما لم یعین الصلاۃ ویومھا بان یعین ظھر یوم کذا مثلا: ولو نوی اول ظھر علیہ او آخر ظھر علیہ جاز لان الصلاۃ تعینت بتعیینہ و کذا الوقت تعین بکونہ اولا او آخرا فان نوی اول صلاۃ علیہ وصلی فما یلیہ یصیر اولا ایضا فیدخل فی نیتہ اول ظھر علیہ ثانیا و کذا ثالثا الی ما لا یتناھی و کذا الآخر وھذا مخلص من لم یعرف الاوقات فاتتہ او اشتبھت علیہ او اراد التسھیل علی نفسہ" یعنی قضاء نمازوں کی ادائیگی درست نہیں ہو گی، جب تک کہ نماز اور اس کا دن معین نہ کرے، مثلا: فلاں دن کی ظہر اور اگر یوں نیت کی کہ میرے ذمہ جو پہلی ظہر یا آخری ظہر ہے، تو یہ بھی درست ہے، کیونکہ نماز کے نام سے نماز متعین ہو گئی اور اول یا آخر کہنے سے وقت متعین ہو گیا اور جب اپنے ذمہ پہلی کی نیت سے ایک نماز ادا کر لے گا، تو جو اس نماز کے ساتھ ملی ہوئی ہو گی وہ پہلی ہو جائے گی۔ اس طرح نیت کرنے

میں جو اس پر نماز ہے ان میں جو پہلی ظہر ہے، وہ نیت میں داخل ہو گی، یونہی تیسری دفعہ بلکہ نمازوں کے ختم ہونے تک یوں ہی ہوتا رہے گا۔ آخری کے ساتھ نیت کرنے میں بھی یہی حکم ہو گا اور یہ آسان طریقہ ہے، اس کے لیے جس کو اپنی فوت شدہ نمازوں کے اوقات بھول گئے ہوں یا اس پر معاملہ مشتبہ ہو گیا یا وہ اپنے اوپر آسانی چاہتا ہو۔

(تبیین الحقائق، جلد6، صفحہ220، مطبوعہ ملتان)

ردالمحتار میں ہے:"وفی الصلاۃ أن یعین الصلاۃ ویومھا بأن یعین ظھر یوم کذا ولو نوی أول ظھر علیه أو آخرہ جاز"یعنی قضا نمازوں کی ادائیگی میں ضروری ہے کہ نماز اور اس کا دن معین کیا جائے اس طرح کہ فلاں دن کی ظہر اور اگر یوں نیت کی کہ جو میرے ذمہ پہلی ظہر ہے یا جو آخری ظہر ہے، تو یہ بھی درست ہے۔ (ردالمحتار، جلد6، صفحہ734، مطبوعہ بیروت)

ردالمحتار میں ہے:"لو کان فی ذمتہ ظھر واحد فائت فانه یکفیه ان ینوی ما فی ذمتہ من الظھر الفائت وان لم یعلم انه من ای یوم"یعنی اگر کسی کے ذمہ میں ایک ظہر کی قضا ہے، تو اپنے ذمہ میں فوت شدہ ظہر کی نیت کافی ہے، اگرچہ معلوم نہ ہو کہ کون سے دن کی ہے۔ (ردالمحتار، جلد1، صفحہ419، مطبوعہ بیروت)

اعلی حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:" زید پر نہ ان 15 دن کی قضا میں ترتیب ضرور تھی، نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے۔ اسے اختیار ہے ان میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے، جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زائد ہو جاتی ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یعنی باہم ان میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور ان میں اور وقتی نماز میں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی، پھر ان نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ بلحاظ وقتی، کوئی کبھی عود نہیں کرتی، اگرچہ ادا کرتے کرتے چھ سے کم رہ جائیں، مثلاً: اب اسی صورت میں زید پر پانچ دن کی پچیس نمازیں ہیں، جب دو ہی رہ جائیں گی، تو بھی اسے اختیار ہے کہ اس کی ادا سے پہلے وقتیہ نماز پڑھ لے، **ہاں اصح مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں معین مشخص ہو جائے "ھو الاحوط من تصحیحین "(دونوں تصحیحوں میں احوط یہ ہے) مثلاً: دس(۱۰) فجریں قضا ہیں، تو یوں گول نیت نہ کرے کہ فجر کی نماز کہ اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر بس ہو، بلکہ تعیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر، مگر یہ کیسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں، لہٰذا اس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا مجھ پر ہے، جب ایک پڑھ چکے پھر یوں ہی پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی، اس کی قضا اس پر نہ رہی نو(۹) کی ہے، اب ان میں کی پہلی نیت میں آئے گی، یونہی اخیر تک نیت کی**

جائے، اسی طرح باقی سب نمازوں میں کہے اور جس سے ترتیب ساقط ہو، جیسے یہی دس یا چھ فجر کی قضاوالا پہلی کی جگہ پچھلی بھی کہہ سکتا ہے نیچے

سے اوپر کو اداہوتی چلی جائے گی۔" (فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ142، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: " ہر بار یوں نیت کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز جو مجھ سے قضاہوئی، جب ایک پڑھ لی، پھر یوں نیت کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے، اخیر تک اتنی پڑھے کہ اب اس پر قضاباقی رہنے کا گمان نہ رہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد08، صفحہ163، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "فقہا فرماتے ہیں جس کے ذمہ متعدد نمازیں ہوں اور دن یاد نہ ہوں، وہ قضا میں یہ نیت کرے کہ سب میں پہلی یا سب میں پچھلی فلاں نماز جو میرے ذمہ ہے، وہ پڑھتا ہوں کہ اس صورت میں تعیین و تخصیص ہوگئی، ہر نماز میں یہی نیت کرے کہ جو پڑھ چکا اب اس کے بعد والی سب میں پہلی یا پچھلی ایک ہی ہوگی۔"

(فتاوی امجدیہ، جلد1، صفحہ273، مکتبہ رضویہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

10جمادی الاولی1444ھ/05دسمبر2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

مرد کے لیے کڑا پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل کئی نوجوانوں نے ہاتھوں میں لوہے، پیتل وغیرہ کا کڑا پہنا ہوتا ہے اور ان میں سے جو نمازی ہوتے ہیں، وہ اس کے ساتھ ہی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ شرعی رہنمائی درکار ہے کہ مرد کے لیے دھات کا کڑا پہننا کیسا ہے؟ اور اس کو پہن کر نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مرد کے لیے لوہے یا پیتل یا کسی بھی دھات کا کڑا پہننا، ناجائز ہے اور اس کو پہن کر نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، یعنی اس حال میں نماز ادا کرنا گناہ ہے اور اگر کر لی ہو تو اس کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی 1340ھ) مرد کے لیے ریشم کے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم مکروہ تحریمی بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: ”بعینہٖ یہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے، جیسے ریشمیں کمربند یا مغرق ٹوپی یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بُوٹا چار انگل سے زیادہ عرض کا ہو یا ہاتھ خواہ پاؤں میں **تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلّے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے** کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 307، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ”اسی طرح مردوں کے لیے ایک سے زیادہ انگوٹھی پہننا **یا چھلے پہننا بھی ناجائز**

ہے۔“ (بہارشریعت، جلد3، صفحہ428، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: ”سونے یا چاندی یا کسی بھی دھات کی ڈِبیہ میں تعویذ پہننا مرد کو جائز نہیں۔ اِسی طرح کسی بھی دھات کی زَنجیر خواہ اُس میں تعویذ ہو یا نہ ہو مرد کو پہننا ناجائز و گناہ ہے۔ اِسی طرح سونے، چاندی اور اسٹیل وغیرہ کسی بھی دھات کی تختی یا کڑا جس پر کچھ لکھا ہوا ہو یا نہ لکھا ہوا ہو، اگرچہ اللہ کا مبارک نام یا کلِمہ طیِّبہ وغیرہ کُھدائی کیا ہوا ہو اُس کا پہننا مرد کے لیے ناجائز ہے۔“

(فیضان سنت، صفحہ70، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو واصف محمد آصف عطاری

23 شوال المکرم 1441ھ/15 جون 2020ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

ملازم کو نماز پڑھنے کے لیے کتنے ٹائم کی چھٹی دینا مالک پر لازم ہے؟

ریفرنس نمبر:Aqs 1715 تاریخ:28-10-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کپڑے کی دکان پر وقت کا اجیر ہے۔ مالک پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملازم کو فرض نماز کے لیے چھٹی دے، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کتنے ٹائم کے لیے چھٹی دینا مالک پر لازم ہے؟ یعنی نماز میں اگر اوسطاً 15، 20 منٹ لگتے ہوں اور وہ ملازم دعائے ثانی ہو جانے کے بھی 15 سے 20 منٹ بعد آتا ہو اور 40، 50 پچاس منٹ لگاتا ہو، تو کیا ایسا کرنا اُس کے لیے جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں ایک نماز کے وقت کے لیے اوسطاً جتنا وقت لگتا ہے، اتنے وقت کے لیے ہی نماز کے لیے وہ ملازم جاسکتا ہے۔ اجارہ وقت میں نماز کے لیے 40، 50 منٹ لگانا تو درکنار، سنتِ مؤکدہ کے علاوہ نوافل پڑھنا بھی اس کے لیے مالک کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ اگر نوافل پڑھنے یا کسی اور کام میں وقت لگائے گا، تو اس وقت کی اجرت کا مستحق نہیں ہو گا، کیونکہ وہ شخص اجیر خاص ہے اور اجیر خاص کو مستاجر (یعنی مالک) کی اجازت کے بغیر اجارے کے وقت میں اپنا ذاتی کام کرنے اور نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

اجیر خاص کی تعریف کے متعلق در مختار میں ہے: ”والثاني وھو الأجیر الخاص ویسمی أجیر وحد وھو من یعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصیص ویستحق الأجر بتسلیم نفسه في المدة وان لم یعمل کمن استؤجر شھرا للخدمة“ ترجمہ: (اجیر کی دو قسموں میں سے) دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اس کا نام اجیر وحد بھی ہے۔ اجیر خاص وہ شخص ہوتا ہے کہ جو کسی ایک شخص کے لیے خاص ہو کر وقت کے ساتھ مقرر کام کرے۔ مدت کے دوران اپنے آپ کو مستاجر (یعنی مالک) کے سپرد کرنے سے یہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ کام نہ بھی کرے۔ جیسا کہ کسی شخص کو ایک مہینے کے لیے خدمت کے لیے اجیر رکھا۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الاجارہ، مبحث الاجیر الخاص، جلد 6، صفحہ 69، مطبوعہ بیروت)

اجیر خاص کے حکم کے متعلق در مختار میں ہے: ”ولیس للخاص أن یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من أجرتہ بقدر

ماعمل " ترجمہ: اجیر خاص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کا کام کرے، اگر کرے گا، تو جس قدر اُس کا کام کیا، اس قدر اس کی اجرت سے کٹوتی کی جائے گی۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: " بل ولا أن يصلي النافلة قال في التتارخانية: وفي فتاوى الفضلي وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل الى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة "ترجمہ: بلکہ وہ نوافل بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تتار خانیہ میں فرمایا کہ فتاویٰ فضلی میں ہے: اسی طرح جب کسی بندے کو ایک دن کے لیے اجیر رکھا، تو اس (اجیر) پر لازم ہے کہ وہ مدت مکمل ہونے تک اس کا کام کرتا رہے اور فرض نمازوں کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الاجارہ، باب ضمان الاجیر، جلد6، صفحہ70، مطبوعہ بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: " اجیر خاص اُس مدت مقرر میں اپنا ذاتی کام بھی نہیں کر سکتا اور اوقاتِ نماز میں فرض اور سنت مؤکدہ پڑھ سکتا ہے، نفل نماز پڑھنا اس کے لیے اوقات اجارہ میں جائز نہیں۔"

(بہارِ شریعت، حصہ14، جلد3، صفحہ161، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اجیر خاص کے اپنے ذاتی کام یا نفل نماز میں مشغول ہونے کے وقت کی اجرت کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: " اجیر خاص پر وقت مقررہ معہود میں تسلیم نفس لازم ہے اور اسی سے وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے، ہاں اگر تسلیمِ نفس میں کمی کرے، مثلاً: (کام پر) حاضر تو آیا، لیکن وقت مقرر خدمت مفوضہ کے سوا اور کسی اپنے ذاتی کام اگرچہ نماز نفل یا دوسرے شخص کے کاموں میں صرف کیا کہ اس سے بھی تسلیم منتقض ہوگئی، بہر حال جس قدر تسلیمِ نفس میں کمی کی ہے، اتنی تنخواہ وضع ہوگی۔ ملخصاً "

(فتاویٰ رضویہ، جلد19، صفحہ506، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

28 صفر المظفر 1441ھ/28 اکتوبر 2019ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

نماز میں تین بار کھجانا

ریفرنس نمبر:Lar9906 تاریخ:26-08-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نماز میں ایک رکن میں دو دفعہ سے زیادہ ہاتھ اٹھایا جائے، تو عملِ کثیر شمار ہوتا ہے اور نماز فاسد ہو جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ ہاتھ اپنی جگہ سے اٹھا کر جسم کے تین مختلف حصوں پر اسے استعمال کرلے، مثلا: سر پر، پھر وہاں سے اٹھا کر بازو پر، پھر وہاں سے اٹھا کر رانوں پر اور اس کے بعد اپنی جگہ جہاں اس رکن میں ہاتھ رکھنا مطلوب ہے، رکھ لے تو کیا ایسی صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ مسئولہ میں ایک رکن میں تین مرتبہ ہاتھ استعمال کرنا پایا گیا ہے، لہذا نماز فاسد ہو جائے گی۔ تفصیل اس میں یہ ہے کہ:

ہاتھ اپنے اصلی مقام سے اگرچہ ایک مرتبہ ہی اٹھایا گیا، لیکن اسے تین مختلف مقامات پر اٹھا کر استعمال کیا گیا، مثلا: سر پر استعمال کیا، وہاں سے اٹھا کر بازو پر، پھر وہاں سے اٹھا کر رانوں پر، تو ایسی صورت میں یہ تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر استعمال کرنا ہے، لہذا عملِ کثیر پائے جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: "إذا حک ثلاثا في رکن واحد تفسد صلاته هذا إذا رفع يده في کل مرة أما إذا لم يرفع في کل مرة فلا تفسد ولو کان الحک مرة واحدة يکره. کذا في الخلاصة" ترجمہ: جب ایک رکن میں تین مرتبہ خارش کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، یہ تب ہے جبکہ ہر مرتبہ میں اپنا ہاتھ اٹھائے، بہر حال جب ہر مرتبہ میں ہاتھ نہ اٹھائے، تو نماز فاسد نہیں ہو گی اور اگر خارش کرنا ایک مرتبہ ہو، تو مکروہ ہے، اسی طرح خلاصہ میں ہے۔

(فتاوی ھندیہ، کتاب الصلوۃ، جلد01، صفحہ104، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی ہندیہ کے جزئیہ میں تین مرتبہ کھجانے میں صرف ہر مرتبہ ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، ہر دفعہ اپنی اصل

جگہ باندھنے کی شرط نہیں ہے، لہذا اس سے پتا چلا کہ اصل جگہ سے اگرچہ ایک مرتبہ ہاتھ اٹھایا ہو لیکن جب استعمال کیا گیا تو ہر مرتبہ ہاتھ اٹھا کر استعمال کیا تو وہ ایک مرتبہ استعمال نہ ہو گا بلکہ جتنی مرتبہ ہاتھ اٹھا کر استعمال کیا، اتنی مرتبہ استعمال شمار ہو گا۔

بہار شریعت میں ہے: ”ایک رکن میں تین بار کھجانے سے نماز جاتی رہتی ہے، یعنی یوں کہ کھجا کر ہاتھ ہٹا لیا پھر کھجایا پھر ہاتھ ہٹا لیا وعلیٰ ہذا اور اگر ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دی تو ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائے گا۔“

(بہار شریعت، جلد01، حصہ03، صفحہ614، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت کے الفاظ سے واضح ہے کہ کھجا کر ہاتھ ہٹا کر پھر کھجایا تو یہ دو مرتبہ کھجانا ہے، اس کے لیے ہاتھ اپنی اصل جگہ پر رکھنے کی شرط نہیں لگائی گئی اور ایک مرتبہ کھجانے کو اس صورت کے ساتھ بیان فرمایا کہ جب ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دے۔ لہذا اس سے بھی یہی واضح ہے کہ عمل کثیر پائے جانے کے لیے ہر مرتبہ اپنی اصل جگہ ہاتھ باندھنا ضروری نہیں ہے۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

06محرم الحرام1442ھ/26اگست2020ء

الجواب صحیح

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

نماز میں کب بسم اللہ پڑھی جائے اور کب نہ پڑھی جائے۔

مجیب: ابو مصطفیٰ ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-87

تاریخ اجراء: 05 جمادی الاولی 1443ھ/10 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جب بندہ نماز پڑھ رہا ہو، تو جس رکعت میں سورت پڑھنی ہوتی ہے، کیا سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی پڑھ سکتے ہیں؟ اور نماز کے اندر تسمیہ پڑھنا فرض، واجب یا سنت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام ہو یا منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) دونوں کے لئے تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون یعنی سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد اگر سورت شروع سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے۔ البتہ مقتدی پر چونکہ قراءت نہیں اور بسم اللہ قراءت کے تابع ہے لہٰذا مقتدی امام کے پیچھے بسم اللہ نہیں پڑھے گا۔

بہار شریعت میں ہے: ”تعوذ صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ ہر رکعت کے اوّل میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اوّل سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے، قراءت خواہ سری ہو یا جہری، مگر بسم اللہ بہر حال آہستہ پڑھی جائے۔“ (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 423، مکتبۃ المدینہ)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ ”مقتدی کو سبحانک اللھم پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا ”مقتدی کے لئے صرف سبحانک اللھم پڑھنا ہے اعوذ باللہ تابعِ قراءت ہے اور مقتدی پر قراءت نہیں، یونہی بسم اللہ۔ (فتاوی امجدیہ، جلد 1، صفحہ 71، 72، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر:Sar 6768 بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تاریخ:22-09-2019

نمازی کے آگے سے گزرنے اور دائیں بائیں ہٹنے سے متعلق شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد کے اندر نمازی حضرات اپنی بقیہ نماز پڑھتے ہیں، تو جنہوں نے نماز ادا کرلی ہو، وہ دیگر نمازیوں کے آگے سے گزر جاتے ہیں۔ ایسا کرنا کیسا؟ نیز اگر کسی شخص نے اپنی نماز ادا کرلی ہو اور اس کے بالکل پیچھے کوئی نماز ادا کر رہا ہو، تو کیا یہ شخص اٹھ کر دائیں بائیں جاسکتا ہے یا یہ بھی نمازی کے آگے سے گزرنا ہے؟ **سائل: محمد لیاقت (فیصل آباد)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر کوئی شخص مکان یا چھوٹی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے آگے کوئی آڑ (یعنی سترہ کی مقدار کوئی چیز) نہ ہو، تو دیوارِ قبلہ تک نمازی کے آگے سے گزرنا، جائز نہیں ہے اور پاکستان میں موجود تمام مساجد نمازی کے آگے سے گزرنے کے اعتبار سے چھوٹی ہی ہیں، البتہ اگر کوئی شخص پہلے ہی نمازی کے آگے بیٹھا ہو اور وہ اٹھ کر دائیں بائیں چلا جائے، تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کے بارے میں حدیث پاک میں ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لویعلم الماربین یدی المصلی ماذاعلیہ لکان ان یقف اربعین خیراله من ان یمربین یدیہ قال ابوالنضرلاادری اقال اربعین یوماواوشھرااوسنۃ" ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے چالیس کی مقدار کھڑا ہونے کو بہتر جانتا، ابو نضر (راوی) فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ آپ نے چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اثم الماربین یدی المصلی، جلد1، صفحہ74، مطبوعہ کراچی)

اسی بارے میں ایک اور حدیث پاک میں ہے "ان کعب الاحبار قال لو یعلم المار بین یدی المصلي ماذا علیه لکان ان یخسف به خیرا له من ان یمر بین یدیه" ترجمہ: حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر جانتا کہ اس میں کتنا گناہ ہے تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔

(موطا امام مالک، کتاب الصلاۃ، التشدید فی ان یمر احد بین یدی المصلی، صفحہ 153، مطبوعہ کراچی)

نمازی کے آگے سے گزرنے کے بارے میں اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں:

"نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں، جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 254، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ارشاد فرماتے ہیں: "عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوارِ قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز۔" (فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 257، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی وعید پر ایک حدیث پاک کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: "اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے بیٹھا رہنا، یا آکر بیٹھ جانا، یا بیٹھے سے اٹھ جانا، سیدھا سامنے چلا جانا منع نہیں بلکہ سامنے کی سمت کاٹ کر گزرنا منع ہے یعنی ہمارے ملک میں جنوباً شمالاً جانا۔"

(مرأۃ المناجیح، جلد 2، صفحہ 20، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

22 محرم الحرام 1441ھ/22 ستمبر 2019

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

واجب الاعادہ نماز کی نیت کیسے کریں گے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13047

تاریخ اجراء: 03ربیع الثانی1445ھ/19اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سے زیادہ واجبات ترک ہونے کی بنا پر نماز واجب الاعادہ ہوئی ہو تو اعادے میں ادا کی گئی نماز کی نیت کیا کرنا ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز واجب الاعادہ ہو جانے کی صورت میں نماز اس نیت سے ادا کریں کہ میں کمی کا ازالہ کر رہا ہوں۔ واضح رہے کہ نیت دل کے پکے ارادہ کو کہتے ہیں، مگر زبان سے بھی نیت کر لینا مستحب ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فتاوٰی شامی میں اعادے کی تعریف نقل فرماتے ہیں: ”الاعادۃ فی عرف الشرع اتیان بمثل الفعل الاول علی صفۃ الکمال بان وجب علی المکلف فعل موصوف بصفۃ الکمال فاداہ علی وجہ النقصان، وھو نقصان فاحش یجب علیہ الاعادۃ، وھو اتیان مثل الاول ذاتاً مع صفۃ الکمال۔“ یعنی عرفِ شرع میں اعادہ سے مراد یہ ہے کہ پہلے والے فعل ہی کی مثل دوسرے فعل کو کامل طور پر بجالائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مکلف پر تو یہ واجب تھا کہ وہ اس فعل کو کامل طور پر ادا کرتا لیکن اس نے ناقص طور پر ادا کیا، اور وہ نقص بھی اتنا زیادہ تھا کہ اس پر اس فعل کا اعادہ واجب ہوا، لہذا اعادہ پہلے فعل ہی کی مثل کو کامل طور پر ادا کرنے کا نام ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص629، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ ”ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی کہ شخصے را در نماز مغرب سجدہ سہو لازم بود در فرنہ داد جبر نقصان گزاردیا نہ، **اگر گزارد چگونہ نیت بندد** و چند رکعت گزارد و ہمیں جبر نقصان حکم نفل دارد یا واجب یا فرض؟“ (ترجمہ: اس بارے میں آپ (اللہ تعالٰی آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) کا کیا فرمان ہے کہ ایک شخص پر نماز مغرب میں سجدہ سہو لازم ہو گیا مگر اس نے نہ

کیا۔اب نقصان کا ازالہ کرے یا نہ ؟ **اگر کرنا ہے تو کس نیت سے ؟** کتنی رکعتیں ادا کرے اور یہ ازالہ نفل کا حکم رکھتا ہے یا واجب و فرض کا؟)" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:"جبر نقصان واجب است سہ رکعت بہ نیت اعادہ ہماں نماز مغرب برائے تلافی مافات کند۔واللہ تعالٰی اعلم"(ترجمہ: **نقصان کا اعادہ لازم ہے پھر دوبارہ تین رکعت اس نیت سے ادا کرے کہ میں کمی کا ازالہ کر رہا ہوں۔**)"(فتاوی رضویہ،ج08،ص215،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

فتاوی امجدیہ میں ہے:"اعادہ میں نماز اسی طرح پڑھی جائے گی جس طرح فرض پڑھتے ہیں یعنی دو خالی اور دو بھری اور جہری ہو تو جہر کے ساتھ، سری ہو تو سراً کہ یہ نماز نفل نہیں، بلکہ اسی فرض کی تکمیل ہے۔"(فتاوی امجدیہ،ج01،ص179،مکتبہ رضویہ کراچی)

ایک نماز میں چند واجب ترک ہونے سے متعلق بہارِ شریعت میں ہے:"قصداً واجب ترک کیا تو سجدۂ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہو گا بلکہ اعادہ واجب ہے۔یوہیں اگر سہواً واجب ترک ہوا اور سجدۂ سہو نہ کیا جب بھی اعادہ واجب ہے ۔۔۔۔۔۔**ایک نماز میں چند واجب ترک ہوئے تو وہی دو سجدے سب کے لیے کافی ہیں۔**"(بہارِ شریعت،ج01،ص708، 710،مکتبۃ المدینہ، کراچی،ملتقطاً)

نماز کی نیت سے متعلق حبیب الفتاوی میں ہے:"**نیت دل کے پختہ ارادے کا نام ہے۔**نیت کرتے وقت دل میں اور قلب میں یہ نیت ہونی چاہیے کہ میں فلاں نماز کی اتنی رکعتیں فرض یا واجب، یا سنت، نفل کی اللہ تعالٰی کے لیے قبلہ رو ہو کر پڑھ رہا ہوں۔اصل نیت یہی ہے۔**زبان سے نیت کرنی فرض و لازم نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے**، تاکہ زبان سے بھی دل کے ارادے کی موافقت ہو جائے۔"(حبیب الفتاوی،ج01،ص146،شبیر برادرز،لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

جوڑا بنے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Fmd:0259

تاریخ اجراء: 02 جمادی الاول 1438ھ/31 جنوری 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ احادیث طیبہ میں جوڑا باندھ کر (یعنی بالوں کو اکٹھا کرکے، سر کے پیچھے گرہ دے کر) نماز پڑھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے، تو آجکل عورتیں کیچر (Catcher) لگا کر بالوں کو اوپر کی طرف فولڈ کر لیتی ہیں، کیا کیچر (Catcher) یا کسی اور چیز کے ذریعہ جوڑا بنے بالوں سے (کے ساتھ) نماز پڑھنا عورتوں کے لئے منع ہے؟

سائلہ: بنت شجاع الدین (F-11، ناتھ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احادیث طیبہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جوڑا بندھے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی جو ممانعت فرمائی وہ ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے، جس کی صراحت خود حدیث پاک میں موجود ہے، عورتوں کے لئے یہ ممانعت نہیں۔ مردوں کے لئے ممانعت کی حکمت شارحین حدیث نے یہ بیان فرمائی، کہ مرد کے سَر کے ساتھ ساتھ اُس کے بال بھی زمین پر گریں، اور ربّ تعالی کے حضور سجدہ ریز ہوں، پھر اس پر فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا، کہ جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا، مردوں کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔

جبکہ عورت کے بال ستر عورت میں داخل ہیں، یعنی غیر محرم کے سامنے، اور بالخصوص نماز میں ان کو چھپانا فرض ہے، اگر عورتیں جوڑا نہ باندھیں تو حالت نماز میں اُن کے بال بکھر سکتے ہیں، جس سے اُن کے بالوں کی بے ستری کا اندیشہ ہے، جس سے نماز پر اثر بھی پڑے گا، لہذا اگر عورتیں اپنے بالوں کو سر کے پیچھے اکٹھا کرکے گرہ لگالیں، یا اُن کو کیچر (Catcher) وغیرہ کے ذریعے گرفت میں لے لیں، تو بالوں کو چھپانے میں معاون ثابت ہوں گے، اس میں حرج نہیں، الغرض جوڑا باندھ کر نماز کے مکروہ تحریمی ہونے کا حکم عورتوں کے لئے نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بچوں پر نماز و روزہ کس عمر سے فرض ہوتے ہیں؟

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-559

تاریخ اجراء: 07ربیع الاول1444ھ/04اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچوں پر نماز روزہ فرض ہونے کی عمر کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب کوئی بچہ یا بچی بالغ ہو جائے تو اس پر نماز، روزہ فرض ہو جاتا ہے۔

لڑکے اور لڑکی کے بالغ ہونے کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"لڑکے کو جب انزال ہو گیا وہ بالغ ہے وہ کسی طرح ہو، سوتے میں ہو جس کو احتلام کہتے ہیں یا بیداری کی حالت میں ہو۔ اور انزال نہ ہو تو جب تک اس کی عمر پندرہ سال کی نہ ہو بالغ نہیں جب پورے پندرہ سال کا ہو گیا تو اب بالغ ہے، علامات بلوغ پائے جائیں یا نہ پائے جائیں، لڑکے کے بلوغ کے لیے کم سے کم جو مدت ہے وہ بارہ سال کی ہے یعنی اگر اس مدت سے قبل وہ اپنے کو بالغ بتائے اس کا قول معتبر نہ ہو گا۔

لڑکی کا بلوغ احتلام سے ہوتا ہے یا حمل سے یا حیض سے ان تینوں میں سے جو بات بھی پائی جائے تو وہ بالغ قرار پائے گی اور ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو جب تک پندرہ سال کی عمر نہ ہو جائے بالغ نہیں اور کم سے کم اس کا بلوغ نو سال میں ہو گا اس سے کم عمر ہے اور اپنے کو بالغہ کہتی ہو تو معتبر نہیں۔" (بہار شریعت، جلد3، صہ 15، صفحہ 203، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بھاری لہنگا پہنے ہونے کی صورت میں دلہن کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1391

تاریخ اجراء: 04رجب المرجب1445ھ/16جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

دلہن نے جو لہنگا وغیرہ پہنا ہو وہ بہت ہیوی ہوتا ہے اور زیورات دوپٹہ وغیرہ بھی بہت ہیوی ہوتا ہے تو یہاں دلہن کے لیے کافی آزمائش ہوتی ہے تو کیا اس صورت میں وہ بیٹھ کر نمازیں پڑھ سکتی ہے؟ اس صورت میں اسے رخصت ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

فرض، واجب اور سنتِ فجر میں قیام فرض ہے، بلا عذر یہ نمازیں بیٹھ کر پڑھنے سے نہیں ہوتیں۔ بھاری کپڑے یا زیور پہنے ہوئے ہونا کوئی عذر نہیں لہٰذا اس کی وجہ سے ان نمازوں میں قیام ساقط نہیں ہو گا۔ لہٰذا بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بجائے کپڑے تبدیل کر لیں یا کم از کم ہیوی چادر کے بجائے کوئی مناسب پردہ کرنے والی چادر میں کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کریں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

بے خیالی میں ناپاکی کی حالت میں نماز وتلاوت کرنے کا حکم

مجیب: ابواحمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1224

تاریخ اجراء: 07 ربیع الثانی 1444ھ/03 نومبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی عورت ناپاک ہو چکی تھی یعنی حیض آگیا تھا لیکن اسے معلوم نہیں ہوا، اس نے خود کو پاک سمجھتے ہوئے نماز اور قرآن کی تلاوت کر لی تو کیا ایسی صورت میں اسے ثواب ملے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض آنے کے بعد عورت نماز اور قرآن کی تلاوت کرنے کی اہل نہیں رہتی البتہ اگر خود کو پاک سمجھتے ہوئے اس نے نماز اور قرآن کی تلاوت کر لی تو اسے اس کی نیت پر ثواب ملنے کی امید ہے اگرچہ نماز ادا نہیں ہو گی۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: "ولا تشترط للثواب صحة العبادة، بل يثاب على نيته، وإن كانت فاسدة بغير تعمده كما لو صلى محدثا على ظن طهارته۔" ترجمہ: اور ثواب حاصل ہونے کے لیے عبادت کا صحیح ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس کی نیت پر ثواب دیا جاتا ہے اگرچہ بلا قصد نماز فاسد ہو جیسے کسی نے اپنے آپ کو طہارت پر سمجھتے ہوئے حالت حدث میں نماز ادا کی۔ (الاشباہ والنظائر، جلد 1، صفحہ 19، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جس نماز کے وقت میں حیض آیا اس نماز کا کیا حکم ہے

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-398

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1443ھ/03 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت کو شرعی عذر (یعنی حیض و نفاس) کسی نماز کے وقت میں شروع ہو اور اس وقت کی ابھی نماز ادا نہ کی ہو، تو کیا وہ نماز قضاء پڑھنی ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس وقت کی فرض نماز نہیں پڑھی اور وقت کے دوران ہی حیض یا نفاس آ گیا، تو اس وقت کی نماز معاف ہو جائے گی۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: ”نماز کا آخر وقت ہو گیا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی کہ حَیض آیا، یا بچہ پیدا ہوا، تو اس وقت کی نماز معاف ہو گئی، اگرچہ اتنا تنگ وقت ہو گیا ہو کہ اس نماز کی گنجائش نہ ہو۔“ (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 380، مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کے ایام میں چھوڑی ہوئی نمازوں اور روزوں کا حکم

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:41

تاریخ اجراء: 15 جمادی الاولی 1442ھ / 31 دسمبر 2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ حیض کے دنوں میں جو نماز روزے چھوٹ گئے ان کی بعد میں قضا لازم ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کے دنوں کی نمازیں معاف ہیں، ان کی قضا نہیں۔ البتہ اس دوران رمضان کے جتنے روزے رہ گئے وہ بعد میں قضا رکھنے ہوں گے۔

حدیثِ پاک میں ہے: "عن عائشة كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة" یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ماہواری میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کا ہمیں حکم دیا گیا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا۔

(صحیح مسلم، جلد 01، صفحہ 153، مطبوعہ کراچی)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "ان دِنوں میں نمازیں معاف ہیں، ان کی قضا بھی نہیں اور روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔"

(بہار شریعت، جلد 01، صفحہ 380، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا اپنی نماز پڑھنے کے لئے اقامت کہنا

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-899

تاریخ اجراء: 20ذوالقعدۃ الحرام1444ھ/09جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورتیں اپنی نماز پڑھنے کے لئے اقامت کہیں گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کو اذان واقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے لہذا عورتیں اپنی نماز اکیلے پڑھتے ہوئے اقامت نہیں کہیں گی۔

ردالمحتار میں ہے: ”اما النساء فیکرہ لھن الاذان و کذا الاقامۃ“ یعنی عورتوں کے لئے اذان کہنا مکروہ ہے اور یہی حکم اقامت کا ہے۔ (ردالمحتار، جلد2، صفحہ60، مطبوعہ: کوئٹہ)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت علامہ، مولانا، مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”عورتیں اپنی نماز ادا پڑھتی ہوں یا قضا، اس میں اَذان واِقامت مکروہ ہے۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ466، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا نقاب پہن کر نماز پڑھنا

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-522

تاریخ اجراء: 05 رجب المرجب 1443ھ/07 فروری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورتیں باہر گھومنے جاتی ہیں تو وہاں نماز کی سہولت نہیں ہوتی تو کیا نقاب میں ہی نماز پڑھ لیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کو بلاوجہ باہر گھومنے پھرنے نہیں جانا چاہیئے، بلکہ حتی الامکان گھروں میں ہی رہنا چاہیے اور اگر کبھی مجبوری وغیرہ کے تحت جانا پڑے تو باپردہ حالت میں جائیں اور ٹائم کی مینجمنٹ اس طرح کریں کہ حتی الامکان نماز کے اوقات میں گھر واپس آجائیں تاکہ گھر میں نماز ادا کر سکیں۔ اور اگر پھر بھی باہر نماز پڑھنی پڑے تو کسی ایسی جگہ کا انتخاب کریں، جہاں غیر محرم کی نظر نہ پڑے اور چہرہ کھول کر نماز پڑھ سکیں اور اگر ایسا کسی بھی طرح ممکن نہ ہو تو ضرورتاً نقاب وغیرہ کر کے چہرہ چھپا کر نماز پڑھ سکتی ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورتوں کا سجدے میں انگلیوں کا پیٹ نہ لگانا

مجیب: مولانا عبدالرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-534

تاریخ اجراء: 08رجب المرجب1443ھ/10فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اسلامی بہن کا سجدہ کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ نہ لگانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اسلامی بہن سجدے میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہیں لگائے گی کہ اس کے لئے حکم یہ ہے کہ پنڈلیوں کو زمین کے ساتھ لگائے اور پنڈلیوں کو زمین کے ساتھ لگانے کی صورت میں پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا ممکن نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا کس دلیل سے منع ہے؟

مجیب: ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-159

تاریخ اجراء: 22 شوال المکرم 1443ھ / 24 مئی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ کوئی حدیث یا آیت اس میں موجود ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

خواتین کو مسجد میں نماز کے لیے جانے کی ممانعت بخاری شریف میں موجود ہے۔ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: "لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل" اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد، ج1، ص120، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زمانہ مبارکہ میں عورتوں کا حال دیکھ کر مسجد کی حاضری سے روک دیا گیا تو اب کے زمانہ میں تو بدرجہ اولی منع ہو گا کیونکہ آج کا زمانہ کثیر فتنوں سے پُر ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورتوں کے لئے نمازِ عصر کا مستحب وقت کونسا ہے؟

مجیب: مفتی علی اصفر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ذوالحجۃ الحرام 1441ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کے لیے نماز عصر کا مستحب وقت کون سا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نمازِ فجر کے علاوہ تمام نمازوں میں عورتوں کے لیے افضل یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ختم ہو جانے کا انتظار کریں، جب مردوں کی جماعت ختم ہو جائے تو اپنی نماز ادا کریں، البتہ نمازِ فجر اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، 30/2، بہار شریعت، 452/1)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا جنت میں عورتوں کو بھی اللہ کا دیدار ہوگا

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-454

تاریخ اجراء: 01 صفر المظفر 1444ھ / 29 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جنت میں مردوں کو اللہ پاک کا دیدار ہو گا، تو کیا عورتوں کو بھی اللہ پاک دیدار ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جنت میں عورتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ جیسا کہ حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ جنت میں ہر مؤمن کو دیدارِ الٰہی ہوا کرے گا مرد ہوں یا جنتی عورتیں۔ عورتوں کے متعلق اختلاف ہے مگر حق یہ ہی ہے کہ انہیں بھی دیدار ہو گا۔" (مرآۃ المناجیح، جلد 7، صفحہ 417، نعیمی کتب خانہ گجرات)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا حائضہ کا درود شریف پڑھنے کے لیے وضو کرنا یا کلی کرنا ضروری ہے؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-580

تاریخ اجراء: 30ربیع الاول1444ھ/27اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حیض کی حالت میں درود شریف وغیرہ اذکار پڑھنے کے لئے وضو یا کلی کرنی ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی حالت میں درود شریف وغیرہ اذکار وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر ہے۔ البتہ اگر ویسے ہی پڑھ لئے، تو بھی حرج نہیں۔ واضح رہے کہ حیض و نفاس کی حالت میں قرآن پاک یا اس کا ترجمہ پڑھنا یا چھونا حرام و گناہ ہے۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”قرآنِ مجید کے علاوہ اور تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حرج نہیں اور ان کے چھونے میں بھی حرج نہیں۔“ (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ379، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا عورتوں کی نماز انڈر گارمنٹس کے بغیر ہو جاتی ہے؟

مجیب: ابو الحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-730

تاریخ اجراء: 16ربیع الثانی 1444ھ/12نومبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا بنیان/ undergarment کے بغیر عورت کی نماز ہو جاتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسا لباس جس سے ستر چھپ جائے اس میں نماز ہو جاتی ہے۔ نماز کے لیے قمیص کے نیچے بنیان /under garment پہننا مرد و عورت میں سے کسی کے لیے ضروری نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا عورت پر عید کی نماز واجب ہے

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-351

تاریخ اجراء: 04ذوالحجۃ الحرام1443ھ/04جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورتوں پر عید کی نماز واجب ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں پر عید کی نماز واجب نہیں اور انہیں عید کی نماز میں شرکت کے لیے آنا بھی جائز نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورتوں کے لئے تکبیر تشریق کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-415

تاریخ اجراء: 07 ذوالحجۃ الحرام 1443ھ/07 جولائی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورتوں کے لیے بھی تکبیرِ تشریق پڑھنے کے وہی احکام ہیں جو مردوں کے لیے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جانا، جائز نہیں ان کے لیے حکم ہے کہ وہ اپنی قیام گاہ پر ہی علیحدہ نماز پڑھیں اور اس صورت میں ان پر تکبیر تشریق پڑھنا بھی واجب نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا خواتین اذان سے پہلے نماز ادا کر سکتی ہیں؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ذوالحجۃ الحرام 1440ھ

دَارُالاِفْتَاءِ اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کا وقت شروع ہوچکا ہے لیکن ابھی اذان نہیں ہوئی تو کیا عورتیں اذان سے پہلے نماز ادا کرسکتی ہیں؟ یعنی ہم مدرسہ میں ہوں اور ظہر کی ابھی اذان نہیں ہوئی تو اسلامی بہنیں یا مدنی منّیاں نماز ادا کرسکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کا وقت شروع ہوجانے کے بعد عورتوں کا اذان سے پہلے نماز ادا کرنا خلافِ اَولٰی ہے کیونکہ اَولٰی و افضل یہ ہے کہ کوئی عذر نہ ہو تو فجر کے علاوہ نمازوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں اور جب مردوں کی جماعت ہوجائے تو اس کے بعد عورتیں نماز پڑھیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

سینہ بند پہنے بغیر عورت کی نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1877

تاریخ اجراء: 19 محرم الحرام 1445ھ/07 اگست 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ کیا عورت کی نماز بغیر سینہ بند (brazer) پہنے ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کی نماز سینہ بند (brazer) پہنے بغیر بھی ہو جائیگی، جبکہ نماز میں عورت کے لیے جو شرعی پردہ ضروری ہے، اس کا مکمل لحاظ ہو۔ اور نماز میں عورت کے لیے شرعی پردہ یہ ہے، کہ منہ کی ٹکلی، ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلووں کے علاوہ سارا بدن چھپانا ضروری ہے، یہاں تک کہ سر کے لٹکے ہوئے بال چھپانا بھی ضروری ہے۔ اور مزید یہ کہ وہ دوپٹہ، کپڑے اتنے باریک بھی نہ ہوں، کہ جس سے جسم اور بالوں کی رنگت ظاہر ہو، ورنہ نماز نہیں ہو گی۔ چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے: ”آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل کے لیے سارا بدن عورت ہے، سوا مونھ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں، ان کا چھپانا بھی فرض ہے“۔ (بہار شریعت، حصہ 03، ص 481، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مزید اسی میں ہے: ”اتنا باریک دوپٹا، جس سے بال کی سیاہی چمکے، عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی، نہ ہو گی، جب تک اس پر کوئی ایسی چیز نہ اوڑھے، جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے“۔ (بہار شریعت، حصہ 03، ص 481، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عادت کے دنوں سے پہلے خون بند ہو تو نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-583

تاریخ اجراء: 22رجب المرجب1443ھ/24فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بہن کو اڑھائی تین ماہ بعد حیض آتا ہے، اس مرتبہ انہیں جب حیض آیا، تو بس کچھ دیر تھوڑا سا آیا اور ختم ہو گیا، پھر تین دن ہونے والے ہیں، لیکن حیض نہیں آیا، تو کیا وہ غسل کر لے یا انتظار کرے اور بعد میں نمازیں شروع کرے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں خون بند ہو جانے پر عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ نمازیں شروع کر دے، خون بند ہو جانے کے باوجود مزید انتظار کرنا اور نمازیں قضاء کرتے رہنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔

تفصیل اس کی کچھ اس طرح ہے کہ اگر کسی عورت کو عادت کے ایام پورے ہونے سے پہلے خون آنا بند ہو جائے مثلاً اس کی عادت دس دن خون آنے کی ہے، لیکن اس دفعہ اسے ایک یا دو یا تین یا اس سے زیادہ دن خون آیا، لیکن عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی خون بند ہو گیا، تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ نماز کے وقت مستحب کے آخر تک انتظار کرے، اگر دوبارہ خون نہ آئے، تو اس پر اس وقت کی نماز ادا کرنا لازم ہے۔

نوٹ: خون تین دن سے پہلے بند ہو یا بعد میں بہر صورت نماز ادا کرنا تو لازم ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ اگر تین دن سے پہلے خون بند ہو، تو عورت پر غسل کرنا لازم نہیں ہوتا، بلکہ فقط وضو کر کے بھی نماز ادا کر سکتی ہے اور تین دن کے بعد خون آنا بند ہو، تو نماز کے لیے غسل کرنا ضروری ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مریض لیٹ کر نماز پڑھے، تو پاؤں کس طرف کرے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: SAR-7752 تاریخ: 16-02-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ شرعی مریضہ لیٹ کر نماز پڑھے، تو پاؤں کس طرف ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں ٹانگیں قبلہ کی جانب کی جائیں اور گھٹنے کھڑے کیے جائیں، تاکہ جانبِ قبلہ پاؤں نہ پھیلیں، کیونکہ بلاضرورتِ شرعی قبلہ کی جانب پاؤں پھیلانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر مریض کے لیے گھٹنے کھڑے کرنا دشوار ہو، تو بچھائے رکھنے کی اجازت ہے۔ بیان کردہ مسئلہ میں عورتوں کے متعلق بالخصوص یہ بات ملحوظ رہے کہ گھٹنے کھڑے کرنے کی صورت میں ٹانگوں پر چادر وغیرہ ڈال لی جائے تاکہ بے پردگی نہ ہو۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”من تعذر علیہ القیام۔۔۔ صلی قاعدا۔۔۔ وان تعذر القعود ولو حکما او ما مستلقیا علی ظھرہ ورِجلاہ نحو القبلۃ غیر أنہ ینصب رکبتیہ لکراھۃ مد الرجل إلی القبلۃ ویرفع رأسہ یسیرا لیصیر وجھہ إلیھا أو علی جنبہ الأیمن أو الأیسر ووجھہ إلیھا والأول أفضل علی المعتمد“ ترجمہ: جس کے لیے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مشکل ہو، تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور اگر بیٹھنا بھی مشکل ہو، اگرچہ حکمی طور پر، تو اُسے چاہیے کہ چِت لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھ لے اور اپنے دونوں پاؤں کو قبلہ کی جانب کر دے، مگر اپنے گھٹنوں کو کھڑا کر لے (اگر ممکن ہو، ایسا کرنا ضروری نہیں۔) کیونکہ قبلہ کی جانب پاؤں پھیلانا مکروہِ (تنزیہی ہے)، مزید یہ کہ اپنا سر معمولی سا اٹھالے، تاکہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے یا (دوسرا لیٹ کر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ) دائیں یا بائیں کروٹ کے بَل لیٹے اور اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کر لے، مگر پہلا طریقہ (چِت لیٹنے والا) معتمد قول کے مطابق افضل ہے۔ (تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد2، باب صلوۃ المریض، صفحہ681، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

14 رجب المرجب 1443ھ/16 فروری 2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

مسجد کی جماعت سے پہلے عورت کی نماز

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رجب المرجب 1440ھ

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہندہ ایک بوڑھی عورت ہے اس کے گھر کے پاس اہلِ سنّت و جماعت کی مسجد ہے۔اس مسجد کی اذان کے 5 منٹ بعد ہندہ نماز پڑھ لیتی ہے کیونکہ ہندہ کے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ مسجد کی جماعت ہوئی یا نہیں۔ ہندہ کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ہوتی؟ محلے کی بعض عورتیں کہتی ہیں کہ ہندہ کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ جماعت سے پہلے پڑھ لیتی ہے۔اس طرح کہنا درست ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز ہمیشہ غلس (یعنی اوّل وقت) میں ادا کریں اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کے بعد پڑھیں۔البتہ اگر اذان کے بعد اور مستحب وقت سے پہلے بھی پڑھیں گی تو بھی ہو جائے گی اور ان عورتوں کی بات درست نہیں ہے بلکہ یہ بغیر علم کے فتویٰ ہے جو کہ خود ناجائز و گناہ ہے جس سے ان پر توبہ لازم ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا دورانِ خطبہ عورت گھر میں نمازِ ظہر پڑھ سکتی ہے؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اگست 2018ء

دَارُالاِفْتَاءِ اَہْلسُنَّت

(دعوتِ اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں جمعہ کا خطبہ پڑھا جارہا ہو تو کوئی عورت اس وقت گھر میں ظہر کی نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجد میں ہونے والے جمعہ کے خطبے کے وقت عورتیں گھر میں نمازِ ظہر پڑھ سکتی ہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت ہو جانے کے بعد پڑھیں۔ خطبہ سننا مسجد میں موجود حاضرین پر فرض ہے گھر میں موجود عورتوں پر نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

نفل نماز کے دوران حیض شروع ہوجائے، تو کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1963

تاریخ اجراء: 20صفر المظفر1445ھ/07 ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نفل نماز کے دوران حیض شروع ہو جائے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟ نماز معاف ہے یا پاک ہونے کے بعد دوبارہ پڑھے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نفل نماز کے دوران حیض آجائے، تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کی قضا واجب ہو گی، جو پاک ہونے کے بعد ادا کرنی ہو گی۔

بہار شریعت میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”نماز پڑھتے میں حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا، تو وہ نماز معاف ہے، البتہ اگر نفل نماز تھی، تو اس کی قضا واجب ہے۔“ (بہار شریعت، ج01، حصہ02، صفحہ380، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

نماز کے علاوہ عورت کا مخصوص ایام میں دعائے قنوت پڑھنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ کفیل عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-154

تاریخ اجراء: 18 شوال المکرم 1443ھ / 20 مئی 2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کا مخصوص ایام میں دعائے قنوت پڑھنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لیے حالت حیض میں خارجِ نماز دعائے قنوت پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

تنویر الابصار اور در مختار میں ہے: ”(لا) قراءۃ (قنوت)“ یعنی (عورت کے لیے حالت حیض میں) قنوت پڑھنا (مکروہ) نہیں۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: ”ھذا ظاھر المذھب۔۔۔الفتوی علی ظاھر الروایۃ لانہ لیس بقرآن قطعا و یقینا بالاجماع“ یعنی یہ ظاہر مذہب ہے اور فتوی ظاہر الروایہ پر ہے اس لیے کہ وہ بالاجماع قطعی یقینی طور پر قرآن نہیں۔ (رد المحتار علی در مختار، جلد:1، صفحہ:351، مطبوعہ بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

نماز میں عورت کی کلائی نظر آرہی ہو تو نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2586

تاریخ اجراء: 11 رمضان المبارک 1445ھ/22 مارچ 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر نماز میں اسلامی بہن کی کلائی نظر آرہی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟ کیا پوری کلائی کا بھی چھپانا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کی پوری کلائی ستر میں داخل ہے، اور نماز میں عورت کی کلائی نظر آرہی ہو تو اس کے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ:

☆اگر کلائی چوتھائی مقدار یا اس سے زائد نماز شروع کرتے وقت سے ہی کھلی ہوئی تھی، تو نماز شروع ہی نہیں ہو گی اور اگر چوتھائی سے کم کھلی ہوئی ہو تو نماز ہو جائے گی۔

☆اور اگر دورانِ نماز کم از کم ایک چوتھائی کی مقدار کو قصداً کھولا تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ فوراً چھپالیا ہو۔ اور اگر بغیر قصد کے کھلی تو اگر بقدرِ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلی رہی، تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار سے پہلے ہی کلائی کو چھپالیا تو نماز ہو جائے گی۔

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل کے لیے سارا بدن عورت ہے، سوا مونھ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں، ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔۔۔ جن اعضا کا ستر فرض ہے، ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہو گئی اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپالیا، جب بھی ہو گئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا، اگرچہ فوراً چھپالیا، نماز جاتی رہی۔ اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے، یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا، تو نماز منعقد ہی نہ ہوئی۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ3، ص482،481، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | Darulifta Ahlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جوڑا باندھ کر یا ساڑھی پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-342

تاریخ اجراء: 27ذوالقعدۃالحرام1443ھ/27جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا جوڑا باندھ کر اور ساڑھی پہن کر نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتیں جوڑا باندھ سکتی ہیں اور جوڑا باندھ کر نماز پڑھنے کی بھی انھیں ممانعت نہیں۔ احادیثِ طیّبہ میں سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جُوڑا بندھے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی جو ممانعت فرمائی ہے وہ مَردوں کے ساتھ خاص ہے جس کی صراحت خود حدیثِ پاک میں موجود ہے۔

ساڑھی کے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ آج کل عورتیں جس قسم کی ساڑھیاں پہنتی ہیں، ان کا پہننا جائز نہیں، کیونکہ یہ ساڑھیاں عموماً تنگ ہوتی ہیں اور ان کے پہننے سے اعضائے ستر مثلاً پیٹ، کمر وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں جو کہ ناجائز و حرام ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ایسا لباس پہننے والی عورتوں سے متعلق سخت وعید آئی ہے۔ نیز ستر کا حصہ نظر آنے کی صورت میں اس حصے کے نظر آنے کے اعتبار سے نماز ہونے یا نہ ہونے کی مختلف صورتیں بنیں گی۔ ہاں اگر ساڑھی ایسی ہو کہ جس کے پہننے سے مکمل بدن چھپ جاتا ہو اور بال وغیرہ اعضائے ستر ظاہر نہیں ہوتے الغرض پردے کے تمام شرعی تقاضے پورے ہو جاتے ہوں تو پہننا، جائز ہو گا، اس میں نماز بھی ہو جائے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

جہری نمازوں میں عورت کا جہراً قراءت کرنا

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الثانی 1441ھ

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح منفرد شخص کو اختیار ہوتا ہے کہ جہری نمازوں میں وہ جہر (یعنی بُلند آواز سے قراءت) کر سکتا ہے تو کیا عورت کو بھی اختیار ہے کہ وہ بھی اکیلے نماز پڑھتے ہوئے جہری نمازوں میں جہراً قراءت (یعنی بُلند آواز سے قراءت) کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو جہری نماز میں بھی قراءت میں جہر کرنا منع ہے کیونکہ مرد اور عورتوں کی نماز میں کئی امور میں فرق کتبِ فقہ میں مذکور ہے اِنہی فرق والے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ عورت جہری نمازوں میں بھی جہر نہیں کرے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا عورتیں نمازِ جنازہ پڑھ سکتی ہیں؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری 2019ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورتیں نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے جنازے کے ساتھ جاسکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کا نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے جنازے کے ساتھ جانا، ناجائز وگناہ ہے، کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جنازے کے ساتھ عورتوں کو جانے سے منع فرمایا، بلکہ ایسی عورتوں کو ثواب سے خالی، گناہ سے بھری ہوئی فرمایا۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مجموعۂ احادیث ''سننِ ابنِ ماجہ'' میں نقل کرتے ہیں: عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فَإِذَا نِسْوَۃٌ جُلُوْسٌ فَقَالَ: مَا یُجْلِسُکُنَّ قُلْنَ: نَنْتَظِرُ الْجِنَازَۃَ، قَالَ: ھَلْ تَغْسِلْنَ قُلْنَ: لَا، قَالَ: ھَلْ تَحْمِلْنَ، قُلْنَ: لَا، قَالَ: ھَلْ تُدْلِیْنَ فِیْمَنْ یُدْلِیْ، قُلْنَ: لَا، قَالَ: فَارْجِعْنَ مَأْزُوْرَاتٍ غَیْرَ مَأْجُوْرَاتٍ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف لائے تو کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: تم کیوں بیٹھی ہو؟ عرض کی: ہم جنازے کا انتظار کر رہی ہیں۔ فرمایا: کیا تم غسل دو گی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کیا تم جنازہ اُٹھاؤ گی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کیا تم میّت کو قبر میں اتارو گی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: گناہ سے بھری ہوئی، ثواب سے خالی ہو کر لوٹ جاؤ۔(ابن ماجہ، ص113) امام عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ''الجامع الصغیر'' میں نقل کرتے ہیں: گناہ سے بھری ہوئی، ثواب سے خالی لوٹ جاؤ۔(جامع الصغیر مع فیض القدیر، 605/1)

عورتوں کے جنازہ کے ساتھ جانے کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ علاؤالدین حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ ''دُرِّ مختار'' میں لکھتے ہیں: عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہِ تحریمی ہے۔(در مختار، 162/3)

عورتوں کا جنازہ اُٹھانے کا حکم بیان کرتے ہوئے ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے عورت جنازہ نہیں اُٹھائے گی، اگرچہ عورت کی میّت ہو۔(الاشباہ والنظائر، ص358)

صدرُالشّریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''بہارِ شریعت'' میں لکھتے ہیں: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا، ناجائز وممنوع ہے۔ (بہارِ شریعت، 823/1)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

انگلیاں چٹخانے میں عمل کثیر نہ ہو تو نماز کا حکم

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1326

تاریخ اجراء: 15 جمادی الثانی 1445ھ/29 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت نے نماز میں انگلیاں ایسے چٹخائی کہ عمل کثیر نہ ہوا تو بھی نماز مکروہ تحریمی ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

انگلیاں چٹخانے میں اگر عملِ کثیر ہو، تو نماز ٹوٹ جائے گی، لیکن اگر عملِ کثیر نہ ہو تب بھی مرد یا عورت کا نماز میں انگلیاں چٹخانا گناہ و ناجائز عمل ہے جس نماز میں اس طرح کا عمل پایا گیا، وہ نماز مکروہِ تحریمی ہو گی، توبہ کے ساتھ ساتھ اس نماز کو بھی دوبارہ پڑھنا واجب ہو گا۔

فوائدِ رضویہ میں ہے: ”نماز میں انگلی چٹکانا گناہ و ناجائز ہے۔“ (فوائد رضویہ من فتاوی رضویہ، جلد 1، صفحہ 1021، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ فقیہِ ملت میں ہے: ”نماز میں انگلیاں چٹکانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”لا تفرقع اصابعک وانت فی الصلاۃ“ یعنی جب تم نماز کی حالت میں ہو تو انگلیاں نہ چٹکاؤ (سنن ابن ماجہ)۔۔۔ اور جن صورتوں میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، ان نمازوں کا دہرانا واجب ہوتا ہے۔“ (فتاوی فقیہ ملت، جلد 1، صفحہ 183، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

نماز کا وقت شروع ہوگیا مگر عورت نے ابھی ادا نہیں کی، اسی حالت میں حیض آگیا تو اب نماز کا کیا حکم ہوگا؟

مجیب: ابو مصطفی ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-114

تاریخ اجراء: 24 جمادی الاخری 1443ھ / 28 جنوری 2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عشاء کی نماز کا وقت شروع ہو گیا اور عورت نے نماز شروع نہیں کی اور حیض شروع ہو گیا تو کیا اس نماز کی قضا فرض ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اس نماز کی قضا فرض نہیں۔

بہار شریعت میں ہے: ”نماز کا آخر وقت ہو گیا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی کہ حیض آیا یا بچہ پیدا ہو تو اس وقت کی نماز معاف ہو گئی۔“ (بہار شریعت، جلد:1، صفحہ:380، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

وقتِ نَماز شُرُوع ہونے کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ نومبر/دسمبر 2018

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر نَماز کا وقت شُرُوع ہو چکا ہو اور عورت کو حیض آجائے، تو کیا عورت پر پاک ہونے کے بعد اس وقت کی نماز قَضا کرنا لازم ہے؟

سائلہ: بنتِ جنید عطّاری (راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کا وقت داخل ہو چکا اور عورت نے ابھی تک نماز ادا نہ کی کہ اسے حیض یا نفاس آگیا تو پاک ہونے کے بعد عورت پر اس نماز کی قضا لازم نہیں، کیونکہ فرضیت نماز کا سبب حقیقی حکم الٰہی اور سبب ظاہری وقت ہے، اس کے کسی بھی جُز میں نماز ادا کی جائے تو فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ابتدائی وقت میں ہی نماز ادا کرنا لازمی نہیں، اس اختیار کے سبب اگر کسی نے اول وقت میں نماز ادا نہ کی یہاں تک کہ اسے ایسا عذر لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے نماز ساقط ہو جائے تو اس وقت کی نماز مُعاف اور اس کی قضا بھی لازم نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

نماز کے بعد پڑھے جانے اوراد کی پابندی حیض کی حالت میں ضروری ہے یا نہیں

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-332

تاریخ اجراء: 22ذیقعدۃ الحرام 1443ھ/22جون 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کے بعد جو اوراد پڑھے جاتے ہیں جیسے یاقوی یا اس کے علاوہ دیگر اوراد، کیا ان اوراد کی پابندی حالتِ حیض میں بھی ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو اوراد نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں وہ پڑھنا عام دنوں میں بھی مرد و عورت کسی کے لیے ضروری نہیں، چہ جائیکہ عورتوں کے مخصوص ایام میں ان کی پابندی ضروری ہو۔ البتہ عورتوں کو مستحب ہے کہ مخصوص ایام میں نمازوں کے اوقات میں وضو کرکے، اتنی دیر تک درود شریف اور دوسرے وظائف پڑھ لیا کریں جتنی دیر میں نماز پڑھ سکتی تھیں، تاکہ عادت باقی رہے۔ نیز ایسے قرآنی اوراد و وظائف جو دعا و ثنا پر مشتمل ہیں جیسے سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی، انہیں بھی اس حالت میں پڑھ سکتی ہے، جبکہ بہ نیتِ دعا و ثنا پڑھے، قرآنِ مجید پڑھنے کی نیت نہ کرے۔ اسی طرح تینوں قل یعنی سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس بلا لفظِ قل بہ نیتِ ثنا پڑھ سکتی ہے، لفظِ قل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتی اگرچہ بہ نیتِ ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا متعین ہے اور ایسی آیات جو دعا و ثنا پر مشتمل نہیں ہیں وہ اور ایسے وظائف اور دعائیں جن میں حروفِ مقطعات ہیں انہیں بھی کسی نیت سے پڑھنا جائز نہیں۔ مخصوص دنوں میں بھی عورت نماز کے بعد پڑھا جانے والا وظیفہ "یاقوی" پڑھ سکتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا فرض نماز کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-817

تاریخ اجراء: 25 جمادی الاوّل 1444ھ/20 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورتوں کا بھی فرض نماز میں دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس نماز میں اس طرح کا ہوا، کیا اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرائض میں بلا عذر سورتوں کی تکرار کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً کوئی اور سورت یاد ہی نہیں آرہی، تو کراہت نہیں، اسی طرح نوافل میں بھی کراہت نہیں۔ یہ حکم مرد و عورت سب کے لیے ہے، البتہ اس وجہ سے نماز کو لوٹانا واجب نہیں ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے، جب کہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں، مثلاً پہلی رکعت میں پوری قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی، تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے یا دوسری میں بلا قصد وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یاد نہیں آتی، تو وہی پہلی پڑھے۔ نوافل کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں اسی سورت کو بار بار پڑھنا، بلا کراہت جائز ہے۔ (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 548، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat Darulifta Ahlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

آنے والا نمازی نئی صف میں کہاں کھڑا ہو؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الثانی 1441ھ

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ اگر پہلی صف مکمل ہو جائے پھر کوئی شخص آئے تو وہ کہاں کھڑا ہو گا؟ بالکل امام کی سیدھ میں؟ یا سیدھی جانب؟ یا اُلٹی جانب؟

(سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس بارے میں اصلِ مسئلہ یہ ہے کہ پہلی صف پوری ہونے کے بعد کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے آئے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ کسی دوسرے نمازی کے آنے کا انتظار کرے۔ اگر وہ آجائے تو اس کے ساتھ نماز شروع کر دے، اور اگر کوئی نہیں آیا اور امام رکوع میں جانے کو ہو تو اب اگلی صف میں سے کسی کو اپنے ساتھ کھڑے ہونے کے لئے آنے کا اشارہ کرے (اور وہ شخص حکم شریعت پر عمل کرتے ہوئے پیچھے آجائے، بلانے والے کا حکم ماننے کی نیت سے نہ آئے ورنہ اس کی اپنی نماز فاسد ہو جائے گی) اور اگر اگلی صف میں کوئی اس مسئلے سے آگاہی رکھنے والا نہ ملے یا ڈر ہو کہ جس کو اشارہ کرے گا وہ نماز توڑ کر اس سے جھگڑنے لگے گا تو یہ شخص پچھلی صف میں اکیلا بالکل امام کی سیدھ میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دے، امام کی سیدھی یا اُلٹی جانب نہ کھڑا ہو۔

البتہ غلبۂ جہالت اور دینی ضروری معلومات سے دوری کی بنا پر فی زمانہ یہی حکم دیا جائے گا کہ پچھلی صف میں نیا آنے والا مقتدی، اکیلا ہی امام کی سیدھ میں کھڑا ہو جائے۔ اگلی صف میں سے کسی کو نہ کھینچے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بچوں پر نماز و روزہ کس عمر سے فرض ہوتے ہیں؟

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-559

تاریخ اجراء: 07ربیع الاول1444ھ/04اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچوں پر نماز روزہ فرض ہونے کی عمر کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب کوئی بچہ یا بچی بالغ ہو جائے تو اس پر نماز، روزہ فرض ہو جاتا ہے۔

لڑکے اور لڑکی کے بالغ ہونے کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"لڑکے کو جب انزال ہو گیا وہ بالغ ہے وہ کسی طرح ہو، سوتے میں ہو جس کو احتلام کہتے ہیں یا بیداری کی حالت میں ہو۔ اور انزال نہ ہو تو جب تک اس کی عمر پندرہ سال کی نہ ہو بالغ نہیں جب پورے پندرہ سال کا ہو گیا تو اب بالغ ہے، علامات بلوغ پائے جائیں یا نہ پائے جائیں، لڑکے کے بلوغ کے لیے کم سے کم جو مدت ہے وہ بارہ سال کی ہے یعنی اگر اس مدت سے قبل وہ اپنے کو بالغ بتائے اس کا قول معتبر نہ ہو گا۔

لڑکی کا بلوغ احتلام سے ہوتا ہے یا حمل سے یا حیض سے ان تینوں میں سے جو بات بھی پائی جائے تو وہ بالغ قرار پائے گی اور ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو جب تک پندرہ سال کی عمر نہ ہو جائے بالغ نہیں اور کم سے کم اس کا بلوغ نو سال میں ہو گا اس سے کم عمر ہے اور اپنے کو بالغہ کہتی ہو تو معتبر نہیں۔" (بہار شریعت، جلد3، صہ 15، صفحہ 203، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

داڑھی کَٹوانے والے کے پیچھے نماز کا حکم

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اگست 2018ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ جو شخص داڑھی مونڈے یا ایک مٹھی سے کم کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

سائل: قاری ماہنامہ فیضان مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوری ایک مُشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور منڈانا یا ایک مٹھی سے کم کروانا دونوں حرام و گناہ ہیں اور ایسا کرنے والا فاسِقِ مُعلِن ہے اور فاسِقِ مُعلِن کو امام بنانا یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی یعنی پڑھنا گناہ ہے اور اگر پڑھ لی ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ غُنیۃ میں ہے: ''لَوْقَدَّمُوْافَاسِقاًیَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلٰی أَنَّ کَرَاھَۃَ تَقْدِیْمِہٖ کَرَاھَۃٌ تحریمٌ'' یعنی اگر کسی فاسق کو مقدم کیا تو وہ گناہگار ہوں گے اس بناء پر کہ فاسق کو مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (غنیۃ المستملی، ص513)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''داڑھی منڈانا اور کترواکر حدِ شرع سے کم کرانا دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بِالاِعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے منہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسِقِ مُعلِن کی امامت ممنوع و گناہ ہے'' (فتاویٰ رضویہ، 505/6)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

ستونوں کے درمیان صف بندی کا حکم؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6139

تاریخ اجراء: 06ربیع الاول1438ھ/06دسمبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے کی مسجد میں جب جماعت کے لئے صفیں بنتی ہیں تو کچھ مقامات پر پنکھوں کے لئے لگائے گئے 2 یا تین انچ موٹے پائپ درمیان میں آتے ہیں ایک عالم صاحب سے سنا تھا کہ یہ قطع صف ہے جب امام صاحب سے بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں حرج نہیں بعض مساجد میں تو صفوں کے درمیان بڑے بڑے پلر ہوتے ہیں پھر بھی لوگ بجماعت ان کے درمیان نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا درست ہے ؟ نیز صف کے درمیان میں پائپ ہوں جن کی وجہ سے دو نمازیوں کے درمیان خلا رہ جاتا ہو تو کیا یہ قطع صف نہیں ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صف میں ستون یا ان پائپوں کی وجہ سے خلا رہنا ضرور قطع صف ہے کہ اس سے صف دو ٹکڑے ہو جاتی ہے اور یہ مکروہ و ناجائز ہے۔اور اگر صرف ستونوں کے درمیان صف ہو اس کے دائیں بائیں صف نہ بنائی جائے تو بھی یہ مکروہ ہے کہ صف کو نامکمل چھوڑ دیا جبکہ اتمام صف (یعنی صف کو مکمل کرنا) واجب ہے۔

لہٰذا بلاضرورت ستونوں یا پائپوں کی جگہ صف نہ بنائیں اتنی جگہ چھوڑ کر پیچھے صف بنائیں البتہ ان کے درمیان صف بنانے کی ضرورت ہو مثلاً نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ پڑے تو ضرورتاً یہاں صف بنانا مکروہ نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1064

تاریخ اجراء: 13 صفر المظفر 1445ھ / 31 اگست 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں ایک رکعت کے اندر سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی اور سورت ملانے سے پہلے آمین کے بعد پھر پڑھی تو کیا یہ دوبار پڑھنا درست ہے جبکہ اس کی عادت بنی ہوئی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام ہو یا منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) دونوں کے لئے تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون یعنی سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد اگر سورت شروع سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ پڑھنا مستحسن یعنی اچھا عمل ہے۔ البتہ مقتدی یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا قراءت نہیں کرے گا اور بسم اللہ شریف بھی نہیں پڑھے گا۔

بہار شریعت میں ہے: ”تعوذ صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ ہر رکعت کے اوّل میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اوّل سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے، قراءت خواہ سری ہو یا جہری، مگر بسم اللہ بہر حال آہستہ پڑھی جائے۔“ (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 423، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کو نامحرم کا خون چڑھانا کیسا؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ محرم الحرام 1441ھ

دَارُالاِفْتَاءِ اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی اسلامی بہن کو خون کی ضرورت ہو تو کیا نامحرم مرد کا خون انہیں چڑھایا جاسکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی نقطۂ نظر سے خون، کسی قریبی محرم رشتہ دار کا ہو یا غیر محرم کا، نجس و ناپاک ہے، اس کا جسم میں چڑھانا، عام حالت میں ناجائز و حرام ہے۔ ہاں ضرورت و شرعی حاجت کا تحقق ہو تو اس صورت میں اب فقہائے کرام کی اکثریت نے خون چڑھانے کی اجازت دی ہے، لہٰذا جن صورتوں میں شرعاً خون چڑھانے کی اجازت ہے، ان صورتوں میں مسلم غیر مسلم، محرم یا غیر محرم، سب کا خون چڑھایا جا سکتا ہے۔ جائز ہے ہاں غیر مسلم کے خون سے بچنا مناسب ہے، مسلمان کا خون میسّر ہو تو غیر مسلم کا خون نہ لیا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

تِھَامِی نام رکھنا کیسا ہے؟

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-888

تاریخ اجراء: 12 رمضان المبارک 1444ھ/03 اپریل 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

"تِھَامِی" نام رکھنا کیسا؟ کیا یہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

"تِھَامِی" (تاء کے نیچے زیر کے ساتھ) تہامہ کی طرف نسبت ہے اور تہامہ مکہ مکرمہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ لفظ 'التھم' سے بنا ہے جس کا معنی شدید گرمی اور ہوا کا رک جانا ہے۔ مکہ مکرمہ کے موسم کو چونکہ اس کے لغوی معنی سے مناسبت تھی، لہذا مکہ مکرمہ کا ایک نام تہامہ ہو گیا۔ نیز نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا تعلق پیدائش کے اعتبار سے چونکہ مکہ مکرمہ سے تھا، لہذا اس کی طرف نسبت کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام "تہامی" بھی ہے؛ لہٰذا یہ نام رکھنا جائز ہونے کے ساتھ ساتھ بابرکت بھی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

فرض نماز کے بعد دعا نہ مانگنا

فتوی نمبر: WAT-404

تاریخ اجراء: 15 جمادی الاخری 1443ھ/19 جنوری 2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی فرض نماز کے بعد دعا نہ مانگنے کی عادت بنالے تو وہ گنہگار ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے اور اس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں روایت ہے: "پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے اخیر حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد"۔ البتہ فرض نماز کے بعد دعا نہ مانگنا اور اس کی عادت بنانا گناہ تو نہیں ہے مگر ایک بڑی سعادت سے محرومی ضرور ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا عورتیں مسجد میں جاکر دینی تعلیم حاصل کرسکتیں ہیں؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6058-b

تاریخ اجراء: 20محرم الحرام1438ھ/22اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک جگہ جامع مسجد دومنزلہ ہے۔کیااس کی دوسری منزل پر عورتیں دینی تعلیم (مسائل) سیکھنے کے لیے روزانہ دن میں کسی وقت جمع ہوسکتی ہیں جس میں صحیح العقیدہ سنیہ خاتون مسائل شرعیہ بیان کرے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کواس طرح مسجد میں جمع ہونے کی اجازت نہیں کہ اس میں کئی مفاسد ہیں۔البتہ اگر مسجد کے علاوہ کسی ایسی جگہ جمع ہوں کہ مردوں کے ساتھ اختلاط کی کوئی صورت نہ ہو،نہ کوئی فتنہ فی الحال ہونہ اس کااندیشہ ہو نیز شرعی پردے کی کامل احتیاط ہواور مسائل شرعیہ سکھانے والی کوئی صحیح العقیدہ سنیہ عالمہ ہوجو صحیح مسائل سکھائے تواس میں حرج نہیں۔

مسجد میں جمع ہونے میں مفاسد مندرجہ ذیل ہیں:

(1)عورتیں مسجد میں آئیں گی توغالب یہ ہے کہ چھوٹے ناسمجھ بچوں کو بھی مسجد میں لائیں گی اورایسے ناسمجھ بچے جن سے نجاست کا ظن غالب ہوانہیں مسجد میں لاناناجائزوحرام ہےاوراگر نجاست کااحتمال ہوتومکروہ۔اسی طرح وہ بچے جو مسجد میں شوروغل کریں،بے حرمتی کریں ان کو بھی مسجد میں لانا منع ہے۔

(2)عورتوں کے مسجد آنے میں یہ بھی اندیشہ ہے کہ پاکی ناپاکی کاخیال نہیں کریں گی،بلکہ بارہاایسی حالت پرہوں گی کہ جس میں ان کامسجد میں جاناحرام ہوتاہے کیونکہ حدیث پاک میں ایسی عورتوں کومسجد میں داخلہ سے منع فرمایاگیاہے۔

مزید یہ کہ عورتوں کے مسجد میں آنے میں ان کے نمازیوں سے اختلاط کا بھی اندیشہ ہے جس سے شریعت مطہر نے ممانعت فرمائی۔اگر بالفرض کوئی ان سب باتوں کاخیال رکھ کر عورتوں کے مسجد میں آنے کی صورتیں نکالناچاہے بھی تویہ کارلاحاصل ہے کہ عملاًایسابہت مشکل ہے

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

نماز میں رکوع یا سجدہ کی تسبیح ایک بار پڑھنے کی عادت بنانا کیسا؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-734

تاریخ اجراء: 13 جمادی الاول 1444ھ/08 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

رکوع یا سجود کی تسبیحات ایک ایک بار پڑھنے کی عادت بنالی تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بلاضرورت تین تسبیح سے کم پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے یعنی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس کی عادت بنانا اگرچہ گناہ نہیں لیکن بلاوجہ اس کی عادت نہیں بنانی چاہیے۔

بہار شریعت میں مکروہات تنزیہیہ بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”سجدہ یا رکوع میں بلاضرورت تین تسبیح سے کم کہنا۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ630، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اور مکروہِ تنزیہی کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”مکروہ تنزیہی: جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے۔ یہ سنّتِ غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ284، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

نماز نہ پڑھنا اور کہنا کہ ہم اللہ کے ولی کے مرید ہیں، وہ بخشوا دیں گے

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1020

تاریخ اجراء: 12 محرم الحرام 1445ھ / 31 جولائی 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر خانقاہ پر کوئی شخص اس لیے نماز نہ پڑھے کہ ہم تو ولی اللہ کے مرید ہیں اور ہمیں ولی اللہ بخشوا دیں گے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسا کہنا جہالت ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کی فرضیت کا انکار کرے تو کفر بھی ہے۔

جب خود کسی بھی کامل پیر کو نماز معاف نہیں بلکہ بغیر نماز کے کوئی کامل مسلمان بھی نہیں بن سکتا، کامل پیر ہونا تو دور کی بات، تو کسی بھی پیر کے مرید کو نماز چھوڑنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے، بلکہ سچے پیر ہمیشہ نمازوں کی تاکید کرتے ہیں اور ان کی نسبت کا بہانا کر کے نماز نہ پڑھنے والے ان کے نافرمان ہیں، ان کے سچے محِب نہیں ورنہ ان کی بات مانتے نہ کہ خلاف کرتے۔

نیز ایسے کام کرنے والے کئی لوگ ان کامل پیروں کے مرید ہی نہیں ہوتے، بس ان کا نام استعمال کر کے لوگوں کو خاموش کروانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کا یہ جواب اللہ جبار و قہار کی بارگاہ میں انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی کامل اور سچے پیر ان سے راضی ہوں گے۔

ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے کہ کہیں نمازیں نہ پڑھنے کی نحوست سے معاذ اللہ ایمان ہی نہ رہا تو مرید کب رہیں گے؟ پھر کوئی بھی کام نہیں آسکے گا۔ جی ہاں! گناہ کفر کے قاصد ہیں اور گناہوں کی نحوست سے ایمان برباد ہو جانے کا خطرہ ہے معاذ اللہ، اور نماز سب سے زیادہ لازمی کام ہے جس کا ترک بہت بڑا گناہ ہے اور مسلمان و کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

روزہ کے مسائل

اجنبیہ عورت کی شرمگاہ کو چھونے سے انزال ہوجائے، تو روزے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12185

تاریخ اجراء: 19 شوال المکرم 1443ھ/21 مئی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہِ رمضان میں روزے کی حالت میں اجنبی مرد نے شہوت سے مغلوب ہو کر اجنبیہ عورت کی شرمگاہ کو کپڑے کے اوپر سے چھوا، تو اس مرد کو انزال ہو گیا۔ ان دونوں مرد و عورت کو اپنا روزہ دار ہونا بھی یاد تھا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں اس مرد کے روزے کا کیا حکم ہے؟ اگر اس مرد کا وہ روزہ ٹوٹ گیا ہے تو کیا اس پر روزے کا کفارہ بھی لازم آئے گا یا فقط قضا ہی لازم ہو گی؟؟ اس حوالے سے رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً تو یہ مسئلہ ذہن نشین رہے کہ اجنبی مرد و عورت کا غیر شرعی تعلق قائم رکھنا سخت ناجائز و حرام ہے، جس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے۔ لہذا صورتِ مسئولہ میں ان دونوں مرد و عورت پر شرعاً لازم ہے کہ اب تک ان کے مابین جو بھی غیر شرعی تعلقات قائم ہوئے ہیں اس گناہ سے صدقِ دل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کریں اور آئندہ اس گناہ سے باز رہیں۔

البتہ پوچھے گئے سوال کا جواب یہ ہے کہ **صورتِ مسئولہ میں اگر تو اس مرد کو عورت کے بدن کی گرمی بھی محسوس ہوئی تھی، تو اس صورت میں اس مرد کا وہ روزہ ٹوٹ گیا، جس کی قضا کرنا اور روزہ توڑنے کے گناہ پر سچی توبہ کرنا شرعاً اس مرد پر لازم و ضروری ہے۔ مگر اس صورت میں روزے کا کفارہ نہیں ہو گا۔**

چنانچہ ملتقی الابحر میں ہے: ”أو قبل أو لمس ان انزل افطر“ یعنی مرد نے عورت کا بوسہ لیا یا چُھوا اگر انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اس عبارت کے تحت مجمع الانہر میں ہے:"مس البشرة بلا حائل؛ لأنه **لو مسها من وراء الثوب فأنزل فسد إذا وجد حرارة أعضائهم وإلا فلا** كما في المحيط (إن أنزل) قيد للجميع (أفطر) ولزمه القضاء۔۔ولا كفارة"یعنی چھونے کا یہ حکم اس وقت ہے کہ جب عورت کی جلد کو بغیر کسی حائل کے چھوا ہو کیونکہ اگر مرد نے عورت کے جسم کو کپڑے کے اوپر سے چُھوا اور انزال ہو گیا تو روزہ اس وقت فاسد ہو گا جب اعضاء کی گرمی محسوس ہوئی ہو اور اگر کپڑا اتنا موٹا تھا کہ اعضاء کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو روزہ فاسد نہیں ہو گا جیسا کہ محیط برھانی میں ہے۔ یہاں بیان کی گئی تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹنے میں انزال کا پایا جانا ضروری ہے اور ان صورتوں میں روزے کی قضا لازم ہے اور کفارہ نہیں۔(مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، ج01، ص362-361، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

نیز فتاوٰی عالمگیری میں ہے:"ولو مس المرأة ورأى ثيابها فأمنى فإن وجد حرارة جلدها فسد، وإلا فلا كذا في معراج الدراية"یعنی اگر روزے دار نے کسی عورت کو چھوا اور اس کے کپڑوں کو دیکھا جس سے اس کی منی خارج ہو گئی، تو اب اگر روزے دار کو اس عورت کے بدن کی گرمی محسوس ہوئی تھی تو اس کا وہ روزہ ٹوٹ گیا، وگرنہ اس کا وہ روزہ نہیں ٹوٹا، جیسا کہ معراج الدرایہ میں مذکور ہے۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الصوم، ج01، ص205-204، مطبوعہ پشاور)

بہار شریعت میں ہے:"ران یا پیٹ پر جماع کیا یا بوسہ لیا یا عورت کے ہونٹ چُوسے **یا عورت کا بدن چُھوا اگرچہ کوئی کپڑا حائل ہو، مگر پھر بھی بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو۔ اور ان سب صورتوں میں انزال بھی ہو گیا۔۔۔ ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔**"(بہار شریعت، ج01، ص989، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

یاد رہے کہ اسلام میں زنا کے قریب جانے سے بھی منع کیا گیا ہے زنا کی شدید مذمت قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہے جس سے بچنا ہر مسلمان پر شرعاً لازم وضروری ہے۔ بدکاری کی مختلف صورتیں ہیں آنکھوں کا زنا حرام چیز کو دیکھنا ہے، ہاتھوں کا زنا حرام چیز کو پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا حرام چیز کی طرف چل کر جانا ہے، منہ کا زنا حرام چیز کا بوسہ لینا ہے، **لہذا صورتِ مسئولہ میں معاذ اللہ اس اجنبی مرد کا اجنبیہ عورت کی شرمگاہ کو چھونا بلاشبہ یہ ہاتھوں کا زنا ہے اس گناہ سے توبہ کرنا اور آئندہ اس گناہ سے بچنا اس شخص پر لازم وضروری ہے۔**

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً-وَ سَآءَ سَبِیْلًا(۳۲)"ترجمہ کنز الایمان:"اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔"(القرآن الکریم: پارہ15، سورۃ بنی اسرائیل، آیت32)

سنن ابی داؤد کی حدیث پاک میں ہے:"عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال "واليدان تزنيان فزناهما البطش والرجلان تزنيان فزناهما المشي والفم يزني فزناه القبل "ترجمہ: حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا حرام چیز کو پکڑنا ہے، پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا حرام کی طرف چل کر جانا ہے اور منہ بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا بوسہ لینا ہے۔(سنن أبي داود، کتاب النکاح، ج 01، ص 653، دار الفکر، بیروت)

نیز بخاری و مسلم و ابو داود و نسائی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "**زنا کرنے والا جس وقت زنا کرتا ہے مومن نہیں رہتا** اور چور جس وقت چوری کرتا ہے مومن نہیں رہتا اور شرابی جس وقت شراب پیتا ہے مومن نہیں رہتا۔"(صحیح مسلم، کتاب الإیمان، الحدیث:202، ج 01، ص 690، مطبوعہ بیروت)

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ یہ کام کرنے والا چونکہ ایمان سے متصادم کام کرتا ہے اور یہ کام کرنا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے لہذا مرد و عورت پر لازم ہے کہ وہ حرام افعال سے دور رہیں اور عفت و پاکیزگی کی زندگی اختیار کریں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

اسلامی بہنوں کے لئے روزے کا ایک اہم مسئلہ

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شعبان المعظم 1442ھ اپریل

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اسلامی بہن سحری کے وقت عادت کے مطابق 7 دن میں پاک ہوئی، لیکن اتناوقت نہیں ہے کہ وہ غسل کر سکے، تو کیا اس پر روزہ رکھنا لازم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو اسلامی بہن صبح صادق سے پہلے دس دن سے کم میں حیض سے پاک ہوئی اور اتناوقت بھی نہیں کہ صبح صادق ہونے سے پہلے غسل کر کے، کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکتی ہو، تو اس دن کا روزہ رکھنا اس اسلامی بہن پر فرض نہ ہوا۔ البتہ روزہ داروں کی طرح رہنا اس پر واجب ہے، مثلاً کھانے پینے سے باز رہے۔

(بہار شریعت، 382/1، فتاویٰ خلیلیہ، 505/1)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

بیوی کی تصویر دیکھ کر شوہر کو انزال ہوجائے تو روزے کا کیا حکم ہے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12124

تاریخ اجراء: 19رمضان المبارک1443ھ/21اپریل2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شہوت کے غلبے میں اگر شوہر بیوی کی تصویر دیکھ رہا ہو، اسی حالت میں شرمگاہ کو چھوئے بغیر ہی اسے انزال ہو جائے۔ تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اس شخص کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق روزے دار کو اگر نظر کرنے سے انزال ہو جائے تو اس صورت میں اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا۔

چنانچہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: ”**نظر إلى امرأة فأنزل لم يفطر** سواء نظر إلى الوجه أو إلى الفرج أو إلى غيرهما لما بينا أنه لم يوجد منه صورة الجماع ولا معناه فصار كالمتفكر إذا أمنى۔“ یعنی: روزے دار نے کسی عورت کی طرف نظر کی جس سے اسے انزال ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا برابر ہے کہ اس نے عورت کے چہرے کی طرف نظر کی ہو یا اس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی ہو یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور طرف نظر کی ہو، روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ وہ ہے جو ہم نے بیان کی کہ نہ اس میں صورۃً جماع ہے اور نہ ہی معنیً جماع ہے یہ ایسا ہی جیسے سوچ وبچار کرنے والے کو منی کا انزال ہو جائے۔ (الجوھرۃ النیرہ، ج01، ص167، مطبوعہ کراچی)

بہارِ شریعت میں ہے: ”بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا یونہیں **عورت کی طرف بلکہ اس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی مگر ہاتھ نہ لگایا اور انزال ہو گیا،** اگرچہ بار بار نظر کرنے یا جماع وغیرہ کے خیال کرنے سے انزال ہوا، اگرچہ دیر تک خیال جمانے سے ایسا ہوا ہو ان سب صورتوں میں **روزہ نہیں ٹوٹا۔**“ (بہارِ شریعت، ج01، ص982، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

جماع کرنے سے روزہ کب ٹوٹے گا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13040

تاریخ اجراء: 27 ربیع الاول 1445ھ/14 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماع کرتے ہوئے صرف حشفہ کے چھپ جانے سے غسل فرض ہو جاتا ہے، تو اگر میاں بیوی نے روزہ کی حالت میں مباشرت کی اور صرف حشفہ چھپنا پایا گیا، تو اس صورت میں روزہ بھی ٹوٹ جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی سے ہمبستری کرتے ہوئے صرف حشفہ بھی شرمگاہ میں چھپ گیا، تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس روزہ کی قضا لازم ہے اور اگر یہ رمضان کا ادا روزہ تھا، تو قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہو گا۔

واضح رہے کہ بلا عذرِ شرعی جان بوجھ کر روزہ توڑنا، ناجائز و گناہ ہے۔ اس صورت میں روزے کی قضا کے ساتھ ساتھ توبہ کرنا بھی لازم ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”(إن جامع) المكلف آدميًا مشتهى (في رمضان أداء) ۔۔(أو جومع) و توارت الحشفة (في أحد السبيلين) أنزل أو لا ۔۔۔(قضى و كفر)“ یعنی اگر مکلف مشتہی آدمی نے رمضان کے ادا روزے میں سبیلین میں سے کسی ایک میں جماع کیا یا اس کے ساتھ جماع کیا گیا اور حشفہ چھپ گیا تو انزال ہوا ہو یا نہیں، روزے کی قضا کرے اور کفارہ دے۔ (الدر المختار علی تنویر الابصار ملتقطا، جلد 3، صفحہ 442۔445، مطبوعہ: کوئٹہ)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ”توارت الحشفة“ کے تحت فرماتے ہیں: ”ای غابت و هذا بيان لحقيقة الجماع لانه لا يكون الا بذلک“ یعنی حشفہ غائب ہو جائے اور یہ جماع کی حقیقت کا بیان ہے کیونکہ اس کے بغیر جماع نہیں ہوتا۔ (رد المحتار علی الدر المختار، جلد 3، صفحہ 442، مطبوعہ: کوئٹہ)

خانیہ میں ہے:"إذا أصبح صائماً في رمضان فجامع امرأته متعمداً عليه القضاء والكفارة إذا توارت الحشفة أنزل أو لم ينزل "یعنی رمضان میں جب کسی نے صبح کی پھر جان بوجھ کر اپنی بیوی سے جماع کیا، تو اس پر قضاو کفارہ لازم ہے بشرطیکہ حشفہ چھپ گیا ہو، انزال ہو ہو یا نہ ہوا ہو۔(فتاوی قاضی خان، جلد1، صفحہ188، مطبوعہ: بیروت)

مبسوط سرخسی میں ہے:"وإذا جامع الرجل امرأته في الفرج فغابت الحشفة ولم ينزل فعليهما القضاء والكفارة والغسل۔۔۔أما الكفارة فلحصول الفطر على وجه تتم الجناية به "یعنی جب کسی شخص نے اپنی بیوی کی اگلی شرمگاہ میں جماع کیا اور حشفہ غائب ہو گیا مگر انزال نہیں ہوا، تو ان دونوں پر روزے کی قضا، کفارہ اور غسل لازم ہے۔۔۔کفارہ لازم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ روزہ توڑنے کا حصول ایسے طریقہ پر ہوا جس سے جنایت کامل ہوتی ہے۔(المبسوط، جلد3، صفحہ79، مطبوعہ:بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DarulftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حالتِ حیض میں چھوٹے ہوئے روزے کی قضا اور نماز کے معاف ہونے میں حکمت

مجیب: ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-319

تاریخ اجراء: 12 شوال المکرم 1443ھ/14 مئی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

حالت حیض میں جو روزے چُھوٹے انکی قضاء لازم ہے جبکہ اسی حالت میں جو نمازیں رہ گئیں، ان کی قضا لازم نہیں ، بلکہ معاف ہے، تو اس کی وجہ اور حکمت کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ہر مسلمان کا ذہن یہ ہونا چاہئے کہ شریعت کا جو بھی حکم ہو، اس پر عمل کرے اور اس کو تسلیم کرے، اس کی حکمتوں کی تلاش میں نہ رہے کہ یہ ایسا کیوں ہے، ویسا کیوں ہے، ہاں اگر اعتراض کئے بغیر کسی اچھی نیت سے کسی حکم کی حکمت معلوم کرنے کی نیت ہو، تو یہ فعل برا نہیں۔

حائضہ عورت کو نماز معاف ہے، لیکن حیض کی وجہ سے روزہ چھوٹ گیا، تو اس کی قضا کا حکم ہے، اس کی وجہ فقہائے کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے اور عورت کو عام طور پر حیض ہر ماہ میں کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک آتا ہے، تو اگر عورت کو نماز قضا کرنے کا حکم دیا جاتا، تو ہر ماہ کسی کو پندرہ، کسی کو 25، کسی کو 40 اور کسی کو 50 نمازیں قضا کرنی پڑتیں اور اس میں دشواری اور آزمائش ہے، جبکہ روزے سال میں ایک مرتبہ میں فرض ہیں اور ان کی قضا میں کوئی دشواری و آزمائش نہیں کہ سال میں تین سے دس روزے ہی قضا کرنے پڑیں گے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت معاذہ عدویہ نے عرض کی کہ حائضہ روزہ قضا کرتی ہے، لیکن نماز قضا نہیں کرتی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ عارضہ ہم کو بھی ہوتا تھا، تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الحیض، حدیث 335)

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ احکامِ شرعیہ کی حکمتیں پوچھنا برا نہیں، ہاں احکامِ شرعیہ پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔۔۔ حضرتِ عائشہ کی طرف سے دیئے گئے جواب کے متعلق مفتی صاحب ارشاد فرماتے ہیں: سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز جواب ہے کہ مجھے عقلی حکمتوں سے غرض نہیں، ہم تو حکم کے تابع ہیں، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی قضا کا حکم دیا، نماز کی قضا کا نہیں، اس لئے یہ فرق ہو گیا، ہمیں عقلی حکمتوں سے کیا غرض۔۔۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ روزے کی قضا میں ندرت ہے کہ سال میں سات آٹھ روزے قضا کرنے پڑتے ہیں، اس لئے اس میں دشواری نہیں اور قضائے نماز میں کثرت ہے کہ ہر مہینہ سات آٹھ دن کی فی دن پانچ نمازیں قضا کرنی پڑتیں یعنی چالیس بلکہ بعض کو پچاس نمازیں، اس میں بہت دشواری ہوتی، اس لئے نمازوں کی قضا نہیں، روزوں کی ہے۔“ (مرآۃ المناجیح ملتقطا، جلد3، صفحہ260، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کی وجہ سے روزے رہ جائیں تو کیا ان کی قضا ضروری ہے؟ نیز قضا کا وقت کب تک ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12437

تاریخ اجراء: 02ربیع الاول1444ھ/29ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے فرض روزے جو حیض کی وجہ سے رہ جاتے ہیں کیا ان روزوں کی قضا کرنا ضروری ہے؟

اگر ضروری ہے تو ان روزوں کی قضا کا وقت کب تک ہے؟ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ آنے والے رمضان سے پہلے پہلے عورت ان روزوں کی قضا کرلے ورنہ اسے ایک روزے کے بدلے میں 60 روزے رکھنا ہوں گے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی وجہ سے جو روزے رہ گئے، ان روزوں کی قضا عورت پر فرض ہے لہذا عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ ماہ رمضان گزرنے کے بعد ممکنہ صورت میں جتنا جلد ہوسکے ان قضا روزوں کو ادا کرلے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اب ان روزوں کی قضا کا وقت کب تک ہے؟ اس کی شریعت نے کوئی خاص مدت بیان نہیں کی، لہذا ان قضا روزوں کی ادائیگی کا وقت پوری زندگی ہے۔ ایامِ ممنوعہ کے علاوہ کسی بھی دن یہ قضا روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ لیکن فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق مستحب یہ ہے کہ جتنا جلد ہوسکے ان روزوں کی قضا کرلی جائے کہ اس میں بھلائی کی طرف سبقت کرنا اور فرض کی ادائیگی سے بری الذمہ ہونا ہے۔

جن لوگوں نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ **"آنے والے رمضان سے پہلے پہلے عورت ان روزوں کی قضا کرلے ورنہ اسے ایک روزے کے بدلے میں 60 روزے رکھنا ہوں گے"** انہوں نے بالکل غلط مسئلہ بیان کیا ہے، لہذا ان سب پر لازم ہے کہ وہ اس گناہ سے توبہ کریں اور آئندہ بغیر علم کے ہرگز کوئی شرعی مسئلہ بیان نہ کریں۔ اس طرح کے مسائل

غیر عالم لوگ اپنی جہالت سے بیان کرتے ہیں۔ یہ بہت نازک معاملہ ہے کیونکہ بغیر علم کے فتویٰ دینا شریعت پر افتراء باندھنا ہے جو کہ سخت ناجائز و حرام ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی شدید مذمت بیان ہوئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وَ مَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ“ ترجمہ کنز الایمان: ”تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں۔“ (القرآن الکریم، پارہ 02، سورۃ البقرۃ، آیت: 185)

ایامِ ممنوعہ کے علاوہ زندگی میں کبھی بھی قضا روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ احکام القرآن للطحاوی میں ہے:

”{فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ} ولم يخص بتلك الأيام الأخر ما قبل شهر رمضان الجائي أفنجعله بخلاف ما بعد شهر رمضان الجائي، وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم تدل على خلاف ذلك؟ لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد أمر الذي أفطر يوما من رمضان فيما روينا عنه في هذا الباب، أن يقضي يوما مكانه، ولم يقل له في شهر رمضان الذي بعده، فدل ذلك على أنه قد أطلق له القضاء في كل الدهر لا فيما نهى عن صومه من الأيام التي نهى عن صومها۔“ ترجمہ: ”اللہ عزوجل کے اس فرمان (فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ) میں آنے والے رمضان سے پہلے کسی مہینے کے دنوں کو خاص نہیں کیا گیا تو کیا ہم اس کے برخلاف آنے والے رمضان کے بعد میں کسی مہینے کے ساتھ ان دنوں کو خاص کرلیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھی اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جس نے رمضان کا روزہ چھوڑا تھا اس روزے کے بدلے میں ایک روزہ قضا کرنے کا حکم دیا اس بارے میں جو روایت ہے وہ ہم نے اس باب میں ذکر کی ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ اس مہینے میں قضا کرو کہ جو اس رمضان کے بعد آنے والا ہے لہذا یہ اس بات پر دلالت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزے کی قضا کرنے کے لیے پورے زمانے کو مطلق رکھا سوائے ان ایامِ ممنوعہ کے کہ جن میں روزے رکھنا ممنوع ہیں۔“ (أحکام القرآن للطحاوی، ج 01، ص 414، مطبوعہ استنبول)

ناپاکی کے ایام میں رہ جانے والے روزوں کی قضا عورت پر لازم ہے۔ جیسا کہ تفسیرِ مظہری میں اسی آیت کے تحت مذکور ہے: ”ویلحق بالمریض والمسافر في حق وجوب القضاء الحائض والنفساء بالإجماع والأحادیث عن معاذة العدویة انها قالت لعائشة ما بال الحائض تقضی الصوم ولا تقضی الصلاة قالت عائشة کان تصیبنا ذلک فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة- رواه مسلم-“ یعنی روزے کی قضا کے معاملے میں حائضہ اور نفاس والی عورت بالاجماع مریض اور مسافر کے حکم میں ہیں۔ احادیث بھی

اس پر دال ہیں جیسا کہ حضرت معاذۃ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ کیا وجہ ہے عورت حیض کے دنوں میں رہ جانے والے روزوں کی تو قضا کرتی ہے لیکن نمازوں کی قضا نہیں کرتی؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا کہ ہمیں بھی یہ معاملہ درپیش ہوا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا، مسلم نے اسے روایت کیا۔ (التفسیر المظھری، ج01، ص196، مطبوعہ کوئٹہ)

صحیح مسلم کی حدیثِ پاک میں ہے: "عن عائشة كان يصيبنا ذلک فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة" یعنی حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمیں یہ معاملہ درپیش ہوا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب بقضاء الصوم علی الحائض، ج01، ص153، مطبوعہ کراچی)

رد المحتار میں اس حوالے سے مذکور ہے: "(يمنع صلاة) اى الحيض و كذا النفاس (مطلقاً ولو سجدة شكر وصوماً وجماعاً **وتقضيه) اى الصوم على التراخى فى الاصح۔**" خزائن "(لزوما) دونها (للحرج)" ترجمہ: "حیض اور نفاس مطلقاً نماز سے مانع ہیں اگرچہ سجدہ شکر ہی کیوں نہ ہو، یونہی روزے سے اور جماع سے بھی مانع ہیں مگر روزوں کی قضا کرنا ہوگی، اصح قول کے مطابق تراخی کے ساتھ بھی قضا کی جاسکتی ہے "خزائن"۔ البتہ حرج کی بنا پر ان دنوں کی نمازوں کی قضا فرض نہیں۔" (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص532، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً وملخصاً)

روزے کی قضا میں تاخیر نہ کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، بحر الرائق وغیرہ میں ہے: "و النظم للاول" (ولا يشترط التتابع في القضاء لإطلاق النص لكن **المستحب التتابع وعدم التأخير) اى بعد زوال العذر (عن زمان القدرة مسارعة إلى الخير وبراءة الذمة)**" یعنی قضا روزے لگاتار رکھنا شرط نہیں کہ نص اس بارے میں مطلق ہے لیکن لگاتار روزے رکھنا اور عذر کے زائل ہونے کے بعد قدرت ہونے کے باوجود تاخیر نہ کرنا مستحب ہے کہ اس میں بھلائی اور بریٔ الذمہ ہونے کی طرف سبقت کرنا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، ص687، مطبوعہ کراچی)

بہار شریعت میں ہے: "ان دِنوں میں نمازیں معاف ہیں ان کی قضا بھی نہیں اور **روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔**" (بہارِ شریعت، ج01، ص380، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

قضاروزوں کی ادائیگی کے متعلق بہارِ شریعت میں ہے:"جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا، اُن پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا رکھیں اور ان قضاروزوں میں ترتیب فرض نہیں۔ فلہٰذا اگر ان روزوں کے پہلے نفل روزے رکھے تو یہ نفلی روزے ہوگئے، **حکم یہ ہے کہ عذر جانے کے بعد دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے قضا رکھ لیں۔**"

مزید تھوڑا آگے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:"اگر روزے نہ رکھے اور دوسرا رمضان آگیا تو اب پہلے اس رمضان کے روزے رکھ لے، قضا نہ رکھے۔"(بہارِ شریعت، ج01، ص1005-1004، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

قضاروزوں کے باب میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:"ظاہر یہ ہے کہ قضاء سے روزوں کی قضا مراد ہے جیسا کہ اس موقعہ سے اور آئندہ حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے۔ **خیال رہے کہ ہر عبادت کی قضا بہت جلد کر لینا چاہیے کیونکہ موت کی خبر نہیں۔**"(مرآۃ المناجیح، ج03، ص175، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

بغیر علم کے فتویٰ دینا شریعت پر افتراء (تہمت) باندھنا ہے جو کہ سخت ناجائز و حرام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ" ترجمہ کنز الایمان:"اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔"(القرآن الکریم: پارہ14، سورۃ النحل، آیت116)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"جنھوں نے بھی بے علم کے فتویٰ دیا انھوں نے اللہ عزوجل کے حرام کو حلال کیا، اور جنھوں نے اس کی تصدیق کی انھوں نے حرام کی تصدیق کی۔ کنز العمال کی حدیثِ مبارک ہے "من افتیٰ بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض "یعنی جس نے علم کے بغیر فتویٰ دیا اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔"(فتاوی رضویہ، ج11، ص477، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملخصاً)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کی وجہ سے روزے رہ جائیں تو کیا ان کی قضا ضروری ہے؟ نیز قضا کا وقت کب تک ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12437

تاریخ اجراء: 02ربیع الاول1444ھ/29ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے فرض روزے جو حیض کی وجہ سے رہ جاتے ہیں کیا ان روزوں کی قضا کرنا ضروری ہے؟

اگر ضروری ہے تو ان روزوں کی قضا کا وقت کب تک ہے؟ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ آنے والے رمضان سے پہلے پہلے عورت ان روزوں کی قضا کرلے ورنہ اسے ایک روزے کے بدلے میں 60 روزے رکھنا ہوں گے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی وجہ سے جو روزے رہ گئے، ان روزوں کی قضا عورت پر فرض ہے لہذا عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ ماہ رمضان گزرنے کے بعد ممکنہ صورت میں جتنا جلد ہوسکے ان قضا روزوں کو ادا کرلے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اب ان روزوں کی قضا کا وقت کب تک ہے؟ اس کی شریعت نے کوئی خاص مدت بیان نہیں کی، لہذا ان قضا روزوں کی ادائیگی کا وقت پوری زندگی ہے۔ ایامِ ممنوعہ کے علاوہ کسی بھی دن یہ قضا روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ لیکن فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق مستحب یہ ہے کہ جتنا جلد ہوسکے ان روزوں کی قضا کرلی جائے کہ اس میں بھلائی کی طرف سبقت کرنا اور فرض کی ادائیگی سے بری الذمہ ہونا ہے۔

جن لوگوں نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ **"آنے والے رمضان سے پہلے پہلے عورت ان روزوں کی قضا کرلے ورنہ اسے ایک روزے کے بدلے میں 60 روزے رکھنا ہوں گے"** انہوں نے بالکل غلط مسئلہ بیان کیا ہے، لہذا ان سب پر لازم ہے کہ وہ اس گناہ سے توبہ کریں اور آئندہ بغیر علم کے ہرگز کوئی شرعی مسئلہ بیان نہ کریں۔ اس طرح کے مسائل

غیر عالم لوگ اپنی جہالت سے بیان کرتے ہیں۔ یہ بہت نازک معاملہ ہے کیونکہ بغیر علم کے فتویٰ دینا شریعت پر افتراء باندھنا ہے جو کہ سخت ناجائز و حرام ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی شدید مذمت بیان ہوئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وَ مَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ“ ترجمہ کنز الایمان: ”تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں۔“ (القرآن الکریم، پارہ 02، سورۃ البقرۃ، آیت: 185)

ایامِ ممنوعہ کے علاوہ زندگی میں کبھی بھی قضا روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ احکام القرآن للطحاوی میں ہے:

”{فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ} ولم يخص بتلك الأيام الأخر ما قبل شهر رمضان الجائي أفنجعله بخلاف ما بعد شهر رمضان الجائي، وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم تدل على خلاف ذلك؟ لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد أمر الذي أفطر يوما من رمضان فيما روينا عنه في هذا الباب، أن يقضي يوما مكانه، ولم يقل له في شهر رمضان الذي بعده، فدل ذلك على أنه قد أطلق له القضاء في كل الدهر لا فيما نهى عن صومه من الأيام التي نهى عن صومها۔“ ترجمہ: ”اللہ عزوجل کے اس فرمان (فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ) میں آنے والے رمضان سے پہلے کسی مہینے کے دنوں کو خاص نہیں کیا گیا تو کیا ہم اس کے برخلاف آنے والے رمضان کے بعد میں کسی مہینے کے ساتھ ان دنوں کو خاص کرلیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھی اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جس نے رمضان کا روزہ چھوڑا تھا اس روزے کے بدلے میں ایک روزہ قضا کرنے کا حکم دیا اس بارے میں جو روایت ہے وہ ہم نے اس باب میں ذکر کی ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ اس مہینے میں قضا کرو کہ جو اس رمضان کے بعد آنے والا ہے لہذا یہ اس بات پر دلالت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزے کی قضا کرنے کے لیے پورے زمانے کو مطلق رکھا سوائے ان ایامِ ممنوعہ کے کہ جن میں روزے رکھنا ممنوع ہیں۔“ (أحکام القرآن للطحاوی، ج 01، ص 414، مطبوعہ استنبول)

ناپاکی کے ایام میں رہ جانے والے روزوں کی قضا عورت پر لازم ہے۔ جیسا کہ تفسیرِ مظہری میں اسی آیت کے تحت مذکور ہے: ”ویلحق بالمریض والمسافر في حق وجوب القضاء الحائض والنفساء بالإجماع والأحادیث عن معاذة العدویة انها قالت لعائشة ما بال الحائض تقضی الصوم ولا تقضی الصلاة قالت عائشة کان تصیبنا ذلک فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة- رواه مسلم-“ یعنی روزے کی قضا کے معاملے میں حائضہ اور نفاس والی عورت بالاجماع مریض اور مسافر کے حکم میں ہیں۔ احادیث بھی

اس پر دال ہیں جیسا کہ حضرت معاذۃ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ کیا وجہ ہے عورت حیض کے دنوں میں رہ جانے والے روزوں کی تو قضا کرتی ہے لیکن نمازوں کی قضا نہیں کرتی؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا کہ ہمیں بھی یہ معاملہ درپیش ہوا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا، مسلم نے اسے روایت کیا۔ (التفسیر المظھری، ج01، ص196، مطبوعہ کوئٹہ)

صحیح مسلم کی حدیثِ پاک میں ہے: "عن عائشة كان يصيبنا ذلک فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة" یعنی حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمیں یہ معاملہ درپیش ہوا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب بقضاء الصوم علی الحائض، ج01، ص153، مطبوعہ کراچی)

رد المحتار میں اس حوالے سے مذکور ہے: "(يمنع صلاة) اى الحيض و كذا النفاس (مطلقاً ولو سجدة شكر وصوماً وجماعاً **وتقضيه) اى الصوم على التراخى فى الاصح۔**" خزائن "(لزوما) دونها (للحرج)" ترجمہ: "حیض اور نفاس مطلقاً نماز سے مانع ہیں اگرچہ سجدہ شکر ہی کیوں نہ ہو، یونہی روزے سے اور جماع سے بھی مانع ہیں مگر روزوں کی قضا کرنا ہوگی، اصح قول کے مطابق تراخی کے ساتھ بھی قضا کی جاسکتی ہے "خزائن"۔ البتہ حرج کی بنا پر ان دنوں کی نمازوں کی قضا فرض نہیں۔" (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص532، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً وملخصاً)

روزے کی قضا میں تاخیر نہ کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، بحر الرائق وغیرہ میں ہے: "و النظم للاول" (ولا يشترط التتابع في القضاء لإطلاق النص لكن **المستحب التتابع وعدم التأخير) اى بعد زوال العذر (عن زمان القدرة مسارعة إلى الخير وبراءة الذمة)**" یعنی قضا روزے لگاتار رکھنا شرط نہیں کہ نص اس بارے میں مطلق ہے لیکن لگاتار روزے رکھنا اور عذر کے زائل ہونے کے بعد قدرت ہونے کے باوجود تاخیر نہ کرنا مستحب ہے کہ اس میں بھلائی اور بریٔ الذمہ ہونے کی طرف سبقت کرنا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، ص687، مطبوعہ کراچی)

بہار شریعت میں ہے: "ان دِنوں میں نمازیں معاف ہیں ان کی قضا بھی نہیں اور **روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔**" (بہارِ شریعت، ج01، ص380، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

قضاروزوں کی ادائیگی کے متعلق بہارِ شریعت میں ہے:"جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا، اُن پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا رکھیں اور ان قضاروزوں میں ترتیب فرض نہیں۔ فلہٰذا اگر ان روزوں کے پہلے نفل روزے رکھے تو یہ نفلی روزے ہوگئے، **حکم یہ ہے کہ عذر جانے کے بعد دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے قضا رکھ لیں۔**"

مزید تھوڑا آگے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:"اگر روزے نہ رکھے اور دوسرا رمضان آگیا تو اب پہلے اس رمضان کے روزے رکھ لے، قضا نہ رکھے۔"(بہارِ شریعت، ج01، ص1005-1004، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

قضاروزوں کے باب میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:"ظاہر یہ ہے کہ قضاء سے روزوں کی قضا مراد ہے جیسا کہ اس موقعہ سے اور آئندہ حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے۔ **خیال رہے کہ ہر عبادت کی قضا بہت جلد کر لینا چاہیے کیونکہ موت کی خبر نہیں۔**"(مرآۃ المناجیح، ج03، ص175، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

بغیر علم کے فتویٰ دینا شریعت پر افتراء (تہمت) باندھنا ہے جو کہ سخت ناجائز و حرام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ" ترجمہ کنز الایمان:"اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔"(القرآن الکریم: پارہ14، سورۃ النحل، آیت116)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"جنھوں نے بھی بے علم کے فتویٰ دیا انھوں نے اللہ عزوجل کے حرام کو حلال کیا، اور جنھوں نے اس کی تصدیق کی انھوں نے حرام کی تصدیق کی۔ کنز العمال کی حدیثِ مبارک ہے "من افتیٰ بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض "یعنی جس نے علم کے بغیر فتویٰ دیا اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔"(فتاوی رضویہ، ج11، ص477، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملخصاً)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کے لیے کفارے کے روزے رکھنے کا مسئلہ

1

ریفرنس نمبر:Nor-11607 تاریخ:31-05-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت نے چھ شوال سے کفارے کے روزے شروع کیے، ان روزوں کو رکھ رہی تھی کہ شوال کے مہینے ہی میں حیض آگیا، سات دن حیض رہا، ان ایام میں روزے نہ رکھے، حیض ختم ہونے کے اگلے دن سے پھر روزے رکھنا شروع کر دیئے، ذیقعدہ کے مہینے میں بھی سات دن حیض کا خون آیا، ان ایام میں روزے نہ رکھے، ان ایام کے ختم ہو جانے کے بعد پھر سے روزے رکھنا شروع کر دیئے، لیکن ابھی کفارے کے روزے مکمل نہ ہوئے تھے کہ ذی الحج کے وہ ایام شروع ہو گئے جن میں روزے رکھنا ممنوع ہے، ان ممنوع ایام میں روزے نہ رکھے، ممنوع ایام کے بعد پھر سے روزے رکھے اور ساٹھ روزے مکمل کر دیئے۔ کیا اس عورت کا یہ کفارہ کافی ہے یا نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں پے در پے کفارے کے روزے نہ رکھنے کی وجہ سے کفارہ ادا نہیں ہوا، کفارے کے روزے پھر سے رکھنے ہوں گے۔

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ کفارے کے روزے میں جو فاصلہ ایامِ حیض میں روزے نہ رکھنے کی وجہ سے ہوا ہے، اس فاصلے کو شرع نے معاف قرار دیا ہے، اس کی وجہ سے روزے کے پے در پے رکھنے کی شرط پر شرعا اثر نہیں پڑتا، کیونکہ حیض شرعی و طبعی عذر ہے، جو عام طور پر ہر مہینے ہی عورت کو پیش آتا ہے، البتہ ذی الحجہ کی دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ کا کفارے کے روزوں کے درمیان میں آجانے کی وجہ سے کفارہ ادا نہ ہوا، کیونکہ کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ اس مدت کے اندر نہ تو ماہ رمضان آتا ہو اور نہ ہی وہ پانچ ایام درمیان میں آتے ہوں جن میں روزے رکھنا جائز نہیں۔ وہ پانچ ایام یہ ہیں: عید الفطر کا دن، ذوالحجہ کی دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ۔

روزے کے کفارے کے درمیان حیض آجانے کے حکم کو بیان کرتے ہوئے بدائع الصنائع میں ہے:"اذا افطرت المراۃ بسبب الحیض الذی لا یتصور خلو شھر عنہ انھا کما طھرت یجب علیھا ان تصل وتتابع حتی لو ترکت یجب علیھا الاستقبال "یعنی: دورانِ کفارہ حیض آنے کے سبب عورت روزہ چھوڑے گی کہ عام طور پر کوئی مہینا حیض سے خالی نہیں ہوتا، پھر پاک ہونے پر اس پر لازم ہو گا کہ باقی رہ جانے والے روزے مسلسل رکھے یہاں تک کہ اگر پاک ہونے کے بعد ایک دن بھی روزہ چھوڑا، تو نئے سرے سے کفارے کے روزے رکھنے ہوں گے۔ **(بدائع الصنائع، ج2، ص582، مطبوعہ دار الحدیث، مصر)**

اسی طرح صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بہار شریعت میں لکھتے ہیں: ”اگر عورت نے رمضان کا روزہ توڑ دیا اور کفارہ میں روزے رکھ رہی تھی اور حیض آگیا، تو سرے سے رکھنے کا حکم نہیں، بلکہ جتنے باقی ہیں اُن کا رکھنا کافی ہے۔“

(بہار شریعت، ج2، ص214، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کفارہ ادا کرتے ہوئے اگر درمیان میں وہ ایام آجائیں جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، تو اس کا حکم بیان کرتے ہوئے الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: ”إذا كفر بالصيام وأفطر يوما لعذر مرض أو سفر فإنه يستأنف الصوم وكذا لو جاء يوم الفطر أو يوم النحر أو أيام التشريق فإنه يستأنف “یعنی: جب وہ روزوں کے ساتھ کفارہ ادا کر رہا ہو اور مرض یا سفر کے عذر کے پیش نظر کسی دن افطار کر لے، تو وہ پھر سے کفارے کے روزے رکھے گا، اسی طرح اگر یوم الفطر یا یوم النحر یا ایام تشریق درمیان میں آگئے، تو بھی وہ پھر سے کفارے کے روزے رکھے گا۔ (الجوہرۃ النیرۃ، ج2، ص138، مطبوعہ کراچی)

اسی طرح تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق کے حاشیہ چلپی میں ہے: ”ولو أفطر يوما لعذر من مرض أو سفر فإنه يستقبل الصيام وكذا لو جاء يوم الفطر أو يوم النحر أو أيام التشريق فإنه يستقبل الصوم “یعنی: اگر اس نے ایک دن بھی مرض یا سفر کے عذر کی وجہ سے افطار کر لیا، تو وہ نئے سرے سے روزے رکھے، اسی طرح اگر یوم الفطر یا یوم النحر یا ایام تشریق درمیان میں آگئے، تو بھی وہ پھر سے کفارے کے روزے رکھے گا۔ (حاشیہ چلپی معہ تبیین الحقائق، ج3، ص10، مطبوعہ ملتان)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ”روزے سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ نہ اِس مدت کے اندر ماہ رمضان ہو، نہ عید الفطر، نہ عید اضحیٰ نہ ایام تشریق۔“

(بہار شریعت، ج2، ص213، مطبوعہ مکتبہ المدینۃ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

19 شوال المکرم 1442ھ/31 مئی 2021ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

عورت نے عذر کے سبب منت کا روزہ نہ رکھا، تو کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13129

تاریخ اجراء: 07جمادی الاولی1445ھ/22نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے یوں منت مانی کہ ”میرا فلاں کام اگر ہو گیا تو میں ساری زندگی نوچندی جمعرات کا روزہ رکھوں گی“ اب اُس کا وہ کام بھی ہو گیا ہے اور وہ ہر نوچندی جمعرات کا روزہ بھی رکھ رہی ہے۔ لیکن ایک نوچندی جمعرات کا روزہ کسی عذر کے سبب وہ نہ رکھ سکی۔ اب کیا اُس روزے کی فقط قضا کرنا ہو گی؟ یا پھر ساتھ میں کوئی کفارہ بھی ادا کرنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں عورت پر اُس منت کے روزے کی فقط قضا کرنا لازم ہے یعنی قضا کی نیت سے ایک دن کا روزہ رکھ لے۔

تفصیل اس مسئلے کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص منت کو کسی ایسے کام پر معلق کرے جس کام کا ہونا وہ چاہتا ہو، تو شرط پائی جانے کی صورت میں یعنی اس کام کے ہونے کی صورت میں اُس منت کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اب جبکہ پوچھی گئی صورت میں چونکہ اُس عورت کا وہ کام ہو گیا ہے، لہذا اب اُس عورت پر زندگی بھر نوچندی جمعرات کا روزہ رکھنا لازم ہے۔

البتہ صورتِ مسئولہ میں اگر وہ عورت منت کا روزہ نہ رکھ سکے خواہ عذر کے سبب یا بغیر عذر کے، بہر صورت بعد میں اُس روزے کی فقط قضا کرنا ہی اُس عورت کے ذمے پر لازم ہو گا۔

شرط پائی جانے کی صورت میں منت کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”فإن (علقه بشرط يريده كأن قدم غائبي) أو شفي مريضي (يوفى) وجوبا (إن وجد) الشرط“ یعنی اگر کوئی شخص نذر کو کسی ایسی شرط پر معلق کرے کہ جس کا ہونا اسے پسند ہو، جیسا کہ وہ کہے اگر میرا غائب شخص لوٹ آئے یا

میرے مریض کو شفا مل جائے، تو شرط پائے جانے کی صورت میں اس نذر کو پورا کرنا ہی اس پر واجب ہو گا۔(تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الایمان، ج05، ص543-542، مطبوعہ کوئٹہ)

منت کا روزہ نہ رکھا ہو، تو بعد میں اُس روزے کی فقط قضا لازم ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی تاتارخانیہ، فتاوٰی شامی وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "والنظم للاول "إذا قالت لله علی ان اصوم یوم الخمیس فجاء یوم الخمیس وهی حائض فعلیها القضاء "یعنی اگر کسی عورت نے یہ کہا کہ مجھ پر اللہ عزوجل کے لیے ہر جمعرات کے دن روزہ رکھنا لازم ہے، پھر جمعرات کا دن آنے پر وہ حیض سے تھی تو اس پر روزے کی قضاء لازم ہے۔(الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب الصوم، باب النذور، ج03، ص435، مطبوعہ ہند)

محیطِ برہانی میں ہے: "إذا نذر صوم رجب، فدخل رجب، وهو مریض لا یستطیع الصوم الا بضرر أفطر وقضی "یعنی اگر کسی شخص نے رجب کے روزوں کی منت مانی پھر جب رجب کا مہینہ آیا تو وہ اتنا بیمار ہے کہ اس میں روزہ رکھنے کی استطاعت ہی نہیں، تو وہ روزہ چھوڑ دے اور بعد میں اس روزے کی قضا کرے۔(المحیط البرهانی، کتاب الصوم، ج03، ص388، ادارۃ القرآن)

فقیہ ملت حضرت علامہ مولانا مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا: "ہندہ نے اپنی بیماری کی حالت میں دعا مانگی کہ اے خدا میں اچھی ہو جاؤں تو سال بھر ہر جمعہ کو روزہ رکھوں گی۔ خدا کے فضل سے ہندہ اچھی ہو گئی اور کچھ دنوں تک روزہ رکھا، طبیعت پھر خراب ہو گئی۔ اب ہندہ چاہتی ہے کہ اگر روزہ کے بدلے میں اس کا کفارہ ہو تو ادا کر دوں، روزہ نہ رکھنا پڑے۔ برائے کرم آگاہ فرمائیں کہ شریعت کا کیا حکم ہے؟ روزہ ہی رکھنا پڑے گا یا روزے کے بدلے کفارہ دینے سے کام بن جائے گا اور ایک روزے کے بدلے میں کتنا کفارہ دینا پڑے گا؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "**صورتِ مسئولہ میں اگر پھر بیمار ہو گئی تو تندرست ہو جانے کے بعد سال میں جتنے جمعہ کے روزے چھوٹ گئے ہیں ان کی قضا رکھے کہ اس قسم کی منت میں روزہ نہ رکھنا اور اس کے عوض میں کفارہ دینا جائز نہیں۔**"

(فتاوی فیض الرسول، ج02، ص340-339، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا بیوی شوہر کے کہنے پر قضا روزہ توڑ سکتی ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12320

تاریخ اجراء: 28ذوالحجۃ الحرام1443ھ/28جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ شوہر کی اجازت کے بغیر رمضان کے قضا روزے رکھ رہی ہو، اب کسی دن شوہر کام سے چھٹی کرلے اور وہ ہندہ کو ہم بستری کے لیے بلائے اور روزہ توڑنے کا کہے۔ تو کیا اس صورت میں ہندہ کو شوہر کے کہنے پر اس روزے کو توڑنے کی اجازت ملے گی؟؟ رہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو قضا روزہ رکھنے میں شوہر کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں، **لہذا صورتِ مسئولہ میں ہندہ کے لیے حکمِ شرع یہی ہے کہ وہ اپنے اس روزے کو پورا کرے اور شوہر کو حکمِ شرعی سے آگاہ کردے۔ نیز ہرگز ہرگز شوہر کے کہنے پر اس روزے کو نہ توڑے ورنہ سخت گنہگار ہوگی، کیونکہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔**

چنانچہ صحیح بخاری شریف کی حدیثِ مبارک ہے: "عن علی رضي الله عنه ان النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ و سلم قال لا طاعة فی معصیة اللہ انما الطاعة فی المعروف" یعنی حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، بلکہ مخلوق کی اطاعت تو فقط بھلائی والوں کے کاموں میں ہی جائز ہے۔ (صحیح البخاری، ج02، ص1077-1078، مطبوعہ کراچی، ملخصاً)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "جس کام کو شرع مطہر نے ناجائز قرار دیا ہے اس میں مخلوق کی اطاعت نہیں کہ یہ حقِ شرع ہے اور مخلوق کی اطاعت میں احکامِ شرع کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی کہ معصیت میں کسی کی طاعت نہیں ہے۔ حدیث میں ہے لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق۔" (فتاوی امجدیہ، ج04، ص198، مکتبہ رضویہ کراچی، ملخصاً)

مزید ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: ”جو حکم شرعاً ناجائز ہے اس میں کسی کی پیروی جائز نہیں، حکمِ شرع کو سب پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔“ (فتاوی امجدیہ، ج04، ص222، مکتبہ رضویہ کراچی، ملخصاً)

قضا روزہ رکھنے میں شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار میں منقول ہے: ”فی البحر عن القنیۃ: للزوج ان یمنع زوجتہ عن کل ما کان الایجاب من جھتھا کالتطوع والنذر والیمین دون ما کان من جھتہ تعالیٰ کقضاء رمضان۔“ یعنی بحر میں قنیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ شوہر کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ہر اس روزے سے منع کر سکتا ہے کہ جو خود اس کی جہت سے اس پر لازم ہوئے ہوں جیسے نفل، منت اور قسم کے روزے، ہاں جو روزے اس پر اللہ عزوجل کی جانب سے لازم ہوئے ہوں ان روزوں کو رکھنے سے شوہر بیوی کو منع نہیں کر سکتا جیسا کہ رمضان کے قضاء روزے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، ج03، ص478، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: ”**رمضان اور قضائے رمضان کے لیے شوہر کی اجازت کی کچھ ضرورت نہیں** بلکہ اس کی ممانعت پر بھی رکھے۔“ (بہار شریعت، ج01، ص1008، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا حاملہ عورت کو روزہ معاف ہے؟

مجیب: ابو حمزہ محمد حسان عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: 06

تاریخ اجراء: 07 رمضان المبارک 1442ھ/20 اپریل 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا ہے کہ حاملہ عورت پر روزہ رکھنا ضروری نہیں، اسے روزہ معاف ہے، کیا یہی حکمِ شرع ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس شخص کا مطلق اس طرح کہنا درست نہیں، صحیح مسئلہ یہ ہے کہ حاملہ کے لیے اس وقت روزہ چھوڑنا، جائز ہے جب اپنی یا بچے کی جان کے ضیاع کا صحیح اندیشہ ہو، اس صورت میں بھی اس کے لیے فقط اتنا جائز ہوگا کہ فی الوقت روزہ نہ رکھے، بعد میں اس کی قضا کرنا ہوگی، البتہ اس پر کفارہ نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ فدیہ دے گی، فقط روزے کی قضا کرے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: ”الحامل والمرضع إذا خافتا على أنفسهما أو ولدهما أفطرتا وقضتا، ولا كفارة عليهما كذا في الخلاصة“ ترجمہ: حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنی یا بچے کی جان کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہیں اور اس کی قضا کریں گی، ان دونوں پر اس کا کفارہ نہیں۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 207، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

امام عبد اللہ بن محمود بن مودود موصلی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ”والحامل والمرضع إذا خافتا على ولديهما أو نفسيهما أفطرتا وقضتا لا غير، قياسا على المريض، والجامع دفع الحرج والضرر“ ترجمہ: حاملہ اور مرضعہ کو اپنے بچے یا اپنی جان کا خوف ہو تو وہ روزہ چھوڑیں گی اور اس کی صرف قضا ہی کریں گی، ان کو مریض پر قیاس کیا گیا ہے اور دونوں میں وجہِ قیاس حرج اور ضرر کا دور کرنا ہے۔“ (الاختیار لتعلیل المختار، ج 1، ص 144، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ عبدالغنی میدانی حنفی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ”والحامل والمرضع إذا خافتا علی ولدیھما أفطرتا وقضتا ولا فدیۃ علیھما“ ترجمہ: حاملہ اور مرضعہ کو جب بچے کی جان کا خوف ہو تو روزہ چھوڑ دیں گی اور اس کی قضا کریں گی ان پر اس کا فدیہ نہیں ہے۔ (اللباب فی شرح الکتاب، ج2، ص83، مطبوعہ دار الکتاب العربي، بیروت)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی سنن ابی داود، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی کے حوالے سے حدیث نقل کرتے ہیں، حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ ”حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرمادی (یعنی چار رکعت والی دو پڑھے گا) اور مسافر اور دودھ پلانے والی اور حاملہ سے روزہ معاف فرمادیا (کہ ان کو اجازت ہے کہ اُس وقت نہ رکھیں بعد میں وہ مقدار پوری کرلیں)۔“ (بہار شریعت، حصہ 5، صفحہ 1002 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مذکورہ حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ”یعنی ان تینوں شخصوں سے روزہ کا فوری وجوب معاف ہو چکا ہے، اگر چاہیں تو قضا کر دیں، خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضا ہی واجب ہے، وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں عورتوں کو قضاء کی اجازت جب ہے جبکہ انہیں روزہ سے اپنے بچہ پر خوف ہو۔“ (مراٰۃ المناجیح، ج3، ص186، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، لاھور)

تنبیہ: بلا علم مسائل شرعیہ بیان کرنا شرعا جائز نہیں ہے، ایسے شخص کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ کرنی چاہیے اور جن کو یہ غلط مسئلہ بیان کیا ہے ان کے سامنے اپنی غلطی کو بیان کرے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا یہ بات درست ہے کہ صبح دس بجے سے پہلے دوا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12099

تاریخ اجراء: 11رمضان المبارک1443ھ/13اپریل2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر روزہ دار پیٹ میں درد کی وجہ سے صبح دس بجے سے پہلے پہلے دوا پی لے، تو کیا اس کا وہ روزہ ٹوٹ جائے گا؟ ہمارے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ صبح دس بجے سے پہلے دوا پی لینے سے وہ روزہ توڑنے والا نہیں کہلائے گا۔

مزید یہ بھی رہنمائی فرمادیں کہ روزہ ٹوٹنے کی صورت میں فقط قضا لازم آئے گی؟ یا پھر اس روزے کا کفارہ بھی دینا ہو گا؟؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً تو یہ یاد رہے کہ روزے سے مراد مسلمان کا بہ نیّت عبادت مقررہ وقت میں نیت کرتے ہوئے صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے آپ کو قصداً کھانے پینے اور جماع سے باز رکھنا ہے۔ لہذا اس مخصوص وقت میں روزے دار نے اگر کچھ کھا پی لیا تو اس کا وہ روزہ ٹوٹ جائے گا، بشرطیکہ اسے اپنا روزہ دار ہونا یاد ہو۔ بلکہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر کسی شخص کو یہ گمان تھا کہ ابھی سحری کا وقت باقی ہے اور وہ کھاتا پیتا رہا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ سحری کا وقت تو ختم ہو چکا تھا، تو اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اس روزے کی قضا کرے کہ اس کا وہ روزہ ادا نہیں ہوا۔

لہذا صورتِ مسئولہ میں دس بجے سے پہلے پہلے دوا پی لینے سے بلاشبہ اس شخص کا وہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر واقعی شدید ترین درد کی وجہ سے کسی صحیح عذر کی بنا پر دوا پی کر روزہ توڑا ہو جبکہ روزہ پورا کرنے کی کوئی صورت نہ ہو، تو اس صورت میں اس روزے کی فقط قضا لازم ہو گی۔ ورنہ اگر معمولی درد کی وجہ سے اس شخص نے دوا پی کر روزہ توڑ

دیااور کفارے کی تمام شرائط پائی جائیں تو اس صورت میں قضا کے ساتھ ساتھ اس روزے کا کفارہ یعنی دوماہ کے لگاتار روزے رکھنا بھی اس شخص پر لازم وضروری ہو گا، جس کی پوری تفصیل کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔

اس پوری تمہید سے یہ بات واضح ہوئی کہ صورتِ مسئولہ میں یہ سمجھ لینا کہ "صبح دس بجے سے پہلے دوا پی لینے سے وہ روزہ توڑنے والا نہیں کہلائے گا"، یہ ایک عوامی غلط فہمی ہے جس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ ہر مسلمان عاقل و بالغ مرد و عورت پر حسبِ حال علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے جس میں کوتاہی کرنا جائز نہیں، لہذا جس پر روزے فرض ہیں اس پر روزے کے ضروری مسائل سیکھنا بھی فرض ہیں ورنہ بلا عذرِ شرعی ضروری مسائل سیکھنے میں کوتاہی کرنے کے سبب وہ گنہگار ہو گا۔

صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے سے رکنے کا نام روزہ ہے۔ جیسا کہ "الاختیار" میں ہے:"الصوم فی الشرع عبارۃ عن امساک مخصوص، وھو الامساک عن المفطرات الثلاث بصفۃ مخصوصۃ، وھو قصد التقرب من شخص مخصوص وھو المسلم بصفۃ مخصوصۃ، وھی الطھارۃ عن الحیض والنفاس فی زمان مخصوص، وھو بیاض النھار من ان یکون وھو ما بعد طلوع الفجر الثانی الی غروب الشمس "یعنی عرفِ شرع میں روزہ کسی مسلمان کا بہ نیّتِ عبادت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اپنے آپ کو قصداً کھانے پینے اور جماع سے روکے رکھنے کا نام ہے، نیز عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔" (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الصوم، ج01، ص161، مطبوعہ پشاور)

بہار شریعت میں ہے:"روزہ عرف شرع میں مسلمان کا بہ نیّت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا، عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔" (بہار شریعت، ج01، ص966، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

روزے کے کفارے کے احکام کے متعلق فتاوی رضویہ میں مذکور ہے:"ساٹھ کا حکم کفارہ میں ہے کہ کسی نے بلا عذر شرعی رمضان المبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی تھی **بالقصد کسی غذا یا دوا یا نفع رساں شئ سے توڑ ڈالا** اور شام تک کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہوا جس کے باعث شرعاً آج روزہ رکھنا ضرورت نہ ہوتا تو اُس جُرم کے جرمانہ میں ساٹھ روزے پے در پے رکھنے ہوتے ہیں ویسے جو روزہ نہ رکھا ہو اس کی قضا صرف ایک روزہ ہے واللہ تعالٰی اعلم۔"
(فتاوی رضویہ، ج10، ص519، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نیز بہار شریعت میں ہے: ”**کوئی غذا یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی چیز لذّت کے لیے کھائی یا پی۔۔۔۔ تو ان سب صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفّارہ دونوں لازم ہیں۔**“ (بہار شریعت، ج01، ص991، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

نوٹ: روزے سے متعلق ضروری احکام جاننے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب **”فیضانِ رمضان، صفحہ 71 تا 158“** سے **”احکامِ روزہ“** کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ اس کتاب کو دعوت اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net سے ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا مرد حضرات گھروں میں اعتکاف کرسکتے ہیں؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

1

ریفرنس نمبر:Aqs 1816 تاریخ:09-05-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا مرد حضرات گھروں میں اعتکاف کرسکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مردوں کے اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے، مسجد کے علاوہ گھروں میں خواہ مسجدِ بیت ہو یا کوئی جائے نماز کہیں بھی مردوں کا اعتکاف نہیں ہو سکتا، گھروں میں فقط عورتوں کے لیے مسجدِ بیت (یعنی گھروں میں نماز کے لیے مخصوص جگہ) پر اعتکاف ہوتا ہے، مردوں کا نہیں۔

یادرہے کہ رمضان شریف کے آخری دس دنوں کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر پورے شہر میں سے کسی نے بھی نہ کیا، تو سب سے اس کا مطالبہ رہے گا، اور اگر کسی ایک نے بھی کر لیا، تو سب بری ءالذمہ ہو جائیں گے۔

اللہ عزوجل قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: " اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔"

اس آیت کے تحت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: " مردوں کے اعتکاف کے لئے مسجد ضروری ہے۔ " **(پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت 187)**

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: "ولا اعتکاف الا في مسجد جامع "ترجمہ: (مردوں کا) اعتکاف نہیں ہو گا، مگر جامع مسجد میں۔ **(سنن ابی داؤد، جلد2، صفحہ333، مطبوعہ بیروت)**

اس کے تحت **جامع** کی قید استحبابی ہونے سے متعلق مرآۃ المناجیح میں ہے: " اگر اس سے جمعہ والی مسجد مراد ہو جہاں نماز جمعہ بھی ہوتی ہو، تو یہ **حکم استحبابی ہے** کہ جمعہ والی مسجد میں اعتکاف مستحب ہے۔ (اعتکاف) **جائز تو ہر مسجد میں ہے**۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ﴾" **(مرأۃ المناجیح، جلد3، صفحہ216، مطبوعہ ضیاء القرآن، لاھور)**

شرح بخاری لابن بطال میں ہے: "وأجمع العلماء أن الاعتكاف لا يكون إلا فى المساجد "ترجمہ: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ (مردوں کا) اعتکاف صرف و صرف مسجد میں ہی ہو گا۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال، جلد4، صفحہ161، مطبوعہ مکتبہ رُشد، ریاض)

بدائع الصنائع میں ہے: " اما الذی یرجع الی المعتکف فیہ فالمسجد و انہ شرط فی نوعی الاعتکاف الواجب و التطوع " ترجمہ: بہر حال جس جگہ اعتکاف کیا جائے، اس کی شرائط: تو اس کے لیے مسجد ہونا شرط ہے اور یہ نفلی اور واجبی دونوں طرح کے اعتکاف کے لیے شرط ہے۔ **(بدائع الصنائع، کتاب الاعتکاف، شرائط الصحۃ، جلد2، صفحہ280، مطبوعہ کوئٹہ)**

مردوں کا اعتکاف مسجدِ بیت میں نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "مساجد البیوت فإنه لا يجوز الاعتكاف فيها

إلا للنساء كذافي القنية" ترجمہ: مسجدِ بیت میں عورتوں کے علاوہ کسی کا اعتکاف جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ قنیہ میں ہے۔

(الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد، ج 5، ص 321، مطبوعہ بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: "**مسجد میں اللہ** (عزوجل) کے لیے نیّت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے۔۔۔ **مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہو سکتا ہے۔** مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں، اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور **آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو**، خصوصاً اس زمانہ میں کہ بھتیری (بہت سی) مسجدیں ایسی ہیں جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔" **(بہارِ شریعت، ح 5، ج 1، ص 1020، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

عورتوں کے اعتکاف سے متعلق بہارِ شریعت میں ہے: "عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے، بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اُس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے، جسے مسجدِ بیت کہتے ہیں اور عورت کے لیے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ مقرر کر لے اور چاہیے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ کہ اس جگہ کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کر لے۔"

(بہارِ شریعت، ح 5، ج 1، ص 1021، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف سنتِ موکدہ علی الکفایہ ہونے کے متعلق درر الحکام میں ہے: "وھو واجب في المنذور وسنة مؤكدة في العشرة الأخيرة من رمضان" ترجمہ: منت مانی ہو، تو اعتکاف واجب ہے اور رمضان شریف کے آخری دس دنوں کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے۔

اس کے تحت سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہونے سے متعلق حاشیہ شرنبلالی میں ہے: "أي سنة كفاية للاجماع على عدم ملامة بعض أهل بلد إذا أتى به بعض منهم في العشر الأخير من رمضان كذافي البرهان" ترجمہ: یعنی سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ جب کسی شہر میں بعض لوگ رمضان شریف کے آخری دس دنوں کا اعتکاف کر لیں، تو باقیوں پر کوئی ملامت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ برہان میں ہے۔ **(حاشیہ شرنبلالی علی درر الحکام، ج 1، ص 212، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)**

مجمع الانہر میں اس کو سنت موکدہ علی الکفایہ قرار دے کر فرمایا: "لو ترک أهل بلدة بأسرهم يلحقهم الإساء وإلا فلا" ترجمہ: اگر تمام شہر والے چھوڑ دیں گے، تو ہی ان کو اساءت (یعنی سنتِ موکدہ چھوڑنے والی وعید) لاحق ہوگی، ورنہ نہیں۔

(مجمع الانھر، جلد 1، صفحہ 255، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں: "**یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب بری الذمہ۔**"

(بہارِ شریعت، حصہ 5، جلد 1، صفحہ 1021، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی

15 رمضان المبارک 1441ھ/09 مئی 2020ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

مسجدِ بیت میں میاں بیوی کا ایک ساتھ رہنا

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ اپریل 2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بہن اپنے بیڈ روم کے ایک حصے میں مسجد بیت کی نیت کر کے وہاں دس روزہ سنتِ اعتکاف میں بیٹھی ہیں، یہ رہنمائی فرمادیں کہ اعتکاف کے دوران اس کا شوہر اس کمرے میں اپنی بیوی کے ساتھ ایک بستر پر سو سکتا ہے یا نہیں؟ بیوی مسجدِ بیت میں رہتے ہوئے شوہر کا سر وغیرہ دبا سکتی ہے؟ اعتکاف میں شوہر کے ساتھ رہنے کی کوئی ممانعت ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اعتکاف کے دوران بیوی کا مسجدِ بیت میں اپنے شوہر کا سر دبانے کے لیے شوہر کو چھونا جائز ہے جبکہ بیوی کو شہوت نہ ہو۔ البتہ ایک ہی بستر پر دونوں کو سونے سے بچنا چاہیے۔

یاد رہے جس طرح احرام کی حالت میں جماع و مُقَدّماتِ جماع حرام ہیں یونہی اعتکاف کے دوران بیوی کے لیے جماع اور مقدمات جماع حرام ہیں، مقدمات جماع سے مراد ایسے افعال جو جماع کی طرف لے جانے والے ہوں اور فقہائے کرام کے کلام میں مقدمات جماع کی درج ذیل مثالیں بیان کی گئیں ہیں: گلے ملنا، شہوت کے ساتھ بوسہ لینا، یا شہوت کے ساتھ چھونا، مباشرتِ فاحشہ وغیر ذالک۔ لہٰذا اعتکاف میں شوہر ساتھ ہو تو دن ہو یا رات بہر صورت جماع و مقدمات جماع سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے، ورنہ بیوی فعلِ حرام میں مبتلا ہو کر گناہ گار ہو گی، نیز جماع کی صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اور مقدماتِ جماع کی صورت میں اگر بیوی کو انزال ہو جائے تب بھی اعتکاف فاسد ہو جائے گا، ہاں اگر مقدماتِ جماع کی صورت میں بیوی کو انزال نہیں ہوا تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہو گا۔

البحر الرائق میں ہے: ”(ویحرم الوطء ودواعیه) لقوله تعالی وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ لان المباشرة تصدق علی الوطء ودواعیه فیفید تحریم کل فرد من افراد المباشرة جماع او غیره“ یعنی

اعتکاف کی حالت میں جماع اور مقدمات جماع حرام ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ جب تم مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہو تو عورتوں سے مباشرت نہ کرو، کیونکہ مباشرت جماع اور مقدمات جماع دونوں پر صادق آتی ہے لہٰذا آیت مباشرت کے ہر فرد کے حرام ہونے کا افادہ کر رہی ہے، چاہے جماع ہو یا غیر جماع۔(البحرالرائق،532/2)

النھرالفائق میں ہے:"وحرم علیہ ایضاً(دواعیہ) من المس والقبلۃ کمافی الحج والعمرۃ"یعنی معتکف پر مقدمات جماع، چھونا بوسہ لینا بھی حرام ہے جیسا کہ حج و عمرہ میں یہ فعل حرام ہے۔(النھرالفائق،48/2)

ردالمحتار میں ہے:"الزوجۃ معتکفۃ فی مسجد بیتھا فیاتیھا فیہ زوجھا فیبطل اعتکافھا"یعنی بیوی اپنی مسجد بیت میں اعتکاف میں بیٹھی ہو اس میں شوہر بیوی سے قربت کرے تو بیوی کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔
(ردالمحتار،509/3)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں:"معتکف کو وطی کرنا اور عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔ جماع سے بہر حال اعتکاف فاسد ہو جائے گا، انزال ہو یا نہ ہو قصداً ہو یا بھولے سے مسجد میں ہو یا باہر رات میں ہو یا دن میں، جماع کے علاوہ اوروں میں اگر انزال ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں، احتلام ہو گیا یا خیال جمانے یا نظر کرنے سے انزال ہوا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔"(بہارشریعت،1025/1)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

میاں بیوی کا روزہ کی حالت میں ایک دوسرے کو چھونا

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-2471

تاریخ اجراء: 10 شعبان المعظم 1445ھ / 21 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا میاں بیوی دورانِ روزہ ایک دوسرے کو چھو سکتے ہیں؟ اس سے اگر شہوت آجائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

روزے کی حالت میں میاں بیوی کا ایک دوسرے کے بدن کو چھونا مکروہ ہے، جب کہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا (یعنی منی شہوت کے ساتھ جدا ہو کر نکل جائے گی) یا جماع میں مبتلا ہو جائیں گے اور صرف شہوت آنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں اگر بیوی سے بوس و کنار وغیرہ کرنے یا چھونے سے انزال ہو گیا (یعنی منی شہوت کے ساتھ جدا ہو کر نکل گئی) تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

در مختار میں ہے "(و) كره (قبلة) ومس ومعانقة۔۔۔(إن لم يأمن) المفسد" ترجمہ: روزے دار کے لئے بوسہ لینا، بدن چھونا اور معانقہ کرنا مکروہ ہے جبکہ روزہ توڑنے والی چیز سے امن نہ ہو۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے "(قوله: إن لم يأمن المفسد) أي الإنزال أو الجماع إمداد" ترجمہ: (مصنف کا قول: روزہ توڑنے والی چیز سے امن نہ ہو) یعنی انزال و جماع سے، امداد۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصوم، ج 2، ص 417، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہو گا۔ (بہار شریعت، ج 1، حصہ 5، ص 997، مکتبۃ المدینہ)

محیط برہانی میں ہے "في «البقالي»: مس الصائم امرأته، وأمذى لا يفسد صومه" ترجمہ: بقالی میں ہے کہ روزہ دار نے اپنی بیوی کو چھوا، جس سے صرف اس کی مذی نکلی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (محیط برہانی، کتاب الصوم، ج 2، ص 386، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے ”وإذا قبل امرأته، وأنزل فسد صومه۔۔۔والمس والمباشرة والمصافحة والمعانقة كالقبلة، كذافي البحر الرائق “ترجمہ: آدمی نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا اور اسے انزال ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور چھونے، مباشرت، مصافحے اور معانقے کا وہی حکم ہے جو بوسہ لینے کا ہے۔(فتاوی ہندیة، کتاب الصوم، ج1، ص204، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

اعتکاف کے دوران حیض آنے پر عورت کا مسجدِ بیت سے نکلنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفی محمد کفیل رضا مدنی

فتوی نمبر: Web-896

تاریخ اجراء: 16 رمضان المبارک 1444ھ/07 اپریل 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

آخری عشرے کا اعتکاف اسلامی بہن کر رہی ہو، اس دوران حیض آجانے کی وجہ سے اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے، تو کیا اعتکاف کی جگہ سے باہر جاسکتی ہے؟ اور حیض کی وجہ سے جو اعتکاف ٹوٹ گیا، تو بعد میں اس کی قضا کیسے کرے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رمضان المبارک کے آخری عشرے کے اعتکاف کے دوران اگر عورت کو حیض آجائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ جب اعتکاف باقی نہ رہا، تو اعتکاف کی جگہ میں ٹھہرنے کی حاجت نہیں ہے، اس جگہ سے باہر نکل سکتی ہے۔ نیز مذکورہ صورت میں اعتکاف ٹوٹنے پر بعد میں ایک دن کی (بحالتِ روزہ) قضا کرے، پورے دس دن کی قضا واجب نہیں۔

بہارِ شریعت میں ہے: ''اعتکاف کی قضا صرف قصداً توڑنے سے نہیں بلکہ اگر عذر کی وجہ سے چھوڑا مثلاً بیمار ہو گیا یا بلا اختیار چھوٹا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آیا یا جنون و بے ہوشی طویل طاری ہوئی، ان میں بھی قضا واجب ہے۔۔۔، اعتکاف مسنون کہ رمضان کی پچھلی دس تاریخوں تک کے لیے بیٹھا تھا، اسے توڑا تو جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا کرے، پورے دس دنوں کی قضا واجب نہیں۔'' (بہارِ شریعت ملتقطا، جلد 1، حصہ 5، صفحہ 1028، 1029، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حالت حیض میں چھوٹنے والے روزوں کا حکم

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-956

تاریخ اجراء: 06 محرم الحرام 1443ھ /06 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مخصوص ایام کی وجہ سے جو روزے چھوٹ جاتے ہیں، ان کی قضاء لازم ہو گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مخصوص ایام میں عورت کو نمازیں اور روزے رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اس حالت میں جو نمازیں چھوٹیں گی، ان کی تو قضا لازم نہیں ہے، کیونکہ نمازیں قضا کرنے میں عورت کے لیے مشقت ہے اور دین میں مشقت و حرج نہیں، لیکن روزے چونکہ سال میں ایک دفعہ آتے ہیں اور مخصوص ایام بھی دس یا اس سے کم ہی ہوتے ہیں، تو ان کی قضاء میں نمازوں کی طرح مشقت نہیں، لہٰذا پاک ہو جانے کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنا لازم ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض اور روزے سے متعلق ایک مسئلہ

مجیب: ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: 08

تاریخ اجراء: 07 رمضان المبارک 1442ھ/20 اپریل 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ 2 رمضان کو عورت کو عادت کے مطابق حیض آیا اور عادت کے مطابق 7 رمضان کو ختم بھی ہو گیا، پھر دوبارہ 14 رمضان کو خون آ گیا تو کیا یہ حیض شمار ہو گا؟ اور اس سے روزہ ٹوٹ گیا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دو حیضوں کے درمیان کم از کم پندرہ دن فاصلہ ضروری ہوتا ہے، پندرہ دن سے پہلے آنے والا خون حیض نہیں بلکہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہوتا ہے، لہذا چودہ رمضان کو جو خون آیا وہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے اور استحاضہ چونکہ نماز و روزہ کے منافی نہیں ہوتا، لہذا عورت کا روزہ بھی نہ ٹوٹا۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”(وأقل الطهر) بين الحيضتين أو النفاس والحيض (خمسة عشر يوماً) وليالیها اجماعا“ ترجمہ: دو حیضوں یا حیض و نفاس کے درمیان کم سے کم فاصلہ بالاتفاق پندرہ دن رات ہے۔ (تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، ج1، ص524، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: ”دو حیضوں کے درمیان کم سے کم پورے پندرہ دن کا فاصلہ ضرور ہے۔ یوہیں نفاس و حیض کے درمیان بھی پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے تو اگر نفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ خون آیا تو یہ استحاضہ ہے۔“ (بہار شریعت، ج1، ص373، مطبوعہ مکتبہ المدینہ، کراچی)

استحاضہ کا حکم بیان کرتے ہوئے عالمگیری میں ہے: ”دم الاستحاضة لا يمنع الصلاة ولا الصوم ولا الوطئ“ ترجمہ: استحاضہ کا خون نماز، روزہ اور وطی کو منع نہیں کرتا۔ (عالمگیری، ج1، ص39، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض سے فارغ ہو کر غسل سے پہلے روزہ رکھنا

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-878

تاریخ اجراء: 08ذیقعدۃ الحرام1443ھ/08جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت کا حیض صبح فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے ختم ہو گیا، لیکن اس نے ابھی غسل نہیں کیا اور روزہ رکھ لیا اور پھر روزہ رکھنے کے بعد اس نے غسل کیا، تو کیا اس کا روزہ ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں روزہ درست ہو جائے گا، اس لیے کہ حکمِ شرعی یہ ہے کہ اگر حیض و نفاس والی عورت صبح صادق سے پہلے پاک ہو جائے اور وہ غسل کئے بغیر سحری کر کے روزہ رکھ لے، تو اس کا روزہ درست ہو جاتا ہے، بلکہ فرض روزہ ہو، تو اسے روزہ رکھنا ضروری ہو گا، جبکہ روزہ معاف ہونے کا کوئی عذر نہ ہو۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ روزے کی حالت میں فرض غسل بھی ہو جاتا ہے، لہذا روزہ رکھنے کے بعد غسل کر سکتے ہیں البتہ روزے کی حالت میں غسل کرتے وقت غرغرہ نہ کرے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ نہ کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اگر صبح صادق سے پہلے غسل نہیں کرنا تو کم از کم ناک میں پانی چڑھانے اور کلی کرنے والے فرائض سحری کے وقت میں ہی ادا کر لے اور پورے جسم پر پانی پہنچانے والا فرض چاہے تو صبح صادق کے بعد ادا کر لے۔

بہر حال اس پر لازم ہو گا کہ غسل کر کے فجر کے وقت میں نمازِ فجر ادا کرے، کیونکہ اگر غسل فرض ہو، تو اس میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز ہی قضا ہو جائے، یہ ناجائز و حرام ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض کے ایام کے بعد لاعلمی کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھے تو حکم

مجیب: مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1365

تاریخ اجراء: 03رجب المرجب1445ھ/15جنوری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ہندہ تقریباً ساڑھے گیارہ سال کی تھی، اب تک روزے فرض نہیں تھے، گھر والے بھی نہیں رکھواتے تھے، ان کی روزہ کشائی بھی نہیں ہوئی تھی، اسی سال وہ رمضان کی 9 تاریخ کو بالغہ ہوگئی اور اسی سال 28 رمضان کو اس کی روزہ کشائی تھی، اب باری کے دنوں میں، تو رخصت تھی روزہ نہ رکھنے کی اور ماہواری کے بعد بقیہ جو دن طہر کے گزرے تھے، اس میں انہوں نے مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تھا، اس کے ذہن میں یہ تھا کہ روزہ کشائی کے بعد ہی روزے رکھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا، اب وہ ان روزوں کی قضا کر رہی ہے۔ معلوم یہ کرنا تھا کہ آیا اس کے یہ روزے نہ رکھنے کا گناہ اس پر ہوگا جبکہ وہ لاعلمی کی وجہ سے تھا؟ نیز ان روزوں کو چھوڑنے کی وجہ سے کوئی کفارہ تو ادا نہیں کرنا ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ہندہ پر ان تمام روزوں کی فقط قضا فرض ہے جو اس نے بالغہ ہونے کے بعد نہیں رکھے اس صورت میں کفارہ نہیں۔ خیال رہے کہ جو روزے ماہواری کی وجہ سے چھوڑے ان کی بھی قضا کرنی ہوگی ہاں ان روزوں کو چھوڑنے کا گناہ نہیں البتہ ماہواری کے بعد لاعلمی کے سبب روزے چھوڑنے کی وجہ سے ہندہ گناہگار ہے اور اس پر قضا کے ساتھ ساتھ توبہ بھی فرض ہے لاعلمی کوئی عذر نہیں بلکہ اس معاملے میں لاعلمی خود ایک گناہ ہے ہندہ پر لازم ہے کہ فوراً اپنی ضرورت کے شرعی مسائل سیکھے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض کی وجہ سے پچھلے سال روزے نہیں رکھے تو اس سال رمضان کا اعتکاف کرنا

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1133

تاریخ اجراء: 10 رمضان المبارک 1445ھ/01 اپریل 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بہن نے گزشتہ سال حیض آنے کی وجہ سے سات روزے نہیں رکھے اور ابھی تک ان کی قضا بھی نہیں کی کہ رمضان شروع ہو گیا، تو کیا اس صورت میں وہ اسلامی بہن اعتکاف کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پچھلے رمضان کے قضا روزے ذمہ پر باقی ہوں تو اس سے اعتکاف پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، ایسی عورت (جس پر پچھلے قضا روزے باقی ہوں وہ) بھی اعتکاف کر سکتی ہے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، البتہ رمضان کے بعد پچھلے روزے جلد از جلد قضا کر لئے جائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا لازم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ حیض کے دنوں میں جو نماز روزے چھوٹ گئے ان کی بعد میں قضا لازم ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حیض کے دنوں کی نمازیں معاف ہیں، ان کی قضا نہیں، البتہ اس دوران رمضان کے جتنے روزے رہ گئے، وہ بعد میں قضا رکھنے ہوں گے۔

حدیثِ پاک میں ہے:"عن عائشۃ کان یصیبنا ذلک فنؤمر بقضاء الصوم و لا نؤمر بقضاء الصلاۃ"یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ماہواری میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کا ہمیں حکم دیا گیا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا۔ (الصحیح لمسلم، جلد1، صفحہ153، مطبوعہ کراچی)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:"ان دِنوں میں نمازیں معاف ہیں، ان کی قضا بھی نہیں اور روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔" (بہارشریعت، جلد1، صفحہ380، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

سید مسعود علی عطاری مدنی

15 جمادی الاولی 1442ھ/31 دسمبر 2020ء

الجواب صحیح

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

رمضان میں دن میں حیض سے پاک ہوئی تو بقیہ دن کیسے گزارے

مجیب: ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر: WAT-967

تاریخ اجراء: 12 محرم الحرام 1444ھ/12 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی عورت رمضان میں دن کے وقت مثلاً ظہر میں غسل کر کے حیض سے پاک ہو جائے، تو کیا وہ بقیہ دن کھانا پینا جاری رکھ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ایسی عورت کے لئے بقیہ دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، جبکہ کوئی اور عذر نہ ہو۔ اس بارے میں اصول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دن کے کسی حصہ میں ایسی حالت میں ہو گیا کہ اس کی یہ حالت اگر دن کی ابتدا میں (یعنی سحری کے وقت) ہوتی، تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہوتا، تو ایسے شخص کے لئے روزہ نہ ہونے کے باوجود بقیہ دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہوتا ہے اور فقہائے کرام نے اس اصول کے تحت بیان کردہ مثالوں میں واضح طور پر ایسی عورت کا ذکر بھی فرمایا جو سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد حیض و نفاس سے پاک ہوئی۔ لہذا جب عورت ظہر کے وقت حیض سے پاک ہو گئی اور اس کے علاوہ بھی کوئی عذر نہیں، مثلاً وہ شرعی مسافر نہیں، وغیرہ وغیرہ، تو بقیہ دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہو گا، کچھ کھائے پیئے گی، تو گناہ گار ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

رمضان میں عورت کے مخصوص ایام کا ایک اہم مسئلہ

مجیب: مولانا سرفراز صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رمضان المبارک 1442ھ مئی 2021

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ 02 رمضان کو عورت کو عادت کے مطابق حیض آیا اور عادت کے مطابق 07 رمضان کو ختم بھی ہو گیا پھر دوبارہ 14 رمضان کو خون آگیا تو کیا یہ حیض شمار ہو گا؟ اور اس سے روزہ ٹوٹ گیا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

دو حیضوں کے درمیان کم از کم پندرہ دن فاصلہ ضروری ہوتا ہے، پندرہ دن سے پہلے آنے والا خون حیض نہیں بلکہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہوتا ہے، لہٰذا چودہ رمضان کو جو خون آیا وہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے اور استحاضہ چونکہ نماز و روزہ کے منافی نہیں ہوتا، لہٰذا عورت کا روزہ بھی نہ ٹوٹا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

روزے کی حالت میں حیض آجائے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: 27

تاریخ اجراء: 07رمضان المبارک1442ھ/20اپریل2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کو روزے کی حالت میں حیض کا خون آجائے تو اس صورت میں اس کا یہ روزہ ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر روزہ نہیں ہوگا تو کیا یہ دن کے بقیہ حصے میں کھاپی سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر روزے کی حالت میں عورت کو حیض آجائے تو اس دن کا روزہ نہیں ہوگا، دیگر ایامِ حیض کی طرح اس دن کے روزے کی بھی بعد میں قضا کرنی ہوگی۔ نیز اس صورت میں عورت پر بقیہ دن روزہ دار کی طرح گزارنا، واجب نہیں، کھانا وغیرہ کھاسکتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ چھپ کر کھانا وغیرہ کھائے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: ”واذا حاضت المراۃ او نفست افطرت، کذا فی الھدایۃ“ ترجمہ: اور اگر عورت کو حیض یا نفاس کا خون آجائے، تو ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد1، صفحہ207، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: ”عورت کو جب حیض ونفاس آگیا تو روزہ جاتا رہا۔۔۔ حیض ونفاس والی کے لیے اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً، روزہ (دار) کی طرح رہنا، اس پر ضروری نہیں۔ مگر چھپ کر کھانا اولی ہے خصوصاً حیض والی کے لیے۔ ملخصا“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ1004، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

روزے کی حالت میں حیض آنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ کفیل عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-146

تاریخ اجراء: 13 رمضان المبارک 1443ھ / 15 اپریل 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر افطار سے پانچ منٹ پہلے کسی کو حیض آگیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

روزے کی حالت میں حیض شروع ہو گیا تو روزہ فاسد ہو گیا اگرچہ افطار سے پانچ منٹ پہلے شروع ہوا۔ اس روزے کی قضا لازم ہے۔

بہار شریعت میں ہے: ”روزے کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے“۔

(بہار شریعت، جلد:1، صفحہ:382، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

روزے کے دوران حیض آنے کے احکام

مجیب: ابوصدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-863

تاریخ اجراء: 27ذوالحجۃالحرام1443ھ/27جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی نے روزہ رکھا ہوا تھا کہ افطار سے پانچ یا دس منٹ پہلے اسے حیض آگیا تو وہ روزہ توڑ دے گی یا پورا کرے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر روزے کے دوران حیض آگیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد عورت کھا پی سکتی ہے۔ البتہ اگر رمضان کا روزہ ہے تو اولی یہ ہے کہ سرعام نہ کھائے بلکہ چھپ کر کھائے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ روزے کے دوران حیض آگیا تو پاک ہونے پر اس روزے کی قضا لازم ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulIftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

روزے کے دوران حیض آئے تو کھانا پینا کیسا؟

فتوی نمبر: WAT-461

تاریخ اجراء: 20جمادی الاخری1443ھ/24جنوری2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی عورت نے رمضان کا روزہ رکھا ہو اور اس کو دس بجے سے پہلے روزے کی حالت میں حیض آجائے، تو آپ نے بتادیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے بعد ایسی عورت کے لئے کھانا، پینا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی عورت نے روزہ رکھا ہوا تھا اور حیض کی وجہ سے اس کا روزہ ٹوٹ گیا، تو روزہ ٹوٹنے کے بعد اس کے لئے کھانا پینا جائز ہے، البتہ اگر رمضان کا مہینہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ سب کے سامنے کھانے پینے سے پرہیز کرے۔ رمضان کا مہینہ نہ ہو مثلاً قضا یا نفلی روزہ رکھا ہو اور حیض آجائے تو اس کے بعد سب کے سامنے کھانے پینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کوروزہ کی حالت میں حیض یا نفاس آجائے تو کیا وہ کھا پی سکتی ہے؟

مجیب: ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: Har-3935

تاریخ اجراء: 14 جمادی الثانی 1438ھ/14 مارچ 2017ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ روزے کے دوران عورت کو اگر حیض یا نفاس آجائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اگر ٹوٹ جاتا ہے تو کھانے پینے سے متعلق کیا حکم ہے؟ بعض کہتے ہیں اگر زوال سے پہلے حیض و نفاس کی وجہ سے ٹوٹے، تو کھا پی سکتی ہے اور اگر زوال کے بعد ٹوٹے تو روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے اب کھانا پینا جائز نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

روزہ کے لیے عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے، کیونکہ حیض و نفاس روزہ کے منافی ہیں، لہذا دورانِ روزہ عورت کو اگر حیض یا نفاس آجائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور عورت پر اس روزہ کی قضا لازم ہوگی۔ عورت کا حیض و نفاس آنے سے جب روزہ ٹوٹ گیا تو چاہے زوال سے پہلے ٹوٹا یا بعد میں بہر صورت اس کے لئے روزہ داروں کی مشابہت واجب نہیں یعنی وہ کھا پی سکتی ہے، جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے خصوصا حیض والی کے لئے کہ سب کے سامنے کھانے پینے سے پرہیز کرے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

کن صورتوں میں روزہ توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 28

تاریخ اجراء: 07رمضان المبارک1442ھ/20اپریل2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ روزہ توڑنے پر کفارہ لازم آنے کے حوالے سے مکمل ضابطہ کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رمضان مبارک میں روزہ دار مکلّف مقیم نے ادائے رمضان کا روزہ رکھا، جس کی نیت رات سے کی تھی اور بغیر جبر و اکراہ شرعی اور بھول کے کسی آدمی کے ساتھ جو قابل شہوت ہے، اُس کے آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا، انزال ہوا ہو یا نہیں یا اس روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا یا اس روزے دار نے بغیر عذر صحیح اور بغیر جبر واکراہ شرعی اور بھول کے کوئی غذا یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی نفع رساں چیز کھائی، یا کوئی چیز لذّت کے لیے کھائی یا پی یا کوئی ایسا فعل کیا جس سے افطار کا گمان نہ ہوتا ہو اور اس نے گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھا پی لیا تو ان سب صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفّارہ دونوں لازم ہیں، البتہ اگر ان تمام صورتوں میں کہ جن میں افطار کا گمان نہ تھا اور اس نے گمان کر لیا اگر کسی مفتی نے فتویٰ دے دیا تھا کہ روزہ جاتا رہا اور وہ مفتی ایسا ہو کہ اہل شہر کا اس پر اعتماد ہو، اس کے فتویٰ دینے پر اس نے قصداً کھا لیا یا اس نے کوئی حدیث سنی تھی جس کے صحیح معنی نہ سمجھ سکا اور اس غلط معنی کے لحاظ سے جان لیا کہ روزہ جاتا رہا اور قصداً کھا لیا تو اب کفّارہ لازم نہیں، اگرچہ مفتی نے غلط فتویٰ دیا یا جو حدیث اس نے سنی وہ ثابت نہ ہو۔

کفارہ لازم ہونے کے لیے ان تمام صورتوں کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد اسی دن میں افطار سے پہلے کوئی آسمانی عذر مثل حیض، نفاس یا ایسا مرض جس کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے یا توڑنے کی اجازت ہو، وغیرہ پیدا نہ ہو، کیونکہ اگر اسی دن روزہ توڑنے کے بعد عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو گیا، یا روزہ توڑنے والے کو ایسی بیماری لگ گئی جس کی وجہ سے اس کے لیے روزہ نہ رکھنے کی شرعاً اجازت ہے تو اب صرف قضا لازم ہو گی، کفارہ لازم نہیں ہو گا۔

جن صورتوں میں روزہ توڑنے پر کفّارہ لازم نہیں ان میں یہ بھی شرط ہے کہ ایک ہی بار ایسا ہوا ہو اور معصیت کا قصد نہ کیا ہو، ورنہ ان میں بھی کفّارہ دینا ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

گندے مناظر سے روزہ دار کو احتلام ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

فتوی نمبر: WAT-1007

تاریخ اجراء: 25 محرم الحرام 1444ھ / 24 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے موبائل پر ایسے فحش مناظر دیکھے جس سے اسے احتلام ہو گیا مگر اس نے مشت زنی نہیں کی۔ کیا اس کا روزہ جاتا رہا؟ اگر روزہ ٹوٹ گیا ہے تو کیا اس کی قضا واجب ہو گی یا کفارہ بھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فحش مناظر دیکھنا سخت ناجائز و گناہ ہے اور معاذ اللہ رمضان المبارک میں ایسا کام کرنا اور سخت گناہ، بلکہ کئی گناہوں کا مجموعہ اور روزے کی نورانیت و ثواب کو ختم کرنے والا ہے، لہٰذا اگر کسی شخص سے ایسا فعل سرزد ہوا ہے، تو اسے سچی توبہ کرنی چاہیے، البتہ اگر کسی نے گندے مناظر دیکھے اور خود بخود بغیر ہاتھ لگائے انزال ہو گیا، یعنی ہاتھ کے ساتھ ایسا کوئی فعل نہیں کیا، تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مخصوص ایام اور روزے کا ایک مسئلہ

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جون 2018ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمیں یہ مسئلہ تو معلوم ہے کہ اگر عورت کو روزے کی حالت میں حیض آجائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اب وہ کھا، پی سکتی ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ چھپ کر کھائے اور ایسی عورت پر روزے داروں کی طرح بھوکا پیاسا رہنا ضروری نہیں۔ آپ سے معلوم یہ کرنا تھا کہ وہ عورت جو رمضان کے کسی دن میں طلوعِ فجر کے بعد پاک ہو جائے تو اس دن کا بقیہ حصہ اس کو روزے داروں کی طرح گزارنا ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو عورت رمضان کے کسی دن میں طلوعِ فجر کے بعد پاک ہو جائے تو اس دن کا بقیہ حصہ اس کو روزے داروں کی طرح گزارنا واجب ہے کیونکہ قوانینِ شریعت کی رُو سے ہر وہ شخص جس کے لیے دن کے اول وقت میں رمضان کا روزہ رکھنے میں عذر ہو اور پھر وہ عذر دن میں کسی وقت زائل ہو جائے اور اب اس کی حالت ایسی ہو کہ اول وقت میں ہوتی تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہوتا تو ایسے شخص پر روزے داروں کی طرح رہنا واجب ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مخصوص ایام میں روزہ رکھنے کا حکم

مجیب: مولانا عرفان صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جون 2017

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن اس مسئلے کے بارے میں کہ رمضان میں اگر عورت کو دورانِ روزہ حیض آجائے تو اس کے لئے روزے کا کیا حکم ہے اسے پورا کرے یا توڑ دے اور ایسی صورت میں وہ کھا پی سکتی ہے یا نہیں؟

سائل: محمد ذیشان عطاری (میر پور خاص)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو اگر روزے کی حالت میں حیض آگیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور رمضان کے بعد اس روزے کی قضا کرنا ہو گی اور اس کے لئے بقیہ دن روزہ دار کی طرح رہنا واجب نہیں ہے اور وہ کھا پی سکتی ہے، اسے اختیار ہے کہ چُھپ کر کھائے یا کھلے عام، مگر بہتر یہ ہے کہ چُھپ کر کھائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

نذر کا روزہ رکھا اور روزہ کے دوران حیض آگیا

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-866

تاریخ اجراء: 21 شعبان المعظم 1444ھ/14 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی عورت نے نذر کا روزہ رکھا اور روزے کے دوران اسے حیض آگیا، تو اب کتنے روزے رکھنے ہوں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر ایک روزے کی منت مانی اور روزے کے دوران حیض آگیا، تو اس کی قضا کرنی ہوگی اور قضا میں صرف ایک ہی روزہ رکھنا ہوگا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: "وإذا أوجبت المرأة على نفسها صوم سنة بعينها قضت أيام حيضها" یعنی اگر عورت نے اپنے آپ پر سال کے روزے رکھنے کی منت مانی، تو وہ ایام حیض کی قضا کرے گی۔ (فتاوی عالمگیری، جلد:1، صفحہ:210، مطبوعہ: بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

نفلی روزے میں حیض آگیا تو کیا نفلی روزے کی قضا لازم ہوگی؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے نفلی روزہ رکھا اور اسے روزے کے دوران حیض آگیا تو کیا نفلی روزے کی قضا لازم ہو گی یا روزہ معاف ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں مذکورہ عورت پر اس نفلی روزے کی قضا لازم ہے۔

درّ مختار میں ہے: ”ولو شرعت تطوّعاً فیھما فحاضت قضتھما“ یعنی اگر عورت نے نفلی روزہ رکھا یا نفلی نماز شروع کی اور اس دوران حیض آگیا تو نفلی نماز یا نفلی روزے دونوں صورتوں میں قضا لازم ہے۔ (الدرّ المختار معہ ردّ المحتار، 533/1)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرَّحمہ فرماتے ہیں: ”روزے کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے، فرض تھا تو قضا فرض ہے اور نفل تھا تو قضا واجب۔“ (بہار شریعت، 382/1)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حج اور عمرہ کے مسائل

احرام کی حالت میں احتلام ہوگیا یا بیوی کا بوسہ لے لیا، تو دم لازم ہوگا یا نہیں؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1068

تاریخ اجراء: 15 ربیع الثانی 1445ھ/31 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

احرام کی حالت میں احتلام ہو گیا تو کیا دم لازم ہو جائے گا؟ یونہی اگر کسی احرام کی حالت میں مرد نے بیوی کا بوسہ لے لیا تو اس صورت میں بھی دم لازم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حالتِ احرام میں احتلام یعنی سوتے میں منی خارج ہونے سے دم لازم نہیں ہوتا، لہٰذا احرام کی حالت میں ایسا ہو جائے تو غسل کر لینا کافی ہے اور احرام کی چادر کا جو حصہ ناپاک ہوا اسے پاک کر لیا جائے یا دوسری چادر پہن لی جائے۔ البتہ اگر احرام کی حالت میں معاذاللہ کسی نے مشت زنی کی اور انزال ہو گیا تو دم لازم ہو جائے گا۔ یونہی عورت کو شہوت کے ساتھ چھونے یا بوسہ لینے سے بھی دم لازم ہو جاتا ہے، اگرچہ انزال نہ بھی ہوا ہو۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: ”(قبل او لمس بشهوة انزل او لا) فی الاصح“ یعنی: ”مُحرِم نے شہوت کے ساتھ بوس و کنار کیا تو صحیح قول کے مطابق دم لازم ہو گا انزال ہو یا نہ ہو۔ (در مختار، جلد 3، صفحہ 667، مطبوعہ: بیروت)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ عبارت کے تحت فرماتے ہیں: ”حاصله: ان دواعی الجماع كالمعانقة والمباشرة الفاحشة والجماع فيما دون الفرج والتقبيل واللمس بشهوة موجبة للدم، انزل او لا۔۔۔ الاحتلام لا يوجب شيئا“ یعنی: حاصل کلام یہ ہے کہ دواعی جماع جیسا کہ معانقہ، مباشرتِ فاحشہ، شرمگاہ کے علاوہ میں جماع، بوس و کنار جب یہ سب شہوت کے ساتھ ہوں تو دَم لازم کرتے ہیں، انزال ہو یا نہ ہو۔ احتلام محرم پر کچھ لازم نہیں کرتا۔ (رد المحتار، جلد 3، صفحہ 227، مطبوعہ: بیروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"الاحتلام لا یوجب شیئاسوی الغسل وان استمنی بکفه فانزل فعلیه دم "یعنی: احتلام محرم پر کچھ لازم نہیں کرتا سوائے غسل کے۔البتہ اگر مشت زنی کی اور اس سے انزال ہو گیا تو دَم لازم ہو جائے گا۔(فتاوی عالمگیری، جلد1، صفحہ270، مطبوعہ: بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"مباشرتِ فاحشہ اور شہوت کے ساتھ بوس و کنار اور بدن مس کرنے میں دَم ہے، اگرچہ انزال نہ ہو اور بلا شہوت میں کچھ نہیں۔۔۔ حلق سے انزال ہو جائے تو دَم ہے ورنہ مکروہ اور احتلام سے کچھ نہیں۔"(بہار شریعت، جلد1، صفحہ1172۔1173، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

استحاضہ کی حالت میں عمرہ کرنا کیسا؟

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1862

تاریخ اجراء: 13 محرم الحرام 1445ھ/01 اگست 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت استحاضہ کی حالت میں عمرہ کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

استحاضہ میں آنے والا خون، بیماری کا خون ہوتا ہے، اس کے وہ احکام نہیں جو حیض و نفاس میں آنے والے خون کے احکام ہوتے ہیں۔ لہذا فی نفسہ عورت استحاضہ کی حالت میں عمرہ کر سکتی ہے، اور طواف کیلئے مسجد الحرام میں بھی داخل ہو سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ استحاضہ میں آنے والا خون ناپاک ہوتا ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور عمرہ میں چونکہ طواف بھی کرنا ہوتا ہے اور طواف چاہے وہ کسی قسم کا ہو اُس کیلئے طہارتِ حکمیہ کا پایا جانا یعنی غسل اور وضو سے ہونا واجب ہے اور بے وضو طواف کرنا حرام ہے، لہذا استحاضہ والی عورت کو اگر طواف کے دوران استحاضہ کا خون آئے تو اب اُس کیلئے کیا حکم ہو گا؟ اس میں کچھ تفصیل ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

اگر عورت کو استحاضہ کا خون اس طرح مسلسل آرہا ہو کہ نماز کا پورا وقت گزر گیا ہو لیکن وہ کوشش کرنے کے باوجود اُس پورے وقت میں وضو کر کے نمازِ فرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اب ایسی صورت میں وہ عورت شرعاً معذور قرار پائے گی اور اب نماز کی طرح طواف کیلئے بھی اُسے یہی حکم ہو گا کہ وہ نماز کے کسی وقت میں ایک بار وضو کر لے اور اب اس وضو سے طواف ادا کرے اور اب طواف کے دوران استحاضہ کا خون نکلنے کے سبب اُس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، ہاں اس کے علاوہ کوئی اور وضو توڑنے والی چیز پائی گئی تو وضو ٹوٹ جائے گا، یونہی جب فرض نماز کا وقت نکل جائے گا تو بھی وضو ٹوٹ جائے گا، لہذا ایسی عورت اگر طواف کر رہی ہو اور چار پھیروں کے بعد نماز کا وقت ختم ہو جائے تو اب اسے حکم ہے کہ دوبارہ وضو کرے اور جہاں سے طواف چھوڑا تھا وہاں سے ادا کرے کیونکہ جب نماز کا وقت ختم ہو گیا تو اُس کا وضو ٹوٹ گیا، اب اگر اسی حالت میں طواف کرے گی تو یہ بغیر وضو طواف کہلائے گا اور بغیر وضو طواف حرام ہے۔ اسی

طرح اگر طواف کے چار پھیروں سے پہلے وقت ختم ہو گیا ہو جب بھی وضو کر کے باقی کو پورا کرے، ہاں اس صورت میں افضل یہ ہے کہ طواف کے ساتوں پھیرے نئے سرے سے شروع کرے۔

اور اگر استحاضہ والی عورت شرعاً معذور نہ ہو یعنی عورت کو استحاضہ کا خون اس حد تک نہ آرہا ہو کہ جو اسے معذور شرعی بنادے تو ایسی صورت میں اُسے بھی ایک نارمل شخص کی طرح طواف کیلئے وضو سے ہونا ضروری ہوگا اور دورانِ طواف جب جب خون آئے تو وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے ہر بار طواف کو وہیں چھوڑ کر، نیا وضو کر کے طواف کرنا ہوگا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض کی وجہ سے بغیر احرام میقات سے گزرنا

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1731

تاریخ اجراء: 24ذوالقعدۃالحرام1444ھ/13جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی عورت ماہواری کی حالت میں ہونے کی وجہ سے بغیر احرام میقات سے گزر جائے تو کیا اُس پر دم لازم ہوگا؟ اور پاک ہونے کے بعد واپس میقات جا کر احرام کی نیت کر کے آجائے اور عمرہ ادا کرے تو کیا عمرہ ادا ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ماہواری کی حالت میں بھی احرام کی نیت کی جاسکتی ہے، لہذا حائضہ عورت پر بھی میقات سے گزرتے ہوئے، احرام کی نیت کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا لازم ہے، البتہ طواف کیلئے پاک ہونے کا انتظار کرے گی، جب پاک ہو کر غسل کر لے تو اب طواف کر سکتی ہے۔ اور اگر کوئی عورت ماہواری کی وجہ سے بغیر احرام کے میقات سے گزر جائے تو اُس پر بھی دم لازم ہوگا، ہاں جب واپس میقات جا کر عمرہ یا حج کے احرام کی نیت اور تلبیہ کہہ لے گی تو اس پر لازم ہونے والا دم ساقط ہو جائے گا، اور عمرہ یا حج جو بھی ادا کرے گی وہ ادا ہو جائے گا، البتہ جان بوجھ کر میقات سے بغیر احرام گزرنے کی وجہ سے گناہگار ہو گی، جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

لباب المناسک میں ہے: ”(وحكمها وجوب الاحرام منها لاحد النسكين وتحريم تاخيره عنها لمن اراد دخول مكة أو الحرم)“ ترجمہ: میقات کا حکم یہ ہے کہ جو شخص مکہ یا حرم میں داخل ہونے کا ارادہ کرے، اس کیلئے عمرہ یا حج میں سے کسی ایک کا احرام میقات سے باندھنا واجب ہے اور (جان بوجھ کر) احرام کو میقات سے مؤخر کرنا، حرام ہے۔ (لباب المناسک، فصل فی مواقیت-الصنف الاول، صفحہ88، دار الکتب العلمیۃ: بیروت)

لباب المناسک اور اس کی شرح میں ہے: ”(من جاوز وقته غير محرم... فعليه العود) أي فيجب عليه الرجوع (الى وقت) أي الى ميقات من المواقيت (وان لم يعد فعليه دم... فان عاد) أي المتجاوز (سقط) أي الدم (ان لبى منه) أي من الميقات على فرض أنه احرم بعده، والا فلا بد ان ينوى ويلبى

لیصیر محرما حینئذ"ترجمہ: جو شخص بغیر احرام کی نیت کے میقات سے گزر جائے تو اس پر کسی بھی میقات پر واپس لوٹنا واجب ہے، اور اگر واپس نہ گیا تو اس پر دم لازم ہوگا، اور اگر واپس کسی میقات پر چلا گیا اور تلبیہ کہہ لی تو دم ساقط ہو گیا یعنی جبکہ میقات سے گزرنے کے بعد (حرم میں ہی کسی جگہ) احرام کی نیت کر لی ہو اور اگر احرام کی نیت نہیں کی تو اب ضروری ہے کہ میقات پر جا کر نیت کرے اور تلبیہ کہے تاکہ وہ اُس وقت مُحرم ہو جائے۔(لباب المناسک مع شرحہ، فصل فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، صفحہ94-95، دار الکتب العلمیۃ: بیروت)

بہار شریعت میں ہے "میقات کو واپس جا کر احرام باندھ کر آیا تو دَم ساقط اور مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے جو اُس پر حج یا عمرہ واجب ہوا تھا اس کا احرام باندھا اور ادا کیا تو بریٔ الذّمہ ہو گیا۔"(بہار شریعت، ج01، حصہ6، صفحہ1191، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طواف کے دوران قرآن پاک کی تلاوت کرنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:Nor-12306 تاریخ:22-07-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ طواف کرتے ہوئے قران کریم کی تلاوت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

دوران طواف دیکھ کر یا بغیر دیکھے تلاوت قرآن کرنا، جائز تو ہے، البتہ افضل یہ ہے کہ اس دوران تلاوتِ قرآن کرنے کی بجائے ذکر واذکار میں مشغول رہیں۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے طواف کے دوران تلاوت قرآن کرنا ثابت نہیں ہے اور متوارث طریقہ بھی یہی ہے کہ طواف کرتے ہوئے ذکر و دعا میں مشغول رہا جائے، فقہائے کرام نے اسی کو اَوْلیٰ قرار دیا ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:"عند الطواف الذکر افضل من القراءۃ کذافی السراجیۃ" یعنی طواف کرتے ہوئے ذکر کرنا قراءت کرنے سے افضل ہے، سراجیہ میں یوں ہی ہے۔

(فتاوی عالمگیری، جلد1، صفحہ227، مطبوعہ پشاور)

ردالمحتار میں ہے:"اقول الحاصل من ھذہ النقول التی ذکرناھا ان القراءۃ خلاف الاولی، وان الذکر افضل منھا ماثوراً اَوْ لَا کما ھو مقتضی الاطلاق" یعنی میں کہتا ہوں ہم نے جو نقول ابھی پیش کیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ طواف میں قراءت کرنا خلافِ اَوْلیٰ ہے اور ذکر کرنا قراءت کرنے سے افضل ہے، چاہے ذکر ماثور ہو یا غیر ماثور، جیسا کہ اطلاق کا تقاضا ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، جلد3، صفحہ583، مطبوعہ کوئٹہ)

فتح القدیر میں ہے:"لم یثبت عنه فی الطواف قراءة بل الذکر وھوالمتوارث عن السلف والمجمع علیه فکان اولی "یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے طواف کرتے ہوئے قراءت کرنا ثابت نہیں، بلکہ ذکر کرنا(ثابت ہے)اور یہی اَسلاف کا طریقہ رہا ہے، اوراسی پر اِجماع ہے، لہذا ذکر ہی اَولیٰ ہے۔

(فتح القدیر، جلد2، صفحہ390، مطبوعہ کوئٹہ)

مناسک ملا علی قاری میں ہے:"(یکون فی طوافه۔۔۔ذاکرا)۔۔۔۔ھوافضل من قراءة القرآن من حیث عمله صلی اللہ علیه وسلم فی الاطوفة الواقعة فی حجه وعمرته "یعنی طواف میں ذکر کرتا رہے، طواف کے دوران ذکر کرنا قرآن کی تلاوت سے اس اعتبار سے افضل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج وعمرے کے طوافوں میں یہی عمل کیا۔

(ملتقطا مناسک ملا علی قاری، صفحہ190، مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــ

طواف زیارت کے بعد مخصوص ایام شروع ہوجائیں تو!

مجیب: مفتی محمد قاسم عطّاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جولائی 2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ایک خاتون نے حج کیا، طوافِ زیارت کے بعد آرام کرنے کے لئے ہوٹل آئی، تو ہوٹل پہنچنے کے بعد اسے حیض آگیا، اس نے کسی سے مسئلہ پوچھا، تو بتایا گیا کہ ناپاکی کی حالت میں سعی کرنا درست نہیں ہے، لہٰذا وہ مکہ شریف میں ہوٹل میں ہی ٹھہری رہی، جب پانچ چھ دن بعد حیض سے پاک ہوئی، تو اس نے سعی کی اور اپنے وطن آگئی، تو اس صورت میں کیا اس کا حج ادا ہو گیا اور سعی میں تاخیر کرنے کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم ہو گا؟ طواف زیارت پاکی کی حالت میں ہی کیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اس خاتون کا حج (دیگر شرائط کی موجودگی میں) ادا ہو گیا اور سعی میں تاخیر کرنے کی وجہ سے کوئی گناہ یا کفارہ لازم نہ آیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ صفا و مروہ کے مابین سعی کرنا حج کے واجبات میں سے ہے ، لیکن حج کا یہ واجب غیر مؤقت ہے، یعنی اس کی ادائیگی کے لئے کوئی انتہائی وقت مقرر نہیں، لہٰذا جس طواف کے بعد سعی کر سکتے ہیں، اس طواف کے بعد کتنی ہی تاخیر ہو جائے، یہ واجب ساقط نہیں ہو گا، حتی کہ اگر کسی نے مناسکِ حج ادا کئے اور سعی کئے بغیر اپنے وطن لوٹ آیا، پھر واپس جا کر سعی کر لی، تو اس کا واجب ادا ہو جائے گا، لیکن خیال رہے! بلا عذرِ شرعی سعی کا ترک گناہ اور دَم لازم ہونے کا سبب ہے۔ یہاں ترکِ سعی کا تحقق خروجِ مکہ سے ہو گا، یعنی جب تک مکہ میں ہے، سعی کا تارک نہیں کہلائے گا، لہٰذا مکہ میں جتنا عرصہ رہے، سعی میں تاخیر کی وجہ سے نہ گناہ گار ہے اور نہ دم لازم ہو گا، (البتہ بغیر عذر اسے طواف سے مؤخر کرنا مکروہ و خلافِ سنت ہے) اور اگر سعی چھوڑ کر مکہ سے چلا آئے، تو اب سعی کا تارک قرار پائے گا اور بلا عذرِ شرعی ایسا کرنے پر گناہ گار ہو گا اور اس پر دَم بھی واجب ہو جائے گا

، ہاں! اگر واپس آکر سعی کرلے، تو واجب ادا ہو جانے کی وجہ سے لازم شدہ دَم ساقط ہو جائے گا اور جو گناہ ہوا اس سے توبہ بھی کرے۔

اس تفصیل سے صورتِ مسئولہ کا جواب واضح ہو گیا کہ جب وہ خاتون طوافِ زیارت کے بعد مکہ شریف میں ہی ٹھہری رہی اور اس نے مکہ سے نکلنے اور وطن واپس آنے سے پہلے سعی کرلی، تو بلاشبہ اس کا واجب ادا ہو گیا اور اس تاخیر کی وجہ سے نہ سعی کی تارک کہلائی اور نہ کوئی گناہ یا کفارہ لازم آیا۔

نوٹ: جس نے حیض کی حالت میں سعی درست نہ ہونے کا مسئلہ بتایا، اس نے غلط کہا۔ درست مسئلہ یہ ہے سعی کے لئے طہارت شرط نہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں اگر وہ خاتون حیض کی حالت میں بھی سعی کرلیتی، تب بھی سعی ادا ہو جاتی۔

تنبیہ: سعی چھوڑ کر مکہ سے چلے جانے اور پھر واپس آکر سعی کرنے پر یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ اگر میقات کے اندر سے ہی واپس لوٹے، تو بغیر احرام کے بھی آسکتا ہے، البتہ اگر میقات کے باہر سے واپس آئے، تو احرام کے ساتھ آنا ہوگا کما فی عامۃ الکتب۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طواف کے دوران عورت کو حیض آجائے تو کیا کرے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1682

تاریخ اجراء: 05ذوالقعدۃالحرام1444ھ/26مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

طواف کے دوران عورت کو حیض آجائے تو کیا حکم ہے؟ نیز عمرہ تو اب حیض ختم ہونے کے بعد ہی مکمل ہو گا لیکن اب احرام کی حالت میں اتنے دن کیسے گزارے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر عورت کو طواف کے دوران حیض آجائے تو اُس کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ طواف کو وہیں چھوڑ دے اور فوراً ہی مسجد سے باہر آجائے، اور اب صبر و رضا کے ساتھ احرام کی پابندیوں کا خیال رکھتے ہوئے ناپاکی کے ایام گزارے، اللہ تعالی کی رحمت سے امید ہے کہ اس تکلیف پر صبر کرنے کی صورت میں اُسے اجر و ثواب عطا فرمائے، پھر جب حیض سے فارغ ہو جائے تو غسل کر کے طواف کرے، اب اگر طواف کے چار پھیرے مکمل ہونے سے پہلے حیض آیا تھا تو اس صورت میں اسے اختیار ہے کہ چاہے تو ساتوں پھیرے نئے سرے سے شروع کرے اور چاہے تو جہاں سے چھوڑا تھا، وہیں سے شروع کر لے، اور اگر چار یا اس سے زیادہ پھیرے مکمل ہو گئے تھے تو اب نئے سرے سے طواف کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ جہاں سے چھوڑا تھا، وہیں سے شروع کرنا ہو گا۔

در مختار میں ہے: ”لو خرج منه۔۔۔ثم عاد بَنٰی “ ترجمہ: اگر طواف چھوڑ کر چلا گیا، پھر لوٹا تو اسی پر بِنا کرے گا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ در مختار کی اس عبارت (بَنٰی) کے تحت فرماتے ہیں: ”أی علی ما کان طافه، ولا یلزمه الاستقبال۔ قلت: ظاهره انه لو استقبل لا شئی علیه فلا یلزمه اتمام الاول۔۔۔ثم رأیت فی اللباب ما یدل علیه حیث قال فی فصل مستحبات الطواف: ومنها استئناف الطواف لو قطعه أو فعله علی وجه مکروه۔ قال شارحه: لو قطعه أی ولو بعذر، والظاهر انه مقید بما قبل اتیان اکثره “ ترجمہ: یعنی جہاں سے طواف چھوڑا تھا وہیں سے شروع کرے گا، نئے سرے سے کرنا ضروری نہیں۔ میں کہتا ہوں اس کا ظاہر یہ ہے کہ

اگر نئے سرے سے شروع کرے تو اس پر کچھ حرج نہیں، لہذا پہلے طواف کو مکمل کرنا اس پر لازم نہیں۔ پھر میں نے لباب میں وہ عبارت دیکھی جو اس پر دلالت کرتی ہے، کہ انہوں نے طواف کے مستحبات والی فصل میں فرمایا: طواف کے مستحبات میں نئے سرے سے طواف کو شروع کرنا (بھی) ہے اگر اس نے طواف کو (بیچ سے) چھوڑ دیا یا اسے مکروہ طریقے سے کیا۔ اس کے شارح نے فرمایا: کہ جو مصنف نے طواف چھوڑنے کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد ہے کہ اگرچہ کسی عذر کے سبب چھوڑا ہو۔ اور ظاہر یہی ہے کہ نئے سرے سے شروع کرنا، طواف کے اکثر پھیروں کو مکمل کرنے سے پہلے چھوڑنے کے ساتھ مقید ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، جلد3، صفحہ582، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کا حیض کی حالت میں عمرہ کرنا

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1047

تاریخ اجراء: 04ربیع الثانی1445ھ/20اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کا حیض کی حالت میں عمرہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عمرے کی ادائیگی کرتے ہوئے طواف کرنا اس کا رکن یعنی فرض ہے، اور واجباتِ طواف میں سے ایک واجب نجاست حکمیہ یعنی حیض ونفاس اور جنابت وغیرہ سے پاک ہونا ہے۔ لہٰذا عورت حیض کی حالت میں عمرے کا طواف ہر گز نہ کرے بلکہ مسجد شریف میں بھی داخل نہ ہو ورنہ گناہگار ہو گی۔ البتہ یہ ذہن میں رکھیں کہ حیض کی حالت میں عمرے کا احرام باندھنا جائز ہے، یونہی اگر پاکی کی حالت میں احرام باندھا ہو تو محض حیض آنے سے احرام کی پابندیاں ختم نہیں ہوں گی، ان دونوں صورتوں میں عورت پر لازم ہے کہ وہ پاک ہونے کا انتظار کرے جب پاک ہو جائے تو طہارت کی حالت میں تمام افعال عمرہ ادا کر کے عمرہ مکمل کرے۔ یاد رہے اگر عورت نے حیض کی حالت میں طواف اور بقیہ ارکان ادا کر لیے تو اس کا عمرہ ادا ہو جائے گا مگر وہ گناہ گار ہو گی۔ نیز اس پر لازم ہو گا کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے، اگر طواف کا اعادہ کیے بغیر وطن چلی گئی تو واجب کے ترک کے سبب اس پر دم لازم ہو گا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: ”واما رکنها: فالطواف“ یعنی: عمرہ کا رکن طواف ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد3، صفحہ 262، مطبوعہ بیروت)

ارشاد الساری میں ہے: ”(طواف العمرة وهو رکن فیها) ای فرض“ یعنی: عمرے کا طواف عمرے میں رکن یعنی فرض ہے۔ (ارشاد الساری الی مناسک ملا علی قاری، صفحہ 97، مطبوعہ بیروت)

بحر الرائق میں ہے: ”ان الحیض یتعلق بالاحکام: الرابع عشر یحرم الطواف من جهتین دخول المسجد وترک الطهارة له“ یعنی: بیشک وہ احکام جو حیض سے تعلق رکھتے ہیں، چودھواں یہ ہے کہ حالت حیض

میں دو وجہوں سے طواف حرام ہو جاتا ہے، مسجد میں داخل ہونے اور طہارت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔(البحر الرائق، جلد1، صفحہ336، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ)

مناسک ملا علی قاری میں طواف کے واجبات بیان کرتے ہوئے فرمایا:"الاول الطھارۃ عن الحدث الاکبر والاصغر۔۔۔ثم اذا اثبت ان الطھارۃ عن النجاسۃ الحکمیۃ وواجبۃ فلو طاف معھا یصح عندنا"یعنی طواف کے واجبات میں سے پہلی شرط حدث اصغر یعنی بے وضو ہونے اور حدث اکبر یعنی حیض ونفاس اور جنابت سے پاک ہونا ہے۔۔۔پھر جب یہ ثابت ہو گیا کہ نجاست حکمیہ سے پاک ہونا واجب ہے تو اگر اس نے اسی حالت میں طواف کیا تو طواف ادا ہو جائے گا۔(مناسک ملا علی قاری، ص213، مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

ارشاد الساری میں طواف کے محرمات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"(الطواف جنبا او حائض او نفساء) حرام اشد حرمۃ"یعنی: حالت جنب، حیض اور نفاس میں طواف حرام اشد حرام ہے۔(ارشاد الساری الی مناسک ملا علی قاری، صفحہ112، مطبوعہ بیروت)

محیط برھانی میں ہے:"اذا طاف للعمرۃ محدثا او جنبا فما دام بمکۃ یعید الطواف لان الطواف رکن العمرۃ کطواف الزیارۃ فی الحج وان رجع الی اھلہ ولم یعد ففی المحدث یلزمہ الشاۃ وفی الجنب ۔۔۔وفی الاستحسان یکفیہ شاۃ"یعنی: اگر کسی نے عمرے کا طواف بے وضو یا جنابت کی حالت میں کیا تو جب تک مکہ مکرمہ میں ہے دوبارہ طواف کرے کیونکہ طواف عمرے کا رکن ہے جیسا کہ حج میں طواف زیارت ہوتا ہے اور اگر اپنے گھر کو لوٹ گیا تو بے وضو طواف کرنے کی صورت میں ایک بکری اور اسی طرح جنبی کو بھی استحساناً ایک بکری بطور دم دینا لازم ہے۔(المحیط البرھانی، جلد3، صفحہ453، مطبوعہ بیروت)

ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی دامت برکاتھم العالیہ اپنی تصنیف 27 واجبات حج میں فرماتے ہیں:"اگر کسی نے تمام یا اکثر پھیرے عمرے کے طواف میں جنابت حیض یا نفاس کی حالت میں کیے تو مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے پاکی کی حالت میں اعادہ کرنا واجب ہے اور اگر بے وضو حالت میں کئے تو پاکی کی حالت میں اعادہ کرنا مستحب ہے اعادہ نہ کیا تو مذکورہ تمام صورتوں میں ایک دم دینا لازم ہو گا۔"(27 واجبات حج، صفحہ152، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کے لیے حرم شریف کے اندر مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے یا ہوٹل میں؟

مجیب: مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1828

تاریخ اجراء: 29ذوالحجۃالحرام1444ھ/18جولائی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورتوں کو حرم شریف میں نماز اپنے ہوٹل میں پڑھنی چاہیے یا مسجد الحرام میں، اسی طرح مدینہ منورہ میں۔ زیادہ فضیلت کس میں ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کو عام حکم یہی ہے کہ نمازیں اپنے گھروں میں ادا کریں، اور نمازوں کے لئے مسجد میں جانے کی ممانعت ہے چاہے وہ عورت حرمین طیبین میں ہو یا کسی اور مقام پر۔ لہذا نمازوں کے لئے مسجد حرام، یا مسجد نبوی شریف میں نہ جائیں کہ مقصود ثواب ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو میری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر میں پڑھنے کا ہے۔ لہذا نمازیں اپنے ہوٹل میں ہی پڑھیں، ہاں عورتیں باپردہ، آداب واحترام کا خیال رکھتے ہوئے مکہ معظمہ میں روزانہ طواف کے لئے، اسی طرح مدینہ منورہ صبح وشام صلوۃ وسلام کے لئے حاضر ہوتی رہیں۔

ابوداود شریف کی حدیث مبارک ہے "عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قال صلاۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا"

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا عورت کا دالان میں نماز پڑھنا صحن میں پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھری میں دالان سے بہتر ہے۔ (ابوداود شریف، جلد نمبر1، صفحہ نمبر196، حدیث نمبر570، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بخاری شریف کی حدیث مبارک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: "لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل"

ترجمہ: اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں، تو ضرور انھیں مسجد سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئیں۔(بخاری شریف، جلد نمبر1، صفحہ نمبر120، مطبوعہ: کراچی)

مراقی الفلاح میں ہے "ولا یحضرن الجماعات لما فیہ من الفتنۃ۔" اس کے تحت حاشیۃ الطحطاوی میں ہے "قولہ: (ولا یحضرن الجماعات) لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا۔اھ۔فالافضل لھا ما کان استر لھا لا فرق بین الفرائض وغیرھا کالتراویح۔۔۔۔۔قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: بیوتھن خیر لھن لو کن یعلمن۔" (ملتقطاً) ترجمہ: عورتیں جماعت میں حاضر نہ ہوں اس لئے کہ ان کے آنے میں فتنہ اور برائی پھیلنے کا امکان ہے عورتوں کو اسلئے بھی جماعت میں نہیں آنا چاہئے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا کمرے میں پڑھنا، گھر کے کنارہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور عورت کا اپنے کمرے کی کوٹھری میں نماز پڑھنا، کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر چھپ سکتی ہے اتنا ہی افضل ہے اور اس میں فرائض اور غیر فرائض جیسے تراویح کا کوئی فرق نہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ عورتوں کیلئے گھر ہی بہتر ہے اگر یہ جانتی ہوتیں۔(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ص305، مطبوعہ: کراچی)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "عورتیں نماز فرودگاہ (یعنی قیام گاہ) ہی میں پڑھیں۔ نمازوں کیلئے جو دونوں مسجدِ کریم میں حاضر ہوتی ہیں نادانی ہے کہ مقصود ثواب ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو میری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر میں پڑھنا ہے۔ ہاں، عورتیں مکہ معظمہ میں روزانہ ایک بار رات میں طواف کر لیا کریں اور مدینہ طیبہ میں صبح و شام صلوۃ و سلام کے لئے حاضر ہوتی رہیں۔" (بہار شریعت، جلد1، حصہ6، صفحہ1112، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

کیا فی زمانہ سفری سہولیات کے پیشِ نظر عورت بغیر محرم سفرِ حج کر سکتی ہے؟

1

ریفرنس نمبر:Lar 9726 تاریخ:05-06-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کا کہنا ہے کہ آج کے دور میں سفر میں بہت سہولیات پیدا ہو چکی ہیں، سفر آسان، محفوظ اور تیز ہو چکا ہے اور حج کے لیے عورتوں کے حکومتی سطح پر گروپس تیار کیے جاتے ہیں، تو عورتیں محفوظ ہوتی ہیں، لہذا آج کے دور میں عورت بغیر محرم کے سفرِ حج کر سکتی ہے اور احادیث میں جو بغیر محرم کے سفر کی ممانعت ہے وہ پہلے دور کے اعتبار سے ہے جب سفر اونٹوں گھوڑوں پر ہوتا تھا، سفر کرنے میں کئی کئی دن لگ جاتے تھے اور غیر محفوظ بھی ہوتا تھا اور وہ اپنی دلیل کے طور پر یہ روایت بھی بیان کرتا ہے کہ: "قال فإن طالت بک حياة، لترين الظعينة ترتحل من الحيرة، حتى تطوف بالكعبة لا تخاف أحدا إلا الله۔۔۔قال عدي: فرأيت الظعينة ترتحل من الحيرة حتى تطوف بالكعبة لا تخاف إلا الله" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت عدی رضی اللہ تعالی عنہ سے) ارشاد فرمایا: اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی، تو تم اونٹ پر سوار عورت کو دیکھو گے کہ وہ حیرہ سے سفر کرے گی، یہاں تک کہ کعبہ کا طواف کرے گی اس حال میں کہ اسے اللہ تعالی کے سوا کسی کا خوف نہیں ہو گا، حضرت عدی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: میں نے اونٹ پر سوار عورت کو دیکھا جو حیرہ سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی اس حال میں کہ اسے اللہ تعالی کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج04، ص197، دار طوق النجاۃ)

زید اس سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس سے پتا چلا جب امن وامان اور محفوظ سفر ہو، تو عورت تنہا سفرِ حج کر سکتی ہے۔ شرعی رہنمائی فرمائیں کہ زید کا یہ استدلال درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید کا یہ استدلال اور عندیہ شرعادرست نہیں ہے۔ جس کی چند وجوہ درج ذیل ہیں:

(الف) نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر عطا فرمائی تھی کہ ایسا ہو گا، لیکن یہ کہاں فرمایا کہ ایسا شرعادرست ہو گا اور اس وقت عورتوں کو بغیر محرم سفر شرعی کرنے کی اجازت ہو گی، جبکہ اس کے مقابل واضح طور پر احادیث میں بغیر محرم سفر کی ممانعت فرمائی ہے۔

(ب) نیز سوال میں مذکور روایت میں تو عورت کے تنہا سفر کرنے کا ذکر ہے، جبکہ زید رفقا اور خواتین کے گروپ کے ساتھ سفر کرنے کی بات کر رہا ہے، تو زید کا موقف اس روایت کے بھی مطابق نہیں۔

(ج) نیز زید نے آج کے دور کی بات کی ہے، جبکہ سوال میں مذکور روایت میں تو پچھلے دور کی بات ہے اور سوال میں موجود روایت کے مطابق اس وقت اتنا پر امن دور تھا کہ تنہا عورت کو سفر کرنے کی صورت میں کسی لُٹیرے وغیرہ کا خوف نہیں تھا، جبکہ ہمارے اس دور میں امن کی یہ حالت نہیں ہے کہ بغیر کسی کی معیت کے عورت تنہا اتنا سفر کرے اور اسے کسی لُٹیرے وغیرہ کا خوف ہی نہ ہو، تو یوں بھی زید کا استدلال درست نہیں۔

(د) نیز زید بھی صرف سفر حج بغیر محرم کرنے کا ذکر کر رہا ہے، جبکہ بعض روایات میں غیر حج کے بھی عورت کے تنہا سفر کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، تو اگر زید کے طریقہ استدلال کو اختیار کیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ غیر سفر حج کے لیے بھی عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے، جبکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔

عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے ممانعت کے متعلق روایات:

صحیح بخاری میں ہے: "قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم، ولا يدخل عليها رجل إلا ومعها محرم، فقال رجل: يا رسول الله إني أريد أن أخرج في جيش كذا

وكذا وامرأتي تريد الحج، فقال: اخرج معها" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور محرم کی غیر موجودگی میں کوئی اس کے پاس نہ آئے، اس پر ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم! میں فلاں فلاں لشکر میں جانا چاہتا ہوں اور میری عورت حج کرنا چاہتی ہے، پس آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی عورت کے ساتھ جاؤ۔ (صحیح البخاری، باب حج النساء، ج03، ص19، دار طوق النجاۃ)

مزید بخاری شریف میں ہے: "ولا تسافرن امرأة إلا ومعها محرم، فقام رجل فقال: يا رسول الله، اكتتبت في غزوة كذا وكذا، وخرجت امرأتي حاجة، قال: اذهب فحج مع امرأتك" ترجمہ: اور ہر گز کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، اس پر ایک شخص کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا، میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھا گیا ہے اور میری عورت حج کے ارادے سے نکلی ہے، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور اپنی عورت کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، ج04، ص59، دار طوق النجاۃ)

صحیح مسلم شریف میں یہی روایت یوں بیان کی گئی ہے: "ولا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم، فقام رجل، فقال: يا رسول الله، إن امرأتي خرجت حاجة، وإني اكتتبت في غزوة كذا وكذا، قال: انطلق فحج مع امرأتك" ترجمہ: اور عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، پس ایک شخص کھڑے ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم میری عورت حج کے لیے نکلی اور میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھا گیا ہے، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جا کر اپنی عورت کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم، باب سفر المراۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ج02، ص978، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

غیر حج کے لیے عورت کے سفر کا واقعہ:

ترمذی شریف میں ہے: "فإني لا أخاف عليكم الفاقة، فإن الله ناصركم ومعطيكم حتى تسير الظعينة فيما بين يثرب والحيرة أو أكثر ما يخاف على مطيتها السرق" ترجمہ: مجھے تم پر فاقہ کا کوئی خوف نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالی تمہارا مددگار اور تمہیں عطا فرمانے والا ہے، یہاں تک کہ اونٹ

پر سوار عورت یثرب اور حیرہ کے درمیان کی مسافت یا اس سے زیادہ کی مسافت اس حال میں طے کرے گی کہ اس کی سواری پر چور کا خوف نہیں ہو گا۔ (جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، ج05، ص53، بیروت)

زید کی ذکر کردہ روایت کے جوابات:

جو حدیث پاک زید نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے، اس کے جواب میں محقق علی الاطلاق، حضرت علامہ امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ فتح القدیر میں فرماتے ہیں: "وأما حديث عدي بن حاتم، فليس فيه بيان حكم الخروج فيه ما هو ولا يستلزمه، بل بيان انتشار الأمن، ولو كان مفيدا لاباحة كان نقيض قولهم فإنه يبيح الخروج بلا رفقة ونساء ثقات "ترجمہ: اور جہاں تک معاملہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کا ہے، تو اس روایت میں اس دور میں سفر کرنے کا حکم بیان نہیں کیا گیا کہ حکم کیا ہے؟ اور نہ یہ اس کو مستلزم ہے، بلکہ اس میں تو امن وامان کے عام ہونے کا بیان ہے اور اگر بالفرض اس میں سفر کرنے کے حکم کا بیان ہو، تو یہ شوافع کے موقف کے برخلاف ہو گا کہ اس صورت میں روایت بغیر رفقاء اور ثقہ عورتوں کے تنہا عورت کو سفر کرنے کی اجازت ثابت کرے گی۔ (جبکہ شوافع کے نزدیک تو عورت ثقہ عورتوں کے ساتھ سفر کر سکتی ہے، تنہا سفر نہیں کر سکتی) (فتح القدیر، کتاب الحج، ج02، ص421، دار الفکر، بیروت)

بنایہ شرح ہدایہ میں اس کے تحت ہے: "قلت: حديث عدي هذا يدل على الوقوع، ولا يدل على الجواز بوجه من وجوه الدلالة بمطابقته، ولا بالتزامه؛ لأنه ورد في معرض الثناء على الزمان بالأمن والعدل، وذكر خروج المرأة على ذلك بلا خفير لبيان الاستدلال عليه، ولا يقال: تأخير البيان عن وقت الحاجة لا يجوز؛ لأنا نقول: ما أخره بل بين حرمة خروجها في عدة أحاديث صحيحة ثابتة." ترجمہ: میں کہتا ہوں: حدیث عدی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایسا معاملہ وقوع پذیر ہو گا اور اس میں دلالت کے کسی طریقہ کے مطابق نہ دلالت مطابقیہ کے مطابق اور نہ دلالت التزامیہ کے مطابق اس کے جواز کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس روایت میں اس زمانے کے عدل اور امن وامان کے ذریعے اس کی تعریف بیان کی گئی ہے اور اس عدل وامن وامان پر استدلال کے طور پر بیان کیا گیا ہے

کہ عورت بغیر کسی محافظ کے سفر کرے گی، اور یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ وقت حاجت سے بیان کو مؤخر کرنا، جائز نہیں ہوتا، کیونکہ ہم کہیں گے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے بیان کو موخر نہیں فرمایا، بلکہ کئی احادیث صحیحہ ثابتہ میں عورت کے تنہا سفر کی حرمت کو بیان فرمایا ہے۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الحج، ج04، ص153، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

تبیین الحقائق میں ہے: "وحديث عدي يدل على الوقوع وليس فيه دلالة على الجواز فلا يلزم حجة وهذا لأنه - عليه الصلاة والسلام - ساق الكلام لبيان أمن الطريق من العدل لا لبيان أنها يجوز لها أن تسافر بغير محرم ولا زوج، نظيره قوله - عليه الصلاة والسلام - فبه ليأتين على الناس زمان تسير الظعينة من مكة إلى الحيرة لا يأخذ أحد بخطام راحلتها الحديث **وأجمعوا أنها لا يحل لها أن تسير من مكة إلى الحيرة ولا من بلد إلى بلد آخر بالقياس عليه**" ترجمہ: اور حضرت عدی رضی اللہ تعالی عنہ والی روایت صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایسا واقع ہو گا اور اس میں اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہے، پس یہ ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی اور یہ اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے کلام مبارک اس زمانے میں عدل وانصاف کی وجہ سے راستے کے امن کو بیان کرنے کے لیے فرمایا ہے، نہ یہ بیان کرنے کے لیے کہ اسے بغیر محرم اور شوہر کے سفر کرنا، جائز ہو گا، اس کی نظیر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ اونٹ پر سوار عورت مکہ سے حیرہ کی طرف سفر کرے گی اس کی سواری کی نکیل کو کوئی تھامنے والا نہیں ہو گا **اور سب کا اجماع ہے کہ اس پر قیاس کرتے ہوئے عورت کے لیے مکہ سے حیرہ کی طرف اور کسی شہر سے دوسرے شہر کی طرف سفر کرنا حلال نہیں ہے۔**

(تبیین الحقائق، کتاب الحج، ج02، ص06، القاھرۃ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

13 شوال المکرم 1441ھ/05 جون 2020ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جا سکتی ہے

احرام سے پہلے غسل کرنے کا حکم

مجیب: ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر: WAT-1039

تاریخ اجراء: 05صفر المظفر1444ھ/02ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

احرام پہننے سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے یا وضو بھی کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احرام پہننے سے پہلے اچھی طرح مل کر غسل کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی یہ غسل نہ کرے، صرف وضو کر لے، تب بھی جائز ہے۔ بہار شریعت میں ہے: ”مسواک کریں اور وضو کریں اور خوب مل کر نہائیں، نہ نہا سکیں، تو صرف وضو کریں، یہاں تک کہ حیض و نفاس والی اور بچے بھی نہائیں اور باطہارت احرام باندھیں۔“ (بہار شریعت، ج1، حصہ6، ص1071، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

احرام کی حالت میں عورت کا دستانے اور موزے پہننا

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2546

تاریخ اجراء: 27 شعبان المعظم 1445ھ / 09 مارچ 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

احرام کی حالت میں عورتیں دستانے پہن سکتی ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

احرام کی حالت میں عورتوں کے لئے دستانے اور موزے پہننے کی اجازت ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

المبسوط للسرخسی میں ہے "ولا بأس لها أن تلبس القفازين هكذا روي عن سعد بن أبي وقاص - رضي الله عنه - أنه كان يلبس بناته القفازين في الإحرام" ترجمہ: حالتِ احرام میں عورت کے لئے دستانے پہننے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ احرام کی حالت میں اپنی بیٹیوں کو دستانے پہناتے تھے۔ (المبسوط للسرخسی، ج4، ص128، دار المعرفة، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "(احرام میں) عورت کو چند باتیں جائز ہیں:۔۔۔ دستانے، موزے، سلے کپڑے پہننا۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ6، ص1083، مکتبة المدینة، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حالتِ حیض میں احرام کی نیت

مجیب: مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ستمبر 2017

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ اگر کوئی عورت پاکستان سے عمرہ پر جانے کا ارادہ رکھتی ہے تو جس وقت روانگی ہو اس دن وہ حیض کی حالت میں ہو تو کیا کیا جائے؟ کیا احرام اس حالت میں باندھا جا سکتا ہے؟ نیز اسی حالت میں غُسل کیا جائے گا جیسا کہ عام حالت میں بھی غسل کر کے احرام باندھا جاتا ہے اس بارے میں رہنمائی فرمائیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حالتِ حیض میں بھی احرام کی نیّت (Intention) ہو سکتی ہے اور جو عورت عمرہ کے لئے ہی پاکستان سے سفر کر رہی ہے اس پر لازم ہے کہ احرام کے بغیر میقات سے نہ گزرے، اور حالتِ حیض میں ہونا، احرام سے مانع نہیں ہے، اور حالتِ حیض یا نِفاس والی عورت کو بھی حکم ہے کہ احرام سے پہلے غسل بھی کرے کیونکہ یہ غسل طہارت کے لئے نہیں ہے بلکہ صفائی، سُتھرائی اور اپنے آپ سے بدبو کو دور کرنے کے لئے ہے۔

اس حالت میں چونکہ عورت پر قراٰن کی تلاوت کرنا، نماز پڑھنا، مسجِد میں جانا، طواف کرنا یہ سب کام حرام ہیں لہٰذا وہ عورت احرام کی نیّت ضرور کرے گی اور احرام کی تمام پابندیوں کا بھی خیال رکھے گی، لیکن مکّۂ مکرّمہ پہنچ کر بھی جب تک حیض کی حالت رہے وہ مسجد میں نہیں جائے گی بلکہ ہوٹل میں ہی پاک ہونے کا انتظار کرے گی، جب حیض ختم ہو جائے تو پھر پاکی کے لئے غسل کرے اور پھر طواف اور دیگر مناسکِ عُمرہ ادا کرے۔

ہاں البتہ اس حالت میں تلاوتِ قراٰن کے علاوہ تسبیحات، دُرُود شریف، ذِکرُاللہ، وغیرہ کرنا مَنع نہیں ہے، اس کی اجازت ہے بلکہ جتنے دن ایسی حالت میں رہے تو یہ اعمال بجالاتی رہے اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ ثواب کا ذخیرہ حاصل ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حالتِ حیض میں سعی کا حکم

مجیب: مولاناسرفرازاخترصاحب زیدمجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مارچ 2018

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمرہ کے لئے جانے والی عورت اگر حیض کی حالت میں ہو تواس کو طواف کی اجازت تو نہیں ہے۔ کیا یہ درست ہو گا کہ وہ پہلے سعی کرلے اور جب حیض سے پاک ہو جائے تو طواف کرے اور تقصیر کر کے احرام سے باہر آجائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی وجہ سے عورت جب طواف نہیں کر سکتی تواس کی سعی بھی درست نہیں ہو گی کیونکہ سعی کے لئے اگرچہ طہارت شرط نہیں مگر یہ شرط ہے کہ سعی پورے طواف یااس کے اکثر یعنی چار پھیروں کے بعد ہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کی حالت میں ریاض الجنۃ کی زیارت کرنا

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2167

تاریخ اجراء: 02 جمادی الاول 1445ھ/17 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت حیض کی حالت میں ریاض الجنۃ کی زیارت کے لیے جاسکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا حیض کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور ریاض الجنۃ کی زیارت کے لیے مسجد میں داخل ہونا پڑتا ہے لہذا عورت ریاض الجنۃ کی زیارت کرنے کے لیے مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر مسجد سے باہر رہ کر کسی طرح زیارت ممکن ہو تو مسجد سے باہر رہ کر زیارت کر سکتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کی حالت میں سعی کرنا

مجیب: عبدالرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-893

تاریخ اجراء: 11ذیقعدۃالحرام1443ھ/11جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

حیض کی حالت میں سعی کی تو کیا حکم ہے کیا سعی ہو جائے گی؟ جبکہ طواف پاکی کی حالت میں کر چکی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی حالت میں سعی کرنے سے سعی ہو جائے گی کہ سعی کے لئے طہارت شرط نہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "والحيض والجنابة لا يمنعان صحة السعي كذا في محيط السرخسي. و الأصل أن كل عبادة تؤدى لا في المسجد من أحكام المناسک فالطهارة ليست من شرطها كالسعي "ترجمہ: حیض وجنابت، سعی کی صحت کو مانع نہیں جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے، اور اس میں اصل یہ ہے کہ احکام مناسک میں سے ہر وہ عبادت جو مسجد میں نہ ادا کی جاتی ہو اس میں طہارت شرط نہیں جیسے سعی ہے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الحج، باب فی کیفیۃ اداء لحج، ج1، ص227، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض والی کے لئے طوافِ رخصت کا حکم

مجیب: مفتی فضیل رضا عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ مئی 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خاتون اس سال حج پر گئی تھی، طواف زیارۃ کے بعد ان کی ماہواری کے ایام شروع ہو گئے، اور وہ طواف رخصت نہیں کر سکی، ان کی فلائٹ کا وقت آ گیا ، لہٰذا وہ خاتون، طواف رخصت کیے بغیر ہی پاکستان آ گئی، اب سوال یہ ہے کہ ان پر دَم وغیرہ لازم ہو گا؟

نوٹ: ماہواری کے ایام پاکستان آنے کے بعد ختم ہوئے، نیز انہوں نے طوافِ زیارۃ کے بعد کوئی طواف نہیں کیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طواف رخصت، آفاقی حاجی (جو میقات کے باہر سے حج کرنے آئے، اس) پر واجب ہے۔ البتہ حیض و نفاس والی عورت جب پاک ہونے سے پہلے مکہ کی آبادی سے باہر ہو جائے، تو اس پر یہ طواف اور اس کے بدلے دَم وغیرہ کچھ لازم نہیں ہوتا۔ صورتِ مسئولہ میں بھی چونکہ مذکورہ خاتون، مکہ مکرّمہ سے پاکستان واپس آنے تک حیض کی حالت میں تھی تو ان پر طواف رخصت واجب نہیں تھا لہٰذا طواف رخصت نہ کرنے کی وجہ سے ان پر دم وغیرہ کچھ لازم نہیں ہوا۔

نوٹ: طواف رخصت کو طواف صدر اور طواف وداع بھی کہتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

شادی کی وجہ سے حج میں تاخیر کرنا کیسا ہے؟

مجیب: ابوصدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1369

تاریخ اجراء: 12رجب المرجب1444ھ/04فروری2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں اسپین سے بات کر رہا ہوں یہاں کی کرنسی کے مطابق سات سے آٹھ ہزار یورو کا حج ہوتا ہے، میں نے اتنی رقم والدین کو دی تو انھوں نے کہا کہ تم ابھی حج نہ کرو جب تمھاری شادی ہوئی تو بیوی کو بھی ساتھ لے جانا، اب میری شادی ہو چکی ہے مگر ایسی نوبت آگئی ہے کہ شاید طلاق ہو جائے، پوچھنا یہ ہے کہ حج والی رقم والدین اپنے پاس رکھیں یا پھر دوبارہ جب میری شادی ہو تو میں حج کے لیے جاؤں یا ابھی مجھے حج کرنا ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ پر حج کی ادائیگی فرض ہو چکی ہے اور ادائیگی مؤخر کرنے میں کوئی شرعی عذر بھی نہیں، ایسی صورت میں شرعی حکم یہ ہوتا ہے کہ جس سال حج فرض ہوا اسی سال اس کی ادائیگی فرض ہے، بلا عذر شرعی اس میں تاخیر کرنا ناجائز و گناہ ہے لہذا آپ پر لازم ہے کہ اسی سال حج کریں، شادی کی وجہ سے حج میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔ پہلے بلا عذر شرعی تاخیر کر چکے ہیں تو اس سے توبہ بھی کریں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عمرہ میں سعی کے دوران حیض آئے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

فتوی نمبر: WAT-1572

تاریخ اجراء: 21رمضان المبارک1444ھ/12اپریل2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عمرہ میں صفاومروہ کی سعی کے دوران کسی کو حیض آجائے، تو کیا عمرہ ہو جائے گا یا احرام میں ہی رہنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سعی کے لیے طہارت شرط نہیں، لہٰذا اگر کسی کو دورانِ سعی حیض آجائے، تو وہ سعی مکمل کر کے تقصیر کروالے، اس کا عمرہ مکمل ہو جائے گا۔ چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے: "سعی کے لیے طہارت شرط نہیں، حیض والی عورت اور جُنب بھی سعی کر سکتا ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد6، صفحہ1109، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

عمرے کی ادائیگی کے بعد دوبارہ حیض کا اثر ظاہر ہوجائے تو؟

مجیب: مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ نومبر 2023

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کی حیض میں عادت سات دن تھی وہ احرام باندھ کے عازم سفر ہوگئی اپنی عادت کے مطابق 7ویں دن غسل کر کے عمرہ ادا کیا جس وقت غسل کیا اس وقت پاکی کا یقین تھا پھر عمرہ کی ادائیگی کے کچھ ہی دیر کے بعد دوبارہ حیض کا اثر ظاہر ہوا جو ایک دن رات سرخی مائل تھا ایک دن مٹیالا اور پھر دسویں دن صبح ہی سفید ہو گیا ان دِنوں انہوں نے انفیکشن کی دوا بھی کھائی غالباً اسی کی وجہ سے مکمل پاکی آئی اب ان کے اس عمرے کا جو ادا کیا، کیا حکم ہے اور نمازوں کے بارے میں ارشاد فرمایئے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی عادت دس دن سے کم ہو مثلاً سات دن اور عادت کے مطابق یہ خون آنا بند ہو گیا پھر اگر آٹھویں دن دوبارہ خون شروع ہوا اور دس دن پورا ہونے سے پہلے یا دس دن کے مکمل ہونے پر ختم ہو گیا تو یہ تمام دن حیض کے ہی شمار کیے جائیں گے اور جو عمرہ ادا ہوا وہ ناپاکی کی حالت میں ہوا۔ سفید رطوبت حیض میں شمار نہیں ہو گی جبکہ مٹیالی رنگت والی رطوبت حیض شمار ہوتی ہے۔ حیض کی حالت میں نماز معاف ہے۔ لہٰذا سوال میں پوچھی گئی صورت میں حکم یہ ہے کہ طواف کا اعادہ (یعنی دوبارہ کرنا) لازم ہو گا جب تک مکہ مکرمہ میں ہے، اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم دینا ہو گا، کیونکہ طہارت طواف میں واجب ہے اور سعی میں طہارت مستحب ہے۔ اسے چاہئے کے طواف کے ساتھ سعی کا بھی اعادہ کرے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت طواف کے بعد کے نوافل کہاں پڑھے؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شعبان المعظم 1441ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طواف کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس دو نفل پڑھنا مستحب ہے، کیا عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے یا عورتیں یہ دو نفل کسی اور مقام پر ادا کریں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر مقامِ ابراہیم پر رَش کے سبب مردوں سے جسم چھونے یا ٹکراؤ اور اِختلاط کا اندیشہ ہو تو طواف کے نوافل کے متعلق عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ عورت یہ نوافل مقامِ ابراہیم پر ادا نہ کرے، بلکہ یہ نوافل ایسی جگہ ادا کرے جہاں مردوں سے ٹکراؤ اور مَس کا اندیشہ نہ ہو۔ البتہ اگر مقامِ ابراہیم پر مردوں سے ممنوع اِختلاط کا خدشہ نہ ہو تو عورت کے لئے بھی مستحب یہی ہے کہ مقامِ ابراہیم پر نفل ادا کرے۔ یہی حکم حَجرِ اَسود کا اِستلام کرنے اور کوہِ صفا پر چڑھنے کا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، 630/3، بحر العمیق، 1248/2)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftAhlesunnat
Dar-ul-Ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کو مقام تنعیم میں حیض آجائے تو وہ کیا کرے؟

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-2242

تاریخ اجراء: 22 جمادی الاول 1445ھ/07 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ہم مسجد عائشہ آئے تھے عمرہ کی نیت کرنے کے لیے، لیکن یہاں میری زوجہ کو پیریڈز شروع ہو گئے ہیں، اب کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر احرام باندھنے (یعنی احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے) سے پہلے ہی انہیں پیریڈز شروع ہو گئے ہیں، تو وہ احرام کی نیت کئے بغیر اپنی رہائش گاہ پر واپس آجائیں اور وہیں وقت گزار لیں، مسجد عائشہ میں جانے کی وجہ سے ان پر کوئی عمرہ یا کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہو گا، پھر جب پاک ہو جائیں اور عمرہ کرنا چاہیں تو مسجد عائشہ جا کر عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ کر لیں۔

اور اگر وہ احرام کی نیت کر چکی ہیں اور عمرہ ابھی کرنا باقی ہو، تو اب مسجد میں داخلہ اور طواف کرنا، جائز نہیں، اس صورت میں وہ احرام کی پابندیوں میں رہتے ہوئے پاکی کا انتظار کریں، جب پیریڈز ختم ہو جائیں، تو طہارت حاصل کر کے عمرہ کر لیں۔ (یعنی طواف و سعی کر لیں۔ دوبارہ احرام باندھنے کی ضرورت نہیں۔)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net daruliftaahlesunnat DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat feedback@daruliftaahlesunnat.net

محرم کے بغیر عمرے پر جانا

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ پاکستان سے دو عورتیں جو شادی شدہ ہیں اور وہ عمرے پر جانا چاہتی ہیں ان کے ساتھ ان کا کوئی مَحْرَم نہیں ہے۔ کیا وہ کسی ایسے گروپ کے ساتھ جس میں بہت سے غیر مرد اور عورتیں ہوں ان کے ساتھ عمرہ کرنے جاسکتی ہیں؟

سائل: محمد علی رضا (مانوالہ، پنجاب)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں اُن عورتوں کا بغیر مَحْرَم کسی گروپ کے ساتھ عُمرے پر جانا جائز نہیں کہ حکمِ شرعی یہ ہے کہ عورت کا شوہر یا مَحْرَم کے بغیر تین دن (یعنی 92 کلومیٹر) کی راہ کا سفر ناجائز و حرام و گناہ ہے۔ خواہ سفر حج و عمرے کے لئے ہو یا کسی اور غرض سے، اگر چلی گئی تو قدم قدم پر اس کے لئے گناہ لکھا جائے گا۔ لہٰذا ان کو چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ و رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت کو بجالاتے ہوئے جب تک کسی مَحْرَم کا ساتھ نہ ہو اِس اِرادے کو تَرک کر دیں، یاد رکھئے کہ عُمرہ سے مقصود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور ثواب حاصل کرنا ہوتا ہے لہٰذا شرعی تقاضوں کے مطابق ہی یہ نیک کام کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَحکامات کی خِلاف ورزی اور گناہ سے بہر صورت بچا جائے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''لَا تُسَافِرُ امْرَاَۃٌ مَسِیْرَۃَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ، اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ'' ترجمہ: کوئی عورت تین دن کی مسافت ذی رحم محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ (مسندِ امام احمد، 235/14)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftAhlesunnat

Dar-ul-Ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

مخصوص ایام میں عمرہ کی نیت کرنا

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-747

تاریخ اجراء: 14 جمادی الاوّل 1444ھ/09 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عمرے پر جاتے ہوئے عورت کے مخصوص ایام ہوں تو حالت حیض میں عمرہ کی نیت کا کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عمرے پر جاتے ہوئے عورت ماہواری کی حالت میں ہو، تو اس پر بھی لازم ہے کہ وہ عمرے کے احرام کی نیت کرے اور میقات سے احرام کی حالت میں ہی گزرے اور احرام کی پابندیاں برداشت کرے۔ البتہ فی الحال یہ عمرہ نہیں کر سکتی، بلکہ ہوٹل میں رہ کر پاک ہونے کا انتظار کرے، جب پاک ہو جائے اس کے بعد غسل کر کے عمرہ ادا کرے اور عمرہ کرنے کے بعد تقصیر کر کے احرام سے باہر ہو۔ اس وقت تک احرام کی پابندیوں میں ہی رہے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DarulftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

نابالغ بچے کے عمرے کا مسئلہ

مجیب: مولانا جمیل غوری صاحب زید مجدہ
مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مئی 2018

دَارُالاِفْتَاءِ اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ نابالغ بچہ اگر عمرے پر جائے تو وہ اِحرام کی نیت کیسے کرے اور کیا وہ اِحرام میں سِلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے؟

سائلہ: بنتِ افضل (میر پور خاص)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نابالغ بچے دو طرح کے ہوتے ہیں: (1) سمجھدار و عاقل جو پاکی و ناپاکی اور دینِ اسلام کے بارے میں معرِفت رکھتا ہو۔ (2) ناسمجھ و غیر عاقل جس میں مذکور باتوں کی سمجھ بوجھ نہ ہو۔

اگر بچہ عاقل و سمجھدار ہے تو احرام کی نیّت کے ساتھ تَلْبِیَہ (یعنی لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ۔۔ پڑھنا) وہ خود ہی اپنی زبان سے کہے گا اس کی طرف سے اس کا ولی اِحرام کی نیت نہیں کر سکتا نیز اَفعالِ حج و عمرہ وہ خود ہی ادا کرے گا۔ رَمی (یعنی کنکر مارنا) وغیرہ کچھ چیزیں چھوڑ دینے کی صورت میں اس پر کفارہ نہیں۔ اگر ایسا سمجھدار بچہ حج کو فاسد بھی کر دے تو اس پر قضا واجب نہیں۔

اور اگر بچہ ناسمجھ ہے تو وہ اَفعال جن میں نیت ضروری ہے تو وہ ناسمجھ بچہ نہیں کر سکتا اس کی طرف سے اس کا وَلی یعنی باپ یا بھائی وغیرہ اِحرام کی نیت کرے اور تلبیہ کہے۔ نیت اس طرح کرے "اَحْرَمْتُ عَنْ فُلَانٍ" یعنی فلاں کی طرف سے اِحرام باندھتا ہوں (فلاں کی جگہ اس بچے کا نام لے) اسی طرح لبیک بھی بچے کی طرف سے اس طرح کہے "لَبَّیْكَ عَنْ فُلَانٍ" (فلاں کی جگہ اس کا نام لے اور آخر تک لبیک پڑھے)۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ دل میں نیت ہونا شرط ہے اور زبان سے نیت کر لینا مُستَحَب ہے، لہٰذا اگر زبان سے نیت نہ بھی کی ہو تو حَرَج نہیں جبکہ لبیک زبان سے کہنا ضروری ہے اور وہ بھی اتنی آواز سے کہ اگر سننے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو خود سُن لے۔

حالتِ احرام میں نابالغ بچہ خواہ سمجھدار ہو یا ناسمجھ دونوں کو سِلے ہوئے کپڑے نہیں پہنائے جائیں، اسے بھی چادر اور تہبند پہنائیں اور اسے بھی ان تمام باتوں سے روکنا چاہیے جو مُحرِم کے لیے ناجائز ہیں۔ البتہ سِلے ہوئے کپڑے پہن لینے سے نابالغ بچے پر دَم لازم نہیں ہوگا۔

نوٹ: نابالغ بچے کے حج و عمرہ اور اِحرام سے متعلق مزید معلومات کے لئے شیخِ طریقت، امیرِ اَہلِ سنّت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی حج و عمرہ پر لکھی گئی مایہ ناز کتابیں "رفیق الحرمین" اور "رفیق المُعتمرین" میں نابالغ کے حج و عمرہ سے متعلق مسائل کا مطالعہ کیجئے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تلاوت کے مسائل

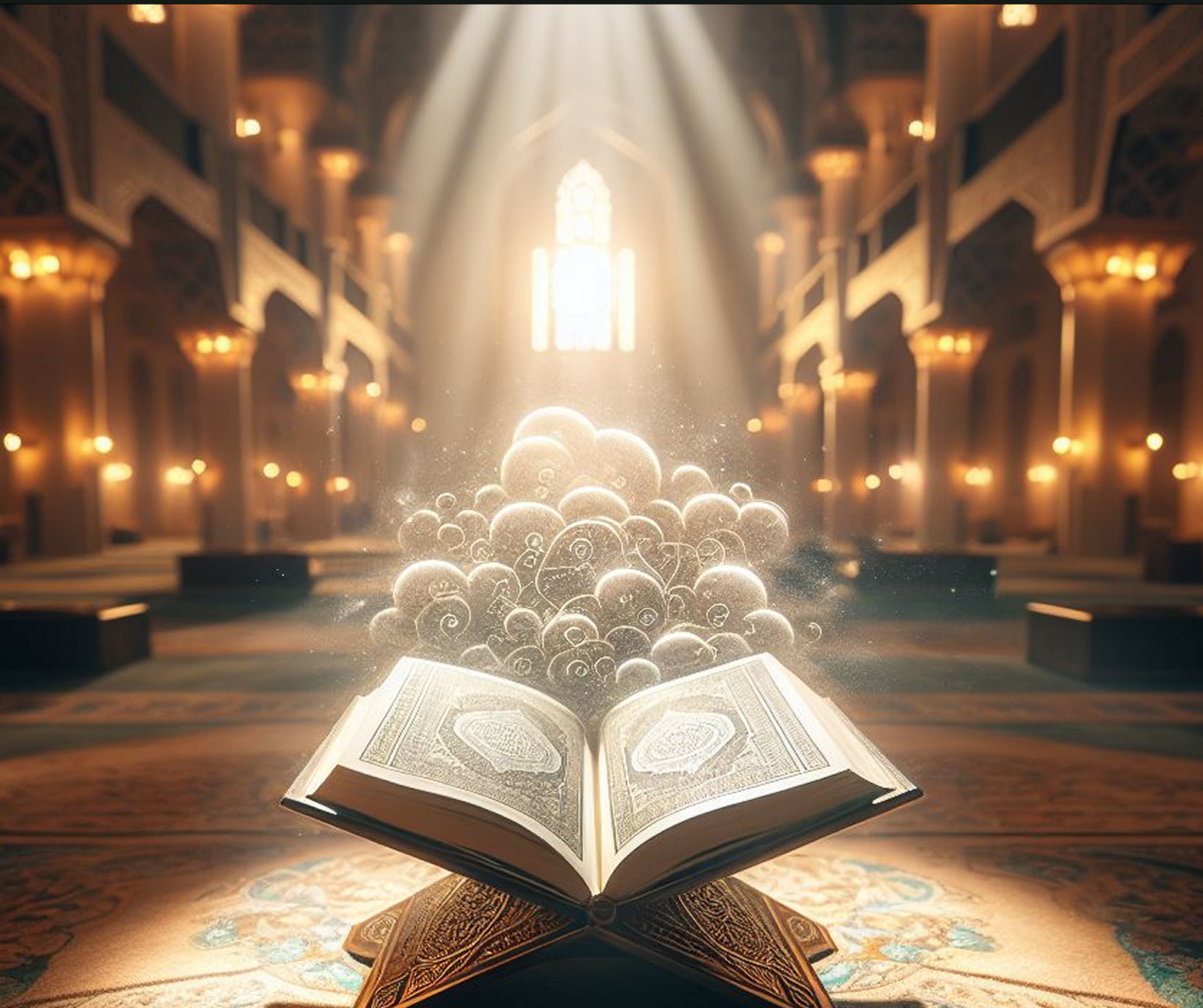

بے وضو شخص دستانے (Gloves) پہن کر قرآن پاک چھو سکتا ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Nor-12410 تاریخ:15-09-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہاتھ میں دستانہ پہنا ہوا ہو، تو بے وضو ہونے کی صورت میں اسی دستانے سے قرآن پاک کو چھو سکتے ہیں؟ اس میں کوئی حرج تو نہیں؟ رہنمائی فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بے وضو یا بے غسلے شخص کا جس طرح بلا حائل قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں، اسی طرح کسی ایسی چیز کے ذریعے چھونا بھی ناجائز و حرام ہے جو اس کے اپنے تابع ہو یا قرآن کے تابع ہو، اور پہنے ہوئے دستانے بھی چونکہ انسان کے اپنے تابع ہوتے ہیں، **لہذا پوچھی گئی صورت میں بے وضو شخص کا پہنے ہوئے دستانے سے قرآن پاک کو چھونا شرعاً جائز نہیں۔**

اللہ تعالی قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:﴿ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌۙ(۷۷) فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍۙ(۷۸) لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان:"بے شک یہ عزت والا قرآن ہے، محفوظ نوشتہ میں، اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔" (پارہ 27، سورۃ الواقعہ، آیت 77،78،79)

فتاوی عالمگیری میں ہے:"ومنھا حرمۃ مس المصحف لا یجوز لھما و للجنب و المحدث

مس المصحف الا بغلاف متجاف عنه کالخریطة والجلد الغیر المشرز لا بما ھو متصل به ھو الصحیح ھکذا فی الھدایة، وعلیه الفتویٰ کذا فی الجوھرة النیرة۔۔۔**ولا یجوز لھم مس المصحف بالثیاب التی ھم لابسوھا**"یعنی جو کام حیض و نفاس والی پر حرام ہیں، ان میں قرآن پاک کو چھونے کی حرمت بھی ہے کہ حیض و نفاس والی کے لیے، جنبی اور بے وضو شخص کے لیے قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں، مگر ایسے غلاف کے ساتھ چھونا، جائز ہے جو اس سے الگ ہو، جیسے: جزدان اور ایسی جِلد جو مصحف سے جدا ہو۔ البتہ اس غلاف کے ساتھ چھونا، جائز نہیں جو مصحف کے ساتھ جڑا ہوتا ہے، یہی صحیح ہے، ایسا ہی ہدایہ میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، اسی طرح جوہرہ نیرہ میں ہے۔۔۔اور حدث والوں کے لیے پہنے ہوئے کپڑوں سے بھی قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں۔

(ملتقطاً از فتاوی عالمگیری، کتاب الطھارة، ج01، ص38، 39، مطبوعه پشاور)

فتح القدیر میں ہے:"لا یجوز للجنب و الحائض ان یمسا المصحف بکمھما او ببعض ثیابھما لان الثیاب بمنزلة یدیھما"یعنی جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن شریف کو آستین سے چھونا یا پہنے ہوئے کپڑوں سے چھونا، جائز نہیں، کیونکہ پہنے ہوئے کپڑے ہاتھ سے پکڑنے کے حکم میں ہیں۔

(فتح القدیر، باب الحیض والاستحاضة، ج01، ص149، مطبوعه کوئٹه)

پہنے ہوئے کپڑوں سے قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں، جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:"اقول لکنی رایت فی التبیین قال بعد قوله منع الحدث مس القران ومنع من القرأة والمس الجنابة والنفاس کالحیض مانصه **ولا یجوز لھم مس المصحف بالثیاب التی یلبسونھا لانھا بمنزلة البدن** ولھذا لوحلف لایجلس علی الارض فجلس علیھا وثیابه حائلة بینه وبینھا وھو لابسھا یحنث ولوقام فی الصلاة علی النجاسة وفی رجلیه نعلان اوجوربان لاتصح صلاته بخلاف المنفصل عنه"ترجمہ: میں کہتا ہوں میں نے

تبیین میں دیکھا کہ انہوں نے حدث کی بنا پر قرآن کریم کو چھونے اور جنابت و نفاس میں حیض کی طرح، قرآن کریم کو پڑھنے اور چھونے سے منع فرمایا، ان کے الفاظ یہ ہیں: ان لوگوں کو پہنے ہوئے کپڑوں کے ساتھ مصحف شریف کو چھونا، جائز نہیں، کیونکہ یہ کپڑے بدن کے حکم میں ہیں، اسی وجہ سے اگر کسی نے قسم کھائی کہ زمین پر نہیں بیٹھوں گا، پر پھر لباس پہنے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا، تو قسم ٹوٹ جائے گی اور نجاست پر نماز پڑھی، اس حال میں کہ جوتوں یا جرابوں کو پہنا ہو، تو نماز نہیں ہو گی، بر خلاف اس کے کہ یہ چیزیں جدا ہوں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج02، ص96، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہارِ شریعت میں ہے: ”**بے وضو کو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔** بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے، تو کوئی حرج نہیں۔۔۔(البتہ) اگر قرآنِ عظیم جزدان میں ہو، تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں، یوہیں رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو، نہ قرآنِ مجید کا تو جائز ہے، کرتے کی آستین، دوپٹے کی آنچل سے یہاں تک کہ چادر کا ایک کونا اس کے مونڈھے (کندھے) پر ہے، دوسرے کونے سے چھونا حرام ہے کہ یہ سب اس کے تابع ہیں، جیسے چولی قرآنِ مجید کے تابع تھی۔ ملتقطاً“

(بہارِ شریعت، ج01، ص326، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

18 صفر المظفر 1444ھ/15 ستمبر 2022ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

تفسیر جلالین کو حیض کی حالت میں چھونا

مجیب: مولانا محمد علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2258

تاریخ اجراء: 27 جمادی الاول 1445ھ/12 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

تفسیرِ جلالین کو حیض کے دوران چھونے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تفسیرِ جلالین دو طرح کی ہے، ایک حاشیہ والی اور ایک بغیر حاشیہ کے، دونوں کا حکم مختلف ہے، ان دونوں کے متعلق شرعی حکم جاننے کے لئے ذیل میں بیان کی گئی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

(الف) تفسیر کی ایسی کتابیں جن میں تفسیر یا حاشیہ وغیرہ کی عبارت زیادہ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان پر قرآن پاک کا اطلاق نہیں کیا جاتا، اور انہیں چھونے کو قرآن چھونا نہیں کہا جاتا، جیسے تفسیرِ صاوی، تفسیرِ جمل، تفسیرِ نعیمی، تفسیر صراط الجنان اور (جہازی سائز کی) تفصیلی حاشیہ والی تفسیرِ جلالین وغیرہ، ایسی تفاسیر بے وضو اور حیض و نفاس والی عورت کے لئے پکڑنا اور چھونا جائز ہے، لیکن مکروہ ہے۔ نیز بغیر طہارت ان کتب کو چھونے میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جہاں پر قرآن پاک کی آیت، لفظ یا کسی بھی زبان میں اس کا ترجمہ ہو، اسے نہ چھوئیں کہ وہاں بغیر طہارت ہاتھ لگانا حرام ہے۔ پھر ان میں جن صفحات پر صرف قرآن پاک لکھا ہو، انہیں بغیر طہارت کہیں سے بھی نہ چھوئیں، حتی کہ خالی جگہ پر بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں کہ وہ خالی جگہ بھی قرآن کے تابع کہلائے گی۔ البتہ جن صفحات میں قرآن کی آیات ضمناً لکھی ہوں اور دیگر تحریر (تفسیر و حواشی) زیادہ ہو، ان میں قرآن کی آیت و ترجمہ کی جگہ کو چھوڑ کر بقیہ صفحے کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔

(ب) ایسی تفاسیر جو قلیل مقدار میں اور قرآن پاک کی تابع ہوتی ہیں، ان کا مستقل علیحدہ سے تفسیر یا اور کوئی نام نہیں رکھا جاتا، جیسے بغیر حاشیے والی جلالین، خزائن العرفان و نور العرفان وغیرہ میں، تو ایسی تفاسیر کو چھونے کا حکم عام تفسیروں والا نہیں بلکہ مثل قرآن ہے۔ لہذا بے وضو یا حیض و نفاس والی عورت، چاہے معلمہ ہو یا طالبہ، اسے ایسی تفاسیر

کا چھونا، ناجائز ہے، چاہے وہ خالی جگہ ہو، حتی کہ اس کی جلد اور چولی کو چھونا بھی حرام ہے۔ البتہ ایسی تفسیر اگر غلاف، جزدان یا بیگ میں ہو تو ایسے غلاف، جزدان اور بیگ کو ہاتھ لگا سکتے ہیں، نیز رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے کے ساتھ بھی چھو سکتے ہیں، جو اپنا تابع نہ ہو، یعنی اس کپڑے کو پہنا یا اوڑھا ہوا نہ ہو، نہ ہی اس کا کوئی کونا وغیرہ کندھوں پر پڑا ہو اور نہ ہی مصحف کا تابع ہو۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ٹیچر کا حیض والی طالبات کو قرآنی آیات پڑھانا کیسا؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطّاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ نومبر 2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک خاتون کسی اسکول میں لڑکیوں کو اسلامیات پڑھاتی ہے۔ جہاں اسے لیکچر (lecture) کے دوران قرآنی آیات بھی پڑھنی سننی ہوتی ہیں اور طالبات (Students) سے سوالات بھی کرنے ہوتے ہیں، جبکہ پڑھنے والی طالبات میں کبھی کبھی کوئی طالبہ ناپاکی (حیض) کی حالت میں بھی ہوتی ہے اور ٹیچر (Teacher) کو اس کی اس حالت کا کبھی علم ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ٹیچر کو جب معلوم ہو کہ کچھ لڑکیاں ناپاکی کی حالت میں ہیں، تو کیا پھر ٹیچر کا ان لڑکیوں کو پڑھانا، لیکچر (lecture) دینا، نیز ان سے سبق سے متعلق سوالات کرنا شرعاً جائز ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کلاس روم میں لڑکیوں میں سے کون سی لڑکی ماہواری کے ایام میں ہے اور کون سی نہیں ہے؟ اس کا عمومی طور پر تو کسی کو بھی علم نہیں ہوتا کہ یہ ایک پوشیدہ معاملہ ہے، اور بغیر بتائے کسی کو معلوم نہیں ہوتا، لہٰذا جب معلوم ہی نہ ہو تو پڑھانے والی ٹیچر کا پڑھانا، بالکل جائز ہے اور کسی قسم کی کوئی ممانعت نہیں اور اگر کبھی معلوم ہو جائے کہ کلاس میں فلاں لڑکی ایسی حالت میں ہے تو بھی کوئی دو چار لڑکیاں ایسی حالت میں ہوں گی، یہ تو نہیں کہ پوری کلاس ہی اس حالت میں چل رہی ہے اور اگر چند ایک لڑکیوں کا ایسی حالت میں ہونا معلوم ہے تب بھی ٹیچر (Teacher) کا ان لڑکیوں کو پڑھانا، جائز ہے کہ اس حالت میں عورت کا قرآنِ پاک چھونا اور پڑھنا حرام ہوتا ہے، قرآنِ پاک سننا اور دیکھنا منع نہیں ہے، تو اگر ٹیچر لیکچر دے اور وہ لڑکیاں صرف سن لیں تو کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح ٹیچر ان لڑکیوں سے سبق سے متعلق سوال بھی کر سکتی ہے اور ایسی خاص حالت والی لڑکیوں سے سوال کرنے میں یا سبق سننے میں ٹیچر کے لیے ایک احتیاط ضروری ہے کہ وہ لڑکیوں کو اس حالت میں قرآنی آیات یا ان کا

ترجمہ سنانے کا نہ کہے کہ یہ گناہ کا حکم دینا ہوگا اور وہ جائز نہیں۔ البتہ ایسی لڑکیوں سے قرآن کی آیت و ترجمہ پڑھے بغیر محض مفہوم بیان کرنے، خلاصہ بیان کرنے کا کہا جاسکتا ہے کہ مفہوم تو اپنا کلام ہوتا ہے، کلامِ الٰہی نہیں ہوتا۔

اور ٹیچر کو چاہیے کہ مناسب اور اچھے طریقے سے ان کو یہ مسئلہ بھی بتادے کہ فقہ کے چاروں اماموں کے نزدیک ناپاکی کی حالت میں قرآن چھونا، جائز نہیں ہے اور یہ مسئلہ بھی بتادے کہ اس حالت میں قرآنِ پاک سبق سنانے کے لیے بھی پڑھنا جائز نہیں ہے، پھر بھی اگر کوئی لڑکی اس حالت میں قرآنی آیت پڑھے، تو وہ پڑھنے والی لڑکی گنہگار ہوگی اور اس کا گناہ ٹیچر (Teacher) پر نہیں ہوگا، البتہ ٹیچر اس چیز کو دل میں بُرا جانتی رہے کہ برائی کو ہاتھ اور زبان سے روکنے کی طاقت نہ ہو، تو ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس برائی کو دل میں برا جانا جائے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حالت جنابت میں حفاظت کی نیت سے آیۃ الکرسی پڑھنا

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2277

تاریخ اجراء: 04 جمادی الثانی 1445ھ/18 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جنابت کی حالت میں حفاظت کی نیت سے (آیۃ الکرسی) پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جنابت کی حالت میں حفاظت کی نیت سے آیۃ الکرسی پڑھنا جائز نہیں، کہ اس صورت میں کلام اللہ کو بطور استعانت پڑھا جارہا ہے، یعنی پڑھنے والے کا مقصود جنات اور شرور سے بچنے کیلئے آیت مبارکہ سے مدد حاصل کرنا ہے، اور اس مقصد کیلئے حالت جنابت میں قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھنا جائز نہیں۔

ہاں! البتہ قرآنِ کریم کی وہ آیات جو دعا و ثناء وغیرہ پر مشتمل ہیں، جنبی شخص انہیں دعا اور ثناء کی نیت سے پڑھ سکتا ہے، اور اس میں بھی یہ احتیاط واجب ہے کہ دعا و ثناء پر مشتمل وہ قرآنی آیات جو لفظ "قل" سے شروع ہوتی ہیں، انہیں دعا و ثناء کے ارادے سے پڑھتے وقت لفظ "قل" ہٹا کر پڑھنا ہوگا۔

نوٹ: چونکہ آیۃ الکرسی ثناء پر مشتمل ہے، تو جنبی شخص اسے ثناء کی نیت سے پڑھ لے، تو ان شاء اللہ اس ثناء کی برکت سے وہ ہر طرح کے شرور سے بھی محفوظ رہے گا۔

چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے "اقول ہماری اُس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ: جن آیات میں بندہ دعا و ثنا کی نیت نہیں کرسکتا بحال جنابت و حیض انہیں بطور عمل بھی نہیں پڑھ سکتا مثلاً تفریق اعدا کے لئے سورہ تبت نہ کہ سورہ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے۔ **عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں:** (1) یا تو دعا جیسے حزب البحر، وغیرہ (2) اللہ عزوجل کے نام و کلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت جیسے عمل سورہ یٰس و سورہ مزمل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا (3) اعداد معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہوجائے اُس کے موکلات تابع ہوجائیں، اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنے بے وضو پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے اور اگر

بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت وسورت بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ جس میں صرف معنی دعا وثنا ہی ہے کہ اولا یہ نیت نیت دعا وثنا نہیں، ثانیا اس میں خود آیت وسورت ہی کہ تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اس کے خدام مطیع ہوں تو نیت قرآنیت اُس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیت اولٰی نا ممکن **اور نیت ثانیہ عین نیت قرآن ہے اور بقصد قرآن اُسے ایک حرف روا نہیں۔** یہی حکم دم کرنے کیلئے پڑھنے کا ہے کہ طلب شفا کی نیت تغییر قرآن نہیں کر سکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد01، حصہ02، صفحہ 1115، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

حالت حیض میں گھٹلیوں پر اوراد و وظائف پڑھنا

فتوی نمبر: WAT-386

تاریخ اجراء: 25جُمادَی الاُولیٰ1443ھ/30دسمبر2021

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

(1) کھجور یا املی کی گھٹلیوں کے ذریعہ گن کر مختلف اوراد و وظائف پڑھے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حیض کی حالت میں عورت ان گھٹلیوں کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟

(2) اور دوسرا یہ کہ عورت حیض کی حالت میں اوراد و وظائف پڑھ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) عورت حیض کی حالت میں کھجور یا املی کی ان گھٹلیوں کو چھو سکتی ہے، جن پر لوگ مختلف اوراد و وظائف پڑھتے ہیں، کیونکہ انہیں چھونے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔

(2) اولاً یہ بات ذہن نشین رہے کہ عورت کا ایامِ حیض و نفاس میں زبان سے قرآن پاک کی تلاوت کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ البتہ وہ آیات، جو ذکر و ثناء، مناجات و دعا پر مشتمل ہوں، انہیں تلاوت کی نیت کئے بغیر ذکر و دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے، لیکن ان میں بھی جن آیتوں یا سورتوں کے شروع میں لفظ "قل" ہے، ان میں لفظ "قل" چھوڑ کر باقی پڑھ سکتی ہے، لفظ قل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتی۔

اس تفصیل کے مطابق پوچھی گئی صورت کا جواب یہ ہے کہ وہ اوراد و وظائف جو قرآنی آیات کے علاوہ ہوں، عورت انہیں مطلقاً پڑھ سکتی ہے، البتہ اگر قرآنی آیت پر مشتمل وظائف ہوں، تو ان میں یہ تفصیل ہو گی کہ اگر وہ وظائف ایسی قرآنی آیات پر مشتمل ہوں کہ جن میں ذکر و ثنا و مناجات و دعا کا معنیٰ پایا جاتا ہے، انہیں تلاوت اور وظیفہ کی نیت کئے بغیر، فقط ذکر و دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔ اور قرآنی آیات پر مشتمل وہ وظائف، جو لفظِ "قل" سے شروع ہوتے ہیں، تو انہیں مذکورہ شرائط کے ساتھ لفظِ "قل" چھوڑ کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ اور

اس کے علاوہ وہ آیات جن میں ذکر و ثنا و دعا و مناجات کا مفہوم موجود نہیں، انہیں اس حالت میں بغیر نیتِ تلاوت کے پڑھنا بھی جائز نہیں ہو گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

حیض کی حالت میں سورہ اخلاص کا وظیفہ

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2485

تاریخ اجراء: 05 شعبان المعظم 1445ھ/16 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ اسلامی بہن مخصوص ایام میں سورہ اخلاص وظیفے کی نیت سے پڑھ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مخصوص ایام میں جس طرح قرآن کریم کی تلاوت کرنا، جائز نہیں اسی طرح اپنے مقصد کے حصول کیلئے وظیفے کی نیت سے قرآنی آیات پڑھنا بھی جائز نہیں اگرچہ یہ وظیفہ ان آیات کا ہو جو دعا و ثناء پر مشتمل ہوں۔ لہذا اسلامی بہنیں مخصوص ایام میں سورہ اخلاص وظیفے کی نیت سے نہیں پڑھ سکتی ہیں۔ ہاں البتہ قرآنِ کریم کی وہ آیات جو دعا و ثناء وغیرہ پر مشتمل ہیں، انہیں دعا اور ثناء کی نیت سے پڑھ سکتی ہیں، بطور عمل اور حصول مقصد کیلئے نہیں، اور اس میں بھی یہ لحاظ ضروری ہے کہ دعا و ثناء پر مشتمل وہ قرآنی آیات جو لفظ "قل" سے شروع ہوتی ہیں، انہیں دعا و ثناء کے ارادے سے پڑھتے وقت لفظ "قل" ہٹا کر پڑھنا ہو گا۔

اسی طرح جن آیات میں متکلم کے صیغے کے ساتھ حمد و ثنا ہے، حیض و نفاس والی وہ آیات بھی حمد و ثنا کی نیت سے نہیں پڑھ سکتی کہ ان کا قرآن ہونا متعین ہے۔ جیسے ﴿وانی لغفار لمن تاب﴾ وغیرہ۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "اقول ہماری اُس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جن آیات میں بندہ دعا و ثنا کی نیت نہیں کر سکتا بحال جنابت و حیض انہیں بطور عمل بھی نہیں پڑھ سکتا مثلاً تفریق اعداد کے لئے سورہ تبت نہ کہ سورہ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے، عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں یا تو دعا جیسے حزب البحر، حرز یمانی یا اللہ عزوجل کے نام و کلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت جیسے عمل سورہ یٰس و سورہ مزمل صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا اعداد معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہو جائے اُس کے موکلات تابع ہو جائیں اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنے بے وضو

پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت وسورت بھی جائز نہیں ہو سکتی، جس میں صرف معنی دعا وثنا ہی ہے کہ اولا یہ نیت نیت دعا وثنا نہیں، ثانیا اس میں خود آیت وسورت ہی کہ تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اس کے خدام مطیع ہوں تو نیت قرآنیت اُس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیت اولٰی ناممکن اور نیت ثانیہ عین نیت قرآن ہے اور بقصد قرآن اُسے ایک حرف روا نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج1(ب)، ص1115،1114، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ”اگر قرآن کی آیت دُعا کی نیت سے یا تبرک کے لیے جیسے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا ادائے شکر کو یا چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا خبرِ پریشان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا یا بہ نیتِ ثنا پوری سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی یا سورہ حشر کی پچھلی تین آیتیں ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے آخر سورۃ تک پڑھیں اور ان سب صورتوں میں قرآن کی نیت نہ ہو تو کچھ حَرَج نہیں۔ یوہیں تینوں قل بلا لفظ قل بہ نیتِ ثنا پڑھ سکتا ہے اور لفظِ قُل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا اگرچہ بہ نیت ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا متعین ہے نیت کو کچھ دخل نہیں۔“ (بہارِ شریعت، ج1، حصہ02، ص326، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کی حالت میں قرآن پاک کو قلم سے چھونے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12992

تاریخ اجراء: 27 صفر المظفر 1445ھ/14 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک کی کلاس میں زیرِ تعلیم اسلامی بہنوں کا مخصوص ایام میں ورق بدلنے کے لئے یا متعلقہ صفحہ کھلا رکھنے کے لئے قرآن پاک کو قلم کی مدد سے چھونا، جائز ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مخصوص ایام میں اسلامی بہنوں کا دورانِ تعلیم قرآن پاک کا ورق بدلنے کے لئے یا متعلقہ صفحہ کھلا رکھنے کے لئے قلم کا استعمال کرنا، جائز ہے کہ اس کو چھونا نہیں کہا جاتا، البتہ یہ بات واضح رہے کہ ان ایام میں قرآن پاک کو بلا حائل یا ایسے حائل کے ذریعے چھونا، ناجائز ہے جو چھونے والے کے اپنے تابع ہو یا پھر قرآن پاک کے تابع ہو۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان ایام میں عورت تلاوت نہیں کر سکتی، البتہ دیکھ کر بغیر زبان کی ادائیگی کے پڑھے، تو حرج نہیں جس کو عام طور پر دل میں پڑھنا کہتے ہیں۔

درِ مختار میں ہے: ”وحل قلبه بعود“ یعنی قرآنِ پاک کے اوراق لکڑی کے ساتھ تبدیل کرنا حلال ہے۔

اس کے تحت علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ای تقلیب اوراق المصحف بعود ونحوه لعدمِ صدق المس علیه“ یعنی مصحف کے اوراق لکڑی یا اس جیسی کسی چیز کے ساتھ بدلنا جائز ہے کیونکہ اس پر چھونا صادق نہیں آتا۔ (الدر المختار مع رد المحتار، جلد 1، صفحہ 174، مطبوعہ: بیروت)

مراقی الفلاح میں ہے: ”یجوز تقلیب اوراق المصحف بنحو قلم“ یعنی قلم وغیرہ کے ذریعہ مصحف کے اوراق بدلنا جائز ہے۔ (مراقی الفلاح، صفحہ 61، المکتبۃ العصریۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ومنها حرمة مس المصحف لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به هو الصحيح

هکذافی الھدایۃ، وعلیہ الفتویٰ کذافی الجوھرۃ النیرۃ۔۔۔ولا یجوز لھم مس المصحف بالثیاب التی ھم لابسوھا "یعنی جو کام حیض ونفاس والی پر حرام ہیں، ان میں قرآن پاک کو چھونے کی حرمت بھی ہے کہ حیض ونفاس والی کے لیے، جنبی اور بے وضو شخص کے لیے قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں مگر ایسے غلاف کے ساتھ چھونا، جائز ہے جو اس سے الگ ہو جیسے: جزدان اور ایسی جِلد جو مصحف سے جدا ہو۔ البتہ اس غلاف کے ساتھ چھونا، جائز نہیں جو مصحف کے ساتھ جڑا ہوتا ہے، یہی صحیح ہے، ایسا ہی ہدایہ میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، اسی طرح جوہرہ نیرہ میں ہے۔۔۔اور حدث والوں کے لیے پہنے ہوئے کپڑوں سے بھی قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں۔(فتاوی ھندیہ، ملتقطا، جلد1، صفحہ38،39، مطبوعہ: پشاور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DarulftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض کی حالت میں نیاز کے لئے کھانا بنانا

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1259

تاریخ اجراء: 26 جمادی الاول 1445ھ / 11 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت حیض کی حالت میں نیاز کے لئے کھانا یا حلوہ بنا سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں، بنا سکتی ہے۔ حیض ہاتھوں میں نہیں ہوتا اور حائضہ کے ہاتھ کا کھانا مکروہ نہیں ہوتا۔ حالتِ حیض میں کھانا یا حلوہ وغیرہ پکانا جائز ہے اگرچہ نیاز کے لئے ہو۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورت کی روٹی پکی ہوئی کھانا جائز ہے یا نہ، اور اپنے ساتھ اس کو روٹی کھلانا جائز ہے یا نہ، اور اس عرصہ میں اگر مر جائے تو اس کا کیا حکم ہے، حیض کے کتنے دن ہیں؟“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ”اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز، اسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز۔ ان باتوں سے احتراز یہود و مجوس کا مسئلہ ہے۔ وقد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدنی راسہ الکریم لأم المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وھی فی بیتھا وھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتکف فی المسجد لتغسلہ فتقول أنا حائض فیقول حیضتک لیست فی یدک۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر مبارک دُھلوانے کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب کرتے تھے اس وقت آپ گھر میں ہوتیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وآلہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے اُم المومنین عرض کرتیں: میں حائضہ ہوں۔ آپ فرماتے: حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

مَر جائے تو اس کے لئے ایک ہی غسل کافی ہے کمانص علیہ علماؤنا وبہ قال جمھور الائمۃ (جیسا کہ ہمارے علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جمہور ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔) حیض کم از کم تین رات دن کامل ہے اور زیادہ سے زیادہ دس رات دن کامل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد4، صفحہ355-356، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض والی کاپیپر میں ترجمہ قرآن لکھنا

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-365

تاریخ اجراء: 24 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ/29 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت حالت حیض میں پیپر کی تیاری کے لئے قرآن پاک کا ترجمہ پڑھ سکتی ہے؟ اور پیپر میں قرآن پاک کا ترجمہ لکھ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت حالت حیض میں پیپر کی تیاری کے لئے قرآن پاک کا ترجمہ نہیں پڑھ سکتی لیکن حرج کی وجہ سے امام ابو یوسف کے قول پر عمل کرتے ہوئے پیپر میں قرآن پاک کا ترجمہ لکھنے کی اجازت ہے اور اس کے لئے درج ذیل احکامات کی پابندی کرنا ضروری ہے، ورنہ گناہ گار ہو گی۔

(1) لکھی ہوئی آیت مبارکہ سے ہر گز ہر گز انگلیاں یا ہاتھ مس نہ ہو۔

(2) دستانے پہنے ہوئے ہاتھ بھی لکھی ہوئی آیت مبارکہ سے مس نہ ہوں کہ دستانہ ہاتھ کے تابع ہے لہذا حالت حدث میں دستانہ مس قرآن سے مانع نہیں بن سکتا۔

(3) اگر ایسی جگہ لکھنا ہے جو مصحف یا مصحف کے حکم میں ہے مثلاً ایسی کاپی جس میں قرآن پاک کے علاوہ کچھ بھی نہ لکھا جاتا ہو، اسی طرح اگر کسی صفحے پر ابھی کچھ بھی نہ لکھا ہو، تو خالی صفحے پر آیت لکھنا شروع کرنا بھی اس صفحہ کو حکم مصحف میں کر دے گا لھذا ضروری ہے کہ اس صفحہ کے خالی حصے پر بھی ہاتھ نہ لگائے۔ لکھنا اور مس کرنا دونوں الگ الگ حکم ہیں، جہاں لکھنے کی اجازت ہے اور مس کرنے کی ممانعت ہے تو وہاں کوئی رومال وغیرہ رکھ کر ہاتھ کے مس سے بچا جائے۔

(4) صفحے کے جس جانب آیت مبارکہ لکھی ہے اور پھر ترجمہ و آیت کے علاوہ کچھ اور بھی اتنا لکھا گیا کہ جو آیت یا ترجمہ سے زائد تھا یہ صفحہ اب مصحف کے حکم میں تو نہیں رہے گا، البتہ جب اس صفحہ کو پلٹا جائے گا تو جہاں آیت لکھی

ہوئی تھی، اس کے بالمقابل دوسری جانب حصے پر عورت بلا حائل ہاتھ یا جسم کا کوئی حصہ نہیں رکھ سکتی۔ البتہ اس حصہ پر بغیر چھوئے قلم چلا سکتی ہے، اس کو یوں سمجھیے کہ ایک صفحہ کی پانچویں اور چھٹی لائن میں قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہوئی تھی، اس صفحہ کی پشت پر اسی جگہ کو چھوئے بغیر اس پر کچھ بھی لکھ سکتی ہے۔ البتہ اس جگہ پر ہاتھ رکھنے کی جب نوبت آئے تو ایسا کپڑا یا کوئی موٹی چیز رکھ کر اس پر ہاتھ رکھے، جو اس کے جسم کے تابع نہ ہو، یوں آیت والے مقام کے پچھلے حصے پر جو جگہ ہے، وہاں ہاتھ کے مس سے بچا جا سکتا ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net

حیض ونفاس کی حالت میں آیت کریمہ پڑھنا

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2261

تاریخ اجراء: 28 جمادی الاول 1445ھ / 13 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت حیض ونفاس کی حالت میں، آیت کریمہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو حیض ونفاس کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا، ناجائز وحرام ہے۔ البتہ قرآنِ عظیم کی وہ آیاتِ مبارکہ جو ذکر وثناو دعاو مُناجات پر مشتمل ہوں، اُن آیات کو حیض ونفاس والی عورت کیلئے، قرآن عظیم کی تلاوت کی نیت کے بغیر، ذکر وثناو دعا کی نیّت سے پڑھنا شرعاً جائز ہے، اس کی ممانعت نہیں ہے۔ آیتِ کریمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ چونکہ قرآنِ کریم کی وہ آیتِ مبارکہ ہے جو ذکر وثنا پر مشتمل ہے، لہذا عورت حیض و نفاس کی حالت میں قرآن کریم کی نیت کے بغیر، ذکر وثنا کی نیت سے آیتِ کریمہ کو پڑھ سکتی ہے، شرعاً اس کی اجازت ہے۔ البتہ عورت کا ایسے لوگوں کے سامنے جن کو اُس عورت کا حیض ونفاس والا ہونا معلوم ہو، بآواز ذکر وثنا کی نیت سے بھی آیتِ کریمہ کا پڑھنا مناسب نہیں، کیونکہ ایسی صورت میں اندیشہ ہے کہ کہیں وہ لوگ بحالتِ حیض ونفاس تلاوتِ قرآن کو جائز نہ سمجھ لیں، یا اگر اِس حالت میں تلاوتِ قرآن کو ناجائز جانتے ہوں، تو کہیں اِس پڑھنے والی پر گناہ کی تہمت نہ لگادیں۔

خیال رہے! اگر آیت کریمہ کا پڑھنا صرف عمل اور کسی مقصد کے حصول کیلئے ہو جیسا کہ بعض لوگ آیت کریمہ کو مختلف جائز مقاصد کے حصول کیلئے معین دنوں تک، یونہی ایک خاص تعداد میں بطور وظیفہ کے پڑھتے ہیں، تو حیض و نفاس والی عورت کو اس حالت میں کسی عمل یا مقصد کے حصول کیلئے آیتِ کریمہ کو پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں ہوگی کہ یہ نیت، نیتِ ذکر وثنا نہیں۔

حیض ونفاس کی حالت میں قرآن کی تلاوت سے متعلق، تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:"ویمنع (وقراءۃ قرآن) بقصدہ "ترجمہ: حیض ونفاس کی حالت میں قصداً قرآن کی قراءت کرنا ممنوع ہے۔(تنویر الابصار مع درمختار، جلد1، کتاب الطھارۃ، صفحہ533-535، مطبوعہ کوئٹہ)

حیض ونفاس کی حالت میں ایسی آیات کو جو دعا وثنا کے معنی پر مشتمل ہوں، بہ نیت دعا وثنا پڑھا جاسکتا ہے، جیسا کہ رد المحتار علی الدر المختار اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:واللفظ للاول:"لو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به كما قدمناه عن العيون لأبي الليث "ترجمہ:اگر سورہ فاتحہ کو بطور دعا کے پڑھے یا قرآن کریم کی ان آیات کو بطور دعا کے پڑھے کہ جن میں دعا کا معنی ہو، اور ان میں قراءت قرآن کا ارادہ نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے اس بات کو ابو اللیث کی عیون کے حوالے سے بیان کر دیا ہے۔(رد المحتار علی الدر المختار، جلد1، کتاب الطھارۃ، صفحہ535، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

طالبات کا حالتِ حیض میں قرآن کا ترجمہ یاد کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12254

تاریخ اجراء: 24ذوالقعدۃالحرام1443ھ/24جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسے میں طالبات کو قرآنی آیات کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ یاد کرنا ہوتا ہے، تو کیا حالتِ حیض میں کوئی طالبہ قرآن مجید کے ترجمہ کو یاد کرنے کی غرض سے پڑھ سکتی ہے؟ یہاں یہ یاد رہے کہ طالبات کو قرآنی آیت کے بجائے فقط ترجمہ ہی پڑھنا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ناپاکی کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا، ناجائز و گناہ ہے اور قرآن پاک کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کیا گیا ہو، اس کو پڑھنے اور چھونے کا حکم بھی قرآن مجید کو پڑھنے اور چھونے جیسا ہی ہے۔ **لہذا صورتِ مسئولہ میں مخصوص ایام میں کسی طالبہ کا قرآن پاک کا فقط ترجمہ پڑھنا بھی حرام ہے، خواہ اس ترجمے کو فقط یاد کرنے ہی کی غرض سے پڑھا جائے کہ اس سے مسئلے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔**

البتہ اگر ان ایام میں طالبہ بغیر پڑھے صرف دل ہی دل میں اس ترجمے کو دہرائے، اس ترجمے پر نظر پھیرتی جائے، تو اس انداز سے اس کا ترجمہ یاد کرنا شرعاً ممنوع نہیں۔ لیکن اس صورت میں بھی اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہو گا کہ قرآن پاک یا اس کے ترجمہ کو بلا حائل چھونے والی صورت نہ پائی جائے۔

چنانچہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: ”(وقراءة قرآن) بقصده (ومسه) ولو مكتوبا بالفارسية في الاصح“ یعنی حیض و نفاس کی حالت میں قصداً قرآن کی قراءت کرنا حرام ہے یونہی اسے چھونا بھی حرام ہے، اصح قول کے مطابق خواہ وہ قرآن عربی کے علاوہ دوسری کسی زبان ہی میں کیوں نہ لکھا گیا ہو۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص535، مطبوعہ کوئٹہ)

نہر الفائق میں ہے:"ویمنع أیضا حل مسہ أي القران ولو مکتوبا بالفارسیۃ إجماعا ھو الصحیح ۔۔۔قید بالمس لأن النظر إلیہ غیر ممنوع"یعنی حیض ونفاس کی حالت میں اسی طرح قرآن کو چھونے سے بھی منع کیا جائے گا اگرچہ وہ قرآن عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں لکھا گیا ہو، یہ اجماعی مسئلہ ہے اور یہی صحیح ہے۔۔ ۔۔۔یہاں ماتن نے "مس" کی قید اس لیے لگائی کہ قرآن کی طرف فقط نظر کرنا ممنوع نہیں۔(النہر الفائق، کتاب الطہارۃ، ج01، ص135، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

فتاوی رضویہ میں ہے:"ترجمہ کا چھونا خود ہی ممنوع ہے اگرچہ قرآن مجید سے جدا لکھا ہو۔"(فتاوی رضویہ، ج01 (حصہ ب)، ص1074، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے:"حَیض ونِفاس والی عورت کو قرآنِ مجید پڑھنا دیکھ کر، یا زبانی اور اس کا چھونا اگرچہ اس کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ لگے یہ سب حرام ہیں۔"(بہار شریعت، ج01، ص379، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مزید ایک دوسرے مقام پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اس حوالے سے نقل فرماتے ہیں:"**قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآنِ مجید ہی کا سا حکم ہے۔** قرآنِ مجید دیکھنے میں ان سب پر کچھ حَرَج نہیں اگرچہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور خیال میں پڑھتے جائیں۔"(بہار شریعت، ج01، ص327، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کے لیے مخصوص ایام میں سورہ کوثر پڑھنا کیسا؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Nor:13118 تاریخ:17-11-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورتیں مخصوص ایام میں سورۂ کوثر ثنا کی نیت سے پڑھ سکتی ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حیض کی حالت میں سورۂ کوثر کا پڑھنا، ناجائز و گناہ ہے کہ متکلم کی ضمیر ہونے کی وجہ سے اس کا قرآن ہونا متعین ہے اور حیض کی حالت میں قرآن پاک پڑھنا جائز نہیں۔

حائضہ و جنبی کے قرآنِ پاک پڑھنے کی ممانعت سے متعلق ترمذی شریف میں ہے:"عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن "یعنی نبی پاک علیہ الصلوٰۃ و السلام سے مروی ہے ، آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا: حیض والی عورت اور جنبی شخص قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھے۔

(سنن الترمذی، جلد1، صفحہ236، مطبوعہ مصر)

جوہرہ نیرہ میں ہے:"ولا یجوز لحائض ولا جنب قراءۃ القرآن لقولہ علیہ السلام لا یقرأ الجنب ولا الحائض شیئا من القرآن "یعنی حائضہ و جنبی کے لیے قرآن

پڑھنا جائز نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ جنبی و حائضہ قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔ (الجوھرۃ النیرہ، جلد1، صفحہ30، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ)

فتاوی رضویہ میں ہے:"سورۂ کوثر کہ بوجہِ ضمائرِ متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد1، حص ب، صفحہ1114، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فوائدِ رضویہ میں ہے:"جنب کو وہ آیاتِ ثنا بہ نیتِ ثنا بھی پڑھنا حرام ہے، جن میں رب عزوجل نے اپنے لئے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔"

(فوائد رضویہ من فتاوی رضویہ، جلد1ب، صفحہ1113، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

02 جمادی الاولیٰ 1445ھ/17 نومبر 2023ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

عورت ایامِ مخصوصہ میں دعا کے طور پر وظائف اور قرآنی آیات پڑھ سکتی ہے؟

فتوی نمبر: WAT-01

تاریخ اجراء: 14 محرم الحرام 1443ھ/23 اگست 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت ایامِ مخصوصہ میں دعا کے طور پر وظائف اور قرآنی آیات پڑھ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جواب جاننے سے پہلے ذہن نشین رہے کہ عورت کا ایام حیض و نفاس میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا حرام ہے۔ البتہ وہ آیات جو ذکر و ثناء و مناجات و دعا پر مشتمل ہوں، انہیں تلاوت کی نیت کئے بغیر، ذکر و دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

اس تفصیل کے مطابق صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ مخصوص ایام میں عورت درود پاک اور وہ وظائف جو قرآنی آیات کے علاوہ ہوں مطلقاً پڑھ سکتی ہے، البتہ اگر قرآنی آیت پر مشتمل وظائف ہوں، تو ان میں یہ تفصیل ہو گی کہ اگر وہ وظائف ایسی قرآنی آیات پر مشتمل ہوں کہ جن میں ذکر و ثنا و مناجات و دعا کا معنٰی پایا جاتا ہے، انہیں تلاوت کی نیت کئے بغیر، ذکر و دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

نوٹ:

اس میں بھی یہ خیال رہے کہ قرآنی آیات پر مشتمل وہ وظائف، جو لفظِ "قل" سے شروع ہوتے ہیں، تو انہیں مذکورہ شرائط کے ساتھ لفظِ "قل" چھوڑ کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ اور اس کے علاوہ وہ آیات جن میں ذکر و ثنا و دعا و مناجات کا مفہوم موجود نہیں، انہیں اس حالت میں بطورِ وظیفہ بغیر نیتِ تلاوت کے پڑھنا بھی جائز نہیں ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت فاتحہ پڑھنے کے لیے قبرستان جاسکتی ہے یا نہیں؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Aqs 1611 تاریخ:26-06-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اس رمضان شریف میں ہمارے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہمشیرہ والد صاحب کی قبر پر قبرستان جانے کا کہتی رہتی ہیں، تو برائے مہربانی شرعی رہنمائی فرمادیں کہ کیا عورت باپردہ ہو کر قبرستان جاسکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اللہ عزوجل آپ کے والدِ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ کے اہلِ خانہ کو صبر اور اس صبر پر اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کے علاوہ قبروں کی زیارت کے لیے جانا عورتوں کے لیے مطلقاً منع ہے، اگرچہ باپردہ ہو کر جائیں، خصوصاً اپنے کسی عزیز، رشتہ دار جیسے آپ کی بیان کردہ صورت میں والد صاحب کی قبر پر جائے، تو اور زیادہ ممنوع ہے، لہٰذا آپ اپنی ہمشیرہ کو سمجھائیں اور بتائیں کہ کسی عزیز کی موت پر صبر کا شیوہ اختیار کرنا ہی خدا عزوجل کو پسند ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں عورتوں کے قبرستان جانے کے متعلق فرماتے ہیں: ”اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی

اجازت نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد9، صفحہ537، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مزید فرماتے ہیں: ”اقول: (میں کہتا ہوں) قبورِ اقرباء پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری میں احد الشناعتین (یعنی دو خرابیوں میں سے ایک) کا اندیشہ یا ترکِ ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے ولہٰذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا، البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المندوبات، بلکہ قریبِ واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیلِ ادب سکھائیں گے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد9، صفحہ538، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہار شریعت میں فرماتے ہیں: ”عورتوں کے لیے بعض علماء نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، در مختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی، تو جزع و فزع کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں، تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع اور اسلم یہ ہے کہ **عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع و فزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔“** (بہارِ شریعت، حصہ4، جلد1، صفحہ849، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

22 شوال المکرم 1440ھ/26 جون 2019ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

عورت کا مخصوص ایّام میں ایصالِ ثواب کرنا

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الثانی 1441ھ

دَارُالاِفْتَاءِ اَہْلسُنَّت

(دعوتِ اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت اپنے مخصوص ایّام میں ایصالِ ثواب اور دَم کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اپنے کسی نیک عمل کا ثواب کسی دوسرے کو پہنچانا ایصالِ ثواب ہے، اس کے لیے طہارت شرط نہیں، عورت حیض و نفاس کی حالت میں بھی ایصالِ ثواب کر سکتی ہے۔ البتہ ہمارے ہاں ایصالِ ثواب کا ایک معروف معنٰی یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر کسی کو ثواب پہنچایا جائے، اس صورت میں تفصیل یہ ہے کہ عورت ان ایّام میں قرآنِ پاک کی تلاوت نہیں کر سکتی، اس کے علاوہ ذکر و دُرود وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اور اس میں بہتر یہ ہے کہ وضو یا کم از کم کُلّی کر کے پڑھے۔ یہی تفصیل دَم سے متعلق ہے کہ قرآنِ پاک کی آیت تلاوت کر کے دَم کرنا جائز نہیں، اس کے علاوہ اوراد و وظائف پڑھ کر دَم کرنا جائز ہے۔

تنبیہ: عورت حیض و نفاس کی حالت میں مطلقاً قرآنِ پاک کی تلاوت نہیں کر سکتی، لیکن تلاوت قرآن کی نیت نہ ہو، بلکہ حمد و ثنا یا دعا کے طور پر پڑھنا چاہے تو وہ آیات کہ جن میں حمد و ثنا یا دعا کی نیت ممکن ہے انہیں اس نیت سے پڑھ سکتی ہے، پھر اس حمد و ثنا کا ثواب کسی کو ایصال کرنا چاہے یا اس حمد و ثنا کی برکت سے شفا وغیرہ حاصل ہو، اس نیت سے کسی پر دَم کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ حروفِ مقطعات یا وہ آیات کہ جن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے متکلّم کے صیغے سے اپنی حمد فرمائی ہے انہیں بعینہٖ اسی صیغہ کے ساتھ پڑھنا یا جن سورتوں کے شروع میں ”قُلْ“ ہے، انہیں قُلْ کے ساتھ پڑھنا، حمد و ثنا اور دعا کی نیت سے بھی جائز نہیں کہ ان میں یہ نیت ممکن نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا مخصوص ایام میں قاعدہ کو چھونا کیسا؟

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2188

تاریخ اجراء: 29 ربیع الثانی 1445ھ/14 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت شرعی عذر (حیض و نفاس) کی حالت میں قاعدے کو ہاتھ لگا سکتی ہے یا نہیں؟ اور معلمہ کا شرعی عذر کی حالت میں قاعدے کا سبق پڑھانا، اور طالبات کا شرعی عذر کی حالت میں سبق پڑھنا کیسا ہے؟ شرعی رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو شرعی عذر یعنی حیض و نفاس کی حالت میں قاعدے کو بلا حائل ہاتھ لگانا، شرعاً جائز ہے کہ قاعدے جو ہمارے یہاں رائج ہیں، قرآن نہیں ہیں اور نہ ہی اُنہیں قرآن کہا جاتا ہے، بلکہ دراصل یہ قاعدے تجوید و قواعد پر مشتمل ایک کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں، جسے قرآنِ مجید پڑھنے سے پہلے، ابتداءً بطور مشق کے پڑھایا جاتا ہے۔ البتہ قاعدے کے بعض آخری اسباق، چھوٹی آیتوں پر مشتمل ہوتے ہیں، اور بعض اسباق میں سورتیں بھی درج ہوتی ہیں، لہذا عورت کیلئے قاعدے کو ناپاکی کی حالت میں بلا حائل ہاتھ لگانا، مکروہ تنزیہی یعنی ناپسندیدہ عمل ہے اور اگر کپڑے وغیرہ کسی حائل سے، اگرچہ وہ اپنے تابع ہی کیوں نہ ہو جیسے آستین کے کنارے، دوپٹہ کے آنچل یا پہنے ہوئے دستانوں وغیرہ سے چھوئے، تو مکروہ بھی نہیں ہے۔ یاد رہے! قاعدے کے جن اسباق میں سورتیں یا چھوٹی چھوٹی آیتیں لکھی ہوں تو شرعاً عورت کیلئے ناپاکی کی حالت میں اُس جگہ پر اور عین اس کے پیچھے والی جگہ پر ہاتھ لگانا، ہرگز جائز نہیں۔

نیز معلمہ کیلئے حیض و نفاس کی حالت میں قاعدہ پڑھانا، اور طالبات کا اس حالت میں قاعدہ پڑھنا، شرعاً جائز ہے، چاہے اس کا پڑھنا، پڑھانا ہجے کے طور پر ہو یا پھر رواں، بہر صورت اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جن اسباق میں سورتیں اور آیتیں درج ہوں، تو معلّمہ کیلئے اُسے ایک مخصوص طریقے سے پڑھانے کی اجازت ہے۔ مخصوص طریقے سے مراد یہ ہے کہ معلّمہ دو کلمے ایک سانس میں ادا نہ کرے، بلکہ ایک کلمہ پڑھا کر سانس توڑ دے پھر دوسرا کلمہ پڑھائے اور پڑھتے وقت یہ نیّت کرے کہ میں قرآن نہیں پڑھ رہی بلکہ مثلاً یوں نیّت کرے کہ عربی زبان کے الفاظ

ادا کر رہی ہوں۔ اگر ان سورتوں اور آیتوں کو بھی ایک ایک حرف کر کے ہجے کروا کر پڑھائے تو اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں۔ یونہی ایک کلمے کے مختلف حروف ایک سانس میں بھی پڑھا سکتی ہے، ہاں ایک کلمے سے زیادہ ایک سانس میں پڑھانے کی اجازت نہیں۔

قاعدہ اپنی نوعیت کے حساب سے کتبِ تفسیر، فقہ، حدیث کی کتابوں کی طرح ہے، جن کو فقہائے کرام نے شرعی عذر کی حالت میں، بلا حائل ہاتھ لگانا، مکروہ قرار دیا ہے، لہذا قاعدے کو بھی اس حالت میں بلا حائل ہاتھ لگانا، مکروہ ہو گا، چنانچہ رد المحتار علی الدر المختار میں ہے: "یکرہ مس کتب التفسیر والفقہ والسنن لأنہا لا تخلو عن آیات القرآن" ترجمہ: (جنبی، حیض و نفاس والی کو) فقہ و تفسیر و حدیث کی کتب (بلا حائل) چھونا مکروہِ (تنزیہی) ہے، کیونکہ یہ آیاتِ قرآنیہ سے خالی نہیں ہوتیں۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 353، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net

عورت کے لیے مخصوص ایام میں قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنے کا حکم

ریفرنس نمبر:FAM-0166 تاریخ:31-10-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی اسلامی بہن لاعلمی کی وجہ سے شرعی عذر یعنی حیض یا نفاس کی حالت میں قرآنِ پاک کا ترجمہ پڑھ لے، تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جس طرح عورت کے لیے حیض ونفاس کے ایام میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا، ناجائز و حرام ہے، اسی طرح قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنا بھی ناجائز و حرام ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کا ترجمہ خواہ کسی بھی زبان میں ہو، اس کو پڑھنے اور چھونے کا حکم قرآن مجید کو پڑھنے اور چھونے جیسا ہی ہے۔ اب جہاں تک لاعلمی میں ترجمہ پڑھنے کی بات ہے، تو اگر لاعلمی سے مراد یہ ہے کہ عورت کو پڑھتے وقت معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ قرآن پاک کا ترجمہ ہے، بلکہ اسے بعد میں معلوم ہوا، تو ایسی صورت میں چونکہ عورت نے اپنی لاعلمی کی بنا پر ترجمہ پڑھنے کا قصد یعنی ارادہ نہیں کیا، لہذا وہ شرعاً گنہگار بھی نہ ہوگی۔ البتہ اگر لاعلمی سے مراد یہ ہے کہ عورت کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ اِس حالت میں ترجمہ پڑھنا بھی ممنوع ہوتا ہے، تو چونکہ دار الاسلام میں شرعی مسائل سے لاعلم ہونا کوئی شرعی عذر نہیں، لہذا مسئلے سے لاعلمی کی بنا پر ترجمہ پڑھنے کی صورت میں عورت شرعاً گنہگار ہوگی اور اِس گناہ سے توبہ کرنا بھی اُس پر لازم ہوگا۔

ہر مسلمان عاقل وبالغ مرد وعورت پر اپنے حسبِ حال، علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے، جس میں

کوتاہی جائز نہیں، لہذا عورت پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مسائل سیکھے ،اگر بلا عذرِ شرعی ضروری مسائل سیکھنے میں کوتاہی کرے گی تو گنہگار ہو گی۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:"(وقراءة قرآن) بقصده (ومسه) ولو مكتوبا بالفارسية في الاصح" ترجمہ: حیض و نفاس کی حالت میں قصداً قرآن کی قراءت کرنا حرام ہے، یونہی اسے چھونا بھی حرام ہے، اگرچہ وہ قرآن (عربی کے علاوہ دوسری کسی زبان جیسے) فارسی ہی میں کیوں نہ لکھا گیا ہو، اصح قول کے مطابق۔

(تنویر الابصار مع در مختار، جلد1، کتاب الطهارة، صفحہ535، مطبوعہ کوئٹہ)

نہر الفائق میں ہے:" ويمنع أيضا حل مسه أي القران ولو مكتوبا بالفارسية إجماعا هو الصحيح" ترجمہ: حیض و نفاس کی حالت میں قرآن کو چھونے سے بھی منع کیا جائے گا، اگرچہ وہ قرآن (عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان جیسے) فارسی میں لکھا گیا ہو، یہ اجماعی مسئلہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

(النهر الفائق، جلد1، کتاب الطهارة، صفحہ135، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہارِ شریعت میں لکھتے ہیں:"حیض ونِفاس والی عورت کو قرآنِ مجید پڑھنا دیکھ کر، یا زبانی اور اس کا چھونا اگرچہ اس کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ لگے یہ سب حرام ہیں۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ379، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مزید ایک دوسرے مقام پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:" قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآنِ مجید ہی کا سا حکم ہے۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ327، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

دارالاسلام میں شرعی مسائل سے ناواقفی عذر نہیں، جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فتاوی رضویہ میں ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:"ان الدار دارالاسلام فلایکون الجهل فی احکام

الشرعیۃ عذرا (چونکہ یہ دارالاسلام ہے، لہذا احکام شرعیہ سے جاہل ہونا کوئی عذر نہ بن سکے گا)۔"

(فتاوی رضویہ، جلد11، صفحہ224، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ہر مسلمان عاقل بالغ مرد و عورت پر اس کی موجودہ حالت کے مسائل سیکھنا فرض عین ہے، جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے: "سب میں پہلا فرض آدمی پر (بنیادی عقائد) کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں، پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض وشرائط ومفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کرسکے، پھر جب رمضان آئے، تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو، تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو، تو مسائل حج، نکاح کیا چاہے، تو اس کے متعلق ضروری مسئلے، تاجر ہو، تو مسائل بیع وشراء، مزارع پر مسائل زراعت، موجر ومستاجر پر مسائل اجارہ، وعلی ھذا القیاس ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ624، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مرآۃ المناجیح میں ارشاد فرماتے ہیں: "ہر مسلمان مرد عورت پر علم سیکھنا فرض ہے، علم سے بقدر ضرورت شرعی مسائل مراد ہیں۔ لہذا روزے نماز کے مسائلِ ضروریہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض، حیض ونفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر، تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر، حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر عین فرض ہیں۔"

(مراۃ المناجیح، جلد1، صفحہ185، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

15 ربیع الاخر 1445ھ/31 اکتوبر 2023ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

مخصوص ایام میں تفسیر کی کتابوں کو چھونے کا حکم

1

ریفرنس نمبر:Sar 7627 تاریخ:08-12-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ طالبات مخصوص ایام میں تفسیرِ صراط الجنان کو چُھو کر پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اولاً یہ بات ذہن میں رہے کہ کتبِ تفاسیر دو طرح کی ہوتی ہیں۔ بعض تفاسیر مختصر ہوتی ہیں، جن میں تفسیر کی مقدار کم اور قرآن پاک کی مقدار غالب ہوتی ہے اور ان پر قرآن مجید کا اطلاق ہوتا ہے، یعنی انہیں تفسیر نہیں کہا جاتا، بلکہ حاشیے والا قرآن ہی کہا جاتا ہے، جیسے خزائن العرفان، نور العرفان وغیرہ، ایسی تفاسیر کو ناپاکی کی حالت میں بلا حائل چھونا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے اور بعض تفاسیر مفصل ہیں، جن میں تفسیر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور انہیں قرآن مجید نہیں کہا جاتا، بلکہ تفسیر کی کتاب یا کتابیں کہا جاتا ہے، جیسے تفسیر کبیر، تفسیر صراط الجنان وغیرہ، ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ ان کو ناپاکی کی حالت میں بلا حائل چھو کر پڑھنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ عمل ہے اور اگر کپڑے وغیرہ کے ذریعے چھوا جائے، تو بلا کراہت جائز ہے، اگرچہ وہ کپڑا اپنے تابع ہی ہو۔

اس تمہید کو سمجھنے کے بعد پوچھی گئی صورت کا جواب یہ ہے کہ طالبات کو مخصوص ایام میں تفسیر صراط الجنان کو بلا حائل چھو کر پڑھنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ عمل ہے اور اگر کپڑے وغیرہ کسی چیز سے چھو کر پڑھیں، تو مکروہ بھی نہیں، اگرچہ وہ کپڑا وغیرہ اپنے تابع ہی ہو، مثلاً جو لباس پہنا ہوا تھا اُسی کی آستین یا گلے میں موجود چادر کے کسی کونے یا پہنے ہوئے دستانوں سے چھو لیا، تو حرج نہیں، یاد رہے! تفسیر پڑھتے ہوئے آیت یا اس کے ترجمے کو پڑھنا اور جس مقام پر آیت یا اس کا ترجمہ لکھا ہو، اُس جگہ یا عین اس کی پشت کو چھونا، دونوں جائز نہیں۔

مختصر تفسیر جس میں قرآن زیادہ ہو، اس کو چھونا مکروہ تحریمی و گناہ ہے، جیسا کہ در مختار و رد المحتار میں ہے: "وفی الاشباہ... وقد جوز أصحابنا مس كتب التفسير للمحدث ولم يفصلوا بين كون الأكثر تفسيرا أو

قرآنا ولو قيل به (بأن يقال إن كان التفسير أكثر لا يكره وإن كان القرآن أكثر يكره) اعتبار اللغالب لكان حسنا (وبه يحصل التوفيق بين القولين) ملتقطا "ترجمہ: اشباہ میں ہے کہ ہمارے علماء نے بے وضو شخص کا کتبِ تفاسیر کو چھونا، جائز قرار دیا ہے اور اس میں تفسیر یا قرآن کے زیادہ ہونے کی تفصیل بیان نہیں کی، البتہ اگر اس تفصیل کے ساتھ قول کیا جائے، تو بہت اچھا ہے، یعنی یوں کہا جائے کہ اگر تفسیر زیادہ ہے، تو مکروہ (تحریمی) نہیں اور اگر قرآن زیادہ ہے، تو پھر مکروہ (تحریمی) ہے، غالب کا اعتبار کرتے ہوئے۔ (علامہ شامی رَحِمہُ اللہ فرماتے ہیں) اور اس تفصیل سے دونوں اقوال میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطهارة، جلد1، صفحہ353، مطبوعہ کوئٹہ)

اور سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: "محدث کو مصحف چھونا مطلقاً حرام ہے، خواہ اُس میں صرف نظمِ قرآنِ عظیم مکتوب ہو یا اُس کے ساتھ ترجمہ و تفسیر ورسم خط وغیرہا بھی کہ ان کے لکھنے سے نامِ مصحف زائل نہ ہو گا، آخر اُسے قرآن مجید ہی کہا جائے گا، ترجمہ یا تفسیر یا اور کوئی نام نہ رکھا جائے گا۔ یہ زوائد قرآن عظیم کے توابع ہیں اور مصحف شریف سے جُدا نہیں ولہٰذا حاشیہ مصحف کی بیاض سادہ کو چھُونا بھی ناجائز ہوا، بلکہ پٹھوں کو بھی، بلکہ چولی پر سے بھی، بلکہ ترجمہ کا چھونا خود ہی ممنوع ہے، اگرچہ قرآن مجید سے جُدا لکھا ہو۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد1، صفحہ1074، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اور مفصّل تفسیر کو بلا حائل چھونا مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے، جیسا کہ فتح القدیر، بحر الرائق، رد المحتار و دیگر کتبِ فقہ میں ہے، واللفظ للآخر: "يكره مس كتب التفسير والفقه والسنن لأنها لا تخلو عن آيات القرآن" ترجمہ: (جنبی، حیض و نفاس والی کو) فقہ و تفسیر و حدیث کی کتب (بلا حائل) چھونا مکروہِ تنزیہی ہے، کیونکہ یہ آیاتِ قرآنیہ سے خالی نہیں ہوتیں۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطهارة، جلد1، صفحہ353، مطبوعہ کوئٹہ)

اور تفسیرِ مفصل کو اپنے تابع کسی کپڑے وغیرہ کے ساتھ بھی چھونا، جائز ہے، اس کے متعلق ہدایہ اور اس کی شرح بنایہ میں ہے: "(كتب الشريعة لأهلها حيث يرخص في مسها بالكم لأن فيه ضرورة) وهذا قول عامة المشايخ وفي "الذخيرة" ويكره لهم مس كتب الفقه والتفسير والسنن لأنها لا تخلو عن آيات من القرآن، ولا بأس بمسها بالكم بلا خلاف" ترجمہ: دینی کتب پڑھنے، پڑھانے والوں کے لیے (تفسیر و فقہ و حدیث کی) اسلامی کتب کو (ناپاکی کی حالت میں) آستین کے ساتھ چھونا، جائز ہے، کیونکہ اس میں شرعاً ضرورت متحقق ہے، (علامہ

عینی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں) اور اکثر مشائخ کا یہی قول ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ جنبی اور حیض و نفاس والی کو فقہ و تفسیر وحدیث کی کتب (بلا حائل) چھونا مکروہ ہے، کیونکہ یہ آیاتِ قرآنیہ سے خالی نہیں ہوتیں اور ان کو آستین (وغیرہ) کے ساتھ چھونے میں بلا اختلاف کوئی حرج نہیں۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، فروع فیما یکرہ للحائض، جلد1، صفحہ652، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں: "(جنبی اور حیض و نفاس والی عورت) ان سب کو فقہ و تفسیر وحدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے اور اگر ان کو کسی کپڑے سے چُھوا اگرچہ اس کو پہنے یا اوڑھے ہوئے ہو، تو حَرَج نہیں مگر مَوْضَعِ آیت پر ان کتابوں میں بھی ہاتھ رکھنا حرام ہے۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ327، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور مَوْضَعِ آیت کو چھونا، ناجائز ہونے کے متعلق علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "إن کتب التفسیر لا یجوز مس موضع القرآن منھا" ترجمہ: کتبِ تفاسیر میں جس جگہ آیتِ قرآنی لکھی ہو، اُسے چھونا، جائز نہیں۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، جلد1، صفحہ353، مطبوعہ کوئٹہ)

اور جس جگہ آیت لکھی ہو، اُس کے بالمقابل پشت سے بھی چھونا، ناجائز ہونے کے متعلق سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "کتاب یا اخبار جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اُس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا، جائز نہیں، اُسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے، خواہ اس کی پشت پر، دونوں ناجائز ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد4، صفحہ366، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

03 جمادی الاولیٰ 1443ھ/08 دسمبر 2021ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

مخصوص ایام میں عورت کا دینی کتب (تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ) کو چھونے کا حکم

ریفرنس نمبر:Lar :12441 تاریخ:13-11-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت حالت حیض میں قرآن پاک کے علاوہ بقیہ کتب دینیہ، مثلا: حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورت کے لیے حیض کے ایام میں حدیث، فقہ، تصوف وغیرہ کتب دینیہ کو بلا حائل چھونا، مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے، کیونکہ کتب دینیہ میں قرآن پاک کی آیات موجود ہوتی ہیں۔ البتہ دینی کتابوں کو کسی کپڑے، قلم وغیرہ سے یا دستانے پہن کر چھونا، بلا کراہت جائز ہے۔ یہ حکم قرآن پاک کی تفسیر کے علاوہ دیگر دینی کتب کا ہے۔

قرآن پاک کی تفسیر چھونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تفسیر مفصل نہ ہو یعنی اس میں آیات قرآنیہ کی مقدار تفسیر کی بہ نسبت زیادہ ہو، اور اسے قرآن ہی کہا جاتا ہو، جیسا کہ تفسیر خزائن العرفان، نور العرفان وغیرہ تو ایسی تفاسیر کو چھونے کا حکم قرآن پاک چھونے کی طرح ہے یعنی ایسی تفاسیر کو حیض کی حالت میں چھونا، گناہ ہے۔ اور اگر تفسیر مفصل یعنی اس میں تفسیر

کی مقدار آیت قرآنیہ کے مقابلے میں زیادہ ہو، اور اس کتاب پر لفظ قرآن کا اطلاق نہ ہو، بلکہ مستقل طور پر اس کا الگ سے نام ہو، مثلا: تفسیر کبیر، روح البیان، صراط الجنان وغیرہ تو ایسی مفصل کتب تفسیر کو ناپاکی کی حالت میں چھونے کا وہی حکم ہے جو تفسیر کے علاوہ بقیہ دینی کتب کو چھونے کا حکم ہے یعنی بلا حائل چھونا، مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے، اور کسی واسطے سے ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

نیز یہاں یہ بھی یاد رہے کہ حیض کے دوران کتب دینیہ اور مفصل تفاسیر میں جہاں آیت مبارکہ لکھی ہو، تو آیت کے اوپر اور عین اس کے پیچھے والے حصے کو چھونا، جائز نہیں ہے۔

بنایہ، تبیین الحقائق اور فتاوی ہندیہ وغیرہ کتب فقہ میں ہے: " ویکرہ لھم مس کتب الفقہ والتفسیر والسنن لأنھا لا تخلو عن آیات من القرآن، ولا بأس بمسھا بالکم بلا خلاف "ترجمہ: اور ان (حائضہ، نفاس والی، جنبی) کے لیے کتب، فقہ، (مفصل) تفسیر اور احادیث کی کتابوں کو بلا حائل چھونا، مکروہ ہے، کیونکہ یہ کتب قرآن پاک کی آیات سے خالی نہیں ہوتی۔ اور آستین وغیرہ کے ساتھ چھونے میں متفقہ طور پر کوئی حرج نہیں ہے۔ **(تبیین الحقائق، جلد01، صفحہ58، مطبوعہ بیروت)**

قرآن پاک اور مختصر تفسیر کو چھونے کے متعلق سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاوی رضویہ میں ارشاد فرمایا: "مُحْدِثْ کو مصحف چھونا مطلقا حرام ہے، خواہ اس میں صرف نظم قرآن عظیم مکتوب ہو یا اُس کے ساتھ ترجمہ و تفسیر و رسم خط وغیرہا بھی کہ ان کے لکھنے سے نام مصحف زائل نہ ہو گا، آخر اُسے قرآن مجید ہی کہا جائے گا، ترجمہ یا تفسیر یا اور کوئی نام نہ رکھا جائے گا۔ یہ زوائد قرآن عظیم کے توابع ہیں اور مصحف شریف سے جُدا نہیں ولہذا حاشیہ

مصحف کی بیاض سادہ کو چھُونا بھی ناجائز ہوا، بلکہ پٹھوں کو بھی، بلکہ چولی پر سے بھی، بلکہ ترجمہ کا چھونا خود ہی ممنوع ہے، اگرچہ قرآن مجید سے جُدا لکھا ہو۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد1، صفحہ1074، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "ان سب کو فقہ و تفسیر و حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے اور اگر ان کو کسی کپڑے سے چُھوا اگرچہ اس کو پہنے یا اوڑھے ہوئے ہو، تو حَرَج نہیں، مگر مَوضَعِ آیت پر ان کتابوں میں بھی ہاتھ رکھنا حرام ہے۔"

(بہار شریعت، جلد1، صفحہ327، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حائضہ اور جنبی وغیرہ کے لیے کتب دینیہ میں جہاں آیت قرآنیہ ہو، اس کے اوپر اور پیچھے ہاتھ لگانا، ناجائز ہے، چنانچہ اس کے متعلق فتاوی رضویہ میں ہے: "کتاب یا اخبار جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اُس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا، جائز نہیں، اُسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے، خواہ اس کی پشت پر، دونوں ناجائز ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد4، صفحہ366، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

28 ربیع الثانی 1445ھ/13 نومبر 2023ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے

نابالغ بچے کا بے وضو قرآنِ پاک چھونا کیسا؟

ریفرنس نمبر:Sar 7009 تاریخ:21-07-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عموماً مساجد میں صبح وشام محلے کے چھوٹے نابالغ بچے قرآن پڑھنے آتے ہیں اور وضو کا طریقہ سمجھانے کے باوجود صحیح ومکمل وضو نہیں کرپاتے اور یونہی قرآن یا سپارے پکڑ لیتے ہیں، تو کیا ان کا بے وضو قرآن یا سپارے پکڑنا، جائز ہے یا نہیں؟ نیز بچوں کو بے وضو قرآن دینے پر قاری صاحب گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جو چھوٹے نابالغ بچے صبح وشام ناظرہ قرآن پڑھنے کے لیے مساجد میں آتے ہیں، انہیں قرآن دینے سے پہلے وضو کروانا چاہیے تاکہ انہیں وضو کا طریقہ آئے اور اس کی عادت بنے، البتہ ان پر وضو کرنا فرض نہیں ہے، بے وضو بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں، کیونکہ یہ ابھی احکامِ شرع مثلاً: وضو، غسل، نماز وروزے کے مکلف نہیں اور اگر بے وضو ہونے کی وجہ سے قرآن چھونے سے منع کیا جائے، تو یہ بچنے کی وجہ سے وضو کرنے میں سستی کریں گے اور لامحالہ بالغ ہونے تک قرآن پڑھنے اور یاد کرنے کو مؤخر کریں گے اور اگر ان کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے، تو پھر قرآن پڑھنے، حفظ کرنے میں کمی واقع ہوگی، جس بِنا پر شریعت نے بچوں کو بے وضو قرآن چھونے کی رخصت دی ہے۔

قاری صاحب یا سرپرست کو چاہیے کہ بچے کو وضو کروا کر قرآن دیں، لیکن اگر بے وضو بھی قرآن پکڑا دیا، تو بھی قاری صاحب وغیرہ پر کوئی گناہ نہیں۔

نابالغ کو بے وضو قرآن چھونے کی اجازت کے بارے میں مجمع الانہر میں ہے:"ولا مس صبي لمصحف ولوح لأن في تكليفهم بالوضوء حرجا بها وفي تأخيره إلى البلوغ تقليل حفظ القرآن فرخص للضرورة" ترجمہ: نابالغ بچے کا قرآن یا جس تختی پر قرآن لکھا ہو، اسے چھونا مکروہ نہیں، کیونکہ بچوں کو وضو کا مکلف

بنانا، انہیں مشقت میں ڈالنا ہے اور قرآن پڑھنے کو بلوغت تک مؤخر کرنے میں حفظِ قرآن میں کمی واقع کرنا ہے ،لہذا ضرورت کی بنا پر نابالغ بچوں کو رخصت دی گئی ہے۔

(مجمع الانھر، کتاب الطھارۃ، ج01، ص26، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی)

تبیین الحقائق میں ہے:" و کرہ بعض أصحابنا دفع المصحف واللوح الذی کتب فیہ القرآن الی الصبیان ولم یر بعضھم بہ بأسا وھو الصحیح لأن فی تکلیفھم بالوضوء حرجا بھم وفی تأخیرھم الی البلوغ تقلیل حفظ القرآن فیرخص للضرورۃ" ترجمہ: ہمارے بعض اصحاب نے قرآن پاک اور وہ تختی جس پر قرآن لکھا ہو، بچوں کو دینے کو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے اس میں کوئی حرج نہ جانا اور یہی صحیح ہے، کیونکہ بچوں کو وضو کا مکلف بنانے میں حرج ہے اور اگر ان کے بالغ ہونے تک قرآن انہیں نہ دیا جائے، تو حفظِ قرآن میں کمی واقع ہو گی، لہٰذا بوجہ ضرورت بچوں کو قرآن پاک دینے کی رخصت دی گئی ہے۔

(تبیین الحقائق، کتاب الطھارۃ، باب الحیض، ج1، ص58، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

بچوں کے بے وضو قرآن پکڑنے پر قاری صاحب کے گنہگار نہ ہونے کے بارے میں علامہ محمد امین ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی لکھتے ہیں:" أن الصبی غیر مکلف والظاھر أن المراد لا یکرہ لولیہ أن یترکہ یمس "ترجمہ: کیونکہ نابالغ غیر مکلف ہے اور ظاہر اس سے مراد یہ ہے کہ اگر بچے کا سرپرست اسے قرآن چھونے دے ،تو سرپرست کے لیے بھی مکروہ نہیں۔

(ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب سنن الغسل، ج1، ص174، مطبوعہ دار الفکر)

نابالغ کو قرآن دینے سے پہلے وضو کرانے کے بارے میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں:"نابالغ پر وُضو فرض نہیں، مگر ان سے وُضو کرانا چاہیے، تاکہ عادت ہو اور وُضو کرنا آجائے اور مسائلِ وُضو سے آگاہ ہو جائیں۔" (بہار شریعت، ج01، ص302، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
عبدالرب شاکر قادری عطاری
29ذیقعدہ1441ھ/21جولائی2020ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے